

سیرت پاک پر مستند ترین کتاب

# الفوف

بأحوال المضطربة

مصنف

امام عبد الرحمن ابن جوزی مدظلہ العالی

مترجم

علامہ محمد اشرف سیالوی

حامد اینڈ کمپنی پبلسرز  
بمیںسہ منزل لاہور  
۳۸ اردو بازار

سیرت

سید الانبیاء  
صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ

اوقاف

باجوال المصطفیٰ

مصنف

امام عبدالرحمن ابن جوزی علیہ السلام

مترجم

علامہ محمد اشرف سیالوی

ناشر

فریدی بک ٹرال ○ اردو بازار لاہور

www.marfat.com

Marfat.com



کتاب \_\_\_\_\_ الوفا باحوال المصطفیٰ (علیہ التمجید والثناء)  
مصنف \_\_\_\_\_ امام عبدالرحمن ابن جوزی  
مترجم \_\_\_\_\_ علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی  
ناشر \_\_\_\_\_ (شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس العلوم، سیال شریف)  
\_\_\_\_\_ سید اعجاز احمد  
مصححین \_\_\_\_\_ محمد عالم ممتاز حق - راجا رشید محمود  
نوشتنویس \_\_\_\_\_ فضل الہی کیلانی  
مطبع \_\_\_\_\_ جنرل پرنٹرز ریسٹورنٹ روڈ، بھیرہ پارک لاہور

قیمت \_\_\_\_\_ ۳۲۰/- روپے

## عرضِ ناشر

گذشتہ چند برسوں سے دینی ادب کی اشاعت کی طرف توجہ دی جا رہی ہے ورنہ یہ گمان ہو چلا تھا کہ سننی خیز، جاسوسی، اور جنسی لطریح کی بھرمار کے باعث قوم دین اور شعائر دین کو کھلا بیٹھے گی۔ صحت مند ادب کی طرف توجہ کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ حضرات نے معلوم و موجود معتقدات سے فرار کی راہ اختیار کر لی۔ دین متین کی وہ متین راہیں جن پر صحابہ کبار، تابعین عظام، تبع تابعین اور دوسرے بزرگان دین اولیائے کرام آج تک چلتے رہے ہیں، انہیں نامناسب غیر متوازن، نادرست اور غیر ہموار قرار دینے کی جسارت بھی کی گئی۔ عقیدوں کی پختگی پر زبان طعن دراز ہوئی۔ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کے جذبات و احساسات کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ آقا و مولا علیہ التیمیۃ و النسا کے اور ان کے نام لیواؤں کے اختیارات و تصرفات پر انگلیاں اٹھائی جانے لگیں۔ حضور رسولِ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات و اسوہ کے مقابلے میں دشمنان اسلام کے نکات کو نام نہاد مسلمانوں نے اہمیت دی، ان کی تنقید و تنقیص سے گھبرا کر جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں نے تاویل و تحریف کا دروازہ کھولا۔ ایسے میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اپنے بزرگوں کی ایسی تصانیف کو اردو میں منتقل کیا جائے جو عربی یا فارسی زبانوں کے پردوں میں مستور ہونے کی وجہ سے اردو داں طبقے کی رسائی سے باہر تھیں۔ لیکن جن میں وہ تمام اعتقادات ضوفاً ہیں جن سے جدید تعلیم یافتہ اور تجدّد پسند علما پریشان ہیں۔ چنانچہ فرید بک ٹال نے اس سمت قدم بڑھایا اور اس نوع کی بہت سی کتابوں کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

”الوفائی احوال المصطفیٰ“ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام ابن جوزی کی ایسی ہی تصنیف ہے۔ جس کے مطالعے سے قارئین کرام اس فیصلے پر پہنچ سکیں۔ گہر کہ وہ راہِ صواب کیا ہے۔ جس پر بزرگان دین گامزن رہے۔ اور آج اس راہ کے مسافر کون ہیں۔

علامۃ الدہر شیخ الحدیث مولانا ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ نے اپنے علم، تجربے، جدوجہد اور فضلِ خداوندی کے بل پر ابن جوزی علیہ الرحمہ کی اس معرکہ الآراء تصنیف کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ارکانِ ادارہ صدقِ دل سے ان کے شکر گزار ہیں اور یقین ہے کہ اس عظیم تصنیف کے خوبصورت ترجمے سے مستفید ہونے والے قارئین بھی ان کے لیے دعا گو ہوں گے۔

یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ (بلال گنج لاہور) کا بھی ممنون ہوں۔ جنہوں نے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر الوفا کا مقدمہ لکھا اور اپنے دوست رہا شہید محمود کا بھی احسان مند ہوں کہ انہوں نے کتاب کو خوبصورت اور وقیع بنانے میں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

مزید بک اسٹال نے اب تک جو تراجم چھاپے ہیں، ان میں سبع سنابل، سنن نسائی (تین جلدیں)، مستد امام اعظم اور روشنی کی طرف (امام عسکری) وغیرہ شامل ہیں۔ الوفا کے فاضل مترجم علامہ محمد اشرف سیالوی شواہد الحق (از علامہ یوسف بھانی علیہ الرحمہ) کا ترجمہ بھی فرما رہے ہیں۔ مطالع المسرات کا ترجمہ مولانا محمد عبدالمکیم اشرف قادری کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ حجة التذلل علی العالمین فی معجزات سید المرسلین کا ترجمہ بھی کروایا جا رہا ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ الوفا پڑھ کر اپنی گرفتار آرا اور قیمتی مشوروں سے ہمیں محروم نہ رکھیں اور دعا فرمائیں کہ خداوند کریم و عظیم اس ادارے کو خدمت دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع عنایت فرمائے۔

سید اعجاز احمد

## مقدمہ

نام و نسب : مصنف کتاب حضرت علامہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی عبد الرحمن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی ابن عبداللہ بن حماد بن محمد بن جعفر الجوزی، کنیت ابوالفرج اور لقب ابن جوزی ہے۔

آپ کے اس مشہور زمانہ لقب کا سبب یہ ہے کہ آپ کے آباؤں آٹھویں پشت پر جعفر نامی شخص کو جوزی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور ابن عساکر کے بقول جوزی شہر بصرہ کا ایک محلہ ہے۔

امام الحدیث علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ اپنی عمر کی مشکل تین منزلیں طے کر پائے تھے کہ شفقت پداری سے محروم ہو گئے۔ مستقبل میں دنیائے اسلام پر آفتاب علم و دانش بن کر چمکنے والے اس نونہال کی پرورش والد کے بعد چھوٹی سنی کی۔ جب آپ حدیث میں داخل ہوئے تو چھوٹی آپ کو ابو الفضل ابن ناصر کی مسجد میں چھوڑ آئیں جو رشتہ میں ان کے ناموں تھے۔ انہوں نے اس نہایت زبردست بچے کو اپنی تربیت میں لے کر پوری توجہ سے علوم دینیہ پڑھانے شروع کیے۔ آپ نے کھوڑے سے عرصے میں حفظ قرآن، علوم قرأت اور تحصیل علم حدیث کی منازل طے کر لیں۔ آپ نے خود فرمایا۔

”علم کی محبت بچپن ہی سے میرے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں تھی اور میں حصول علم کے لیے کسی بڑی سے بڑی مہم کو سر کرنے میں لذت محسوس کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ نے مجھے مقام علم پر نائز کر دیا۔“

## علم حدیث

یوں تو علامہ ابن جوزی جملہ علوم متداولہ میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے مگر جس علم میں انہیں ابدی و آفاقی شہرت حاصل ہوئی وہ علم حدیث ہے۔ اس علم میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے مقام علم و تجربہ پر اعتماد کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ:

”میرے زمانے تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت شدہ کوئی بھی حدیث میرے سامنے بیان کی جائے تو میں بتا سکتا ہوں کہ یہ صحت و ضعف کے کس درجہ پر ہے۔“

اور یہ دعویٰ افتخار غرور پر مبنی نہیں، اظہار حق و صداقت اور تحدیث نعمت کے طور پر ہے۔ فن حدیث میں آپ کی تصانیف کثیرہ اس پر شاہد عادل ہیں۔ بس اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیث پاک سے عشق کی حد

تک اپنے قلبی لگاؤ بلکہ وارفتگی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے کہ :-

”مجھے نوعمری میں جبکہ عام لڑکوں کو کھیل کود کے سوا کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی، جب کبھی گھر آنے کا اتفاق ہوتا چند خشک روٹیاں توشہ دان میں ساتھ لے کر سرور انبیا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے حصول کے لیے نکل کھڑا ہوتا متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ میں صبح ہی صبح نہر عسبیٰ کی طرف نکلا اور شام تک اس کے کنارے بیٹھ کے احادیث کا متن یاد کرتا رہا۔ مگر شام کا اندھیرا چھا جانے تک پاس رکھی ہوئی سوکھی روٹی کے دو تھے منہ میں ڈالنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔ بس دل میں یہی خیال اور دماغ میں یہی خمار تھا کہ بے ثبات زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی مجھے انہی الفاظ میں یاد کیا جائے کہ ابن جوزی اللہ کے محبوب کی احادیث اور ان کے جان نثار صحابہ کے احوال زندگی کا بہت بڑا حافظ تھا“

خلکان نے حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق اور اس کے ساتھ وابستہ چلتی ہوئی تمناؤں کے اظہار کا تذکرہ ایسے وارفتہ انداز میں کیا ہے جسے سن کر دردِ عشق رکھنے والے دلوں میں محبت کے نغمے چھڑ جاتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے حالت نزع میں نحیف سی آواز میں پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ وہ سارے قلم اکٹھے کیے جائیں جن سے میں نے تمام عمر شافع محشر محبوب داور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث لکھی ہیں اور ان کے سردوں پر لگی ہوئی ردشنائی کھرچ لی جائے جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی تو اس سیاہی کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر اس پر دانہ شمع رسالت نے بحر محبت کی گہرائیوں میں ڈوب کر یہ وصیت کی کہ مرنے کے بعد میری نعش کو غسل دینے کے لیے تیار کر دہ پانی میں یہ ردشنائی ڈال دینا۔ شاید خدائے رحمان و رحیم اس جسم کو نارِ جہنم سے نہ جلائے جس پر اس کے محبوب کی حدیث کی ردشنائی کے ذرے لگے ہوں۔“

وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا گیا تو کافی مقدار میں ردشنائی پھر بھی بچ رہی تھی۔

مذکورہ بالا عبارت کو دیکھ کر اس عاشقِ جگر سوختہ کے حسن طلب پر صدِ آفرین کنا پڑتا ہے کہ کس اولیٰ دل ربانی سے فضل باری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اس اعتماد اور نگاہِ قدرت میں حرمتِ مصطفیٰ کے اس وثوق پر کہا جاسکتا ہے کہ جس انداز پر نیاز سے ابن جوزی نے مطالبہٴ مغفرت کیا ہے خدائے رحمان نے کیوں نہ آپ کو جنت کی وسعتوں کا مالک بنا دیا ہوگا۔

اسے پروردگار! ہمیں بھی رُخ و الضحیٰ اور سرمہٴ مازاغ والے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے یہی انداز عطا فرما۔

## فن خطابت

خطابت کا شوق آپ کی طبع مستقیمہ میں شروع ہی سے تھا۔ عہدِ نوخیزی ہی میں اچھے واعظ تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی صلاحیتوں میں روز افزوں نکھار آتا گیا۔ اور پھر اس فن میں آپ کو وہ ملکہ حاصل ہوا کہ چند لمحوں میں آپ کے چند کلمات سے لاکھوں کے مجمع میں آگ لگ جاتی۔ اور مجلسِ وعظ میں عوام الناس ہی نہیں، خلیفہ وقت بھی جملہ وزراء نے سلطنت کے ساتھ پتھر کی تصویر بنادم بخود بیٹھا ہوتا تھا۔ آپ کے وعظ سے متاثر ہو کر ہزاروں گم کردہ راہ نسق دنجور سے تائب ہو کر صراطِ مستقیم کے راہی بن گئے اور آپ کے دستِ حق پرست پر دو لاکھ سے زائد کفار کلمہ حق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرٹھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ ”جو آنکھیں عدم ذوق اور کثرتِ گناہ سے پتھر بن گئی ہوں، دریائے وعظ کی سیلابی سے نالہ کناں ہو کر بہ پڑتی ہیں۔“

حکمرانوں کی خوشنودی اور دربارِ شاہی میں رسائی کے لیے آپ نے کبھی وعظ نہ کیا۔ خود کو ظلِ سلطانی اور مدامتِ لسانی سے ہمیشہ دور رکھا، ساری عمر شمشیرِ وعظ اور نیزہٴ قلم سے جہادِ حق کیا اور اسی راہ میں جان، جانِ آفریں کے حوالے کر دی۔

صرف علمِ حدیث اور فنِ وعظ ہی میں نہیں، تمام علوم میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔

## ابن جوزی کا مسلک

فہم قرآن و حدیث میں آپ کا روئے فکر و تدبر الفاظ کی ظاہریت کی طرف رہا۔ اور فطرتِ مستنبطہ عقلی استدلال کے بجائے نقلِ صحیح پر قناعت کناں تھی۔ یعنی آپ استخراجِ معانی مختلفہ کے بجائے تمسک بالالفاظ کی طرف زیادہ مائل تھے۔ مذہباً اگرچہ آپ حنبلی جانے اور پہچانے جاتے ہیں لیکن علتِ مذکورہ بالا کے باعث مختلف مذاہبِ فقہیہ اور مشہور مسالکِ اعتقادیہ میں سے کسی بھی مسلک و مذہب کو اس کی تمام تفصیل کے ساتھ آپ نے اختیار نہیں فرمایا۔

یاد رہے کہ تمسک بالمعنی تطبیق بین الآیتین اور ظاہر اور مختلف الدالات حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے اور کسی اختلافی مسئلے پر نقصانِ فہم کے باعث کتاب و سنت و اجماع سے نصِ صریح نہ ملنے کے وقت کسی علتِ مشترکہ کی بنا پر فرع غیر منصوصہ پر اثباتِ حکم کے لیے تمسک بالمعنی ضروری ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

www.marfat.com



اسی لیے حنبلی ہونے کے باوجود جماعت حنابلہ کے ائمہ آپ کی بعض آراء سے متفق نہیں بلکہ یکے از ائمہ مسلک حنبلیہ علامہ ابن رجب حنبلی اپنی کتاب "طبقات الحنابلہ" میں اس طرح گویا ہیں، ہمارے مسلک حنبلیہ کے سربراہ اور وہ مشائخ مجتہدین و ائمہ مستنبطین نے علامہ ابن جوزی کے مائل الی تادل ہونے کی تصریح کی اور پھر ان کی آراء کا سخت رد کیا ہے۔ انتہی۔

لیکن ان تمام تصریحات کے باوجود علامہ ابن جوزی کا حقیقت شناس دل اور دماغ نے رموزِ محبتِ قلم، جب عشقِ رسالت کی معطر وادیوں سے گذرنا ہے تو علم و حکمت اور عشق و محبت کے پھول یوں کھلا دیتا ہے کہ عقیدت کی نظریں انہیں چوم لینے کو تڑپ جاتی ہیں۔

اس دعوے کی تصدیق اس وقت بڑی صراحت سے ہو جاتی ہے جب ہم "الوفاء" کے وہ ابواب پڑھتے ہیں جن میں زیارتِ تبرنی، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استفقارِ مطر، گنبدِ خضریٰ میں عدالتِ محبوب کبریاء میں کائنات کے جملہ مسلمین و مسلمات کے افعالِ حسنہ و اعمالِ سیئہ کی پیشی اور خواب میں سُرْمہ مازع البصر والے حبیب کے دیدار جیسے عشق بھرے موضوعات کو پوری وارفتگی سے بیان کیا گیا ہے۔

استقامت و حق گوئی

کلام ابن جوزی میں پاسداریِ حق و تبطلِ باطل کا جو عنصر ہر جگہ پوری تابانی سے جلوہ گر نظر آتا ہے۔ اس کے

دبقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ،

ہے جیسا کہ نبی اکرم شارع علیہ السلام کا حکم پاک ہے۔ احادیث میں مسطور ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو قاضی مین بنا کر بھیجے کے لیے جب مدینہ شریف سے باہر تشریف لائے تو ان سے ارشاد فرمایا اے معاذ! تم مسند قضا پر بیٹھ کر کس دلیل سے فیصلہ کرو گے۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی کتاب سے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب سے نہ پاؤ تو بولے، حدیث رسول خدا سے۔ پھر آپ نے آخری سوال کیا کہ اگر میری سنت سے بھی نہ پاؤ؟ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی۔ الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله علی ما یحب و روضہ روضہ الترمذی عن ترجمہ: "سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کے فرستادہ کو وہ علم عطا فرمایا جو موجب رضائے الہی ہے" اس لیے صاحب کتاب ابن جوزی اور دیگر متمسکین بانطواہر بھی مواضع مذکورہ پر تسک بالعتی کے جوہر کے معترف ہیں۔ باقی ارتکازِ نظری العبارت کی طرف زیادہ میلان خاطر بھی چنداں میسر نہیں اور متن میں مذکور مسلکِ مصنف کا بھی یہی معنی ہے۔

پس منظر میں امانِ نظر سے ہیں اس دور کی خصوصیاتِ فکریہ و عداوتِ مذہبیہ کی ہلاکت خیزیاں اور کلامِ خدا و سنتِ مصطفیٰ سے گریز و فرار کی خوں آشامیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ایسے دور پر فتن میں سیرتِ احمد مختار پر عمل کرتے ہوئے ابن جوزی جیسے وارثِ انبیاء و مبلغِ اسلام پر اعلاءِ کلمۃ اللہ اور تمسکِ بالسنتہ کا فریضہ بڑی شدت سے عائد ہوتا تھا جیسے انہوں نے کمال بے خوفی و استقامت سے ادا کیا۔

## پس دیوارِ زنداں

رحید العصر علامہ عبدالرحمان ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے سچے شیدائی اور ظہارِ حق کے لیے لائحہٴ خوف علیہود و لاہویہ جزیوں کی عملی تصویر تھے، حافظ ذہبی صاحب 'میزان الاعتدال' کی کتاب تذکرہ الحفاظ میں ایک بے راہر و شخص عبدالسلام بن عبدالوہاب حنبلی بڑا بد مذہب نام کا حنبلی نہایت فتنہ خیز مکر مقرب دربارِ وزیرِ قصاب تھا۔ مجاہدِ اسلام علامہ ابن جوزی اس کی یہ فتنہ پروریاں برداشت نہ کر سکے اور تلاوتِ قرآن و تدریسِ حدیث کی غذا سے پروردہ تلامیذ کو عبدالسلام کے متعلق تاویسی کارروائی کا حکم دے دیا۔ نتیجہً اسکی کتب نذرِ آتش ہوئیں اور مدرسہ اس کے قبضہ سے اسلام کے خدمت گزار ہاتھوں میں آگیا اور یوں آپ اس سرچشمہٴ فتنہ و شر کو ہمیشہ کے لیے بند کے بارگاہِ مصطفیٰ سے سرخرو ہوئے۔

صاحبِ طبعِ شہر خیز ابن عبدالوہاب نے اپنے مرنے والے وزیرِ قصاب شیبی کو آپ کے متعلق بھڑکانا شروع کیا کہ کبھی آپ نے ابن جوزی کی حرکات و سکنات کا بھی نوٹس لیا ہے وہ کڑنا صبی اور اولادِ ابی بکر سے ہے اور آپ کے منصبِ جلیلہ کے لیے کسی وقت بھی تقارہٴ اجل و کوسِ رحلت بن سکتا ہے۔

بس اسی جرمِ لاجرم کی پاداش میں آپ کی ساری جائداد، گھر اور اس کا مکمل اثاثہ ضبط کر لیا گیا۔ اہل خانہ اور جگر کے ٹکڑے یعنی بچے بچیاں آنکھوں سے جدا کر کے دور دراز علاقوں میں پھینک دیے گئے اور آپ کو پانچوں کشتی میں ڈال کر جبلِ خانہ شہر واسط کی طرف بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ نے زنداں کی تنگ و تاریک کوکھڑی میں پورے پانچ سال کمال صبر و استقلال سے یوں گزارے کہ خود کھانا تیار کرتے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑے دھوتے اور زبانِ شکر سے یہ کہتے جاتے۔

اے پروردگار! تو نے مجھ سے ناتواں سے اپنے دین کی اتنی خدمت لی ہے۔ میں کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں۔

## تصانیف

قدرت نے آپ کو تصنیف کا ملکہ اور موقعہ بڑی فیاضی سے عطا کیا تھا، یہاں تک کہ کثرتِ تصنیف میں

آپ کا نام بطور ضرب المثل مشہور ہو گیا۔ ابن عماد کا کہنا ہے۔

علامہ ابن جوزی سے ایک مرتبہ ان کی تعداد تصانیف کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کا جواب یہ تھا کہ میری تصنیفات تین سو چالیس سے کہیں زیادہ ہیں۔ جن میں کئی کتابیں بیس بیس جلدوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اسمائے رجال کے امام فن علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں ابن جوزی جیسا صاحب تصانیف کثیر نہ دیکھا نہ سنا ہے۔ ابن خلکان تو یہاں تک کہ گئے کہ حکایت کرنے والے اگرچہ ابن جوزی کی تعداد کتب کے بارے میں مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کی تالیفات کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ مگر افسوس صد افسوس کہ آپ کے حالات میں رقم شدہ تعداد و مصنفات ایک سو کے عدد سے تجاوز نہیں کر پاتی۔ باقی کتب کے بارے میں ہی کہا جاسکتا ہے کہ صرصر زمانہ نے ان پر گردِ لسیان ڈال دیا ہے۔

علم تفسیر میں آپ کی دریافت شدہ کتب درج ذیل ہیں۔

۱۱، المغنی، فی علوم القرآن (۲)، فنون الافنان، فی عجائب علوم القرآن (۳)، زاد المسیر، فی علم التفسیر (۴)، المجتبیٰ فی علوم تتعلق بالقرآن (۵)، التفسیر الکبیرہ ۲ جلد اور (۶)، اخبار اہل الرسوخ، بمقدار الناسخ والمنسوخ۔ علم حدیث میں آپ کی یہ تصانیف ملتی ہیں۔

۱۱، الکشف، فی احادیث الصحیحین (۲)، تہذیب المسند (۳)، المختار، فی اخبار المختار (۴)، مشکل الصحاح۔ (۵) جامع المسانید۔ (۶) الموضوعات۔ (۷) الواہیات۔ (۸) الضعیف اور (۹) تلخیص فنوم اہل الاثر۔ اسی طرح تنقید سیاسی و دینی میں آپ کی دو کتابیں، فن وعظ میں بارہ، تاریخ میں تیرہ، علم کلام کے متعلق چار اور لعنت و ادب کے بارے میں نو کے قریب کتابوں کی نشان دہی کی گئی ہے جن میں سے بعض دستیاب اور دوسری صرف نام کی حد تک معروف ہیں۔

## پیش منظر کتاب

کتاب ”الوفا، باحوال المصطفیٰ“ کا موضوع اگرچہ محض سیرت رسول عربی ہے مگر صاحب کتاب نے دلائل نبوت و شواہد رسالت نبی اکرم کا بھی تذکرہ کیا ہے تاکہ بیان سیرت سے احقاقِ حق اور ذکر دلائل نبوت سے ابطل باطل بھی ہو جائے۔

یہاں سبب تالیف کتاب ہذا کا ذکر کر دینا بھی بے جا نہ ہو گا جو اپنے کتاب کے آغاز میں اس طرح سپردِ قسط اس کیا ہے کہ میں نے امت مسلمہ کی قوتِ علمی کا اندازہ و تجزیہ کیا تو معلوم ہوا کہ کئی مسلمان تو اپنے نبی ہادی الی الجنۃ کی زندگی سے واقف ہی نہیں اور بعض دوسروں کو کچھ نہ کچھ واقفیت تو ہے مگر ان کے اذہان ناقصہ میں

راخ شدہ تصورات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اس لیے میں نے مصمم ارادہ کیا کہ اللہ کے محبوب کی سیرت پر ایسی مختصر اور کثیر المواد کتاب تحریر کروں جو صحیح روایات سے مبرہن ہو اور اس میں جملہ انبیاء کرام پر آپ کی افضلیت ثابت کی گئی ہو۔ خدائے رؤف و رحیم کا صد ہزار بار شکر ہے کہ اس نے میری آرزو پوری کر دی۔

## موضوعات و وجہ امتیاز کتاب از کتب سیرت

پیش نظر کتاب کے جملہ مضامین کو چار موضوعات میں منقسم و منظر کیا جاسکتا ہے۔

اول :- سیرت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعنی آپ کے وقت ولادت سے عین وصال الی التک کے تمام احوال و اسفار و غزوات کا مفصل تذکرہ۔

دوم :- شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم جس میں آپ کے اخلاق حسنة، مکارم و شمائل رفیعہ و بدلیعہ اور جملہ اوصاف حیات خاصہ و عامہ شامل ہیں۔

سوم :- دلائل نبوت۔ اس موضوع کے تحت آپ کے وہ معجزات مشہورہ و منقطعہ اور وہ دلائل باہرہ و برہین قاہرہ ہیں جن سے منکرین رسالت و شان نبوت کے وہاں دریدہ و چشمہائے شوخ و بدہ ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی ہیں۔

چہارم :- خصائص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس سے ہماری مراد وہ خصائص کبریٰ ہیں جن سے اللہ رب العزت نے جمیع رسل و انبیاء کرام علیہم التحیۃ و التسلیم پر آپ کو علو فضیلت عطا فرمایا ہے۔

یہ چاروں عنوانات اگرچہ مصنف کتاب سے پہلے بھی سیرت نگاروں کا موضوع تحریر رہے ہیں، مگر انہوں نے چاروں میں سے کسی ایک کو منفرداً اختیار کیا اور اسی پر پورا زور صرف کیا۔ جیسا کہ ابن ہشام اور البدینی و النہایتی کا روئے سخن موضوع اول اور بیہقی کی دلائل النبوت کا موق نظر موضوع سوم کی طرف ہونا ظاہر و باہر ہے جبکہ مصنف نے کتاب ہذا میں مذکورہ بالا عنوانات پر مکمل اور تفصیلی روشنی ڈال کر کئی صدیوں سے قہر نیساں میں پڑی ہوئی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔

## اسم کتاب

۱۹۰۲ء میں رقم ہونے والے نسخہ تیموریہ میں پیش نظر کتاب کا نام "الوقار، باحوال المصطفیٰ" تحریر تھا۔ پھر ۱۹۳۶ء میں جامعۃ الازہر دمصر کے مطبع سے شائع ہونے والے نسخہ پر الوقاف فی بعض احوال المصطفیٰ مکتوب ہوا۔

اسی طرح ایک اور جگہ سے شائع ہونے والی اسی کتاب پر نام "الوفاء فی فضائل المصطفیٰ" اور ج ہے۔  
جگہ صاحب کتاب کے نواسے نے اپنی تصنیف "سُرَّةُ الزمان" میں اسی کتاب کا نام "الوفاء، فضائل  
المصطفیٰ" لکھا ہے۔

مگر چونکہ کتاب کے جملہ موضوعات سے مناسب وہی نام ہے جو نسخہ تیموریہ میں تھا، اس لیے اسی نام  
سے کتاب شائع کی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے اس کے مصنف مترجمین، ناشرین اور جملہ  
قارئین کی مغفرت فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین



حاجی محمد علی عفی اللہ عنہ

شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ شیرانیہ امیر روڈ

بلال گنج لاہور

# فہرست

## ابتداء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۹۲	صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعلان چھٹا باب نضر بن ربیعہ لحنی کے خواب کا بیان جو نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی دلیل و برہان ہے۔	۴۵	باب اول عظمت مسطفیٰ علیہ التیمۃ و الثنا باعتبار اوصاف و کمالات دوسرا باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود عنصری کا بیان
۹۵	ساتواں باب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اقدس کا بیان	۴۹	تیسرا باب تخلیق محمدی کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا
۹۷	آٹھواں باب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اقدس اور آبا کی طہارت اور شرف و فضل کا بیان	۵۲	چوتھا باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا تورات و انجیل میں تذکرہ اور اہل کتاب کا اعتراف ذکر مکہ شریف کے راستوں کا صحف شعیبا علیہ السلام میں اصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جنگ بدر کا ذکر کتب قدیمہ میں
۹۸	نواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام قبائل عرب سے نسبی تعلق	۵۳	پانچواں باب کعب بن لوی بن غالب کا بعثت نبی اکرم
۱۰۰	دسواں باب انتقال نور نبوت اصلاب آباد ارحام امعات میں	۹۰	
۱۰۱	گیارہواں باب حضرت عبدالمطلب کا خواب اور ظہور نور	۹۱	
۱۰۲			

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
	اکیسواں باب دقت ولادت مصطفیٰ علیہ التیمیۃ و الثنار میں		نبوت کی بشارت بارھواں باب
۱۲۳	ظہور آثار و کرامات بانیسواں باب	۱۰۴	خالد بن سعید بن زید کا خواب اور بعثت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت
۱۲۶	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت ولادت ناف بریدہ ہونا	۱۰۵	تیرھواں باب عمر بن مرہ کا خواب اور ظہور مصطفیٰ علیہ التیمیۃ و الثنار کی بشارت
۱۲۷	تیسواں باب شب ولادت وقوع پذیر ہونے والے حوادث	۱۱۰	چودھواں باب حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بنی زہرہ میں نکاح کرنا
۱۳۱	چوبیسواں باب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں رونما ہونے والے اہم واقعات و حوادث	۱۱۱	پندرھواں باب تذکرہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۳۲	پچیسواں باب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسما گرامی	۱۱۲	سولہواں باب حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا عقد نکاح و تزویج
۱۳۶	چھبیسواں باب ذکر کنیت مصطفیٰ علیہ التیمیۃ و الثنار	۱۱۵	سترھواں باب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کو دوران حمل پیش آمدہ واقعات و کیفیات
۱۳۷	ستائیسواں باب سرور عالم و عالمیان علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات کی رضاعی امہات	۱۱۶	اٹھارھواں باب وفات حسرت آیات حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما۔
۱۳۹	اٹھائیسواں باب تذکرہ علیہ سعیدہ	۱۱۷	انیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت
۱۴۲	تیسواں باب چار سال کی عمر مبارک میں شوق صدر	۱۱۸	بیسواں باب قصہ ذیل دابرہ
۱۴۶	دس سال کی عمر میں شوق صدر	۱۱۹	
۱۴۷	تیسواں باب مولد نبوی کے پانچ سال بعد پیش آنے والے		

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۱۴۳	انتالیسواں باب حلف الفضول میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل	۱۴۹	واقعات اکتیسواں باب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ وصال
۱۴۶	چالیسواں باب اعلانِ نبوت سے پہلے فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ و السلام کی عبادت	۱۵۲	تیسواں باب حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم حضرت عبد المطلب کی کفالت میں
۱۴۸	اکتالیسواں باب بیس سال کی عمر میں ملائکہ کو دیکھنا اور ابو طالب سے بیان کرنا	۱۵۵	تینتیسواں باب حضرت عبد المطلب کا سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ استسقا
۱۸۰	بتالیسواں باب سرورِ انبیاء علیہ و علیہم التمجید و الثناء کا بھیڑ بکریاں چرانا	۱۵۶	چونتیسواں باب حضرت عبد المطلب کا سیف بن ذی یزن شاہِ یمن کو تخت نشینی کی مبارکباد دینے کے لیے تشریف لے جانا
۱۸۰	تینتالیسواں باب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت شغلِ تجارت	۱۶۵	پینتیسواں باب بیان وفاتِ عبد المطلب رضی اللہ عنہ
۱۸۱	چوالیسواں باب فخرِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مالِ تجارت کے لیے سفرِ شام	۱۶۶	چھتیسواں باب سینتیسواں باب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو طالب صاحب کی رفاقت میں سفرِ شام اور بحیرہِ راہب سے ملاقات
۱۸۲	پینتالیسواں باب سید دوران فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ و السلام کا عقدِ تزویج خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ	۱۶۸	اڑتیسواں باب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حربِ نجار میں تشریف لے جانا
۱۸۳	چھیالیسواں باب فخرِ آدم و نبیِ آدم علیہ السلام کی تعمیرِ کعبہ میں شرکت اور حجرِ اسود اپنے دستِ اقدس سے رکھنا	۱۶۲	



# نبوتِ مصطفیٰ علیہ التیمیۃ والثناء

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۰۶	آکھواں باب خاتم الانبیا علیہ التیمیۃ والثناء پر وحی نازل ہونے کی کیفیت کا بیان	۱۸۶	باب ادل نبوتِ مصطفیٰ علیہ التیمیۃ والثناء کے اعلانات ہوائف کے ذریعے
۲۱۲	نواں باب سید الکونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوران نبوت کون کون سے فرشتوں کو شرفِ قرب حاصل رہا	۱۹۳	دوسرا باب جانوروں کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتِ نبوت
۲۱۳	دسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے معجزہ اور خرقِ عادت طلب کرنا جو دعویٰ نبوت میں موجب تائید و تقویت اور باعث الطینان ہو	۱۹۵	تیسرا باب فخر العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علاماتِ نبوت جو آپ نے بعثت سے قبل دیکھیں
۲۱۴	گیارھواں باب بعثتِ مصطفیٰ علیہ التیمیۃ والثناء کے وقت شیطین پر شہبِ نار یہ کا پھینکا جانا اور اصنام و اوثان کا سرنگوں ہونا	۱۹۷	چوتھا باب نبیات و جمادات کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں سلام پیش کرنا
۲۱۸	بارھواں باب بعثتِ مصطفوی کے وقت کسریٰ پر وزیر کے مشکلات و حوادث	۱۹۷	پانچواں باب ابتداءِ وحی کا بیان
۲۲۴	تیرھواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دینا	۲۰۴	چھٹا باب جبریل امین علیہ السلام کا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو اور نماز کی ترکیب بتلانا
۲۲۵	چودھواں باب رسولِ خدا علیہ التیمیۃ والثناء کا اجتماعات میں لوگوں	۲۰۵	ساتواں باب ابتداءِ نبوت میں فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت خدیجہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو نماز باجماعت پڑھانا

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۲۷	قطع تعلق پر تحریریں معاہدہ تیسواں باب		کو عذاب خداوندی سے ڈرانا پندرہواں باب
۲۲۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شما و ازدی کا باسمعی مکالمہ	۲۲۶	رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقربا کو عذاب خداوندی سے ڈرانا
۲۳۸	پتو بیسواں باب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقبہ بن ربیعہ کے ساتھ مکالمہ	۲۲۹	سولہواں باب فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی عمومیت
۲۵۰	پچیسواں باب ولید بن مغیرہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریش سے مشورہ	۲۳۰	سترہواں باب سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنتوں کی طرف مبعوث ہونا اور رسول الثقلین کے منصب پر فائز ہونا
۲۵۲	چھبیسواں باب سرور عالم علیہ التیمۃ و النناء کا طفیل ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکالمہ	۲۳۱	اٹھارہواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان
۲۵۴	ستائیسواں باب سید الانبیاء علیہ التیمۃ و النناء کی جناب ابوطالب کے ساتھ مرض و وفات میں گفتگو	۲۳۲	انیسواں باب نبی الانبیاء علیہ التیمۃ و النناء کا کفار و مشرکین کی ایذا رسانیوں پر صبر و تحمل سے کام لینا
۲۵۸	اٹھائیسواں باب امام الانبیاء والمرسلین کو حضرت ام المؤمنین خدیجہ اور ابوطالب کی وفات کے بعد پیش آنے والے واقعات	۲۳۹	بیسواں باب اکثم بن صیفی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی خبر سن کر اسلام لانا
۲۶۰	استیسواں باب سید العالمین رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پیش آنے والے حالات کا بیان	۲۴۰	اکیسواں باب سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمانا
۲۶۳	تیسواں باب تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونا		بائیسواں باب مشرکین مکہ کا بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۶۸	معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان چونتیسواں باب	۲۶۲	اکتیسواں باب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حج کے مواقع پر تبلیغ دین
۲۷۵	سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقبہ ثانیہ میں انصار کے ساتھ ملاقات	۲۶۶	تیسواں باب اعلان نبوت کے گیارہویں سال امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کے ساتھ ملاقات
۲۷۵	پینتیسواں باب قریش کو بیعت انصار کا علم ہونا اور آئندہ لائحہ عمل کے لیے باہم صلاح منورہ		تینتیسواں باب

## ابوابِ حجرت

۲۸۷	چھٹا باب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کے راستے میں بریدہ اسلمی سے ملاقات فرمانا، ان کے نام سے نیک فال لینا اور حضرت بریدہ کا آپ کی خدمت بجالانا	۲۸۵	باب اول حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غارِ ثور کی طرف ہجرت فرمانا دوسرا باب غار میں پیش آنے والے واقعات و حالات
۲۹۷	ساتواں باب اہل مدینہ کا سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور استقبال کے لیے نکلنا اور آپ کا ان کی معبت میں مدینہ منورہ میں داخل ہونا	۲۸۸	تیسرا باب غار ثور سے مدینہ منورہ تک راہ میں پیش آنے والے واقعات و حالات
۲۹۸	آٹھواں باب اس دن کا بیان جس میں رحمت عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے	۲۹۲	چوتھا باب حضرت ام مبعود رضی اللہ عنہا کے ہاں سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا نزول اور عظیم معجزے کا ظہور
۲۹۹	نواں باب اس مکان رفعت مقام کا بیان جس میں سرور	۲۹۶	پانچواں باب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے لیے سفر مدینہ منورہ میں ثوریہ سے کام لینا

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۰۷	سرور انبیاء و مرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منبر شریف اور حرم سرا کی درمیانی جگہ کی فضیلت	۲۹۹	انبیاء علیہ التیمۃ و الشہادۃ مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے وقت قیام فرما ہوئے
۳۰۸	سولہواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے مساکن و بیوت کا ذکر	۳۰۲	دسواں باب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل مدینہ کی فرحت و مسرت
۳۱۰	سترھواں باب سرور انبیاء علیہ التیمۃ و الشہادۃ کا دعا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ کو میرے اصحاب کا محبوب و مرغوب بنا دے	۳۰۳	گیارہواں باب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہونا
۳۱۱	اٹھارہواں باب امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کو قبلہ بنانا اور پھر بیت اللہ کی طرف نماز ہی میں رجوع فرمانا	۳۰۳	بارہواں باب مدینہ طیبہ کی فضیلت کا بیان
۳۱۱	انیسواں باب تحويل قبلہ کے وقت کا بیان	۳۰۴	تیرھواں باب تعمیر و بناء مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان
۳۱۱	بیسواں باب فریضہ رمضان کے نزول کا بیان	۳۰۶	چودھواں باب مسجد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا بیان
			پندرہواں باب

## ابواب المعجزات

۳۲۱	معجزہ شق القمر تیسرا باب	۳۱۲	باب اول قرآن عزیز اور فرقان حمید کی شان اعجازی کا بیان
۳۲۲	معجزہ تکثیر طعام		دوسرا باب

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۵۱	تیرھواں باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسطحی بھر مٹی کفار کی طرف پھینکنا اور سب کی آنکھوں کا اس مٹی سے بھر جانا	۳۲۹	چوتھا باب گھی بڑھانے کا معجزہ
۳۵۲	چودھواں باب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کا اصنام کی طرف چھڑی سے اشارہ فرمانا اور ان کا منہ کے بل زمین پر گر پڑنا	۳۳۰	پانچواں باب کھجوریں بڑھانے اور ان کی مقدار زیادہ کرنے کا معجزہ
۳۵۳	پندرھواں باب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غیبی خبریں دینا اور ان کا آپ کے بیان کے مطابق وقوع پذیر ہونا	۳۳۳	چھٹا باب شان اعجازی سے تھوڑے پانی کو زیادہ کر دینا
۳۵۴	سولہواں باب پتھروں کا بنی العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موم کی طرح نرم ہو جانا	۳۳۹	ساتواں باب سرور عالم مختار کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا
۳۶۹	سترھواں باب کھجور کے خشک تنے کا آپ کے فراق میں آہ وزاری کرنا	۳۴۱	آٹھواں باب دودھ کو زیادہ کرنے کا معجزہ
۳۷۰	اٹھارھواں باب کنکریوں کا دست کریم میں تسبیح رب العالمین ادا کرنا	۳۴۳	نواں باب درختوں کے بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کا معجزہ
۳۷۱	انیسواں باب ایذا رسانی کا قصد ناسد رکھنے والے مشرکین کی نگاہوں سے آپ کا پوشیدہ ہو جانا	۳۴۴	دسواں باب فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مہینت لڑوم سے پہاڑ کا رقص و وجد اور آپ کے فرمان پر سکون و قرار کا اظہار
۳۷۲	بیسواں باب اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی معجزات	۳۴۸	گیارھواں باب چوپالیوں کا بارگاہ نبوی میں حالت زار عرض کرنا اور سرکش جانوروں کا آپ کے لیے رام ہو جانا
		۳۵۰	بارھواں باب مختار کونین باذن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران میں ظاہر ہونے والے معجزات

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۳۸۷	میں کلام کرنا تائیسواں باب	۳۷۳	ایذاؤں اور ایذرسانوں کو دور کرنا اکیسواں باب
۳۸۵	ہر نبی کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کرنا اور آپ کا اس کی عرض کو شرف قبولیت بخشنا	۳۷۷	جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی، ان کی کیفیت ہلاکت اور انجام بد کا بیان بائیسواں باب
۳۸۶	اٹھائیسواں باب ضرب (سومار) کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور رسالت کی گواہی دینا	۳۷۹	اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار شیطین کو آپ سے دور رکھنا تیسواں باب
۳۸۹	انیسواں باب نبی الانبیاء علیہم السلام والثناء کا یہود کے ایسے سوالات کا جواب دینا جن کو سوائے نبی صادق اور رسول برحق کے نہ کوئی جانتا تھا، نہ جان سکتا تھا	۳۸۰	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "قرین" کا ہونا اور اطاعت گزار می سے پیش آنا چوبیسواں باب
۳۹۷	تیسواں باب نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پشت اقدس کے پیچھے اشیا کو مشاہدہ فرمانا	۳۸۲	رب کریم جل و علیٰ کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زہریلے جانوروں کے شر کو دور رکھنا پچیسواں باب
۳۹۶	اکتیسواں باب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی شب میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسے روز روشن میں	۳۸۲	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو اپنی جگہ پر لٹکانا کر درست فرمادینا اور انس کی بینائی کو بحال فرمادینا پچیسواں باب
۳۹۶	تیسواں باب جب خدا علیہ التیمم والثناء کا مستجاب الدعوات ہونا		دیوار کا بارگاہ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام

## درج ذیل موضوعات سے متعلق ابواب

جملہ انبیا و مرسلین علیہم السلام پر نبی الانبیا امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت  
 شریعتِ مصطفویٰ کی تمثیل و تشبیہ عجیب  
 امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی تمثیل و تشبیہ  
 حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والتنا کی طاعت کا وجوب  
 حبیبِ اکرم رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوبِ محبت

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۳۰	سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جانا چوتھا باب	۴۰۵	باب اول انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فخر الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری فخر الانبیا و المرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جملہ انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت و توقیر پر دلالت کرنے والی احادیث کا بیان
۴۳۱	تمام خزانہ دنیا کی چابیوں کا سید کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سپرد کیا جانا	۴۲۳	خصائص نبویہ اور اوصاف امتیازی کا بیان
۴۳۱	پانچواں باب ذکر مصطفویٰ کا بلند کیا جانا	۴۲۴	فصل دفع اشکال و رفع اعضاء دوسرا باب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بحسب الاحکام
۴۳۱	چھٹا باب امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثل و صفت کا بیان	۴۲۹	تیسرا باب رب العالمین کی طرف سے انگوڑوں کا گچھا
۴۳۲	ساتواں باب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت اور اس کی شریعت و ملت کی صفت و کیفیت کا بیان		

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۲۳۸	گیارہواں باب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوہر طاعت و اتباع کا بیان	۲۳۳	آٹھواں باب امت مصطفیٰ علیہ التمجید و الثناء کا اہم انبیا پر شرف و فضل
۲۳۹	بارہواں باب حبیب خدا علیہ التمجید و الثناء کا محبت میں والدولہ اور سب لوگوں پر مقدم ہونا	۲۳۵	نواں باب سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل صفت اور امت کی حالت و کیفیت کا بیان
۲۴۰	تیرہواں باب ذکر میں نبی خدا علیہ التمجید و الثناء کو مقدم رکھنے کا موجب	۲۳۶	دسواں باب حضور کی دعوت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثل و صفت کا بیان

## ابواب صفات و کیفیت جسد اطہر (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۴۵	ساتواں باب دہن مبارک اور دندان مقدسہ	۲۴۲	پہلا باب سراقس
۲۴۶	آٹھواں باب نکمت اقدس	۲۴۳	دوسرا باب جبین مقدس
۲۴۶	نواں باب چہرہ انور کی تابانی اور صباحت و ملاحت	۲۴۳	تیسرا باب ابرو مبارک اور بھنویں
۲۴۸	دسواں باب ریش مبارک	۲۴۳	چوتھا باب چشمان اقدس اور شرکان مبارکہ
۲۴۹	گیارہواں باب موئے مبارک	۲۴۴	پانچواں باب رخسار اقدس
۲۵۰	بارہواں باب گردن مبارک	۲۴۴	چھٹا باب بینی اقدس



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۵۶	تیسواں باب پائے مبارک	۴۵۱	تیرھواں باب کنڈھوں کا درمیانی فاصلہ
۴۵۷	چوبیسواں باب رؤسِ عظام کا ضخیم ہونا	۴۵۱	چودھواں باب شانہ اقدس
۴۵۷	پچیسواں باب اعتدالِ خلق	۴۵۱	پندرھواں باب سینہ اقدس
۴۵۷	چھبیسواں باب قامتِ رعنا	۴۵۲	سولہواں باب بطن اقدس
۴۵۸	ستائیسواں باب جلد اقدس	۴۵۲	ترتھواں باب ناف مبارک
۴۵۹	اٹھائیسواں باب زنگت مبارک	۴۵۳	اٹھارھواں باب باکرامت انگلیاں
۴۵۹	انیسواں باب حسن و جمال	۴۵۳	انیسواں باب کف دست اقدس
۴۶۲	تیسواں باب پسینہ مبارک	۴۵۴	بیسواں باب مبارک کلاہیاں
۴۶۴	اکتیسواں باب مہرِ نبوت	۴۵۵	اکیسواں باب مبارک پنڈلیاں
		۴۵۶	بائیسواں باب مقدس ایڑیاں

## ابوابِ صفاتِ معنویہ

۴۶۸	دوسرا باب شانِ علم و عفو	۴۶۶	باب اول اخلاقِ حمیدہ
-----	-----------------------------	-----	-------------------------

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۴۹۵	آنکھوں کا باب جلالیت بصورتِ رحمت و نعمت	۴۸۱	تیسرا باب نامناسب امور کی اطلاع
۴۹۷	نواں باب شانِ جوہ و کرم	۴۸۲	چوتھا باب شفقت و مدارات
۴۹۹	دسواں باب کمالِ شجاعت	۴۸۶	پانچواں باب شانِ حیا
۵۰۰	گیارہواں باب مزاح اور خوش طبعی	۴۸۷	چھٹا باب تواضع و انکساری
		۴۹۴	ساتواں باب رحمتِ مجسم

## ابوابِ آداب و سیرتِ مصطفویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۵۰۶	ساتواں باب گدی اور پیٹھ کے بل بیٹھنا	۵۰۴	بابِ ادب طہارت کے لیے ہاتھوں کا استعمال
۵۰۶	آنکھوں کا باب کیفیتِ تکلم	۵۰۴	دوسرا باب چھینکنے کا طریقہ
۵۰۸	نواں باب دورانِ تکلم دستِ اقدس کی کیفیت	۵۰۴	تیسرا باب آغازِ کار
۵۰۸	دسواں باب منبر شریف	۵۰۵	چوتھا باب بیٹھنے کی کیفیت
۵۰۹	گیارہواں باب نصاحت و بلاغت	۵۰۵	پانچواں باب بیٹھنے کے انداز
۵۱۱	بارہواں باب فارسی کلمات	۵۰۵	چھٹا باب سہارے سے بیٹھنا

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۵۲۲	میسواں باب مشاورت	۵۱۲	تیرھواں باب استعمالِ شعر
۵۲۲	اکیسواں باب بوقتِ بارش آپ کا معمول	۵۱۳	چودھواں باب سماعتِ اشعار
۵۲۳	بائیسواں باب مشکوٰۃ مجالس سے بچنا	۵۱۵	پندرھواں باب طرز اور کیفیتِ رفتار
۵۲۴	تیسواں باب رضا اور خفا	۵۱۷	سولہواں باب شانِ تبسم
۵۲۴	چوبیسواں باب میل جول	۵۲۰	سترھواں باب پسندیدہ کلام
۵۲۸	پچیسواں باب مبین و قسم کا بیان	۵۲۱	اٹھارہواں باب ناپسندیدہ نام
۵۲۹	چھبیسواں باب کلامِ برخواستِ مجلس	۵۲۱	انیسواں باب تحفے اور ہدیے

## ابوابِ زہدِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

۵۲۲	چوتھا باب روایاتِ ذخیرہ	۵۳۰	بابِ اوّل دنیا سے اعراض اور بے التفاتی
۵۲۳	پانچواں باب تفقات و اخراجات	۵۳۱	دوسرا باب شانِ قناعت
۵۲۵	چھٹا باب معیشتِ نبوی	۵۳۱	تیسرا باب اشیا کا ذخیرہ کرنا

# ابواب طہارت و عبادت

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۵۴۲	چھٹا باب ایک ہی وضو سے متعدد نمازیں ساتواں باب	۵۳۹	باب اول بیت الخلاء جانا دوسرا باب
۵۴۳	مساک کرنا آٹھواں باب	۵۳۹	بیت الخلاء سے نکلنا تیسرا باب
۵۴۳	خفین پر مسح نواں باب	۵۴۰	زمین کا احترام چوتھا باب
۵۴۴	کیفیتِ غسل	۵۴۲	وضو اور غسل پانچواں باب
		۵۴۲	ہر نماز کے لیے وضو

# ابوابِ صلوٰۃِ رسولِ اکرم ﷺ

۵۴۹	پانچواں باب بروز جمعہ نمازِ فجر کی قراءت چھٹا باب	۵۴۵	باب اول کیفیتِ صلوٰۃ دوسرا باب
۵۴۹	بعد نمازِ فرض مسجد میں بیٹھنے کا التزام ساتواں باب	۵۴۶	فرض نمازوں میں مقدارِ قراءت تیسرا باب
۵۴۹	نمازِ چاشت	۵۴۷	استغفار
۵۵۰	آٹھواں باب نوافلِ شبانہ اور قیامِ لیل	۵۴۸	چوتھا باب دن میں نفل

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۵۵۹	پندرہواں باب اوقات وتر	۵۵۳	نواں باب تہجد میں طوالت قیام
۵۶۰	سولہواں باب تہجد کے فوت ہونے پر طرز عمل	۵۵۴	دسواں باب تمام رات ایک ہی آیت کی تلاوت
۵۶۰	سترہواں باب نماز تراویح	۵۵۴	گیارہواں باب صفت قرأت اور کیفیت تلاوت
۵۶۱	اٹھارہواں باب منار تراویح کو خوفِ فریضیت کے تحت ترک فرمانا	۵۵۸	بارہواں باب حسن صوت
۵۶۲	انیسواں باب سجود شکر	۵۵۹	تیرہواں باب اوقات ختم قرآن کریم چودھواں باب دعا بعد از ختم قرآن کریم

## ابوابِ روزہ

۵۶۸	چھٹا باب اشیاء روزہ افطار	۵۶۳	باب اول ماہانہ روزے اور افطار
۵۶۸	ساتواں باب دعائے افطار	۵۶۴	دوسرا باب ماہانہ تین روزے
۵۶۸	آٹھواں باب رمضان المبارک کا عشرہ اخیرہ	۵۶۴	تیسرا باب پیر اور جمعرات کا روزہ
۵۶۹	نواں باب اعکافِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۵۶۵	چوتھا باب شعبان المعظم کے روزے
۵۶۹	دسواں باب عید الفطر اور کھانا	۵۶۶	پانچواں باب صوم وصال

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۵۴۰	تیرھواں باب عیدگاہ اور تبدیلی راہ	۵۶۹	گیارھواں باب نیزہ اٹھانا بارھواں باب تکبیراتِ عیدین
<b>ابواب حج و عمرہ</b>			
۵۴۵	ساتواں باب سعی صفا و مروہ	۵۴۲	پہلا باب احرام حج دوسرا باب
۵۴۵	آٹھواں باب رمی جمار	۵۴۲	تیسرا باب تلبیہ نبوی
۵۴۶	نواں باب اندرون کعبہ داخل ہونا	۵۴۳	چوتھا باب دعا یومِ عرفہ
۵۴۶	دسواں باب خطبہ حجۃ الوداع	۵۴۴	پانچواں باب قربانی کا جانور خود ذبح کرنا
۵۴۸	گیارہواں باب تذکرہ حج	۵۴۴	طواف اور استلام حجرِ اسود
۵۸۲	بارھواں باب عمروں کا تذکرہ	۵۴۵	چھٹا باب استلام رکنِ یمنی

## ابواب

خوف و خشیت نبوی، تضرع و زاری اور حزن و بکا، فکر و تامل و ورع و تقویٰ  
استغفار و توبہ اور آمال اور آرزوؤں میں کمی و کوتاہی کے بیان میں

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۵۸۶	پانچواں باب آہ و بکا	۵۸۳	باب اول خوف و تضرع
۵۹۰	چھٹا باب ورع و احتیاط، تقویٰ اور پرہیزگاری	۵۸۴	دوسرا باب بادل اور آندھی سے اضطراب
۵۹۰	ساتواں باب آمال اور آرزوؤں میں کمی اور کوتاہی	۵۸۵	تیسرا باب گرج اور چمک کے مواقع پر کلماتِ طیبات
۵۹۱	آٹھواں باب توبہ و استغفار	۵۸۵	چوتھا باب خوف و حزن اور فکر و خیال

## ابواب

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوات کے بیان میں

۵۹۲	تیسرا باب کرب و بلا کے موقع پر دعا، مبارک	۵۹۲	باب اول دعا کے وقت ہاتھ پھیلاتا
۵۹۲	چوتھا باب دعوات مبارکہ	۵۹۲	دوسرا باب صبح و شام دعا فرمانا

## گھریلو سامان کے بارے میں ابواب

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۶۰۵	چھٹا باب تکیہ مبارک	۶۰۱	باب اول دوسرا باب
۶۰۵	ساتواں باب تکیہ پر سہارا لینا اور اوٹ لگانا	۶۰۲	چوٹھا باب مبارک تیسرا باب
۶۰۶	آٹھواں باب چادر مبارک	۶۰۲	کزی مبارک چوتھا باب
۶۰۶	نواں باب خیمہ اقدس	۶۰۳	بستر مبارک پانچواں باب
		۶۰۴	خاف مبارک

## ابواب لباس شریف

۶۱۰	چھٹا باب عامہ مبارک	۶۰۷	باب اول قیس مبارکہ
۶۱۱	ساتواں باب ٹوپی مبارک	۶۰۷	دوسرا باب جیبہ مبارک
۶۱۲	آٹھواں باب اوپر اوڑھنے والی چادر مبارک	۶۰۸	تیسرا باب تنبند مبارک اور کبیل شریف
۶۱۳	نواں باب شلوار مبارک	۶۰۹	چوتھا باب مکہ مبارک
۶۱۳	دسواں باب صوف اور اون کا استعمال	۶۱۰	پانچواں باب دھاری دار چادر مبارک



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۶۱۵	چودھواں باب نغین کا استعمال	۶۱۴	گیارہواں باب میسر لباس کا استعمال
۶۱۵	پندرہواں باب نعل مبارک	۶۱۴	بارہواں باب جدید لباس
		۶۱۴	تیرہواں باب لباس اور دعا

## ابواب مبارک سواریاں

۶۲۰	پانچواں باب زین	۶۱۷	باب اول گھوڑے
۶۲۰	چھٹا باب بوقت سواری دعائیں	۶۱۸	دوسرا باب اونٹ
۶۲۱	ساتواں باب سوار ہونے کی کیفیت	۶۱۹	تیسرا باب خچر
		۶۱۹	چوتھا باب دراز گوش

## ابواب غلام اور خدام

۶۲۳	تیسرا باب خدام	۶۲۲	باب اول آزاد کردہ غلام
		۶۲۲	دوسرا باب آزاد کردہ لونڈیاں

## ابواب اشیا و زیبائش

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۶۲۹	چھٹا باب آئینہ دیکھنا	۶۲۴	باب اول انگوٹھی مبارک
۶۳۰	ساتواں باب ریش مبارک	۶۲۵	دوسرا باب نصاب
۶۳۰	آٹھواں باب مونچھیں کاٹنا	۶۲۸	تیسرا باب کنگھی کا استعمال
۶۳۰	نواں باب استعمال نورہ (پوڈر)	۶۲۸	چوتھا باب مانگ نکانا
۶۳۱	دسواں باب خوشبو کا استعمال اور پسندیدگی	۶۲۹	پانچواں باب تیل کا استعمال

## ابواب طعام اور کیفیت تناول

۶۳۵	پانچواں باب سرکہ بطور سالن	۶۳۳	باب اول دسترخوان
۶۳۵	چھٹا باب گکڑھی کا استعمال	۶۳۳	دوسرا باب پیالہ
۶۳۵	ساتواں باب کدو کا استعمال	۶۳۴	تیسرا باب روٹی کی کیفیت و ہیئت
۶۳۶	آٹھواں باب گھی اور پنیر کا استعمال	۶۳۴	چوتھا باب پسندیدہ سبزیاں

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۶۴۲	بانیسواں باب انگور تناول فرمانا	۶۳۶	نواں باب حلوہ کا استعمال
۶۴۳	تیسواں باب تازہ کھجور کا استعمال	۶۳۷	دسواں باب ثرید سے محبت
۶۴۴	چوبیسواں باب تازہ پھل اور آپ کی کیفیت	۶۳۸	گیارہواں باب اکٹھے دو کھانے
۶۴۵	پچیسواں باب خبیص کا استعمال	۶۳۸	بارہواں باب گوشت اور پسندیدہ اعضا
۶۴۶	چھبیسواں باب بوقت تناول تین انگلی کا استعمال	۶۳۹	تیرہواں باب خشک گوشت کا استعمال
۶۴۷	ستائیسواں باب اپنے آگے سے کھانا	۶۴۰	چودھواں باب بھنے ہوئے گوشت کو تناول فرمانا
۶۴۸	اٹھائیسواں باب تناول کے وقت بیٹھے کا طریقہ	۶۴۱	پندرہواں باب مرغ کے گوشت کو تناول فرمانا
۶۴۹	انیسواں باب ٹیک اور سہارے سے پرہیز	۶۴۲	سولہواں باب لحم جباری کو تناول فرمانا
۶۵۰	تیسواں باب اطعامِ مذمت سے پرہیز	۶۴۳	سترہواں باب نالپسندیدہ اشیاء کا تناول نہ فرمانا
۶۵۱	اکیسواں باب اشیاء صدقہ سے پرہیز	۶۴۴	اٹھارہواں باب بدبودار اشیاء سے اجتناب
۶۵۲	بیسواں باب بعد از طعام حمد الہی	۶۴۵	ایسواں باب جمار (کھجور کا نوخیز خوشہ) تناول فرمانا
		۶۴۶	بیسواں باب حلوے اور شہد کو پسند فرمانا
		۶۴۷	اکیسواں باب خشک کھجوریں تناول فرمانا

## ابواب مشروبات

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۶۵۱	ساتواں باب شو کا استعمال	۶۴۹	باب اول استعمال شربت
۶۵۱	آٹھواں باب پینے کی کیفیت	۶۴۹	دوسرا باب رکھا ہوا پانی
۶۵۲	نواں باب برتن میں تین برسوں لینا	۶۴۹	تیسرا باب ٹھنڈا پانی
۶۵۲	دسواں باب بیٹھے اور کھڑے مشروبات کو نوش فرمانا	۶۵۰	چوتھا باب مشروبات کے لیے برتن
۶۵۲	گیارہواں باب صحابہ کرام اور تبرک	۶۵۰	پانچواں باب دودھ کا استعمال
۶۵۲	بارہواں باب تبرک تقسیم فرمانا	۶۵۱	چھٹا باب نیند اور اس کی کیفیت

## نیند اور استراحت کے ابواب

۶۵۵	چوتھا باب نیند کے وقت سرمہ	۶۵۴	باب اول رات کی کیفیت
۶۵۵	پانچواں باب بستر مبارک	۶۵۴	دوسرا باب مکان کی چھت پر تشریف لے جانا
۶۵۵	چھٹا باب بستر پر آنے کی کیفیت	۶۵۵	تیسرا باب سونے سے پہلے وضو

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۶۵۸	نواں باب چشم مبارک اور قلب اطہر	۶۵۶	ساتواں باب نیند کی کیفیت
۶۶۰	وسواں باب رویائے مصطفیٰ (خواب)	۶۵۷	آٹھواں باب بیداری کے بعد کی دعائیں

## ابواب طب نبوی

۶۷۴	تیسرا باب سنگیاں لگوانا اور خون نکلوانا	۶۷۲	باب اول امراض و عوارض
۶۷۵	چوتھا باب ہندی سے علاج	۶۷۲	دوسرا باب سحر (جادو)

## ابواب النکاح

۶۸۲	چھٹا باب ازواجِ مطہرات کو مشرف فرمانا	۶۷۶	باب اول محبتِ ازواج
۶۸۳	ساتواں باب ایک ہی غسل	۶۷۷	دوسرا باب امہات المؤمنین
۶۸۳	آٹھواں باب ایک ایک غسل	۶۸۱	تیسرا باب سراری
۶۸۳	نواں باب حسن سلوک	۶۸۱	چوتھا باب قوتِ قوائے جسمانی
۶۸۵	دسواں باب تاویبِ ازواج	۶۸۲	پانچواں باب بوقتِ خاص پر وہ کا اختیار فرمانا

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
		۶۸۸	گیارہواں باب اولادِ مصطفیٰ

## ابواب سفر

۶۹۴	چھٹا باب دعائے سحر گاہی	۶۹۱	باب اول یومِ سفر
۶۹۵	ساتواں باب سواری پر نماز نفل	۶۹۱	دوسرا باب دعائے سفر
۶۹۵	آٹھواں باب سفر سے واپسی کی دعا	۶۹۳	تیسرا باب الوداعی طریقہ
۶۹۶	نواں باب سفر سے واپسی پر عمل	۶۹۳	چوتھا باب کیفیتِ سفر
۶۹۶	دسواں باب سفر سے واپسی کا وقت	۶۹۴	پانچواں باب پر ادا کے وقت دعا

## ابواب سامان جنگ

۶۹۸	چوتھا باب کمان مبارک	۶۹۷	باب اول تلوار
۶۹۸	پانچواں باب نیزہ مبارک	۶۹۷	دوسرا باب نیزہ مبارک
۶۹۹	چھٹا باب نیزہ خورد	۶۹۸	تیسرا باب خود مبارک

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۷۰۱	نواں باب عصا مبارک	۶۹۹ ۷۰۰	ساتواں باب پرچم مبارک آٹھواں باب چھڑی مبارک

## ابواب غزوات

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۷۱۲	دسواں باب غزوة قرقرة الکرد	۷۰۲	باب اول دعاے جہاد و غزوة
۷۱۳	گیارہواں باب غزوة غطفان	۷۰۲	دوسرا باب غزوة ابوارودان
۷۱۳	بارہواں باب غزوة بنی سلیم	۷۰۳	تیسرا باب غزوة بواط
۷۱۴	تیرہواں باب غزوة احد	۷۰۳	چوتھا باب کرزبن جابر کی طلب میں نکلتا
۷۱۹	چودھواں باب غزوة حمراء الاسد	۷۰۴	پانچواں باب غزوة ذی العشيرة
۷۱۹	پندرہواں باب غزوة بنی النضیر	۷۰۴	چھٹا باب غزوة بدر
۷۲۰	سولہواں باب غزوة بدر الموعد	۷۱۰	ساتواں باب مقتولین بدر ویران گڑھے میں
۷۲۱	سترہواں باب غزوة ذات الرقاع	۷۱۱	آٹھواں باب غزوة بنی قینقاع
۷۲۲	اٹھارہواں باب غزوة دومتہ الجندل	۷۱۲	نواں باب غزوة نولق

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۷۲۹۰	پھکیسواں باب غزوہ خیبر	۷۲۲	ایسواں باب غزوہ مریح
۷۳۰	پھکیسواں باب فتح مکہ	۷۲۳	بیسواں باب غزوہ خندق
۷۳۳	تٹائیسیواں باب غزوہ حنین	۷۲۵	اکیسواں باب غزوہ بنو قریظہ
۷۳۷	اٹھائیسیواں باب غزوہ طائف	۷۲۶	بالیسواں باب غزوہ بنی لحيان
۷۳۸	انیسواں باب غزوہ تبوک	۷۲۶	تیسواں باب غزوہ غابہ
۷۳۹	تیسواں باب میدان جنگ میں علامتی نشان	۷۲۷	چوبیسواں باب غزوہ حدیبیہ

## البواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا

۷۴۱	تیسرا باب فوجی کمانڈروں کو ہدایت	۷۴۰	باب اول عدم شمولیت کا سبب
۷۴۲	چوتھا باب امیر لشکر کے نامناسب اقدام پر اظہارِ برائت	۷۴۰	دوسرا باب سرایا کی تعداد

## البواب تبلیغی خطوط

۷۴۷	دوسرا باب قیصر روم کے نام	۷۴۴	باب اول شاہ مقوقس کے نام
-----	------------------------------	-----	-----------------------------



صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۷۶۶	آٹھواں باب ذی الکلاع کے نام	۷۵۹	تیسرا باب قاصد اور خط مبارک بطرف کسری
۷۶۷	نواں باب فروہ جذامی کے نام	۷۶۱	چوتھا باب شاہ حبشہ کے نام
۷۶۸	دسواں باب عبدالجیفر کے نام	۷۶۴	پانچواں باب حارث بن ابی شمر غسانی کے نام
۷۶۹	گیارہواں باب متذربن سادی عبدی کے نام	۷۶۵	چھٹا باب ہوزہ ابن علی حنفی کے نام
۷۶۹	بارہواں باب ملوک و سلاطین حمیر کے نام	۷۶۵	ساتواں باب جبلہ ابن ایہم کے نام

## ابواب وفود کی آمد

۷۷۶	ساتواں باب وفد بکبیلہ	۷۷۱	باب اول سعد بن بکر کا وفد
۷۷۷	آٹھواں باب وفد نند	۷۷۲	دوسرا باب وفد مزینہ
۷۷۹	نواں باب وفد عامر بن صعصعہ	۷۷۳	تیسرا باب وفد فزارہ
۷۸۰	دسواں باب وفد عبدالقیس	۷۷۴	چوتھا باب وفد تجیب
۷۸۰	گیارہواں باب وفد بنو حنیفہ	۷۷۵	پانچواں باب وفد سعد ہذیم
		۷۷۶	چھٹا باب وفد محارب

## ابواب واقعات بعد از حجۃ الوداع

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۷۸۴	پوتھا باب اسود عنسی کا ظہور	۷۸۲	باب اول اہل بقیع کے لیے دعا
۷۸۵	پانچواں باب طلیحہ بن خویلد کا دعویٰ نبوت	۷۸۳	دوسرا باب حضرت اسامہ بن زید کا سپہ سالار بننا
		۷۸۴	تیسرا باب سیدہ کذاب کا دعویٰ نبوت

## ابواب وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۷۹۰	ساتواں باب شدتِ مرض	۷۸۶	باب اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا جانا
۷۹۲	آٹھواں باب وصیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۷۸۷	دوسرا باب قرب وصال
۷۹۴	نواں باب اپنی ذاتِ اقدس کو قصاص سے پیش فرمانا	۷۸۸	تیسرا باب دورہ قرآن کریم
۷۹۸	دسواں باب امامتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۷۸۸	چوتھا باب آغازِ مرض
۷۹۹	گیارھواں باب تحریرِ خلافت	۷۸۹	پانچواں باب صدیق اکبر کی تیمارداری
۸۰۱	بارھواں باب بوقتِ وصال صدقہ	۷۹۰	چھٹا باب ایامِ مرض میں ازواجِ مطہرات کی خدمت

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۸۱۷	پھیسواں باب وصال مصطفیٰ اور کیفیت صحابہ کرام	۸۰۳	تیرھواں باب بوقت وصال غلام آزاد فرمانا
۸۱۸	عمر شریف ٹھائی سواں باب	۸۰۳	چودھواں باب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے وصال کی خبر دینا
۸۱۹	ترکہ کے احکام انیسواں باب	۸۰۴	پندرھواں باب بوقت وصال مسواک کا استعمال
۸۲۱	کیفیت غسل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیسواں باب	۸۰۵	سولھواں باب مختار کل
۸۲۳	کفن مبارک اکتیسواں باب	۸۰۶	سترھواں باب وصیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۸۲۳	کیفیت جنازہ بیسواں باب	۸۰۸	اٹھارھواں باب بوقت وصال نماز کی وصیت
۸۲۴	قبر انور تینتیسواں باب	۸۰۸	انیسواں باب امور دنیا
۸۲۶	لحد مبارک چونتیسواں باب	۸۰۹	بیسواں باب روضہ مقدسہ کو سجدہ گاہ نہ بنائیں
۸۲۶	قبر انور اور سرخ چادر پینتیسواں باب	۸۱۰	اکیسواں باب اللہ اور جبریل امین کی مزاج پرسی
۸۲۶	تدفین کا وقت چھتیسواں باب	۸۱۳	بائیسواں باب موت سے کراہت
۸۲۶	ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسما و گزالی جو آپ کے مزار مبارک میں اترے	۸۱۳	تیسواں باب سیر روح
۸۲۶	سیتیسواں باب سید الانبیاء علیہ التیمہ والثناء اور تخمین کریمین رضی اللہ	۸۱۴	چوبیسواں باب باس بوقت وصال
۸۲۸	عنا کے مزارات مقدسہ کی کیفیت ترتیب	۸۱۴	پچیسواں باب وقت وصال

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۸۳۶	تیتالیسواں باب کیفیتِ درود و صلوة و سلام	۸۲۸	ارتالیسواں باب فضائلِ روضہٴ مقدسہ
۸۳۷	چوالیسواں باب منکرینِ درود شریف کی مذمت	۸۲۹	انتالیسواں باب استمداد و توسل
۸۳۸	پینتالیسواں باب کلماتِ تعزیت	۸۳۱	چالیسواں باب بعد از وصال حضور سیدہ فاطمہ کی کیفیت
۸۳۹	چھیالیسواں باب جسدِ اطہر	۸۳۲	اکتالیسواں باب فضائلِ درود و سلام
۸۴۰	سیتالیسواں باب اعمالِ امتِ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں	۸۳۵	بیاالیسواں باب ملائکہ کا امت کے درود و سلام کو بارگاہِ رسالت مآب علیہ السلام میں پیش کرنا
۸۴۱	ارتالیسواں باب خواب میں دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم		

## البواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر النور سے جلوہ افروزی

۸۴۲	میں تشریف آوری کی کیفیت چوتھا باب	۸۴۳	باب اول دوسرا باب
۸۴۵	نوارِ الحمد	۸۴۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبر النور سے باہر آنا
۸۴۷	پانچواں باب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبعین کی کثرت و فراوانی -		تیسرا باب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی میدانِ حشر

صفحہ	باب و مضامین	صفحہ	باب و مضامین
۸۵۷	دسواں باب نبی اکرم کی جنت میں جلوہ افروزی	۸۴۶	چھٹا باب حوضِ کوثر
۸۵۸	گیارہواں باب امت کا فضل و شرف	۸۴۸	ساتواں باب شفاعتِ مصطفیٰ علیہ التمجید و الثناء
۸۵۹	بارہواں باب وسیلہ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۸۵۴	آٹھواں باب مقامِ محمود
		۸۵۶	نواں باب اہل ایمان اور پلِ صراط

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ امہات  
المؤمنین والتابعین لہم بالاحسان الی یوم الدین

# عظمتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء باعتبار اوصاف و کمالات

- ۱۔ عریاض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق میں الشرب العزت کے ہاں ناتم النبیین ہونا اور دیا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام زمین پر اپنے خاکی خمیر میں پڑے تھے (یعنی ابھی تکمیل جسد نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کے خمیر بدن کے لیے گندھی ہوئی مٹی ابھی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی)۔
- ۲۔ میسرۃ الفخر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے رسول خدا آپ کب سے بنے ہوئے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا میں اس وقت سے صفت نبوت سے موصوف ہوں، جبکہ آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے یعنی ابھی ان کے روح اقدس کا جسد اطہر سے تعلق نہیں ہوا تھا۔ (اس روایت کو ابن سعد رضی اللہ عنہ نے بھی نقل فرمایا ہے اور ابو نعیم رضی اللہ عنہ نے بھی حلیہ میں ملاحظہ ہو مرقاة جلد ۱ ص ۵۸)۔
- ۳۔ میسرہ سے منقول ہے کہ میں نے بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ حضور! آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ رب العزت نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے قبل، ایجاد فرمایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم النبیاؐ لکھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخر الزمان پیغمبر ہیں اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم اور حضرت تو علیہما السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خمیوں اور قبوں پر لکھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح و جسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا پس

عہ فائدہ اولیٰ :- یہی مضمون حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی شریف میں منقول ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی کبیر۔ منقول ہے اور بقول ابن ربیع اس کو امام بخاری نے تاریخ میں امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔ نیز ابو نعیم نے دلائل النبوت وغیرہ میں اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق و آخرہم فی البعث میں تخلیق میں سب سے پہلے سے مقدم ہوں اور بعثت میں سب سے آخری ہوں،

جب ان کے روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں جب ان کو شیطان نے دھوکہ دیا انہوں نے بارگاہ الہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی یعنی اس کو وسیلہ بنایا۔

۴۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے (غیر ارادی طور پر) لعنت سرزد ہوئی تو انہوں نے سر آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا اے میرے پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا جو تو نے ان کے لیے اپنے فضل سے اپنے ذمہ کرم پر لیا اور جس مرتبہ بلند پران کو فائز فرمانے کا وعدہ فرمایا ہمدنہ مجھے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ وہ محمد (جن کے حقوق و مراعات کو وسیلہ بخش بنا رہے ہو) کیا ہیں؟ اور کون ہیں؟ اور تم نے ان کو قابل وسیلہ کیسے سمجھا اور کیسے جانا، تو انہوں نے عرض کی، اے میرے رب جب تو نے میری تخلیق کو مکمل فرمایا میں نے تیرے عرش کی طرف سر اٹھایا اور اس پر یہ لکھا ہوا پایا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں نے جان لیا کہ وہ تیرے نزدیک سب مخلوق سے زیادہ عزت و کرامت والے ہیں کیونکہ تو نے ان کے نام نامی کو اپنے اسم گرامی کے ساتھ ملا دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں (تم نے ٹھیک سمجھا اور سچ کہا) میں نے تمہیں ان کے وسیلہ سے) بخش دیا وہ تمہاری ذریت و اولاد میں آخری ہیں۔

فائدہ ثانیہ: حضرت میرہ حضرت ابوہریرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے منقول مرفوع روایات اور علی الخصوص ترمذی شریف جیسی مستند کتاب منقول روایت کی صحت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اب قابل غور یہ امر ہے کہ ان صحابہ نے اپنا سوال اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب نقل فرمایا اگر ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود عالم عناصر کے ظہور سے قبل نہیں تھا تو صحابہ کرام کا سوال عبث اور آنحضرت کا جواب غلط لغو ذبا اللہ من ذلک تو لامحالہ ماننا پڑیگا کہ صحابہ کرام نے اپنے نور فرست سے یہ سمجھ لیا تھا کہ جس ذات اقدس نے عالم عناصر میں نمود فرما ہونے کے چالیس سال بعد اعلان نبوت فرمایا نہ وہ بنی اب بنے ہیں اور نہ ہی صرف چالیس سال قبل وجود میں آئے ہیں بلکہ وہ موجود بھی پہلے سے ہیں اور شرف نبوت سے مترشح بھی پہلے سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تائید و تصدیق فرما کر اپنے اصلی مقام و شان کو واضح فرمایا کہ میں اس وقت سے موجود ہوں جبکہ ابوالبشر کا وجود نہیں تھا اور میں صرف موجود نہیں تھا بلکہ تاج نبوت اور خلعت رسالت بھی زیب تن کیے ہوئے تھا اور اہل علم پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبوت و تحقق و صف نبوت کا بغیر تحقیق ذات نبی کے ممکن نہیں ہے علی الخصوص جبکہ سوال بھی وقت انصاف سے ہے اور جواب میں بھی وقت انصاف بیان فرمایا گیا یعنی میں اس وقت سے نبوت کے ساتھ موصوف ہوں جبکہ تخلیق آدم علیہ السلام مکمل نہیں ہوئی تھی اگر آپ کا وجود مسعود تھا تو وقت انصاف کا بیان ممکن ورنہ نہیں۔ نیز اگر علم باری تعالیٰ کے لحاظ سے وصف نبوت کے ساتھ متصف ہونا مقصود تھا تو یہ اولاً اس

۵۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں اس مسئلہ میں اختلاف و نزاع پیدا ہوا کہ سب مخلوق سے زیادہ عزت و کرامت کا مالک اللہ تعالیٰ کے ہاں کون ہے بعض نے کہا حضرت آدم علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور ان کے سامنے اپنے ملائکہ کو سجدہ ریز کیا اور دوسروں نے کہا کہ اس مرتبہ کے مالک ملائکہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تھی انہوں نے آدم علیہ السلام سے اپنے پیچھے ہٹنے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا جب رب کریم نے میرے اندر روح پھونکی اس وقت ابھی میرے قدموں تک نہیں پہنچی تھی کہ میں اٹھ بیٹھا عرش الہی مجھ پر منکشف ہوا میں نے اس میں محمد رسول اللہ اکھا ہوا، دیکھا لہذا اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مکرم و معظم وہی ذات اقدس ہیں۔

۶۔ حضرت وہب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میں مالک شان الوہیت ہوں اور مکہ کا مالک اس کے ساکنین میرے پسندیدہ لوگ ہیں اس کے زائرین میرے وفود ہیں اور میری پناہ میں ہیں۔ مکہ میں میرا گھر ہے جس کو میں اہل آسمان اور اہل زمین سے آباد کروں گا۔ لوگ اس کی طرف جوق درجوق آئیں گے تاکہ وہ پرانگندہ بالوں اور غبار آلود جسموں ولے ہوں گے وہ بکیروں کے ساتھ اولادوں کو ملت کریں گے کبھی تلبیہ بیتیک اللہم بیتیک لا شریک لک بیتک الاخذ کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں زاری کریں گے کبھی الخراج کے ساتھ آنکھوں سے سیلاب اشک بہاتے ہوں گے۔ جو میرے اس گھر کا خالص قصد لے کر آئے گا دوسرا کوئی معقد اس کے پیش نظر نہیں ہوگا تو وہ شخص ہی درحقیقت میرا زائر ہے اور مہمان۔ میرا بند ہے اور میری منزل قرب میں اترنے والا اور میرے ذمہ کرم پر ہے کہ میں اس کو کرامت و عزت کا تحفہ دوں گا۔ وہ گھر، اس کا ذکر و شہرت اور اس کی مجد و برتری اور رونق و بہار تمہاری اولاد میں سے اس نبی کے حوالے کروں گا جن کو ابراہیمؑ کا جائیگا۔ میں ان کے لیے اس گھر کی بنیادیں بلند کروں گا اور ان کے ہاتھوں پر اس کی تعمیر مکمل کروں گا۔

یہ ممکن نہیں کہ علم باری تعالیٰ میں سارے نبی و صف نبوت کے ساتھ ازلا موصوف تھے آپ کی نہ تو اس میں کوئی تخصیص ہے اور نہ اولیت کی کوئی وجہ، اور ثانیاً اس لیے باطل ہے کہ باری تعالیٰ کے علم میں اگر آپ کا وصف نبوت سے موصوف ہونا اس وقت متحقق ہوا، جب آدم علیہ السلام کی تخلیق شروع ہو چکی تھی تو اس سے قبل الشرب العزت کا العیاذ باللہ اس علم سے خالی ہونا لازم آئے گا یہ بھی محال ہے وہ ازلا عظیم بکلی شئی ہے۔ ثالثاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس حادث علم کا قیام لازم آئے گا اور جو محل حوادث ہو وہ حادث ہوتا ہے تو العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا لازم آگیا حالانکہ وہ واجب الوجود ہے۔ قدیم بالذات والزمان ہے اور ازلی ابدی۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو البشر سے قبل خارج میں متحقق تھی اور وصف نبوت بلکہ خاتم النبیین و الوصف سے موصوف تھی اگرچہ وجود غنصری کے لحاظ سے ظہور بعد میں ہوا اور یہی مفہوم ہے احادیث مذکورہ کا الحمد للہ



نزدوں گا ذرا ٹرین کو چاہ زمزم سے پانی پلانا ان کے سپرد کروں گا۔ میں ان کو بیت اللہ کے حرم محترم کی حدود اور تمام محل کی دستنیں دکھلاؤں گا۔ میں انہیں اس کے مقامات عبارت کی نشاندہی کروں گا پھر اس گھر کو اعم اور اہل قرن یکے بعد دیگرے آباد کرتے رہیں گے حتیٰ کہ آبادی کی انتہا تمہاری اولاد میں اُس نبی پر ہوگی جن کو محمد کے مبارک نام سے پکارا جائے گا وہ آخری نبی ہونگے۔ میں ان کو بیت اللہ کا باسی و والی بناؤں گا اور اس کا محافظ و نگران اور اس کے زائرین کو آب زمزم پلانے والا۔ اگر اس وقت کوئی میرے متعلق دریافت کرے (اور مجھے ملنا چاہے) تو میں (اس نبی آخر الزمان کے ہر اکندہ بال اعتبار آلود غلاموں کے ساتھ ہوں گا جو اپنی نذر دوں کو پورا کرنے والے ہوں گے اور دل دبان سے میری طرف متوجہ۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔ تحقیق جب میں نے عرش کو پیدا کیا تو در میری ہیبت و جلالت سے لرزے لگ گیا جب میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اس کو سکون و قرار آ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے موجود تھے۔ کیونکہ نعت عرب میں لَوْ لَمْ يَكُنْ مُحَمَّدٌ لَمْ يَكُنْ آدَمُ اور وجود اول کی وجہ سے ثانی کی نفی پر دل ہوتا ہے اور احادیث سابقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف وجود ہی نہیں بلکہ منصب نبوت پر فائز ہونا بھی ثابت ہو چکا ہے۔ امام ابو بصیر علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا۔

وکیف تدعو الی الدنیا ضرورۃ من لولاه لَوُ تَخْرُجُ الدنیا من العدم اس ہستی پاک کو دنیوی حاجات و ضروریات اپنی طرف کیونکر راغب کر سکتی ہیں جن کا وجود باوجود نہ ہوتا تو دنیا عدم سے وجود میں ہی نہ آتی یعنی جب دنیا خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محتاج ہے تو آپ کو اس کی طرف کیا احتیاج ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان میں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

# دوسرا باب

## سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود غمصری کا بیان

(۱) کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے آؤ جو میرے محبوب پاک کے جسم اقدس اور جسد اطہر کی ایجاد و تخلیق کے لائق ہو تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی ردسہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہِ خدادندی میں حاضر ہوئے تو امر خدادندی سے اس کو نسیم کے پانی سے گوندھا گیا جنت کی نہروں میں اس کو دھویا گیا پھر نور نبوت اس میں رکھ کر اس کو آسمانوں اور زمینوں میں پھرایا گیا تب ملائکہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے شرف و فضل کو دریافت کر لیا جبکہ ابھی انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو نہ جانا تھا نہ پہچانا تھا۔ پھر نور محمدی (تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد ان کی پشت میں ردیت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے ٹھکنے والے انوار سے محسوس ہوا تھا اور ان سے کہا گیا اے آدم یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں جب حضرت تواریسی اللہ عنہما کے بطن اطہر میں حضرت ثبیت علیہ السلام منتقل ہوئے تو زور نور بھی حضرت تواریسی کے بطن اقدس کی طرف منتقل ہو گیا۔ وہ پروردگار دو جزوہاں بچوں کو جنم دیتی تھیں ماسوا حضرت ثبیت علیہ السلام کے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہونے کی برکت سے نہا پیدا ہوئے (اور سب بھائیوں سے مرتبہ کمال کے لحاظ سے یکساں بنے) پھر نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور انور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں اور پاک جموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں بارگاہِ حبیب کبریا علیہ اقیۃ و التناہ میں اس طرح عرض پر رازہ ہوا کہ حضور دالا اس وقت کہاں تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے فرمایا میں ان کی پشت میں تھا اور جب ان کو زمین پر اتارا گیا تو اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا اور جب نوح علیہ السلام طوفان کے ایام میں کشتی پر سوار تھے اس وقت میں ان کی پشت اقدس میں سلو گم ہو کر کشتی پر سوار تھا جب میرے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں پھینکا گیا تو میں بھی ان کی پشت میں ہونے کی وجہ سے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے آباد اجلا و اور امہات و جدات کبھی بھی زنا کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اللہ رب العزت مجھے ہمیشہ پاکیزہ رکھتے ہوئے پاک پشتوں سے پاک جموں کی طرف منتقل فرماتا رہا۔

بسبب بھی میرا قبیلہ روشعبوں میں منقسم ہوا۔ میں ان میں سے بہتر شعبہ و شاخ میں منتقل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین شاق میری ہی نبوت کا انبیاء کرام علیہ السلام سے عہد لیا۔ توراہ موسیٰ علیہ السلام میں میری بشارت دی اور انجیل عیسیٰ علیہ السلام میں میرے نام کی تشہیر فرمائی۔ فرشتہ زمین میرے جمالِ سخن نور سے روشن رہے گا اور سقف آسمان میرے دیدار سے تاباں۔

(۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سیدِ رسل علیہ وعلیہم السلام سے عرض کیا میں آپ کی بارگاہ میں عقیدت کے پھولوں کا گلہ ستہ بطور قصیدہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اس کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؛ ارشاد ہوا اے عباس کہیے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ انہوں نے یہ اشعار پیش خدمت اقدس کیے۔

(۱) من قبلها طبت فی الظلال و فی مستودع حیث یخصف الودق

غضری وجود سے قبل آپ جنت کے سایوں میں پاکیزہ زندگی گزار رہے تھے اور محل امانت (یعنی صلب علیہ السلام) میں جس پر کہ جنتی درختوں کے پتے لپیٹے جا رہے تھے۔ جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے جنتی لباس اتار لیا گیا اور انہوں نے ستر بدن کے لیے پتوں کو استعمال فرمایا۔

(۲) ثوبہ طبت البلاد لا لبشر انت دلا مضغة دلا علق

پھر آپ (نوری غضری) صورت میں ادنیٰ کی آبادیوں کی طرف نازل فرما ہوئے جبکہ آپ نہ بشر تھے نہ گوشت کا لوتھڑا اور نہ مہجڑون جو کہ رحم عورت میں صورت لطف سے متقلب ہو کر وجود میں آتا ہے۔

(۳) بل نطفة ترعب السفین و قد الجمر نسرا و اهلہ الغرق

بلکہ آپ (نوری) مادہ کی صورت میں اس وقت کشتی پر سوار تھے جب کہ تسربت اور اس کے پیاروں کو آب طوفان نے منہ تک غرق کر کے لگام دے رکھی تھی (اور آہ وزاری اور التجار و دعائے محروم کر رکھا تھا۔

(۴) وددت نار الخلیل مکتما تجول فیہا دلست تحترق

آپ پوشیدہ طور پر حضرت خلیل اللہ والی آگ میں داخل ہو گئے آپ اس میں ٹہل رہے تھے اور جلتے نہیں تھے (اور نہ ہی حضرت خلیل علیہ السلام کو جلنے دیتے تھے)

(۵) تنقل من صلب الی رحم اذا مضی عالم بد اطبق

آپ یکے بعد دیگرے صلب سے رحموں کی طرف منتقل ہو رہے تھے جب ایک طبقہ اہل جہاں کا رخصت ہوتا تو دوسرا طبقہ آمو جو رہتا تھا۔

(۶) حتی احتوی بیتک المہین من خندف علیا تحتها النطق

اور آپ کا گھر انہ خندف (زوجہ الیاس بن حضرا) کے زمانے سے شرف و برتری کی ان بلندیوں پر قائم ہے کہ

پھاڑوں کی بلند چوٹیاں بھی ان کے سامنے ہیج ہیں (کذا ذکر المغازی فی نسیم الریاض جلد ۲ ص ۲۰۵)

- (۷) وانت لما ولدت اشرفت الا  
رض وصادت بنور حد الافق  
اور جب حضور کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کے انوار سے زمین چمک اٹھی اور آفاق جگمگا اٹھے۔
- (۸) فتحن فی ذاک الضیاء فی النور  
وسبل السلام مخترق  
تو ہم انہیں ضیاءوں اور انوار میں چلتے ہوئے ہدایت کی راہوں کو طے کر رہے ہیں۔

حاشیہ:۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ان مدحیہ اشعار کو ابو بکر شافعی اور طبرانی نے خریم بن اوس بن حارثہ سے روایت کیا ہے اور صاحب غیلانیات نے بھی اسی خریم بن اوس سے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسی طرح ابن عبد اللہ نے استیعاب میں خریم کے احوال میں اس قصیدہ کو نقل فرمایا نیز ابن قتیبہ نے زاہر میں بھی اسے روایت کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو نسیم الریاض جلد ثانی ص ۲۰۳ شرح شفا ملا علی قلی حاشیہ نسیم الریاض ص ۲۰۵)

ان اکابر میں سے کسی نے اس قصیدہ کی صحت سے انکار نہیں کیا اور یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ جب علمائے امت اور اکابرین ملت ایک روایت کو قبول کر لیں اور اس کو سند و دلیل بنائیں تو یہ اس کے صحیح ہونے کی بین علامت ہوتی ہے۔ علی الخصوص سند کا ضعف علی الاطلاق ضعف متن کو مستلزم ہی نہیں ہوتا ہے وہ اس صورت میں ہوتا ہے جب متن کی تائید دوسری روایات و احادیث سے نہ ہوئی ہو اور یہ مضمون متعدد روایات سے تائید و تقوت حاصل کر چکا ہے لہذا اس پر بحث و تجویس اور نقد و جرح کی کوئی گنجائش نہیں ہے جیسے کہ محشی نے تصنیف کے لیے سعی نام تمام اور جہد نام مشکور سے کام لیا ہے واللہ ورسولہ اعلم۔

محمد اشرف کان اللہ

# تیسرا باب

## تخلیق محمدی کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا

(۱) جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کعبہ مکمل فرمائی تو عرض کیا۔ ربنا والبت فیہم رسولاً معلوماً۔  
ترجمہ: اے رب ہمارے اہل مکہ میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما۔  
سُدی نے اس آیت کی تفسیر میں اپنے مشائخ کی سند کے ساتھ اس رسول کا مصداق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ سیدِ رسل امام کل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(۲) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین کے منصب جلیل پر فائز تھا جب اُمّ علیہ السلام زمین پر اپنے خاکی اور ارضی خمیر میں پڑے تھے فرمایا میں خود تمہیں اپنے آغاز وابتداء کی خبر دیتا ہوں۔ میں اپنے باپ حضرت خلیل کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت سے قبل دیکھا اور ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام کی ماں نے اپنی اس بکیزہ اولاد کے انوار دیکھتی ہیں۔  
(۳) اسی روایت کو لیتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے خواب کی تعبیر اور اس کے مصداق کی وضاحت میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ کو جنم دیا تو ایک عظیم نور دیکھا جس سے شام کے ملامت چمک اٹھے۔

عہ : جب ان کی نگاہوں میں بھی اتنی قوت و توانائی پیدا ہو گئی کہ حجرہ مبارکہ میں ہوتے ہوئے شام کے ملامت کو دیکھ لیا تو جن کے پر نور انوار سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی نگاہ اقدس اتنی دور بین اور وسیع الادراک ہو گئی خود ان کی نگاہ اقدس کی وسعتوں کا کیا ٹھکانا ہوگا؟

امام اہل سنت نے فرمایا۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال  
دشمن و دشمنی میں ہے آپ کی بیسالی کی  
سر عرش پر ہے تری گزردل فرشتہ پر ہے تری نظر  
ملکوت ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

# پوٹھاباب

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا تورات و انجیل میں تذکرہ

### اور اہل کتاب کا اعتراف

(۱) الشرب العزت نے ارشاد فرمایا۔ الذین یتبعون الرسول النبی الاتی الذی یجدونہ مکتوباً عنہم فی التوراة والانجیل یعنی جو لوگ اتباع کرتے ہیں اس رسول معظم نبی مکرم کی جو وصفِ اُمّی سے موصوف ہیں جن کا تذکرہ ان کے ہاں تورات و انجیل میں موجود ہے

یا مرہر بالمعروف۔ جو ان کو معروف کا حکم دیتے ہیں یعنی اخلاق عالیہ اور صلہ رحمی کا۔  
وینہا عن المنکر۔ اور ان کو بُری باتوں سے منع کرتے ہیں علی الخصوص شرک سے جو سب برائیوں کی

بنیاد ہے۔

ویحل لہم الطیبات۔ اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں یعنی جن اشیاء کو اہل عرب پاکیزہ سمجھتے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد چیریاں ہیں جو کہ بنی اسرائیل پر حرام کر دی گئی تھیں اور چار جانور بحیرہ، سائبہ، و صیلہ، حام۔

علہ اتی کا معنی اس جگہ ان پڑھ یا ناخواندہ غلط ہے بلکہ اُمّی سے مراد وہ مقدس ہستی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست علم و حکمت سے مشرف فرمایا اور ان کو اس کماں تکمیل میں امتیازِ خلق سے محفوظ رکھا۔ امام اہل سنت احمد رضا قدس سرف نے فرمایا ہے

ایسا اُمّی کس لیے منت کش استاؤ ہو  
کیا کفایت اس کو اقراؤ ربک الا کرم نہیں

علہ بحیرہ۔ وہ اونٹنی جو پانچ بچے جنبتی اور آخری بچہ نہ ہوتا تو کان چیر کر اسے چھوڑ دیتے اس پر سواری کرنا اور اس کو ذبح کر کے گوشت کھانا حرام سمجھتے تھے۔  
سائبہ۔ وہ اونٹنی ہے جو یکے بعد دیگرے دس بچیاں دیتی اس پر سواری کو حرام جانتے اور اسے آزاد چھوڑ دیتے اس کو ذبح کرنا بھی حرام جانتے تھے۔  
وصیلہ۔ وہ بکری جو پانچ بطن میں دس بچیاں دیتی اس کے بعد اگر بچہ دیتی تو مرد کھا سکتے تھے اور عورتوں پر حرام سمجھتے۔

حام۔ وہ نمل اونٹ جس کو مادہ کے ساتھ جنسی کر لے پہ اس کی نسل میں دس بچیاں پیدا ہو جائیں خواہ مذکر ساتھ پیدا ہوتے یا نہیں اس پر سواری کرنا پانچ اور حرام سمجھتے اور یہ سارے جانور وہ بتوں کی نذر کرتے اور ان کے جملہ منافع اپنے اوپر حرام کر لیتے۔

(تفسیر صادمی و جلالین اور سیفادی وغیرہ)

دیتوہ علیہم الخبائث - اور ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جن کو اہل عرب غیبت و نجس سمجھتے تھے اور جن کو وہ حلال سمجھتے تھے مگر درحقیقت وہ غیبت و نجس تھیں جیسے مردار - خون اور خنزیر کا گوشت -

ووضع عنہم اصرہم - اور ان سے اتار پھینکتے ہیں اس ناقابل برداشت بوجھ کو جو بنی اسرائیل پر ڈالا گیا تھا یعنی ہفتہ کے دن کاروبار کا حرام ہونا اور چربی، عصاب اور عروق (رگوں) کا حرام ہونا -

والاغلال التي كانت علیہم - اور ان بندشوں کو جو ان پر لازم کر دی گئی تھیں - ابو اسحاق زجاج نے کہا اغلال کا ذکر بطور تمثیل و تشبیہ ہے اور دراصل مقصود ان احکام کی پابندیاں ہیں یعنی قتل کا بدلہ دیت (خون بہا) نہیں لیا جائے گا۔ اور ہفتہ کے دن سب کاروبار بند کر دیا جائے اور جہاں (کپڑوں وغیرہ پر) پیشاب کے چھینٹے پڑ جائیں اس جگہ کو کاٹ پھینکا جائے۔ (۲) واذ اخذ اللہ ميثاق النبيين الآية کی تفسیر میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی ہدایت خلق کے لیے مبعوث فرمایا آدم علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لانے والے حضرات میں ہر ایک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا کہ اگر وہ تمہاری دنیوی حیات کے اندر تشریف لائیں تو ضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کے دین کی نصرت و امداد فرماؤ گے اور اپنے امتیوں سے بھی اس امر کا عہد لو گے۔

(۳) حضرت قتادہ سے بھی قول باری تعالیٰ واذ اخذ اللہ ميثاق النبيين الآية کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ ميثاق اور عہد اس امر کا ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کی تصدیق و تائید فرمائیں گے اور اہل کتاب سے ان کتب و صحف میں یہی عہد لیا گیا جو ان تک رسالت کے ذریعے پہنچیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور ان کی تصدیق کریں۔

(۴) عطاردین سیار فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی (اور وہ چونکہ کتب سابقہ کا مطالعہ بھی فرماتے تھے) لہذا ان سے عرض کیا کہ مجھے توراہ میں مذکور کمالات مصطفویہ اور اوصاف محمدیہ کی خبر دیں تو انہوں نے فرمایا ہاں سنیے بخدا وہ توراہ میں بھی ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہیں جو قرآن عظیم میں موجود ہیں۔ اے عظیم الشان نبی! تحقیق ہم نے تمہیں کو مبعوث فرمایا اور انہا لیکہ تم امت کے احوال پر مطلع و شاہد ہو اور فرمانبرداروں کو جنت اور ابدی راحتوں کی بشارت دینے والے اور کفار و مشرکین اور منافقوں کو عذاب جہنم سے ڈرانے والے۔ امت امیہ کی پناہ اور بجا و ماویٰ۔ تم میرے بندہ خاص اور رسول مخصوص ہو میں نے تمہیں متوکل کے نام سے موسوم فرمایا۔ تم نہ سخت کلام ہو اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں بلند آواز سے شور و شغب کرنے والے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہو بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہو اور ظلم و زیادتی کرنے والے کے لیے دعائے مغفرت فرماتے ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس رسول کریم کو ہرگز دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک ان کی بدولت ملت حقیقہ کے اندر بیدار کی جانے والی ہر کج روی کو درست نہیں فرمادے گا اور لوگ دل و جان سے معبودان باطلہ سے پیزا رہ کر معبود حق

کی الوہیت و یکتائی کا اعتراف کرتے ہوئے لا الہ الا اللہ کا اقرار نہیں کر لیں گے۔ ان کے ذریعے اندھی آنکھوں کو دینا کر ونگا، برے کانوں کو شنوائناؤں گا اور غفلت کے پرووں میں لپٹے ہوئے دلوں کو ان پردوں سے نکال کر علم و حکمت کا گوارہ بناؤں گا۔ اس حدیث کو صرف امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا یعنی امام مسلم نے نقل نہیں فرمایا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ توراہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اوصاف منقول ہیں تحقیق ہم نے اسے نبی اکرم تمہیں اپنی امت کے احوال پر شاید دگواہ بنا کر مبعوث فرمایا جبکہ تم اہل طاعت کو جنت اور ضائے الہی کی بشارت سنانے والے ہو اور اہل معصیت کو جہنم کی دہشتی آگ اور غضب جبار و قہار سے ڈرانے والے ہو اور امت امیہ کا ملجا و ماویٰ اور سہارا و آسرا ہو۔

میرا محبوب درشت کلام ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں آواز کو بلند کرنے والا اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والا بلکہ وہ عفو و گذر اور اعراض و چشم پوشی سے کام لینے والا ہے۔ میں اہل کو اس وقت تک وفات نہیں دوں گا جب تک اس کے ذریعے کچر و امت کو درست نہ کر لوں اور اس تلخ حق سے برے کانوں کو حق کا شنوائنا بنا لوں اور غفلت و جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے دلوں کو نور علم و حکمت سے منور نہ کر لوں اور آیات قدرت دیکھنے سے محروم آنکھوں کو نور بصیرت فرست نہ عطا کر دوں حتیٰ کہ وہ شرک و بت پرستی سے تائب ہو کر لا الہ الا اللہ کا نعرہ حق پرستی بلند کریں۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار سے دریافت فرمایا کہ تورات میں اوصاف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بیان فرمائے گئے ہیں۔ انہوں نے جواباً فرمایا کہ ہم اس میں یہ لکھا ہوا دیکھتے ہیں ”محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ۔ اللہ کے یہ رسول حق و نیک گو ہیں اور نہ بازاری زبان استعمال کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ پیکر عفو و درگذر۔“

(۷) کعب احبار سے منقول ہے کہ تورات میں مکتوب و مسطور ہے محمد رسول اللہ نہ سخت کلام اور نہ شناسا طراز ہیں اور نہ سخت دل اور بے رحم نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے نہ بدی کی جزا بدی دینے والے بلکہ عفو سے کام لینے والے ہیں اور ایذا پہنچانے والوں کو دعاؤں سے نوازنے والے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد و ثناء کرنے والی ہوگی ہر بلندی پر چڑھتے وقت عظمت باری تعالیٰ کو دیکھ کر نعرہ بکیر بلند کریں گے اور ہر شیب میں اترتے وقت تسبیح و تحمید بجالائیں گے۔ ان کے تہ بند ان کی نصف پتلیوں تک ہوں گے۔ اپنے اطراف یعنی ہاتھوں پاؤں اور منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے انکا موذن فضاؤں میں میرے نام کو بلند کرنے والا ہوگا۔ ان کی صفیں میدان کارزار میں اور نماز میں ایک جیسی ہوں گی۔ کبھی کفار و مشرکین سے میدان جنگ میں نبرد آزا ہوں گے تو کبھی شیطان رحیم کے سامنے مساجد میں سینہ سپر راتوں کی تاریکیوں میں ذکر خداوندی کے اندر مشغول و منہمک ہونے کی وجہ سے ان کی ریلے آواز شد کی مکھیوں کی بھینسا ہٹ کی طرح معلوم و محسوس ہوں گی۔ اس حبیب کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت مقدس و مطہر شہر مدینہ۔“



(۸) کعبہ اِسبار فرماتے ہیں توراہ کے صحفہ اول میں سرور انبیاء علیہ التعمیہ والثناء کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔  
 تمہد رسول التمدیرے پسندیدہ بندے ہیں۔ وہ نہ درشت کلام ہیں اور نہ سنگدل نہ بازاری لب ولہجہ اختیار کرنے والے  
 نہ بدی کی جزا بدی سے دینے والے بلکہ وہ پیکرِ عفو و مغفرت ہیں۔ ان کا مقام ولادت مکہ مکرمہ اور محل ہجرت مدینہ طیبہ اور  
 دارالسلطنت ملک شام ہے۔“

اور صفہ ثانی میں تلم قدرت ان کی مدح و ثنا میں یوں رطب اللسان ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول خدا ہیں اور  
 برحق نبی، ان کی امت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں سب اُمم سے سبقت لے جانے والی ہے۔ وہ خوشی و غمی اور رنج و راحت  
 ہر دو حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالاتے ہیں۔ ہر منزل و مقام میں حمد خالق بجالاتے ہیں اور ہر بندگی پر چڑھتے وقت  
 عظمت خالق کا اظہار اللہ اکبر کہہ کرتے ہیں (نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے لیے) ہر وقت سورج کا خیال رکھتے  
 ہیں اور خوشی نماز کا وقت آتا ہے نماز ادا کرتے ہیں اگرچہ جس وقت شاک کے ڈھیروں پر ہی کیوں نہ ہوں اپنی چادریں نصف پنڈلیوں  
 تک رکھتے ہیں متکبر و مغرور اہل دنیا کی طرح زمین پر نہیں گھسٹتے اور اپنے اطراف و اعضاء کو وضو کے ساتھ پاکیزہ رکھتے ہیں۔ ذکر  
 الہی میں ان کے الفاظ رات کو نضائے آسمانی میں یوں سنائی دیتے ہیں جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی بھینچنا ہٹ۔

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام پر تورات  
 نازل ہوئی اور اس کو تلاوت فرمایا تو اس میں اس امت محمدیہ کا ذکر پایا۔

بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا ہے بارالہ تورات کی الواح (تختیوں) میں ایک ایسی امت کا تذکرہ میں نے دیکھا جو  
 بعثت و ظہور میں متاخر ہوں گے مگر روز قیامت درجات و مراتب کے لحاظ سے سب سے متقدم تو انہیں میری امت بنا  
 اللہ تعالیٰ نے جو اب میں فرمایا۔ موسیٰ کلیم وہ تو امت محمد مصطفیٰ علیہ التعمیہ والثناء ہے۔

عرض کیا ہے رب قدوس میں نے تورات میں ایسی امت کا تذکرہ دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا  
 ہوگی اور ان کی ہر عرض و التجا بارگاہِ قدس میں منظور و مقبول ہوگی۔ تو اسے میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ  
 تو امت رسول عربی ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

عرض کیا ہے پروردگار میں نے تورات میں ایسی امت کا حال پڑھا ہے جن کی آسمانی کتابیں ان کے سینہ میں  
 محفوظ ہوں گی اور وہ لوگ زبانی ان کی تلاوت کریں گے محض کتابوں سے دیکھ کر پڑھنے پر مجبور نہیں ہوں گے جیسا کہ  
 بنی اسرائیل کی کتاب تورات جو کہ صرف انبیاء علیہم السلام کو یاد ہوتی تھی اور ان کی نبوت کی دلیل ہی ہی ہوتی تھی تو اس  
 امت کو میری امت بنا دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تو امت احمد مجتبیٰ علیہ التعمیہ والثناء ہے۔

عرض کیا ہے رب ذوالجلال تورات میں ایسی امت کی حمد و ثنا مذکور ہے جو اپنے سادات کو خود کھائیں گے مگر باپ  
 ان کو اجر جزیل اور ثواب عظیم بھی عطا کیا جائے گا۔ تو انہیں میری امت بنا دے فرمایا وہ تو امت احمد مختار ہے۔ عرض کیا ہے  
 رب کریم تورات میں ایسی امت کے اوصاف کا بیان ہے جو بدی کا ارادہ کریں تو ان کے نامہ اعمال میں بُرائی مدح نہیں کی

جائے گی تاوقتیکہ اس کا ارتکاب نہ کر لیں اور بصورت ارتکاب صرف ایک بُرائی ٹکھی جائے گی تو اس کو میری امت بناوے  
ارشاد ہوا وہ امت رسول عربی ہے صلی اللہ علیہ وسلم

عرض کیا ہے خداوند کریم میں اٹھ تورات ہیں ایسی امت کی مدح و توصیف ملاحظہ کر رہا ہوں جو ادائل و ادختر کے  
علوم کو اپنے اندر جمع کرنے والے ہیں اور ضلالت و گمراہی کے داعی و موجب مسیح و جال کو قتل کریں گے تو انہیں میری امت  
بنائے حکم ہوا ہے موسیٰ کلیم وہ امت احمد مرسل ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

(عرض کیا ہے ان سب اوصاف کی حامل امت مجھے نہیں مل سکتی بلکہ وہ احمد مختار کی امت ہے) تو مجھے بھی اسی  
امت محمدیہ میں داخل ہونے کا شرف عطا فرما اور مجھے بھی محمدی بناوے۔ اللہ تعالیٰ نے کلیم اللہ کی اس تواضع کو دیکھا تو  
ان کو در امتیازی اوصاف سے نوازا۔ ارشاد ہوا میں نے آپ کو سب اہل زمان پر رسالت کے لیے منتخب فرما کر ان کا سردار بنایا  
اور اپنی ہنگامی کا اعزاز بخشا پس ہر کچھ میں نے عطا کیا اسے قبول کرو اور شکر گزار بندوں میں داخل ہو جاؤ۔

موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا ہے میرے پروردگار میں اس انعام و احسان پر رنساند ہوں اور شکر گزار۔

(۱۰) مردی ہے کہ کعب احبار رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک یہودی عالم کو آہ و بکا میں مبتلا کر لیا تھا کہ کونسا امر رلا رہا ہے۔  
اس نے کہا کوئی بات یاد آئی ہے جس سے یہ حالت طار و ہو گئی ہے۔ حضرت کعب نے کہا میں تجھے اللہ کے ام مقدس کا واسطہ  
دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر میں تجھے وہ اسیر بیان کروں جو تجھے رلا رہا ہے تو میری تصدیق کرے گا اور اعتراف حقیقت کرے گا۔  
اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں تجھے اللہ تعالیٰ کے مقدس ام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے نازل کردہ کتاب (توراست) میں دیکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب تورات کی تلاوت کی تو عرض کیا اے  
رب کریم میں تورات میں ایسی امت کی نشاندہی پاتا ہوں جو سب امتوں سے سیرت و کردار میں بہتر ہوگی اور انکو لوگوں  
کی بھلائی کے لیے پیدا کیا جائے گا جو نیکی کا حکم کریں گے اور بُرائی سے منع کریں گے اور پھلی پھلی سب کتابوں پر ایمان لائیں  
گے (یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح انبیاء اور کتابوں میں تفریق نہیں کریں گے) گمراہ اور بیدین لوگوں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ  
دجال اعمور ایک چشم کو قتل کریں گے۔ انہیں میری امت بناوے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا وہ تو امت محمد مصطفیٰ ہے۔  
صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم نے کہا ہاں میں نے تورات میں یہ مضمون مدح و ثنا دیکھا ہے۔

کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ کے ام کی قسم ہے کیا تو نے تورات میں تلاوت کیا ہے کہ حضرت  
کلیم اللہ علیہ السلام نے جب تورات پر نظر ڈالی تو عرض کیا اے اللہ تعالیٰ میں ایسی امت کا یہاں تذکرہ پاتا ہوں، جو  
بہت ہی حمد و ثنا بجالانے والے ہوں گے اور عبادات باری تعالیٰ کے لیے سورج کا خاص خیال رکھیں گے۔ منصب  
حکومت و عدالت پر فائز ہوں گے جب کسی کام کا ارادہ کریں گے تو اپنے زور بازو پر نظر نہیں رکھیں گے بلکہ مشیت  
ایزدی کو مد نظر رکھ کر کریں گے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم ایسا کریں گے۔ تو یہ امت مجھے عطا فرما کر میری عزت افزائی فرما

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ امت احمد مختار ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کعب اجبار پھریوں گویا ہوا کہ اے عالم یہود تجھے اللہ کے نام اقدس کی قسم سچ سچ بتلا کیا تو رات میں مرقوم نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تو رات کا ملاحظہ و مطالعہ فرمانے کے بعد بارگاہ ایزدی میں التجا کی کہ ایسی امت کا حال اس میں دیکھ رہا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی شخص بلندی پر چڑھے گا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرے گا اور جب وادیوں میں اترے گا تو الحمد للہ پکارے گا شب روئے زمین ان کے لیے (بطریق تیمم) موجب طہارت ہوگا اور ساری زمین ان کے لیے نماز کی جگہ (وہ مساجد میں نماز پڑھنے کے پابند نہیں ہوں گے۔ بخلاف اہل کتاب کے) جنابت سے (بند لیس غسل) طہارت حاصل کرنے والے ہوں گے اور پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں روئے زمین ان کے لیے پانی کی طرح موجب طہارت ہوگا (یعنی تیمم ان کے حق میں جائز ہوگا) قیامت کے دن انوار و ضور کی وجہ سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں منور ہوں گے تو ایسی کرامت و عزت والی امت کا نبی بنا کر مجھے امتیازی مقام عطا فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ وہ امت احمد مختار علیہ التحیۃ والثناء ہے۔ یہودی عالم نے جواباً کہا ہاں (میں اس امر کی تصدیق کرتا ہوں)

کعب اجبار نے فرمایا تجھے اللہ کی قسم آیا اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب تو رات میں تو نے اس امر کا مطالعہ کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تو رات میں امت مرحومہ کا حال ملاحظہ فرمایا تو یوں عرض کیا اے رب قدوس میں تو رات میں ایسی امت کی شان مسطور و مرقوم دیکھتا ہوں جن کے مصاحف (آسمانی کتاب) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گے نمازوں میں ایسے صفت بندی کریں گے جیسے ملائکہ آسمانوں میں مساجد میں ان کے افاض شدہ کی مکھیوں کی طرح محسوس ہوں گے ان میں سے کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا۔ ماسوا اس شخص کے جو نیکیوں سے اس طرح دور ہوگا جیسے پتھر نباتات کے اگنے سے تو ایسی مقدس امت کو میرے حوالے فرما۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا وہ احمد مختار کی امت ہے۔ علیہ السلام۔ یہودی عالم نے کعب اجبار سے عرض کیا ہاں میں اس امر کو مانتا ہوں۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اس خیر و برکت اور فضل و شرف پر تعجب کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ان کے صدقے میں ان کی امت کو نواز تو کہا اے کاش میں بھی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تین آیات نازل فرمائیں جن کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو راضی کرنا مقصود تھا (پہلی آیت) اے موسیٰ ہم نے تمہیں سب اہل زمان پر رسالت و مہکلامی کے لیے منتخب فرما کر فوقیت دیدی ہے تو جو کچھ

(۱) یا موسیٰ انا اصطفتک علی الناس برسالاتی و بکلامی فخذ ما آتیتک و کن من الشاکرین۔

(۲) و کتابنا فی الالواح من کل شیء۔

(۳) و من قوم موسیٰ امة یهدون بالحق و بہ یعدون۔

ہم نے عطا کیا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں شامل ہو جاؤ۔ (دوسری آیت) ہم نے ان کے لیے الواح تورات میں ہر چیز درج فرمادی۔ (تیسری آیت) اور موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے اور حق کیساتھ حکم دیتی ہے تو موسیٰ علیہ السلام پوری طرح راضی ہو گئے۔

کعب احبار سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو کہتے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میدان قیامت میں حساب کے لیے جمع کیے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو بلایا گیا اور ہرنی کے ساتھ ان کی امت بھی آئی اس شخص نے ہرنی کے ساتھ دو نور دیکھے اور ہر امتی کے لیے ایک نور جس کی روشنی میں وہ چلتے تھے جب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تو ان کے سر اقدس اور چہرہ نور کے ہر بال کی جگہ نور کی شعاعیں بلند ہو رہی تھیں اور ہر امتی کے لیے دو نور تھے جن کے ذریعے ان کے دائیں اور سامنے کی حیات منور و روشن تھی اور وہ ان النوار میں چل رہے تھے۔

کعب احبار نے اس شخص سے پوچھا تمہیں یہ بات کس نے بتلائی اور انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ اس شخص نے خواب بیان کیا ہے تو اس شخص نے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی قسم کھاتے ہوئے کہا میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔

کعب احبار نے مزید اطمینان کے لیے کہا اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں تو نے یہ نظارہ خواب میں دیکھا ہے اس نے کہا ہاں۔ تو کعب احبار نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں کعب کی جان ہے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے جو کچھ تو نے دیکھا ہے یہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی امت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امم کی صفات و کیفیات ہیں جو تورات میں منقول ہیں گویا کہ تو نے تورات سے ان صفات و کیفیات کی تلاوت کی ہے۔

(۱۱) ابن ابی نملہ نے کہا کہ یہود بنو قریظہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے اور اپنی اولاد کو آنحضرت علیہ السلام کے صفات کمال اور اسماء جمال بتلاتے تھے اور یہ بھی بتاتے کہ ان کا مقام ہجرت (یہی ہمارا مسکن) مدینہ طیبہ ہے۔ لیکن آپ کا ظہور ہوا تو حسد کی آگ میں جل گئے اور اعتراف حق سے بغاوت و انکار کر دیا۔

(۱۲) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دن بنی عبدالاشہل کے پاس آیا تاکہ ان سے بات چیت کروں اور ان دنوں ہم باہمی صلح و صفائی کر کے جنگ کو روکے ہوئے تھے (جو قبل از اسلام دوران جاہلیت میں ہمارے درمیان ہوتی رہی تھی) تو میں نے یوشع یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس نبی کریم کا زمانہ ظہور و ولادت قریب آچکا ہے جن کو احمد (جیسے پیارے نام سے) پکارا جائے گا جو حرم مکہ سے ظہور پذیر ہوں گے۔ اس کو خلیفہ بن ثعلبہ اشہلی نے بطور مزاح و استہزاء کہا۔ اس نبی کی صفت و شان کیا ہے۔ تو اس نے کہا وہ درمیانہ قد ہوں گے۔ نہ بہت طویل اور نہ بالکل کوتاہ قامت۔ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہوں گی۔ وہ چپا اور اڑھیں گے اور (عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہوئے) گدھے کو بھی اپنی سواری ہونے کا شرف بخشیں گے اور یہ شہر (مدینہ طیبہ)

ان کا مقام ہجرت ہوگا۔

حضرت مالک بن سنان فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنو خذره کی طرف لوٹا اور میں ان دنوں یوشع یہودی کی باتوں پر تعجب کا اظہار کرتا تھا۔ تو میں نے ایک دوسرے آدمی کو یوں کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے خیال میں صرف یوشع یہ بات بیان کرتا ہے یہ تو شرب (مدینہ طیبہ) کے تمام یہودی کہتے ہیں۔ ابو سعید فرماتے ہیں میرے باپ حضرت مالک بن سنان نے فرمایا کہ میں گھر سے نکلا اور بنو قریظہ (قبیلہ یہود) کے پاس آیا تو ان سب نے دوران گفتگو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اس پر زبیر بن باطن نے کہا وہ سرخ ستارہ جو صرف نبی کے ظہور و ولادت کے وقت ہی طلوع کرتا ہے وہ طلوع ہو چکا ہے اور اب سوائے احمد مجتبیٰ علیہ السلام کے اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور مدینہ منورہ ان کا دارالہجرت ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو میرے باپ نے ان سے زبیر بن باطن کی بات عرض کی تو رسول خدا علیہ افضل الصلوات وازکما حانے فرمایا کہ اگر زبیر اور ان کے قریبی ایمان لے آتے تو سارے یہودی مسلمان ہو جاتے کیونکہ وہ سب ان کے تابع ہیں۔

(۱۳) محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنی عبد الاشمل میں ایک یہودی شخص تھا جس کو یوشع کہا جاتا تھا میں نے اس کو اپنے زمانہ طفولیت میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر اس نبی کے ظہور کا وقت آپہنچا جو اس گھر یعنی بیت اللہ کی طرف سے ظہور فرما ہوں گے اور بیت اللہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تم میں سے جو بھی ان کو پائے تو ضرور ان کی تصدیق کرے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہم مشرف بہ اسلام ہو گئے مگر وہی یہودی ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود مشرف اسلام سے مشرف نہ ہوا اور حسد و بغض سے کام لیتے ہوئے جہنم کی دہکتی آگ میں جا گرا۔

(۱۴) عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ اوس و خزرج میں ابو عامر راہب سے بڑھ کر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقبلانہ بعثت (تعریف کرنے والا کوئی نہیں تھا وہ یہود کا دوست تھا۔ ان سے دین و مذہب کے متعلق دریافت کرنا اور اسے رسول خدا علیہ السلام کی صفات و علامات بیان کرتے تھے اور یہ بھی بتلاتے کہ یہی مدینہ ان کا دارالہجرت ہے پھر وہ تمہارے یہودیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی بتلایا پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اور نشانیاں بتلاییں اور انہوں نے بھی آپ کا دارالہجرت یثرب (مدینہ منورہ) بتلایا ابو عامر راہب وہاں سے لوٹا تو راہبوں کی طرح زندگی گزارنے لگا اور کھردرا لباس پہننا شروع کیا اور یہ کہا کہ میں ملت حنیفیہ اور دین ابراہیم علیہ السلام پر ہوں اور نبی آخر الزمان علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کر رہا ہوں جب سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہوئے تو ان کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوا۔ اور اسی روش پر قائم رہا۔ جب تاجدار مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے تو حسد و عناد اور منافقت سے کام لیا۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ دین حق اور ملت حنیفیہ ابراہیمیہ کے ساتھ اس نے کہا میں بھی اس پر قائم ہوں۔ سرکارِ عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا تو اس پر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے۔ اُس نے اپنی دیانت و امانت اور زہد و رہبانیت کی مٹی پلید کرتے ہوئے کہا، تم نالہس ملت ابراہیمی پر نہیں بلکہ اس کو غلط ملط کرنے والے ہو۔ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو اس کو اختلاط و آفتباس اور شکوک و شبہات سے ممتزہ و متبر اور منور و مطہر کر کے ظاہر کرنے والا ہوں۔ وہ صفات و علامات (تیرے ذہن و حافظہ سے کیونکر نکل گئیں) جو یہود و نصاریٰ کے علماء و اجبار نے تجھے بتلائی تھیں۔ اس نے کہا (نور و بالشت) تم وہ نہیں ہو جس کی صفات انہوں نے بیان کی تھیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔

اس نے کہا میں نے جھوٹ نہیں بولا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹے کو اللہ تعالیٰ ویرانوں میں تنہائی کی موت مارے اس نے کہا آمین (ایسا ہی ہوا)۔

پھر مکہ مکرمہ کی طرف لڑا اور قریش کے ساتھ مل کر ان کا رین (کفر و شرک) اپنا لیا اور سابقہ دین چھوڑ دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو شام کی طرف چل دیا اور وہیں تنہائی میں وطن و مسکن سے رازدہ ہوا اصل جہنم ہوا۔ (اور سید انبیاء علیہ التحیۃ و الثناء کی صداقت نبوت اور حقانیت رسالت ظاہر ہو گئی)۔

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہود مدینہ اوس و خزرج کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے نبی آخر الزمان کی بعثت سے قبل ان کے ساتھ توسل کرتے اور ان کے نام نامی کا وسیلہ دے کر اللہ رب العزت سے نفع و نصرت کی التجاء کرتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو (یہود کی امید و آرزو کے برعکس) عرب میں سے مبعوث فرمایا تو کفر و انکار کے درپے ہوئے اور پہلے جو کچھ کہتے تھے اس سے منحرف ہو گئے۔

تب معاذ بن جبل اور بشر بن البراء رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا اے گروہ یہود خدا سے ڈرو اور اسلام لے آؤ تم تو ان کے نام اقدس کے وسیلہ سے ہمارے خلاف دعائیں کرتے تھے جب ہم مشرک تھے اور ہمیں ان کے مبعوث ہونے کی خبریں دیتے تھے اور ان کی مخصوص صفات و علامات بیان کرتے تھے۔

تو سلام بن مشکم نے کہا یہ وہ نہیں ہیں جن کا تذکرہ ہم تمہارے سامنے کیا کرتے تھے۔ یہ تو ہمارے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس کو ہم جانتے ہوئے (ان کی نبوت و رسالت کا) اعتراف کریں تب اللہ رب العزت نے ان کی تکذیب فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی۔ ولما جاءہم کتاب من عند اللہ الاٰیۃ یعنی جب ان کے پاس وہ کتاب آئی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی تھی اور ان کے پاس موجود کتاب اور صحائف کی تائید و تصدیق کرنے والی تھی جبکہ مال ان کا یہ تھا کہ قبل ازیں صاحب کتاب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے خلاف توسل کرتے تھے مگر جب

عہ مصدق کما معہر و کالوا من قبل یتفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ماعرفوا کفروا بہ  
فلعنت اللہ علی الکافرین۔

ان کی جانی پہچانی ہستی ان کے پاس تشریف فرما ہوئی تو کافر ہو گئے اور ان کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفر کرنے والوں پر۔ تو لہذا تعالیٰ یستفتحون کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج و ظہور کے ساتھ اہل کتاب مشرکین عرب پر اللہ تعالیٰ سے نصرت و اعانت طلب کرتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے دیکھا کہ یہ تو اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہیں اور ان کی نبوت تسلیم کریں۔ تو بنی اسرائیل سے نبوت کا انقطاع تسلیم کرنا پڑ گیا جو کہ ان کی نفسانی خواہشات کے برعکس تھا کیونکہ وہ نبوت کو تفضل و عنایت ربانی کی بجائے خاندانی خصوصیت سمجھتے تھے لہذا دیدہ و النستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر دیا اور آپ سے حسد کرنے لگے۔

(۱۶۱) حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے قول باری تعالیٰ دکا نوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ یہود محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثنار کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے کفار عرب پر فتح طلب کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے۔ اے اللہ وہ مقدس نبی مبعوث فرما جس کے اوصاف کمال اور نصرت جمال ہم توراہ میں تلاوت کرتے ہیں تاکہ ان کی معیت میں ہم ان کفار کو قتل کریں اور انہیں کفر و شرک کی وجہ سے عذاب و عتاب میں مبتلا کریں لیکن جب آپ کا ظہور بنی اسرائیل سے نہ ہوا تو عربوں پر حسد کرتے ہوئے آپ کے ساتھ کفر کیا۔

(۱۶۲) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مقوقس کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی مرسل ہیں اور اگر آپ قبطیوں اور رومیوں پر چڑھائی کر کے غالب آجائیں تو وہ آپ کے مذہب اور ملت کی اتباع کریں گے حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہا وہاں کے ہر معبد میں داخل ہوا اور ان معابد و عبادت گاہوں کے اندر موجود تمام علما سے پوچھا کہ وہ رومی تھے یا قبطی دریافت کیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے اوصاف اپنی کتابوں اور صحیفوں میں پاتے ہیں اور ایک قبطی عالم جو کہ ابو یحییٰ والے معبد کا بڑا صدر الصدور اور اس العلماء تھا لوگ اس کے پاس اپنے مریض لائے وہ ان کے لیے دعا کرتا میں نے اس سے زیادہ کوشش کے ساتھ کسی کو نمازیں ادا کرتے نہیں دیکھا تو میں نے اس سے کہا مجھے بتاؤ آیا انبیاء کرام علیہم السلام سے کسی کا ظہور و خروج ہونا ہے؟ اس نے کہا ہاں! آخر الزمان پیغمبر ابھی ظہور فرما ہوں گے ان کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی امی عربی ہیں۔ نام نامی ان کا احمد ہے۔ نہ زیادہ طویل القامت ہیں نہ بالکل کوتاہ۔ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہیں۔ نہ بالکل سفید ہیں اور نہ خالص گندم گوں (بلکہ ان کی رنگت مبارک یوں ہے جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھا ہوا) اپنے سر اور دماغی مبارک کے بال بڑھائیں گے۔ موٹے کھورے کپڑے استعمال کریں گے اور قلیل ترین خوراک پر کفایت و قناعت فرما دیں گے۔ ان کی تلوار جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہر وقت ان کے کندھے پر ہوگی اور انہیں اس امر کی کوئی پروا نہیں ہوگی کہ میری مدھیہ کس سے ہو رہی ہے وہ بنفس نفیس

قتال و جہاد میں شریک ہوں گے اور ان کے یارانِ جانشاران پر اپنی جانوں کو قربان کریں گے۔ آنحضرتؐ پر نور ان کے نزدیک اپنی اولاد سے بھی اور آباد سے بھی زیادہ محبوب و مکرم ہوں گے۔ ایسی زمین میں ان کا ظہور ہو گا جہاں خار و درخت زیادہ ہوں گے اور ایک حرم (مکہ مکرمہ) سے دوسرے حرم (مدینہ منورہ) کی طرف منتقل ہوں گے اور ایسی زمین کی طرف ہجرت کریں گے جس میں کلمہ ہو گا اور کھجوریں اور دین ابراہیم علیہ السلام پر کار بند ہوں گے۔

مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں میں نے کہا ذرا اس محبوب کریم کے دلپذیر اوصاف کچھ اور بھی بیان کریں تو اس نے کہا وہ اپنی چادر و تہمت نصف پند ٹالیوں تک باندھیں گے۔ وضو کریں گے اور ایسے مخصوص کمالات کے ساتھ تمتاز فرمائے جائیں گے جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہیں ہوں گے۔ ان سے قبل ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور وہ تمام لوگوں کی طرف بھیجے جائیں گے۔ ان کے لیے تمام روئے زمین جائے نماز اور موجب طہارت (بطریق تیمم) بنا دی گئی ہے جہاں کہیں نماز کا وقت ہو گا نیم کر لیں گے اور نماز ادا کر سکیں گے اور جو ان سے قبل مبعوث ہوئے ان پر یہ پابندی عائد تھی کہ وہ صرف اپنی عبادت گاہوں میں ہی نمازیں ادا کر سکتے تھے۔

پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو پسند فرمایا کہ ان واقعات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سنیں تو میں ان کو دو دین دن یہ تفصیلات سنا رہا۔

(۱۸) مروی ہے کہ ورقہ بن نوفل اور زید بن سعید دین حق کی تلاش اور معلومات حاصل کرنے کی غرض سے نکلے یہاں تک کہ موصل میں ایک راہب کے پاس جا پہنچے۔ اس نے حضرت زید سے دریافت کیا تم کہاں سے آئے ہو۔ تو انہوں نے کہا ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے۔ اس نے کہا کس امر کی تلاش ہے تو انہوں نے کہا دین حق کی۔ اس نے کہا گھر واپس ہو جاؤ کیونکہ تم جس دین برحق کی تلاش کر رہے ہو وہ عنقریب تمہارے علاقہ میں ظاہر ہو جائے گا تو وہ لپیٹے حقاقتاً بعد ادم تھا۔ اسے دین برحق تیرے حضور حاضر ہوتے ہیں تجھ پر کار بند ہو کر یہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بننے نہیں گے اور خدمت گزار غلام۔

(۱۹) خلیفہ ابن عبیدہ منقری نے کہا میں نے محمد بن عدی سے دریافت کیا تجھے تیرے باپ نے محمد کے نام سے کیوں موسوم کیا (جبکہ یہ نام پہلے معروف و مروج نہیں تھا) تو اس نے کہا میں نے یہی سوال اپنے باپ سے کیا تھا تو اس نے کہا ابراہیم نبی تیمم کے چار آدمی گھر سے نکلے، ایک میں تھا اور دوسرا سفیان بن جاثع بن دارم۔ تیسرا زید بن عمرو بن رمیہ جو تھا اسامہ بن مالک بن جذب ہم ابن جہنہ غسانی سے ملنے کا ارادہ رکھتے تھے جب ہم شام میں پہنچے تو ایک تالاب پر اترے جس کے ارد گرد چند چھوٹے چھوٹے درخت تھے اور اس کے قرب میں ایک عبادت خانہ تھا جس میں ایک راہب موجود تھا۔ اس نے ہماری طرف جھانکا اور کہا تمہاری بولی اس علاقہ اور شہر کی نہیں ہے تم کہاں سے آئے ہو، ہم نے کہا واقعی ہم اپنی



لوگ ہیں اور مسافر ہم قوم مضر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے کہا قبیلہ مضر کی روشاخروں میں سے کونسی شاخ سے تعلق رکھتے ہو۔ ہم نے کہا خذف سے (جو کہ حضرت الیاس بن مضر کی زوجہ محترمہ تھیں یعنی ہم اولاد الیاس و خذف سے ہیں) اُس نے کہا آگاہ رہو ابھی تمہارے اندر ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں لہذا جلدی ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔ ان سے اپنا مقدر و نصیبہ حاصل کرو۔ یہی راہ پالو گے بیشک وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کا نام محمد ہے۔ جب ہم ابن حنفہ کے پاس سے لوٹے اور گھر پہنچے تو ہم پاروں کی زینہ اولاد پیدا ہوئی اور ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام اس امید پر محمد رکھا کہ ہو سکتا ہے جس محمد خاتم النبیین کی بشارت اس راہب نے دی وہ ہم میں سے کسی کے فرزند ہوں اور ہمارا مقدر جاگ اٹھے۔

(۲۰) حضرت سلمہ بن سلام بن دقش رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا بنی عبدالاشہل میں ایک یہودی پڑوسی تھا۔ وہ ایک دن سرور انبیاء علیہ السلام کی بعثت سے تھوڑا عرصہ پہلے ہمارے پاس آیا حتیٰ کہ بنی عبدالاشہل کی مجلس میں آکھڑا ہوا۔ سلمہ کہتے ہیں کہ اس مجلس میں جتنے افراد موجود تھے ان سب سے کم عمر میں تھا۔ مجھ پر چادر تھی جس میں لپیٹ کر اپنے گھر کے قریب کھلی جگہ میں لیٹا ہوا تھا۔ اس یہودی نے موت کے بعد زندہ ہونے، قیامت قائم ہونے کا ذکر کیا اور میزان و حساب، جنت و رزخ کا بھی لیکن جس قوم سے وہ مخاطب تھا وہ مشرک تھے اور بت پرست وہ موت کے بعد زندہ ہونے کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے تھے۔ تو انہوں نے کہا تجھ پر افسوس کیا تو ان امور کی تقابلیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ لوگ اپنی موت کے بعد ایسے جہان کی طرف منتقل ہوں گے جس میں جنت ہوگی اور رزخ اور وہاں لوگوں کو اعمال کی جزا و سزا دی جائے گی۔ اس نے کہا ہاں ضرور ایسا ہوگا۔ قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے نام اقدس کی قسم کھانی جاتی ہے۔ مجھے تو یہ امر پسند ہے کہ اس جہنم کی آگ کے بدلے گھر میں ایک بہت بڑا تنور گرم کریں اور پھر مجھے اس میں ڈال کر اس کا منہ بند کر دیں مگر اس اخروی آگ سے نجات حاصل ہو جائے۔ اہل مجلس نے کہا تجھ پر افسوس یہ تو بتاتیرے اس دعویٰ کی ریل اور اس کی تقابلیت کی علامت، نشانی کیا ہے تو اس نے کہا وہ نبی مکرم جو ان شہروں کی طرف سے مبعوث ہوں گے اور مکہ مکرمہ دین کی طرف اشارہ کیا انہوں نے کہا ہم اس نبی کو کب دیکھیں گے۔ سلمہ کہتے ہیں اس نے مجھے دیکھا جب کہ میں سب سے نو عمر تھا اور کہا کہ اگر یہ لڑکا اپنی عمر پوری کر لے تو ان کو پالے گا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں گردشِ دوراں جاری رہی اور نبی آخر الزمان کا وقت ظہور آپہونچا ابھی وہ یہودی ہمارے درمیان زندہ تھا ہم تو مشرف بایمان ہوئے مگر اُس نے حسد و عناد کی وجہ سے کفر کیا ہم نے اُسے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو تو وہی نہیں ہے جو ہمیں پیغمبر آخر الزمان کے یہ اوصاف و کمالات اور علامات و نشانات بتلاتا تھا اس نے کہا میں ہوں تو وہی مگر خود بالمشابہ

نبی و نبی نہیں ہیں (اپنی سعادت بزورِ بازو نیست۔ تانہ بخشہ خدائے بخشند)

(۲۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو جنت میں داخل کرنے کے لیے اپنے حبیب پاک علیہ السلام و الصلوٰۃ کو یہودیوں کی عبادت گاہ میں پہنچایا۔ ہوا یوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفریہ ہیں

داخل ہوئے تو ناگاہ یہود کا مجمع لگا ہوا تھا ایک یہودی ان کے سامنے تورات پڑھا تھا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت والا مقام آیا تو وہ سب چپ ہو گئے اس کنیہ کے ایک گوشہ میں ایک مریض آدمی بیٹھا تھا جب آپ نے فرمایا کیا بات ہے تم کیوں رُک گئے ہو تو اس مریض نے کہا یہ نبی آخر الزمان کی تعریف پر پہنچے ہیں تو رُک گئے ہیں جی کہ مریض گھٹنوں کے بل چلتا ہوا آیا تورات کو اپنے ہاتھوں میں لیا اس کی تلاوت کی اور حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت و صفت تلاوت کی۔ عرض کیا یہ ہے آپ کی صفت و ثنا اور آپ کی امت کے محامد و محاسن اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور بیشک تم اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہو پھر اس کی روح قفس عنقریب سے پرواز کر گئی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے صحابہ اپنے اس بھائی کو (بجھیز و تکفین کر کے اور نماز جنازہ پڑھ کے) دفن کرو۔

(۲۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یتیم مدینہ طیبہ میں آیا اور وادی قناتہ کے کنارے انرا تو علماء یہود کے پاس آدمی بھیجا اور کہا کہ میں اس شہر کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہوں حتیٰ کہ یہودیت یہاں بڑھ بھی نہ سکا سکے اور مذہبی معاملہ فقط دین عرب کی طرف عود کر آئے تو ساموک یہودی نے جو کہ ان سب میں سے بڑا عالم تھا تبع سے کہا اے بادشاہ اس شہر کی طرف اولاد اسماعیل علیہ السلام سے پیدا ہونے والے پیغمبر علیہ السلام ہجرت کریں گے جن کا مقام ولادت مکہ مکرمہ ہے اور یہ انکا ولید ہجرت ہے اور تو جس مقام پر اب موجود ہے یہاں عظیم قتال ہوگا اور لوگ ہلاک اور زخمی ہوں گے کچھ اس نبی اکرم کے اصحاب اور کچھ ان کے اعداء و مخالفین تبع نے پوچھا تو ان کے ساتھ قتال کون کرے گا جبکہ بقول تمہارے وہ نبی ہوں گے (اور انبیاء سے حرب و قتال کی جرات کوئی دیندار کیسے کر سکتا ہے) تو یہودی عالم نے جواب دیا کہ ان کی قوم کے کفار و مشرک ان پر حملہ آور ہو کر آئیں گے اور یہاں قتال کریں گے۔

تبع نے پوچھا تو اس پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کا مزار شریف کہاں ہوگا اس نے جواب دیا اسی شہر (مدینہ منورہ) میں تبع نے پوچھا جب ان سے قتال کیا جائے گا تو اس کا انجام کیا ہوگا اور کس کا پڑا بھاری ہوگا۔ ساموک نے بتلایا۔ کبھی ان کے حق میں اور کبھی ان کے خلاف اور اس مقام میں جہاں تو موجود ہے ان کے غلام و جانثار شہید کیے جائیں گے۔ اس قسم کا قتل ان پر کبھی وارد نہیں ہوا ہوگا پھر انجام کار غلبہ فتح انہی کی ہوگی حتیٰ کہ پھر کوئی ان سے نزاع و اختلاف کی جرات نہیں کر سکے گا۔

تبع نے دریافت کیا ان کے اوصاف و علامات کیا ہیں تو ساموک بولادہ در میانہ قد ہوں گے نہ بہت دراز قد اور نہ پست قامت۔ ان کی آنکھیں سرخ دھار بدار ہوں گی۔ اونٹ پر سواری فرمائیں گے اور سادہ کھر درسی چادر استعمال کریں گے انکی تلوار (بعض جہار و اعلاء کلمتہ اللہ) ان کے کاغذ پر ہوگی۔ وہ اس امر کی پروا نہیں کریں گے کہ ان کا مقابل و مخالف کون ہے۔ حقیقی بھائی یا چچا زاد یا چچا سستی کہ ان کا دین و مذہب غالب ہو کر رہے گا۔

تبع نے ساموک کی زبانی حیب یہ تفصیلات سنیں تو کہا پھر اس شہر کا تباہ کرنا میرے بس سے باہر ہے اور نہ ہی

یہ مناسب ہے کہ اس کی خرابی میرے ہاتھوں ہو تب وہ یمن کی طرف لوٹ گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبع نے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت نبوت کا اعتراف و اقرار نہ کر لیا دنیا سے رخصت نہیں ہوئی کہ یہودی شرب اس کو خبر و اطلاع دیتے تھے اور یقیناً تبع حالت اسلام میں دنیا سے رخصت ہوا۔

(۲۳) زبیر بن باطن نے سب یہود سے زیادہ صاحب علم و بصیرت تھا۔ کہا کہ میں نے ایک صحیفہ دیکھا جو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا اس میں احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تھا یعنی وہ نبی ہیں جو خار و درختوں والے علاقہ میں ظہور فرما ہوں گے اور ان کی فلاں فلاں علامات ہیں تو زبیر بن باطالوگوں کو اس صحیفہ کے مندرجات بیان کیا کرتا تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مبعوث نہیں ہوئے تھے جو نبی اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہونا سنا تو اس صحیفہ کو مٹا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور صفات کمال کو چھپانا شروع کر دیا اور کہتے لگا کہ یہ وہ نبی موعود نہیں ہیں۔

(۲۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بنو قریظہ و بنو النضیر اور فدک و خیبر کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کمال اور صفات جمال کو قبل از بعثت جانتے تھے اور یہ بھی اُن کو معلوم تھا کہ ان کا مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے جب سرکارِ دو عالم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تب بھی علمائے یہود نے علانیہ تسلیم کیا اور لبتہ و می کہ آج رات احمد مجتبیٰ علیہ التمجیہ و الثناء پیدا ہو گئے اور یہ ستارہ جو ان کی علامت ولادت ہے طلوع ہو چکا ہے جب آپ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو انہوں نے اس امر کا اعلان بھی کیا کہ اب انہوں نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور ان کے اعلان نبوت کی نشانی و علامت اس ستارہ کا طلوع ہے مگر اس قدر معرفت نامہ کے حصول اور بارہا کے اقرار و اعتراف اور لوگوں کے سامنے آپ کی توصیف و تعریف کرنے کے باوجود محض حسد و عناد کی بنا پر انکار کر دیا۔

(۲۵) حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ شریف میں سکونت پذیر ہو گیا جو کہ منیٰ کے میدان میں مختلف اشیاء کی تجارت کرتا تھا جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب ولادت آئی تو قریش کی ایک مجلس میں آکر کہا تمہارے یہاں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے انہوں نے کہا ہمیں تو معلوم نہیں ہے اس نے کہا اے گروہ قریش دیکھو کہ بچہ متولد ہوا ہے یا نہیں، اور میری اس بات کو اچھی طرح یاد کرو جو میں بیان کرنے والا ہوں آج کی رات اس امت کا نبی مرسل احمد مجتبیٰ علیہ التمجیہ و الثناء متولد ہوا ہے اس کے دو کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت پارہ ہے جس میں چند بال ہیں۔

قوم قریش کے وہ افراد جو اس مجلس میں بیٹھے تھے تیزی سے اُٹھے اور وہ اس کی بات پر متعجب و حیران تھے۔ گھر جا کر اپنے گھروالوں سے بات کی تو ان میں سے بعض کو بتلایا گیا کہ آج رات حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور ان کا نام (اُن کے جد امجد نے) محمد رکھا ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وہ قریشی اس یہودی کے پاس آئے اور کہا، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہم میں آج رات ایک فرزند از جنم کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔ تو اس نے پوچھا کہ میرے بتلانے کے بعد یا اس سے قبل انہوں نے کہا اس سے قبل اور ان کا نام احمد ہے تو اس نے کہا مجھے بھی وہاں بے چلور وہ قریشی اس کو ساتھ لے کر چلے جی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوئے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنا لخت جگر نورِ قطران کو دکھایا اور یہودی نے اپنی بیان کردہ علامت یعنی کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت پارہ جس پر چند بال تھے، دکھی تو اس پر غشی کا عالم طاری ہو گیا پھر ہوش میں آیا تو لوگوں نے کہا افسوس ہے تجھ پر تجھے کیا ہو گیا (تجھے ایسی مقدس ہستی کی زیارت سے خوشی ہوئی چاہیے تھی تو اس طرح کوہِ رنج و الم کے نیچے دبا کیوں دکھائی دیتا ہے) اس نے کہا (میرے غم و اندون کی وجہ یہ ہے) کہ نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی اور آسمانی کتاب بھی ان کے ہاتھ سے نکل گئی اور یہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ پیغمبر (یہود کے جمود و استکبار اور حسد و عناد کی بنا پر ان کو قتل کریں گے اور ان کے علماء بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے عرب نبوت و رسالت کے ساتھ بہرہ ور ہو گئے۔ اسے جماعت قریشی کیا تم اس خبر سے خوش ہوئے یا نہیں؟ آگاہ رہو بخدا وہ تمہیں ان بلند یوں تک پہنچائیں گے، جن کی خبر مشرق و مغرب تک پھیلے گی۔

(۲۶۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناہیہ کے دارالتدریس میں تشریف لائے تو فرمایا میرے پاس وہ شخص لاؤ جو تم سب سے زیادہ صاحب علم ہے انہوں نے کہا ایسا شخص عبداللہ بن صوریہ ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے علیحدگی میں بات کی اور اس کو اس کے دین یہودیت کا اور اللہ تعالیٰ کے مخصوص انعامات کا من و سلویٰ کھلانے کا اور بادلوں کے ذریعے سایہ کرانے اور دھوپ کی کلفت سے بچانے کا واسطہ دے کر پوچھا کہ تو میری نبوت پر یقین رکھتا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا بخدا میں یقین رکھتا ہوں اور قوم یہود بھی وہ جانتی اور مانتی ہے جو میں قلبی طور پر جانتا اور مانتا ہوں اور تمہارے اوصاف و علامات ان کی کتاب میں صاف صاف بیان کر دیے گئے ہیں لیکن وہ حسد و عناد کی وجہ سے زبانی اعتراف نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا پھر تو کیوں دل و جان سے مجھ پر ایمان نہیں لے آتا اس نے کہا میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا ہو سکتا ہے وہ عنقریب تمہاری اتباع کریں اور مسلمان ہو جائیں تو میں بھی اسلام لے آؤں گا۔

(۲۶۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہود کے پاس درسِ تورات کے وقت میں آتا تھا تو میں تورات کی قرآن مجید سے موافقت پر حیران ہوتا۔ انہوں نے کہا اے عمر تم سے بڑھ کر ہمیں کوئی شخص محبوب و پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ تم ہمارے پاس آتے ہو اور درس سنتے ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں صرف اس لیے آتا ہوں کہ تورات کے ذریعے قرآن مجید کی تائید و تصدیق سن کر قلبی سرور حاصل کروں اور اپنے دین اور ایمان میں اور زیادہ پختگی پیدا کروں۔ فرماتے ہیں جس وقت میں ان کے

پاس موجود تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزرا ہوا۔ انہوں نے کہا یہ ہیں تمہارے رسول۔ تو میں نے کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اور اس کتاب کی جو تم پر نازل کی گئی کیا تم یقیناً جانتے نہیں ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ ان کے رئیس اور سردار نے کہا کہ اب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دی ہے لہذا ان کو سچی بات بتلاؤ تو انہوں نے کہا تو ہمارا بڑا رئیس اور ناضل ہے لہذا تو یہی بتلاؤ اس نے کہا سچی بات یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ پھر تمہیں گمراہی و ضلالت والی ہلاکت میں کس نے ڈالا ہے جب تم یقین رکھتے ہو کہ وہ سچے رسول ہیں، پھر اتباع کیوں نہیں کرتے۔

انہوں نے کہا ملائکہ میں سے بعض ہمارے دشمن ہیں اور بعض دوست۔ دشمن ہمارا تو جبریل ہے (نعوذ باللہ) جو کہ عذاب و عقاب نازل کرنے والا ہے اور صاحب خسف، مسخ اور دوست ہمارا اسرافیل ہے جو کہ رافعت و رحمت اور خوشحالی کا مالک ہے میں نے کہا میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ جبریل علیہ السلام کے لیے یہ حلال و جائز نہیں کہ میکائیل علیہ السلام کے دوستوں سے عداوت رکھیں اور نہ میکائیل علیہ السلام کے شایان شان ہے حضرت جبریل علیہ السلام کے دشمنوں سے صلح کریں اور دوستی قائم کریں۔

پھر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سامنے سے تشریف لائے ہوئے ملے اور فرمایا کیا میں تجھے وہ آیات نہ پڑھاؤں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ تو آپ نے یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی قل من کان عداوا لجبریل فانما نزلنا علی قلبک باذن اللہ الا یہ یعنی فرما دیجئے جو جبریل علیہ السلام کا دشمن بنتا ہے تو بنے وہ ان کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے) کیونکہ انہوں نے تو کلام مجید کو آپ کے دل اقدس پر اللہ تعالیٰ کے امر سے نازل کیا ہے جب کہ وہ کلام و قرآن پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور سرِ اہدایت و بشارت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔ میں نے عرض کیا بخدا میں تو آپ کی خدمت میں اسی لیے حاضر ہو رہا ہوں تاکہ یہود کی بات آپ سے عرض کروں مگر لطیف و خیر خداوند قدوس نے میرے عرض کرنے سے پہلے آپ کو بتلادیا حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے ان واقعات کے بعد اپنے آپ کو دین خداوندی دین اسلام کے معاملہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت پایا۔

(۲۸) ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اور امیہ بن ابی الصلت تجارت کے لیے ایک قافلہ میں شام کی طرف نکلے جب بھی دوران سفر ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے تو وہ اپنے سامان سے ایک صحیفہ نکال کر ہمیں ملنے لگتا۔

ہم اسی طرح سفر کی منازل طے کرتے رہے یہاں تک کہ نصاریٰ کے ایک دیہات میں جا پہنچے انہوں نے امیہ کو دیکھ کر پہچان لیا اور اسے ہدیے تحفے پیش کیے اور پھر وہ ان کے ساتھ ان کی عبادت گاہ میں گیا۔ روپہر کے وقت واپس آیا تو اپنے پہلے دونوں کپڑے اتار کر پھینک دیے اور دو نئے سیاہ رنگ کے کپڑے نکال کر پہن لیے پھر مجھے کہا ابوسفیان کیا تم نصاریٰ کے ایک ایسے عالم کی ملاقات میں کوئی دلچسپی رکھتے ہو جس پر ریاست، علم ختم ہے جو چاہو اس سے پوچھو

اور ہر سوال کا تسلی بخش جواب حاصل کرو ابوسفیان نے کہا۔ مجھے تو اس کی ملاقات کا کوئی شوق نہیں۔  
وہ اکیلا چل دیا اور رات گئے واپس آیا اس نے کپڑے اتار پھینکے پھر بستر پر پڑھا مگر نہ تو اس کو عیند آئی اور نہ ہی  
اٹھا بلکہ صبح تک کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح ہوئی تو انتہائی نڈھال اور ٹھگینی و پریشانی کی حالت میں تھلائے اس نے ہم سے کلام کیا  
اور نہ ہی ہم نے اس کو بلایا۔ ہم نے دورات سفر کیا مگر وہ اسی غم و الم میں مبتلا تھا تو میں نے مہر سکوت توڑتے ہوئے اس  
کو بلایا اور کہا کہ میں نے اس امر کی مانند موجب رنج و الم کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے ساتھ تو اپنے نصرانی عالم کے پاس سے  
واپس لوٹا ہے۔

اس نے کہا میرا سارا رنج و الم صرف اپنے انجام اور آخری ٹھکانہ کی وجہ سے ہے۔  
میں نے اسے کہا کہ کیا تیرا کوئی دوسرا ٹھکانا اور جائے بازگشت بھی ہے (کیونکہ ابھی تک ہمیں اسلامی تعلیمات سے  
واقفیت نہیں تھی) اس نے کہا بخدا میں ضرور مردوں کا اور مجھ سے اعمال و افعال کا حساب لیا جائے گا۔  
میں نے اس سے کہا کیا تو میری پناہ و امان قبول کرتا ہے۔

اس نے کہا کس بنا پر اور کس امر کی پناہ؟ میں نے کہا اس امر کی کہ تو مرنے کے بعد نہ تو اٹھایا جائے گا اور نہ تجھ سے  
حساب لیا جائے گا تو وہ ہنس دیا اور کہنے لگا کیوں نہیں تجھ ہم ضرور مرنے کے بعد زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے  
جائیں گے اور حساب کے لیے بارگاہِ خداوندی میں پیش کیے جائیں گے اور اہل طاعت جنت میں داخل ہوں گے  
جب کہ اہل معصیت و بدکردار و زرخ میں داخل ہوں گے۔

میں نے اس سے پوچھا پھر تو کس جماعت میں ہے اور تیرا ٹھکانا کہاں ہے۔ تجھے تیرے عالم ہمہ دان نے کیا  
بتایا ہے اس نے کہا یہ بات تو اسے نہ اپنے متعلق معلوم ہے اور نہ میرے متعلق۔

ہم نے وہ رات اسی حالت میں گزاری وہ ہماری جہالت پر تعجب کرتا تھا اور ہم بزرگم خویش اس کی خلاف  
عقل بات پر ہنستے رہے۔ الغرض سفر کرتے کرتے غوطہ و مشق میں جا پہنچے اپنا سامان بچا اور دو ماہ وہاں قیام کیا۔ وہاں  
سے کوچ کیا تو پھر نصاریٰ کے ایک قصبہ میں اترے جب انہوں نے امید کو دیکھا تو اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ہدایا  
و تحائف پیش کیے وہ بھی ان کے ساتھ معبد میں چلا گیا حتیٰ کہ دوپہر کو واپس ہوا۔ اپنے دو نوسیاہ کپڑے پہن کر پھر چلا گیا۔  
اور کہیں رات گئے واپس آیا۔ اپنے کپڑے اتار پھینکے اور خود بھی دھڑام سے بستر پر گر پڑا۔ قسم ہے خدائے ذوالجلال  
کی رات بھر نہ سویا اور نہ اٹھا۔ صبح کو انتہائی بزمردگی اور ٹھگینی کی حالت میں بستر کو چھوڑا اور چپ سادھے ہوئے تھلائے ہم  
سے اس نے کلام کیا اور نہ ہی ہم نے اس کو پوچھا۔

ہم نے چند شبانہ روز سفر کیا پھر اس نے کلام کیا اور مجھے کہا اے صخر (ابوسفیان) مجھے عتبہ بن ربیعہ کے متعلق بتلائے  
کہ وہ حرام کاموں اور ظلم و ستمیادتیوں سے گریز پر میر کرتا ہے؟ میں نے کہا بخدا وہ ان امور سے مجتنب ہے پھر پوچھا وہ صلہ

رحمی کرتا ہے اور اس کا حکم بھی دیتا ہے؛ میں نے کہا بالکل۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ نجیب الطرفین (ماں اور باپ کے سلسلہ نسب کے لحاظ سے باعزت) ہے اور اپنے قبیلہ میں افضل و اعلیٰ؛ میں نے کہا ہاں۔ اس نے استفسار کیا۔ قریش میں اس سے کوئی شرف و فضیلت ہیں زائد و فائق بھی ہے؛ میں نے کہا واللہ ہرگز نہیں۔ اس نے سلسلہ سوالات جاری رکھتے ہوئے کہا کیا وہ محتاج و فقیر ہے۔ میں نے کہا نہیں وہ تو بڑا مالدار ہے۔ اس نے دریافت کیا۔ اس کی عمر کہاں تک پہنچی ہے میں نے کہا ستر کے قریب ہے۔ اس نے کہا تو پھر عمر اور مال داری نے اس کو نااہل کر دیا اور معیوب بنا دیا۔ میں نے کہا واللہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہی دو چیزیں تو اس کے فضل و شرف کا موجب ہیں۔ اس نے کہا ہاں دنیاوی طور پر تو یوں ہی ہے مگر میرا مقصد کچھ اور ہے۔

پھر اس اجال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا تو نے جب مجھے دیکھا کہ میں نصرانی عالم کے پاس گیا تو میں نے اس سے اس پیغمبر آخر الزمان کے متعلق دریافت کیا جن کا سب زمانہ اس وقت منتظر ہے۔ تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ عرب سے ہوں گے اور اس گھر کے پڑوسیوں سے ہوں گے جس کی عرب حج و زیارت کرتے ہیں۔ میں نے کہا ہمارے ہاں ہی وہ گھر ہے جس کا حج کیا جاتا ہے تو اس نے کہا وہ ہستی تمہاری برادری اور پڑوسی قوم قریش سے ہے نہ کہ تم سے تو مجھے وہ غم و اندوہ لاحق ہوا جو کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آیا۔ کیونکہ میرے ہاتھ سے دنیا و آخرت کی فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی نکلی جا رہی ہے۔ میں تو یہ امید رکھے ہوئے تھا کہ میں ہی وہ موعود و منتظر نبی ہوں گا۔ البوسفیان بولے تو پھر اس ہستی کے اوصاف اور علامات و نشانات تو بیان کر۔ اس نے کہا وہ بوقت اعلان نبوت جوان و پھلتی عمر والے ہوں گے۔ ابتدائی حالت ان کی یہ ہوگی کہ بد اعمالیوں اور ظلم و تعدی سے گریز کرنے والے ہوں گے۔ صلہ رحمی خود بھی کریں گے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیں گے۔ مال و دولت سے (بظاہر) خالی ہوں گے (مگر کونین کی نعمتیں ان کے ملک میں ہوں گی اور سارا زمانہ ان کے دسترخوان جو و کرم سے فیضیاب ہوگا) نخبیال کی طرف سے بھی عظیم المرتبت ہوں گے اور آباؤ اجداد کے لحاظ سے بھی اور اپنی قوم میں انتہائی عزت و عظمت کے مالک۔ ان کا شکر بالعموم ملائکہ آسمانی ہوں گے۔ میں نے پوچھا کہ ان کی عظمت ظہور کیا ہے تو اس نے بتلایا کہ شام کی زمین پر عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد سے اب تک اسی (مہلزلے آئے ہیں اور ہر ایک میں عظیم ابتلا و شدت تھی اور ابھی ایک ایسا زلزلہ باقی ہے جو سارے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا اور بہت شدت و مصیبت درپیش ہوگی۔ اس کے بعد اس نبی کریم کا ظہور ہوگا اور شام کی شامت ٹل جائے گی۔

میں نے کہا جو کچھ تو نے بیان کیا ہے یہ تو بالکل غلط و باطل ہے اگر نبی اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تو لا محالہ عمر رسیدہ اور مالدار ہی بھیجے گا۔ امیہ نے کہا جس ذات اقدس کی قسم کھانی جاسکتی ہے میں اس (اللہ تعالیٰ) کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے۔

ہم وہاں سے چلے حتیٰ کہ جب مکہ شریف اور ہماری قیامگاہ میں صرف دو دن کی مسافت تھی، ہمیں بھیچے سے ایک

سوار آٹا تو ناگاہ وہ یہ خبر جانکاہ سنا رہا تھا کہ تمہارے بعد شام کو ایک عظیم زلزلہ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اہل شام کو تباہ کر دیا اور انہیں عظیم مصائب میں مبتلا کر دیا تو امیہ بولا اے ابوسفیان کیا خیال ہے میری بات درست ہے یا نہیں؟ میں نے کہا بخدا میرا گمان بھی یہی ہے کہ تیرے عالم نے تجھے صحیح اطلاع دی ہے۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد چند روز قیام کیا اور میں پھر تجارت کے لیے حبشہ کو چلا گیا۔ پانچ ماہ وہاں قیام کیا واپس ہوا تو لوگ مجھے ملنے اور دعا سلام کرنے آئے اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے جبکہ میری بیوی ہندہ اپنے بچوں کو کھیل کود میں مصروف رکھے ہوئے تھی تو آپ نے سلام دیا، خوش آمدید کہا اور مجھ سے سفر اور واپسی کی تفصیلات دریافت کیں اور پھر تشریف لے گئے۔ میں نے دل میں سوچا یہ جوان بھی عجیب ہے۔ قریش کے ہر فرد کا میرے پاس سامان تجارت تھا ان سب نے اس کے متعلق اور قیمت فروخت کے متعلق دریافت کیا اور سامان ان کا بھی میرے پاس تھا اور یہ ان سے زیادہ مالدار بھی نہیں ہیں مگر انہوں نے اس کے متعلق بات ہی نہیں کی تو ہندہ بولی تمہیں انکی شان معلوم نہیں ہے۔ تو میں نے گہرا کر پوچھا ان کی شان کیا ہے۔ اس نے کہا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو مجھے نصاریٰ کی بات یاد آگئی اور میں غمگین ہو گیا۔

مکہ مکرمہ سے نکلا طائف میں پہنچا امیہ سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ نصاریٰ والی بات یاد ہے؟ بولا ہاں یاد ہے میں نے کہا پھر وہ تو پوری ہو گئی ہے۔ اس نے پوچھا کون ہیں وہ؟ میں نے جواب دیا وہ محمد بن عبداللہ ہیں (علیہ السلام) یہ خبر سننے ہی اس کا پسینہ چھوٹ گیا اور کہنے لگا کہ اگر ان کا ظہور میری زندگی میں ہوا تو.....

میں یمن کی طرف چلا گیا واپس آیا تو امیہ کے ہاں ٹھہرا اور اس سے کہا اس ہستی کی شان اور صفات و علامات تو وہی ہیں جو تجھ کو معلوم ہو چکیں تو پھر ان سے دور کیوں ہے (اور ایمان لاکر شرف غلامی سے مشرف کیوں نہیں ہو جاتا، تو اس نے کہا کہ میں ثقیف کے علاوہ کسی قوم میں پیدا ہونے والے رسول کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں) نفوذ باللہ من ہذا (۲۹) عاصم بن عمر بن قتادہ اپنی قوم کے چند آدمیوں سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام کا موجب و باعث اللہ تعالیٰ کی رحمت و ہدایت کے ساتھ ساتھ یہود سے سنئے ہوئے واقعات و تفصیلات ہیں ہم تو مشرک اور بت پرست تھے اور وہ صاحب کتاب، ان کو جو کچھ معلوم تھا ہمیں معلوم نہ تھا۔ ان کے اور ہمارے درمیان ہمیشہ لڑائیاں جھگڑے ہوتے تھے جب ہم ان کو ایسا نقصان پہنچاتے جو انہیں شدت سے محسوس ہوتا اور سخت پریشانی میں مبتلا ہوتے تو ہمیں کہنے نبی آخر الزمان کے ظہور و خروج کا وقت ابھی آیا پاتا ہے۔ ہم ان کی اتباع کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں اس طرح نیست و نابود کریں گے جیسے کہ عاد و ارم کا صفحہ ہستی سے نام و نشان مٹا دیا گیا ہے۔

یہی بات ہم ان سے بارہا سنا کرتے تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات کو بعوث فرمایا تو ہم نے فوراً ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ جن کا وعدہ وہ ہمیں دیتے تھے ہم نے ان کو پہچان لیا اور ان سے



پہلے ان کی غلامی میں داخل ہو گئے۔ ہمیں شرفِ ایمان و اسلام نصیب ہوا اور وہ کفر و انکار کی وجہ سے ذلیل و رسوا ہوئے۔ یہ آیاتِ مقدسہ ہمارے اور ان کے حق میں ہی نازل ہوئی ہیں۔

ولما جاء هو كتابي من عند الله مصدق لما معهم — الی قولہ — فلننته الله علی الکافرین۔

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب آئی جو ان کی کتابوں کی تصدیق و تائید کرنے والی ہے اور حال انکا یہ ہے کہ قبل ازیں اس رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ جلیلہ سے کفار کے خلاف نصرت و غلبہ طلب کرتے تھے مگر ان کی جانی پہچانی ہستی تشریف لائی تو کفر و انکار کا ارتکاب کیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے سب کفار پر۔

(۳۰) عامم کہتے ہیں مجھے بنو قریظہ کے ایک بزرگ شخص نے کہا کیا تمہیں خبر ہے کہ ثعلبہ بن سعید اسد بن سعید اور اسد بن عبید جو کہ بنی ذہل کے افراد ہیں اور بنو قریظہ کی برادری یہ اسلام میں کیسے داخل ہوئے جبکہ زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ تھے پھر اسلام لا کر ان سے سبقت لے گئے اور ان کے سردار بن گئے ہیں نے کہا مجھے تو اس کا علم نہیں ہے اس نے سبب بیان کرتے ہوئے کہا کہ اہل شام میں سے ایک یہودی ابن الہیبان نامی زمانہ اسلام سے قبل ہمارے پاس آیا اور یہیں قیام کیا۔ ہم نے کسی شخص کو اس سے بہتر نمازیں ادا کرتے نہیں دیکھا جب بارش نہ ہوتی اور قحط سالی ہو جاتی وہ ہمارے لیے بارش کی دعا کرتا تو ہمیں بارانِ رحمت نصیب ہو جاتی جب اس کا وقت وفات آیا تو اس نے یہود کی جماعت کو بلا کر کہا تم جانتے ہو میں اس تنگ دستی اور بھوک و لے علاقہ میں کیونکر آیا اور کونسا امر اس کا موجب و باعث بنا؟ ہم نے کہا تو یہی بہتر جانتا ہے۔ وہ بولا میں اس شہر میں اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں اور ان کے لیے آنکھیں فرس رہا کرنے حاضر ہوا تھا جن کا زمانہ ظہور آن پہنچا ہے اور یہ شہر ان کا دارِ ہجرت ہے مجھے امید تھی کہ میری زندگی میں مبعوث ہوں گے اور میں ان کا طوقِ غلامی گلے کا ہار بناؤں گا (مگر میرے بخت نے میری مدد نہیں کی اور میں اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہو سکا خیال رکھنا ان کا زمانہ ظہور بالکل قریب ہے اور یہ نہ ہو کہ لوگ تم سے پہلے مشرف باسلام ہو جائیں اور تم محروم رہو۔ یقین جانیے وہ اپنے مخالفین کے قتل، ان کی اولاد اور بیوی بچوں کو غلام بنانے کے اذن و حکم کے ساتھ مبعوث ہوں گے تمہیں یہ امر کہیں ان سے دور نہ کر دے۔

جب اللہ رب العزت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے (بنو قریظہ کی عہد شکنی اور مشرکین مکہ کی امداد و اعانت پر ان کے خلاف کارروائی فرماتے ہوئے) محاصرہ فرمایا تو بنی ذہل کے ان جوانوں نے حقیقت حال کو بھانپ لیا حالانکہ نوزیر و نو عمر تھے اور بنو قریظہ (کے بڑے بزرگوں) سے کہا بخدا یہ وہی نبی ہیں جن کی تمہیں ابن الہیبان نے خبر دی تھی اور تاکید کی تھی۔ انہوں نے کہا نہیں یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں بخدا یہ بالکل وہی ہیں وہ قلعہ سے نکل کر نیچے اتر آئے۔ اسلام لا کر اپنی جان مال اور بال بچوں کی جان بچالی۔ (مگر بنو قریظہ دیدار سے حق سے روگردانی کی سزا بھگت کر رہے اور بے نام و نشان ہو گئے۔)

(۳۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دین حق کی تلاش میں راہبوں کا مصاحب و خدمت گزار بنا

اور یکے بعد دیگرے مختلف راہبوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آخر میں جس راہب کے پاس گیا۔ اس نے کہا اے بیٹا میں حلفیہ طور پر کہہ سکتا ہوں کہ جس طریقہ پر ہم ہیں تم کسی بھی جگہ چلے جاؤ، اس جیسے مقدس مذہب و مسلک پر اور کوئی کار بند نہیں نظر آئے گا۔ مگر اب اس نبی مکرم رسول معظم کا زمانہ ظہور قریب آچکا ہے جو دین ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ عرب کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمائیں گے اور اس مقدس خطہ کی طرف ہجرت کریں گے جو دو ریگستانوں کے درمیان ہے اور وہاں کھجوریں ہیں، ان کی علامات صدق اور امارت حقانیت کسی پر معنی نہیں رہیں گی۔ ہدایا و تحائف تو قبول فرمائیں گے اور تناول بھی فرمائیں گے مگر صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے۔ ان کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

(۳۲) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں بصری کے بازار میں پہنچا تو اچانک ایک راہب اپنے عبادت خانہ میں پکار کر کہہ رہا تھا۔ میلہ پر آنے والے لوگوں سے پوچھو کیا تم میں کوئی اہل حرم سے بھی ہے حضرت طلحہ نے کہا کہ میں ہوں اہل حرم سے کیسے کیا بات ہے۔ اس نے پوچھا ابھی مکہ مکرمہ میں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور نہیں ہوا میں نے کہا۔ وہ احمد کون ہیں؟ اس نے کہا وہ عبید المطلب کے نور نظر ہیں اور یہ ہے ان کے ظہور کا مہینہ۔ وہ آخری پیغمبر ہیں، ان کا مقام ولادت و ظہور حرم مکہ ہے اور دار ہجرت وہ زمین جہاں کھجوریں پہاڑیاں اور کلمری زمین ہے۔

حضرت طلحہ فرماتے ہیں۔ راہب کی بات میرے دل میں گھر کر گئی۔ میں وہاں سے مکہ شریف آگیا اور دریافت کیا۔ میرے بعد کوئی ٹیسی بات ہوئی ہے۔ لوگوں نے بتلایا ہاں۔ محمد بن عبد اللہ جن کو ہم سب ایمن جانتے اور مانتے تھے انہوں نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور ابو بکر بن ابی قحافہ نے ان کی اتباع کی ہے اور ان کی غلامی اختیار کر لی ہے۔

میں گھر سے نکلا یہاں ابو بکر صدیق کے پاس پہنچا میں نے ان کو شام میں پیش آنے والا واقعہ سنایا اور ان سے دریافت

عہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ خاتم نبوت سرور عالم علیہ السلام کے دو کندھوں کے درمیان ایک ایسی علامت کا نام ہے جس کیساتھ آپ کو کتب سابقہ میں موصوف و متماز کیا گیا اور اس کو آپ کے نبی موعود اور رسول متظر ہونے کی نشانی بنا گیا۔ نیز وہ اللہ تعالیٰ کی مہر ہے جس سے آپ کے دل نور کی طرف وسوسوں و خواطر کے تطرق کا انسداد کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس جانب سے شیطانی اثرات لوگوں کے دلوں کی طرف راہ پکرتے ہیں تو یہ عربیہ عم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ اس راہ کو اس مہر سے بند کر دیا گیا۔ نیز جب دل نور کو انوار و حکم سے پر کر دیا گیا تو مہر گا کر ان کو مضبوطی سے دل نور میں حکم کر دیا گیا اور احتمال خروج و ضیاع کو ختم کر دیا گیا۔ خاتم نبوت گوشت کا ابھر ہوا حصہ تھا جو جملہ عروس کے مکہ کے برابر تھا یا کبوتر کے انڈے کے برابر۔ بعض روایات کے مطابق اس کی رنگت باقی جسد اطہر سے نمایاں تھی۔ گندم گوں ہونے کے لحاظ سے یا اس پر سیاہ تل ہونے کی وجہ سے یا سیاہ بال ہونے کی وجہ سے اور بعض روایات میں ہے کہ اس کے ظاہر میں نوری خط سے یہ لکھا ہوا تھا۔ توجہاً حیث نشئت نانک منصور۔ جدم بھی توجہ کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت و امداد تمہارے ساتھ ہوگی اور باطن میں اللہ وحدہ لکھا ہوا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ گوشت کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور بعد الوصال یہ خاتم النبوت جسد اطہر سے غائب ہو گئی تھی۔ عمدۃ القاری جلد ثالث ص ۷۸۔

کیا کہ تم نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے انہوں نے کہا ہاں اور تو بھی چل اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو جا کیونکہ آپ حق و صداقت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور وہ خود بھی میرے ساتھ چلے۔

طلحہ فرماتے ہیں میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اور آپ کو راسب والی بات بتلائی اور جو کچھ اس نے مجھے کہا تھا وہ سب عرض کر دیا۔

(۳۳۳) حضرت جبرین مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک مفرز موجودات علیہ افضل الصلوات کو مبعوث فرمایا اور ان کا امر نبوت مکہ مکرمہ میں معروف و مشہور ہو گیا۔ اس دوران میں شام کی طرف نکلا۔ بصری میں پہنچا تو نصاریٰ کی ایک جماعت میرے پاس آئی اور دریافت کیا تو اہل حرم سے ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ انہوں نے دوبارہ سوال کیا کہ تو اس ہستی کو جانتا ہے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک عبادتخانہ میں لے گئے جس کے اندر تصاویر و تماثیل تھیں اور مجھے کہا ان کو غور سے دیکھ کر بتاؤ ان میں تجھے اس ذات اقدس کی صورت نظر آتی ہے جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے اچھی طرح ان تصاویر کو دیکھا مگر وہ صورت مقدسہ نظر نہ آئی۔ اور انہیں حقیقت حال بتلا دی وہ مجھے دوسرے عبادتخانہ میں لے گئے جو پہلے سے بہت بڑا تھا۔ اس میں پہلے سے بھی زیادہ تصاویر و تماثیل موجود تھیں مجھے کہنے لگے ان میں دیکھے کیا ان کی صورت و تمثال نظر آئی ہے۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو نگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس اپنے تمام تر حسن و جمال کے ساتھ نظر آئی۔ اور ساتھ ہی ابو بکر صدیق کی صورت اپنی مکمل صفات کمال کے ساتھ دکھائی دی جو علامی اور نیاز و بندگی کا حق اس طرح ادا کر رہے ہیں کہ اپنے ہاتھ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پائے ناز پر رکھے ہوئے ہیں۔ وہ مجھ سے کہنے لگے کیا اس ویر میں تو انکا حسن و جمال دیکھ رہا ہے اور ان کی صورت خدا نما نظر آرہی ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ مگر دل میں کہا ان کو نہیں بتانا دیکھوں یہ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا آیا وہ یہی نہیں؟ میں نے کہا بخدا یہی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں یہ وہی ہیں۔ انہوں نے پوچھا پتہ ہے یہ جو ان کے قدم پکڑے بیٹھے ہیں یہ کون ہیں؟ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ وہ بولے ہم اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ تمہارے سردار ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے خلیفہ ہیں۔

(۳۳۴) حضرت جبرین مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے قریش کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدی و اذیت سانی بہت گراں گذرتی تھی۔ جب مجھے یہ گماں گذرا کہ یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیں گے تو میں اس علاقہ کو چھوڑ کر نکل گیا اور اسیوں کے عبادتخانوں میں سے ایک عبادتخانہ میں جا پہنچا۔ عبادتخانہ والے اپنے رئیس کے پاس گئے اور میرے متعلق بتلایا تو اس

نے کہا اس کی تین دن تک مہمانی کرو جو کہ اس کا حق ہے جب تین دن گذر گئے تو انہوں نے نبی آخر الزمان کی صورت اقدس میرے سامنے کر کے دریافت کیا حضرت جبر نے فرمایا کہ میں نے کہا اس صورت سے زیادہ کوئی شے ان کے مثل و مشابہ نہیں ہے۔ ان کے رئیس و امیر نے پوچھا کیا تجھے یہ ڈر ہے کہ لوگ ان کو شہید کر دیں گے، میں نے کہا میرا گمان تو یہ ہے کہ وہ شہید کر کے فارغ ہو چکے ہوں گے۔ اس نے کہا بخدا وہ ہرگز انہیں قتل نہیں کر سکتے بلکہ وہ لوگ ٹھکانے لگ جائیں گے جو انہیں شہید کرنے کے درپے ہیں۔ تحقیق وہ سچے نبی ہیں اور ضرور اللہ تعالیٰ ان کو غالب و فتیاب کرے گا۔

(۳۵) صفیہ بنت جیحی ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے منقول ہے جب رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ تشریف لائے اور مقام قبایں قیام فرما ہوئے تو میرا باپ جیحی بن اخطب اور چچا ابویاسر بن اخطب رات کی تاریکی میں آپ کے پاس حاضر ہوئے اور پھر دن گذار کر شام کو واپس ہوئے مگر آئے تو بوجھل قدموں کے ساتھ اور تھکے ہارے ہوئے گرتے پڑتے، بالکل آہستہ آہستہ چلتے ہوئے۔ میں ان کی طرف شوق سے اٹھی۔ مگر انہوں نے غم و اندوہ میں غرق ہونے کی وجہ سے میری طرف توجہ ہی نہ کی۔ میں نے اپنے چچا ابویاسر کو اپنے باپ جیحی بن اخطب سے کہتے سنا کیا واقعی یہ وہی نبی ہیں؟ اس نے جواب میں کہا خدا کی قسم میں تو وہی۔ وہ پھر سوالیہ انداز میں کہہ رہا تھا اچھی طرح تحقیق کر لی ہے اور پہچان چکے ہو میرے باپ نے جواب دیا ہاں بالکل۔ تو پھر کیا خیال ہے حلقہ غلامی میں داخل ہو جاؤ گے؟ اس نے کہا نہیں میرے دل میں تو جب تک زندہ رہوں گا ان کی عداوت و دشمنی ہی رہے گی۔ (نعوذ باللہ من هذا الشقاء)

(۳۶) حضرت مخیر لقی رضی اللہ عنہ جو کہ اجبار یہود میں سے بہت بڑے جید عالم تھے اور کھجوروں کے باغات وغیرہ کے مالک بھی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کمال و حسن خصال کو جانتے تھے اور آپ کے دین و مذہب کے ساتھ قلبی تعلق رکھتے تھے لیکن ابھی تک عملاً ایمان و اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ جنگ احد کا زمانہ آپنچا اور اس دن ہفتہ تھا تو انہوں نے قوم یہود سے کہا۔ اے گروہ یہود تم بخدا یقیناً جانتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت تم پر لازم و ضروری ہے۔

انہوں نے کہا آج تو ہفتہ ہے اور ہمارے دین یہودیت میں ہفتہ کو حرب و قتال وغیرہ ممنوع ہے۔ انہوں نے کہا کوئی حکم ہفتہ کا اب باقی نہیں ہے (اب صرف دین محمدی کے احکام نافذ العمل ہیں) پھر خود گھر سے ہتھیار لے کر نکلے اور میدان احد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے ان افراد کو جو چھپے تھے یہ وصیت کی کہ اگر میں آج کے دن قتل ہو جاؤں تو میرا سارا مال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ جیسے چاہیں اللہ تعالیٰ کے اذن و امر سے اس میں تصرف کریں۔ وہ جہاد و قتال کرتے ہوئے قتل ہو گئے۔ جو روایات مجھے پہنچی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مخیر لقی سب یہود سے بہتر ہیں اور اس کی وصیت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سارے اموال و باغات کو قبول فرمایا اور آپ کے تصرف میں آنے والے وقف اموال و صدقات میں سے اکثر

دہی ہیں -

(۳۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش کی ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جس میں ولید بن مغیرہ عاص بن وائل، ابو جہل، امیہ بن خلف، ابی بن خلف، اسود بن مطلب اور باقی قریش نے شرکت کی۔ تو انہوں نے صلح مشورہ کے بعد پانچ افراد کو یہودیہ منورہ کے پاس بھیجا جن میں عقبہ بن ابی المعیط اور نصر بن حارث بھی شامل تھے تاکہ یہودی علماء سے نبی آخر الزمان کے اوصاف و کمالات، علامات و نشانات اور وقت بعثت وغیرہ کے متعلق دریافت کریں اور ان سے یہ بھی جا کر کہا کہ جنہوں نے ہمارے ہاں اب دعویٰ نبوت کیا ہے، ان کا نام محمد ہے اور وہ یمیم و فقیر ہیں اور ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ مسیلمہ کذاب سے سیکھ کر لوگوں کو بیان کرتے ہیں (نعوذ باللہ ان پر آسمانی وحی وغیرہ نازل نہیں ہوتی) یہودی نے ان سے کہا ہم یہ صفات و علامات تو رات میں مکتوب و مسطور دیکھتے ہیں اور ایک مخصوص علامت یہ ہے کہ ان کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر حقیقت حال یہی ہے جو تم نے بیان کی ہے تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً نبی مرسل ہیں اور آپ کا دین و مذہب حق ہے۔ لہذا ان کی اتباع کرو۔ لیکن مزید اطمینان کے لیے ان سے تین چیزوں کے متعلق دریافت کر لو اگر وہ سچے نبی ہیں تو دو بیان کریں گے مگر تیسری چیز بیان کرنے سے گریز کریں گے اور تمہارے اس خیال کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ وہ مسیلمہ سے سیکھ کر بیان کرتے ہیں کیونکہ ہم نے یہ تین سوال مسیلمہ پر کیے مگر وہ کسی کا جواب بھی نہیں دے سکا۔ قریش کا یہ وفد یہود سے ملاقات کر کے اور حالات معلوم کر کے واپس آیا تو سارے قریش رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے تین سوال حل کرنے کے متعلق عرض کیا۔ ذوالقرنین کون تھے، روح کیا ہے اور اصحاب کہف کون ہیں اور کیسے کہف و غار میں داخل ہوئے وغیرہ وغیرہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کل تباؤں گا اور انشاء اللہ کا جملہ زبان مبارک پر جاری نہ فرمایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام پندرہ دن تک حاضر خدمت نہ ہوئے (کیونکہ اللہ تعالیٰ کلمۃ انشاء اللہ کی اہمیت واضح فرمانا چاہتا تھا) اور اسی حکمت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انشاء اللہ کنارہ گیا۔ ان سرور علیہ السلام پر جبریل کی تاخیر بہت شاق و گراں گذری جب حاضر ہوئے تو فرمایا بڑی دیر لگائی تو انہوں نے عرض کیا آپ نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا (اس لیے) مجھے بھیجنے والے نے نہیں بھیجا میں خود بخود تو حاضر ہو کر عرض نہیں کر سکتا تھا اور یہ حکم بھی ساتھ ہی سنایا۔ اے حبیب (علیہ السلام) آئندہ کسی بھی کام میں یہ انداز کلام اختیار نہ فرمائیں کہ میں کل یہ کروں گا مگر یہ کہ مشیت ایزدی پر اس کی تعلیق ضرور فرمادیں یعنی کل یہ کروں گا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو۔

پھر آپ سے ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے متعلق تفصیلات بصورت آیات بیان کیں اور روح کے متعلق

یہ کہا کہ روح امر باری سے ہے اور راز ہے مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

جب کفار مکہ کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اطلاع یہود کے مطابق تازہ و القربین و اصحاب کہف کی خبر دیدی اور روح کے متعلق اخفاء و اسرار سے کام لیا تو انہوں نے کہا دو نوہ سحر کی کتابیں باہم متفق ہو گئی ہیں یعنی توراہ و انجیل۔

(۳۸) حضرت عمرو بن غنمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زمانہ قبل از اسلام میں اپنی قوم کے معبودات سے بیزار ہو گیا اور اس امر کا یقین کر لیا کہ یہ باطل محض ہیں۔ میری قوم پتھروں کی پوجا کرتی ہے جو نہ نفع دیتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔ میں ایک اہل کتاب سے ملا اور افضل ترین دین کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے بتلایا کہ مکہ مکرمہ سے ایک ہستی ظہور فرما ہوگی جو اپنی قوم کے معبودات و معتقدات کی مخالفت کریں گے اور ایسا افضل و اعلیٰ دین پیش فرمائیں گے (جس پر سب مذاہب آسمانیہ اختتام پذیر ہوں گے اور وہ سب کے محاسن پر مشتمل ہوگا جب تک وقت ظہور اور زمانہ نبوت معلوم ہو تو ان کی اتباع کرنا۔

(اس بات کے کان میں پڑنے کے بعد میرا اور کوئی کام ہی نہ تھا مگر وہ مکہ مکرمہ کی راہ پر چلنے کے آنا اور لوگوں سے پوچھا، کوئی نئی بات، کوئی نیا واقعہ، جو اب نفی میں ملتا واپس چلا جاتا، سوار آتے دکھائی دیتے ان کی راہ پر کھڑا رہتا اور دریافت کرتا کہ سے آنے والو کوئی نئی خبر کوئی نیا واقعہ، وہ بھی نفی میں جواب دیتے۔ (یونہی بقراری کا عالم تھا اور انتظار کی شدتیں سوچوں میں گھڑ بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک سوار کامیرے قریب سے گذر ہوا پوچھا کہاں سے آرہے ہو۔ اس نے کہا مکہ مکرمہ سے میں نے پوچھا وہاں کوئی نیا امر واقع پذیر نہیں ہوا۔ اس نے کہا ہاں ایک شخص نے اپنی قوم کے معبودات و نظریات سے اعلان برأت و بیزاری کرتے ہوئے انہیں ایک اور دین کی دعوت دے رکھی ہے۔ میں نے کہا یہی تو میرا مقصود و مطلوب ہے جس کا مدتوں سے انتظار ہے۔ سواری پر بیٹھا اور تیزی سے دوڑاتا ہوا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اور محبوب

عہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ مجھے علم نہیں اس کی تاویل واجب اور لازم ہے یا تو اس وقت تک آپ کو علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا۔ بعد ازاں اس کی مکاتفہ اطلاع دیدی گئی۔ یا اس وقت بھی علم تو تھا لیکن وہ علم اللہ تعالیٰ کے علم محیط کے مقابل نہ ہونے کے برابر تھا۔ ایسے نفی فرمادی تاکہ راز خداوندی کا انشاء و اظہار بھی لازم نہ آئے اور کلام بھی صادق رہے۔ علی الخصوص جبکہ آپ کے صدق نبوت کی دلیل بھی عدم اظہار تھا۔ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری ص ۲۱۰ ج ۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب و مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو حالانکہ آپ حبیب رب العالمین ہیں اور سید الخلق ہیں اور جبکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا یہ احسان اور فضل عظیم جبار ہا ہے کہ اے حبیب ہم نے آپ کو ہر اس شے کا علم عطا کر دیا جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے علمک مالوتکن تعلموکان فضل اللہ علیک عظیما۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مومن عارف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم روح کی نفی کیسے کر سکتا ہے اور اسے یہ جرات کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولین و آخرین کے علوم اور اپنی صفات بلکہ ذات کی وہ معرفت عطا فرمائی ہے جن کے مقابل روح انسانی کو وہ حیثیت بھی حاصل نہیں جو قطرہ کو دریا سے یا ذرہ بے مقدار کو بہت بڑے ریگستان سے ہے۔ مدارج النبوت جلد دوم ص ۳۱۰۔

کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلقہ بگوش بن گیا اور مشرف باسلام ہو گیا۔

(۳۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ میں سے آٹھ علماء و فضلاء بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے جن میں سید و عاقب نام والے دو شخص بھی تھے (جنہوں نے آپ کی صداقت نبوت پر بحث تمحیص کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ نقل تعالوانداع ابناء ناد و ابناء کور و نسا ناد و نساء کور و انفسا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الکافرين۔ آپ فرمادیں گے کہ آؤ ہم اور تم اپنے بیٹوں بیٹیوں اور قریبی رشتہ داروں کو بلا لیں ایک میدان میں کٹھے کٹھے ہو جائیں اور مباہلہ کر لیں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو بھی کافر اور جھوٹا ہے طوق لعنت اس کے گلے میں پڑے اور وہ ذلیل و خوار ہو۔

جب انہوں نے مباہلہ کا نام سنا تو تین دن کی ہمت طلب کی۔ اس دوران بنو قریظہ بنو نضیر اور بنو قینقاع قبائل یہود کے ساتھ صلاح و مشورہ کیا ان سب نے متفقہ طور پر کہا کہ صلح کرو اور ان کے ساتھ اس مباہلہ اور بلاکت کفار و کذابین کی دُعا میں شرکت نہ کرو کیونکہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ذکر ہم تو رات و انجیل میں پاتے ہیں ان کی دُعا یقیناً قبول ہوگی اور تم تباہ و برباد ہو جاؤ گے چنانچہ انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم مباہلہ نہیں کرتے بلکہ ہم رعایا بن کر رہیں گے اور جزیہ ادا کریں گے۔ ہزار حملہ و پوشاک صفر کے اندر اور ہزار ہی رجب میں اور اس کے علاوہ کچھ درہم بھی۔

(۴۰) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے کافی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ پر ایمان لے آئے اور جب آپ مبعوث ہوئے تو کفر و عناد کی راہ پر چل نکلے۔ انہیں کے متعلق اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ وہ لوگ جن کے چہرے کفر و نفاق کی وجہ سے سیاہ ہو گئے ہیں کیا تم ہی وہ ہو جنہوں نے ایمان لا کر پھر کفر کیا۔

(۴۱) سہل بن ابی عقیمہ کہتے ہیں کہ میں نصرانی تھا اور تمیم تھا میرا چچا میری کفالت کرتا تھا اور وہ انجیل پڑھا کرتا تھا میں نے چچا والا مصحف (انجیل کا حصہ) اٹھایا اور پڑھنے لگا۔ دوران قرأت ایک ورق ایسا آیا جو بہت موٹا تھا اور مجھے اس کی موٹائی عجیب سی لگی غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں جوڑ ہے اور دو ورق باہم چپکا دیے گئے ہیں۔ اسے کھولا تو کیا دیکھتا ہوں درمیانی صفحوں پر لغت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مرقوم ہے اور تعریف و ثنا کا مضمون یہ تھا کہ وہ بالکل کوتاہ قد ہوں گے اور نہ ہی بہت طویل القامت۔ سفید (سرخی مائل) ان کے دو کندھوں کے درمیان در نبوت ہے۔ بیٹھے وقت لہتا

والی صورت کو (یعنی انہیں کھڑی کر کے چادر سے کمر اور پٹیلیوں کو باہم ملا دیا تاکہ سہولت سے بیٹھا جاسکے جو کہ عموماً زمیندار لوگوں میں مروج ہے) کو عام طور پر اختیار فرمادیں گے۔ صدقہ کا مال تناول نہیں فرمائیں گے۔ گدھے اور اونٹ کو بھی نبوی سواری ہونے کا شرف بخشیں گے۔ بکری خورد وہیں گے اور پیوند لگی قمیص استعمال فرمائیں گے۔ اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے

اور نام نامی اسم گرامی احمد ہوگا علیہ السلام۔  
فرماتے ہیں میرا چچا آیا اور کتاب کا ورق کھلا ہوا دیکھا تو مجھ سے رو کر کہا اور کہا تمہیں یہ ورق کھولنے سے کیا غرض

تھی میں نے کہا اس میں تو احمد مرسل (علیہ السلام) کی تعریف تھی اس نے کہا وہ ابھی مبعوث نہیں ہوئے۔  
عمر بن حفص نے جو بڑے اچھے لوگوں میں تھے، بتلایا کہ میرے باپ یاد ادا کے پاس ایک ورق تھا جس کے وہ  
قبل از زمانہ اسلام آباد و اجلاس سے یکے بعد دیگرے وارث چلے آ رہے تھے میں یہ تحریر ثبت تھی،

”آغاز اللہ تعالیٰ کے نام سے ہے اور فرمان و ارشاد اس کا حق ہے اور مخالفین کا قول تباہی و بربادی میں ہے۔ یہ  
ذکر ہے اس امت کا جو آخر زمانہ میں پیدا ہوگی وہ اپنی نصف پنڈلیوں تک چادر پیں بانڈھیں گے (بطور فخر و تکبر  
زمین پر نہیں کھٹیں گے) اپنے اعضا و اطراف کو وضو میں دھویں گے۔ اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کے لیے سمندروں میں  
بھی کود پڑیں گے۔ ان میں نماز پڑھنے کا معمول ہوگا اگر قوم نوح علیہ السلام میں وہ معمول ہوتا تو طوفان سے ہلاک نہ کی جاتی۔  
اگر قوم ثمود میں اس پر عمل ہوتا تو وہ بھی شدید آواز سے تباہ نہ کیے جاتے۔“ میرے باپ نے مجھے بتلایا کہ ہم وہ ورق لے کر  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں اس کو پڑھا اور اس کی ساری کیفیت تواریخ  
بیان کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مصحف کے اوراق کے درمیان رکھ دو۔

(۲۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف جو وحی نازل  
فرمائی، اس میں یہ ارشاد بھی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ تم میں سے جو شخص  
بھی نبی آخر الزمان علیہ السلام کا زمانہ پائے تو ضرور ان پر ایمان لے آئے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے  
تو میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور اگر ان کا وجود مسعود نہ ہوتا تو جنت و دوزخ بھی پیدا نہ کرتا۔ میں نے عرش کو پیدا  
کیا تو وہ میری ہیبت و جلال سے لرزنے لگا۔ جب اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو اس کو سکون و قرار آ گیا۔

(۲۳) وہب بن منبہ سے منقول ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت اشیا علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں نبی  
امی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجے والا ہوں جن کی بدولت بہرے کان شوا اور قابل سماعت ہو جائیں گے اور غفلت و جہالت  
کے پردوں میں محبوب دل علم و حکمت کے گہوارے بن جائیں گے۔ سکینت و وقار ان کا لباس ہوگا۔ بزویگی ان کا طرز عمل و  
شعار ہوگا۔ تقویٰ و پرہیزگاری ان کا ضمیر ہوگا۔ حکمت و دانائی ان کا مطمح فکر و فہم ہوگی۔ صدق و وفائ ان کی طبیعت و فطرت ہو  
گی۔ عفو و درگزر ان کا خلق ہوگا۔ عدل و انصاف ان کی سیرت ہوگی۔ حق و صدق ان کی شریعت ہوگی۔ رشد و ہدایت ان کی  
راہنما ہوگی۔ ملت اسلام ان کی ملت ہوگی۔ نام مقدس ان کا احمد ہوگا۔ انہی کی وساطت سے گمراہی کے بعد میں ہدایت  
کا نور لوگوں تک پہنچاؤں گا اور جہالت کے بعد علم و حکمت سے مالا مال کروں گا اور اہل حق کی قلت کے بعد انکو کثرت  
میں تبدیل کروں گا۔ فقر و فاقہ کے بعد غنا و امارت سے مشرف کروں گا۔ بچھڑے ہوؤں کو ملاؤں گا۔ جو دور میں انہیں  
قریب کروں گا جن کے دلوں میں عداوت و دشمنی ہے، وہ اس نبی رحمت و رافت کی وجہ سے العنت و محبت میں  
تبدیل کروں گا۔ مختلف الخیال اور متضاد نظریات کی حامل اہم و اقوام کو متحد و متفق کروں گا۔ ان کی امت کو سب اہم پر



فوقیت و فضیلت عطا کروں گا۔ وہ اوقات عبادت کی جان بہان کے لیے سورج کا خاص طور پر خیال رکھیں گے مبارک ہے ان مقدس دلوں کے لیے جو ان نعمتوں سے مالا مال کیے گئے ہیں۔

(۲۴) حضرت اشعیا علیہ السلام نے بیت المقدس کو (جسے ایلیا اور یروشلیم بھی کہتے ہیں) خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے یروشلیم خوش ہو جا ابھی تجھ پر گدھے کو سواری کا شرف بخشنے والے عیسیٰ مسیح تشریف لاتے ہیں اور ان کے بعد اونٹ پر سواری فرمانے والے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۵) مروی ہے کہ شام کے نصاریٰ میں سے ایک شخص کہ مکرمہ حاضر ہوا چند عورتوں کے پاس سے گزرا جو عید کے موقع پر جمع تھیں جن کے خاوند اپنے بعض امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں غائب تھے تو اس نے عورتوں سے کہا اے قریشی عورت تو تمہارے قبیلہ و قوم میں عنقریب ایک نبی ظہور فرمائے گا اسے میں جن کو احمد کے مقدس نام سے پکارا جائے گا۔ تم میں سے جو نیک بخت ان کی بیوی بننے کا شرف حاصل کر سکے اس کو یہ غنیمت موقع ہاتھ سے گنوانا نہیں چاہیے۔ وہ اتنا کہہ کر چلا گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کی بات کو یاد رکھا پھر عرب کے تمام امراء و روساء کی دعوت نکاح کو ٹھکرا دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کو اختیار کیا۔

(۲۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت و رسالت جو کتب قدیم الہیہ میں موجود ہیں ان میں سے ایک دلیل وہ ہے جو تورات کے سفر اول میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اسماعیل علیہ السلام کے حق میں تمہاری دعا کو قبول کر لیا ہے ان کو برکت دی ہے۔ ان کی نسل کو بہت زیادہ پھیلاؤں گا اور ان کو عظمتوں سے نوازوں گا وہ بارہ اشخاص کو جنم دیں گے جو بہت ہی عظیم ہوں گے ان کو عظیم نعمت میں تبدیل کروں گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح مطلع فرمایا جیسا کہ تورات کے اسی سفر اول میں مرقوم ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے علیحدہ ہوئیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا فرشتہ نظر آیا جو کہنے لگا اے ہاجرہ اے سارہ کی باندی اپنی سردار اور مالک کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے سامنے انکساری و تواضع سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں تمہاری اولاد کو اور نونہالوں کی کھیتی کو بہت زیادہ برطحاؤں گا حتیٰ کہ ان کی گنتی مشکل ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری زاری کو سن لیا ہے۔ غور سے سو تمہیں استقرار حاصل ہوگا اور ایک بچے کو جنم دو گی جن کا نام اسماعیل رکھنا۔ ان کا ہاتھ سب پر ہوگا اور سب کے ہاتھ حضور و خشوع کے ساتھ ان کی طرف پھیلے ہوئے ہونگے (سب لوگ ان کے در اقدس پر سوالی اور بھکاری ہوں گے)۔

علامہ ابن قتیبہ جو اکابر علم و طہارت سے ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس ارشاد باری تعالیٰ میں اس امر پر واضح دلیل موجود ہے کہ حضرت ہاجرہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی ہے کیونکہ اسماعیل علیہ السلام کا ہاتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر نہیں تھا اور نہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا دست سوال و احتیاج کسی ان کی طرف دراز ہوا۔ ایسا ہو بھی کیوں کہ

سکتا ہے جبکہ اولاد اسرائیل و عیصویہ و نبوت دونوں کی مالک بنی اور وہ اولاد اسحاق علیہ السلام ہیں۔

البتہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام معبود ہوئے تو نبوت بھی اولاد اسحاق علیہ السلام کی طرف منتقل ہوئی اور ملک عرب و عجم اور تمام اقوام و اہم ان کے ممتاز دوست و گریہ بنے اور ان کی چو کھٹ پر جیبہ فرسا بھی ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس رسول معظم کی شریعت سے جملہ شرائع کو منسوخ فرما دیا اور ان کے ساتھ سلسلہ انبیاء کو ختم فرمایا اور انہیں کی بدولت آخر زمانہ میں اولاد اسحاق علیہ السلام کو خلافت و سلطنت نصیب ہوئی۔ ان کے ہاتھ سب کے ہاتھوں پر ملند ہوئے اور دوسرے تمام لوگوں کے ہاتھ ان کی طرف احتیاج کے ساتھ راز ہوئے۔

(۴۷) تورات میں مکتوب و مرقوم سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلائل نبوت میں سے ایک یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے طور سینا سے تجلی فرمایا اور کوہ ساعیر سے اس کے انوار ظہور پذیر ہوئے اور فاران کی چوٹیوں سے خود جلوہ نما ہوا۔

تورات کی اس آیت مقدسہ میں غور و فکر کرنے والے پر کوئی خفا و غموض نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کوہ سینا سے تجلی فرمایا ہونے کا مطلب اہل کتاب اور ہمارے نزدیک بالاتفاق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وہاں تورات نازل فرمائی اور کوہ ساعیر سے اس کے انوار کا ظہور بھی سب کے نزدیک باہم معنی ہی ہے کہ اُس نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس مقام پر اعلان نبوت کا حکم دیا اور کتاب انجیل مرحمت فرمائی۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت ارض خلیل علیہ السلام میں واقع قریہ ناصرہ کے اندر کوہ ساعیر کے قریب رہائش پذیر تھے اور اسی شہر کے نام پر آپ کے متبعین نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ جب کوہ سینا اور ساعیر سے متجلی و ظہور پذیر ہونے کا مطلب یہ ہے تو لامحالہ اللہ رب العزت کے جبل فاران سے

خود ظہور فرمایا ہونے کا مطلب بھی یہی ہو گا کہ اس نے وہاں بنی الانبیاء علیہم السلام و الثناء کو سب کتب سماویہ اور صحف قدیمہ پر محیط و مشتمل اور سرور و مویج خلق پر حاوی کتاب عطا فرمائی۔ کیونکہ اہل کتاب اور اہل اسلام سبھی کا اس پر اتفاق ہے کہ کوہ فاران مکہ مکرمہ میں ہے اور اگر وہ کھریف سے کام لیتے ہوئے کہیں جیسا کہ ان کا تفاضل نے فطرت ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں نہیں ہے تو ہم جو اب میں تورات کے حوالے سے ہی کہہ سکتے ہیں (کہ یہ تمہارا سفید جھوٹ ہے) کیونکہ تورات میں لکھا ہے ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کو فاران میں ٹھہرایا۔ نیز ہم پوچھتے ہیں کہ وہ جگہ تبتلاؤ جس کا نام فاران ہو اور وہاں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور جمال و کمال کا ظہور ہوا ہو اور محمد عربی علیہ السلام کے علاوہ وہ نبی تبتلاؤ جس پر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کتاب نازل ہوئی ہو۔ علاوہ ازیں اِسْتَعْلَنَ اور عَلَنَ بھی ظہور و انکشاف ہے اور کوہ فاران سے جس دین کے ظہور و انکشاف کا اللہ تعالیٰ اعلان فرما رہا ہے کیا کوئی شخص بھی دیانت و امانت کا دامن ہاتھ میں رکھتے ہوئے دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ اسلام اور ملت حنیفیہ کے علاوہ کوئی دین ہے۔ دنیا کو کونسا دین و مذہب ہے جو اسلام کی طرح ظاہر و

غالب ہوا اور شرق و غرب اور شمال و جنوب میں پھیلا

(۴۸) سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نبوت پر تورات میں یہ دلیل بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے سفر خاس میں فرمایا۔ میں بنی اسرائیل کے لیے اُن کے بھائیوں میں سے تمہارے جیسا بنی قائم کروں گا اور میں اپنا کلام اُن کے منہ مبارک میں رکھوں گا یعنی زبان ان کی ہوگی اور کلام میرا (قال اللہ تعالیٰ وما یناطق عن الہوی۔ ان هو الا وحی یوحی)

تورات کی یہ آیت مقدسہ بھی صرف سرور عالم علیہ السلام پر صادق ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے بھائی وہی ہو سکتے ہیں جو اولاد اسماعیل علیہ السلام ہیں جس طرح کہا جائے بکر اور تغلب وائل کے بیٹے ہیں پھر کہا جائے گا کہ تغلب بکر کا بھائی ہے اور اولاد تغلب اولاد بکر کے بھائی نہیں۔ اخوت و برادری اگرچہ اُن کے والدین میں ہے مگر اسی نسبت کی طرف یہاں بھی التفات رجوع ہوگا۔

اگر یہود (اپنے کذب قبیح اور تحریف صریح سے کام لیتے ہوئے) کہیں کہ جس نبی کا اللہ تعالیٰ نے رعد فرمایا ہے، وہ بھی بنی اسرائیل سے ہے کیونکہ اولاد اسرائیل باہم بھائی ہیں۔ تو ان کا یہ دعویٰ خود تورات کی رو سے باطل ہے اور نظر عقل سے بھی۔ کیونکہ تورات میں تصریح ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی رسول پیدا نہیں ہوا بلکہ جو بھی تشریف لائے وہ تورات کا درس دینے والے تھے نہ کہ مستقل صاحب شرع۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کی شریعت کے لینے آئے نہیں بلکہ ان کی شریعت تقریباً وہی تھی ماسوا چند امور کے (اور نظر عقل و دلیل کے لحاظ سے بطلان کی وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا مقصد بنی اسرائیل سے نبی مبعوث فرمانا ہوتا تو یوں ارشاد فرماتا۔ اقم لہم نبیاً من انفسہم مثل موسیٰ) میں ان میں سے موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی مبعوث فرماؤں گا یہ نہ فرماتا کہ اُنکے بھائیوں سے جیسے کہ ایک شخص اپنے اچھی کو کہے کہ میرے پاس بنی تغلب بن وائل میں سے ایک آدمی لے آ۔ تو اس کو یہ حق نہیں ہے کہ بنی بکر میں سے کوئی آدمی پکڑ لائے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ تورات کی اس آیت مقدسہ کا مصداق صرف نبی اکرم ہی ہیں اس کی تائید و تصدیق حضرت جبریل علیہ السلام کے قول سے بھی ہوئی ہے جو کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے معاصر و ہم زبان نبی ہیں وہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ظہور میں و برکت اور تقدس و طہارت کے ساتھ جبال فاران سے ہوا۔ ساری زمین احمد مرسل کی تجمید و تقدیس سے پر الوار بن گئی اور وہ اپنے زرد بازو سے روئے زمین کے اور تمام اقوام و ائم کے مالک بن گئے۔

عند قرآن مقدس میں یہی اسلوب و انداز اپنایا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے سرور عالم علیہ السلام کیلئے سبب دعا فرمائی تو عرض کیا دنیا و البش فیہم رسولاً من انفسہم عہ مدارج جلد اول ص ۹۹ اور اس ارشاد کی حکمت یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام امی ہیں صحف و الواح اسی لیے ان پر نہیں اتارے گئے بلکہ دل اقدس مرکز کلام ربانی بنایا گیا اور زبان اقدس سے اس کی تلاوت کرائی گئی۔ فانہ نزلنا علی قبلك باذن اللہ۔ وما یناطق عن الہوی ان هو الا وحی یوحی۔

ادراں کا یہ ارشاد بھی ہے۔ ان کے نور سے زمین جگمگاٹھے گی اور ان کے (مجاہدین کے) گھوڑے سمندروں میں حفاظت خداوندی کے ساتھ تیرائے جائیں گے۔ اور بعض اہل کتاب نے یہ اضافہ کیا ہے کہ کلام جبقون علیہ السلام میں یہ بھی وارد ہے اے محمد علیہ السلام تم عقرب اپنی کمانوں کو تیروں سے بھر لو گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعداء سے سیراب ہوں گے۔ یہاں آپ کے اسم ذات اور صفات دونوں کی تصریح موجود ہے اگر یہودیہ دعویٰ کریں کہ وہ نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں اور یہ دعویٰ ان کے محمود انکار اور تغیر و تحریف سے کوئی بعید بھی نہیں تو ہم پوچھتے ہیں وہ احمد کون ہیں جن کی حمد و ثناء سے تمام رُسے زمین پر ہو گیا اور جبال فاران سے ظاہر ہوئے اور تمام رُسے زمین اور رقاب امم کے مالک بن گئے۔

ابن قتیبہ نے کہا حضرت ثنیاء علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے جس ارشاد کو نقل فرمایا ہے وہ بھی اس امر کا موید ہے کہ تورات کی یہ آیت مقدسہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے (ارشاد ملاحظہ ہو) میرے وہ ایسے عبد خاص ہیں کہ میری ذات ان کی وجہ سے خوش ہو گئی ہے۔ دوسری جگہ ان الفاظ سے حبیب پاک کا ذکر ہے۔ وہ میرے بندے خاص ہیں اور پسندیدہ، وہ میری مسرت و خوشی ہیں۔ میں ان پر اپنے روح مخصوص کا فیضان کروں گا۔ ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا ہے ان پر وحی نازل کروں گا تب تمام امم و اقوام میں ان کا عدل ظاہر ہوگا۔ وہ امتوں کو مختلف وصیتیں فرمائیں گے۔ وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسیں گے اور نہ ان کی آواز بازاروں میں سُنی جائے گی۔ اندھی آنکھوں کو نور عبرت عطا کریں گے۔ حق کے امتاع سے بہرے کانون کو قوت سماعت عطا کریں گے۔ اور مردہ دلوں کو حیات و زندگانی دوام سے مشرف فرما دیں گے جو میں ان کو عطا کروں گا وہ کسی اور کو عطا نہیں کروں گا کیونکہ جس کو جو بھی دیا ہے یا دوں گا وہ محدود و معدود ہوگا مگر جو ان کو دوں گا وہ عدد و حساب سے باہر ہوگا اور احاطہ خلق سے ماوراء وہ احمد ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لائیں گے ایسی حمد جو انوکھے انداز و اسلوب میں ہوگی اور ان اوصاف کے ساتھ جو پہلے کسی نے بیان نہیں کیے ہوں گے۔ وہ زمین کے انتہا یعنی ساحل سمندر کے قریب ظہور فرما ہوں گے۔ سب رُسے زمین کو اور اس کے ساکنین کو نوید فرحت و سرور سننے والے ہوں گے ان کی امت مقام بلند پر چڑھتے ہوئے لا الہ الا اللہ کا نغمہ الایں گے اور ہر مکان رفیع پر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر نیوالے ہوں گے۔ ایک مقام پر ان کی صفت و نعت کا بیان یوں ہے۔ نہ وہ ضعیف و ناتواں ہوں گے اور نہ مغلوب۔ نہ خواہشات نفس کی طرف مائل ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے بلکہ ان کی آواز بھی بازار میں سنائی نہیں دے گی۔ صلوات و خیار کو خواہ وہ قصب ظلم سے بھی ضعیف کیوں نہ ہوں ذلیل و رسوا نہیں کریں گے بلکہ وہ مخلصین و صدیقین کو قوی و توانا بنائیں گے وہ فروتنی و عاجزی میں لوگوں کے ملجا و ماویٰ اور آسرا و سہارا ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے نور ہیں جن کو بھایا نہ جائے گا اور نہ ان کا مقابلہ کیا جاسکے گا حتیٰ کہ زمین میں میری حجت و دلیل راسخ و ثابت ہو جائے گی اور جہالت و لاعلمی کا عذر ختم ہو جائے گی۔ انسان تو انسان جن بھی ان کی کتاب کی اطاعت و اتباع کریں گے۔ اس مقدس بیان میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے ساتھ ساتھ نام اقدس کی بھی صراحت و وضاحت کر دی گئی ہے۔

اگر یہود کہیں اس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کونسی تورات دی گئی ہے ان کی کتاب تو قرآن مجید فرقان حمید ہے۔ ہماری طرف سے جو ابا گذارش ہے کہ مقصود باری تعالیٰ یہ ہے کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات کی مانند کتاب عطا کروں گا (مگر تورات موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل نے بھی بخوشی قبول نہ کی لیکن اس کتاب کو جن بھی بخوشی قبول کریں گے،

حضرت کعب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بیت المقدس نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنی بے رونقی اور ویرانی کی شکایت کی تو اس کو بشارت دی گئی میں عنقریب تجھے تورات موسیٰ علیہ السلام کی جگہ ایک نئی کتاب اور یہود کی بجائے نئے عبادت گزار عطا کروں گا جو راتوں کو تیری طرف ایسے پناہ پکڑیں گے جیسے زریزہ اپنے گھونسے کی طرف اور تجھ پر اس طرح قلبی لغت رغبت رکھنے والے ہوں گے جیسے کبوتری اپنے انڈوں پر اور تجھے حالت سجود میں اپنے رخساروں کے ساتھ بھرینگے۔

ابن قتیبہ نے کہا کہ حضرت ثعلبہ علیہ السلام کے صحف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یوں ہے "میں ہی وہ خدا ہوں جس نے تمہیں حق کے ساتھ معظّم و مکرم بنایا اور سب امتوں کا نور بنایا اور بالخصوص عرب کے ساتھ تمہارے بھیجے کا عہد کیا تم اندھوں کی آنکھوں کو بینا کر کے اور ظلمات کفر و ضلالت میں گرفتار لوگوں کو چھٹکارا دلا کر نور ایمان کی طرف پہنچاؤ گے۔"

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ تورات کی فصل خامس میں ہے میرا مقدس وہ ہے جس کی سلطنت اس کے کندھے پر ہے۔ مراد اس سلطنت سے علامت نبوت ہے یہ منہوم سریانی تفسیر کا ہے اور عبرانی تفسیر یوں ہے کہ اس کے کندھے پر علامت نبوت و رسالت ہے (یعنی ان کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں۔ داؤد علیہ السلام نے ان کا ذکر تورات میں یوں بیان فرمایا۔ رب تبارک و تعالیٰ کی تازہ اور نوبتو تعریف کرو۔ اس ذات اندس کی حمد و ثنا بجالاؤ جس کا مسکن صالحین کے قلوب منورہ ہیں۔ اسرائیل کو اپنے خالق پر خوش ہونا چاہیے اور صیہون والے گھروں پر کیونکہ اس نے اپنے آخر الزمان پیغمبر کے لیے ان کی امت مرحومہ کو چن لیا ہے اور اس کو خصوص نصرت و اعانت سے نوازا ہے۔ اور ان کی بدولت صلحاء و اتقیاء کو کرامت و عزت کے ساتھ مضبوط و توانا کر دیا ہے۔ اس امت کے افراد اپنے مولا جل و علیٰ کی حمد و ثنا اپنی خواہ گاہوں میں جاری رکھیں گے۔ بلند آوازوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کریں گے۔ ان کے ہاتھوں میں دو دھاری تلواریں ہوں گی تاکہ وہ لوگ جو خالق و نازک کو بھول گئے اور اس کی بدت نہیں کرتے ایسے باغی اور کل جم و اقوام کے ملوک کو قیود اور پیرلوں میں جکڑیں اور ان کے امر اور اشراف کے حکم میں طوق ڈالیں۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کون ہے امت عربیہ کے علاوہ جن کی تلواریں دو دھاری ہوں اور کون ہیں امت امیہ کے علاوہ جو عاصی و باغی امتوں سے انتقام لینے والے ہوں؟ اور کون ہیں وہ بنی جو تلوار کے ساتھ مبعوث ہوئے ماسوائے نبی آخر الزمان علیہ السلام کے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ زبور شریف کے ایک اور مقام پر یوں تعریف مصطفیٰ علیہ التیمۃ و النصار مذکور ہے اے قدرت

الیہ اور سطوتِ خداوندی کے مظہر نبی اپنی تلوارِ جمائل کرو کیونکہ تمہاری عزت و عظمت اور شرائع و احکام کا اجرا تمہارے زور بازو کے ساتھ وابستہ ہے۔ تمہارے تیر تیز کیے ہوئے ہیں اور اقوامِ امم تمہارے آگے تظلماً بھگنے والی ہیں۔

پس کون ہے تلوار کو جمائل کرنے والا سولے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کونسی امت ہے جن کے آگے قلیتیں سرنگوں ہوئیں علاوہ نبی الانبیاء و امام الرسل علیہ وعلیہم السلام کی امت کے اور کون ہے جس کے احکام و شرائع اس کی سمیت و شوکت سے وابستہ ہیں وہ صرف اور صرف وہی نبی ہیں جن کا مخالفوں کے لیے صرف یہ پیغام ہوتا تھا کہ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔ یا جزیرہ سے کر رہا بن جاؤ اور یا پھر تلوار کے ساتھ فیصلہ ہوگا اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرب نے دبدبہ سے میری مدد فرمائی گئی ہے۔

ابن قتیبہ نے فرمایا کہ زبور کے ایک اور باب میں یوں مرقوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صیغون یعنی عرب سے ظاہر فرمایا جب کہ وہ قابلِ ستائش اکلیل و تاج ہیں۔ اکلیل و تاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت و حکومت کی طرف اشارہ ہے اور قابلِ ستائش (محمود) بمعنی محمد ہے (لو اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت واضح طور پر موجود ہے)۔

زبور کے ایک اور باب میں یوں منقول ہے کہ آنے والے نبی سمندر سے اور دریاؤں سے منہائے ارض تک کو اپنے تصرف میں لے آئیں گے۔ اہل جزیرہ ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں گے اور ان کے دشمن خاک بوسی کریں گے۔ بادشاہان نے لے کر حاضر ہوں گے اور نبی عظیم دریم مجال میں گئے اور تمام مہم و مسائل ان کے سامنے اطاعت و انقیاد سے مس آئیں گے۔ لڑکے وہ مجبور اور مفلوک الحال غریب و ضعیف، کوزبر و دستوں اور ظالموں کے پنجہ اسبداو سے چھڑکاؤ لائیں گے ضعیفوں، مالواناؤں پر رافت و رحمت فرمائیں گے۔ بلا و سب کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں گے۔ ان پر ہر وقت درد بڑھا جائے گا اور ہر دن ان کے لیے برکت و بچانے کی۔ اور ان کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔

ابن قتیبہ نے فرمایا کون ہے وہ نبی جو سمندر، دریاؤں اور جملہ ذرات کے علاقوں پر حکم ان ہوا اور ساحل سمندر سے منہائے زمین تک جس کی حکمرانی قائم ہوئی۔ اور کون ہے وہ ذاتِ اقدس جن پر ہر وقت درد بھجھا جاتا ہے اور خیرات و برکات کی باران رحمت ان پر برس رہی ہے۔ وہ انبیاء رسل میں سے صرف نبی الانبیاء و امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی ہے۔ زبور مقدس میں ہی ایک جگہ زبور دہا کو ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے رب قدوس حامل سنت کو بھیج تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جنگی الوہیت کا اعتقاد رکھے ہوئے ہیں اور مسیح علیہ السلام ابن الشار اللہ نہیں ہیں بلکہ بشر ہیں اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کئی صدیاں پہلے ان کی خبر دی جا رہی ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق پیدا ہونے والی بدعتیگی کا اعلان فرما رہے ہیں اور اس کے ازالہ کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا فرما رہے ہیں۔

صحفِ شعیب علیہ السلام میں ہے مجھے کہا گیا اٹھو غور سے دیکھو اور تبتلاؤ کیا نظر آتا ہے میں نے (خدا و انور بعیرت سے

مستقبل پر نگاہ دوڑا کر عرض کیا مجھے دو سوار آتے ہوئے نظر پڑے ہیں ایک گدھے پر سواری فرمانے والے ہیں اور دوسرے اونٹ پر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ہے کہ بابل تباہ ہو گیا ہے اور اس میں موجود معبودات باطلہ اور اوثان و اصنام زمین پر گھیٹے جانے والے ہیں۔

گدھے کو سواری کا شرف بخشنے والے سے مراد باتفاق اہل انجیل و اہل اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تو لا محالہ اونٹ پر سواری فرمانے والی ہستی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ کیا بابل کی بربادی اور اس کے اصنام و اوثان کی تباہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کی امت کے) ہاتھوں نہیں ہوئی بحالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے بابل میں بادشاہ اور رعایا اصنام و اجار کی ہی عبادت کرتے چلے آتے تھے اور کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی سواری کے ساتھ نسبت اس کے زیادہ مشہور و معروف نہیں جتنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گدھے کی سواری کے ساتھ۔

ابن قتیبہ نے انجیل عیسیٰ علیہ السلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کا ثبوت پیش کرتے ہوئے متعدد آیات ذکر کی ہیں مجملہ ان کے یہ آیت مقدسہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حواریوں کو فرمایا میں جاتا ہوں اور تمہارے پاس فارقلیط تشریف لاتے ہیں جو روح حق ہیں اور اپنی طرف سے نہیں بولتے (وما یناطق عن الہوی۔ ان ہوا لادھی لوجی۔ قرآن حکیم وہ اپنی زبان پر وہی لاتے ہیں جو ان کو کہا جاتا ہے۔ وہ بھی مجھ پر گواہ ہوں گے اور تم بھی کیونکہ سب لوگوں سے پہلے میری صحبت اور معیت کا شرف حاصل کرنے والے ہو۔ اور وہ (فارقلیط) تمہیں ہر وہ شے بتلائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کر رکھی ہے۔ یوحنا نے حضرت مسیح علیہ السلام سے نقل کیا۔ فارقلیط اتنے وقت تک تشریف نہیں لائیں گے جب تک میں نہیں جاؤں گا۔ جب وہ تشریف لائیں گے تو اہل جہاں کو بد اعمالیوں پر سرزنش کریں گے اور وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہیں گے بلکہ جو اللہ تعالیٰ سے سنیں گے نہیں بتا دیں گے۔ حق و صداقت کے ساتھ تمہاری سیاست و نگہبانی کریں گے اور تمہیں امور غیبیہ اور آنے والے واقعات و حوادث کی اطلاع دیں گے۔

بے شک فارقلیط روح حق ہے جس کو میرا خالق میرے نام (نبوت و رسالت) کے ساتھ مبعوث فرمائے گا وہ تمہیں جملہ اشیاء کی تعلیم دیں گے اور ہر شے کی خبر دیں گے۔

فرمایا میں اپنے خالق سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارے پاس ایک اور فارقلیط بھیجے جو تمہارے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہے اور تمہیں ہر چیز کی تعلیم دے۔

ایک آیت میں ہے کہ (مبعوث ہونے والے مقدس نبی و رسول جن کا نام احمد ہوگا) کی بشارت سنانے والے (عیسیٰ علیہ السلام) جاتے ہیں اور ان کے وہی فارقلیط (جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے) اسرار و حکم کے ساتھ مبعوث ہوا چاہتے ہیں وہ ہر چیز کی تفسیر بتلائیں گے اور میرے حق میں شہادت (حقیقت و صداقت) دیں گے جیسے کہ میں نے ان کے لیے شہادت صدق نبوت و رسالت دی ہے۔ میں تمہارے ساتھ امثال اور تشبیہات میں بات کرتا ہوں اور وہ ان

کی تاویل اور حقیقت اور مقاصد و مطالب سے تمہیں آگاہ فرمائیں گے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ یہ امور جو انجیل میں منقول ہیں، عقلی طور پر مختلف ہونے کے باوجود باہم متفق و متحد ہیں اور مفہوم و مقصود میں تقریباً ایک ہیں اور یہ اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ انجیل کے ناقل متعدد ہیں ہر ایک نے اپنے انداز بیان کے مطابق نقل کرتے ہوئے قدرے اختلاف پیدا کر دیا۔

الغرض ہم اہل انجیل سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ روح حق جو حکم خداوندی کے بغیر کلام نہیں فرماتے اور وحی الہی جن کی زبان پر جاری رہتی ہے وہ کون ہیں؟ وہ ہستی جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد آنے والے ہیں اور ان کے حق میں شاید دو گواہ ہیں وہ کون ہیں اور کون ہیں جنہوں نے جو اذات زمانہ سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے۔ خروج و مجال کی خبر دی۔ ظہور دایۃ الارض سے آگاہ فرمایا۔ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی اطلاع دی وغیر ذالک۔ امور غیبیہ مثل قیام قیامت۔ حساب و کتاب اور جنت و دوزخ وغیرہ سے آگاہ فرمایا اور خبردار کیا۔ حالانکہ یہ تفصیلات نہ تو رات میں بیان کی گئی ہیں اور نہ انجیل کے اندر۔

ان امور کی اطلاع صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور وہ ہی ان بشارات کا مصداق ہیں اور محکم مژدہ و بشارت (ف) ناقلیط بمعنی حامد ہے اور اس وصف میں سرکارِ دو عالم سب سے فائق ہیں اسی لیے آپ کو اللہ تعالیٰ نے احمد فرمایا یعنی سب سے زیادہ تعریف خداوندی کرنے والے اور معنی رسول ہے اور بعد از مسیح علیہ السلام صرف آپ ہی شان نبوت و رسالت کے ساتھ ظہور فرما ہوئے ہیں۔

انجیل متی میں ہے کہ جب یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو قید کر لیا گیا تاکہ شہید کر دیے جائیں تو ان کے تلامذہ اور نیاز مندوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی خدمت میں آدمی بھیج کر پوچھا کہ تم ہی وہ آنے والے نبی ہو جن کی بشارتیں آسمانی کتب اور صحف میں موجود ہیں یا آپ کے علاوہ کسی اور کی بعثت بھی متوقع ہے تاکہ ہم ان کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کریں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا سچی اور یقینی بات کہتا ہوں کہ اب تک کسی ماں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے افضل و برتر ہستی کو جنم نہیں دیا۔ تو رات اور اس کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں نبوت و رسالت اور وحی والہام کے بقاء و دوام پر متفق رہیں حتیٰ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تشریف فرما ہوئے۔ تو اب چاہو تو ان کو شہید کر دو کیونکہ اب ایلیا اس تیاری میں ہے کہ خود آئے جس کے کان سننے کے قابل ہیں وہ غمزدہ سے اس بات کو سن لے۔

ابن قتیبہ نے کہا کہ لفظ ایلیا تین حال سے خالی نہیں ہے یا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ احمد ذکر کیا مگر انہوں نے داہام و اخفا پیدا کرنے کے لیے، اس کو ایلیا سے تبدیل کر دیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عادت تحریف کو بیان کرتے ہوئے فرمایا یح فون الکلم عن بعض مواضع یعنی کلماتِ تورات و صحف کو ان کی مناسب جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں۔ لہذا انہوں نے احمد کو ایلیا سے تبدیل کیا جس کا لفظ ان کی زبان میں ایلیا ہو کے ساتھ کیا جاتا ہے۔



اور بیان کا مطلب یہ ہے کہ ایل (یعنی اللہ) آنے والا ہے اور اس کی آمد کا مطلب یہی ہے کہ اس کا رسول اس کی کتاب لے کر آنے والا ہے جیسا کہ تورات میں ہے جہاں اللہ من سینا اللہ تعالیٰ سینا سے آیا اور مراد موسیٰ علیہ السلام کا تورات کیساتھ مبعوث ہونا ہے۔ الغرض بعد از مسیح علیہ السلام سوائے قرآن مجید کے اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور نہ رسول اکرم کے علاوہ کوئی صاحب کتاب نبی آیا۔

اور بیان کا یہ مطلب ہے کہ بعد میں ایسا نبی تشریف لائے والا ہے جو اس نام کے ساتھ مبعوث ہوگا اور یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ خود ان کے نزدیک بھی اس امر پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ان تین حالتوں میں سے جو بھی ہو اس آیت مقدسہ کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، و رسالت تسلیم کیے بغیر ممکن نہیں لہذا یہ آیت بھی خاتم الانبیاء والمرسلین کی بشارت ہے اور بنی اسرائیل کو ان کی راہ میں آنکھیں پھیلنے کا امر و حکم ہے۔

”لکن مکرمہ حرم پاک اور بیت اللہ کا ذکر کتب قدیمہ میں بہ زماہ ابن قتیبہ“

حضرت شعبا علیہ السلام کی کتاب میں ہے عنقریب جنگوں اور شہروں کو آل قیدار کے محلات بھڑکیں گے جو ہمہ وقت تیسچ میں مصروف رہیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں سے نام خداوند کو بلند کریں گے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم اس کے شایان شان کریں گے اور اس کی تیسچ و تقدیس کو بحر و بر میں پھیلائیں گے۔

ہم سب اہم و اہم کے لیے دور سے ایک علم و نشان قائم کر دیں گا اور انہیں زہر کے اطراف و اکناف سے نذر دی جائے گی تو وہ بڑی سرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ وہاں حاضر ہو جائیں گے۔

ابن قتیبہ نے کہا کہ آل قیدار سے مراد عرب ہیں کیونکہ سب اہل تاریخ اور باخبر لوگوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور اس علم و نشان سے مراد جس کے قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا: نبوت و رسالت ہے اور لوگوں کو اطراف و اکناف ارض سے نذر دینے کا مطلب انہیں حج بیت اللہ کے لیے بلانا ہے اور یہی مضمون قرآن مقدس میں باری انداز و اسلوب منقول ہے۔

و اذن فی اللہ۔۔۔ بالبحر بانوث رجالہ علی کل ضامر یا تین من علیٰ فیج عمیق۔

اور اے خلیل اللہ علیہ السلام لوگوں میں سچ کے لیے اعلان کرو وہ تمہارے پاس پیدل اور بھکی ماندی اونٹنی پر سوار ہو کر حاضر ہوں گے جو گہرے راستوں سے گذر کر آنے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ عنقریب مہب صبا باد صبا کے چلنے کی جگہ سے ایک قوم پیدا فرمائے گا تو وہ جانب مشرق سے آئیں گے، اللہ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اور جوق در جوق کہ ان کی کثرت سے روئے زمین پر ہوگا۔ اور روئے زمین کو اس شخص کی مانند پامال کریں گے جو گیلی مٹی میں پاؤں مار مار کر اس کو گوندھتا ہے اور برتنوں وغیرہ کے لیے تیار کرتا ہے۔

باد صبا جانب مشرق سے چلتی ہے تو اس آیت میں خراسان اور اس کے گرد و نواح سے قوم پیدا فرمانے کی خبر دی گئی

ہے پس کون ہیں وہ جو سب صبا (مشرق) میں رہنے والے ہیں اور بیک انہم بیک کہتے حقوق درجوق حاضر ہوں گے اور اس طرح کثیر التعداد ہوں گے جیسے ذرا ہائے خاک اور کون ہیں وہ جو روئے زمین کو ترمٹی گوندھنے والے کی طرح روندیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ترمٹی کے پامال کرنے والے کے ساتھ تشبیہ و تمثیل دور واز کی مسافت طے کر کے آنے والوں اور تھکے ماندے لوگوں کی ہو۔ یا اس سے دوران طواف رمل کرنے اور درمیانی دور گانے کی طرف اشارہ ہو۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ حجر اسود کے متعلق شیعہ علیہ السلام نے التدریب العزت کا ارشاد یوں نقل فرمایا میں وہ ہوں جو صہیون یعنی بیت التدریب میں ایک باعزت گوشے کے اندر ایک عظیم الشان پتھر نصب کرنے والا ہوں اور بیت التدریب کے گوشے میں نصب کردہ پتھر حجر اسود ہے جس کی کرامت و عزت یہ ہے کہ اس کو چومنا ہے اور احتمال کیا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ کے ذکر میں حضرت شیعہ علیہ السلام فرماتے ہیں: چل اور مجھوم مجھوم جا اسے عاقر و عقیم جس نے کسی کو جنم نہیں دیا اور تبیح و تجید کے ساتھ نطق میں آ اور خوشی مناجبکہ تو حاطہ نہیں ہونی کیونکہ تیری اہل و اولاد میرے اہل و عیال سے زیادہ ہوگی یعنی اہل بیت المقدس کی نسبت اہل بیت التدریب ہوں گے۔ مقصد یہ ہے کہ اہل مکہ مع حجاج و زائرین کے نسبت اہل بیت المقدس کے زیادہ ہوں گے۔ مکہ مکرمہ کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ و تمثیل دی گئی جو عاقر و عقیم ہو اور کسی بچے کو جنم نہ دیا ہو اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت سے قبل صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے تھے (جبکہ وہ با بیان کعبہ مبارکہ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہیں) اور کتاب تو سرے سے نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس آیت میں عاقر سے مراد بیت المقدس بیا جانا درست نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو انبیا علیہم السلام کا گھر ہے اور نزول وحی کا محل و مرکز لہذا اس کو عقیم عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی کوئی وجہ جو انہیں ہو سکتی۔

صحف شیعہ علیہ السلام میں مکہ مبارکہ کا ذکر کرتے ہوئے

— اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنی ذات اقدس کی قسم کھانی جسا کہ نوح علیہ السلام کے ایام نبوت میں کھانی نھی کہ زمین کو طوفان کے ساتھ غرق کروں گا۔ تو اب یہ قسم کھانی ہے کہ تجھ پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور نہ تجھے نظر انداز کروں گا۔ پہاڑ اسی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں قلعے زمین بوس ہو سکتے ہیں لیکن مرے انعامات و احسانات تجھ سے زائل نہیں ہو سکتے۔

پھر ارشاد ہوا اے مسکین اور مضطرب و میقرا مکہ میں حسن و جمال کے ساتھ تیرے پتھروں کی تعمیر و بنا کرنے والا ہوں۔ تجھے جو اہرات کے ساتھ مزین کرنے والا ہوں اور تیری چھتوں پر موتیوں کے ساتھ اور دروازوں پر زرد کے ساتھ جڑاؤ کرنے والا ہوں۔ تو ظلم ظالمین سے دور ہو جائے گا لہذا خوف نہ کھا اور ضعف و ناتوانی تجھ سے دور ہو جائے گی لہذا اعجز و ناتوانی کا احساس ختم کر دے جو ہتھیار بھی بنانے والے بنائیں وہ تجھ پر اثر انداز نہیں ہوں گے جو زبان بھی تیرے ساتھ مخالفت و منازعت میں کھلے گی اور منکلم ہوگی وہ زبان بند ہو جائے گی اور گنگ۔ فلاح و کامرانی صرف تیرے مقدر میں ہوگی۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا "عنقریب اللہ رب العزت تجھے نیا نام عطا فرمائے گا۔ یعنی مسجد حرام کے نام سے موسوم ہوگا جب کہ قبل ازیں کعبہ کے نام سے مشہور تھا۔"

فرمانِ خداوندِ کریم ہے۔ اے بیت اللہ بلند ہو اور چمک کیونکہ تیرے نور اور خدا داد و تقار و عظمت کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ اپنی نگاہ سے ذرا اپنا گرد و پیش دیکھ۔ کیونکہ نسلِ انسانی عنقریب خاک سے پیدا ہوئی اور تو اس خاک کی عنقریب حاصل ہے اس لحاظ سے تو ان سب انسانوں کی ماں ہے اور وہ سب تیری اولاد تیری حاضری کے لیے جمع ہو رہی ہے اور سب تیرے بیٹے بیٹیاں سویرے سویرے تیرے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ اُس وقت تیری خوشی اور تروتازگی کی انتہا نہیں رہے گی تیرے دشمن خوفزدہ ہوں گے تیرا دل جزاوت و شجاعت سے بھر جائے گا۔ قیدار کی بھٹی بکریاں (نثار ہونے کے لیے) تیری طرف جمع ہونے والی ہیں اور بناوت قبیلہ کے سردار تیری خدمت گزاری کے لیے حاضر ہیں۔

حضرت بناوت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور حضرت قیدار کے بھائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آل قیدار سے ہیں۔

وحی ربانی میں ہے تیرے دروازے شب و روز ہمیشہ کے لیے کھلے رہیں گے اور کبھی (کسی خوف و خطر کے تحت) بند نہ ہوں گے۔ لوگ تجھے قبلہ بنائیں گے اور تجھے رب تعالیٰ کا شکر کہا جائے گا یعنی بیت اللہ (پر مشتمل ہونے کی وجہ سے) (اے مکہ کی سرزمین) ذرا اپنے ارد گرد نظر دوڑا اپنی بہت درد نلق کو دیکھتے ہوئے خوشی منا کیونکہ سمندروں کے ذخائر تیری طرف پہنچ رہے ہیں اور اہم اقوام بصورت عساکر و افواج موج در موج تیرے حج کرنے کو آ رہے ہیں حتیٰ کہ تجھے قطار اندر قطار آنے والے اونٹ آباد و مہمور کریں گے اور ان قطاروں کے سمانے کی تجھ میں گنجائش بھی نہیں رہے گی۔ مدین کے مینڈھے تیری راہ پر چلائے جائیں گے اور قیدار کی بھٹی بکریاں (تاکہ تیرے رب کی بارگاہ میں قربان کی جائیں) اہل سب تیری حاضری کو آتے ہیں اور بناوت کے آدمی تیری خدمت کرتے ہیں یعنی بیت اللہ کے مجاور اور چاہی بردار بناوت بن اسماعیل کی اولاد تھی۔

## ذکر مکہ شریفہ کے راستوں کا صحفِ شعیب علیہ السلام میں

ابن قتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحفِ شعیب علیہ السلام میں مرقوم ہے:

○ میں بادیہ (دیرانہ اور آبادی سے خالی مقام) کو لبنان والی کرامت اور کرمال والی رونق عطا کروں گا۔

کرمال و لبنان سے مراد شام و بیت المقدس ہیں اور مطلب یہ ہے کہ وحی و نبوت اور رسل کرام کی مسلسل تشریف

آدمی سے شام اور بیت المقدس میں جو برکت و رحمت تھی وہ بادیہ عرب میں اور مکہ مکرمہ کی وادی غیر ذی زرع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اور فریضہ حج کی وجہ سے ظاہر کروں گا۔

○ جنگل میں پانی کے چتے پھوٹیں گے اور سیراب کرنے والے نلے ندیاں بننے لگیں گے خشک چٹیل اور پیالے

صحرا چشموں اور پانیوں سے بھر لو رہوں گے اور اس جگہ حج کا مقام محل ہوگا۔ حرم کی راہ پر اہم واقعات کی تجاسسوں اور غلاظتوں کا گذر نہیں ہو سکے گا اور نہ حرم کی قدر و منزلت سے بے خبر لوگوں کا۔ نہ اس میں درندے ہوں گے اور نہ شیر۔ اس پر صرف صالحین و مخلصین کا گذر ہوگا۔

○ کتاب حزقیل علیہ السلام میں منقول ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے عصیان و طغیان اور تمرد و سرکشی کا ذکر کیا اور انکوڑ کے روگ والے درخت سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا یہ روگ اور مرض میں مبتلا درخت اب زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گا بلکہ اس کا مالک سخت ناراضی اور غیظ و غضب سے اس کو اکھاڑ کر زمین پر پھینک دے گا۔ بادِ سموم اس کے پھلوں کو جلا کے رکھ دے گی اور اس کے بعد عنقریب ایک بادِیہ دو پرانہ میں جس کی طرف راہیں مفقود اور جہاں پانی نایاب ایک پودا کاشت کیا جائے گا اور اس کی مضبوط شاخوں سے آگ نکلے گی جو پہلے پودے کے پھلوں کو کھا جائے گی اور وہ خود بھی اس میں بھسم ہو جائے گا حتیٰ کہ نہ اس کی مضبوط چھڑی حاصل ہو سکے گی اور نہ ہی کوئی شاخ ہاتھ آسکے گی۔

○ کتاب شعیبا علیہ السلام میں حرم کہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

بھیڑیے اور اونٹ اس میں لکھے چریں گے اور ایسے ہی دوسرے درندے حرم کے اندر کسی بھی جانور یا جاندار کو ایذا و تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور جب حدود حرم سے نکل جائیں گے تو درندوں سے خائف ہو کر بھاگ جائیں گے۔ اور شکاری جانور دوسروں کے شکار پر چریں نظر آئیں گے جیسا کہ حرم میں داخل ہونے سے قبل تھے (ف)

## صحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جنگ بدر کا ذکر کتب قدیمہ میں

حضرت شعیبا علیہ السلام نے بدر کے دن کا تذکرہ فرماتے ہوئے اور کفار و مشرکین کی ہزیمت و شکست بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

صحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم ان کو ایسے پاٹمال کریں گے جیسے کہ سل کھلیان کو بھوسہ بناتے ہیں اور کفار عرب و مشرکین پر بلاد آسمانی و آفات ناکمانی نازل ہوں گی اور وہ شکست کھا کر بھاگ جائیں گے دوسرے مقام پر فرمایا وہ سوتی ہوئی تلواروں سے اور چلیہ پر بھی کمانوں اور خون آشام تیروں سے اور جنگ کی شدت و سختی سے بھاگ نکلیں گے۔

عہ کتاب میں لفظ حمل ہے جس کا ترجمہ اونٹ ہے مگر ظاہر یہ ہے کہ دراصل لفظ حمل ہے جس کا معنی بھیڑ کا بچہ ہے اور بھیڑیے کے ساتھ اس کا مل کر حرم میں رہنا قدرت خداوندی کی اہم دلیل ہے نہ نسبت اونٹ اور بھیڑیے کے واللہ ورسولہ اعلم۔

(ف) یہ خصوصیات صرف حرم مکہ مکرمہ میں پائی جاتی ہیں اور بیت المقدس کے ارد گرد یہ صورت حال نہیں ہے تو واضح ہو گیا کہ ان آیات کا مصداق حرم پاک اور مکہ مکرمہ ہی ہے۔

ابن قتیبہ نے فرمایا کہ کتب قدیمہ میں موجود یہ آیات اور غلامات، بیانات ایسے ہیں جن کی اہل کتاب شب و روز تلاوت کرتے ہیں نہ ان کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کر سکتے ہیں۔ اگر کسی امر کا ان کو انکار ہے تو وہ فقہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کا وہ کھلے دل سے اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور ان کو اس سے انکار اس معاملہ میں تذبذب اقبال اعتبار و اعتماد ہے کیونکہ آنے والے پیغمبر جس کی بشارات حد تو اترا تک ان کی کتابوں میں موجود ہیں ان کے نزدیک مشفق ہیں اور اسی کا عربی ترجمہ محمد ہے لہذا وہ نادانستہ یا راستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا بھی اقرار کرنے پر مجبور ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ الحمد للہ کی جگہ کہتے ہیں ستیلاً لا یلہنا جوب شفق بمعنی حمد ہے تو مشفق بمعنی محمد ہے۔

علاوہ ازیں جن صفات نبوت کا دارا اقرار کرتے ہیں اور آنے والے پیغمبر میں ان کی موجودگی ضروری قرار دیتے ہیں اور ساری کی ساری بلا کم و کاست سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و افعال اور صفات و خصال آپ کے زمان سعادت نشان اور مقام ولادت، مکان ہجرت اور تفصیل شریعت پر پوری طرح منطبق ہیں۔

لہذا اگر ان کا موصوف و مصداق ذات سرور کائنات علیہ السلام والصلوات نہیں ہے تو ہمیں بتلائیں کہ ان صفات کا مالک کونسا نبی ہے جس کے سامنے سب قبائل و اقوام اور ائم و اجدال سرنگوں ہوئے ہوں، ان کی طاعت و غلامی کے لیے کمر بستہ ہوئے ہوں اور ان کی دعوت پر لبیک کہا ہو۔ در صاحب جمل (اونٹ دلے) کون ہیں جن کے ہاتھوں بائبل اور اس کے اصنام و اوثان نیست، و نابود ہوئے اور قیدار بن اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے پیدا ہونے والی و امت کہاں ہے اور کونسی ہے جو پہاڑوں کی بندلیوں پر سے ملیبہ اور اذان کے ساتھ آواز بلند کرنے والے ہیں اور جنہوں نے تسبیح باری تعالیٰ کو بحر و بر میں پھیلایا اور عام کیا۔ ناممکن ہے کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے اور کوئی ان صفات کا موصوف، ان حکایات، کا محلی عمدہ اور عنوانات کا معنون اور مصداق بن سکے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

علامہ ابن قتیبہ نے فرمایا کہ اگر یہ اخبار اور اعلانات اہل کتاب کے کتب و صحف میں موجود نہ ہوتے تو قرآن مقدس نے ان کی کتابوں میں مذکور صفات نبویہ کے حوالہ جات سے جو حقانیت نبوت واضح فرماتی ہے اسکی کوئی وجہ صحت نہیں ہو سکتی مثلاً ارشاد رب العزت ہے۔

(۱) الذی یجدونہ مکتوباً عندہم فی التورۃ والانجیل۔

جس نبی مکرم کے اوصاف و کمالات کو اہل کتاب اپنی تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

(۲) لعل تصفرون بآیات اللہ وانتم تشهدون۔

کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ گنہگار تھے ہو حالانکہ تم ان کی حقانیت و صداقت کے گواہ ہو اور ان سے

باخبر ہو۔

(۳) یعرنونہ کما یعرنون انباءہم۔

محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طرح جانتے پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو۔

(۴) ومن عنده علم الكتاب -

میری حقانیت نبوت پر وہ لوگ شاہد ہیں جن کے پاس علم کتاب یعنی تورات ہے۔  
اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کو اپنی کتابوں کے ذریعے مکمل علم نہ ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ امر کیونکہ درست ہو سکتا تھا کہ ان پر حجت قائم کرتے ہوئے ایسے دلائل بیان فرماتے جو ان کی کتابوں میں موجود ہی نہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں میری حقیقت نبوت پر دلیل یہ ہے کہ تم میرے متعلق اپنی کتابوں میں پوری تفصیل لکھی ہوئی پاتے ہو اگر انکے ہاں کچھ بھی مسطور و مرقوم نہ ہوتا تو الٹا یہ امر ان کے لیے نبوت مصطفویہ کا قائل بنانے کی بجائے نفرت اور بُعْد و اجتناب کا موجب ہو جاتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور یحییٰ بن اہل کتاب نے حقیقت حال کو دریافت کر لیا تو فوراً اسلام لے آئے اور علامی مصطفیٰ علیہ التمجید والثنا کا پیٹھ اپنے گلے میں ڈال لیا اور جب بھی دوسرے یہود کتمانِ حق کرنے لگتے تو یہ ان کی مکاری و عیاری کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیتے اور ان کو باوجود انتہائی مکار و فریب کار ہونے کے قرآن مقدس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دعوؤں پر ذرا بھرجوچن و چراکی جرات نہ ہوتی۔ ورنہ پوری دنیا کے یہود نصاریٰ چلا اٹھتے اور آسمان سر پر اٹھالیسے مگر ان کا کثرتِ تعداد اور فراوانی وسائل و ذرائع کے باوجود مہرب لب رہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اعلانات کی صداقت پر دلیل قاہرہ ہے والحمد للہ علی ذالک۔

میں کتابوں ہمیشہ سے اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفات کمال اور آیات جمال و حسن خصال سے جانتے تھے زبانِ اقرار بھی کرتے رہے اور لوگوں کو ان کے ظہور و خروج کا وعدہ بھی دیتے رہے اور اپنے اہل و عیال کو ان کے ساتھ ایمان لانے کی وصیت بھی کرتے رہے جب اپنے خاکدانِ عالم پر قدم رنجہ فرمایا تو جو باتوں میں سے جو غمگند تھے اور سعادت ازلی سے بہرہ مند وہ نور ایمان سے منور ہو گئے اور کم عقل اور ازلی بد بخت حسد کی کالک سے رو سیاہ ہو کر درپٹے عناد و فساد ہوئے جیسے کہ جی بن اخطب۔ ابی عامر راہب اور امیہ بن ابی الصلت اور ایک عظیم جماعت متاخرین اہل کتاب سے بھی مشرف باسلام ہوئی اور خود کتابیں تصنیف کر کے ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ صفات بیان کیں جو تورات و انجیل میں موجود تھیں۔

تعجب ہے ان لوگوں پر جو حق کا یقین کر لینے کے باوجود حسد و عناد کی وجہ سے دائمی عذاب اور عقاب نار کو تو اختیار کر لیتے ہیں مگر اعترافِ حق اور قبولِ صدق پر آمادہ نہیں ہوتے۔

نعوذ باللہ من هذا الشقاء العظیم۔

# پانچواں باب

## کعب بن لوی بن غالب کا بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

### متعلق اعلان

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کعب بن لوی بن غالب ابن فہر ابن مالک رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو جمعہ کے دن جمع فرماتے اور جمعہ کا نام انہوں نے ہی تجویز فرمایا۔ قبل ازیں اس مبارک دن کو عربہ کہا جاتا تھا (بہر کیف) وہ اس دن قوم کو خطاب فرماتے اور کہتے بعد حمد و ثناء پروردگار ذوالجلال اے قوم سنو اور غور و فکر کرو۔ فہم و تدبیر سے کام لو اور قلب سلیم سے حقیقت حال کو دریافت کرنے کی کوشش کرو۔

رات چھا جانے والی ہے اور کائنات کو تاریکی میں غرق کرنے والی۔ دن چمکنے والا ہے اور اہل عالم کو طلعت شب سے چھٹکارا دینے والا۔ زمین آسائش خلق کے لیے فرش او بچھونا ہے۔ اور آسمان ان پر سایہ فلک چھت۔ پہاڑ زمین کے لیے میخیں ہیں جو اس کو جنبش و لرزش سے محفوظ رکھنے والی ہیں اور نجوم و سیارات قدرت خداوندی کے دلائل اور راہروں کے لیے علامات منازل اور نشانات راہِ راست۔

اوائل و اواخر فنا و نیستی میں برابر ہیں اور مذکورہ مونت، نر اور اس کی جنت بھی پراگندگی اور بوسیدگی کا شکار ہونے والے ہیں۔ لہذا (لمحات زندگی کو قیمتی جانو اور دار آخرت کے لیے نیک اعمال کا ذخیرہ کرتے ہوئے) صلہ رحمی کرو اور رشتہ داروں کے حقوق ملحوظ و مد نظر رکھو۔ اور اپنے اموال کو (راہِ خدا میں صرف کر کے) بار آور اور نفع بخش بناؤ۔

کیا تم نے کبھی کسی کو ہلاک ہونے کے بعد واپس آتے ہوئے دیکھا۔ کسی میت کو قبر سے نکلے دیکھا جو بھی یہاں سے گیا واپس نہیں آیا (تمہارا حقیقی ٹھکانا اور اصلی گھر آگے ہے اور حقیقت وہ نہیں جو تم سوچتے ہو اور اس کا زبانی اظہار بھی کرتے ہو) کہ زندگی بس یہی ہے پھر نہ زندگی سے نہ حساب و مواخذہ اور جزا و سزا)

اپنے حرم کو مزین کرو، اس کی تعظیم و تکریم بجالاؤ اور اس کی پناہ پکڑے ہوئے عنقریب اس کی عظیم خبر تمہارے سامنے آئے گی اور اس سے نبی کریم کا ظہور ہوگا۔ پھر آپ یہ اشعار سناتے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

- (۱) رات اور دن ہر گردش میں نیا حادثہ اپنے دامن میں لاتے ہیں۔ ہم پر گردش و دوراں کے لیل و نہار برابر ہیں۔
- (۲) اچانک ہمارے پاس نبی مصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے پھر ایسی خبریں ہمیں سنائیں گے،

جن کا بتلانے والا (اور وحی فرمانے والا رب کریم) سچا ہے، بہت ہی سچا۔  
 پھر فرماتے کاش میں اس زمانہ میں دیکھنے سننے کے اور چلنے پھرنے اور زور بازو دکھانے کے قابل ہوتا تو ان کی دعوتِ حق کو ماننے اور اس کے اندر شہادت و مصائب جھیلنے میں اس طرح ثابت قدمی اور استقلال کا مظاہرہ کرتا جیسے کہ اونٹ بوقتِ بار برداری۔

پھر یہ شعر زبانِ اقدس پر جاری فرماتے۔

یا لیتنی شامہ، فواء دعوتہ  
 حین العشیرة تبغی الحق خذانا

اے کاش میں ان کے دعویٰ نبوت اور دعوتِ الٰہی حق کے وقت موجود ہوتا جبکہ ان کی قوم حق کو مٹانے اور ان کو رسوا کرنے کی ناپاک سعی کرے گی۔

یہ تھے ان کے خطبات اور قوم کے لیے ہدایات حالانکہ سید السادات مفرح موجودات علیہ افضل الصلوات و تسلیما کی بعثت اور ان کے زمانہ وفات کے درمیان پانچ سو ساٹھ سال کا عرصہ دراز حائل تھا۔

## چھٹا باب

نصرین ربیعہ لخمی کے خواب کا بیان جو نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی دلیل و برہان ہے

سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ نصرین ربیعہ نے خواب دیکھا جو انتہائی ہولناک تھا۔ اس نے ہر کاہن و نجومی کو اپنے ہاں جمع کیا اور کہا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے جس نے مجھے سخت ہول و وحشت میں مبتلا کر دیا ہے۔ مجھے اس کی تعبیر بتلاؤ۔ انہوں نے کہا تم خواب بتاؤ گے تو ہم تعبیر بتلا دیں گے۔

نصرین ربیعہ نے کہا تعبیر اس کی وہی شخص بیان کر سکے گا جو میرے بیان کیے بغیر وہ خواب معلوم کر سکے گا۔ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ تیرا یہ مقصد تو فنِ کہانت و نجوم کے امام و پیشوا سیطع اوشیق ہی پورا کر سکیں گے۔ اس نے ان دونوں کی طرف آدمی بھیجا سیطع آگیا۔



نصر نے کہا میں نے ہولناک اور مہیب خواب دیکھا ہے۔ اگر خواب معلوم کر لو تو تعبیر بھی درست بتلا سکو گے ورنہ تعبیر بیان کرنا بھی تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔

سیط نے کہا تو نے خواب میں دیکھا کہ ظلمت و تاریکی سے ایک شعلہ بلند ہوا اور شیشی زمین حجاز و تہامہ میں جا پڑا اور وہاں ہر جاندار کو جلا کر بھس کر دیا اور ہر ایک کا سر پھوڑ دیا۔

نصر نے کہا تو نے خواب بالکل درست اور صحیح بتلا دیا ہے اب بتا اس کی تعبیر کیا ہے۔

سیط نے کہا۔ تمہاری زمین پر عہشی حملہ آور ہوں گے اور تمام امین اور جرنیل کے درمیانی علاقہ پر ان کا تسلط قائم ہو جائیگا۔

بادشاہ نصر نے اسے کہا یہ تو ہمارے لیے بہت ہی غیظ و غضب کا موجب ہے اور باعث رنج و الم یہ واقعہ

کب پیش آئے گا۔ آیا میری زندگی میں یا اس کے بعد۔

سیط نے جواب دیا تیری وفات کے ایک عرصہ بعد یعنی ساٹھ ستر سال کے درمیان۔

نصر نے دریافت کیا کہ ان کا غلبہ و تسلط اس علاقہ پر قائم رہے گا یا منقطع ہو جائے گا۔

سیط نے جواب میں کہا کہ نوے سال سے کچھ عرصہ زائد گزرنے پر وہ غلبہ و تسلط ختم ہو جائے گا پھر وہ بھاگ نکلیں گے۔

نصر نے سوال کیا۔ ان کو بھگانے والا کون ہوگا اور ان کی شکست کا ذمہ دار کون ہوگا۔

سیط نے بتلایا کہ ارم ذی یزن (یعنی سیف بن ذی یزن جو عظمت و قوت میں ارم عاد کی مانند ہوگا) ان پر

حملہ آور ہوگا اور پورا امین کا علاقہ ان سے خالی کر لے گا (اور ارض تہامہ و حجاز بھی یمن ہی کا حصہ ہے)

نصر نے پھر استفسار کیا۔ اس کا ملک برقرار رہے گا یا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔

سیط نے کہا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔

نصر نے دریافت کیا اسے کون ختم کرے گا۔

سیط نے کہا ایک مقدس اور پاکیزہ نبی جس پر بلند و برتر خداوند جل و علی کی طرف سے وحی کا نزول ہوگا۔

نصر نے کشف حقیقت کے لیے پوچھا یہ نبی کون ہوں گے کسی قبیلہ و نسب سے متعلق ہوں گے۔

سیط بولا۔ وہ غالب بن فہر بن مالک بن النضر کی اولاد سے ہوں گے اور پھر یہ ملک و سلطنت ان کی قوم کے زیر تسلط

ہوگا اور ہمیشہ وہی حکمران رہیں گے تا آخر الدھر۔

نصر نے کہا۔ کیا اس دہر و زمانہ کی انتہا بھی ہے؟

سیط نے جواب دیا ہاں۔ اس کا یوم انتہا وہ ہے جس میں اولین و آخرین کو جمع کیا جائے گا۔ نیک اعمال و کردار والے

اس میں سعادت مند ہو جائیں گے اور انعامات باری تعالیٰ سے بہرہ ور۔ اور بد اعمال و بد کردار اس میں شقاوت و بد بختی کا

طوق ذلت پہننے ابدی عذاب و عقاب میں جا پڑیں گے۔

نصر نے پوچھا کیا واقعی انجام کار یہی ہے جو تو مجھے بتا رہا ہے۔

سطح نے کہا ہاں بالکل! مجھے قسم ہے شفق کی رات کے چھابانے کی اور تم نباتات کے پھوٹ کر عظیم الجثہ درخت بننے کی جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ بالکل درست اور حق ہے۔

جب سطح اپنی کلام سے فارغ ہو چکا تو شق نامی دوسرا کاہن پہنچ گیا۔ نصر بن زبیر نے اس سے بھی یہی کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے وہ بھی تبلا اور اس کی تعبیر بھی۔ تو اس نے بھی اسی طرح بیان کیا جیسے کہ سطح بیان کر چکا تھا۔ اور ملکوتوں میں ہونیوالی تبدیلیوں اور انقلابات کی تفصیل اس نے بھی بیان کی جیسی کہ سطح نے بتائی تھی اور اختتام اس بات پر کیا۔

پھر ایک رسول تشریف لائے گا حق و صداقت اور انصاف و عدالت کے ساتھ پھر ملک پر تسلط یا یوم فصل اسی قوم میں رہے گا۔

نصر نے پوچھا یوم فصل کیا ہے؟

شق نے جواب دیا۔ یوم فصل وہ دن ہے جس میں تمام لوگوں کو جزاء اعمال دی جائے گی اور تمام لوگ اس وقت موعود میں جمع کیے جائیں گے تاکہ اپنے کیے کی جزاء و سزا پائیں۔

## ساتواں باب

### نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اقدس کا بیان

آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرثد بن کعب بن یری بن نصر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ ابن مدرکہ بن الیاس بن حضر بن نزار بن معد بن عدنان ہیں یہاں تک تمام ماہرین انساب اور تاریخ نگار متفق ہیں اس کے بعد اختلاف ہے بعض یہ اضافہ کرتے ہیں۔

عدنان بن ادد بن الحمیسع بن حمل بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام۔

اور بعض نے درمیان سے ادد کو ساقط کر کے بیان کیا ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدنان کے بعد اپنا نسب یوں بیان فرمایا۔ عدنان بن ادد ابن لوی بن اعراب الثری (ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جن روایات میں ادد بن زید کا ذکر کیا گیا یا حمیسع کا تو ان میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ زید اور حمیسع ایک ہی شخص کا نام ہے۔

اعراق الشری کا مسمی کون ہے اس میں پھر اختلاف ہے۔ زبیر بن بکّار کی نقل و حکایت کے مطابق وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے اور ان کے اس لقب سے لقب و موصوف ہونے کا باعث یہ ہے کہ آپ کو جب نمرودیوں نے آگ میں پھینکا اور امر الہی سے آپ کو ذرا بھتر تکلیف نہ پہنچی تو لوگوں نے کہا یہ اعراق شری ہیں۔ (اعراق بمعنی جڑیں اور شری گیلی اور نرمٹی کے معنی میں ہے تو گویا آپ نرمٹی میں رہنے والی سرسبز اور تروتازہ جڑیں تھے جن کو آگ نہ جلا سکی)

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہمیں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو عدنان اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیانی نسب کو یقین کے ساتھ جانتا ہو اور بتا سکتا ہو۔  
ابن ابی خنیثمہ کہتے ہیں نہ کسی عالم کے علم میں اور نہ ہی کسی شاعر کے شعر میں ہمیں پتہ چلا کہ وہ معد بن عدنان کے بعد تسلی سے نسب کو جانتا ہو۔

## آکھواں باب

### نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اقدس اور آباء کی طہارت

### اور شرف و فضل کا بیان

(۱) وائلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ

عہ الوفاء کی روایت میں اودابن لوی بن اعراق الشری ہے اور اس کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہی اس کی تفسیر میں یوں منقول ہے۔ یریری بنت و اعراق الشری ہو اسماعیل کذا لک حکلی الزبیر بن بکّار لیکن یریری کی تفسیر نیت اور پودا کے ساتھ تب و نیت ہو سکتی تھی جب لوی کی جگہ یریری ہو تا لہذا صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ لوی نہیں بلکہ کاتب نے تصحیف سے کام لیا ہے اور یریری کو لوی لکھ دیا ہے۔ طبقات ابن سعد جلد اول ص ۵۶ پر کریمہ بنت مقداد بن اسود بھرائی سے جو روایت منقول ہے، اس میں یہی افظ یریری موجود ہے۔ عبادت یہ ہے معد بن عدنان بن اود بن یریری بن اعراق الشری۔ فافہم و تدبر

محمد اشرف رضا اللہ عنہ

اسلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو اور اولاد کنانہ میں سے تشریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے شرف انتخاب بخشا اور پسندیدہ قرار دیا۔

(۲) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے نقل فرمایا کہ میں نے تمام زمین کے اطراف و کناف اور گوشہ گوشہ کو چھان مارا مگر مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی کوئی ہستی نظر نہ آئی اور میں نے سب روئے زمین کو غور سے دیکھا مگر کسی شخص کی اولاد بنی ہاشم جیسی نظر نہ آئی۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء نے ارشاد فرمایا میں ہر دور میں اولاد آدم علیہ السلام میں سے بہتر قرن اور قبیلہ میں مبعوث ہوا ہوں حتیٰ کہ میں بالآخر اس قبیلہ (بنی عبدالمطلب) میں ظاہر ہوا جس میں میرا ظہور ہر ایک کو معلوم ہے اور ہر ایک کے سامنے ہے۔

(۴) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! قریش نے ایک مجلس جمائی اور اس میں اپنے اپنے حسب و نسب کا ذکر کیا تو آپ کو انہوں نے اس کھجور کی مانند قرار دیا جو ویران زمین میں نمودار ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس دن مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر مخلوق میں پیدا فرمایا اور جب ان کو مختلف فرقوں میں بانٹا تو مجھے سب سے بہتر فرقہ و جماعت میں منتقل فرمایا۔ پھر ان کو جب متفرق قبائل و شوب میں تقسیم فرمایا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ اور شعبہ میں پیدا فرمایا۔ اور جب قبائل کو مختلف بیوت میں تبدیل فرمایا تو مجھے سب سے بہتر بیت میں منتقل فرمایا۔ تو میں ان تمام قریش سے بیت اور گھرانہ کے لحاظ سے افضل ہوں اور ذاتی خصوصیات و کمالات میں افضل ہوں۔

(۵) حضرت ربیعہ سے منقول ہے کہ قبیلہ انصار کے چند آدمیوں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ آپ کی قوم کی زبانی ہم یہ سنتے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت و صفت ایسے ہے جیسے کھجور (جیسا عظیم الشان درخت) ویران و بجز زمین میں پیدا ہو جائے اور کوڑا کرکٹ والی جگہ پر۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غور سے سن لو اللہ رب العزت نے مخلوق کو پیدا فرما کر دو فرقوں اور حصوں میں تبدیل فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر فرقہ و جماعت میں منتقل فرمایا۔ پھر ان کو دو جماعتوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر جماعت میں ظاہر فرمایا۔ پھر ان کو قبائل و شوب میں ڈھالا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں پیدا فرمایا لہذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور خالوادہ و گھرانہ کے لحاظ سے بھی سب سے افضل و بہتر ہوں۔

# نواں باب

## سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام قبائل عرب سے نسبی تعلق

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ قریش میں کوئی شاخ اور قبیلہ ایسا نہیں جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری نہ ہو اور اسی قرابت و قرابت پر یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے۔  
قل لا اسألكم عليه اجراً الا المودة فی القربی۔

فرما دیجئے ہیں تم سے تبلیغ اسلام اور عطاء ایمان و قرآن پر کسی اجر و اجرت اور جزا و بدلہ کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر مطالبہ

باب نہم کی ان روایات سے واضح ہے کہ اہل عرب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نسبی لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی اور ہر قبیلہ کسی نہ کسی صورت میں آپ سے رشتہ قرابت میں منسلک تھا لہذا سابقہ روایات میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور جیسے عظیم الشان درخت سے تشبیہ دینا اور آپ کے خالوادہ کو ویران جگہ سے العیاذ باللہ متقیص نسب پر مبنی نہیں ہے اور نہ اہل ایمان اس کا تصور ہی کر سکتے تھے بلکہ فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور افراد خاندان کے درمیان فرق کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ آپ کی رفعت مقام سے تمام قرابت داروں کو کوئی نسبت ہی نہ تھی بخلاف حضرت اسحق اور یعقوب اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کے کہ وہ بالعموم خالوادہ نبوت میں ہی ظہور پذیر ہوتے رہے۔ لیکن صدیاں گذریں سلسلہ بنی اسرائیل علیہ السلام میں کوئی بیغیر تشریف نہ لایا اور تعلیمات خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی قریش کے لوح قلب و دماغ سے تقریباً محو ہو چکی تھیں اس لیے محل ظہور میں اور ظہور فرما ہونے والی ہستی میں بہت بڑا تغاوت پیدا ہو گیا اس کے جواب میں سرور عالم و عالمیان علیہ السلام نے خاندانی عظمت و شرافت اور فضیلت و کرامت کا ذکر فرما کر اپنے خالوادہ کی عظمت پر تنبیہ فرمائی مگر چہ نصیب کریم نے ان سے کتاب شرف و فضل نہیں کیا بلکہ درحقیقت آپ کی بدولت ان کو رفعت مراتب اور بلندی مناصب نصیب ہوئی بلکہ حضرت خلیل خلیل اور آدم علیہ السلام تک جملہ آباؤ اجداد کو شرف و فضل انہیں کی بدولت نصیب ہوا۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

معراج والے عہد ہی سب تیرے گھر کی ہے  
تعم کریم میں ساری کرامت ثمر کی ہے

امام اہل سنت فرماتے ہیں۔  
ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ  
مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے

ہے تو قطیہ ہے کہ میری اور اپنی قرابت کو مد نظر رکھتے ہوئے صلہ رحمی سے کام لو اور قطع رحمی سے گریز کرو اور یہ مطالبہ بھی تمہارے فائدہ کے لیے ہے تاکہ میرے تعلق کی بدولت دنیا و آخرت میں عزت پائو

(۲) شعبی کہتے ہیں کہ لوگوں نے آیت مقدسہ قل لا اساء لکم علیہ اجر الا المودة فی القربی کے متعلق ہم سے بہت زیادہ سوالات کیے تو میں نے اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اس کا صحیح مفہوم بیان فرمادیں تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب میں نسبی لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی عرب کا ہر قبیلہ اور ہر شاخ و خالوادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب میں مربوط و منسلک تھا اور ان کو سلسلہ آباد و امہات نبویہ میں قرابت حاصل تھی۔ تو اللہ رب العزت نے آپ کو حکم دیا کہ کفار قریش سے کہو میں تم سے کوئی اجر و جزاء طلب نہیں کرتا فقط اتنا مطالبہ ہے کہ میری قرابت کا حق ادا کرو اور اس کے تحت میں جس مودت و محبت کا مستحق ہوں اس سے ہاتھ نہ کھینچو بلکہ اس کا پورا پورا خیال رکھو۔

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم کی تفسیر میں منقول ہے کہ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی قرابت نہ ہو۔ اور آباد و اجداد یا امہات و جدات کے لحاظ سے نسب میں ارتباط و اتحاد حاصل نہ ہو۔ خواہ وہ قبیلہ مضر اور ربیعہ ہو یا یمنی ہوں۔

## سوال باب

### انتقال نور نبوت اصلاب اہل اہل

(۱) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نکاح کے ساتھ متولد ہوا نہ کہ غیر شرعی طریقہ پر اور میرا یہ نسبتی تقدس حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عبداللہ اور آمنہ رضی اللہ عنہما تک برقرار رہا اور زمانہ جاہلیت کی بدکرداریوں اور آوارگیوں کی ذرا بھر ملاوٹ میرے نسب میں نہیں پائی گئی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے والدین کبھی غیر شرعی طور پر مجتمع نہیں ہوئے اور رب العزت مجھے ہمیشہ ہمیشہ پاک اصلاب (پشتوں) سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا جبکہ اس نے مجھے ہر قسم کی نجاست و غلاظت جاہلیت سے مصفیٰ و مہذب رکھا اور جب بھی نسل انسانی دو شعبوں میں تقسیم ہوئی یا قبائل و شوب کی طرف منتقل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے بہتر فرقہ و قبیلہ اور شعبہ و خالوادہ میں ظاہر فرمایا۔

# گیارہواں باب

## حضرت عبدالمطلب کا خواب اور منظر نوری نبوت کی بشارت

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ جبکہ میں حطیم کعبہ کے اندر سویا ہوا تھا مجھے ایک خواب آیا جس نے مجھے  
دہشت زدہ کر دیا۔ مجھ پر سخت گھبراہٹ طاری ہوئی اور میں اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے قریش کی ایک کاہنہ عورت کے  
پاس گیا۔ میں ریشمی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور میرے بال کندھوں پر لٹک رہے تھے۔

جب اس کاہنہ نے مجھے دیکھا تو میرے چہرے پر پریشانی کے آثار معلوم کر لیے اور میں ان دنوں قریش کا سردار تھا۔  
تو اس نے کہا ہمارے سردار کا کیا حال ہے۔ میرے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے کہ رنگت بدلی ہوئی ہے کیا حادثات  
دہر میں سے کوئی حادثہ تو پیش تو نہیں آگیا جس نے قلق و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ بات تو کچھ ایسی  
ہی ہے۔ اس کے پاس حاضر ہونے اور مقاصد و مطالب کی تحقیق و تفتیش کرانے کے آداب اور طور طریقے کچھ اس طرح  
تھے کہ جو بھی حاضر ہوتا ہے اس کا دایاں ہاتھ چومتا۔ پھر اس کے ہاتھ کو اپنے سر کی چوٹی پر رکھتا۔ اس کے بعد اپنا مطلب عرض  
کرتا۔ مگر میں اپنی قوم کا عظیم فرد تھا اور رئیس و سردار میں نے ان آداب کو ملحوظ نہ رکھا اس کے قریب بیٹھ گیا اور اپنا مطلب  
مقصد بیان کرنا شروع کر دیا۔

میں نے کہا کہ آج رات سونے میں مجھے خواب میں یوں نظر آیا کہ ایک درخت نمودار ہوا ہے جس کی چوٹی آسمان  
سے باتیں کرنے لگی ہے اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں۔ اس درخت سے نور کی ایسی شعاعیں بھوٹ  
رہی ہیں جو سورج کے نور سے بھی نوتے گنا زیادہ چمکیلی ہیں۔ میں نے عرب و عجم کو اس کے سامنے سجدہ ریز دیکھا اور ہر  
لمحہ دہر لحظہ اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلندی اور مقدار میں بھی اور نور و ضیاء میں بھی اور پھیلاؤ و احاطہ میں بھی۔ کبھی وہ درخت  
مخفی و پوشیدہ ہوتا ہے تو کبھی پوری آب و تاب سے نمودار ہوتا ہے۔ قریش کی ایک جماعت اس کی ٹہنیوں سے چمٹی  
ہوئی ہے اور دوسری جماعت اس کو کاٹنے کے درپے ہے۔ جب وہ جماعت اس درخت کے قریب پہنچنے لگتی ہے  
جو کاٹنا چاہتی ہے تو ایک جوان جس کی مانند حسین و جمیل چہرے والا اور پاکیزہ خوشبو والا کوئی شخص میں نے آج تک نہیں  
دیکھا ان بد باطنوں کو مار بھگاتا ہے۔ بعض کی کمریں توڑ دیتا ہے اور بعض کی آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔

میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اس میں سے اپنے نصیب و مقدر کے مطابق اس کا پھل کھاؤں تو اس جوان نے  
کہا آپ کا اس میں حصہ نہیں ہے تو میں نے پوچھا کہ اس میں حصہ و نصیب کس کا ہے تو مجھے کہا کہ اس جماعت کا ہے۔

جو اس سے ٹک گئے ہیں اور آپ سے سبقت لے گئے ہیں تو میں گھبراہٹ کی حالت میں بیدار ہوا اور سخت  
مرعوبیت کی حالت میں۔

فرماتے ہیں جب میں خواب بیان کر چکا اور میں نے کاہنہ کے چہرے کو دیکھا۔ اس پر ایک زنگ آتا تھا تو دوسرا جاتا تھا  
پھر سوچ بچار کے بعد یوں کہا کہ اگر واقعی تمہیں یہ خواب آئے ہے تو تیری پشت سے ایک ہستی پیدا ہوگی جو شرق و غرب پر  
حکمرانی کرے گی اور سب لوگ اُن کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے۔ پھر ابوطالب سے مخاطب ہو کر کہا امید  
ہے کہ تو اس متولد ہونے والی ہستی کا چچا ہوگا۔

ابوطالب اس وقت یہ خواب اور تعبیر بیان کیا کرتے تھے جبکہ سرور انبیاء علیہ التحيۃ والثناء کا ظہور ہو چکا تھا  
اور کہتے تھے واللہ اعلم وہ درخت ابوالقاسم الامین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لوگ کہتے پھر تم آپ پر ایمان کیوں نہیں لاتے تو  
وہ جواب میں کہتے قوم کا طریقہ مچھڑوں تو وہ مجھے گالیاں دیں گے اور عار اور شرم کا ڈر ہے ورنہ ضرور اعلان ایمان اور  
اور اظہار تصدیق کرتا۔

عہ حضرت عبدالمطلب چونکہ سرور انبیاء علیہ السلام کے اعلان نبوت سے قبل وفات پا گئے لہذا اس درخت سے پھل نہ کھا  
سکے جو کناہی ہے امتی بننے اور فیوضات نبویہ سے مشرف و مستفیض ہونے کا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اس وقت موجود نہ تھے  
اور الوہیت باری تعالیٰ کے معترف نہ تھے یا دوسرے لوگوں کی طرح بت پرستی میں مبتلا تھے نعوذ باللہ بچلی روایات سے تمام آباء و اجداد اور اہل بیت  
کی طہارت واضح ہے جبکہ شرک و کفر نجاست ہے لہذا اُن سب کا اسلام و ایمان اور توحید و تفرید باری کا اعتراف واضح ہے۔ مزید  
تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام۔



## بارہواں باب

خالد بن سعید بن زید کا خواب اور لعنت رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

### کی بشارت

حضرت خالد بن سعید سے منقول ہے کہ میں ایک رات سویا ہوا تھا جبکہ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ میں نے خواب دیکھا کہ مکہ مکرمہ کو سخت ظلمت و تاریکی نے ڈھانپ لیا ہے اور تاریکی اتنی شدید تھی کہ جس میں کوئی شخص اپنے ہاتھ کی سٹھیلی کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں یہ حالت دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک چاہ زمزم سے ایک نور نکلا اور فضا میں بلند ہوا جس سے اولابیت اللہ شریف منور ہوا پھر اس نے پورے مکہ شریف کو منور کر دیا پھر وہ مدینہ منورہ کے نخلستان کی طرف مائل ہوا اور اس کو لقعہ نور بنا دیا حتیٰ کہ میں نے اس نور کی ضیا پاشیوں کی بدولت کھجوروں کو اپنے درختوں پر موجود دیکھ لیا۔ خواب سے بیدار ہوا تو اپنے بھائی عمرو بن سعید سے ساری حالت روایا بیان کی وہ پختہ رائے اور صاحبِ انکار شخص تھا۔ اس نے کہا میرے بھائی ایک عظیم ہستی کا ظہور ہونے والا ہے اور ہوگا بھی بنی عبدالمطلب میں کیونکہ اس نور کا ظہور انہیں کے مورث اعلیٰ کے چاہ زمزم سے ہوا ہے۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ اسی خواب کی بدولت الشرب العزت نے مجھے مشرف باسلام فرمایا۔ حضرت خالد کی والدہ فرماتی ہیں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں میرا فرزند ارجمند بھی داخل ہے اور باعث اس کا یہی خواب تھا جب اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خواب سنایا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد بخدا وہ نور میں ہی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اپنی تعلیمات اور احکام خداوندی کو بتلائے تو خالد فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور ان کے بعد ان کے بھائی عمرو بھی دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گئے۔

# تیرھواں باب

## عمر بن مرہ کا خواب اور ظہور مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء کی بشارت

۱۔ عمر بن مرہ جہنی سے منقول ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں اپنی قوم میں سے ایک جماعت کی ہمراہی میں حج کے لیے نکلا جب کہ تشریف میں پہنچا تو رات کو سوتے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ مبارکہ سے ایک عظیم نور بلند ہوا جس نے مکہ مبارکہ سے مدینہ تک کے پہاڑوں کو روشن کر دیا اور جہینہ کے پہاڑ اشعر تک پھیل گیا۔ میں نے اس نور سے یہ آواز سنی۔ ظلمتیں چھٹ گئیں، نور و ضیا کا غلبہ ہو گیا اور خاتم الانبیاء علیہ السلام تشریف فرما ہو گئے۔

وہ نور دوبارہ چمکا حتیٰ کہ مجھے حیرہ کے محلات اور مائن میں کسریٰ کے قصر ابھیں نظر آ گئے اور حسب سابق آواز آئی۔ اسلام غالب آ گیا، اصنام ٹوٹ گئے اور قطع رحمی صلہ رحمی سے تبدیل ہو گئی۔

گھبرا کر بیدار ہوا اور اپنی قوم سے کہا بخدا قریش کے قبیلہ میں ضرور بالضرور کوئی نیا واقعہ رونما ہوگا اور خواب میں جو کچھ دیکھا، ان کو بیان کیا۔ جب ہم حج سے فارغ ہو کر واپس گھروں میں پہنچے تو ہمیں اطلاع ملی کہ ایک ہستی جن کو احمد کے مبارک نام سے پکارا جاتا ہے مبعوث ہوئے ہیں۔ میں فوراً گھر سے عازم سفر ہوا اور ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنا خواب ان سے بیان کیا تو آپ نے مجھے ارشاد فرمایا اے عمر بن مرہ میں ہی تیرے خواب کی مجسم تعبیروں اور اس نور کی مجسم تصویر میں سب عباد کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ انہیں اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور انسانی خون کی حفاظت کا حکم دیتا ہوں۔ صلہ رحمی اور عبادت خداوندی کا امر کرتا ہوں۔ اصنام و اوثان سے اجتناب و احتراز اور بیت اللہ کے حج و طواف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ماہ رمضان کے روزے رکھنے کی تلقین کرتا ہوں۔ جو شخص میری دعوت کو قبول کرے گا جنت میں داخل ہوگا اور جو میری غلامی کا پیٹھ اپنے گلے میں نہ ڈالے گا جہنم کی دکھتی آگ میں ڈال کر آگ کا طوق اس کے گلے کا ہار بنا یا جائے گا۔ اے عمر و اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آ۔ وہ تجھے جہنم کی دہشت و ہولناکی سے محفوظ رکھے گا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جو کچھ بھی آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں وہ حلت اشیاء سے متعلق ہے یا حرمت سے ہیں سب کی تصدیق و توثیق کرتا ہوں اور اس کا اقرار و اعتراف۔ اگرچہ یہ امر بہت سی اقوام کے لیے تذلیل و تحقیر کا موجب ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ اشعار سنائے جو آپ کی بشارت بعثت اور مشرکہ رسالت سن کر کہے تھے اور اسی وقت اس سبت کو توڑ دیا تھا جو ہمارے گھر میں موجود تھا اور میرا باپ اس کا مجاور و خدمت گزار تھا پھر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تھا۔ اشعار یہ ہیں۔

(۱) شہادت بان اللہ حق و انتی  
 لا لہۃ الا حجار اول تارک  
 میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے اور اس امر کی کہ میں پتھر والے معبودات کا ترک کرنے والا پہلا شخص ہوں۔

(۲) وشمرت عن ساقی الازار مهاجراً  
 اجوب ایلک الدعۃ بعد الدکادک  
 میں نے اسے رسول خدا علیہ التھیۃ والثناء تیری طرف ہجرت کرتے ہوئے اپنی تہم کو اچھی طرح سنبھال لیا ہے اور اس کو گھٹنوں تک پڑھا لیا ہے۔ راستہ کے نشیب و فراز کو طے کرنے کے بعد اب ہموار علاقوں اور میدانوں میں آپ کی طرف بھاگتے ہوئے راہ طے کر رہا ہوں۔

(۳) لا صحب خیر الناس نفسا ووالداً  
 رسول ملیک الناس فوق الحبائک  
 تاکہ میں شرف صحبت حاصل کر سکوں اس ذاتِ اقدس کا جو ذاتی خیر ہوں اور کمالات کے لحاظ سے اور نسب و حسب کے لحاظ سے بھی سب لوگوں سے بہتر و برتر ہیں۔ عظیم المرتبت رسول ہیں اور سب لوگوں کے بادشاہ اور صاحب اقتدار۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا اے عمرو بن مرہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ مجھے اپنی طرف سے ایچی اور سفیر و قاصد بنا کر میری قوم کی طرف بھیجیں۔ ہو سکتا ہے اللہ کریم ان پر میری وجہ سے احسان فرمائے اور دولت ایمان مرحمت فرمائے جس طرح مجھ پر جناب والا کی برکت سے کرم نوازی فرمائی ہے۔ آنحضرت نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے مجھے اپنی قوم کی طرف بھیجا۔ اور ساتھ ہی نصیحت بھی فرمائی کہ نرمی اور پختہ کلامی سے کام لینا اور صیغہ مضمون و مفہوم ادا کرنا۔ نہ درشت کلامی سے کام لینا اور نہ حسد و تکبر کی آلائش اپنے دامن کے قریب پھکنے دینا۔

میں اپنی قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا اے بنی رفاعہ بلکہ اے جہینہ کے جملہ قبائل و جماعت میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بن کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ جنت کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جہنم کی آگ سے ڈرانا ہوں۔ لوگوں کے خون ناحق سے دستِ ظلم و تعدی کو باز رکھنے اور صلہ رحمی سے کام لینے کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ وحدہ کی عبادت کا امر کرتا ہوں اور اصنام و اوثان کی تعظیم و تکریم سے نفرت و بغاوت کا اور حج بیت الحرام اور صیام ماہ رمضان کی ہدایت و تلقین کرتا ہوں جو میری دعوت کو قبول کرے گا جنت کی ابدی راحتوں سے نوازا جائے گا اور جو اعراض و روگردانی سے کام لے گا، جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

اسے قبیلہ جہینہ کے افراد بھجھ اللہ تم اپنی برادری اور رشتہ داروں سے برتری و عظمت کے مالک بنائے گئے ہو۔ باوجود زمانہ جاہلیت میں ہونے کے جو عربوں کے نزدیک محبوب و مرغوب تھا وہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مکروہ و ناپسندیدہ بنا دیا۔ وہ لوگ دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھتے تھے۔ بیٹا باپ کی بیوی (اپنی سوتیلی ماں) سے شادی

رچا لیتا تو عزت و کرامت والے مہینوں میں حرب و قتال میں مشغول ہو جاتا تھا مگر تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان برائیوں سے محفوظ رکھا، لہذا بنی لوی بن غالب میں سے مبعوث ہونے والے اس نبی مرسل کی غلامی اختیار کر لو۔ دنیا میں بھی عزت و شرافت تمہارا مقدر بن جائے گی اور آخرت میں کرامت و فوقیت تمہارا نصیب ہو گا۔ جلد از جلد اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی فضیلت اور قدر و منزلت پالو گے۔

سب نے متفقہ طور پر میری دعوت کو قبول کیا اور غلامی مصطفیٰ علیہ التحیۃ و التناہ کو اختیار کر لیا۔ صرف ایک بد بخت اس سادتِ ابدیہ سے محروم رہا اور اس نے مجھے کہا اے عمر و بن مرہ اللہ تعالیٰ تیری زندگی کو تلخیوں اور محرومیوں سے بھر لو پھر کرے کیا تو ہمیں اپنے مبعودات کے ترک کرنے کا حکم دیتا ہے اور اپنی جماعت میں تفرقہ اندازی کا اور آباؤ اجداد کے دین و مذہب کی خلاف ورزی کا۔ اہل تہامہ میں پیدا ہونے والے یہ قریشی مدعی نبوت ہمیں کس امر کی دعوت دیتے ہیں۔ نہ یہ امر مجھے پسند اور نہ اس میں کوئی وجہ افتخار و اعزاز۔ پھر اس خمیٹ نے یہ اشعار پڑھے۔

(۱) هذا بن مرہ قد اقی بمقالۃ

لیست مقالة من یرید صلاحاً

اولاد مرہ کے یہ فرمایا کلام اور دعوت لائے ہیں جو صلاح و خیر اور بہتری کے طلبکاروں والی دعوت نہیں ہے (نعوذ باللہ)

(۲) انی لاحسب قولہ و فعالہ

یوما وان طال الزمان ریاحاً

میں گمان کرتا ہوں کہ ان کے جملہ اقوال و افعال ایک دن قصہ پارینہ بن کے رہ جائیں گے اور نعوذ باللہ بہر باد ہو جائیں اگرچہ ایک عرصہ کے بعد ہی ہوں۔

(۳) اُسفہ الاشیاخ فینم قد مضی

من رام ذاک فلا اصاب فلاحاً

کیا ہم اپنے اسلاف اور بزرگوں کو جو اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں، بیوقوف اور کم عقل قرار دیں جس کا یہ مقصد ہے وہ فلاح و نجات سے کبھی ہمکنار نہیں ہو سکتا۔

عمر و بن مرہ نے کہا ہم دونوں میں سے جو کاذب ہو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی اجیرن کر دے، اس کی زبان بند کر دے اور اس کے منہ اور دانتوں کو قبیح و بد شکل کر دے۔ فرماتے ہیں خدا کی قسم وہ اس وقت تک جہنم واصل نہ ہو جب تک اس کا چہرہ ٹٹک نہ گیا، بولنے کی سکت ختم نہ ہو گئی اور آنکھوں کی بصارت ناسب نہ ہو گئی اور منہ کا ذائقہ جاتا نہ رہا کھانے کی لذت کا احساس ہی اس کو نہیں ہو سکتا تھا (اور اس طرح اس خمیٹ کو گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنزاملی)

حضرت عمر و بن مرہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ان افراد کو نور ایمان و اسلام سے منور کر چکے تو اپنے ہمراہ لے کر بارگاہِ نبی کریم عایہ الصلوٰۃ و التعلیم میں حاضر ہوئے۔ سرکار نے ان کو خوش آمدید کہا اور دعواتِ صالحہ اور نگاہِ کرم کے عظیم تحیات و تحائف سے نوازا۔ اور انہیں ایک عہد نامہ لکھ دیا جس کی عبارت اور مفہوم یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ عہد نامہ حفظ و امان صحیح عمر بن مرہ اور اجمینہ بن زید کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اس رسول کریم کی زبان پر جو کتاب صادق کے ساتھ مسجوت ہوئے جو کہ اپنی صداقت و حقانیت پر خود شاہد ہے۔ کہ تمہارا تمام علاقہ نشیب و فراز ہے یا کوہستانی اور سہوار سب تمہارے کنٹرول و قبضہ میں ہے۔ اس کے نباتات اور سبزہ زاروں کو چرواؤ اور ان وادوں وغیرہ کے صاف ستھرے پانیوں کو استعمال میں لاؤ۔ اس شرط پر کہ تم جنس کا اقرار کرو جب کفار کے ساتھ جنگ لڑو اور مال غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ بیت المال میں پہنچاؤ پانچویں وقت نماز پڑھنے کا عہد و پیمانہ کرو۔

اللہ تعالیٰ اور جو مومنین حاضر ہیں وہ ہمارے اس عہد و پیمانہ پر شاہد و گواہ ہیں۔  
اس موقع پر حضرت عمر بن مرہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے۔

(۱) العتران اللہ اظہر دینہ  
وبین برہان القرآن لعامر  
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب فرمایا ہے اور قرآن مقدس والی عظیم حجت و دلیل کو  
بنی عامر کے لیے واضح فرمایا۔

(۲) کتاب من الرحمن نور لجمعنا  
واخلافنا فی کل باد و حاضر  
قرآن مقدس رحمن کی جانب سے ہمارے لیے نور ہدایت ہے جو اب موجود ہیں ان کے لیے بھی اور جو بعد میں پیدا  
ہونے والے ہیں اور جنگل و باویہ میں ہیں یا شہروں قبضوں میں ان کے بھی۔

(۳) الی خیر من یمشی علی الارض کلہا  
وانضلہا عند اعتکار الضرائر  
جو رہنمائی کرنے والا ہے اس ذات اقدس کی طرف جو روئے زمین پر چلنے والے تمام لوگوں سے بہتر اور افضل  
ہیں اور محفوظ ہیں سوکنوں کے احتلاط سے۔

(۴) اطعنا رسول اللہ لئلا تقطعت  
بطن الاعادی بالنظبا و المواصر  
ہم نے رسول خدا علیہ التحیۃ و الثناء کی اطاعت کی جب کہ دشمنوں کے پیٹ اور سپہلو نیزوں کی نوک اور تلواروں  
کی تیز دھار سے کٹ چکے تھے۔

(۵) فنحن قبیل قد بنی المجد حولنا  
اذا اجتلبت فی الحرب هام الاکابر  
ہم وہ قبیلہ ہیں کہ مجد و برتری ہمارے گرد و ایک حصار قائم کر دیا کرتی ہے جبکہ جنگ میں بڑے بڑے لوگوں کی کھوپڑیاں  
اتاری جا رہی ہوتی ہیں۔

(۶) بنو الحرب نقرہا باید طویلة  
وبیض تلالا فی اکف المناور  
ہم جنگ کو لازم پکڑنے والے ہیں اور اس کی نہانی کرتے ہیں لہجے ہاتھوں کے ساتھ اور سفید چمکتی تلواروں کے ساتھ

جو صفوں میں گھس کر تباہی مچانے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

(۷) تری حولہ الانصار یحمون سر یہ  
اس مجد و برتری کے گرد تو ایسے مددگار پائے گا جو اس کے راستہ پر نگرانی کرنے والے ہیں گندم گوں بلند  
نیروں کے ساتھ اور کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ۔

(۸) اذا الحرب دارت عند کل عظیمۃ  
و دارت رحاها باللیوث المواصر

جب جنگ کسی عظیم مشکل و مصیبت کے وقت گردش کرے اور اس کی چکی پچھاڑنے والے  
شیروں کو پس پا لے۔

(۹) تبلیج منه اللون و ازداد وجهه

کمثل ضیاء البدر بین المواصر  
واضح ہوئی اس سے زنگت اس مجد اور بزرگی کی اور چمک اٹھا اس کا چہرہ جیسے کہ چودھویں کا چاند غائب ہو جانے  
والے ستاروں کے درمیان چمکتا ہے۔

یاسر بن سوید کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند شہسواروں میں ایک چھوٹے لشکر کے اندر جنگ  
کے لیے بھیجا اور میری بیوی حاملہ تھی جب اس کا بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور  
عرض کیا یا رسول اللہ یہ بچہ پیدا ہوا اور باپ اس کا لشکر میں محاذ جنگ پر ہے (حضور دعاؤں سے اس کو مشرف فرما دیں) ہر در  
انبیاء علیہم السلام نے اس بچے کو اپنی گود میں لیا، اس پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا اے اللہ اس خاندان کے مرد  
زیادہ فرما اور عورتیں کم۔ ان کو احتیاج و اقتدار سے محفوظ فرما اور ان میں سے کسی کو بھی بھوک اور تنگدستی نہ دکھا، پھر فرمایا  
کہ اس کا نام مسرع رکھنا وہ جلد از جلد اسلام میں داخل ہونے والا ہوگا اور اسلام کی ترویج و ترقی اور رفعت و سر بلندی میں  
پیش پیش ہوگا۔

# چودھواں باب

## حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بنی زہرہ میں نکاح کرنا

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے کہ موسم سرما میں مین کی طرف تجارت کے لیے نکلا تو ایک یہودی کا مہمان بنا جو زبور کی تلاوت کرتا تھا۔ اس نے کہا اے عبدالمطلب کیا اس بات کا اذن دیتے ہو کہ میں تمہارے جسم کو اچھی طرح دیکھ لوں میں نے کہا تمہوں کو دیکھنا جائز ہے مجھے اس کے دکھانے میں اعتراض نہیں ہے۔ تو اس نے مرے ناک کے تھنوں کو غود سے دیکھ کر کہا ایک میں ملک و سلطنت ہے اور دوسرے میں نبوت و رسالت تو کیا تمہاری شاعت ہے! میں نے حیرانی سے پوچھا شاعت کا کیا معنی؟ اس نے کہا زوجہ اور بیوی۔ میں نے کہا اب تو نہیں ہے۔ اس وقت آپ کی بیوی صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس نے کہا جو نہی مکہ تشریف پہنچو تو فوراً شادی کرو۔ آپ واپس ہوئے تو ہالہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ کے ساتھ سلسلہ زوجیت قائم فرمایا جس سے حضرت حمزہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما کا تولد ہوا۔

پھر حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے شادی کی جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا۔ تو قریش کہا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ اپنے باپ پر سبقت لے گئے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس راہب نے کہا کہ دوسرے نیتھنے میں نبوت ہے اور وہ جہاں تک ہمیں معلوم ہوتا ہے بنی زہرہ کے واسطے سے ظاہر ہوگی لہذا جب واپس جاؤ تو ان میں شادی کرو۔

# پندرہواں باب

## تذکرہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ ابوطالب اور زبیراں کی جانب سے گئے بھائی تھے جن کا نام فاطمہ بنت عمر و تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا تھا کہ کوئی مجھے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ چاہ زمزم کو کھودو اور اس کی جگہ کی نشاندہی بھی کر دی جب وہ کھودنے لگے تو قریش نے مخالفت کی اور یہ ان کے مقابلہ سے قاصر تھے کیونکہ ان کا اس وقت معاون و مددگار اگر کوئی تھا تو اکلوتا بیٹا حارث تھا اس پر انہوں نے نذرمانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ اس عمر کو پہنچیں کہ میری مدد و اعانت کر سکیں تو میں ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کعبہ مبارکہ کے پاس ذبح کروں گا جب دس بیٹے (بفضلہ تعالیٰ) پیدا ہو کر جوان ہو گئے اور جناب عبدالمطلب کو ان کی قوت اور زور بازو پر اعتماد و اطمینان ہو گیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو اپنی نذر سے مطلع کیا سب نے راہ خدا میں قربان ہونے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا۔ ہر ایک نے اپنا نام تیر پر لکھا پھر ان سب تیروں کو اکٹھا کر کے پہل بت کے قیم و محافظ کے حوالے کیا اور کہا کہ ان کی قرعہ اندازی کر اور ذبح ہونا جس کے مقدر میں ہے اس کی فال نکال کر بتا۔ قرعہ فال حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ آپ نے چھری لے کر ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ قریش کو جب اس امر کا علم ہوا تو اپنی اپنی مجالس کو چھوڑ کر فوراً ان کے پاس پہنچ گئے اور کہا کہ ابھی ہرگز ایسا نہ کرو بلکہ مزید تسلی و تشفی کرو تا کہ کوئی عذر اور شک اور تردد باقی نہ رہے اور اگر یہ ممکن ہو کہ اس بچے کی جان بچ جائے اور ایذا نذر کی کوئی سبیل نکل آئے تو وہ صورت اختیار کرنی چاہیے۔

آپ ان کے مشورہ پر حضرت عبداللہ کو ساتھ لیے ایک کاہنہ عورت کے پاس گئے اور صورتحال بتلائی۔ اس نے پوچھا تمہارے خون بہا کیا ہوتا ہے اور قتل ناحق کا بدلہ کتنا مال دیتے ہو۔ آپ نے کہا دس اونٹ تو اس نے کہا۔ پھر ایسے کرو کہ ایک طرف دس اونٹ اور دوسری طرف اپنا تخت جگہ بٹھا کر قرعہ اندازی کر لو۔ اگر قرعہ اونٹوں پر پڑے تو نہا ورنہ دس اونٹ اور بڑھا دو پھر قرعہ اندازی کر لینا۔ علیٰ ہذا القیاس جب قرعہ اونٹوں کے نام نکلے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی قربانی پر راضی ہو جائے گا اور تمہارے بیٹے کے ذبح سے درگزر فرمادے گا۔

اس کے کہنے پر حضرت عبداللہ اور دس اونٹ کعبہ کے قریب قربانی کی غرض سے لائے گئے اور قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ دس اونٹ بڑھا کر پھر قرعہ اندازی کی تو پھر حضرت عبداللہ کا نام نکلا اور دس اونٹ بڑھا دیے حتیٰ کہ اس طرح دس دس کا اضافہ کرتے کرتے نوبت سواونٹ تک جا پہنچی اس وقت ان کو ذبح کر دیا گیا اور کھلے



عام چھوڑا گیا تاکہ ہر چیز اپنا اپنا مقدر اور حصہ ان میں سے وصول کر لے انسان بھی اور درندے بھی۔  
 (اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی برکت سے تمام انسانوں کا خون گراں اور قیمتی ہو گیا کیونکہ اسلام میں بھی وہی  
 دیت و خونہا برقرار رکھا گیا اور قیامت تک یہی حکم باقی رہے گا۔

## سو لھواں باب

### حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کا عقد نکاح و تزویج

جب حضرت عبداللہ کی طرف سے سوانٹ ذبح کیے گئے (اور سارے عرب میں ان کا شہرہ اور آواز بلند  
 ہوا) تو ایک دن وہ جناب عبدالطلب کے ہمراہ ام قتال بنت نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ پر گذرے جو کہ ورقہ (بن نوفل)  
 کی بہن تھیں تو اس نے کہا اے عبداللہ کہاں جاتے ہو۔ انہوں نے کہا اپنے باپ کی ہمراہی میں ہوں جدھر وہ جائیں گے میں بھی  
 انہیں کے ساتھ ہوں۔

اس نے کہا مجھ سے اتنے اونٹ لے لو جو تمہاری ذات پر بطور فدیہ قربان کیے گئے تھے اور مجھے اپنی بیوی بنا لو۔  
 آپ نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ ہوں اور ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبدالطلب ان کو ہمراہ لیے سیدھے وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس پہنچے اور ان کی لخت جگر حضرت  
 آمنہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا جب زفاف ہوا تو (نور مصطفیٰ علیہ التیۃ والتناہ) حضرت عبداللہ سے منتقل ہو کر  
 حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں جلوہ گر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ گھر سے نکلے اور ام قتال سے کہا تو نے جو دعوت نکاح و تزویج دی تھی وہ مجھے قبول ہے۔ لہذا  
 مجھ سے نکاح کر لے۔ انہوں نے آمادگی ظاہر نہ کی تو آپ نے پوچھا بات کیا ہے کل خود پیش کش کر رہی تھی اور آج اس  
 اعراض و رد و گردانی کا مظاہرہ کر رہی ہو تو اس نے کہا وہ نور جو تیری پیشانی میں چمکتا تھا اور جس کی والدہ بننے کی تمنا پر میں  
 اتنے اونٹ بھی پیش کرنے کو تیار تھی وہ تجھ سے جدا ہو گیا ہے۔ لہذا اب مجھے تمہارے ساتھ نکاح و تزویج میں کوئی  
 دلچسپی نہیں ہے۔

ام قتال کے اس علم و معرفت کی وجہ یہ تھی کہ ان کے بھائی ورقہ بن نوفل نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا اور

کتب سماویہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان کو اس مطالعہ سے ہی معلوم ہوا تھا کہ اس امت میں اولاد اسماعیل علیہ السلام سے ایک نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے۔ ام قتال نے اپنے بھائی سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق معلوم کر لیا کہ آخر الانبیاء علیہم السلام والثناء کے والد گرامی یہی ہیں اور ان کی پیشانی میں جس نور کا ظہور ہے وہ اسی نور عظیم ہی کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو ساتھ لیے ہوئے بنی زہرہ کے ہاں جا رہے تھے تاکہ وہاں ان کی شادی کی جائے۔ تو راہ میں ایک کامنہ پران کا گذر ہوا جس کو فاطمہ بنت مر کھا جاتا تھا اور اصل تبالہ سے تھی۔ کتب قدیمہ کو بھی پڑھا کرتی تھی (جس سے اس کو نبی آخر الزمان کی علامات ظہور و خروج کا پوری طرح علم تھا) جب حضرت عبداللہ کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی اور اس سے نور کی شعاعیں بھوٹی دیکھیں تو کہنے لگی اے جوان کیا تو میرے ساتھ موافقت پر آمادہ نہیں ہوتا میں سوانٹ بھی پیش کروں گی تو آپ نے جواب میں کہا۔

اما الحرام فالحمات دونہ۔ والحل لا چل فاستبینہ۔ فکیف بالامر الذی تبغینہ۔

فعل حرام سے تو حدت بھلی ہے لہذا نامکن ہے حلال طریقہ (نکاح) کی بھی کوئی صورت نہیں تا وقتیکہ میں اچھی طرح سوچ بچار نہ کر لوں اور (والد کی رضا و رغبت بھی حاصل نہ ہو) لہذا جو تو چاہتی ہے وہ بات نہیں ہونے کی پھر اسے اسی حسرت و ارمان کی حالت میں چھوڑ کر چل دیے۔

ابوالفیاض سے مروی و منقول ہے کہ حضرت عبداللہ کا قبیلہ خثعم کی ایک عورت فاطمہ بنت مر پر گذر ہوا جو کہ عورتوں میں سے سب سے خوبصورت، شکل و شباهت میں سب سے برتر اور عفت و پاکدامنی میں سب سے بڑھ کر تھی اس نے کتب قدیمہ کا مطالعہ کیا تھا اور قریش کے لوگ اس کے پاس جاتے اور مختلف معلومات حاصل کرتے۔ جب حضرت عبداللہ کو دیکھا اور ان کے چہرہ میں موجود نور نبوت کا نظارہ کیا، پوچھا اے جوان تم کون ہو۔ آپ نے اپنا تعارف کرایا۔ اس نے کہا اگر میرے ساتھ نکاح اور موافقت کو پسند کرو تو میں سوانٹ بھی دینے کو تیار ہوں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہا۔

اما الحرام فالحمات دونہ۔ والحل لا حل فاستبینہ۔ فکیف بالامر الذی تنوینہ۔

حرام کاری کے ارتکاب سے تو میں مر جانے کو ترجیح دوں گا اور حلال و جائز صورت بھی نظر نہیں آتی تاکہ میں اس پر غور و فکر کروں۔ لہذا جو نیت و ارادہ تمہارا ہے اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔

پھر حضرت آمنہ بنت وہب کے پاس گئے اور انہیں کے ہاں رہے حتیٰ کہ نور نبوت ان کی طرف منتقل ہو گیا پھر آپ کو خثیمہ کی پیش کش قبول کرنے کا خیال آیا اس کے پاس آئے تاکہ (نکاح کے ساتھ ہم دونوں اکٹھے ہو جائیں مگر اس کی طرف سے کوئی گرجوشی اور نکاح جو نزدیک میں رغبت نظر نہ آئی تو خود ہی بولے جو پہلے تو نے کہا تھا اگر اب رغبت ہو تو میں آمادہ ہوں“ اس نے کہا ایک وقت یہ خیال تھا لیکن اب تو نہیں ہے۔

اس نے پوچھا یہاں سے جا کر کیا کیا آپ نے کہا اپنی بیوی آمنہ بنت وہب سے مباشرت کی۔ اس نے کہا میں کوئی بدکار عورت نہ تھی کہ بُرائی کی دعوت دیتی میں نے تو تیرے چہرہ میں نورِ نبوت کو دیکھا دل چاہا کہ وہ نور میرے مقدر میں ہو مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہی تھا کہ اُسے وہاں پہنچا دیا ہے جب قریش کے جوانوں کو فاطمہ عظیمہ کی حضرت عبداللہ کو پیش کش کا علم ہوا اور ان کے انکار و اعراض کا تو انہوں نے اس معاملہ میں اس کے ساتھ بات چیت کی تو اس نے جواب میں یہ اشعار پڑھ کر ان کو خاموش کر دیا ہے

(۱) انی رأیت مخیلة بلغت  
قتلاً لات جناتہ القطر

میں نے برسنے والی بدلی کو دیکھا جو برسنے کی حد کو پہنچی ہوئی تھی پس وہ چمکی مگر مصائب و آفات کے سُرخ خونیں مشکوں کے ساتھ یعنی مجھے خون کے آنسو لاکئی بلکہ خون کا سیلاب آنکھوں سے بہا گئی۔

(۲) فلما تہا نوراً یضئ لہ  
ماحولہ کا ضارۃ الفجر

میں نے اس برسنے والی بدلی کو نورانی حالت میں دیکھا جو ان کے لیے ارد گرد کو یوں روشن کیے ہوئے تھی جیسا کہ سپیدہ سحرِ ظلمتِ شب کو نور سے بدلتا ہے۔

(۳) ورأیتہ شرفاً البوبہ  
ماکلٌ قادح زنداہ یوسری

میں نے عظمت و برتری کا بذر پہاڑ دیکھا تو اس کی پناہ لینے کی خواہش کی لیکن ہر وہ شخص جو حقیقاً پتھروں کو باہم رگڑ کر آگ حاصل کرنا چاہے ضروری نہیں کہ اپنے مدعا کو پاسکے اور آگ جلا سکے ہ

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اور اس نے یہ اشعار بھی کہے۔

(۱) بنی ہاشم قد عادت من اخیکم  
امینۃ اذ للباۃ یعتلجان

بنی ہاشم آمنہ نے تمہارے بھائی کو جبکہ وہ دفاع اور مجامعت کے لیے چارہ سازی کر رہے تھے اس طرح کر دیا ہے اور اس حال میں چھوڑا ہے۔

(۲) کما غادرا المصباح بعد خبوة  
فتائل قد امیشت لہ بدہان

جیسا کہ بتی بچو جانے کے بعد اس قبیلہ کے ساتھ کرتی ہے جو تیل سے تر کر کے بتی روشن کرتے وقت رکھی جاتی ہے یعنی وہ اس کی تری کو کلیتہً جذب کر لیتی ہے اور بجھنے پر اس کی سرخی کو سیاہی سے بدل دیتی ہے۔

اس کے اپنے لفظ یہ ہیں قد کان ذالک مرۃ فالیوم لا جواب من رب المثل بن گئے ہیں اور رائے کی تبدیلی متناہن اور آرزوں کا اختتام بیان کرتے۔ وقت ان کو استعمال کیا جاتا ہے (ابن الجوزی)

(۳) وما کُنَّ مایحوی الفخ من تلامذہ  
 بحزم ولا مافاتہ لتوانی  
 حقیقت یہ نہیں ہے کہ ہر وہ مال اور نعمت جو عرصہ دراز تک کسی کے پاس رہنے والی ہو اسے جو اس ہمت لوگ  
 اپنی ہوشیاری سے جمع کرتے ہیں اور نہ وہ جو  
 مہتر نہ آسکے وہ ان کی سستی و کاہلی کا نتیجہ ہے (بلکہ ہر ایک  
 محض اپنا مقدر ہی حاصل کر سکتا ہے)

(۴) فاجمل اذا طالبت امر فانه  
 سیکفیکہ جدان یصطرعان  
 جب تو کسی امر کا طلبگار بنے تو پھر حسن طلب سے کام لے کیونکہ اس کے حصول میں تجھے دو حصے اور نصیبے  
 کفایت کریں گے جو باہم متعارض ہیں اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے درپے۔

(۵) ستکفیکہ اماید مفعلة  
 وامايد مبسوطة ببنان  
 یا تجھے کفایت کرے گا اس مقصد و طلب میں وہ ہاتھ جو منقبض ہے اور ضعیف و ناتواں ہے (کیونکہ تجھ سے  
 تیرا مطلوب چھین نہیں سکے گا) اور یا وہ ہاتھ جو لمبی انگلیوں اور دراز پوروں والا ہے (اگر تیرے لیے دراز بن جائے تو)  
 (۶) ولما تفت منه امينة ماتت  
 نبا بصری عنه و کل لسانی

اور جب حضرت آمنہ نے ان سے (حضرت عبداللہ سے) اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو میری آنکھ ان سے دور ہو گئی۔  
 (کیونکہ سابقہ کشش باقی نہیں رہی تھی اور وہ رونق و بہارِ حبینِ اقدس آگے منتقل ہو چکی تھی) اور (بوقت دعوت) میری زبان  
 گنگ ہو گئی (اور اجابت سے قاصر رہی)۔

## سزھوال باب

### حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو دوران حمل پیش آمدہ واقعا و کیفیات

(۱) وہب بن ربیعہ کی بھوپھی روایت کرتی ہیں ہم یہ سنا کرتے تھے جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا  
 حاملہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے کوئی پتہ نہ چلا کہ میں حاملہ ہوں یا نہیں نہ کوئی بوجھ اور ثقل محسوس ہوا اور نہ متلی وغیرہ  
 جیسے کہ عورتوں کو اس دوران یہ حالتیں پیش آتی ہیں صرف اتنا ہوا کہ حالت حیض منقطع ہو گئی اور مجھے اس پر حیرانی ہونی تھی۔  
 (کیونکہ علامت حمل بھی کوئی نہیں تھی اور حالت حیض بھی باقی نہیں رہی تھی) تو سو سووار کی ایک رات کو جب کہ میں نیند اور  
 بیداری کی درمیانی حالت میں تھی ایک آنے والے شخص نے مجھے آکر کہا: کچھ خبر بھی ہے کہ تو حاملہ ہو گئی ہے۔ میں نے کہا: ہاں

ہیں یوں کہا کہ مجھے تو علم نہیں ہے۔ اس نے کہا تو اس اُمت کے سردار اور نبی کے ساتھ حاملہ ہوئی ہے تو یہ تھی وہ علامت جس سے مجھے حاملہ ہونے کا یقین حاصل ہوا۔ پھر وہ مژدہ دینے والی شخصیت میرے پاس اتنے وقت تک نہ آئی جب تک کہ ولادت کا وقت قریب نہ آیا۔ جب وہ وقت قریب آیا تو پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تو اس طرح کہہ۔ اَعِيذُ بِالْوَحْدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ۔ میں اپنے اس لختِ جگر نورِ نظر کو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی پناہ میں دیتی ہوں، ہر اس شخص کے شر سے جو کہ حسد کی آگ میں مبتلا ہے۔

آپ فرماتی تھیں میں ہمیشہ یہ ورد کرتی رہتی تھی جب میں نے اپنی تعلق والی عورتوں سے اس امر کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے گلے اور بازوؤں میں لوہے کی بتی کوئی چیز پہن لو جب میں ایسی کوئی شے پہنتی تو چند دن نہ گزرنے پاتے کہ وہ کٹ کر گر جاتی تو میں نے ان اشیاء کو ترک کر دیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان کے ساتھ حاملہ ہونے سے لے کر ولادت تک کوئی مُشقت اور تکلیف محسوس نہیں کی اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں ان کا نام احمد رکھوں۔

## اکھارہواں باب

### وفاتِ حضرت آیاتِ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جبکہ کسریٰ نوشیرواں کے ملک و حکمرانی کو چوبیس سال گزر چکے تھے۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے عقد تزویج ہوا اور ابھی سردارِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت نہیں ہوئی تھی کہ ان کا وصال ہو گیا۔

ایوب بن عبدالرحمن سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش کے قافلہ ماے تجارت میں سے ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف نکلے۔ جب تجارت سے فارغ ہوئے تو واپسی پر مدینہ طیبہ پر گزرے اور حضرت عبداللہ ان دنوں بیمار تھے، قافلہ کی ہمراہی سے معذرت کی اور کہا کہ میں چند دن اپنے احوال (نخسِ مال) بنی عدی بن بنجار کے ہاں ٹھہرتا ہوں۔ آپ وہاں ایک ماہ تک بیماری کی حالت میں رہے اور دوسرے ساتھی مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ نے ان کے متعلق رفقائے سفر سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا وہ اپنے نخسِ مال ٹھہر گئے ہیں اور ہم نے ان کو بیماری کی حالت میں چھوڑا ہے۔ حضرت عبداللہ نے اپنے بیٹے بیٹے مارث کو بھیجا کہ آپ

کی حالت دریافت کریں اور ہمراہ لائیں مگر وہ پہنچے تو آپ کا وصال ہو چکا تھا اور دارِ نابعہ میں ان کو دفن کیا جا چکا تھا اور نابعہ بنی عدی بن النجار میں سے تھا عمارت لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے اور ان کی وفات حسرت آیات کی خبر عبدالمطلب کو سنائی تو وہ سخت غمگین ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں تھے کہ تمیم ہو گئے اور حضرت عبداللہ کی عمر شریف ابھی صرف پچیس سال تھی۔

واقدمی نے کہا کہ حضرت عبداللہ نے اپنے بعد ایک نوٹری ام ایمن، پانچ اونٹ اور ایک کھلم بھیر بکریوں کا چھوڑا تھا۔ یہ جملہ اشیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت اور تصرف میں آئیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ کا وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد ہوا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

## انسوال باب

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ربیع الاول کی دو راتیں گزرنے کے بعد یعنی تیسری تارخ کو۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ بارہویں رات کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عام الفیل میں ولادت شریف ہوئی ابرہہ کی جمع اپنے ہاتھی کے آمد و ہلاکت التوار کے دن ہوئی جب کہ محرم کے تیرہ دن بقایا تھے اور پہلی محرم جمعہ کے دن تھی (یعنی سترہ محرم کو) اور ادھر نوشیرواں کی تخت نشینی اور حکمرانی کو بیالیس سال ہو چکے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اس مکان کے اندر ہوئی جو اب محمد بن یوسف ثقفی یعنی حجاج کے بھائی کے نام پر مشہور و معروف ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وہ گھر بعد از ہجرت عقیل بن ابی طالب کو ہبہ کر دیا تھا اور جب تک وہ زندہ رہے ان کے تصرف میں رہا اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے محمد بن یوسف کے ہاتھ بیچ دیا۔ پھر اس نے نئے سرے سے اپنا وہ مکان تعمیر کیا جس کو دار محمد بن یوسف کہا جاتا ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان بھی اس میں شامل کر دیا۔ بعد میں خیزان نے اس کو الگ کیا اور وہاں مسجد بنائی جس کے اندر بطور تبرک نماز پڑھی جاتی تھی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سووار کے دن روزہ رکھنے کے متعلق دریافت کیا کہ آپ اس دن میں روزہ کیوں رکھتے ہیں، تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن میں مجھ پر وحی نازل ہوئی اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا (رواہ مسلم والفریبہ)۔  
ابن اسحاق نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ عام الفیل (ہاتھی والے سال یعنی ابرہہ کی ہلاکت اور اس کے لاؤشکر کی بربادی والے سال) میں ربیع الاول کی بارہویں رات کے بعد ہوئی۔

زہری سے منقول ہے کہ عام الفیل کے دس سال بعد آپ نے خاندانِ عالم میں قدم نہ لگایا۔ یہ قول صحیح نہیں ہے۔  
حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کی آٹھویں کو انق بطن آمنہ رضی اللہ عنہا سے طلوع ہوئے جب کہ نیشان (شمسی مہینہ کا نام) کی دسویں تاریخ تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مضبوط و توانا لڑکا تھا یعنی سات آٹھ سال کا تو ایک یہودی کو صبح سویرے مدینہ منورہ میں زور زور سے چلاتے ہوئے سنا وہ پکار رہا تھا اے گروہ یہود۔ اے گروہ یہود جب وہ سارے اس کے گرد اکٹھے ہو گئے تو پوچھا تیرے لیے ہلاکت ہو کیا ہو اور کیوں نہیں بلاتا ہے؟ اس نے کہا وہ ستارہ جس کا طلوع احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت پر علامت و دلالت تھا وہ آج رات طلوع ہو گیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ یہودی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں آمد کے وقت پر بھی موجود تھا مگر براہِ جسد و عناد کفر و ضلالت کی گھاٹی میں جا کر اور مشرف باسلام نہ ہوا۔

حضرت حسان بن ثابت سے ہی مروی ہے کہ میں بوقت سحر ایک فارغ نامی ٹیلہ پر موجود تھا کہ ناگاہ بہت تیز اور بلند ترین آواز میرے کان میں پڑی غور کیا کہ آواز کہہ رہے آتی ہے تو ایک یہودی مدینہ طیبہ کے بلند ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا اور ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا سب لوگ دوڑ کر اس کے پاس جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے تجھے کس مصیبت نے آلیا ہے کیوں چلا رہا ہے۔ بولایا ستارہ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء والا ہے جو طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ ظہور نبوت کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء کرام علیہم السلام سے صرف محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء ہی تشریف لانے والے ہیں۔ لوگوں نے اس پر ہنسنا شروع کیا اور اس کی بات پر حیرانی کا اظہار کیا۔

# سوال باب

## قصہ فیل و ابرہہ

علماء سیرت نے فرمایا کہ ابرہہ نے ایک عبادت خانہ تعمیر کیا اور اس کو آرائش و زیبائش کے لحاظ سے مکتے روزگار بنا دیا اور کہنے لگا کہ میں حجاج عرب کو جب تک اس کی حج زیارت پر آمادہ نہ کر لوں دم نہیں لوں گا۔ جب اہل عرب کو معلوم ہوا کہ وہ بد بخت کعبہ شریف کی عزت و حرمت لوگوں کے دلوں سے ختم کرنا چاہتا ہے تو ان میں سے ایک شخص وہاں پہنچا اور اس مصنوعی کعبہ میں قضاے حاجت کر دی تاکہ جب لوگ اس کی زیارت کو آئیں تو یہ منظر دیکھ کر پھر کبھی ادھر منہ نہ کریں۔ جب ابرہہ کو اس حادثہ کا علم ہوا تو غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گیا اور قسم کھائی کہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر کعبہ کو نغوز بالترسار کر دوں گا۔ چنانچہ وہ ہاتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو باہری پڑاؤ ڈالا اور قریش کے مال مولیٰ جو ہاتھ آئے وہ لوٹ لیے اور اپنے ایک مصاحب کو کہا کہ لوگوں سے دریافت کرو کہ اہل مکہ کا سردار کون ہے؟ پھر اس کو میری طرف سے کہو کہ ہم تمہارے ساتھ حرب و قتال کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تو (خاکم بدین) اس گھر کو گرانے کے لیے آئے ہیں۔ اس کو عبدالمطلب کے متعلق بتلایا گیا کہ قوم قریش کے سردار اور بیت اللہ کے محافظ و خادم یہ ہیں، تو ابرہہ کے مصاحب نے حضرت عبدالمطلب کو اس کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے فرمایا بخدا ہم نہ تو ابرہہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ ہی ہمارے اندر اتنی قوت و طاقت ہے یہ اللہ تعالیٰ کا باعزت و باکرامت گھر ہے اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا گھر ہے اگر وہ خود حفاظت فرمائے تو وہ اس پر قادر ہے اور حفاظت کرے گا بھی۔

حضرت عبدالمطلب کو ابرہہ کے پاس لے جایا گیا اس نے بہت اعزاز و اکرام کیا اور پوچھا کوئی حاجت و غرض ہو تو بتلاؤ تو آپ نے کہا ہمارے دو صد اونٹ جو تو نے لوٹ لیے ہیں وہ واپس کر دے۔

ابرہہ نے ان کا جواب معلوم کر کے ترجمان سے کہا کہ ان کو میری طرف سے کہہ کہ میں نے تمہیں دیکھا تو دو جاہت و شوکت اور عظمت و ہیبت کی وجہ سے حیران ہو گیا۔ مگر تمہارا جواب سن کر (سارا تاثر غلط ثابت ہوا) اور میری رغبت ختم ہو گئی۔ تعجب ہے کہ دو سو اونٹ کا مطالبہ کرتے ہو اور وہ گھر جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین ہے اسے نظر انداز کر رہے ہو حالانکہ میں تو اس کو گرانے کے لیے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا میں ان اونٹوں کا مالک ہوں اس لیے ان کا مطالبہ کر رہا ہوں، اور اس گھر کے مالک ہم نہیں ہیں نہ وہ ہماری حفاظت اور پناہ میں ہے (بلکہ ہم اس کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں) اس کا مالک اور ہے اور وہ ضرور اس کی حفاظت فرمائے گا۔



حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس سے اٹھے قریش کے پاس آئے اور ان کو مکہ مکرمہ سے نکل کر پہاڑوں اور گھاٹیوں میں پناہ لینے کا حکم دیا تاکہ ابرہہ کا لشکر ان پر ظلم و تعدی کی زنجیر کھڑا کر کے نہ ہو سکے اور یہ کہا۔

یارب لا ارجو لہم سوا کا یارب وامنع منہم حما کا  
اسے رب کریم ہیں قریش کی حفاظت و نگرانی کے لیے تیرے سوا اور کسی سے امیدوار نہیں ہوں۔ اسے رب کریم ابرہہ اور اس کے لشکریوں کو اپنی حمایت سے محروم فرما۔

ان عدد البیت من عادا کا امنعم ان یخربوا فنا کا  
بیشک بیت اللہ کا دشمن وہی ہے جو تیرا دشمن ہے لہذا ان کو اپنے گھر اور اس کے ماحول کو خراب و برباد کرنے سے خود روک۔

اور بارگاہ خداوندی میں یہ بھی عرض کیا۔

لاھو ان المرء یمنع رخلہ اسے اللہ العالمین پر فرود اپنے گھر کی اور ساز و سامان، لباس و پوشاک کی حفاظت کرتا ہے۔ لہذا تو بھی اپنے گھر اور اس کے ساز و سامان کی حفاظت فرما۔

لا یغلبن صلیبہم و محالہم غدا و محالک  
ان کی صلیب اور قوت و طاقت کل کو تیری قوت و طاقت پر کسی طرح غالب نہ آنے پائے۔ یا ان کی چالاک اور مکر و فریب تیری چارہ سازی پر غالب نہ ہو۔

والفیل کی یسبوا عیالک جردا جموع بلادہم  
انہوں نے اپنے علاقوں اور شہروں کے سارے لشکر اور ہاتھی جمع کیے ہیں تاکہ تیرے گھر میں پناہ لینے والوں کو قیدی بنا لیں اور ان کو بے عزت و خوار کریں۔

جہلا و مارقبو جلاک عمد و احماک بکیدہم  
تیرے محفوظ و مقدس مقام کی طرف اپنے مکر و فریب اور ناپاک عزائم کے ساتھ بڑھے ہیں اپنی نادانی اور ناگفتا اندیشی کی وجہ سے اور تیرے جلال کو ملحوظ نہیں رکھا۔

ان کنت تارکھم و کعبتنا فامرنا بدالک  
اگر تو ہمارے کعبہ کو ان کے حوالے کر دے اور ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دے تو بڑی غیب بات ہے۔ مگر جو تیری مرضی ہو اور جو تجھے پسند ہو۔

ادھر حضرت عبدالمطلب بارگاہ رب کریم میں دعا و زاری کر رہے تھے اور ابرہہ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور اپنے انتہائی سرکش ہاتھی کو تیار کیا۔ نفیل بن حبیب خشمی آئے اور ہاتھی کے کان میں کہا۔

اے محمود! ہاتھی کا نام (بٹھیا جا اور آگے قدم مت بڑھا۔ بلکہ جہاں سے آیا ہے لوٹ جا۔ کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کے بلد حرام میں ہے) اور یہاں خونخواری و خونریزی اس مالک کو پسند نہیں ہے، ہاتھی یہ حکم سن کر بیٹھ گیا۔  
نفیل تو ہاتھی کو یہ پیغام سنا کر وہاں سے تیزی کے ساتھ پہاڑ کی طرف نکل گئے اور ابرہہ اور اس کے شکری اس کو مار پیٹ تھکے مگر وہ اٹھنے کا نام تک نہیں لیتا تھا۔ یمن کی طرف کوچ کے لیے تیاری کرتے ہیں تو دوڑنے لگتا ہے اور جب مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں تو بیٹھ جاتا ہے۔ ہاتھی کے ساتھ ان کی یہ دھینکا مٹھی اور زور زوری جاری ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے جھنڈ بھج دیے ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں۔ ایک کو چونچ میں اٹھائے ہوئے تھا تو وہ دو کو پاؤں میں۔ بظاہر وہ کنکریاں چنے کے دانے بلکہ مسور کے دانے کے برابر تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ تاثیر رکھی تھی کہ جس کو لگتیں موفعہ پر ہی ہلاک ہو جاتا۔

جب ان کنکریوں کی بوجھاڑ دیکھی تو اسی راہ پر جان بچانے کے لیے بھاگ کر پہنچے جس پر چل کر یہاں آئے تھے مگر اب بچنے کی صورت کہاں تھی کوئی میدانی علاقہ میں تباہ ہوا اور کوئی پہاڑوں میں پہنچ کر۔

ابرہہ کے جسم میں ایک مہلک مرض پیدا ہو گیا جس سے اس کی انگلیاں گل کر گئیں۔ جب اس کو واپس صنعا میں لے کر پہنچے تو وہ ضعف اور لاغری کی وجہ سے چوزے کی مانند ہو چکا تھا حتیٰ کہ اس کا سینہ چاک ہو ادل باہر آ گیا اور اس ذلت و رسوائی کے ساتھ اہل عالم کے لیے ہزاروں عبرتوں کا سامان چھوڑ کر واصل جہنم ہوا اور یہی وہ سال تھا جس میں محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آفتاب نبوت و رسالت افق انسانیت پر جلوہ گر ہوا (اور انہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ اور حرم پاک مکہ مکرمہ کو محفوظ فرمایا۔ یہ امر عارق للعادة اور اس کے ملاتا ہے اور اس میں آپ کی صداقت نبوت اور حقانیت رسالت پر واضح دلیل اور بین برہان موجود ہے۔

الغرض ابرہہ اور اس کا لشکر تباہ و برباد ہوا اور ان کی تباہی و بربادی کا بیشتر لوگوں نے مشاہدہ کیا جن میں حکیم بن حزام۔ حوالب بن عبدالعزیٰ اور حسان بن ثابت بھی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے طویل عمر پائی ہے۔ ساٹھ ساٹھ سال تو زمانہ جاہلیت میں گذرے اور بقیہ ساٹھ ساٹھ سال زمانہ اسلام میں نور ایمان سے منور ہو کر گزارے اور شعرا نے اپنے اشار میں اپنے ان مشاہدات کو بیان کیا ہے۔ انہیں میں سے ایک نفیل بن حبیب ہیں جو زمانہ جاہلیت کے شاعر ہیں اور انہیں جیشہ (ابرہہ اور اس کے لشکریوں) نے گرفتار کر رکھا تھا تا کہ مکہ مکرمہ کا راہ بنلائیں تو وہ ان سے جیلہ گری کے ساتھ

عہ بقول ابن قتیبہ سب لوگوں کا سرکار و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سال متولد ہونے پر اجماع و اتفاق ہے۔

بھاگ گئے۔ وہ کہتے ہیں۔

الا ردی رکابنا ردینا  
نعمنا کر علیٰ الہجران عینا  
اسے روینہ (عورت کا نام ہے) ہماری سواریوں کو ہماری طرف لٹا دو۔ ہم نے ہجر و فراق پر رضامند ہو کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔

فانک لورا یت وکن ترید  
لدا ی جنب المحصب مارا ینا  
اے کاش تو دیکھتی اور اب تو ہرگز نہ دیکھ سکی گی وہ منظر عجیب اور قدرت خداوندی کا عظیم نمونہ جو ہم نے وادی محصب کے پہلو میں دیکھا۔

حمدت اللہ اذ عینت طیراً  
وخفت حجارة تلقیٰ علینا  
ہیں اللہ تعالیٰ کی حمد بجالایا جب کہ پرندوں کو حملہ آور دیکھا اور خوفزدہ بھی تھا کہ کہیں ہم بھی ان کی زد میں نہ آجائیں۔  
وکلہم ینائل عن نفیل  
کان علیٰ للحبشان دینا  
اور ان میں سے ہر ایک نفیل (یعنی میرے متعلق) دریافت کرتا ہے گویا کہ ان حبشیوں کا مجھ پر کوئی قرض ہے۔ جس میں میں ماخوذ ہوں۔

امیر بن ابی الصلت نے اس واقعہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا۔

(۱) ان آیات ربنا بینات  
ما یماری فیہن الا الکفور  
ہمارے رب تبارک و تعالیٰ کی آیات و دلائل قدرت واضح ہیں جن میں سوائے کافروں کے انتہائی شکر گزار کے کوئی شک و تردید کی مجال نہیں رکھتا۔

(۲) حبس الفیل بالمغس حتی  
ظل یحبو کانه معقور  
اس نے ابرہہ کے سرکش ہاتھی کو مقام مغس میں روک دیا اور وہ گھٹنوں کے بل یوں چلنے لگا جیسا کہ اس کے پاؤں کاٹ دیے گئے ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے اس ہاتھی کے قائد (آگے چلنے والے) اور سائیس (پچھے سے ہانکنے والے) دونوں کو مکہ مکرمہ میں دیکھا وہ آنکھوں سے محروم تھے اور پاؤں سے معذور لوے لنگڑے۔ لوگوں سے مانگ کر گزارا کرتے تھے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں۔ ہاتھی (اور ہاتھی والے) اور اس کے شکر کی یہ تباہی و بربادی اور تذلیل و رسوائی اور وہ بھی ابابیل جیسے ضعیف و ناتواں پرندوں کے ذریعہ اور معمولی مقدار والی کنکریوں کے ساتھ) اللہ رب العزت کی قدرت پر عظیم بہمان اور واضح دلیل ہے جس نے ابابیل کو اس مقصد کے لیے مسخر و پابند فرمایا اور یہ سب کچھ محض قریش کی نصرت و امداد کے

یہ نہ تھا کیونکہ وہ کافر تھے اور کوئی کتاب و صحیفہ آسمانی اپنے پاس نہ رکھتے تھے بخلاف حبشہ کے کہ وہ صاحب کتاب تھے اور آسمانی مذہب کے قائل تھے یہ کرم اور نظر عنایت کسی اپنے محبوب شخص کے لیے فرمائی اور وہ غضب و قہر اپنے مبغوض افراد کے لیے فرمایا اور کس شخص پر یہ معنی رہ سکتا ہے کہ کس کی خاطر یہ انعام و احسان فرمایا فقط اور فقط محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التمجید والثناء کی خاطر اور انہیں کے طفیل و صدقہ میں۔ فالمد لئذ وصلی اللہ علی حبیب الکریم وآلہ الطیبین الطہرین واصحابہ الکاملین الواصلین۔

## ایک سوال باب

### وقت ولادت مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء میں ظہور آواز و کلمات

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے جس رات اپنے لخت جگر اور نور نظر کو جنم دیا ایک عظیم نور دیکھا جس کی بدولت شام کے محلات روشن ہو گئے حتیٰ کہ میں نے ان کو دیکھ لیا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے مخاض اور زچگی والی حالت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں نظر آنے لگے گویا وہ بالکل میرے قریب آگئے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ مجھ پر گرنے پڑیں جب میں نے ان کو جنم دیا تو ان سے ایک ایسا نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے وہ مکان و حجرہ روشن ہو گیا۔ حتیٰ کہ جدھر دیکھتی نور سی نور نظر آتا۔

حضرت شغانہ کہ عبد الوہاب بن عوف کی والدہ ماجدہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد ہوا اور آپ میرے ہاتھوں پر آئے تو آپ نے آواز بلند فرمائی جیسا کہ وقت ولادت بچے آواز نکالتے ہیں تو میں نے ایک آواز دینے والے کو یوں کہتے ہوئے سنا۔ رحمک ربک۔ تمہارے رب کریم تم پر رحم فرما دیں۔

حضرت شغانہ نے فرمایا مجھ پر افق مشرق و مغرب کا ماہین اور تمام روٹے زمین روشن ہو گیا۔ حتیٰ کہ شام کے بعض محلات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ پھر میں لیٹ گئی مگر تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے تاریکی و تیرگی اور رعب و خوف معلوم ہونے لگا اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے نظر آنے لگے۔ پھر ایک نور دائیں جانب سے دکھائی دیا اور یہ آواز سنائی دی کہ اس محبوب مولود کو تو کہاں لے گیا ہے دوسری طرف سے جواب آیا۔ مغرب کی سمت پھر دوبارہ مجھ پر تاریکی و ظلمت اور مرعوبیت و خوفزدگی والی حالت اور رونگٹے کھڑے ہونے والی کیفیت طاری ہوئی تو بائیں جانب سے ایک نور نمودار ہوا اور آواز آئی تم اس مولود کو کہاں لے گئے ہو تو جواب آیا کہ میں انہیں مشرق کی طرف لے گیا ہوں۔

یہ واقعہ میرے دل پر نقش رہا حتیٰ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں ان لوگوں میں شامل ہو گئی جو سب سے پہلے دولت ایمان و اسلام سے مالا مال ہوئے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے ان کو جنم دیا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھنے لگے پھر مٹی کی مٹھی لی اور سجدہ کی طرف مائل ہوئے۔ وقت ولادت آپ ناف بریدہ تھے۔ میں نے ان پر پردہ دستر کے لیے مضبوط پردہ ڈالا مگر کیا دیکھتی ہوں کہ وہ پھٹ چکا ہے اور یہ اپنا انگوٹھا چوس رہے ہیں جس سے دو دھکا نوارہ پھوٹ رہا۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت ایک یہودی شخص موجود تھا جس وقت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس نے صبح دریافت کیا اے جماعت قریش آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہمارے علم میں نہیں ہے۔ اس نے کہا (میں تحقیق کرو ہمارے کتب میں جو کچھ مرقوم و منقول ہے اس کی رو سے) آج رات نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم متولد ہوئے ہیں۔

قریش اس کی بات سن کر گھروں کی طرف گئے گھر والوں سے دریافت کیا کہ آج رات حضرت عبدالمطلب کے خاندان میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے تو بتلایا گیا ہاں۔ انہوں نے جا کر یہودی سے کہا کہ حقیقت حال وہی ہے جو تو نے بتلانی تھی، وہ بولا کہ اب نبوت بنی اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی (اور بنی اسماعیل علیہ السلام اس سے مشرف کر دیے گئے ہیں) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التمجید والثناء نے فرمایا کہ میری دلدل نے یوں ملاحظہ فرمایا گویا کہ مجھ سے ایک عظیم نور نمودار ہوا ہے جس کی ضیاء پاشیوں سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التمجید والثناء جب والدہ ماجدہ سے متولد ہوئے تو انہوں نے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک بڑا برتن (دیگ برہ) اوپر دے کر چھپا دیا مگر وہ فوراً دوڑ کر اٹک ہو گیا اور آپ آنکھیں کھولے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

وسیب بن زمعہ کی بھوپھی سے مروی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تو خوشخبری سننے کے لیے آدمی حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا جب کہ وہ حلیم میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی اولاد اور دیگر افراد قریش بھی موجود تھے۔ جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے لحنت جگر نور نظر کے تولد مبارک کی اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود اس نور اقدس سے منور ہونے کی ان کو اطلاع ملی تو بہت خوش ہوئے۔

فورا وہ بھی اور ان کے ہم نشین بھی اٹھے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ آپ نے جو کچھ بوقت ولادت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات دیکھا تھا ان سے بیان کیا اور جو کچھ انہیں اشارات و بشارات سنائی وی تھیں کہ سنائیں تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اٹھایا اور کعبہ مبارکہ کے اندر لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے اور اس کے کرم اور ذرہ پروری کا شکر یہ ادا کرتے رہے۔

ابن واقد کہتے ہیں کہ مجھے یوں خبر دی گئی کہ حضرت عبدالمطلب نے اس دن بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کیا۔

الحمد لله الذي اعطاني  
هذا الغلام الطيب الاردان  
سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے یہ پاکیزہ لباس اور منزہ ذات والا مقدس  
پروا عطا فرمایا ہے۔

قد ساد في المهد على الفلماں  
جو پنگھوڑے میں ہوتے ہوئے سب بچوں پر فوقیت لے گئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے مبارک ارکان  
اور اطراف و اکناف ولے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حتى اراه بالغ البنیان  
اعیذہ من شر ذی شأن

من حاسد مضطرب العیان  
حتیٰ کہ میں ان کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ مکمل اور مضبوط و توانا جوان ہوں۔ میں ان کو کینہ و دشمنی کے شر  
سے (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں دیتا ہوں۔ اور اس حاسد کے شر سے جس کی آنکھیں مرض حسد کی وجہ سے بے چین و  
بے قرار ہیں۔

حضرت عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ولادت ختمہ شدہ تھے اور مسکرا رہے تھے آپ  
کے جد امجد نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا میرے اس بیٹے کی عجب شان ہوگی اور واقعی پھر عجب شان اور عجب مقام ان کو  
نصیب ہوا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز عالم ظاہر  
ہوئے تو کوہ البقیع کے جن کو مقام حجون (جس کے نیچے قبرستان ہے اور قریش اس مقام پر اپنے کپڑے دھو کر سکھایا  
کرتے تھے) کے جن نے سید انس و جان علیہ السلام کی بشارت ولادت دیتے ہوئے یوں کہا ہے

فانتم ما انتی من الناس انجبت  
ولا ولدت انتی من الناس واحده

میں قسم کھاتا ہوں کہ کوئی عورت انسانوں میں نہ خود اتنی سعادت مند ہے اور نہ ہی کسی نے اتنے سعادت مند اور  
نجیب و شریف کو جنم دیا ہے۔

كما ولدت زهرية ذات مفكر  
نجية من نوم القبائل ماجده

جیسا کہ بنو زہرہ سے تعلق رکھنے والی قابل صداقتخار امتیازی اوصاف کی مالکہ قبائل کی ملامت اور طعن و  
تشیع سے منزہ و مسترا اور مجدد و بزرگی کی مالکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مقدس اور سعادت مند بچے  
کو جنم دیا ہے۔

وقد ولدت خیر البریة احمداً  
فاکرم مولود واکرم والده

تحقیق اس لئے بنم دیا ہے اس ذات اقدس کو جو سب مخلوق میں سے بہتر ہیں اور احمد کے پیارے نام سے موسوم۔ پس کس قدر عزت والا اور کتنا بلند مقام والا مولود ہے۔

ابو قبیس پر موجود جن اس ہاتھ کے جواب میں یوں گویا ہوا ہے

یا ساکنی البطحاء لا تغلطوا  
ومیتروا الامر بفعل مضی

اے بطحا کے رہنے والو دھو کہ نہ کھاؤ اور مغالطہ میں نہ رہو۔ اور سابقہ اعمال و افعال سے حقیقت امر

معلوم کرو۔

ان بنی زہرۃ من سترکم  
فی غابر الامر و عند البدی

بے شک بنو زہرہ قبیلہ ابتداء اور انتہا دونوں میں تمہارا ہی حصہ ہے اور شاخ اور سرونات کے رشتہ

میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔

واحدة منکم فہاتوا لنا  
فیمین مضی فی الناس او من بقی

مگر تم گذشتہ لوگوں میں سے یا جو باقی بچ رہے ہیں ان میں سے کوئی ایسی مقدس عورت دکھاؤ اور پاکیزہ

ماں بتلاؤ۔

واحدة من غیرہم مثلہا  
جنینہا مثل النبی التیق

جس کا بیٹا بنی زہرہ کی لاڈلی آمنہ کے مقدس بیٹے جیسا ہو جو کہ مقام نبوت کے مالک ہیں اور خدا

ترس اور پابند احکام خداوند جل و علی۔

## بائیسواں باب

### حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت ولادت ناف برید ہونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ رب العزت کے

ہاں میری عزت و حرمت یہ ہے کہ میں ناف بریدہ پیدا ہوا اور کسی نے میری شرم گاہ کو نہ دیکھا۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل اقدس میں وہ گزشتہ پارہ کیوں پیدا کیا گیا جس

میں وسوسہ کے قبول کرنے کی استعداد تھی اور بعد ازاں سینہ اقدس اور دل منور کو چیر کر اس حصہ کو نکالا گیا اسے بھی روز اول سے ایسے اجزاء و حصص سے منزہ و مبرا پیدا کیا جاتا اور اس میں وہ جز پیدا ہی نہ کیا جاتا جو دوسرے لوگوں میں ہوتا ہے اور وہاں سے شیطان اپنے وسوسہ و خیالات فاسدہ کے ساتھ اثر انداز ہو سکتا ہے)

**جواب :-** ابن عقیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ تطہیر بدن کے دو درجے ہیں۔ ایک ادنیٰ جو اطباء اور دایہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ رواج ہے اور دوسرا افضل و اعلیٰ یعنی تطہیر قلب اقدس تو اللہ رب العزت نے ادنیٰ درجہ تطہیر کو لوگوں پر مخفی فرمادیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل میں ان کو مدخلت کا موقع نہ رہا اور افضل و اعلیٰ درجہ کو ظاہر فرمایا تاکہ محبوب کریم کا حسن باطن اہل عالم بالخصوص ملائکہ پر ظاہر ہو اور ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو اس محبوب سے کتنا تعلق ہے اور ان کی نبوت و رسالت کے لیے اس نے کیا اہتمام و انتظام فرمایا کہ وحی و الہام میں مدخلت شیطان کے راستے ہی بند کر دیے ہیں اور احتمال و وسوسہ ختم فرمادیا ہے۔

## تیسواں باب

### شب ولادت وقوع پذیر ہونے والے حوادث

مخدم بن ہانی اپنے باپ ہانی سے نقل کرتے ہیں کہ عمر ایک سو پچاس برس تھی۔ فرماتے ہیں جس رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسارت ہوئی ایوان کسریٰ لرز اٹھا اور اس کے چورہ کنگرے گر گئے بجیرہ ساوہ خشک ہو گیا اور آتشکدہ فارس کی آگ بجھ گئی ممالک قبل ازیں ہزار سال سے روشن تھی اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کو بجھنے نہیں دیا گیا تھا آتش پرستوں کے کاہن و سردار (موبدان) نے خواب دیکھا کہ صعب و سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کی قیادت کرتے ہوئے و جلع عبور کر کے ملک فارس میں داخل ہو کر اس کے بلار اور اطراف میں پھیل گئے ہیں۔ ادھر کسریٰ ان معاملات کو دیکھ کر سخت پریشان ہوا اور بہ تکلف جرات و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر ضبط و تحمل اور صبر و استقامت کا اظہار کیا پھر اسے یہ خیال آیا کہ اپنے وزیر اور دوسرے مجلس و ارکان دولت سے ان امور کو مخفی رکھنا خلاف مصلحت ہے بلکہ ان سے صلاح و مشورہ کرنا چاہیے۔

اس خیال کے آتے ہی تاج سلطانی سر پر رکھا اپنے تخت سلطنت پر نمودار ہوا اور سب امراء و وزراء کو بلا کر



اپنے ارد گرد بٹھایا اور پوچھا۔

جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔

انہوں نے کہا جب تک بادشاہ سلامت خود سبب و حکمت بیان نہ فرمائیں ہمیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ وہ اسی گفتگو میں تھے کہ آنشکدوں کی حلقی ہوئی آگ کے بجھ جانے کی اطلاع موصول ہوئی تو کسری کا غم و اندوہ اور ریاہ ہوا۔ ادھر موبدان (کاہن مجوس اور حاکم) بولا حضور اللہ آپ کو سلامت رکھنے میں نے گذشتہ رات خواب دیکھا ہے اور اونٹوں نگھوٹوں کا دریا ئے دجلہ کو عبور کر کے ملک فارس میں پھیل جانا بیان کیا۔

کسری نے پوچھا اے موبدان یہ کیا ہونے والا ہے۔ اس نے کہا عرب کی طرف سے کوئی نیا واقعہ رونما ہونے والا ہے اس وقت کسری نے نعمان بن منذر کی طرف اس مضمون کا خط روانہ کیا۔

”کسری ملک الملوک کی طرف سے نعمان بن منذر کی طرف۔

بعد از ہدیہ سلام وغیرہ کے واضح ہو کہ ہماری طرف ایک ایسا شخص بھیجو جو اتنا بڑا صاحب علم ہو کہ میرے ہر سوال کا جواب دے سکے۔

منذر بن نعمان نے کسری کی طرف عبدالمسیح بن عمرو بن جیان بن بقیلہ غسانی کو بھیجا جب وہ کسری کے پاس حاضر ہوا تو اس نے دریافت کیا کہ میں جو کچھ پوچھنا چاہتا ہوں کیا اس کا کچھ علم و ادراک بھی ہے؟

اس نے کہا بادشاہ سلامت مجھے بتلائیں وہ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں اگر مجھے اس کا علم ہوا تو خود بتلا دوں گا ورنہ ایسے شخص کی طرف رہنمائی کروں گا جو اس عقدہ کو حل کرے۔

کسری نے خواب بیان کیا اور پیش آنے والے دوسرے حوادث و نتائج اس کے سامنے رکھے اور اس کا موجب و باعث دریافت کیا اس نے کہا میں تو ان امور کے متعلق کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں البتہ میرا ماموں ہے جس کو سیلیح کہتے ہیں اور مشارف شام میں سکونت پذیر ہے۔ وہ ان امور کا عالم ہے اور مہارت تامہ رکھتا ہے۔

کسری نے کہا پھر تم خود جا کر اس سے دریافت کرو اور مجھے واپس اگر جواب سے مطلع کرو۔

عبدالمسیح اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اسے دوڑاتا ہوا سیلیح کے پاس پہنچا اور وہ جاں بلب تھا اور محض رتق جان باقی تھی۔ عبدالمسیح نے سلام دیا اور آداب مناسب مجلس بجالایا مگر سیلیح نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو عبدالمسیح نے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

- (۱) میں کارمیں دسروا بہرہ ہو گیا ہے یا سن رہا ہے یا فوت ہو گیا ہے اور اس کو حالت موت نے آیا ہے
- (۲) اے امتیازی خصلتوں کے مالک جس نے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو مساوات و مماثلت سے عاجز کر دیا ہے۔ تیری خدمت میں آل سنن کے ایک قبیلہ کا شیخ اور سردار حاضر ہوا ہے۔

(۳) جس کی ماں ذب بن عجم کی آل سے ہے (قبیلہ سلج سے) وہ حاضر ہونے والا شخص سفید رنگ کتادہ لباس اور مضبوط اوستہ دل جسم والا ہے۔

(۴) وہ شاہ عجم (کسری) کا ایلچی ہے جو کہ وقت نیند اور آرام و استراحت کے وقت میں بھی سفر کو جاری رکھتا رہا ہے۔  
(۵) وہ اونٹنی جو قوی و توانا ہے اور مستی و نشاط سے چلنے والی ہے۔ مجھے ساتھ لے کر زمین کی طویل مسافت کو طے کرتی ہے اور اوپر کی زمین سے مجھے اٹھاتی ہے اور ایسی ہی دوسری زمین پر مجھے اتارتی ہے (ریگستانی علاقہ میں نہیں اتارتی)

(۶) حتیٰ کہ میں یہاں اس حالت میں پہنچا ہوں کہ پسلیاں اور کمر کی ہڈیاں لباس وستر سے خالی ہو چکی ہیں اور اسکو پوشیدہ کرنے والی اور مستور و محجوب کرنے والا صرف توڑ ہائے خاک کا باریک غبار ہے۔  
جب سطح نے عبدالمسیح کے اشعار کو سنا تو سر اٹھایا اور کہا (یہ اشعار پڑھنے والا عبدالمسیح ہے جو ایک بیمار اونٹ پر سوار ہو کر سطح کے پاس آیا ہے جب کہ در قبر کے کنارے پہنچ چکا ہے۔ مجھے بنی ساسان کے بادشاہ نے بھیجا ہے تاکہ ایوان (کسری) کے لرز نے اور اس میں دریا میں پڑنے، کنگروں کے گرنے اور موبدان کے خواب کے متعلق دریافت کرے جس نے سرکش اونٹوں کو دیکھا کہ وہ عربی گھوڑوں کو ساتھ لیے وعلبہ کو عبور کر کے ملک فارس میں پھیل گئے ہیں۔

اے عبدالمسیح سنئے جب تلامذتِ اکلام مجید کی کثرت ہو جائے اور صاحب عصا (محمد بنی صل اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہو جائیں وادی سیاہ (جو کہ ہزار سال سے خشک تھی) پانی سے سائب ہو کر بہنے لگی اور بکیرہ ساوہ (جو عرصہ دراز اور زمانہ قدیم سے پانی سے سائب تھا) خشک ہو جائے اور آتش کدہ فارس ٹھنڈا ہو جائے تو شام کا علاقہ سطح کے لیے شام نہ رہے گا بلکہ وہ رخت جیات یہاں سے اٹھا کر ملک عدم میں جا بسے گا اور بنی ساسان میں سے چند مرد اور عورتیں ملک اور ملکہ ہونے کا شرف حاصل کریں گے جن کی گنتی کرنے والے کنگروں کی مانند ہوگی اور جو آنے والا ہے وہ اگر رہے گا یعنی یہ ملک و تسلط ختم ہو جائے گا یہ تھے سطح کے آخری الفاظ اور پھر تار نفس ٹوٹا، طاؤر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور خالی قفس زمین بوس ہو گیا اور عبدالمسیح تیزی سے اونٹنی کی طرف لپکا اور یوں کہتا ہوا واپس ہوا۔

(۱) کوشش و بہت سے کام لے کیونکہ تو موثر بہت وقوت والا اور ارادوں کو پورا کر دکھانے والا مجسم جد و جہد ہے تجھے زمانے کا بغیر و تبدیل گھبراہٹ میں نہ ڈالے۔

(۲) اگر بنی ساسان کا ملک اُن کے ہاتھ سے نکلنے والا ہے (تو تعجب کی بات نہیں) کیونکہ اس دہرہ زمانہ کے طور، طریقے نئے نزلے اور عجیب و غریب ہیں۔

(۳) کبھی تو وہ (بنی ساسان) ان بلند منازل پر پہنچے کہ پچھا کر پھاڑنے والے شیر بھی اُن کے حملے اور صولت سے خائف ہوتے تھے۔

(۴) انہیں سے ہے بلند بام والا بہرام اور اس کے بھائی۔ نیز ہر مزان اور سا بورد وغیرہ۔  
 (۵) لوگ باہم علات و خراڑ (سوکن عورتوں) کی اولاد معلوم ہوتے ہیں (یعنی قلبی محبت اور اخوت و یگانگت سے محروم ہیں) جب کسی کو دیکھتے ہیں کہ اپنے مقام سے گر گیا ہے تو اس کو نظر حقارت دیکھتے ہیں اور بعد و اجتناب اختیار کر لیتے ہیں۔

(۶) اور جب کسی کو عروج پر دیکھتے ہیں تو بنو الام (ماں کی طرف سے سکے بھائی) معلوم ہوتے ہیں اور پیٹھ پیچھے بھی اس کا تحفظ کرتے ہیں اور امداد و اعانت۔

(۷) خیر اور شر زمانہ میں باہم اکٹھے ہیں۔ لیکن لوگ خیر کے پیچھے دوڑتے ہیں اور شر سے بھاگتے اور نفرت کرتے ہیں۔ جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس آیا اور سطح کے جواب سے مطلع کیا تو اس نے کہا کہ ہم میں چودہ بادشاہ گذرنے تک بڑا وقت لگے گا اور پتہ نہیں زمانہ کیا کیا رنگ بدلے گا (مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی) کیونکہ دس بادشاہ تو صرف چار سال کے عرصہ میں بساط سلطنت لپیٹ کر زیر زمین فرس خاک پر جا لیٹے اور باقی چار میں سے آخری حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دولت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا اور اس طرح ملک بنی ساسان کا خاتمہ ہوا اور بنی ارم علی اللہ علیہ وسلم کی امت اس ملک پر حکمران ہوئی) والحمد للہ علیٰ ذالک۔

## قصہ عجیبہ سطح

سطح محض گوشت کا ایک ٹوٹھا تھاجیسے قصاب گوشت کاٹنے کے لیے لکڑی پر رکھ کر ٹکڑے کر دیتا ہے اس میں نہ حس و حرکت ہوتی ہے اور نہ ادھر ادھر بھاگنے کی سکت بس سطح بھی اسی طرح گوشت کا ڈھیر سا تھا پورے بدن میں سوائے کھوپڑی اور سٹھیلیوں کے کہیں ہڈی کا نام و نشان نہ تھا۔ اسے چیر والی ہڈیوں سے پاؤں تک کپڑے کے تھان کی طرح لپیٹ دیا جاتا تھا اور اس کے بدن میں حرکت کرنے والا عضو صرف اس کی زبان تھی اور اس کو جدھر لے جانا ہوتا لکڑی کے پھٹے پر ڈال کر لے جاتے تھے۔

اسکے احوال کی مزید تشریح مدارج النبوت جلد ثانی نمبر ۱۸ پر ملاحظہ کریں۔

# چوبیسواں باب

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں رونما ہونے والے اہم واقعات و حوادث

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے پہلے سال کسریٰ کے ایوان کالرزنا اور اس میں درڑیں پڑنا اور ہاتھی اور برہمہ کی تباہی و ہلاکت والا عظیم واقعہ رونما ہوا۔ علاوہ ازیں جنگ جبلہ کا حادثہ پیش آیا۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ حادثہ جبلہ عرب میں رونما ہونے والے حوادث و واقعات میں سے عظیم ترین واقعہ ہے جو کہ سید الانبیاء علیہ التمجید والنساء کی ولادت باسعادت کے سال اول میں عامر و عبس اور ذبیان و تمیم کے درمیان رونما ہوا۔ رضی نے اس کے متعلق کہا۔

فمن اباد الاذی خلت جہا جہا  
علیٰ منا صلھا عبس و ذبیان  
زلت ذکون ساری کی غلاطت و نجاست سے انکار کی بنا پر عبس و ذبیان نے اپنی کھوپڑیوں کو نیزوں پر چڑھا دیا۔

آنحضرت شافع یوم الثور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک کے ساتویں سال میں آپ کی آنکھوں میں سخت تکلیف ہوئی۔ مکہ مکرمہ میں علاج معالجہ کیا گیا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ جناب عبدالمطلب سے عرض کیا گیا غناظ کی طرف ایک راہب ہے جو آنکھوں کا علاج کرتا ہے اس کو بھی آزما دیجییں، حضرت عبدالمطلب اپنے نورعین کو ساتھ لیے راہب کے پاس پہنچے اس کا شمار خانہ بند تھا۔ اس کو آواز دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اچانک عبادت خانہ پر زلزلہ سا طاری ہوا جس سے اُسے دیر کے گرنے کا اندیشہ ہوا تو جلدی سے باہر آیا۔

حضرت عبدالمطلب کا مقصد تشریف آوری معلوم کر کے کہا، یہ بچے اس امت کے نبی ہیں اور اگر میں تمہیں دروازہ پر کھڑے رکھنے کی مزید جسارت کرتا تو میرا یہ مکان عبادت مجھ پر گر کر مجھے ختم کر دیتا۔

پھر آپ کی دکھتی آنکھوں کا علاج کیا اور روائی بھی دی اور ساتھ حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ انہیں جلدی واپس لے جاؤ اور ان کا خاص خیال رکھو کہیں اہل کتاب میں سے کوئی بد بخت ان کو تکلیف نہ پہنچائے اور حملہ آور نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے دل میں اور ہر دیکھنے اور زیارت کرنے والے کے دل میں آپ کی محبت پیدا فرمادی تھی۔

آپ کے سن مبارک کے آٹھویں سال حضرت عبدالمطلب کا وصال ہو گیا اور آپ کی کفالت ابو طالب نے فرمائی

اور اسی سال کسری فارس یعنی نو شیرواں فوت ہوا اور اس کا بیٹا ہرمز تخت نشین ہوا۔

دسویں سال میں اس حربی قاتل کا واقعہ پیش آیا جس کو فجار اول کہا جاتا ہے جب عمر مبارک تیرہ سال یا اس سے ذرا متجاوز ہوئی تو اپنے چچا زبیر کے ساتھ عازم سفر ہوئے اثناسفر میں ایک وادی پر گذر ہوا تو وہاں ایک مست اونٹ تھا جو راہ روکے ہوئے تھا اور راہروں نے وہ راستہ چھوڑ رکھا تھا اس قافلہ نے بھی واپس ہونے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس معاملہ میں تمہاری کفالت و حمایت اور حفاظت و نگرانی کروں گا۔ آپ اس قافلہ کے آگے ہو لیے جب اس اونٹ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بیٹھ گیا اور اپنے سینہ کو زمین پر گر گئے لگا۔ آپ اپنے اونٹ سے اترے اور اس پر سوار ہو گئے اور جب اس وادی کو عبور کر لیا تو پھر اس سے اتر کر اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور اس کو رخصت کر دیا جب سفر سے واپسی ہوئی تو راہ میں پانی سے لبالب بہتی وادی پر گذر ہوا جس کی موجیں دل لرزادینے والی تھیں سب سہم کر کھڑے ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پیچھے چلتے آؤ آپ نے اس پانی میں قدم رکھا تو وہ خشک ہو گیا اور سارا قافلہ خشک راہ پر چل کر وادی سے صحیح سلامت گذر گیا اور بعد میں وہ پانی پھر اسی طرح موجزن ہو گیا جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ہمراہیوں نے لوگوں کو اثناسفر میں نظر آنے والے کمالات اور خورق عادات بیان کیے تو سب نے کہا اس جوان کی شان نرالی ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے لیے کعبہ مبارکہ کے سایہ میں فرشتہ بچایا جاتا اور ان کی اولاد اور گرد و مٹھنی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے حالانکہ آپ مضبوط و توانا اور عظیمند و زریک بچے تھے تو آپ انہیں کی جگہ بیٹھے (یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ کا یا قدام حضرت عبدالمطلب کے ادب و احترام کے منافی ہے) آپ کے چچے آپ کو پیچھے بٹانے لگتے تو وہ فرماتے میرے بیٹے کو یہیں بیٹھنے دو یہ عظیم مقام و مرتبت کا مالک ہے (اور دراصل اس مقام کے لائق یہی ہے) چودھویں سال میں اس جنگ و جدال کا وقوع ہوا جس کو فجار ثانی کہا جاتا ہے۔

پندرہویں سال میں سوق عکاظ قائم ہوا۔

انیسویں سال میں ہرمزین کسری ہلاک ہوا اور اس کا بیٹا پرویز سلطنت فارس پر قابض ہوا۔

سن مبارک کے بیسویں سال حلف الفضول کا واقعہ پیش آیا۔

عمر مبارک کے پینتیسویں سال کعبہ مبارکہ کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کیا گیا۔

ولادت باسعادت کے چالیسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت کا حکم دیا گیا اور نزول وحی ہوا۔

حلف الفضول معاہدہ کا نام ہے جس کو شرف و فضل کے پیش نظر حلف الفضول سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے مخالفین نے تنقیص و تحقیر کے لیے اس کو اس نام سے تعبیر کیا۔ مزید تفصیل کتاب میں عنقریب آتی ہے۔

بغث مبارک کے بیسویں دن شیاطین کو (آسمانوں پر جاتے ہوئے شدید ترین مزاحمت) اور شہاب ثاقب کے ثاقب اور ارساؤ و گھرائی کا سامنا کرنا پڑا (قبل ازیں اگرچہ شہاب ثاقب گرتے تھے مگر اس وقت بہت زیادہ کثرت ہو گئی اور خاص طور پر شیاطین کو نشانہ بنایا جانے لگا۔

بعد از نزول وحی تین سال تک احکام نبوت کی تبلیغ خفیہ ہوتی رہی پھر ارشاد خداوندی فاصدع بما تو من نازل ہوا جس میں پوری فوت سے فیض نبوت اور احکام خداوندی عام کرنے اور بیان کرنے کا حکم دیا گیا تو پھر آپ نے علانیہ تبلیغ شروع فرمائی۔ قریش اعلان توحید اور ادعائے نبوت سن کر خاموش رہے مگر جب اپنے معبودات باطلہ کی توہین و تحقیر اور ان کی مقام الوہیت سے کلمتہ دوری بلکہ عجز و بے بسی کا اعلان نبوت سنا تو مشتعل ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچانی شروع کیں۔

آپ نے ان حملات کو دیکھتے ہوئے نبوت کے پانچویں سال صحابہ کرام علیہم الرضون کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ نبوت مصطفیٰ علیہ التھیة والثناء کے ساتویں سال جنگ بعا واقعہ پیش آیا۔

اعلان نبوت کے دسویں سال میں جناب ابوطالب دارفانی سے کوچ فرما گئے اور ان کے تین دن بعد حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی دارفانی سے انتقال فرما گئیں۔

گیارہویں سال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل پر دین اسلام کو پیش کرنا شروع کیا۔ رسالت کے بارہویں سال میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف معراج سے مشرف فرمایا گیا اور عالم بالا کی سیر کرائی گئی۔

تیرہویں سال میں موسم الحج کے موقع پر انصار مدینہ مقام عقبہ پر شرف اسلام سے مشرف ہوئے (اور اسی موقع پر باہم عہد و پیمان ہوا جس کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔

ہجرت مقدسہ کے پہلے سال غار میں دوران ہجرت حضور نے قدم رنجہ نہرایا (اور قدرت خداوندی کے تحفظ کا ظہور ہوا) اور اسی سال سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت اور بھائی چارہ قائم فرمایا۔

ہجرت نبویہ کے دوسرے سال بیت المقدس کی بجائے کعبہ مبارکہ کو قبلہ قرار دیا گیا (اور عین حالت نماز میں سید الانبیاء علیہ التھیة والثناء کو کعبہ کی طرف توجہ فرمانے کا حکم دیا گیا) انول و جھٹ شطر المسجد الحرام) اور اسی سال فریضہ صیام رمضان نازل ہوا۔ اور غزوہ بدر بھی اسی سال وقوع پذیر ہوا (جو قدرت الہی کا عظیم نمونہ اور عظمت مصطفیٰ علیہ التھیة والثناء کا عجیب مظہر ثابت ہوا)

ہجرت اقدس کے تیسرے سال غزوہ اُحد و پیش ہوا، ساتویں میں غزوہ خیبر اور آٹھویں سال فتح مکہ مکرمہ۔ رس ہجرت کو رسول خدا علیہ التھیة والثناء نے فریضہ حج ادا کیا۔

اور گیارہویں سال میں یہ آفتاب عالم تاب نگاہِ خلق سے اوجھل ہو گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم اکثر۔

## پچیسواں باب

### محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسماء گرامی

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ افضل التسلیمات واکرمہا نے ارشاد فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد۔ اور میں ماجی ہوں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ آثارِ شرک اور ظلمت کفر کو دور فرما رہا ہے۔ اور میں حاشر ہوں یعنی اہل محشر کا مقتدا سب سے پہلے آپ مزار النور سے اٹھیں گے اور سب مخلوق آپ کے بعد اور میں عاقب ہوں یعنی بعثت کی رو سے آخری جن کے بعد کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوگا۔

انہی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں جن کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی اور کی جاتی رہے گی، اور احمد (جو کہ سب سے زیادہ اپنے خالق و مالک کی حمد و ثنا کرنے والے ہیں) میں حاشر ہوں یعنی جن کی امتداد میں سب اہل محشر اور حشر کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اور میں ماجی ہوں جن کے نورِ نبوت سے ظلمت کفر کو اللہ تعالیٰ نے دور فرمایا اور میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے ہمیں اپنے کئی نام مبارک بیان فرمائے جن سے بعض ہمیں یاد رہے اور بعض کو ہم یاد نہ رکھ سکے۔ فرمایا میں محمد ہوں اور احمد۔ مقفی (آخر میں مبعوث ہونے والے) اور حاشر۔ نبی توبہ (جن کی نظر کرم اور نگاہِ لطف و عنایت سے اللہ رب العزت توبہ قبول فرمائے گا) اور نبی الملاحم (جو اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کریں گے اور دشمنان توحید و رسالت کو کفر کردار تک پہنچائیں گے اور اہل اسلام پر دستِ ظلم و عدوان دراز کر نیوالوں کو قرار واقعی سزا دیں گے)۔

عہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسماء مبارکہ کی کثرت صرف پانچ پر محدود و منحصر نہیں ہے بعض حضرات نے ان کو مختلف صحف اور کتب سماویہ علیٰ الخصوص قرآن و سنت سے تتبع کر کے ہزار تک ان کی تعداد بیان فرمائی ہے اور حتیٰ توبہ ہے کہ ہزار میں صحت بھی شکل ہے کیونکہ ہر نام ایک صفت کا بیان ہے اور آپ کی صفات حد و شمار سے باہر ہیں لہذا اسماء مبارکہ بھی عدد گنتی سے ماوراء کیونکہ آپ متصف بصفات اللہ اور متعلق بانعلاق خداوندی ہیں وہاں صفات کی تناہی و تحدید بحال و باطل ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اسما گرامی بیان فرمائے جن میں سے یہ ہیں یادر ہے۔ محمد و احمد۔ مقفی۔ حاشر۔ بنی التوبہ۔ بنی الملحمہ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دسترخوان پر کھانا کھایا جائے اور دعوت کا اہتمام کیا جائے اور کھانے والوں میں ایسا شخص موجود نہ ہو جس کا نام میرے نام پر ہو تو وہ دگنا کھایا جائے گا (کیونکہ خیر و برکت سے خالی ہوگا)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی کوئی قوم مشورہ کے لیے جمع ہو اور ان میں میرا ہمنام شخص موجود نہ ہو تو اس میں خیر و برکت نہیں ہوگی۔

ابن فارس لغوی کہتے ہیں کہ بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس اسما گرامی ہیں۔ محمد۔ احمد۔ ماجی۔ حاشر۔ عاقب۔ مقفی۔ نبی الرحمة۔ بنی التوبہ۔ بنی الملحمہ۔ شاہد (امت کے احوال پر مطلع اور قیامت کے دن صفائی کے گواہ) بشر (اہل طاعت کو جنت اور ابدی راحت کی خوشخبری سنانے والے) بدر (حسن و جمال میں چودھویں کے چاند) ضحوک (بسم کی عادت والے اور پاکیزہ نگہت والے) قتال (حرب و قتل میں بنفس نفیس حصہ لینے والے) متوکل۔ فایح (کشادہ سینہ والے۔ کشادہ تنایا والے یا کشادہ گلے والے) امین۔ خاتم (آخری نبی) مصطفیٰ۔ رسول۔ بنی۔ اقی۔ قثم (جو او و کریم)

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ آپ کی نبوت و رسالت کا اعجاز یہ ہے کہ آپ سے پہلے کوئی شخص آپ کے مقدس ناموں کے ساتھ موسوم نہ ہو سکا حالانکہ سابقہ کتب و صحف میں آپ کے اوصاف کمال اور صفات جمال کے لحاظ سے متعدد مقدس نام مذکور تھے یہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ظہور ہے کہ آپ کے نام کو آپ کی ذات کے لیے ہی مخصوص و محفوظ رکھا اور کسی کو آپ کا ہمنام نہ بننے دیا جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں وارد ہے لہٰذا جعل لہ من نبی سمیٰ ہم نے ان سے قبل ان کا کوئی ہمنام نہیں بنایا اور اس میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ کتب سابقہ میں آپ کے نام اقدس کا ذکر تھا اور انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ کی بشارات دی تھیں اگر کوئی دوسرا شخص نام اقدس میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا تو وہ بھی دعویٰ نبوت کر سکتا تھا اور اس طرح شکوک و شبہات پیدا ہو سکتے تھے (لہٰذا اس بنیاد کو ہی ختم کر دیا گیا اور کسی کو یہ نام اقدس رکھنے کی توفیق ہی عطا نہ ہوئی)

البتہ جب زمان و ولادت سعادت نشان پیغمبر آخر الزمان علیہ صلوات الرحمن قریب ہوا اور اہل کتاب نے آپ قریب ظہور کی خبر دی جیسا کہ چار شخص عدی۔ یزید بن عمرو۔ سفیان بن مجاشع اور اسامہ بن مالک) ایک راہب کے پاس حاضر ہوئے اور اس کی زبانی سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کا نام اقدس اور قریب زمانہ ظہور معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی اولاد کا نام محمد رکھا بایں امید کہ ہماری اولاد اس اعزاز و اکرام سے مشرف ہو اور وہ موعود و مبشر ہستی وہی بن سکیں لیکن نہ تو اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ وہ اس مرتبہ پر پہنچیں اور نہ ہی ان میں سے کسی شخص نے دعوت نبوت و رسالت کیا لہٰذا التباس و اشتباہ



## پھیسوال باب

### ذکر کنیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت مبارک ابو القاسم ہے کیونکہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ آپ کے وہ پہلے فرزند ارجمند ہیں جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے تو ان کے نام پر کنیت رکھنے کا خیال آنے سے تو پہلے ہی حضرت جبریل امین اس کنیت کی اجازت کے ساتھ حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا السلام علیک یا ابا ابراہیم۔

(یہ امر ذہن میں رہے) کہ سرور انبیاء علیہ السلام کی کنیت پر کوئی اپنے آپ کو کنیت نہیں دے سکتا مثلاً ابو القاسم یا ابو ابراہیم کہلائے تو اس کو یہ درست نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور ہر دو سر البقیع میں تشریف فرما تھے تو ایک شخص نے دوسرے کو کہا ابا القاسم کہہ کر پکارا جب آپ اس طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا میں نے آپ کو نہیں پکارا بلکہ فلاں کو پکارا ہے تو رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے نام پر اپنا یا اپنی اولاد کا نام رکھ سکتے ہو مگر میری کنیت کو اختیار نہیں کر سکتے۔

حضرت ابو الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آفتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے نام پر اپنا یا اولاد کا نام رکھے تو میری کنیت پر اپنی یا اولاد کی کنیت نہ رکھے اور اگر کنیت رکھے تو نام نہ رکھے۔

فائدہ ۵ :- ان روایات کی وجہ سے ائمہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور علی الخصوص امام احمد علیہ الرحمہ سے اس ضمن میں تین روایات ہیں۔ اول۔ اسم اور کنیت کو جمع کرنا ممنوع ہے فقط اسم مبارک یا کنیت کا استعمال درست ہے دوم۔ کنیت و اسم ہر دو ممنوع اور مکروہ ہیں نہ انفرادی طور پر درست اور نہ اجتماعی طور پر سوم یہ ہے کہ ہر دو صورت یعنی اجتماع و افراد کنیت و اسم درست ہیں۔ اور دلیل وہ روایت ہے جو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ایک عورت بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی عرض کیا مجھے اللہ تعالیٰ نے بچہ عطا فرمایا ہے جس

کا نام میں نے بطور تبرک (محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابو القاسم رکھی مگر پھر معلوم ہوا کہ آپ اس امر کو پسند نہیں فرماتے (اس لیے حاضر ہوئی ہوں جو ارشاد ہوا اس پر عمل کیا جائے گا)

آپ نے فرمایا میرے نام کو حلال اور کنیت کو حرام کس نے کیا ہے یا یوں فرمایا کہ کنیت کو حرام کس نے کیا ہے اور اسم مبارک کو حلال کس نے (یعنی دونو برابر ہیں اور نام اقدس امت کے لیے درست ہے تو کنیت مبارک بھی درست ہوگی)۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی سرور و عالم علیہ السلام نے رخصت عطا فرمائی تھی آپ نے عرض کیا اگر آپ کے وصال اقدس کے بعد میرا کوئی لڑکا پیدا ہو تو میں اس کو محمد کے مقدس نام اور ابو القاسم والی مبارک کنیت سے موسوم کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

مگر احادیث پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ظاہرہ میں آپ کی کنیت غیر کے لیے ممنوع تھی (ناکہ خطاب کی صورت میں القباس و اشتباہ پیدا نہ ہو اور کوئی شخص نادانستہ یا عمداً آپ کو اس طرح ایذا و تکلیف نہ پہنچا سکے) لیکن وصال اقدس کے بعد اس میں کوئی گراہت نہیں ہے البتہ ان دونوں مخصوص واقعات کے علاوہ کنیت مبارک اور نام اقدس کا اجتماع درست نہیں ہے۔

## سائیسواں باب

### سرور عالم و عالمیاں علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی رضاعی اہلیت

سب سے پہلے نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثویبہ نے چند دن دودھ پلایا جو کہ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی پھر حلیمہ سعدیہ حاضر ہوئیں اور اس ذات اقدس کو اپنے ہمراہ لے گئیں۔

(ثویبہ کے دودھ پلانے کی تفصیل کچھ یوں ہے) حضرت عبدالمطلب نے ہالہ بنت وہبہ بن عبدمناف سے

عہ بظاہر نام اقدس کے ساتھ تسمیہ بھی ممنوع ہونا چاہیے تھا تاکہ کوئی اس کی آڑ میں موجب ایذاء و تشویش خاطر اقدس نہ ہو سکے مگر ذاتی نام اقدس کے ساتھ آپ کو خطاب کرنے کا معمول نہیں تھا کیونکہ حکم خداوندی دلا تجعلوا دعا وال سول بینکم کہ عاد بعضکم بعضا میں اس کو ممنوع قرار دیا گیا تھا اس لیے اگر کوئی آہ ہو سکتی تھی تو کنیت والی تھی لہذا اس میں بھی یہ تدارک فرمایا گیا۔ واللہ اعلم۔ (محمد انصاری)

عقد نکاح باندھا اور اسی دوران اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عقد نکاح اپنی سالی آمنہ بنت وہب ابن عبدمناف رضی اللہ عنہما سے کیا چنانچہ حضرت عبدالمطلب کے ہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا اور حضرت عبداللہ کے ہاں نبی الانبیاء سرور ہر دوسرا علیہ التحیۃ والتناء کا تولد ہوا چنانچہ حضرت حمزہ اور سید السادات علیہ السلام والصلوٰۃ کو ثویبہ نے چند دن دودھ پلایا جبکہ اس کے ہاں اس کا بیٹا مسروح متولد ہوا تھا۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کرنے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ رضاعی لحاظ سے میرے بھائی کی بیٹی ہے اور میری بھتیجی کیونکہ مجھے اور حمزہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔

ثویبہ حضور کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیتی جب کہ آپ کا حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما سے عقد تزویج ہو چکا تھا تو آپ بھی اس کا اعزاز و اکرام فرماتے اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہما بھی اور یہ ابھی تک ابولہب کی لونڈی تھی بعد ازاں اس نے اُسے آزاد کر دیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو گئے تو وہاں سے بھی لباس اور دیگر ضروری اشیاء ارسال فرماتے رہے حتیٰ کہ بعد از فتح خیبر اس کا انتقال ہو گیا اور وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شرف اسلام و ایمان سے مشرف ہو سکی یا نہیں یہی ابونعیم اصبہانی نے نقل فرمایا ہے کہ اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی اس نے اس کو آزاد کر دیا تب اس نے سید الانبیاء علیہ التحیۃ والتناء کو دودھ پلانے کا اعزاز حاصل کیا جب ابولہب مر گیا تو اس کو اس کے اقربا میں سے بعض یعنی حضرت عباس نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ تجھے کس امر کا سامنا کرنا پڑا اور تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ اس نے کہا دنیا سے رخصت ہو کر یہاں کوئی راحت و آسائش نصیب نہیں ہوئی صرف آنا ہے کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے انگوٹھے کی اس گہری جگہ سے ٹھنڈا پانی پلایا گیا۔ عد

عہ شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ثویبہ نے ابولہب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی بشارت دی تھی اور ابولہب نے اس کو اس خوشی میں اسی وقت آزاد کر دیا تھا اور اس کو حکم دیا کہ آپ کو دودھ پلائے۔ اللہ رب العزت نے اس فرحت و سرور کے اظہار کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف فرمادی اور سووار یعنی روز ولادت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے عذاب دور فرمایا جیسے کہ حدیث پاک میں وارد ہے اور اس پر یہ امر متروک فرمایا کہ اس روایت میں میلاد منانے والے حضرات کے لیے سب جو از اور دلیل استحباب موجود ہے جو کہ شد۔ سبلا۔ میں اظہار سرور و فرحت کرتے ہیں اور مال و مثال صدقہ کرتے ہیں کیونکہ ابولہب جو قطعی کافر تھا اور قرآن مقدس ماسکی مذمت میں نازل ہوا جب اس کو محض محمد بن عبداللہ ہونے کی حیثیت میں اظہار سرور پر اس قدر صربانی و عنایت سے مشرف کر دیا گیا تو جو مسلمان آپ کے رسول خدا ہونے کی حیثیت سے اور صدق دل خلوص قلب اور محبت و عقیدت سے اظہار فرحت و سرور کریں گے تو رحمت خداوندی سے کیوں نہ نوازے جائیں گے لیکن یہ ضروری ہے کہ اظہار سرور و انبساط میں محرمات سے اجتناب کیا جائے اور آلات بولہب اور دیگر بدعات سے کلی احتراز ہو۔ مدارج جلد ثانی ص ۱۹۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثویبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔

## اٹھائیسواں باب

### تذکرہ حلیمہ سعدیہ

حضرت حلیمہ کے والد ابو ذؤیب عبداللہ بن حارث بن شجنہ ہیں اور خاندان حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ اور آپ کی وہ اولاد جن کو سرور انبیاء علیہم السلام کے رضاعی بہن بھائی بننے کا اعزاز و افتخار حاصل ہوا تین ہیں عبداللہ انیسہ خدامہ جو شہما کے لقب سے معروف ہو گئی اور نام بالکل ہی غیر معروف بلکہ نامعلوم ہو گیا یہ تینوں حارث سے ہیں۔ اہل تاریخ و سیر کا خیال ہے کہ شہما و یوم حنین میں گرفتار ہو گئی تو اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا ذرا یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں تمہارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن ہوں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کو لایا گیا تو آپ نے پہچان لیا اور اُسے طرح طرح کے انعامات دے کر واپس کیا اور ہر طرح کے احتیاج سے بے نیاز کر دیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ بکر کے قبیلہ سے تھیں۔ فرماتی ہیں میں اور میرا خاندان رضاع کے لیے بچے حاصل کرنے والی عورتوں کی جماعت کے ساتھ گھر سے نکلے۔ میری سواری دراز گوش تھی جس کا رنگ سبزی مائل تھا اور وہ انتہائی لانگرا اور نجیف و نزار تھی اور باقی سواریوں سے پیچھے رہ گئی۔ اس سال سخت قحط تھا اور اس نے کوئی شے باقی نہیں چھوڑی تھی۔ ہمارے ساتھ ایک عمر رسیدہ اونٹنی بھی تھی لیکن بخدا وہ ایک قطرہ دودھ کا بھی نہیں دیتی تھی میرا بچہ بھوک سے چیخا چلاتا رہتا اور اس کے رونے سے ہم رات بھر سو بھی نہیں سکتے تھے۔ نہ تو میرے پستانوں میں اتنا دودھ تھا جو اس کو کفایت کر سکے اور نہ ہی اونٹنی دودھ دیتی تھی جو اسکی غذا بن سکے مگر ہم رحمت خداوندی سے ناامید نہیں تھے اور یہ آس لگائے ہوئے تھے کہ ضرور باران رحمت ہوگی اور ہماری زبوں حالی خوشحالی سے بدل جائے گی۔

جب ہم سب سے آخر میں مکہ مکرمہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ جتنے بچے قابل رضاعت تھے وہ دوسری عورتوں نے لے لیے ہیں اور صرف ایک بچہ باقی رہ گیا ہے اور ایک میں باقی رہ گئی ہوں اور وہ بچہ ایسا ہے جس کو ہر عورت نے دیکھا مگر یہ معلوم کر کے کہ وہ تمہیں میں اور دودھ پلانے کا صلہ و انعام تو والد نے دینا ہوتا ہے ماں کیادے سکتی ہے، ان کو دودھ پلانے پر کیا ملے گا لہذا ہر عورت نے اس خیالِ فاسد کی بنا پر اپنی محرومی مولیٰ اور دوسرے بچے اٹھائے ہیں نے سوچا خالی ہاتھ واپس جاؤں

یہ ٹھیک نہیں۔ نوخاوند سے کہا بخدا میں تو اسی تم کو لے کر واپس جاؤں گی۔

میں اُن کے گھر حاضر ہوئی، انہیں اٹھایا اور چھاتی سے لگائے اپنے مقام پر واپس آئی۔ خاوند نے دریافت کیا۔ انہیں لائی ہو تو میں نے کہا ہاں اور جو نہیں ملا تو یہی سہی اس نے کہا تو نے بہت اچھا کیا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ انکے صدقے ہمیں خیر و برکت عطا فرمائے گا۔

علیمہ فرماتی ہیں جوں ہی میں نے آپ کو دودھ پلانے کے لیے سینہ کے ساتھ لگایا تو پستان دودھ سے بھر پور معلوم ہوئے حتیٰ کہ آپ نے سیراب ہو کر پیا اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی (جو پہلے اکیلا سیراب نہیں ہو سکتا تھا اور رورو کر بے حال ہو جاتا تھا اور جب میرا خاوند بڑھی مرلی اونٹنی کی طرف رات کو دیکھ بھال کے لیے اٹھا۔ تو اس کا دودھ خود بخود پستانوں سے باہر آ رہا تھا۔ حارث نے اس سے اتنا دودھ کالاجنا کہ ہمیں درکار تھا حتیٰ کہ اس نے اور میں نے پیٹ بھر کر پیا۔ فرماتی ہیں ہمارے لیے وہ رات بڑی خیر و برکت والی تھی۔ جس میں ہم پیٹ بھر کر اور سیراب ہو کر سوئے۔ میرا خاوند حارث بولا اے علیمہ میرے عقیدہ و نظریہ کے مطابق تو نے بڑے مقدس و مبارک فرزند کو حاصل کر لیا ہے ہمارے بچے بھی آج میٹھی نیند سوئے اور ہمیں بھی سیرانی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔

جب واپس ہوئے تو میری دراز گوش اونٹنی سب سواریوں اور سواروں سے آگے نکل گئی اور بخدا اس تیزی سے اُس نے سب کو کاٹا اور پیچھے چھوڑا کہ ان میں سے کوئی سواری پھر آگے نکلنا تو کجا اس کو مل بھی نہ سکی۔ قافلہ والے پکار اٹھے اے علیمہ . . . . . ہمیں دوڑا دوڑا کر نہ تھکا ہمیں اس مشکل سے چھٹکارا دلہ۔ ذرا اپنی سواری کو آہستہ کر اور یہ تو بتا کہ یہ وہ دراز گوش ہے جس پر تو گھر سے روانہ ہوئی تھی (اور سب اہل قافلہ سے پیچھے رہ گئی اور جا بجا گرتی پڑتی تھی) علیمہ نے کہا ہاں خدا کی قسم سواری تو وہی ہے (مگر سوار بدل گیا ہے اور اب اس کی قسمت بھی بدل گئی ہے) سب نے بیک زبان کہا۔ اب تو واقعی اس کی شان عجیب ہے اور اس کی حالت پہلے کی نسبت بالکل مختلف ہے۔ اس طرح ہم اس مسافت کو طے کرتے ہوئے بنی سعد بن بکر کی آبادی میں اپنے گھروں تک پہنچے۔

گھر آئے تو خشک سالی اور قحط سالی سرسبزی و شادابی اور خوش بختی و خوشحالی سے تبدیل ہو چکی تھی اور زمین سبزہ کے ساتھ لہلہا رہی تھی مگر یہ سعادت اور بختیاری صرف ہمارے مقدر میں تھی اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علیمہ کی جان ہے ہم اور دیگر اہل دیہہ اکٹھے اپنی بھیڑ بکریوں کو چرانے کے لیے بھیجے مگر ہماری بھیڑ بکریاں پیٹ بھر کر واپس لوٹیں اور پستان بھی دودھ سے سیر ہوئے اور جب ان کے جانور واپس ہوتے تو اُن کے پیٹ بھی خالی ہوتے اور پستانوں

میں ایک گھونٹ دودھ کا بھی نہیں ہوتا تھا۔ ہم تو جتنا پاتے دودھ پیتے مگر ہماری ساری آبادی والے ایک ایک قطرہ شیر کے لیے ترستے رہتے پینا تو کجا دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے تھے کہ تمہارے لیے ہلاکت ہو تم اس چراگاہ میں انہیں کیوں نہیں لے جاتے جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں پھر وہ بھی اسی جگہ اپنے مال مویشی لے آتے اور چراتے مگر واپسی پر وہی حالت ہوتی ان کے جانور خالی پیٹ اور خالی پستان ہوتے مگر ہمارے جانور سیر ہو کر نکلتے اور دودھ سے بھر پور ہوتے۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت اقدس جو وہاں دیکھنے میں آئی، یہ تھی کہ آپ ایک دن میں اتنے بڑھ جاتے جتنے دوسرے بچے مہینہ میں بڑے ہوتے ہیں اور مہینہ میں اس سے بھی زیادہ بڑے ہو جاتے جتنے کہ دوسرے بچے سال میں جب اس مقدس مہتی کی عمر مبارک دو سال کو پہنچی تو عام بچوں کے برعکس وہ اچھے خاصے مضبوط اور توانا ہو گئے فرماتی ہیں ہم انہیں حضرت آمنہ کی خدمت میں لے آئے (تاکہ وہ زیارت کر لیں اور مطمئن ہو جائیں) لیکن ہم دونوں نے ان سے عرض کیا کہ ہمیں یہ لاڈلا واپس لے جانے کی اجازت مرحمت فرماؤ کیونکہ مکہ کی وبا سے ہمیں ڈر لگتا ہے (کہیں ان کو تکلیف نہ پہنچے) انہوں نے فرمایا ہم یہ سماعت و سخاوت نہیں کر سکتے ہم ان کے برکات اور فیوضات کو دیکھ کر ان کے معلے میں بہت بخیل ہو گئے ہیں ہم اسی طرح منت سماجت کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور فرمایا انہیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔

فرماتی ہیں آپ ہمارے پاس دو ماہ تک رہے ایک دن آپ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ گھر کی کھلی جانب کو نکلے تو اچانک ان کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ اور اپنے باپ سے کہا کہ فوراً اٹھو اور میرے قریشی بھائی کی خبر لو کیونکہ دو آدمیوں نے اگر ان کو پکڑا اور زمین پر ٹا کر ان کا پیٹ چاک کر دیا ہے حلیمہ فرماتی ہیں میں اور میرا خاوند دوڑتے ہوئے اس طرف گئے جب ہم پہنچے تو آپ لپٹے ہوئے تھے اور رنگ مبارک زردی مائل تھا ہم نے باری باری ان کو سینہ سے لگایا اور پوچھا اے بیٹے کیا ہوا۔

آپ نے فرمایا: ”دو شخص میرے پاس آئے جن کے کپڑے سفید تھے۔ انہوں نے مجھے لٹایا۔ سینہ اور پیٹ چاک کیا آگے معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا۔“

فرماتی ہیں ہم آپ کو اٹھا کر واپس لے آئے میرے خاوند نے مجھے کہا اے حلیمہ بخدا اس بچے کو کوئی آسیب وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے لہذا چلو ان کو ان کی والدہ ماجدہ کے حوالے کر دیں قبل اس کے کہ جس امر کا ہمیں اندیشہ ہے، وہ ان میں ظاہر ہونے پائے۔

جب ہم ان کو واپس لے گئے تو انہوں نے دریافت کیا کیا ہوا فوراً واپس لائے ہو حالانکہ تم تو ان کے متعلق بہت حرمی ظاہر کر رہے تھے ہم نے کہا نہیں اب ہم ان کو نہیں رکھتے کیونکہ ہم نے ان کی کفالت کی اور جو خدمت کر سکتے تھے،

وہ پوری طرح کر دی ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ انہیں ہمارے پاس ہوتے ہوئے کچھ عوارض نہ لاحق ہو جائیں لہذا اب ان کا اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہنا ہی بہتر ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بات یہ نہیں ہے مجھے سچ سچ بتلاؤ کہ تمہارے اور ان کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا اور آپ کا اصرار جاری رہا حتیٰ کہ ہم نے حقیقت حال عرض کر دی۔ انہوں نے کہا کیا تم ان کے متعلق خوفزدہ ہو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میرے اس بیٹے کی شان عظیم ہے اور حال عجیب۔ کیا میں تمہیں ان کے متعلق بتلاؤں۔

جب میں ان کے ساتھ حاملہ ہوئی تو مجھے معلوم نہیں کہ کسی ماں کا حمل و جنین اتنا خفیف و لطیف ہو اور اتنا عظیم برکتوں والا جب میں نے ان کو جنم دیا تو اس طرح زمین پر نہ آئے جس طرح کہ بچے گرتے ہیں بلکہ آپ اپنے ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے اور سر اقدس آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے۔

اچھا تو اب انہیں میرے پاس ہی رہنے دیں اور آپ اپنا کام کریں۔

## انسوواں باب

### چار سال کی عمر مبارک میں شوقِ صد

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علیمہ سعیدیہ کے ہاں چار سال نیام پذیر رہے اور آپ بھی اپنے رضاعی بہن بھائی کے ساتھ مال مویشی کی طرف تشریف لے جاتے جو گھروں کے قریب ہی ہوتے تھے تو ایک موقع پر آپ کے پاس دو فرشتے آئے اور آپ کو زمین پر ٹا کر لطن اقدس اور سینہ مبارک چیرا اور سیاہ رنگ گوشت کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور پھر آپ کے اندرون بدن کو برف کے پانی سے دھویا جو ایک سنہری برتن میں تھا۔ پھر آپ کا امت میں سے ہزار آدمی کے ساتھ موازنہ کیا گیا تو آپ ان سب پر بھاری ہو گئے۔ اس پر ایک نے دوسرے سے کہا چھوڑو اس امر کو اگر امت کے سارے افراد ترازو کے ایک پلٹے میں رکھو، پھر بھی سیان پر بھاری ہو جائیں گے۔

ادھر آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا ماں باپ کے پاس آیا اور کہا فوراً میرے قرشی بھائی کی خبر لو تو حضرت علیمہ اور ان کے خاوند دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے۔ آپ کو دیکھا کہ زنگت مبارک زردی مائل ہے

حضرت علیمہ آپ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس لے آئیں اور ان کا حال کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ ہم جہاں تک ممکن ہو اور ہمارا بس چلے ان کو واپس کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں چنانچہ پھر ان کو واپس لے گئیں اور تقریباً ایک سال آپ وہاں

رہے اور کبھی بھی آپ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں۔ ایک دن دیکھتی ہیں کہ اُن کے سر پر ایک بادل سایہ نلگن ہے جب آپ ٹھرتے ہیں تو وہ ٹھہر جاتا ہے اور جب آپ چلتے ہیں تو وہ بھی چلنے لگتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف پانچ سال تھی۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ ہمیں اپنے ابتدائی ایام کے حالات سنائیں تو آپ نے فرمایا مجھے دو دھپلانے والی دایہ بنی سعد بن بکر سے تھی ایک دن میں اور ان کا بیٹا اپنے جانوروں کی طرف نکلے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں لے گئے تھے۔ میں نے اُسے کہا اے بھائی تم جاؤ اور والدہ سے کھانے کی کوئی چیز لے آؤ۔ وہ چلا گیا اور میں وہیں جانوروں کے پاس ٹھہر گیا تو دو سفید پرندے آئے گویا کہ وہ چیل کی مانند تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں دوسرا بولا ہاں وہی ہیں۔

تو وہ دو تیزی سے میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے گدی کے بل لٹا کر سینہ اور پیٹ کو چاک کیا۔ میرے دل کو باہر نکالا۔ اس کو چیر کر دو سیاہ لوتھڑے باہر نکالے پھر ایک نے دوسرے سے کہا برف کا پانی مجھے دو۔ اس سے میرے باطن کو دھویا پھر کہا مجھے اولوں کا پانی دے پھر اس کے ساتھ میرے دل کو دھویا۔ پھر اس نے کہا سکینہ مجھے بے تپ اُسکو دل میں چھڑکا اور ایک نے کہا اب اس دل اقدس کو کسی دوتب دوسرے نے اس کو سیا اور اس پر مرنوت لگائی۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کو ترازو کے ایک پڑے میں رکھو اور اُمت میں سے ہزار آدمی دوسرے پڑے میں رکھو میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پڑا بالکل اُوپر اٹھ گیا ہے اور مجھے خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں یہ لوگ مجھ پر نہ گرنے لگیں۔ دوسرے نے کہا ساری اُمت بھی دوسرے پڑے میں رکھ دو تو یہ سب پر بھاری رہیں گے۔ پھر وہ دو نوحل دیے اور مجھے اسی حال میں چھوڑ گئے کہ میں سخت خوفزدہ ہو چکا تھا۔ پھر میں وہاں سے اٹھ کر اپنی رضاعی ماں کے پاس گیا اور اس کو سارا ماجرا بتایا تو وہ اس بات کا اندیشہ کرنے لگیں کہ کہیں مجھے شیاطین نے القباس و اشتباہ میں ڈالا ہے اور میری قوت فہم و فراست کو مختل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) اور کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر مجھے سواری پر آگے سوار کیا خود پیچھے سوار ہوئیں ہم چلتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے۔ میری والدہ ماجدہ سے عرض کیا میں نے اپنی امانت او اگر وہی ہے اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکی ہوں اور ساتھ ہی بتلایا کہ تمہارے شہزادہ کو یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ مگر انہیں اس سے کوئی خوف و خطر لاحق نہ ہوا اور کہا کہ جب یہ متولد ہوئے تھے تو میں نے ایک عظیم نور دیکھا تھا جس کی وجہ سے شام کے عملات چمک اٹھے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ بچوں کے ساتھ کھلی جگہ موجود تھے تو انہوں نے آپ کو زمین پر لٹایا سینہ مبارک کو دل اقدس والی جگہ سے چیر کر قلب منور کو باہر نکالا۔ پھر دل اقدس کو چیر کر ایک سیاہ رنگ گوشت باہر نکال کر کہا کہ یہ ایسا جزو و عضو ہے جو شیطانی اثرات کو قبول کرنے کی اہلیت و صلاحیت رکھتا ہے (اللہ تعالیٰ نے خصوصی فضل و کرم کا اظہار کرتے ہوئے اس مادہ کو ہی نکلوادیا ہے تاکہ شیطان آپ سے ہمیشہ کے لیے ناامید ہو جائے اور وحی و الامام میں القباس و اشتباہ کے جملہ



ذرائع اور راہیں مسدود ہو جائیں، پھر دل انور کو سنہری تھال میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا۔ پھر اس کو درست فرما کر اپنی جگہ رکھ دیا۔

ہمراہی بچے دوڑتے ہوئے حضرت حلیمہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا۔ جب یہ اندوہ ناک خبر وہاں پہنچی سارے گھروالے دوڑے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صحیح و سلامت تھے مگر رنگ مبارک (خوف و خشیت کی وجہ سے) زردی مائل تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سید الانبیاء علیہ التھیۃ والثناء کے سینہ اقدس پر حضرت جبریل علیہ السلام کے سینہ مبارک کو شق کرتے اور پھر درست کرتے وقت زخم کی سلانی کرنے والے آلے کے نشانات دیکھا کرتا تھا۔

شہادین اوس فرماتے ہیں ایک موقع پر ہم رسول خدا علیہ التھیۃ والثناء کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ بنی عامر سے ایک ضعیف العمر شخص حاضر ہوا۔ اور عرض کیا مجھے اپنے ابتدائی حالات بتائیں تو آپ نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مجسم دعا ہوں اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔ اور مزید تفصیل یہ ہے کہ جب میں والدہ ماجدہ کے بطن اقدس سے عالم ظاہر کی طرف منتقل ہوا تو مدت رضاع میں بنی سعد بن بکر کے ہاں رہا۔ ایک موقع پر میں گھر سے نکل کر بطن وادی میں اپنے ہم عمر اور سہوچیوں کے ساتھ مل کر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ تین شخصوں کی ایک ٹولی ہے جن کے ہاتھ میں ایک سونے کا تھال ہے جس میں برف بھری ہے۔ انہوں نے صرف مجھے پکڑا اور دوسرے ساتھی ڈر کر بھاگ گئے۔ اور وادی کے کنارے جا کھڑے ہوئے۔ پھر اس جماعت کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اس بچے کے ساتھ کیا عرض ہے۔ یہ ہمارے قبیلہ سے نہیں ہیں بلکہ سردار قریش کے بیٹے ہیں۔ اگر تم ان کو قتل کرنا چاہتے ہو (تو ازراہ کرم ان کو چھوڑ دو) اور ہم میں سے جس کو چاہتے ہو قتل کر دو۔

ان میں سے ایک میری طرف متوجہ ہوا مجھے زمین پر ٹایا۔ پھر سینہ مبارک کو چیرا پھر اندرونی اجزا رہا ہر نکال کر ان کو تھال والی برف سے اچھی طرح دھویا۔ پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر دوسرا اٹھا اور پہلے کو کہا اب تم سبٹ جاؤ چنانچہ وہ سبٹ کر الگ ہو گیا تو اس نے میرے سینہ (اقدس) میں ہاتھ ڈالا اور دل کو باہر نکالا اور اس کو چیرا اور یہ سدا منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ دل کو چیر کر سیاہ رنگ ٹکڑا نکال کر پھینک دیا۔ پھر اپنے ہاتھ کو فضا میں بلند کیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ کوئی چیز پکڑ رہا ہے اچانک دیکھتا ہوں تو اس کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر ہے جس کو دیکھنے والے حیرت زدہ رہ جائیں اس کے ساتھ میرے دل پر ہر گائی تو وہ نور سے بھر پور اور معمور ہو گیا۔ پھر دل منور کو اپنی جگہ پر رکھ دیا اور میں عرصہ دراز تک اپنے دل میں اس مہر کی لذت اور ٹھنڈک محسوس کرتا رہا۔

پھر تیسرا بولا اب تو بھی سبٹ جاوہ ایک طرف ہوا تو اس نے سینہ کے اوپر والے حصے سے لے کر ناف تک (جہاں تک کہ جسد اطہر کو چیرا گیا تھا) ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ کے امر سے وہ زخم مندمل ہو گیا۔ پھر بڑے آرام اور نرمی سے مجھے اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد سب نے باری باری مجھے سینہ سے لگایا اور میری پیشانی پر بوسہ دیا اور مجھے کہا اے حبیب خدا خوف کھانے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اگر تمہیں علم ہوتا کہ مستقبل میں تمہیں کیا خیر و برکت اور رفعت و درجائے

بلندی مقامات حاصل ہونے والی ہے تو آپ بہت خوش ہوتے اور آپ کی آنکھیں فرط مسرت و فرحت سے ٹھنڈی ہوتیں ابھی وہ تینوں اثناس میرے ساتھ ان باتوں میں مصروف ہی تھے کہ سارے کا سارا قبیلہ بنو سعد بن بکر کا قبیلہ آپہنچا اور میری امی (علیمہ) سب سے آگے تھی اور بلند آواز سے پکارتی آرہی تھی اے میرے ننھے اور ضعیف و ناتواں بچے۔ اے مبارک و مسعود بچے، اے بلند بخت بچے۔ سارے مجھ پر جھک گئے۔ کوئی سر کو بوسہ دے رہا تھا۔ کوئی ماتھا چوم رہا تھا اور سب پکار رہے تھے اے خوش بخت تجھ ضعیف و ناتواں پر اتنی تکلیف کیوں اور اتنی سنگ دلی کا کیا موجب (علیمہ بولی کیا تم ہی اپنے دوسرے ساتھیوں میں سے کمزور سمجھے گئے اور اس وجہ سے تم کو قتل و ہلاک کے لیے منتخب کیا گیا۔ پھر مجھے اپنی چھاتی سے لگایا اور گود میں لیا) میں ادھر تو اپنی امی کی گود میں تھا اور ادھر میرا ہاتھ شق صدر کرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ میں تھا اور میرا خیال تھا کہ میری طرح دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ رہے ہوں گے مگر حقیقت میں ان کو میرے علاوہ کوئی بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

بعض نے کہا کہ اس بچے کو آسیب ہے یا جن کا اثر ہے (لہذا انہیں کاہن کے پاس لے جانا چاہیے) چنانچہ مجھے ایک کاہن کے پاس لے گئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا تم چپ ہو جاؤ میں اس بچے کی زبانی سارا قصہ سنوں گا کیونکہ وہ اپنا معاملہ تمہاری نسبت بہتر جانتا ہے۔

پھر مجھ سے دریافت کیا اور میں نے ساری حقیقت بالتفصیل اس کو بیان کی تو اچھل کر میرے قریب آیا مجھے سینے سے لگایا پھر بلند آواز کے ساتھ کہا۔ اے اہل عرب اس بچے کو (نمود بالند) قتل کرو اور مجھے بھی اس کے ساتھ ہی مجھے لات و عزی کی قسم اگر تم ان کو آج قتل نہ کرو گے اور یہ حد بلوغ تک پہنچ گئے تو تمہارے دین کو تبدیل کر دیں گے (بلکہ سب ادیان پر خط نسخ کھینچ دیں گے) پھر میرے اہل قبیلہ یعنی بنو سعد نے مجھے وہاں سے اٹھالیا (اور اپنے گھر لے آئے۔ یہ ہے میرا آغاز کار۔

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سوق عکاظ قائم ہوا (میلان منعقد ہوا) تو علیمہ سعدیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قبائض شناس کے پاس لے گئیں جس کے پاس تمام لوگ اپنے بچوں کو لے جاتے اور دکھلاتے۔ جب اس فخر نئی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو چلایا اے گروہ ہذیل اے جماعت قریش! میلے کے سب شرکاء اس کے گرد جمع ہو گئے تو اس نے کہا اس بچے کو قتل کرو اور اس دوران حضرت علیمہ آپ کو لے کر کھسک گئی تھیں لوگ پوچھتے کس بچے کو؟ وہ کہتا اس بچے کو لوگوں کو نظر کچھ نہیں آتا تھا کیونکہ آپ کی رضاعی والدہ تو آپ کو لے کر وہاں سے جا چکی تھیں۔ اس سے پوچھا جاتا وہ کون ہے اُسے کیا ہے (کیوں قتل کریں) وہ کہنے لگا مجھے اس کے خدا والہ کی قسم وہ تمہارے اہل دین (مشرکین) کو قتل کریں گے۔ تمہارے معبودانِ باطلہ کو توڑ ڈالیں گے اور ان کا دین و مذہب تمہارے ادیان پر غالب آکر رہے گا اور وہ خود تم پر حکومت کریں گے۔

سب لوگوں نے آپ کو تلاش کیا مگر ناکام رہے۔

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ قبیلہ ہذیل کا ایک بوڑھا سردار چلانے لگا اسے قبیلہ ہذیل۔ مجھے اس بچے کے خدا کی قسم یہ آسمان سے نزول حکم کے منتظر ہیں وغیرہ وغیرہ اور لوگوں کو آپ کے غلام اکسا نا شروع کیا۔ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ دیوانہ ہو گیا اور عقل رخصت ہو گئی اور حالت کفر میں مرکز جہنم داخل ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ نضر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلیں۔ دیکھا تو آپ اپنی بہن کے ساتھ ہیں بولیں میرے بیٹے کتنی گرمی ہے اور تم باہر پھر رہے ہو۔

آپ کی بہن بولی یہ اماں میرے بھائی کو ذرا بھر گرمی نہیں لگی کیونکہ ایک بادل ان پر سایہ لگن رہا ہے جب یہ چلتے تو وہ بھی اوپر اوپر چلتا اور جب آپ پھر جاتے تو وہ بھی پھر جاتا تھی کہ ہم اس حال میں یہاں پہنچے ہیں۔

یہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ مکرمہ میں اس وقت حاضر ہوئیں جب کہ آپ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی فرما چکے تھے اور اپنے علاقہ میں روز نما ہونے والے تھے اور مال مویشی کی ہلاکت کا شکوہ کیا۔

سیدالانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کے متعلق بات کی تو انہوں نے چالیس بکریاں اور ایک اونٹ جو عورتوں کی سواری کے لائق تھا عطا کیا اور آپ اس طرح عزت و اکرام کے ساتھ اپنے گھر لوٹیں۔

جب خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والتنا نے دعویٰ نبوت فرمایا اور لوگوں کو دعوت اسلام دی تو حضرت حلیمہ بھی حاضر خدمت اقدس ہوئیں اور ان کے خاوند بھی اور مشرف باسلام ہوئے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی پھر گھر واپس ہوئے۔

محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ عورت جس نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا حاضر ہوئی انڈر آنے کا اذن طلب کیا۔ جب اجازت ملنے پر انڈر حاضر ہوئیں تو آپ پکار اٹھے۔ میری ماں میری ماں۔ فوراً آپ نے چادر بچھائی اور ان کو اوپر بٹھایا اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں وہ بھی نہایت احترام و اکرام سے پیش آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں تو انہوں نے بھی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔

## دس سال کی عمر میں شوق صدر

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایسی ایسی چیزوں کے متعلق سوال

کی جرات کر جاتے تھے جن کے متعلق دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سوال کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔  
 ایک دن انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ تو فرمائیں کہ سب سے پہلے آپ نے امور نبوت میں کونسا  
 امر دیکھا (آپ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے) بیدھے ہو کر بیٹھے گئے اور فرمایا اے ابو ہریرہ تم نے اول امر اور ابتداء نبوت میں ظہور پذیر  
 ہونے والے امور کے متعلق سوال کیا ہے تو سنو۔  
 میری عمر کوئی دس سال سے چند ماہ زیادہ ہوگی۔ میں جنگل میں جا رہا تھا کہ اچانک اوپر سے آواز سنائی دی۔ ایک شخص  
 دوسرے سے پوچھتا ہے کہ یہ وہی ہیں؟

پھر وہ ایسے خوب صورت چہروں میں میرے سامنے آئے کہ میں نے ایسا حسن و جلال کبھی نہیں دیکھا۔  
 ان میں سے ایک نے ایک بازو کو پکڑا اور دوسرے نے دوسرا بازو دگر (اس قدر نرمی سے کہ مجھے ان  
 کے پکڑنے کا کوئی احساس تک نہیں ہو رہا تھا۔

ایک نے دوسرے سے کہا ان کو زمین پر سلا دو چنانچہ دونوں نے مجھے بڑے آرام سے سیدھا لٹایا پھر ایک  
 نے کہا ان کے سینے کو چاک کر دو دوسرے نے میرے دیکھتے دیکھتے میرے سینے کو چاک کیا۔ مگر نہ تو درد ہوا اور نہ ہی  
 خون نکلا۔ پہلا بولاعل و حسد کو نکال دو یعنی اس مادہ کو نکال دو جو صفاتِ رذیلیہ کا مرکز ہوتا ہے چنانچہ دوسرے نے میرے  
 دل سے ایک گوشت کا ٹکڑا نکال لیا۔ پہلا پھر کہنے لگا۔ اب رحمت و رافتِ دل مقدس میں داخل کرو تو وقتاً قدر  
 اس نے نکالا تھا اسی مقدار میں چاندی کی طرح سفید و چمکدار ٹکڑا اندر رکھ دیا۔ پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر اچھی  
 پلایا اور کہا اٹھو دوڑو اور سلامت رہو میں واپس ہوا تو لوگوں میں اس حال میں پھرتا تھا کہ ہر چھوٹے پر رافت اور ہر بڑے  
 پر رحمت سے پیش آتا (اور رافت و رحمت تقاضائے طبیعت بن چکی تھی۔ یہ ہے آغاز و ابتداء اور انتہا یہ کہ آپ بحسب رحمت  
 بن گئے اور وہ بھی سب عالمین کے لیے) (وما ارسلناک الا رحمة للعالمین)

## تیسواں باب

### مولدِ نبوی کے پانچ سال بعد پیش آنے والے واقعات

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علبہ سعید فرماتی ہیں میں اپنی دراز گوش پر سوار ہوئی اور محمد (مفطور  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو آگے بٹھایا اور چلتی ہوئی مکہ مکرمہ کے بڑے دروازے پر پہنچی وہاں لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی۔

میں نے ان کو وہاں اتارا تاکہ کپڑوں وغیرہ کی اصلاح و درستی اور دیگر حاجات سے فراغت حاصل کر لوں تو میں نے اچانک ایک خوفناک لرزادینے والی آواز سنی ادھر متوجہ ہوئی تو لخت جگر اور نور نظر کو موجود نہ پایا لوگوں سے پوچھا میرا بچہ کہاں گیا۔ وہ پوچھنے لگے کونسا بچہ، میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے سرسبز و شاداب فرمایا بھوک اور تنگدستی دور فرمائی۔ میں نے ان کی تربیت کی حتیٰ کہ جب میری آرزو پوری ہوئی اور افتخار تربیت سے سرفراز ہوئی تو ان کو لے آئی تاکہ انہیں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما کے پیروں اور امانت ادا کر کے عہدہ برآ ہو جو جاؤں تو وہ میرے ہاتھ سے چھین لیے گئے۔ لات و عنزی کی قسم اگر میں ان کو نہ دیکھوں گی تو اپنے آپ کو پہاڑ کی بلند چوٹیوں سے گر کر خودکشی کر لوں گی۔ لوگوں نے کہا ہم نے تو کوئی شے دیکھی ہی نہیں رہم کیا تباہیں اور تیری مصیبت میں کیا تعاون کریں۔

جب انہوں نے مجھے ناامید کر دیا تو میں نے اپنے ہاتھ سر پر رکھے اور بلند آواز سے کہا وا محمد وا والدہ ان سوز بھری نداؤں کو اور میری آہ و بکا کو سن کر نوجوان لڑکیاں رونے لگ گئی اور لوگ بھی تڑپ اٹھے اور آہ و زاری کرنے لگے۔ پھر میں حضرت عبدالمطلب کے پاس حاضر ہوئی اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اپنی تمنا نکالی اور آواز دی یا آل غالب اے غالب کی اولاد! زمانہ قبل از اسلام میں لوگوں کو بلانے کا اور اکٹھا کرنے کا انداز و طریقہ یہی تھا سب قریش حاضر ہو گئے تو انہوں نے فرمایا میرا بیٹا گم ہو گیا ہے سب نے کہا تم جنگ و قتال کے لیے سوار ہو جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اگر تم سمندر میں چھلانگ لگاؤ تو ہم تمہارے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے۔ چنانچہ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور سب قریش ان کے ساتھ تھے تو انہوں نے مکہ مکرمہ کے نشیب و فراز اور بلندی و پستی کو چھان مارا مگر فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

پھر آپ لوگوں سے الگ ہو کر بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہوئے کعبہ مبارکہ کے گرد سات طواف کیے اور زبان سے بارگاہ خداوندی میں یہ التجا کرتے تھے

يَا رَبِّ رُدِّ رَاكِبِي مُحَمَّدًا رُدِّهٖ لِي وَاتَّخِذْ عِنْدِي يَدًا

اے میرے رب کریم میرے کسی سواری پر سوار ہو کر چلے جانے والے سوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر لوٹا اور مجھ پر اپنا خصوصی احسان فرما۔

ادھر حضرت عبدالمطلب نے عرض کی ہی تھی کہ فضا میں یہ آواز گونجی جسے سب لوگوں نے سنا۔ لوگوں نے دھونے اور آہ و زاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب انہیں کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا اے آواز دینے والے اور ہمیں تسلی و اطمینان دینے والے۔ کون ہمیں و عنزی

تین تملع واپس لا دے گا اور وہ کہاں ہیں؟

جواب آیا وہ وادی تھامہ میں شجرہ یمن کے پاس موجود ہیں۔ حضرت عبدالمطلب تیزی سے اس جگہ پہنچے تو حبیب  
خدا علیہ التحیۃ والتناورخت کے نیچے تشریف فرماتے تھے شاخوں کو کھینچ رہے تھے اور پتوں کے ساتھ کھیل رہے  
تھے۔ آپ کو اپنی سواری پر سوار کر کے ہمراہ لائے اور حضرت حلیمہ کو اعزاز و اکرام سے نوازا اور انعام دیکر رخصت کیا۔  
اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت حلیمہ جب ان کو مکہ مکرمہ لے آئیں تو آپ لوگوں میں گم ہو گئے آپ  
نے حضرت عبدالمطلب سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ کعبہ مبارکہ میں حاضر ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا یہ  
لَا هُمْ رَدَّا رَاكِبِي مُحَمَّدًا رُدَّةَ رَبِّ دَاتَخَذَا عِنْدِي يَدًا

انت الذی جعلتہ لی عضداً

اے اللہ میرے پردیسی اور مفقود الخیر سوار کو واپس فرما اور مجھے احسان و کرم سے سرفراز فرما دے اور تو نے  
ہی ان کو میرا دست و بازو اور معاون و مددگار بنایا تھا (اللہ اس کرم کو دائمی وابدی بنا،  
اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے آپ کو ایک کام کے لیے بھیجا تھا تو اس وقت بارگاہ  
خداوندی میں یہ التجا پیش کی تھی (نہ کہ آپ کے گم ہونے کے وقت،  
ابرعازم سے مروی ہے کہ ایک کاہن مکہ مبارکہ میں حاضر ہوا۔ اس وقت رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا کی عمر مبارک  
صرف پانچ سال تھی اور ان کی وایہ حضرت حلیمہ ان کو حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں لائی تھیں۔ تو کاہن نے (سر راہیہ  
علیہ التحیۃ والتنا کو دیکھ کر کہا) اے گروہ قریش اس بچے کو (العیاذ باللہ) قتل کر دو۔ وہ تمہارے اندر تفریق و انتشار پیدا کر دے  
گا اور تمہیں ہلاک کر ڈالے گا۔ حضرت عبدالمطلب آپ کو لے کر جلدی میں وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔  
اور قریش کاہن کی باتیں سننے کے بعد ہمیشہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خوفزدہ رہتے تھے۔

## اکیسواں باب

### حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سانحہ وصال

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی  
اللہ عنہا کے پاس رہتے تھے جب عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو وہ آپ کو ہمراہ لے کر اپنے میکے مدینہ منورہ تشریف  
لے گئیں تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ان کے احوال (ماموں) کو بھی کرائیں اور ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ہمراہی

سے مشرف ہوئیں اور فخر و جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بجالاتی تھیں اور یہ مختصر قافلہ دو اونٹوں پر سوار ہوا اور مدینہ منورہ پہنچ کر دارنابعہ میں قیام پذیر ہوا اور ایک ماہ تک وہاں قیام فرمایا اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مقام پر پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از ہجرت اطم بنی النجار (ٹیلہ کا بلند مقام) کو دیکھا اور اسے پہچان لیا تو فرمایا کہ میں بچپن میں یہاں آنے پر ان ٹیلوں کے درمیان اپنے ننھیال کی ایک انیسہ نامی بچی کے ہمراہ کھلتا رہا تھا اور میں اپنے ماموں زاو بھائیوں کے ساتھ تھا تو ایک پرندہ کو یہاں سے اڑاتے تھے جو کہ ٹیلے پر آ بیٹھتا تھا۔

دارنابعہ (مکان) کو دیکھ کر فرمایا۔ یہاں میری اماں جان مجھے ہمراہ لاکر ٹھہری تھیں اور اسی مکان میں میرے باپ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور ہے اور میں بنی عدی بن النجار کے تالاب میں خوب تیرتا رہا تھا۔

قوم یہود کے افراد وہاں پر یکے بعد دیگرے آتے اور فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے غور سے دیکھتے تھے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان میں سے ایک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی انکا دار ہجرت ہے میں نے ان کی اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھا۔

پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئیں مگر جب مقام ابواہرہ پہنچیں تو آپ کا وصال ہو گیا۔ (انا لله وانا الیہ راجعون) اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ تو آپ (والدہ ماجدہ کے سایہ عاطفت سے بھی بے نیاز ہو کر) اللہ تعالیٰ کے گھر میں پہنچ گئے اور صرف ام ایمن رضی اللہ عنہا ساتھ واپس لوٹیں۔

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مقام ابواہرہ پر گزرے تو فرمایا۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی والدہ ماجدہ کے مزار مبارک کی زیارت کا اذن دیا ہے۔ آپ وہاں پہنچے مزار اقدس کو مٹی وغیرہ ڈال کر درست فرمایا اور آنکھوں نے آنسوؤں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ صحابہ کرام نے یہ منظر دیکھا تو زار و قطار رونے لگے۔ عرض کیا گیا حضور کیا وجہ ہے۔ فرمایا مجھے ان کا بوقت وصال حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنا اور مجھے بار بار پیار کرنا اور دوران سفر راہ میں ہی چھوڑ کر راہی ملک بقاء ہونا یاد کر کے رحمت و رقت طاری ہوئی اور رونے لگا۔

ابو مرشد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا تو قبر کے ایک نشان اور مٹی کی ڈھیری کے پاس تشریف لاکر بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ اس انداز میں تشریف فرما تھے گویا کسی سے خطاب کر رہے ہوں۔ پھر روتے ہوئے اٹھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے آکر عرض کرنے لگے (وہ

سب لوگوں سے اس معاملہ میں زیادہ جزاات مند تھے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ رونے کا موجب کیا ہے۔ فرمایا یہ میری والدہ کی قبر ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی زیارت کا اذن طلب کیا تو اس نے اجازت مرحمت فرمائی پھر استغفار و بخشش طلب کرنے کی اجازت مانگی تو مجھے منع کر دیا گیا۔ مجھے والدہ ماجدہ یاد آئیں اور ان

کی حالت و کیفیت دیکھی تو کھڑا ہو کر رونے لگ گیا۔ صحابہ بھی زار و قطار رونے لگے اور جتنے لوگ اس دن روتے دیکھے گئے اتنے کبھی بھی روتے نہیں دیکھے گئے۔

ابن سعد کہتے ہیں اس روایت میں مکہ مکرمہ کے اندر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر ہونے کا جو تذکرہ ہے یہ غلط ہے ان کی قبر البواہر میں ہے نہ کہ مکہ مکرمہ میں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر مبارک کی زیارت فرمائی تو خود بھی رونے اور دوسروں کو بھی رلایا۔ پھر فرمایا میں نے رب کریم سے والدہ ماجدہ کی مغفرت و بخشش کی دعا کے لیے اذن طلب کیا تو اذن نہ ملا۔ پھر زیارت کی اجازت طلب کی تو اجازت عطا فرمائی گئی۔ لہذا تم بھی قبور کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ اس سے اپنی موت یاد آتی ہے (اور دنیا کی طرف رغبت کم ہوتی ہے) رواہ مسلم،

ابو ہریرہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام عسفان پر تشریف لاکر ٹھہر گئے اور وائیں بائیں دیکھا اور والدہ ماجدہ کی قبر تشریف کو دیکھا۔ پھر پانی کی طرف تشریف لے گئے وضو فرمایا پھر دو رکعت نماز ادا فرمائی، اچانک ہمیں آپ کے رونے کی آواز آئی تو ہم بھی رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا کو روتے دیکھ کر (باوجود سبب معلوم نہ ہونے کے) رونے لگے۔ جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا تمہیں کس چیز نے رلایا ہم نے عرض کیا آپ رونے تو ہم بھی رونے لگے۔ آپ نے پوچھا تم نے آخر کیا گمان کیا جس پر رونا شروع کیا، ہم نے عرض کیا ہمیں تو یہ گمان گذرا کہ کہیں آپ کی امت پر عذاب ہونے والا ہے۔ فرمایا نہیں ایسی بات تو بالکل نہیں تھی کیا دوسرا خیال یہ تھا کہ آپ کی امت کو ایسے اعمال کا پابند و مکلف ٹھہرایا گیا ہے جن کی ان میں بہت و طاقت نہیں ہے۔ فرمایا نہیں یہ بات بھی نہیں تھی۔ بلکہ دراصل بات یہ تھی کہ میں والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک پر کھڑا ہوا۔ وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور رب کریم سے اذن استغفار کا طلب گار ہوا۔ تو مجھے اس سے منع کر دیا گیا میں رونے لگا۔ دوبارہ دو رکعت نماز ادا کی اور اذن کا طلب گار ہوا۔ تو مجھے سختی سے روکا گیا اس پر میری آہ و بکا بلند ہوئی

پھر فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری طلب فرمائی اور اس پر سوار ہو کر تھوڑی دور چلے ہی تھے کہ سواری ثقل وحی کی وجہ سے رک گئی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ما كان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولى قربى من بعد ما تبين لهم انهوا صحاب الجحيم۔

رسول خدا علیہ السلام اور اہل ایمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اہل شرک کے لیے استغفار کریں خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جب کہ ان پر واضح ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صحابہ میں تمہیں گواہ بنانا ہوں کہ میں (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا) سے براءت کا اظہار کرتا ہوں جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام



عہ تنبیہ: سرور انبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء کے والدین کریمین کا نجات پانا نار دوزخ سے محفوظ رہنا اور اہل جنت میں سے ہونا مختلف فیہ مسئلہ ہے اور اسلاف میں یہ امر مختلف فیہ ہونے کے باوجود متاخرین حضرات نے اس کو متنازع فیہ نہیں چھوڑا۔ بلکہ متعدد وجوہ اور دلائل سے والدین کریمین رضی اللہ عنہما (بلکہ جمیع آباء و اجداد کرام) کا اہل نجات میں سے ہونا ثابت فرمایا ہے۔ حضرت شیخ اجل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۸ پر اسی مضمون کی ایک حدیث و روایت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ اس روایت کا مضمون و مفہوم متقدمین کا مختار ہے اور وہ اسی نظریہ کے قائل ہیں لیکن متاخرین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بلکہ آدم علیہ السلام تک تمام سلسلہ آباء و اجداد اور اموات و جدات کا ایمان ثابت کیا ہے اور اس دعویٰ کو انہوں نے تین طرح سے ثابت کیا ہے۔

اول یہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے (جو کچھ بھی اس وقت معلوم و معروف تھا) دوم۔ وہ زمانہ فترت رسل میں پیدا ہوئے اور وفات پائی (لہذا زمانہ نبوت جب انہوں نے پایا ہی نہیں تھا تو ان کو کافر کیسے کہا جاسکتا ہے انکار نبوت کے لحاظ سے تو واضح ہے اور انکار الوہیت قطعاً ثابت ہی نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ کا نام ہی اس شق کے ابطال کے لیے روشن دلیل ہے اور وہ نام حضرت عبد المطلب نے تجویز فرمایا تو ان کا عقیدہ بھی واضح ہو گیا۔ نیز نص قرآن کریم و ما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ یعنی ہم اس وقت کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک رسل کرام کو مبعوث نہ فرماویں اس لحاظ سے بھی تفصیلات دین اسلام نہ جاننے اور ان کا اعتراف نہ کرنے کی بناء پر ان کو دوزخی قرار نہیں دیا جاسکتا) سوم۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو آپ کے شانِ اعجازی کی بدولت زندہ فرمایا۔ اور ان کو شرف اسلام سے مشرف ہونے کا موقعہ بخشا (اور بعد الوصال ایمان کا مقبول ہونا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے ہے) رہا یہ شبہ کہ اس مضمون کی روایات ضعیف ہیں تو اس کا ازالہ محدثین کرام نے اس طرح کیا ہے کہ روایات ضعیفہ جب متعدد طرق سے مروی و منقول ہوں تو وہ درجہ صحت اور حسن تک پہنچ جاتی ہیں اور ان روایات کے طرق و اسانید بھی متعدد ہیں اور یہ علم گویا متقدمین سے مخفی و مستور تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے متاخرین پر منکشف فرمایا واللہ یختص برحمته من یشاء بما شاء من فضله۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے متعدد رسالے اس مسئلہ کی تحقیق میں تالیف فرمائے اور مختلف دلائل سے ایمان والدین کریمین ثابت کیا اور مخالفین کے شبہات کا جواب دیا۔ مفصل تحقیق وہاں ملاحظہ کریں۔ یہی تحقیق علامہ عبدالعزیز سرہاروی نے نبراس شرح عقائد میں ص ۵۲۶ پر درج فرمائی ہے اور علامہ محمد ذوالوسی نے روح المعانی جلد ۱۹ میں زیر آیت کریمہ و تقلبک فی الساجدین نقل فرمایا کہ جو شخص ان روایات و احادیث پر مطلع ہوا جن میں سرور انبیاء علیہ السلام نے اپنے جملہ آباء و اجداد کی طہارت اور نکاح اسلام سے متولد ہونے کی تصریح فرمائی ہے پھر بھی والدین کریمین کے کفر کا ہی قائل رہا تو خود اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مزید تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز یہ روایات اخبار آحاد ہیں اور وہ وجوب عمل پر دلالت کرتی ہیں وجوب اعتقاد پر نہیں لہذا ان کی بناء پر دوسرے تمام دلائل کو نظر انداز کر کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان و اعتقاد پر اعتراض کرنا اور ان کی نجات و فلاح کا انکار کرنا بلکہ اس پر اصرار کرنا بہت بڑی جسارت ہے جو مومن

حسن بن جابر رضی اللہ عنہما سے جو کہ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے، مروی ہے کہ مامون الرشید کو یہ اطلاع دی گئی کہ سیلاب اور بارش کا پانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک میں داخل ہو جاتا ہے تو مامون نے اس جگہ کو پختہ کرنے کا حکم جاری کیا۔ ابن البراء فرماتے ہیں کہ مجھے اس قبر کی ہیئت اور وضع قطع بتلائی گئی جبکہ میں مکہ مکرمہ میں تھا۔

(ان مختلف روایات میں تطبیق و موافقت اس طرح ہو سکتی ہے، کہ آپ کا وصال مقام البوار میں ہوا ہو اور پھر آپ کو مکہ مکرمہ میں لایا گیا ہو اور یہاں دفن کیا گیا ہو۔)

زقییہ پچھلے صفحہ کا) مخلص سے بہر حال بہت بعید ہے هذا عندی واللہ ورسولہ اعلم۔

اس موضوع پر امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے رسالہ بنام شمول الاسلام لاحول النبی اکرم تالیف فرمایا ہے اسکا مطالعہ فرمائیں۔

ان احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی بلکہ وہاں قیام فرما کر دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی اور اس اجازت کا ملنا آپ کی والدہ کے مومنہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ مشرکین کی قبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا تھا چنانچہ فرمایا ولا تقو علی قبرہ  $\frac{۸۴}{۹}$  "مشرکوں کی قبر پر آپ قیام نہ کریں۔ اگر آپ کی والدہ ماجدہ العیاذ باللہ مشرکہ ہوتیں تو آپ کو ان کی قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت نہ دیتا۔ چہ جائیکہ آپ وہاں دو رکعت نماز بھی ادا فرماتے۔ رہا یہ امر کہ آپ کو والدہ ماجدہ کے لیے استغفار سے روک دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انبیاء کے حق میں مغفرت کی دعا کی جائے تو اس سے ان کے گناہوں میں طوث ہونے کا وہم نہیں پیدا ہوتا کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں اور جب غیر معصوم کے لیے استغفار کی دعا کی جائے تو اس سے یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید وہ گناہوں میں طوث رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آمنہ کے حق میں حضور کو استغفار سے روک دیا تاکہ آپ کی والدہ کے بارے میں کسی شخص کو یہ وہم نہ ہو کہ وہ گناہوں میں طوث رہی تھیں۔ ان احادیث میں آپ کی عظیم فضیلت ہے کہ وہ مومنہ بھی تھیں اور پرہیزگار اور گناہوں سے پاک دامن بھی۔

# تیسواں باب

## حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہوتے تھے جب ان کا وصال ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب نے آپ کو اپنے پاس رکھا اور آپ کے لیے اتنی شفقت اور نرم دلی کا مظاہرہ فرمایا کہ اتنا اپنی اولاد کے لیے بھی نہیں فرماتے تھے اور آپ کو قریب بٹھاتے اور مقرب و معظم رکھتے اور آپ ان کے پاس خلوت و علیحدگی میں بھی اور خواب و استراحت کے وقت میں بھی تشریف لے جاتے اور ان کے مخصوص سرداری فراش پر جلوہ گر ہوتے اگر کوئی مزاحم ہونے لگتا تو حضرت عبدالمطلب سختی سے منع فرمادیتے اور فرماتے اسے مت روکو، میرے اس بیٹے کو ملکِ سلطنت عطا کیا جائیگا۔ بنی مدیج کی جماعت نے حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا اس عزیز مولود کی اچھی طرح حفاظت و نگرانی فرمائیں کیونکہ ان کا قدم مبارک مقامِ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ اقدس کے بہت ہی شائبہ ہے تو انہوں نے جناب ابوطالب سے فرمایا ان لوگوں کی بات غور سے سنو چنانچہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خیال رکھتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا اور وہی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں۔ اسے برکت (ام ایمن) میرے اس بیٹے کے ساتھ غفلت و بے پروائی نہ برتنا کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ حضرت عبدالمطلب جب بھی کھانا تناول فرماتے لگتے تو فرماتے میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ جب آپ کو ان کے پاس لایا جاتا تب کھانا تناول فرماتے جب ان کا وقت وصال آیا تو جناب ابوطالب کو آپ کی کفالت و حفاظت کی وصیت فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عبدالمطلب کا مقام اور جائے نشستِ عظیم میں مخصوص فراش تھا جس پر کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا۔ اور حرب بن امیہ اور اس قسم کے لوگ ان کے پاس بیٹھے مگر اس نشاگاہ سے بہٹ کر جب رسول کریم علیہ التعمیر والثناء تشریف لائے اور آپ ابھی نو عمر بچے تھے تو سیدھے اس مقام پر جا بیٹھے جہاں حضرت عبدالمطلب بیٹھے تھے مگر اس وقت آپ کی بیانی جاتی رہی تھی۔ تو کسی شخص نے آپ کو صحیحے پٹانے کی کوشش کی۔ سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام روئے تو حضرت عبدالمطلب نے پوچھا میرا بیٹے میرا جنت جگر کیوں روتا ہے۔ لوگوں نے سبب عرض کیا تو فرمایا۔ انہیں اس فراش

پر ہی بیٹھے دور کیونکہ وہ اپنی عظمت و برتری کو جانتے پہچانتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ عز و شرف اور نعمت و مرتبت کی ان بلندیوں تک پہنچیں گے جہاں کوئی عربی نہ پہلے جاسکا ہے اور نہ بعد میں جائے گا (بلکہ نہ ہی انکا کوئی تصور کر سکتا ہے)

## تیسواں باب

### حضرت عبدالمطلب کا سر عالم و عالمیاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استسقاء

رقیقہ سے منقول ہے کہ قریش پر گناہ چند سال گذرے، جن میں بارش وغیرہ بالکل نہ ہوئی۔ قحط سالی اور خشکی کی وجہ سے شیردار جانوروں کے دودھ خشک ہو گئے بلکہ ہڈیاں بھی مغز سے خالی ہو کر سوکھ گئیں۔ ایک رات میں سوئی ہوئی تھی یا ابھی اونگھ اور نعاس کی حالت میں تھی کہ آواز دینے والے کو بلند اور سخت لہجے میں یوں اعلان کرتے ہوئے سنا۔ اے جماعت قریش تمہارے اندر مبعوث ہونے والے نبی کا زمانہ خروج قریب آچکا ہے اور یہ وقت ہے ان کے ظہور کے وقت طلوع ہونے والے ستاروں کا۔ لہذا تم جلدی پانی اور خوشحالی کا منہ دیکھو اور اس کے لیے حیلہ سازی و چارہ گرمی کرو۔ (اور چارہ سازی کی صورت یہ ہے کہ

اپنے اندر ایک ایسا شخص تلاش کرو جو درمیانہ قد ہے مضبوط اعضا اور بھرپور جسم والا، سفید چمکیلی رنگت والا ہے اور لمبی اور گھنی پلکوں والا ہے، ڈھلواں رخساروں والا ہے، لمبی اور بلند ناک ہے۔ وہ صاحب فخر نہیں مگر اس کو خواہ مخواہ ظاہر کرنے کے درپے نہیں ہوتے بلکہ صبر و استقامت اور علم و وقار کا اظہار فرمانے والے ہیں اور ان کی مخصوص ہیئت و کیفیت ہے جو لوگوں کو ان کی طرف دلالت اور رہنمائی کرتی ہے۔

وہ ہستی جن کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں اپنے لخت جگر نور نظر کو ساتھ لے کر گھر سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ و خانوادہ کا ایک ایک فرد ان کے ساتھ نکلنا چاہیے جو اچھی طرح غسل کر کے خوشبو لگا کر حجر اسود کا استلام کرنے کے بعد کوہ ابویس پر چڑھیں۔ وہ بارش کی دعا کریں اور قوم ان کی دعا پر آمین آمین کہتی رہے اور جتنی بارش چاہو اتنی حاصل ہو جائے گی۔ رقیقہ کہتی ہے میں صبح اٹھی تو اللہ جانتا ہے کہ بڑی خوفزدہ تھی بدن پر رونگٹے ماکھڑے تھے اور عقل و فہم زائل ہونے کو تھا۔ لوگوں کو خواب بیان کیا اور اس شخص کی تعیین کے متعلق دریافت کیا۔

مجھے حرم پاک اور اس کی حرمت و عزت کی قسم ہر بلخی و کی میرا خواب سن کر کہنے لگا یہ شخص تو صرف اور صرف شیبۃ الحمد (حضرت عبدالمطلب) ہیں۔

قریش گروہ درگروہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور قبیلہ و خانوادہ سے ایک ایک شخص ان کی بارگاہ میں پہنچنے لگا۔ غسل کیا خوشبو لگائی۔ حجر اسود کا استلام کیا اور کوہ التبت پر چڑھنے لگے اور دونوں جانبوں سے اس کو کثرت تعداد کی دیر سے بھرتے ہوئے تیزی کے ساتھ اوپر کو جا رہے تھے حتیٰ کہ جب پہاڑ کی چوٹی اور بلندی پر تل گئے حضرت عبدالمطلب دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ شریک دعا رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو کہ ابھی بچے تھے مگر تو انما اور مضبوط جسم والے عبدالمطلب نے عرض کیا۔ اے حاجات کو پورا کرنے والے اور کرب و بلا کو دور کرنے والے اللہ العالمین تو جاننے والا ہے اور دوسروں کو جتانے والا تجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ تو ہی ہر ایک کے سوال اور حاجت کی امید گاہ ہے اور نخل و کنجوسی سے پاک ہے۔ یہ تیرے بندہ ہیں اور تیری لونڈیاں جو تیرے حرم کی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر تیری جناب میں اپنی قحط سالی کی شکایت پیش کر رہے ہیں جس نے نہ کوئی اونٹ چھوڑا اور نہ بھیڑ بکری (نہ کچھ کھانے کو ملتا ہے نہ پینے کے لیے اور نہ سواری کے لیے) لہذا ایسی کثیر موسلا دھار بارش عطا فرما جو کھیتوں کو باللب فرما دے اور ہمیں خوشحال بنا دے۔ رقیقہ کہتی ہے مجھے کعبہ کی قسم بھی لوگ ابھی اسی جگہ کھڑے تھے کہ آسمان گویا پانی کے ساتھ پھٹ پڑا اور پانی کے دہانے کھول دیے اور وادی پانی کی موجوں کے ساتھ چنگھاڑ رہی تھی۔

میں نے قریش کے بزرگوں اور سرداروں عبداللہ بن جدعان، حرب بن امیہ اور ہشام بن مغیرہ سے سنا کہ وہ حضرت عبدالمطلب کو کہتے تھے اے وادی بطنیا کے سردار و مالک تجھے مبارک ہو۔ تمہاری وجہ سے اہل بطنیا کو زندگی نصیب ہوئی۔ رقیقہ نے اسی عظمت و اہمیت کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبدالمطلب کی شان میں چند اشعار کہے جن کا ترجمہ

یہ ہے۔

(۱) شیبۃ الحمد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر اور علاقہ کو بارش سے سیراب فرمایا۔ جب ہم نے پانی کو گم کیا اور اس کے ایک ایک قطرہ کو ترسے لگے اور آسمان نے بھی باران رحمت کو روک لیا۔

(۲) تو ایک سیاہ فام بادل نے موسلا دھار بارش برسا کر پڑوز و سخاوت کی جس سے حیوانات اور نباتات کو حیات نو حاصل ہو گئی۔

(۳) وہ مبارک افعال و اعمال والے ہیں۔ ان کی بدولت بارش طلب کی جاتی ہے اور ساری مخلوق میں (اس وقت) ان کا نہ کوئی ہم پلہ ہے اور نہ مثل۔

(۴) وہ سزا پال اللہ تعالیٰ کا احسان ہیں کیونکہ وہ نیک فال ہیں اور نیک بخت اور ان سب سے بہتر ہیں جن کے ساتھ قبیلہ مضر کو کبھی بھی بشارت دی گئی۔

# چونتیسواں باب

## حضرت عبدالمطلب کا سیف بن ذی یزن شاہ یمن کو تخت نشینی کی مبارکباد

### دینے کے لیے تشریف لے جانا

اور سیف بن ذی یزن کا انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و رسالت کا مشرودہ سنانا ابن کلبی سے مروی ہے کہ جب سیف بن ذی یزن ارض یمن کا مالک بنا اور حبشیوں کو ہلاک و تہ و تیغ کیا تو اشراف قریش اور روساء عرب اس کو ظفر اور نغمندی کی تہنیت اور مبارکباد دینے کے لیے اس کے پاس یمن پہنچے۔ وفد قریش میں پانچ علماء و رؤساء تھے حضرت عبدالمطلب بن ہاشم، امیہ بن عبدشمس، عبد اللہ بن جدعان، خولید بن سوید اور وہب بن عبدمناف بن زہرہ چلتے چلتے جب صنعاء میں پہنچے تو سیف بن ذی یزن بھی وہیں قصر عمدان میں قیام پذیر تھا اور یہ قصر ان قصور و محلات میں سے تھا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جنات نہ بلقیس کے لیے تیار کیے تھے۔ حضرت عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے وہیں اونٹوں کو بٹھایا اور سیف کے دربار میں حاضری کی اجازت ملنے کے بعد داخل ہوئے۔

قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ سنہری تخت پر بیٹھا ہے اور اس کے ارد گرد اشراف و رؤساء یمن سنہری کرسیوں پر بیٹھے ہیں اس نے عنبر سے اپنے جسم کو معنبر کیا ہوا تھا اور کستوری کی خوشبو اس کی مانگ سے مہک رہی تھی۔ سب نے اس کو تحیہ و سلام دیا اور شاہی آداب بجالانے ان کے لیے سنہری کرسیاں بچھانی گئیں اور سوائے حضرت عبدالمطلب کے باقی سب بیٹھ گئے۔ آپ سیف کے سامنے کھڑے رہے اور کچھ کہنے کی اجازت طلب کی۔ آپ سے کہا گیا۔ اگر بادشاہوں کے سامنے کلام کرنے کے آداب اور طریقے آتے ہیں تو کو کیا کہنا چاہتے ہو۔

تو آپ نے فرمایا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ نے تجھے رفیع الشان محل اور بلند بام مقام میں محل کرامت و عزت پر متمکن فرمایا ہے اور تجھ ایسے نونہال کو ایسی بنیاد پر قائم فرمایا جو بہت ہی پاکیزہ ہے اور بڑی عزت و عظمت والی ہے اصل اس کا ثابت و راسخ ہے اور شاخیں اس کی خوب بلند اور پھیلی ہوئی ہیں۔ اس نونہال کا محل غرس و ولادت بہت پاکیزہ ہے اور زمین پیدائش بڑی زرخیز ہے۔

اے بادشاہ تو اہل عرب کی وہ بہار ہے جس کی طرف وہ وقت خزاں میں پناہ پکڑنے والے ہیں اور ان کے لیے

وہ شیریں آب حیات ہے جس کی طرف لوگ پیاس بجھانے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ تیرے اسلاف سب اسلاف سے بہتر اور تو ان میں سے ہمارے لیے سب سے اچھا خلیفہ اور قائم مقام ہیں۔ چنانچہ جیسا نامور شخص ہو، وہ اسلاف ہرگز نہیں مر سکتے اور جن کا سلف تیرے جیسا باکمال ہو وہ گوشہ خمول و گمنامی میں نہیں رہ سکتے۔

اے بادشاہ۔ ہم اہل حرم ہیں اور بیت اللہ کے مجاور و خدام۔ ہمیں تیری طرف وہ فرحت و مسرت لے آئی ہے، جو ان شہداء و مصائب کے دور ہونے سے حاصل ہوئی جنہوں نے ہماری کمزوری کو رکھ دیا تھا مگر ہم محض تنہیت و ہدیہ تبریک دینے والا وہ ہیں، تجھے اپنے مصائب و مشکلات سنا کر پریشانی میں ڈالنے والا وہ نہیں ہیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا تم وادی بطحا والے قریشی ہو انہوں نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے مرحبا و خوش آمدید کہا۔ اور کہا تم اپنے گھر میں آئے ہو۔ یہاں کی سواریاں اور ساز و سامان تمہارا ہے۔ زمین ہی نرم نہیں اس کے باسی بھی نرم دل اور نیک خصلت ہیں۔ شہنشاہ بڑا سخی ہے اور عظیم و کثیر عطیات دینے کا عادی ہے۔ میں نے تمہاری بات سنی اور تمہاری فضیلت و برتری کا اندازہ لگا یا۔ تم شرافت و عزت کے حامل ہو اور تعریف و تکریم کے لائق جب تک یہاں قیام کرو تمہیں عزت و اکرام سے مہمان بنایا جائے گا اور جب واپسی ہوگی تو عظیم و جزیل عطیات پیش کیے جائیں گے۔

پھر روئے سخن حضرت عبدالمطلب کی طرف کرتے ہوئے کہا تم اپنا خصوصی تعارف کرو۔ فرمایا میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ وہ پکارا اٹھا میں تو خود تم سے ملنے کا ارادہ رکھتا تھا اور تمہاری ملاقات کے لیے بیقرار تھا کیونکہ تم تو خلق خدا کی ربیع بہار ہو اور اقوام و قبائل کے سردار، اب مہمان خانہ میں آرام کرو، میں پھر کسی وقت تمہیں بلاؤں گا۔

پھر ان کے متعلق خدام کو حکم دیا کہ انہیں عزت و تکریم کے ساتھ بٹھاؤ اور آرام کا انتظام کرو۔ یہ وفد ایک ماہ تک وہاں رہا مگر سیف بن ذی یزن نے ان کو کبھی دربار میں نہ بلایا۔ ایک صبح سو کراٹھا تو فوراً حضرت عبدالمطلب کے پاس آدمی بھیجا کہ تم اکیلے میرے پاس آؤ۔ جب آپ پہنچے تو وہ بھی تنہائی میں بیٹھا تھا کوئی دوسرا شخص اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ کہنے لگا اے عبدالمطلب میں اپنے علمی اسرار میں سے ایک بھید اور راز تم پر ظاہر کرتا ہوں اگر کوئی دوسرا شخص تمہاری جگہ ہوتا تو کبھی یہ راز اس پر آشکارا نہ کرتا، میں سمجھتا ہوں کہ تم راز داں ہو اور ایسے اسرار و رموز کے معدن۔ یہ راز پوشیدہ رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے اظہار میں اپنی قدرت کاملہ کو بروئے کار لائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا فرمائے گا اور اس امر کو انتہا تک پہنچائے گا۔ حضرت عبدالمطلب بولے اللہ تعالیٰ آپ کی صحیح رہنمائی فرمائے۔ فرمایا وہ کونسا بھید اور راز سیف بن ذی یزن نے کہا ہماری کتابیں جو یقیناً سچی ہیں اور وحی آسمانی اور علوم قدیمہ پر محیط و مشتمل جن کو ہم نے اپنے لیے مخصوص کیا ہوا ہے اور دوسروں سے انہیں پوشیدہ رکھتے ہیں ان کتابوں میں اور علوم سابقہ میں ہیں ایک عظیم خبر اور بہت بڑی عزت و عظمت کا پتہ چلتا ہے جو زندگی کے لیے سرمایہ شرف و فضل ہے اور موت کے لیے سرمایہ افتخار و اعزاز بالعموم سب عرب اور تمہارے سارے قبیلہ کے لیے اور بالخصوص تمہارے لیے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ پھر تو میں بہت بڑے تحفہ و ہدیہ کے ساتھ لوٹوں گا اتنا عظیم تحفہ کہ کوئی زائر بھی اس سے مشرف نہ ہو سکے۔ اگر بادشاہ کی سعادت شاہی اور اس کی عظمت و رفعت کا احساس نہ ہوتا تو میں ضرور مطالبہ کرتا کہ ذرا اس اجمال کو صورت تفصیل دے کر میری مسرت و فرحت میں اضافہ فرمائیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا تمہاری اولاد سے ایک نبی مبعوث ہوں گے اور تمہارے قبیلہ سے ایک رسول ظہور فرما ہوں گے۔ نام نامی ان کا احمد و محمد ہوگا۔ اسی زمانہ میں ان کی ولادت ہوگی اور عین ممکن ہے کہ پیدا ہو چکے ہوں۔ ان کے والدین بالکل آغاز عمر میں داغ مفارقت دے جائیں گے اور ان کے دادا جان اور پھر چچا جان انکی کفالت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو علانیہ مبعوث فرمائے گا اور ہم میں سے ان کے انصار و خدام پیدا فرمائے گا۔ ان کے معاون و مددگار عزت پائیں گے اور بداندیش دشمن ذلت و رسوائی کا شکار ہوں۔ ان کے وقت ولادت میں آتش پرستوں کا مبعود یعنی آتش سر ہو جائے گی۔ وہ لات و منات اور دیگر اوثان و اصنام کو توڑ دیں گے۔ کفر و شرک اور عصیان و طغیان کو روک دیں گے اور صرف واحد منان کی عبادت کی جائے گی۔ ان کا قول و امر واضح و بین ہوگا۔ ان کا حکم سر اسر عدل و انصاف ہوگا۔ معروف و خیر کا حکم دیں گے اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ منکر اور بدی سے روکیں گے اور اپنے گرد دامن سے بھی اس کو دور رکھیں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا تمہارا تیرہ بلند ہو، فضل و احسان دائم ہو، عمر دراز ہو کیا آپ مجھے مزید تفصیل و توضیح اور کشف و اظہار سے خوشی کا موقع بہم پہنچائیں گے؟

سیف نے کہا حجاب اور پردہ میں مجھ مستور خانہ خدا کی قسم اور آیات و کتب الہیہ کی قسم تم اس نبی کے ولدا جان ہو اور اس امر میں غلطی اور خلاف واقعہ ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

یہ سننا تھا کہ حضرت عبدالمطلب بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر بجالانے کے لئے جھک گئے۔

سیف نے کہا حضرت سر اٹھائیے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ٹھنڈا رکھے اور عمر دراز کرے اور شان و مرتبت میں بلندی عطا فرمائے کیا ان علامات میں سے کسی کو تم نے محسوس کر لیا ہے جو میں نے تمہارے سامنے بیان کی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا ہاں میرا ایک نور نظر تھا جس کے ساتھ مجھے بڑی محبت تھی۔ میں نے اپنی قوم میں سے ایک بڑی باعزت خاتون کے ساتھ ان کی شادی کی جن کو آمنہ بنت وہب کہا جاتا تھا۔ ان سے ایک فرزند دلہند متولد ہوا۔ جن کا نام میں نے محمد و احمد رکھا۔ ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں اور ان کا کفیل میں ہوں یا انکا چچا۔

ذی یزن نے کہا میں جو راز تیرے سامنے افشا کر رہا تھا وہ اس راز کی تفصیل و تعبیر ہیں، ان کا خاص خیال رکھنا اور ان کے دشمنوں سے پُر حذر رہنا اگرچہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو اپنے بڑے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اگر مجھے اس امر کا یقین نہ ہوتا کہ موت کا مضبوط ہاتھ ان کے دعویٰ نبوت سے قبل ہی میرے محل وجود کو دارفانی سے اکھاڑ



پھینکے گا تو میں اپنے سواروں اور پیادوں سمیت ان کے دارِ ہجرت یشرب (مدینہ منورہ) میں جاگزین ہو جاتا اور اسی کو اپنا دارالسلطنت بنا لیتا کیونکہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کی کتابوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا امر نبوت وہیں جا کر پائیدار تکمیل کو پہنچے گا اور وہی لوگ ان کی دعوت کو قبول کریں گے اور خدمت و نصرت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے اور اسی شہر میں ان کا مزار پر الوار ہوگا۔

اور اگر میری معلومات کے مطابق ان کا غایات و نہایات مراتب تک وصول یقینی نہ ہوتا اور مجھے اگر انکو آفات سے محفوظ رکھنے اور غایات و مکروہات سے دور رکھنے کا خیال نہ ہوتا تو ان کا نام ظاہر کر دیتا اور تمام عرب کو انکے نقش قدم پر چلا دیتا اور اگر میں ان کے زمانہ ظہور و خروج تک زندہ رہا تو میں سب امور سلطنت و حکومت ان کے حوالے کر دوں گا اور لوگوں کو ان کی رعایا بنا دوں گا۔

اس کے بعد آپ کو بیع اپنے ہمراہیوں کے واپس جانے کی اجازت دی۔ اس وفد کے ہر رکن کو دو دو سو اونٹ، دس دس حبشی غلام اور دس دس رطل (تقریباً پونڈ) سونا اور دو دو حلیے یعنی چادروں کے عطا کیے اور حضرت عبدالمطلب کو باقی صاحبان کا مجموعہ بطور ہدیہ و نذرانہ پیش کیا اور کہا اے عبدالمطلب جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہو جائیں اور اچھے مضبوط و توانا تو مجھے ان کی حالت و کیفیت سے باخبر کرنا۔ پھر اہل وفد نے سیف بن یزن سے الوداعی سلام کیا اور مکہ مکرمہ کی طرف لوٹے حضرت عبدالمطلب نے اپنے رفقاء سفر سے فرمایا کہ شاہِ یمن نے مجھے تمہاری نسبت جس عزت و کرامت سے نوازا ہے وہ اگرچہ جزیل و عظیم ہے اور جس فضل و احسان سے مشرف فرمایا وہ اگرچہ کثیر ہے لیکن تمہارے لیے یہ امر قابل رشک نہیں بلکہ قابل رشک وہ امر ہے جو اس نے بوقت سرگوشی مجھے بتلایا جس میں مجھے اور میری اولاد کو حاصل ہونے والے عظیم سرمایہ فخر و مباہات کی اطلاع دی ہے انہوں نے کہا تبار و توحسی کو نسی ایسی بات ہے فرمایا۔ تمہیں عنقریب پتہ چل جائے گا۔

سیف بن ذی یزن چند سال یمن پر حکمران رہا۔ ایک دن وہ حسب معمول شکار کے لیے نکلا اور اس نے حیشوں کا ایک ایسا جھنڈا تیار کیا ہوا تھا جو نیزے سے لے کر اس کے آگے آگے چلتے تھے اس دن مکر انہوں نے سیف پر حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر دیا جب کسریٰ نوشیروان کو اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع پہنچی تو ہرمز کو ان کے خلاف کارروائی کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمان جاری کیا کہ جو حبشی طے اس کو قتل کر دیا جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سرور انبیاء علیہ التحیۃ و النشاء کی ولادت باسعادت کے بعد سیف بن ذی یزن یمن پر غالب آگیا تو عرب کے وفود اور شعراء اس کی مبارکبادی اور تصیّدہ خوانی کے لیے حاضر ہوئے۔ قریش کا جو وفد اس کے پاس مبارکباد کے لیے پہنچا اس میں علاوہ دوسرے قریش کے عبدالمطلب بن ہاشم

تھے اور امیہ بن عبد الشمس، عبداللہ بن جعدان اور خولید بن اسد جب یہ شہر صنعا میں اس کے پاس پہنچے تو وہ قصر غندان کے اوپر بیٹھا تھا جس کا ذکر امیہ بن ابی الصلت نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

اشرب هنيئاً عليك التاج مرتفعاً  
في راس غندان دارامتك محلاً  
غندان جیسے عظیم محل کی بلندیوں پر بیٹھ کر شراب نوشی کا لطف ایسے وقت میں لے جبکہ تیرا سر تاج شہنشاہی سے سرفراز ہے۔

دربان نے ان کی آمد سے سیف کو مطلع کیا اور اذن کا طلبگار ہوا۔ اس کے اجازت دینے پر وفد اندر داخل ہوا حضرت عبدالمطلب اس کے قریب پہنچے اور کلام کرنے کی اجازت چاہی۔ اس نے کہا اگر تم شاہی درباروں میں کلام کرتے رہتے ہو اور آداب کلام سے واقفیت رکھتے ہو تو کہو کیا کہتے ہو۔ ہماری طرف سے اجازت ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بلند و رفیع مکان و محل میں سزا کر امت پر بٹھایا ہے جو دشمنوں کے لیے صعب اور ناقابلِ تسخیر ہے۔ اور تیرے سر و ناک کو لیتے اور بنیاد پر قائم فرمایا جس کی جڑیں پاکیزہ ہیں اور اہل و مبدع عزیز و کریم ہے۔ بنیاد اس کی ثابت و راسخ ہے اور فروع و اعصاب اس کے طویل و عرض ہیں اور اس کا محل بہت باکرامت و کمال ہے اور اس کا معدن و مخرج نہایت پاکیزہ۔ العرض اسے بادشاہ تو عرب کا بادشاہ ہے اور ان کی بہار جو انہیں سرسبز و شاداب رکھتی ہے۔ عرب کا وہ امیر جن کے سبھی لوگ مطیع و منقاد ہیں تو ان کا وہ عمود و ستون ہے جس پر ان کا محلِ عزت و رفعت قائم ہے اور ان کے لیے وہ مجاہد و ماویٰ ہے جس کی طرف وہ پناہ پکڑتے ہیں تیرے اسلاف سب اسلاف میں امتیازی مقام کے مالک اور تو ان کا وہ خلف ہے جو ہمارے لیے بہترین اخلاف میں شمار ہوتا ہے وہ ہرگز گوشہ خمولی و گنہامی میں نہیں رہ سکتا جن کا سلب اور پیشِ تجھ جیسا ہو اور ہرگز نہیں مر سکتا جن کا خلف اور قائم مقام تیرے جیسا ہو۔

اے شہنشاہ ہم حرم خداوندی کے ساکن و باسی ہیں اور بیت اللہ کے نگران و خادم۔ ہمیں تیری خدمت میں حاضری پر اس فرحت و مسرت نے مجبور کیا ہے جو تیرے غلبہ کے بعد ان مشکلات و مصائب کے دور ہو جانے سے حاصل ہوئی۔ جنہوں نے قبل ازیں ہماری پیٹھ کو توڑ دیا تھا لہذا ہم محض تہنیت و ہدیہ تبریک پیش کرنے والا وفد ہیں اور مصائب و مشکلات سے فریاد و زاری کرنے والے نہیں (کیونکہ مشکلات تیرے وجود مسعود سے ہی حل ہو گئیں اور ان سے نجات حاصل ہو گئی)

سیف بن ذی یزن نے کہا اے کلام کرنے والے ذرا اپنا تعارف تو کراؤ۔ آپ نے فرمایا میں عبدالمطلب بن ہاشم ہوں کہاتم تو ہمارے بھانجے ہوئے۔ کیونکہ تمہاری والدہ مدینہ منورہ کے انصار میں سے ہے۔ فرمایا میں وہی ہوں بلو شاہ نے کہا ذرا اور قریب آئیے۔ ان کو قریب بٹھا کر ان سے اور باقی وفد سے اس طرح خطاب کرنے لگا۔ مرحباً مرحباً اہلاد و سلا۔ تم اپنے گھرانے ہو۔ یہ سواریاں اور ساز و سامان تمہارا اپنا ہے۔ یہ زمین نرم اور سہل ہے اور اس کے باسی و باشندے

نرم دل نرم خو۔ تم ایک جوان اور سخی بادشاہ کے پاس آئے ہو جو عظیم عطیات اور ہدایا و تحائف دینے والا ہے۔ بادشاہ نے تمہاری گفتگو کو سنا۔ تمہاری قرابت و قربت سے اطلاع پائی اور تمہارا وسیلہ یعنی خادمیت حرم اور جوار بیت اللہ میں بڑا پسند آیا۔ راتیں تمہاری راتیں ہیں اور دن تمہارے دن۔ جب تک تمہاری مہمانی کا شرف حاصل رہے گا وہیزبانی میں فخر محسوس کریں گے اور جب رخصت کریں گے تو عطا جزیل اور اعزاز فراوان کے ساتھ۔

پھر یہ وفد مہمان خانے اور آرام گاہ کی طرف گیا۔ ایک ماہ وہاں قیام کیا نہ تو بادشاہ کے دربار میں جاتے تھے اور نہ ہی ان کو رخصت ملتی تھی۔ ایک دفعہ بادشاہ ان کی طرف بہت اچھی طرح متوجہ ہوا اور حضرت عبدالمطلب کو بلا بھیجا اور ان کو اپنے قریب خلونگہ راز میں بٹھا کر کہنے لگا۔ اے عبدالمطلب میں تمہیں اپنا علمی راز بتانا چاہتا ہوں اگر تمہاری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس امر و راز پر ہرگز اسے مطلع نہ کرتا لیکن تمہیں معدن اسرار سمجھتا ہوں لہذا تمہیں بتا رہا ہوں یہ راز تمہارے تک ہی محدود و مخزون رہے جس تک کہ اللہ تعالیٰ اس کا اذن اظہار و اعلان نہ فرمائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے اس امر کو انتہائی پھینچائے گا۔

یقین جانیے وہ کتاب مکنون اور علم مخزون جسے ہم نے صرف اپنے لیے ذخیرہ کیا ہوا ہے اور دوسروں سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔ اس میں مجھے خبر عظیم اور عزیز و جلیل امر کا پتہ چلا ہے جو زندگی کا سرمایہ شرف و اعزاز ہے اور مات و وفات کے لیے بھی مایہ فیصلت و کرامت۔ سبھی انسانوں کے لیے بالعموم اور تمہارے سارے رہط و قبیلہ کے لیے اور بالخصوص تمہارے لیے حضرت عبدالمطلب نے کہا اے بادشاہ سلامت تم تو بہت سرور و راحت بخشے والے ہو اور بر و احسان سے کام لینے والے۔ ذرا باد و تیزی وہ کیا خبر عظیم ہے۔ تجھ پر سب اہل و بہر (اہل بد و اور باد یہ نشین مثل اہل حضر اور شہری آبادی کے) گردہ در گردہ نفا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ جب تہامد (حجاز مقدس) میں ایسا مسعود و میمون بچہ پیدا ہو جس کے دو کندھوں کے درمیان گندمی رنگ اُبھرا ہو اگر گشت پارہ (خاتم نبوت) ہو گا۔ امامت و نبوت انہیں کا حصہ ہوگی اور ان کی بدولت تمہارے لیے قیامت تک سرداری اور حکومت۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موجبات لعن و طعن سے دور رکھے۔ میں تو اتنا عظیم انعام لے کر واپس ہوں گا جتنا کسی بھی و افدو زائر کے مقدر میں نہیں ہو گا۔ اگر بہت سلطانی اور خوف جلالت و عظمت شاہی نہ ہوتی تو میں اپنے مشرکہ سنانے والے سے ضرور تفصیل دریافت کرتا جس سے میری خوشی و مسرت میں اور اضافہ ہوتا۔

ابن ذی بزن نے کہا یہی وہ وقت ہے جس میں ان کی ولادت ہونی ہے بلکہ وہ یقیناً پیدا ہو چکے ہیں۔ نام نامی ان کا محمد ہے ان کے والد بزرگوار اور والدہ ماجدہ کا سایہ بچپن میں ہی ان کے سر سے اٹھ جائے گا۔ بعد ازاں ان کی تربیت و پرورش ان کے جد امجد اور چچا جان کریں گے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس کی ان کے ساتھ قرابت و ولادت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کو علانیہ مبعوث فرمائے گا اور ہمیں ان کی خدمت و نصرت کا موقع عنایت فرمائے گا۔ ان خدام و انصار

کے ذریعے اہل ایمان عزت پائیں گے اور ان کے اعداد و بدکیش ذلت و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔ وہ ان مخلصین کے ساتھ لوگوں کی عزت و آبرو کو محفوظ کریں گے اور ان کے ذریعے مقدس زمینوں کو طے کریں گے اور اپنے زیر تصرف و تسلط لائیں گے۔ اوثان و اصنام کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ معبودِ خلق بنی ہوئی آتش بجھ کر میت و نالیو دہو جائے گی اور صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے گی۔ ان کا قول و فرمان بتین و واضح ہوگا اور امر و حکم سراسر عدل و انصاف ہوگا۔ وہ معروف اور نیکی کا حکم دیں گے اور اس کا عملی نمونہ بھی پیش کریں گے۔ بدی و برائی سے منع کریں گے اور اپنے گرد و امن سے بھی اس کو دور رکھیں گے۔

حضرت عبدالمطلب نے کہا تمہارا بخت بلند ہو اور اقبال سلامت رہے۔ درجہ و مرتبہ عالی ہو اور ملک و سلطنت دائم رہے اور ظل عافیت رعایا پر دراز رہے۔ کیا آپ مجھے مزید صراحت و وضاحت فرمائیں گے بعض تفصیلات تو مجھے آپ کی زبانی معلوم ہو گئی ہیں۔

سیف بن ذی یزن نے کہا۔ مجھے حجاب دستور کے اندر محبوب دستور اللہ تعالیٰ کے گھر کی قسم اور پہاڑیوں اور مقامات عالیہ پر قائم و مضبوط علامات قدرت و آیات عظمت کی قسم۔ اے عبدالمطلب یقیناً تم اس پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے جد امجد ہو اور اس اعلان و اعلام میں خلاف واقعہ ہونے کا ذرہ بھر امکان نہیں۔

حضرت عبدالمطلب فوراً بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ تو سیف بن ذی یزن نے کہا سر اٹھائیے تمہارا سینہ و دل فرحت و راحت سے سرور اور ٹھنڈا رہے اور تمہاری شان بلند ہو۔ کیا تم نے ان علامات و نشانات میں سے جو میں نے بیان کیے ہیں کسی کا تحقق و وقوع معلوم و محسوس کر لیا ہے جس سے سجدہ شکرانہ بجالارہے ہو۔

آپ نے جواب میں فرمایا میرا ایک فرزند ارجمند تھا جو مجھے بہت ہی عزیز اور پیارا تھا اور میں اس پر بہت ہی مہربان و شفیق تھا۔ ان کا عقد زوجیت میں نے اپنی قوم کی باعزت خواتین میں ایک خاتون آمنہ بنت وہب کے ساتھ کیا۔ اس سے ایک بچہ متولد ہوا۔ نام میں نے محمد رکھا۔ ان کے والدین دارفانی سے انتقال کر گئے اور اب ان کا کفیل میں ہوں اور ایک ان کا چچا یعنی جناب ابوطالب۔

سیف بن ذی یزن نے کہا۔ میں نے جو کچھ بیان کیا تھا تمہارا بیان اس کے عین مطابق ہے اور اس ترخداوندی کا مصداق مجسم وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اپنے اس بیٹے کا اچھی طرح خیال رکھو اور ان کے متعلق یہود سے پر حذر رہنا کیونکہ وہ ان کے دشمن ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بڑے عزائم و مقاصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کو اپنے رفتار سفر سے بھی پوشیدہ رکھنا کیونکہ مجھے اس امر کا اندیشہ ہے کہ ان کے دلوں میں اس سے بغض و حسد نہ پیدا ہو جائے کہ بنو ہاشم کو اتنا اعزاز و اکرام اور ریاست ریاست کیوں نصیب ہوئی اور وہ ہر ممکن طریقہ سے تمہیں ہلاکت میں ڈالنے کی کوشش کریں گے اور ہر طرح کے

جال پھیلائیں گے اور یقیناً یہ لوگ یا ان کی اولاد حسد و بغض اور حورو و عناد سے کام لیں گے اور اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ موت مجھے ان کی لعنت سے قبل ہی دار فانی سے رخصت سفر باندھنے پر مجبور کر دے گی تو میں اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ یہاں سے کوچ کر کے یثرب (مدینہ منورہ) کو اپنا دار السلطنت بنا لیتا۔ کیونکہ ہم اپنی کتابوں اور آباو اجداد کے علوم میں یہ امر مسطور و مرقوم پاتے ہیں کہ یثرب میں ان کا امر نبوت استحکام پذیر ہوگا اور وہ لوگ ان کے انصار و اخوان ہوں گے اور وہیں ان کی آخری آرامگاہ ہوگی۔

اگر میرے پیش نظر ان کو آفات و مشکلات سے بچانا نہ ہوتا اور ان کو عاہات و مکروہات سے محفوظ رکھنا نہ ہوتا تو ان کی نوعمری کے باوجود ان کی حقیقت کو واضح کر دیتا اور عرب کے سب لوگوں کو ان کا تابع فرمان بنا دیتا۔ لیکن میں تمہاری عزت و تکریم پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور تمہارے رفقاء کے ساتھ بھی کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس نے وفد میں شریک ہر فرد کے لیے دس دس غلام، دس دس نوڈلیوں اور سو سو اونٹ کا حکم فرمایا اور ہمینی چادروں کے دو دو حلوں (پوشاکوں) پانچ پانچ رطل (نوڈل) سونے اور دس دس رطل چاندی اور ایک ایک تھیلہ عنبر کا بطور عطیہ و انعام دیا اور حضرت عبدالمطلب کے لیے دس گنا ہدایا و تحائف کا حکم فرمایا اور کہا کہ جب سال ختم ہو جائے تو پھر میرے پاس تشریف لانا اگر ابھی سال ختم ہونے نہ پایا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبدالمطلب اکثر دفعہ فرمایا کرتے تھے۔ اے گروہ قریش تم سے کسی کو مجھے ملنے والے بادشاہ کے عظیم عطیہ اور جزیل ہدیہ پر رشک نہیں کرنا چاہیے اگرچہ وہ بہت کثیر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ ختم ہو جانے والی اور فنا پذیر شے ہے حقیقت قابل رشک وہ امر ہے جس کا ذکر و تذکرہ میرے اور میری اولاد کے لیے میرے رخصت ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اور وہ عزت و عظمت اور شرف و فضل کبھی ختم نہیں ہوگا جب عرض کیا جاتا کہ وہ امر عظیم کب ظہور پذیر ہوگا تو فرماتے فر فر اس کا پتہ چل جائے گا اگرچہ چند دنوں کے بعد۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ امیہ بن عبد شمس نے کہا۔

ترجمہ اشعار:- ۱۔ ہم نے خلوص و مہمردی کی دولت کو حاصل کیا جس کو سواریاں (اونٹ اور اونٹیاں) یکے بعد دیگرے پالانوں پر اٹھاتی ہیں۔

(۲) جبکہ ان کی منازل معنی و پوشیدہ تھیں اور وہ خود بڑی بوجھل تھیں اور گھر سے راستوں پر چلتے ہوئے صنعا کی طرف گامزن تھیں۔

(۳) وہ ذمی یزن کی مہمانی کا ارادہ کیے ہوئے تھیں اور ان کے پیٹ راہ کے وسط اور درمیانی حصہ کے مہمان بنے ہوئے

تھے یعنی گروہ باریہ و بالعموم درمیان والی جگہ پر ہوتی ہے اور اہروں کے منہ اور نعتوں کے ذریعے پیٹ میں داخل ہوتی ہے۔

(۴) پس جب وہ سواریاں (اپنے سواروں کو لے کر) صنعا میں پہنچیں تو دار السلطنت میں آئیں اور راسخ و ثابت حسب اور خاندانی شرافت و برتری والے شخص پر۔

# سنتسواں باب

## بیان وفات عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وقت وفات آیا۔ تو انہوں نے جناب ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی کی وصیت فرمائی اور اپنی بیٹیوں کو فرمایا کہ مجھ پر اب نوحہ کر جبکہ میں خود سننے کی اہلیت رکھتا ہوں اور موزوں اور غیر موزوں کے اندر فرق واضح کر سکتا ہوں۔ تو تمام بیٹیوں نے مختلف اشعار نوحہ و ندیہ میں کہے جب آپ نے ایسے کا نوحہ سنا تو اس وقت زبان ہلنے سے قاصر ہو چکی تھی لہذا سر بلا کر ان کی تصدیق کی کہ واقعی میں اس کا اہل ہوں اور ان کے اشعار یہ تھے۔

أَعْيَنِي جُودِي بَدَمَعِ دَرَرِ  
عَلِي طَيْبِ الْخَيْمِ وَالْمَعْتَصِرِ  
اے میری آنکھوں میں سے ہر ایک برستے آنسوؤں کے ساتھ سخاوت کرے اس ذات پر جو پاکیزہ  
خصلتوں والے ہیں اور پاکیزہ نسب کے پاکیزہ خلاصہ و جوہر۔

عَلِي مَاجِدِ الْجَدِّ وَارِي الزِّنَادِ  
جَمِيلِ الْمَحْيَا عَظِيمِ الْخَطَرِ  
اس ذات پر جو بلند قدر و منزلت والے ہیں اور ہمیشہ مہمانوں کے لیے مہر و خدمت رہنے والے  
اچھے تحائف والے ہیں اور عظیم عزت و قدر والے۔

عَلِي شَيْبَةِ الْحَمْدِ ذِي الْمَكْرَمَاتِ  
وَذِي الْمَجْدِ وَالْعِزِّ وَالْمَفْتَخَرِ  
شَيْبَةُ الْحَمْدِ هُوَ جَوْعَالِي صِفَاتِ وَكَمَالَاتِ كَيْ مَالِكِ هِيَ اَوْرِصَاحِبِ مَجْدٍ وَعِزَّتِ اَوْرِ قَابِلِ فِخْرِ سِرْمَايَةِ قَوْمِ هِيَ -  
وَذِي الْمَجْدِ وَالْفَضْلِ فِي النَّائِبَاتِ  
کثیر المکارم جمع الفخر  
جو مشکلات و مصائب میں بجد و فضل کو برقرار رکھنے والے ہیں۔ اور شمار و گنتی سے زیادہ بزرگیوں اور واہر و متکاثر  
قابل فخر و اوصاف والے ہیں۔

اِنَّهُ الْمَنِيَا فَلَو تَشْوَهَ  
بِصَرَفِ اللَّيَالِي وَرَيْبِ الْقَدَرِ  
ان کو مختلف عوارض اور حوادثِ مہلکہ و پریشانی ہوئے مگر یہ گردشِ لسیل و نہار اور تغیرِ تضاد و قدر ان کو پریشان  
نہ کر سکا۔

آپ کا وصال بیاسی سال کی عمر میں ہوا اور یہ بھی مروی ہے کہ ایک سو دس سال کی عمر میں ایک قول کے مطابق

ایک سو میں سال کی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو حضرت عبدالمطلب کا وقت وفات یاد ہے تو فرمایا ہاں کیوں نہیں میں اس وقت آٹھ سال کی عمر کا تھا (تو اس وقت کے حالات و واقعات کا یاد نہ ہونا کیسے ممکن ہے) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبدالمطلب کے جنازہ کے پیچھے چلتے اور درو فریق سے آنسو بہاتے دیکھا۔

ابن جریر کتے ہیں کہ ہم عطا بن ابی رباح کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے تھے اور آپس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اور ان کے فضل و کمال کا ذکر کر رہے تھے جب کہ وہ طواف کر رہے تھے اور ان کے پیچھے آنکے صاحبزادے علی بن عبداللہ بھی مصروف طواف تھے ہم نے ان کے قد و قامت اور چہروں کی صباحت و لطافت کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو عطا بن ابی رباح نے کہا ان کے حسن کو عبداللہ بن عباس کے حسن سے کیا نسبت ہے۔ میں جب مسجد حرام میں ہوتا اور جبل البقیس سے چوڑھویں کے چاند کو طلوع ہوتے دیکھتا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا چہرہ یاد آجاتا ہم ان کی خدمت میں حکیم کعبہ کے اندر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بہت عمر رسیدہ بوڑھا عصا کا سہارا لیتا ہوا ہمارے پاس آکلا اور حضرت عبداللہ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا تو اس بوڑھے نے حاضرین میں سے ایک شخص سے پوچھا یہ جو ان کون ہے انہوں نے کہا یہ حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہیں۔ وہ بولوا سبحان اللہ ان کے حسن و جمال میں کتنی تبدیلی آگئی ہے۔

عطا بن ابی رباح کتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت عباس فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد عبدالمطلب سب لوگوں سے قد و قامت میں ممتاز تھے اور آپ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین و جمیل تھا جو بھی ایک نظر دیکھتا محبت کرنے لگتا۔ ان کے لیے حکیم کعبہ میں فراش بچھایا جاتا اور قریش کی مجلس مشاورت منعقد ہوتی مگر حرب بن امیہ اور اس قسم کے سردار قریش بھی دور سٹ کر بیٹھے نہ کوئی ان کے ساتھ اس مندرکرامت پر بیٹھا اور نہ ہی ان کی عدم موجودگی میں۔ ایک دن سرور انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اسی مندر پر بیٹھ گئے۔ حاضرین مجلس میں سے کسی نے آپ کو پیچھے ہٹانا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے۔ حضرت عبدالمطلب کی بیٹی جاحلی تھی لہذا انہوں نے صرف اپنے لخت جگر کی آواز ہی سنی۔ دریافت کیا میرا بچہ کیوں روتا ہے۔ آپ سے سبب بیان کیا گیا تو فرمایا انہیں ہرگز روکا نہ جائے، یہ مسندان کے لیے ہے۔ یہ اپنے شرف و فضل کو جانتے ہیں اور اس جگہ کا اپنے آپ کو اہل پاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ لخت جگر نور نظر ایک دن ان بلند مراتب اور عالی درجات پر فائز ہوگا جن پر کوئی عربی نہ آج تک پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا۔

اس روایت میں تم ہے اور دوسرا کوئی نسخہ دستیاب نہیں تاکہ تقابل سے درستگی کی کوئی صورت سامنے آئے۔

جب حضرت عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا کر مقام حجوں کی طرف دفن کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو اس وقت فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور جنازے کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور شفیق جد امجد کی جدائی پر آنسو بہاتے جا رہے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوطالب کو وصیت اس لیے فرمائی تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور جناب ابوطالب ماں کی طرف سے بھی سکے بھائی تھے اور زبیر بھی ماں کی طرف سے سکے تو تھے لیکن پھر ابوطالب کو ترجیح دی گئی اس ترجیح و تقدیم میں تین قول ہیں۔ اول حضرت عبدالمطلب کی وصیت دوسرا یہ ہے کہ قرعہ اندازی کی گئی اور قرعہ فال جناب ابوطالب کے نام نکلا اور تیسرا سبب یہ ہے کہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں اختیار کیا اور ان کو یہ اعزاز بخشا۔

## پھیسوال باب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو جناب ابوطالب رسول خدا علیہ التیمۃ والنسب کو اپنے پاس لے آئے اور آپ انہیں کے پاس رہتے تھے ابوطالب کے پاس گو مال و دولت نہ تھی اور نہ رزق و روزی کی فراوانی مگر ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت تھی کہ اولاد سے بھی اس قدر نہ تھی اور ہمیشہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس سلاتے اور جدھر جاتے آپ کو ساتھ رکھتے تھے اور آپ کے ساتھ ان کو وہ الفت و محبت ہو گئی کہ ایسی الفت و محبت اور اتنا عشق و انس اور کسی شے سے بھی ان کو نہیں تھا۔ آپ کے لیے مخصوص طعام کا اہتمام فرماتے جب باقی گھر والے مل کر کھاتے یا الگ الگ تو ان کا پیٹ پر نہیں ہوتا تھا اور جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ کھاتے تو سب سیر ہو کر کھاتے حتیٰ کہ جب گھر والے سرکار کی تشریف آوری سے قبل کھانا کھانے لگتے تو آپ انہیں کہتے جب تک میرے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف نہ لے آئیں کھانا شروع مت کرو جب آپ تشریف فرما ہوتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے (تو جو کھانا انہیں کفایت بھی نہیں کر سکتا تھا وہ اتنا بڑھ جاتا کہ بیچ جاتا اور ختم ہونے پر نہیں آتا تھا اور جب آپ نہ تشریف لاتے اور انکو شرف رفاقت نہ بخشتے تو بھوکے رہتے۔ ابوطالب آپ سے عرض کرتے تم تو بڑے برکت والے ہو اگر یا بظاہر ہم تمہاری پرورش کر رہے ہیں مگر حقیقت ہماری پرورش تم کر رہے ہو

سب بچے صبح اٹھتے تو آنکھوں پر غلیظ مواد جمع ہوتا اور بال پر لگندہ ہوتے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بستر انشراح سے اٹھتے تو آنکھیں سرگمیں ہوتیں اور بالوں پر قدرتی طور پر تیل لگا ہوتا اور قدرت کے ہاتھوں مشاغلگی بھی ہو چکی ہوتی تھی۔



عمر بن سعید سے مروی ہے کہ ابو طالب کے لیے مسدود کھیر رکھا جاتا اور فخر کون و مکان تشریف لاتے تو اسی پر بیٹھے۔ ابو طالب صاحب کتنے مجھے پروردگار ربیعہ کی قسم میرے بھتیجے قدرت کی طرف سے عظیم انعامات و لسانات کی امید رکھتے ہیں۔

حضرت عمر بن سعید سے مروی ہے کہ ابو طالب صاحب نے فرمایا میں سوق ذوالمجاز میں تھا اور میرے ساتھ میرے بھتیجے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ مجھے پیاس لگی تو میں نے ان سے شدت عیش کی شکایت کی اور یہ اس لیے نہ تھا کہ میں نے ان کے پاس پانی دیکھا تھا بلکہ ویسے ہی اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ بظاہر ہم دونوں ہی بھوک اور پیاس کی شدت سے دوچار تھے۔ لیکن میرے عرض کرتے ہی سواری سے اترے اور پوچھا چچا واقعی بہت پیاس ہے میں نے عرض کیا ہاں بات تو اسی طرح ہے۔ تو آپ نے زور سے اڑی زمین پر ماری تو پانی کا چشمہ ابل آیا اور فرمایا اسے چچا جان پو تو میں نے اس چشمہ فیض سے پانی پی کر اپنی پیاس کو بجھالیا۔

## سینٹی سوال باب

سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو طالب صاحب کی رفاقت میں سفر شام اور بحیرہ راسب ملاقا

داؤد بن حسین کہتے ہیں۔ ابو طالب صاحب پہلی دفعہ شام کی طرف بغرض تجارت تشریف لے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تھے اور آپ کی عمر مبارک بارہ سال تھی۔ جب ان سواروں کا قافلہ بصرہ میں پہنچا تو وہاں ایک ویرا در صومعہ کے قریب پڑا ڈوڈالا۔ وہاں ایک راسب رہتا تھا اور دیگر علماء قوم نصاریٰ بھی اسی صومعہ میں رہتے تھے اور درس کتاب دیتے تھے۔ پہلے بھی یہ لوگ وہاں سے بکثرت گزرتے تھے مگر اس نے کبھی ان کے ساتھ کلام بھی نہیں کیا تھا اور اس دفعہ یہاں صومعہ کے قریب قیام کیا جہاں پہلے قیام کرتے تھے تو اس نے ان کے لیے کھانا تیار کیا اور انہیں مدعو کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ قافلہ اس کے سامنے آیا تو دیکھا کہ ایک بادل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ فگن ہے اور جب اہل قافلہ درخت کے نیچے اترے تو وہ بادل درخت کے اوپر کھڑا رہا۔ قوم سایہ میں بیٹھ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی جگہ سایہ میں نہ پئی تو درخت کی شاخیں ادھر جھک گئیں اور درخت آپ پر سایہ فگن ہو گیا۔

جب بحیرہ نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تو صومعہ سے نیچے اتر اور کھانا لگو کر قوم کو دعوت طعام دی اور کہا

اے قوم قریش میں نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم سبھی اس میں شرکت کرو اور کوئی چھوٹا یا بڑا، آزاد یا غلام پیچھے نہیں رہنا چاہیے اور میں پُر امید ہوں کہ تم ضرور مجھے اس اعزاز و اکرام سے نوازو گے۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اے بحیری! آج کوئی خاص وجہ ہے ورنہ ہم یہاں مدتوں قیام کرتے رہے اور کوچ کرتے رہے تو نے آج تک پوچھا بھی کبھی نہیں تھا۔ بحیرہ نے کہا میں تمہیں اس عزت و اکرام کا حقدار سمجھتے ہوئے یہ خدمت سرانجام دینا چاہتا ہوں۔ سبھی لوگ دعوت میں شریک ہوئے مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوخیزی اور نوعمری کی وجہ سے وہیں ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے اور شریک دعوت نہ ہوئے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ علامت و امارت نہ دیکھی جس نے اُسے دعوت پر مجبور کیا تھا۔ یعنی اہل قافلہ میں سے ایک شخصیت پر بادل کا سایہ کناں ہونا تو اس نے پھر عجز کے ساتھ دیکھنا شروع کیا مگر بادل ان میں سے کسی پر سایہ نکلن نظر نہ آیا بلکہ بادل تو پیچھے کھڑا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے تھا تو بحیری نے کہا اے مشر قریش تم میں سے کوئی بھی بحیری دعوت سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا اور تو کوئی شخص پیچھے نہیں رہا البتہ ایک نوخیز بچہ رہ گیا ہے جو ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف ہے۔ وہ کہنے لگا اس کو بھی بلاؤ تاکہ دعوت طعام میں شمولیت کرے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ دوسرے تمام لوگ طعام تناول کریں اور اُن میں سے صرف ایک شخص الگ تھلگ رہے حالانکہ وہ بھی تمہیں میں سے ہے۔

سب نے کہا بخدا وہ ہم سب میں سے نسبت کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ابوطالب صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ اُن کے بھتیجے ہیں اور حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ عارت بن عبدالمطلب بولے ہمارے لیے واقعی شرم کی بات ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا دل بند اور عزیز ترین فرزند پیچھے رہے وہ اٹھ کر گئے اور آپ کو ہاتھوں پر اٹھا کر سینہ سے لگا کر لے آئے اور دسترخوان پر بٹھایا اور وہ بادل اوپر اوپر سایہ کرتے ہوئے آ رہا تھا۔

بحیری! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے عجز اور انہماک کے ساتھ دیکھنے لگا اور وہ جسمانی علامات پیغمبرِ آخر الزمان کی جو کہ اپنے ہاں کتب آسمانی میں لکھی ہوئی پاتا تھا ان کو تلاش کرتا رہا اور دل ہی دل میں موافقت و تطبیق کرتا رہا۔

جب سارے لوگ کھانا کھا کر چل دیے تو راہب اٹھ کر آپ کے قریب آیا اور عرض کیا اے شہزادے میں تمہیں قریش کے معبودات و عذریٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں لہذا جو کچھ پوچھوں صاف صاف بتلانا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لات و عذریٰ کا واسطہ اور قسم دور میں اُن سے زیادہ کسی شے کو مغوص و ناپسند نہیں سمجھتا۔ راہب نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور اس کے نام اقدس کی قسم میں جو کچھ پوچھوں وہ ضرور بتائیں تو آپ

نے فرمایا ہاں اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

جو اس نے پوچھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور وہ سب کتب سابقہ کی پیش گوئیوں کے مطابق تھا۔ پھر اس نے آپ کی آنکھوں میں غور سے دیکھا پھر دو لوگ کندھوں کے درمیان موجود علامت نبوت کو دیکھا تو وہ بھی اسی حالت اور جگہ پر موجود پانی جس طرح کہ کتب یہود و نصاریٰ میں مرقوم تھا۔ پھر خاتم نبوت کی جگہ بوسہ دیا۔

قریش نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رامب کے نزدیک بڑا قدر و مرتبہ ہے اور ادھر ابو طالب صاحب رامب کا طرز عمل دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشوں میں گھر گئے۔ رامب نے پوچھا یہ بچہ تمہارا رشتے میں کیا لگتا ہے آپ نے کہا بیٹا۔ اس نے کہا نہیں بیٹا تو نہیں اور نہ اس شہزادے کی یہ شان ہے کہ والدین کی تربیت و پرورش پر ان کو چھوڑ دیا جائے (بلکہ ان کے والدین کا سایہ سر سے اٹھا کر اللہ رب العزت خوزان کی تربیت و پرورش فرمانے والا ہے) اس وقت آپ نے کہا یہ میرے بھتیجے ہیں۔ ان کے باپ کو کیا ہوا؟ رامب نے استفسار کیا۔ انہوں نے کہا ابھی یہ اپنی والدہ ماجدہ کے پیٹ میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی والدہ انہوں نے فرمایا وہ بھی تھوڑا عرصہ ہوا، جہان فانی سے رخت زندگانی اٹھا کر چل بسی ہیں۔

رامب نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔ اپنے اس عزیز کو لے کر واپس اپنے شہر چلے جاؤ۔ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھنا اگر یہود نے ان کو دیکھ لیا اور جو کچھ میں نے ان کے متعلق جان لیا ہے اگر ان کو سب سے پہلے پتہ چل گیا تو ایذا رسانی میں ہر ممکن کوشش کریں گے۔ یقین جانو تمہارے اس بھتیجے کی عظیم شان ظاہر ہونیوالی ہے۔ یہی یہ اور اپنی کتابوں سے معلوم ہوتے ہیں اور اپنے باپ دادا کی روایات سے۔ میں نے اپنا حق نصیحت و خلوص و مہمردی ادا کر دیا ہے۔

جب یہ فائدہ کار و بار تجارت سے فارغ ہوا تو فوراً سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر وطن واپس ہوا چند ہیوں نے آپ کو دیکھا اور ان صفات و علامات کو دیکھ کر پہچان لیا اور اچانک وار کر کے شہید کرنے کی سعی ناپاک ارادہ کیا۔ بحیرہ کے پاس جا کر ان کے متعلق بات چیت کی تو اس نے پوچھا واقعی ان کے صفات و علامات کتب مذہب میں موجود پاتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں تو اس نے کہا پھر تم ان کو شہید نہیں کر سکتے لہذا اس بڑے ارادہ سے باز آ جاؤ چنانچہ انہوں نے بحیرہ کی رے سے اتفاق کرتے ہوئے اس ارادہ فاسدہ کو ترک کر دیا۔

جناب ابو طالب آپ کو بفضلہ تعالیٰ صحیح و سالم واپس لے آئے اور اس کے بعد پھر کبھی آپ کو ساتھ لے کر شام کی طرف نہیں گئے مبادا آپ کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچ جائے۔

ابوبکر بن ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ ابو طالب صاحب شام کی طرف بغرض تجارت چند قریش کے ساتھ نکلے اور رسول خدا علیہ التیمۃ و التناہی بھی آپ کے ہمراہ تھے جب رامب پر بلندی سے اترتے ہوئے نمودار ہوئے اور اس کے صومعہ کے قریب قیام پذیر ہونے کے لیے ابھی اونٹ بٹھائے ہی تھے اور بالان وغیرہ نہیں کھول پائے تھے کہ رامب

اپنی عبودت گاہ سے باہر آگیا۔ حالانکہ قبل ازیں اس کے پاس سے گذرتے تھے مگر وہ نہ گھر سے نکلتا اور نہ ہی ادھر توجہ کرتا۔ اور ان کے درمیان پہنچ کر ہر ایک کو غور سے دیکھنے کے بعد رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا یہ سید عالمین ہیں اور یہ رسول رب العالمین ہیں۔ ان کو اللہ رب العزت رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا تو قریش کے بڑوں نے اسے کہا تجھے کیا خبر؟ اس نے کہا تم جو گھائی سے نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا ہر درخت اور سر پتھر ان کو سجدو کرنے لگا اور وہ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) صرف نبی کی ذات کے لیے ہی سجدہ ریز ہوئے ہیں اور میں ان کو خاتم نبوت کی بنا پر پہچانتا ہوں جو کندھے والی تہلی ہڈی کے نیچے سب کی مانند ابھر اہو گوشت پارہ ہے۔

پھر واپس جا کر اہل قافلہ کے لیے کھانا تیار کر لیا اور اس کو اٹھوا کر ان کی قیام گاہ میں لایا۔ آپ اس وقت اونٹوں کی دیکھ بھال کرتے والوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ بحیرہ نے کہا ان کو بلاؤ جب آپ تشریف لارہے تھے تو بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے تھا جب آپ قوم کے قریب پہنچے تو وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے جمع ہو چکے تھے اور کوئی سایہ دار جگہ باقی نہ بچی تھی۔ جب آپ تشریف فرما ہوئے تو سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ وہ وہیں کھڑا تھا اور قوم کو نہیں اور واسطے دے رہا تھا کہ ان کو روٹیوں (اہل شام) کی طرف مت جاؤ۔ کیونکہ وہ جب ان کو دیکھیں گے تو ان کے کتب سابقہ میں مندرج صفات و علامات کی وجہ سے پہچان لیں گے اور (خاکم برین) ان کو شبید کر ڈالیں گے۔ ابھی وہ اپنی بات چیت جاری رکھے ہوئے تھا کہ سامنے سے سات فرسائل شام سے آتے ہوئے دکھائی دے۔ راہب ان کے پاس پہنچ گیا اور کہا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ سفیر آخر الزمان اس ماہ میں اس علاقہ کے اندر آئیں گے۔ لہذا شام کے ہر راہ پر آدمی متعین کر دیے گئے اور ہمیں ان کے متعلق پتہ چلا تو ہمیں اس راہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس نے پوچھا تمہارے پیچھے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تم سے عقل و فہم میں بہتر ہو۔ انہوں نے کہا نہیں تو راہب نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ جس امر کو اللہ رب العزت کرنا چاہے اور اس کی تکمیل و تنظیم کا مصمم ارادہ کر چکا ہو کیا اس کو کوئی ٹال سکتا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اور پھر اس راہب سے بیعت کی اور اس کے پاس ٹھہر گئے۔ وہ راہب قریش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں اس مقدس و مبارک ہستی کا ولی و سرپرست کون ہے۔ ابو طالب بولے میں! تو اس نے آپ کو قسمیں اور واسطے دے دے کر راستے سے ہی واپس کر دیا۔ اور ان کو اپنی طرف سے زاہد راہ پیش کی۔ میدہ، دودھ اور شکر سے تیار کردہ روٹی جس کو کھک کہا جاتا ہے، بطور زاہد راہ پیش کی۔

# ۱۴۲ التسویاں باب

## رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرب فجار میں تشریف لیجانا

فجار جنگ کا نام ہے اور دو جنگیں اس نام سے معروف و مشہور ہوئی ہیں ایک کو فجار اول اور دوسری کو فجار ثانی کہتے ہیں۔ فجار اول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس سال تھی اور فجار اول میں تین مرتبہ حرب و قتال تک نوبت پہنچی۔

پہلی مرتبہ جو جنگ ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ بدر بن معشر غفاری لوگوں پر فخر و تاز ظاہر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں سب اہل عرب سے عزت و عظمت والا ہوں اور اپنا پاؤں دراز کر کے کہا اگر کسی کو اتنا عزیز و عظیم ہونے کا دعویٰ ہے تو وہ اسے تلوار سے کاٹ دے۔ بنی نصر بن معاویہ سے ایک آدمی اٹھا جس کو احمد بن مازن کہا جاتا تھا اس نے تلوار کا وار کر کے گھٹنے سے الگ کر دیا۔ تب باہم دو نوقبیلوں میں جنگ شروع ہو گئی۔

دوسری مرتبہ یہ سبب بنا کہ بنی عامر کی ایک عورت سوق عکاظ میں بیٹھی تھی چند نوجوان قریش بنی کنانہ سے اسکے پاس جمع ہو گئے اور اسے (بطور شرارت استہزاء) چہرہ سے کپڑا ہٹانے کو کہا اس نے انکار کیا تو ان میں سے ایک عورت کے پیچھے بیٹھ گیا اور کانٹے کے ساتھ اس کے کرتے کا بچھیر پھیل جانے سے ادھیڑ دیا۔ جب وہ اٹھی تو اس کی بیٹھنگی ہو گئی یہ سب ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ منہ دکھلانے سے گریز کیا مگر پیٹھ دکھانے میں بڑی فیاضی سے کام لیا۔

اس نے غیرت و غصہ سے پکارا یا آل عامر۔ وہ سب برادری کو اکٹھا کر کے ہتھیار لے کر پہنچ گئے اور بنی کنانہ کے ساتھ لڑائی شروع کر دی اور کئی آدمی دونوں طرف سے قتل ہو گئے۔ حرب بن امیہ درمیان میں پڑے اور بنی عامر کو ان کی عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی معذرت وغیرہ کر کے راضی کیا۔

تیسرا موجب و باعث یہ ہوا کہ بنی حاتم بن عامر میں سے ایک شخص کا بنی کنانہ کے ایک آدمی پر قرض تھا اس نے مال مٹول سے کام لینا شروع کیا۔ ان کے درمیان جھگڑا اٹھنا شروع ہوا اور پھر رفتہ رفتہ دو نوقبیلے باہم جنگ و جدال پر اتر آئے چنانچہ ابن جدعان نے اپنی طرف سے وہ قرضہ ادا کر کے اس جھگڑے کو ختم کیا اور جنگ کا معاملہ رفع دفع ہوا۔ ان مواقع پر رسول خدا علیہ التعمیر والثناء موجود نہیں تھے۔

عہ ظاہر یہ ہے کہ اقدام قتل و قتال ہوازن کی طرف سے تھا اور وہ حرم کے اندر بنی کنانہ پر حملہ آور ہوئے تھے ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم کے اندر قتال میں حصہ نہ لیتے اور اٹم و عدوان میں قطعاً تعاون نہ کرتے مگر چونکہ یہ دفاعی کارروائی تھی اور ظالم کو ظلم کا بدلہ دینا مقصود و مطلوب تھا لہذا آپ نے اس میں شمولیت فرمائی۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔

فجارتانی ہوازن اور بنی کنانہ کے درمیان وقوع پذیر ہوئی اور اس کو فجار اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ جنگ حرم کے اندر ہوئی اور بتک حرم کا ارتکاب ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ میں موجود تھے اور فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچاؤں کو تیرہتا کرتا تھا اور اس وقت رسول خدا علیہ التحیۃ والتناہ کی عمر مبارک چودہ سال تھی اور دوسرے قول کے مطابق بیس سال تھی۔

## انسوال باب

### حلف الفضول میں سرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل

اس حلف اور عہد و پیمان کا موجب و باعث یہ تھا کہ قریش باہم ایک دوسرے کے ساتھ حرم پاک میں ظلم و زیادتی کرتے رہتے تھے تو عبداللہ بن جدعان۔ زبیر بن عبدالمطلب نے لوگوں کو عہد و پیمان پر آمادہ کیا کہ سارے مل کر ظالم سے مظلوم کے حقوق واپس دلائیں اور سبھی مظلوم کی امداد و طرفداری کریں گے۔ ظالم کی کوئی بھی حمایت نہیں کرے گا۔ چنانچہ سب نے ان کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا اور عبداللہ بن جدعان کے گھر میں یہ عہد نامہ پایہ تکمیل تک پہنچا۔

ابوعبیدہ سے منقول ہے کہ حلف فضول کا باعث یہ تھا کہ یمن سے ایک شخص مکہ مکرمہ میں سامان تجارت لے کر آیا۔ جس کو بنی سہم کے ایک آدمی نے خریدا مگر اس کا حق واجب یعنی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا۔ اس نے اپنی پوجی داس کرنے کا مطالبہ کیا مگر اس شخص نے اس سے بھی انکار کیا تو اس نے مقام حطیم میں کھڑے ہو کر کہا: یا آل ذہر مظلوم بضاعتہ بیطن مکتہ نائی الدار والنفر

اے آل ذہر اس شخص مظلوم کی فریادرسی کرو جس کا وطن اور برادری کے افراد دور ہیں اور اس کی پوجی ظلم و زیادتی کے ساتھ لے لی گئی ہے۔

اتائم من بنی سہم بذمتہم  
ام ذاہب فی ضلال مال معتمر  
کیا بنی سہم کا کوئی شخص ان کی ذمہ داریاں پوری کرنے والا ہے، یا حرم مکہ میں عمرہ کرنے والے کا مال رائیگاں جانے والا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ قیس بن شہبہ سلمی نے ابی بن خلف کے ہاتھ کچھ سامان مروخت کیا اس نے بیت وعل سے کام لیا اور اس کا حق ادا کرنے سے انکار کیا اس نے بنی حجاج کے ایک شخص کی پناہ طلب کی مگر اس نے اس ذمہ داری کے نبھانے سے انکار کر دیا تو قیس نے کہا:

یا نقتی کیف هذا فی الحرم  
وحرمة البيت و اخلاق الحرم

اظلم لا یمنع منی من ظلم

اے قبیلہ قحسی یہ حرم خداوندی کیا ہو رہا ہے۔ مجھے حرمت و عزتِ حرم اور اخلاقِ کریمانہ کی قسم کیا مجھ پر ظلم ہی ہوتا رہے گا اور اس کا ذرہ بھر تدارک نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عباس اور ابوسفیان اٹھے اور انہوں نے اس کا حق لے کر دیا اور اس کو ظلم و زیادتی سے محفوظ کیا اور قبیلہ قحسی کے آدمی عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور باہم عہد و پیمان کیا کہ مکہ مکرمہ کے اندر جس پر بھی زیادتی کی جائے سب مل کر ظالم سے اسکا بدلہ لیں گے اور مظلوموں کے حقوق ظالموں سے وصول کر کے واپس کریں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عبداللہ بن جدعان کے گھر طے ہونے والے معاہدہ میں شریک تھا اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اس معاہدہ کے بدلے مجھے سُرخ اونٹ مل جاتے اور اس میں شرکت سے باز رہتا اور اگر ایسا معاملہ زمانہ اسلام میں طے پائے اور اہل مکہ ایسے معاہدہ پر آمادہ ہو جائیں تو میں اس پر بھی آمادہ ہوں۔

وجه تسمیہ: اس عہد نامہ کے طے پا جانے کے بعد قریش میں سے بعض لوگوں نے کہا بخدا یہ ایک زائد حلف ہے۔ اس کا نام حلف الفضول پڑ گیا اور زبیر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حلف کو حلف الفضول کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ حلف اس حلف کی مانند تھی جس کا معاہدہ قوم جرہم کے درمیان ہوا تھا اور اس میں طے پایا تھا کہ وہ ظلم کو مکہ مکرمہ میں پاؤں نہیں جانے دیں گے اور فوراً اس کو تبدیل کر دیں گے اور اس حلف و عہد کے طے کرنے والے فضل بن شراحیل، فضل بن اضاءہ اور فضل بن قضاہ تھے (اور فضل کی جمع فضول ہے تو اس بنا پر اس حلف کو حلف الفضول سے تعبیر کیا گیا)

زبیر سے یہ بھی منقول ہے کہ مجھے عبد العزیز بن عمر غنسی نے بیان کیا کہ حلف الفضول والے بنو اشتم بنو عبد المطلب بنو اسد بن عبد العزیز بن نوزبیرہ اور بنو تمیم تھے جنہوں نے باہم عہد و پیمان کیا تھا کہ جس پر دستِ ظلم و تعدی دراز کیا گیا ہم سب اس کے ساتھ ہوں گے اور ظالم کے خلاف کارروائی کریں گے خواہ وہ امیر سو یا غریب اور مظلوم کو اس کا حق دلا کر دم لیں گے۔

زبیر سے ہی منقول ہے کہ مجھے ابراہیم بن حمزہ نے میرے جد امجد عبداللہ بن مصعب سے اور انہوں نے اپنے باپ مصعب سے نقل کیا کہ حلف الفضول کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ قبیلہ جرہم میں چند ایسے حضرات تھے جو مظالم کو رد کرنا کرتے تھے اور ان کے اسماء تھے فضیل، فضال و مفضل و فضل اس بنا پر اس حلف کو حلف الفضول سے تعبیر کیا گیا

زبیر سے ہی مروی ہے کہ مجھے محمد بن حسین نے نوفل بن عمارہ سے اور اس نے اسحاق بن فضل سے روایت کیا کہ قریش نے اس حلف کو حلف الفضول سے اس لیے تعبیر کیا کہ قبیلہ جرم میں سے چند اشخاص جن کے نام فضیل، فضال، مفضل اور فضل تھے انہوں نے بھی اسی طرح ایک عہد و پیمان طے کیا تھا جس طرح کہ اشیاخ نے عہد و پیمان باندھا۔ معروف بن خزربوذ کہتے ہیں کہ بنو ہاشم و بنو عبد المطلب۔ اسد اور تیم نے اس امر پر عہد باندھا کہ پورے علاقہ مکہ مبارکہ اور حبش کے علاقوں میں جو مظلوم بھی ہیں اپنی مدد کے لیے پکارے گا ہم اس کی مدد کو پہنچیں گے اور جب تک اس کا حق نہ دلا دیں گے واپس نہیں لوٹیں گے اور یا اپنے لیے راہ اعتذار ہموار کر لیں گے۔

مطیبون نے اور جملہ حلفانے اس حلف کو ناپسند کرتے ہوئے اسے حلف الفضول کا نام دیا اور اس عہد کو قوم کے فضول کاموں سے شمار کرنے لگے۔

حکیم بن حزام سے منقول ہے کہ حلف الفضول نجار ثانی سے واپسی پر منعقد ہوا اور رسول خدا علیہ التہیۃ و الثناء اس وقت بیس سال کے تھے۔

ضحاک کے علاوہ دوسرے رواد نے مجھے بتلایا کہ نجار ثانی شوال میں ہوئی اور یہ حلف ذوالقعدہ میں انعقاد پذیر ہوا ان تمام عہد و پیمان سے افضل تھا جو کسی بھی زمانہ کے اندر طے پاتے تھے۔ پہلے داعی اس کے زبیر بن عبد المطلب تھے ان کی دعوت پر بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم دار عبد اللہ بن جدعان میں جمع ہوئے اور انہوں نے سب حاضرین کی کھانے کے ساتھ دعوت کی۔ اس وقت سب نے باہم عقد و عہد کیا کہ ہم سب جب تک سمندروں میں ایک قطرہ پانی کا بھی باقی رہے گا مظلوم کا ساتھ دیں گے تا وقتیکہ اس کا حق اس کو ادا نہ کر دیا جائے۔ نیز اس حلف کو باہمی معاشی مسائل میں امداد و تعاون اور ہمدردی و غمخواری کا ذریعہ بنانے کی بھی پوری کوشش کریں گے۔ قریش نے اس حلف کا نام حلف الفضول رکھا۔

حضرت جبرین معظم سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا کہ جس حلف (حلف الفضول) میں دار عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں میں نے شمولیت کی مجھے اس کی شرکت کے بدلے سرخ اونٹ ملتے (جو عربوں کے نزدیک بڑے پسندیدہ ہوتے ہیں) تو بھی میں اس شرکت کو ترک کرنے پر قطعاً آمادہ نہ ہوتا اور اگر اب مجھے اس کی طرف بلا یا جائے تو میں اس دعوت کو ضرور قبول کروں گا۔

محمد بن عمرو کہتے ہیں میرے معلومات کے مطابق قریش پر اس حلف میں کوئی بھی سبقت نہیں لے گیا۔ بلکہ سب سے پہلے یہ شرف انہیں کو حاصل ہوا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التہیۃ و الثناء نے فرمایا میں حلف الفضول میں چاؤں کے ساتھ شریک ہوا تھا جبکہ میں ابھی نوجوان تھا اور اس حلف کو توڑنے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں ہو سکتا خواہ سرخ اونٹ ہی کیوں نہ مجھے پیش کیے جائیں۔



محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ یہ حلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پانچ سال قبل وقوع

پذیر ہوا

## چالیسواں باب

### اعلان نبوت سے پہلے فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں ہی بتوں سے متنفر و بیزار تھے اور قطعاً ان کی طرف التفات و توجہ نہیں فرماتے تھے۔ قریبی رشتہ دار آپ سے ان کی طرف جانے کے متعلق عرض کرتے تو آپ اس قسم کی بے صداشتوں کو قطعاً قبول نہ فرماتے اور ہرگز اذنان و اصنام کے قریب نہ جاتے بلکہ ان کی قباحت اور عیوب و نقائص بیان فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ام ایمن فرماتی تھیں کہ قریش کا ایک بت معبود تھا جس کو بوانہ کہا جاتا تھا وہ اس کی عبادت و تعظیم بجالاتے اور اس کے لیے قربانیاں دیتے اور اس کے پاس سر تر شواتے اور سال میں ایک دن صبح سے شام تک اس کے پاس متکف رہتے۔ ابوطالب صاحب بھی قوم کے ہمراہ اس کے پاس جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس تقریب میں شمولیت کے متعلق بات چیت کرتے تو آپ انکار فرما دیتے وہ اس کو بہت محسوس کرتے اور آپ کی پھوپھیاں بھی حتیٰ کہ انہوں نے کتنا شروع کیا کہ ہمیں آپ کے معبودات قریش سے اجتناب و احتراز پر (حوادث و مصائب میں مبتلا ہونے کا) ڈر لگا رہتا ہے اور کہتی تھیں کہ قوم کے ساتھ عید کے دن شمولیت کیوں نہیں کرتے اور ان کی جمعیت میں کثرت و اضافہ کا موجب کیوں نہیں بنتے۔

اہل قرابت کی طرف سے جب اصرار حد سے بڑھا تو ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان کی نظروں سے کافی دیر اوجھل رہنے کے بعد جب سامنے آئے تو آپ پر خوف و خشیت کے آثار نمایاں تھے۔ آپ سے پھوپھیوں نے عرض کیا تمہیں کس امر نے گھبراہٹ میں ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں مجھ پرچین اثر انداز نہ ہو گئے ہوں۔ انہوں نے کہا یہ تو ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شیاطین کی آزمائش سے دوچار کرے کیونکہ تم امتیازی خصلتوں اور پاکیزہ صفات و عادات کے مالک ہو۔ ذرا بتلائیے تو سہی تم نے دیکھا کیا ہے جس سے یہ اندیشہ لاحق ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا میں جب بھی کسی بت کے قریب گیا ایک سفید رنگت اور از قد شخص میرے قریب آ جانا اور

مجھے کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہٹ جائیے اس وقت کو ہاتھ مت لگائیے۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کبھی بھی آپ ان کی عید میں شریک نہ ہونے حتیٰ کہ آپ کو شرف نبوت کے ساتھ مشرف کیا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا گیا۔

محمد بن عمرو نے اپنے شیوخ اور بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم کو (جب بحیرہ راسب نے حقیقت احوال دریافت کرنے کے لیے) لات وعزى کا واسطہ دیا تو آپ نے فرمایا۔ مجھے ہرگز ان کو واسطہ نہ دو جبنا بغض مجھے ان سے ہے اتنا اور کسی شے سے بھی نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے دین و مذہب پر تھے تو اس نے بہت بُری بات کی۔ کیا یہ امر روز روشن سے بھی عیاں نہیں ہے کہ آپ بتوں کے لیے ذبح کیے ہوئے جانوروں اور انصاب پر ذبح کیے جانوروں کا گوشت بالکل نہیں کھاتے تھے۔

ابو الوفاء علی بن عقیل نے فرمایا کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتسلیم قبل از بعثت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر کار بند تھے جس امر کا بھی ملت ابراہیمی سے ہونا آپ کے نزدیک پایہ صحت کو پہنچتا آپ اس پر عمل فرماتے۔

آیا بعد از بعثت و نزول وحی بھی پہلی شریعتوں پر آپ عمل پیرا رہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں۔ اول یہ کہ بذریعہ وحی جن امور کا شریعت رُسل میں سے ہونا معلوم ہوتا اس پر عمل فرماتے نہ اہل کتاب سے سُن کر اور نہ ہی کتب سابقہ کو دیکھ کر ابو الحسن تمیمی کا مختار یہی ہے اور امام ابو حنیفہ کے اصحاب و تبعین کا مسلک یہی ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کسی دوسری شریعت پر عمل پیرا نہیں تھے بلکہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی اسی پر کار بند ہوتے۔

(اپنی شریعت ہونے کی رو سے اگرچہ وہ پہلے شریعتوں کے موافق ہی کیوں نہ ہوتی) معتزلہ اور اشاعرہ کا مختار یہی ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ سے دونوں قول منقول ہیں مثل دونوں روایتوں کے جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی شریعتوں پر متعبد اور کار بند تسلیم کیا ہے ان میں پھر اختلاف ہے کہ آپ کس پیغمبر کی شریعت پر عمل فرماتے تھے بعض فرماتے ہیں کہ صرف ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے تبعین کا مختار یہی ہے۔ اور ایک جماعہ کا مختار یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شریعت پر عمل فرماتے تھے ماسوائے ان امور کے جو ہماری شریعت میں منسوخ ہو چکے تھے۔ امام احمد علیہ الرحمہ کے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک نبی کی شریعت پر پابندی نہیں فرماتے تھے بلکہ جو امر بھی صحیح طریقہ پر معلوم ہوتا کہ کسی نہ کسی پیغمبر کا معمول ہے اور ان کی شریعت میں درست و صحیح اس پر عمل فرمایا لیتے بشرطیکہ اس پر خط نسخ نہ لکھنا دیا گیا ہو اور کلام مجید سے بھی بظاہر ہی معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اولئك الذين هدى الله لنبهاتهم اقتداء۔

یہی وہ مقدس گروہ انبیاء ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے خصوصی کمالات اور امتیازی اوصاف سے موصوف فرمایا ہے۔  
لہذا تم بھی ان کی سیرت و کردار اور اخلاق و اعمال کو اپناؤ۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ عرب ہمیشہ کے لیے دین اسماعیل علیہ السلام کی جو بات بھی ان کو معلوم تھی اس پر کاربند رہے۔ انہی امور میں سے حج بیت اللہ، ختنہ، نین طلاق کے بعد حق رجوع کا سقوط، ایک اور دو طلاق کی صورت میں خاوند کے لیے حق رجعت کا اعتراف و تسلیم، قتل ناحق کی ریت سوانٹ، غسل جنابت، قرابت بارشتہ و المادی کی وجہ سے حرام ہو جانے والی عورتوں کے ساتھ نکاح کو حرام سمجھنا اور محبوب خدا علیہ التحیۃ و النناء ان کے ساتھ ایمان باللہ اور عمل باشرائع مثل ختان، غسل جنابت اور حج میں موافقت فرماتے تھے۔

(بظاہر اس دعویٰ پر قول بالکتاب و اللہ، ہی ما الکتاب ولا الایمان سے اعتراض وارد ہوتا تھا کیونکہ ظاہری معنی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے تو ابن قتیبہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے مراد تفصیلات شریعت ہیں نہ کہ تصدیق و اقرار کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تو الگ ہے آپ کی فطرت سلیمہ اور خلوص نیت و محویت اور تقدم رسالت و نبوت، ارواح انبیاء علیہم السلام کے لیے روح نبوی کا مرتب ہونا، ملائکہ کو درس تبیخ و تقدیس دینا، آباء و اجداد کی اصلاب ہیں ذکر خداوندی اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہنا اور وقت و لادت سب سب ہونا وغیرہ ایسے امور ہیں جو آپ کے ایمان باللہ پر شاہد عداول ہیں اور ناقابل انکار و تردید ہیں و دلائل لیکن ان سے قطع نظر، آپ کے آباء و اجداد جو زمانہ شرک میں دارفانی سے رحلت کر گئے وہ بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اسی کے لیے حج بھی ادا کرتے تھے حالانکہ وہ اہل جاہلیت میں سے تھے اور وہ دور شرک و کفر کا تھا تو جب وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان سے بے خبر نہیں تھے تو سرور انبیاء اور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کیوں کہ جنسیر ہو سکتے تھے۔

## کتالیسواں باب

### بیس سال کی عمر میں ملائکہ کو دیکھنا اور ابو طالب سے بیان کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے سرور انبیاء علیہ التحیۃ و النناء کی بعثت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی

زبانی تمہیں بتلا تا ہوں نہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں سال کے تھے کہ اپنے چچا ابوطالب صاحب سے کہا کہ میرے پاس چند راتوں سے ایک شخص آتا ہے جس کے ساتھ دو اور آدمی جی۔ سے ہیں۔ وہ مجھے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں: میں تو وہی گر ابھی ان کا وقت نہیں آیا۔۔۔۔۔ مجھے اس امر نے ہمیشہ زندہ کر دیا ہے۔

ابوطالب صاحب نے کہا اے نور نظر کوئی خاص بات نہیں بس خواب ہی ہو گا۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے پھر کہا اے چچا جان میں نے جس آدمی کا آپ سے تذکرہ کیا تھا وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور غلبہ پا کر اپنا ہاتھ میرے سینہ کے اندر داخل کر دیا جس کی ٹھنڈک میں اب بھی محسوس کر رہا ہوں۔ ابوطالب صاحب آپ کو لے کر مکہ مکرمہ میں ہی ایک طبیب کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا ہے لہذا ان کا مناسب علاج کرو۔ اس طبیب نے آپ کو سراقہ سے پاؤں تک اچھی طرح دیکھا۔ پاؤں مبارک دیکھے۔ کندھوں کے درمیان نگاہ ڈالی (اور خاتم نبوت کو دیکھا) پھر ابوطالب صاحب سے کہا تمہارے بھتیجے بالکل تندرست اور صحیح و سالم ہیں بلکہ یہ تو خود طبیب (روحانی) ہیں۔ اور خیر و خوبی کے علامات و نشانات ان میں نمایاں ہیں (ان کا خاص خیال رکھیں اگر) یہود کو موقع مل سکا تو انہیں شہید کر ڈالیں گے اور جو شخص انہیں نظر آیا ہے وہ جن و شیطان نہیں ہے بلکہ وہ نورانی ملکوتی مخلوق ہے جو کہ دلوں کی جستجو کرتے ہیں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے لوٹے تو آپ کو کچھ عرصہ تک وہ نظارے دیکھنے میں نہ آئے پھر ایک رات جو خواب و استراحت تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس نے آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہاتھ سینہ اقدس میں داخل کر کے دل نور کو باہر نکالا۔ پھر کہا پاکیزہ دل ہے جو کہ پاکیزہ سینہ میں قرار پذیر ہے۔ پھر اس کو اپنی جگہ لوٹا دیا۔ پھر آپ بیدار ہوئے۔

پھر فرمایا میں نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ جس مکان میں میں سویا ہوا ہوں اس کی چھت اکھیری گئی ہے اور اس سے چاندی کی سیڑھی لٹکانی گئی ہے اور اس کے ذریعے دو آدمی میری طرف اترے ان میں سے ایک تو الگ بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پہلو میں۔ اس نے میری پسلی کی ہڈی اکھیری اور دل کو باہر نکالا اور کہا بڑا اچھا دل ہے۔ دل اکا ایک صالح شخص کا دل ہے اور احکام خداوندی کی تبلیغ کرنے والے نبی کا۔ پھر میرے دل کو اسی جگہ پر لوٹا دیا اور پسلی کو جوڑ دیا پھر اوپر چڑھ گئے۔

میں بیدار ہوا تو چھت سونے سے قبل جس طرح صحیح و سالم تھی اسی طرح پانی میں نے (ام المؤمنین حضرت) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا اللہ رب العزت تمہارے ساتھ بہتر سلوک ہی فرمائے گا اور آفات و بلیات سے محفوظ رکھے گا۔

## بیالیسواں باب

### سرور انبیاء علیہ وعلیہم التَّحیَّاتُ وَالسَّلَامُ کا بھیر بکریاں چرانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نبی بھی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا اس نے بھیروں بکریوں کو چرایا صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا اور آپ نے بھی تو فرمایا ہاں میں بھی قرار پڑا تو چراتا رہا ہوں۔ یہ روایت صرف بخاری نے نقل فرمائی (مسلم نے نہیں روایت کی) (اس میں شرح حدیث کا اختلاف ہے کہ قرار پڑ سے مراد کیا ہے) سوید بن سعید کا قول ہے کہ قرار پڑا قیراط کی جمع ہے جو درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے اور اس طرح مطلب یہ ہوا کہ اہل مکہ کی بکریاں چرانا اور ہر بکری کے عوض ایک قیراط وصول کرتا تھا۔

مگر ابراہیم حربی فرماتے ہیں قرار پڑ جگہ کا نام ہے اور چاندی کا سکہ مراد نہیں ہے (اور مختار بھی یہی ہے کیوں کہ اس مقدس خانوادہ کے یہ شایان شان ہی نہیں ہے کہ اجرت پر لوگوں کی بھیر بکریاں چرائیں) حکمت :- (اللہ تعالیٰ نے مقدس گروہ انبیاء کو قبل از نبوت اس کام پر کیوں مامور فرمایا جبکہ بظاہر ان کی خدا داد عظمتوں کے شایان شان یہ کام معلوم نہیں ہوتا)۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ اس نجیفت و نزار مخلوق کی نگرانی و حفاظت کے لیے فراخی تھوصلہ اور عالی ہمتی درکار ہوتی ہے (اور سختی اور تنگ دلی ان کے لیے تباہ کن ثابت ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اصلاح اقوام و امم کے لیے تیار کرنا مقصود ہوتا ہے تو ان کی تربیت و تہذیب کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا۔

## تیسرا بیسواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قبل از نبوت شغل تجارت

ابن المحصین نے ابن الراسب سے نقل کیا کہ یہیں قطعی نے عبداللہ بن احمد سے روایت بیان کی۔ انہوں نے

امام احمد سے نقل کیا کہ یہیں غفان نے وہیب سے اور اس نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے۔ انہوں نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ سائب بن ابی السائب نے مجھے بتایا کہ میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ قبل از زمانہ اسلام تجارت میں شریک اور حصہ دار ہوتا تھا جب فتح مکہ کے موقع پر حاضر خدمت ہوا تو آپ نے فرمایا خوش آمدید اس بھائی اور حصہ دار کے لیے جو نہ جھگڑا کرتا تھا اور نہ لڑائی و خصومت کرتا تھا۔

## چوالیسواں باب

فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال تجارت کیلئے سفر شام

یہاں بن منیہ کی بہن نصیبہ بنت منیہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی عمر مبارک پچیس سال کو پہنچی تو ابوطالب صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ میرے پاس مال و دولت نہیں ہے اور یہ دن ہمارے لیے ذرا دشواری و تنگی کے ہیں اور قوم قریش کا قافلہ تجارت شام کو جانے والا ہے اور خدیجہ بنت خویلد قوم قریش سے بہت سے آدمی اپنے اپنے قافلوں میں بغرض تجارت بھیجتی رہتی ہیں۔ اگر تم آمادگی ظاہر کرو اور ان سے مال تجارت لے جانے کے متعلق کہو تو وہ فوراً رضامند ہو جائیں گی۔ ادھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی ابوطالب صاحب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باہمی گفتگو کا علم ہوا تو انہوں نے خود ہی پیش کش کی کہ میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت دو گنا مال پیش کروں گی۔ تو ابوطالب صاحب بولے یہ رزق اور مال محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی تمہارے حصہ میں آیا ہے۔

آپ حضرت خدیجہ کے غلام میرہ کے ساتھ سفر شام کے لیے نکلے اور آپ کے چچا اہل قافلہ کو ان کے متعلق وصیت کرنے لگے۔ یہ قافلہ چلتا ہوا بصری میں پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میرہ ایک درخت کے نیچے اترے تو نسطورا راہب نے کہا اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے اور کوئی نہیں نازل ہوا۔

پھر میرہ سے دریافت کیا کہ ان کی آنکھوں میں جو باریک سُرخ دھاریاں ہیں وہ کبھی جدا نہیں ہوتی ہیں اور نہ ختم ہوتی ہیں؛ تو اس نے کہا ہاں۔ نسطورانے کہا یہ نبی آخر الزمان اور خاتم الانبیاء ہیں۔

پھر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام میں سامان تجارت فروخت کیا۔ ایک شخص نے خصومت و منازعت کرتے ہوئے کہالات و غزبی کی قسم کھاؤ آپ نے فرمایا میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی اور مجھے بارہا اس

بات کا اقرار کی طرف سے مشورہ بلکہ حکم دیا جاتا رہا ہے لیکن میں نے کبھی اس طرف التفات نہیں کیا۔  
 اس شخص نے کہا تمہاری بات درست ہے پھر میرے سے مخاطب ہو کر کہا بخدا یہ نبی ہیں اور ہمارے اجبار  
 علماء آپ کی صفات و علامات کو اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور میرے دیکھتا کہ جب گرمی دوپہر کے وقت اپنے  
 عروج پر ہوتی تو دو فرشتے آپ پر سایہ فلگن رہتے اور دھوپ سے تحفظ کرتے۔ میرے نے یہ سارے عجائب و خوارق  
 یاد رکھے (اور واپسی پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیے) الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل قافلہ نے اپنے  
 اپنے سامان تجارت کو فروخت کیا اور پہلے کی نسبت (حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے) دوگنا نفع کما۔  
 جب مکہ مکرمہ واپسی ہوئی تو دوپہر کا وقت تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بالاخانہ پر تشریف فرما تھیں۔ سرد  
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتے آپ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ پیارا منظر  
 گھر میں موجود دوسری عورتوں کو بھی دکھلایا تو سب حیران رہ گئیں۔

حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات ان کے پاس پہنچے اور انہیں اس سفر میں حاصل ہونے  
 والے نفع کی تفصیلات بیان کیں تو وہ بہت خوش ہوئیں۔

جب میرے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کو حضرت خدیجہ نے فرشتوں کا آپ پر سایہ فلگن ہوتا بیان کیا  
 اس نے کہا یہ صورت تو میں اس وقت سے دیکھتا چلا آ رہا ہوں جب سے آپ شام سے مراجعت فرما ہوئے  
 اور ان کو سطوراً راسب نے جو کچھ کہا تھا وہ بھی بیان کیا اور شام میں جس شخص نے نزاع و خصومت کی اور پھر آپ کی  
 صداقت و امانت کا معترف ہو گیا اور نبوت و رسالت کے متعلق گواہی دی وہ ساری تفصیل بھی بیان کی۔

## پیتالیسوال باب

سید وراں فخر کون مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقد تزویج خدیجہ الکبریٰ کیساتھ  
 نفیسہ بن نبیہ کہنی ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شام سے مراجعت فرما ہوئے اور مکہ مکرمہ میں داخل  
 ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے بالاخانہ پر تشریف فرما تھیں۔ سرد عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ  
 نماز آفتاب سے بچانے کے لیے دو فرشتے ان پر سایہ کیے ہوئے ہیں (تو دل میں آپ کے ساتھ ہی عقد تزویج  
 کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس ارادہ کی تکمیل کو سعادت دارین سمجھا کیونکہ آپ بڑی دانا اور زیرک تھیں جبکہ دوسرے بہتیرے

لوگ ان کے ساتھ مناگت کے بہت ہی آرزو مند تھے اور بہر ممکن کوشش سے ویرلغ نہیں کر رہتے تھے انہوں نے دعوت نکاح بھی دی اور مال و دولت بھی خرچ کیا کیونکہ آپ اعلیٰ حسب و نسب کی مالک تھیں اور مالداروں و دولت مندوں میں سب پر فائق اگر آپ نے کسی کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود سلسلہ جنابی کرتے ہوئے نفیسہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا نفیسہ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا میرے پاس مال و دولت اور وافر اخراجات تو ہیں نہیں شادی کیسے کروں۔ اس نے عرض کیا تو اس حالت میں اگر جناب کو ایسا رشتہ ملے جو صاحب جمال و کمال بھی ہو اور صاحب ثروت و مال بھی اور شرف و کفایت میں بے مثال تو کیا آپ رضامند نہیں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ایسا کونسا رشتہ ہے اس نے عرض کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو آپ نے فرمایا ان کے ساتھ عقد کی صورت کیسے بن سکتی ہے۔ نفیسہ نے کہا میں ذمہ داری لیتی ہوں تو آپ نے فرمایا میں شادی کروں گا۔

نفیسہ واپس جا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا مزہ سنایا تو انہوں نے آپ کی طرف آرمی بھجا کہ فلاں وقت اپنے برادری کے اکابر کے ساتھ میرے عزیز خانہ پر تشریف لائیں اور ادھر اپنے جماعہ و بن اسد کی طرف آئی بھجانا کہ آپ کے نکاح کے دلی بن کر عقد کر دیں چنانچہ وہ بھی پہنچ گئے اور سرور انبیاء علیہ التعمیر و الثناء اپنے چچاؤں کے ساتھ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ ہم عقد مناگت اور سلسلہ ازدواج قائم ہوا جب کہ آپ کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چالیس سال۔ ایک روایت یہ ہے حضرت خدیجہ کا عقد نکاح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے والد خویلد نے بانڈھا۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ ان کی وفات فجار ثانی سے قبل ہوئی اور نکاح کا انعقاد پانچ سال بعد ہوا۔

ابو الحسن بن ہارث کہتے ہیں کہ ابوطالب صاحب نے نکاح پڑھایا اور یہ خطبہ پڑھا اس اللہ کے لیے ہیں سب تعریفیں جس نے ہمیں اولادِ ابراہیم خلیل ہونے کا شرف بخشا اور گلستانِ اسماعیل علیہ السلام کے نونہال بنایا۔ معد بن عدنان کے اصل سے اور مضر کے عنقریب جو ہر سے عالمِ عناصر کی طرف منتقل فرمایا۔ اپنے حرم کا محافظ و گران اور اپنے گھر کا مجاور و خادم بنایا اور ہمیں ایسے گھر سے مشرف فرمایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ہمیں ایسا حرم عطا فرمایا جو مقام امن و اطمینان ہے اور ہمیں لوگوں پر حکومت عطا فرمائی۔

میرے یہ بھتیجے محمد بن عبد اللہ شرف و فضل کی ان بلندیوں پر فائز ہیں کہ جس کا موازنہ بھی آپ سے کیا جائے، ان سب پر حاوی ہو جائیں گے۔ اگرچہ مال کی ان کے ہاں قلت ہے مگر مال تو مٹھلی چھاؤں ہے اور تعزیر پذیر حال ہے۔ لہذا اس کا کیا انسا رہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کی ذرا بت تم میں سے کون نہیں جانتا اور انہوں نے خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو دعوت نکاح دی ہے اور اس کے لیے حق نہ صرف کیا ہے جس کا معمل اور موئل میرے ذمے ہے۔



بخدا کچھ عرصہ کے بعد ان کی عظمت شان اور بلندی مرتبہ کمال عروج پر ہوگی اور ہر ایک پر ظاہر عیاں ہوگی یہ تھی وہ تقریب سعید جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا۔  
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر قبل ازیں بغرض نکاح ورقہ بن نوفل کے سامنے ہوا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا لہذا ابوالہ نے ان کے ساتھ نکاح کیا جس کا اصل نام ہند تھا اور دوسرے قول کے مطابق مالک بن النباش تو آپ کے بطن سے اس کی اولاد رو بیٹے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے۔ اس کی وفات کے بعد عتیق بن عائر مخزومی نے آپ کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی ایک لڑکی آپ کے بطن اقدس سے متولد ہوئی جس کا نام ہند تھا۔

بعض نے عتیق کے ساتھ عقد ابوالہ سے پہلے قرار دیا ہے بہر کیف ان دونوں کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرف زوجیت بخشا اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کی ساری اولاد پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔

## چھالیسواں باب

### فخر آدم و بنی آدم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ میں شرکت اور حجر اسود اپنے دستِ قدس سے رکھنا

بیت اللہ کی پہلی بنیاد اس طرح رکھی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو جو کہ یا قوت سُرخ تھا نازل فرما کر کعبہ کی جگہ رکھوایا۔ پھر اس کو آسمان پر اٹھایا گیا اور اس جگہ حضرت آدم علیہ السلام نے مکان تیار کیا اور ان کے بعد ان کی اولاد نے گارے اور پتھر سے اسے تعمیر کیا طوفان نوح علیہ السلام میں وہ مکان غرق ہو گیا اور اس جگہ صرف ایک ٹیلہ رہ گیا جس پر بارش سیلاب وغیرہ نہیں چڑھتا تھا بعد ازاں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اسے تعمیر کیا اس کے بعد عمالقہ اور پھر جرہم نے سعادت تعمیر حاصل کی اور آخر میں قریش نے اس کو از سر نو تعمیر کیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ شریف میں پہلی دفعہ شہید کرنے پر ایک پتھر کا کتبہ دستیاب ہوا۔ اس تحریر کو پڑھنے کے لیے ایک شخص کو بلایا گیا تو اس نے یہ تحریر پڑھ کر سنائی۔

”وہ میرے محبوب بندے ہیں جو کہ صاحب تمکین اور ثابت قدم ہیں اور سب مخلوق سے پسندیدہ و منتخب جائے ولادت ان کی مکہ مکرمہ ہے اور دارِ ہجرت مدینہ منورہ جب تک وہ کبر و اہمیت کو سیدھا نہ کر لیں گے دنیا سے وارِ آخرت

کی طرف تشریح نہ لے جائیں گے۔ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیں گے۔ ان کی اُمت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالانے والی ہوگی جو ہر بندگی پر اس کی عظمت کو یاد کریں گے اور حمد و ثنا کے ساتھ رطب اللسان ہوں گے۔ وہ اپنے تہمد آدمی پنڈالی تک باندھیں گے اور اطراف و اعضاء کو وضو میں دھوئیں گے۔“

سرور کائنات مقرر موجودات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات پتیس سال کی عمر کو پہنچے تو قریش نے کعبہ مبارکہ کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اس کی دیواریں سیلاب و طغیانی (بارش پانیوں) کی وجہ سے کمزور پڑ گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ہمراہ پتھر لاتے رہے اور تعمیر میں علی طور پر حصہ لیا۔ جب دیواریں حجرِ سود کی بندگی تک پہنچیں اور اس کے نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو باہم جھگڑا پیدا ہوا اور قبیلہ کی خواہش تھی کہ اسے اپنی جگہ پر نصب کرنے کی سعادت صرف ہمیں نصیب ہو حتیٰ کہ جنگ و جدال اور قتل کی دھمکیاں دی جانے لگیں۔ بنو عبد الدار نے خون سے بھر پور پیالہ درمیان میں رکھا، اپنے ہاتھ اس میں ڈبوئے اور موت پر عقد و عہد کیا (یعنی یا حجرِ سود اپنی جگہ ہم ہی رکھیں گے یا مرٹیں گے) اسی عہد کی بنا پر ان کو لعنۃ الہم (خون چاٹنے والے لوگ) کہا گیا۔ چند دن اسی طرح گزرے پھر باہم مشورہ کیا تاکہ کوئی محل تلاش کیا جائے۔ ابو امیہ بن المغیرہ نے جو قریش کا سردار تھا کہا جو شخص پہلے پہل مسجد حرام کے دروازہ سے اندر آئے اس کو اپنا حکم اور فیصلہ تسلیم کر لو۔ چنانچہ سب سے پہلے جو ہستی مسجد حرام میں داخل ہوئی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے یہ امین ہیں ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں (اور قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی اور دعویٰ نبوت سے قبل امین کہہ کر پکارتے تھے) جب آپ پہنچے اور انہوں نے اپنے مشورہ اور فیصلہ کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ایک کپڑے آؤ۔ جب وہ لایا گیا تو آپ نے حجرِ سود کو اٹھا کر اس چادر پر رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر اسے اٹھائے۔ جب حجرِ سود کے نصب کرنے والی جگہ کے قریب تک اٹھایا گیا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اپنی جگہ پر نصب کر دیا اور پھر باقی تعمیر یا تکمیل تک پہنچی (اور اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے جنگ و جدال سے امن نصیب ہوا)۔

# نبوتِ مصطفیٰ علیہ التَّحیة و التَّنائ

## بابِ اوّل

### نبوتِ مصطفیٰ علیہ التَّحیة و التَّنائ کے اعلاناتِ ہوائف کے ذریعے

نضر بن سفیان ہذلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم اپنے ایک مافلہ میں شام کی طرف نکلے جب ہم زرقاء و معان کے درمیان پہنچے تو رات کو وہیں تیار کیا۔ ناگاہ آسمان وزمین کے درمیان ایک سوار پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ اے سونے والو اٹھو یہ سونے کا وقت نہیں ہے۔ احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں اور شیاطین کو انتہائی دور دراز بھگا دیا گیا ہے یہ آواز ہم میں سے ہر ایک نے سنی۔

ہم یہ آواز سن کر گھبرائے حالانکہ ہم سب انتہائی دلیر اور بہادر رفقاء سفر تھے جب ہم گھر واپس پہنچے تو ہم نے وہاں سنا کہ مکہ مبارکہ میں قریش اور ایک دوسری ہستی کے درمیان اختلاف پیدا ہو چکا ہے جو کہ عبدالمطلب کی اولاد سے ہیں اور ان کا اسم گرامی احمد ہے۔

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ مسجد کے آخری حصہ سے ایک شخص گذرا۔ اہل مجلس میں سے ایک نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین آپ کو معلوم ہے کہ یہ کدو والے شخص کون ہے۔ آپ نے پوچھا کہ کون ہے تم خود بتلاؤ اس نے عرض کیا یہ سوار بن قارب ہیں یہ اہل یمن میں سے ہیں اور بڑا مقام اور درجہ رکھتے ہیں وہ شخص ہیں جن کو ان کے تابع جن نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و بعثت کی خبر دی تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا تم سوار بن قارب ہو، عرض کیا جی حضور فرمایا تم وہی ہو جن کو اپنے تابع جن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی اطلاع دی تھی، عرض جی ہاں ذالما تو کہا اب بھی تم کمانت والا پیشہ برقرار رکھے ہوئے ہو، وہ انتہائی غم و غصہ میں کہنے لگے اے امیر المؤمنین:

میں جب سے ملتے جگوش اسلام ہوا ہوں مجھے اس قسم کے کلمات سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہم جس حالتِ شرک پر تھے وہ تو تیرے پیشہ کمانت سے بھی انتہائی بُری تھی۔ اچھا مجھے وہ واقعہ جن کی اطلاع کا اپنی زبان سے سناؤ۔ عرض کیا اے امیر المؤمنین! میں ایک رات سویا ہوا تھا کہ کسی شخص نے آکر مجھے پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا اور کہا کہ اے سواد بن قارب اٹھ۔ اگر تجھ میں ذرہ بھی عقل و فہم ہے تو اس کو بروئے کار لا۔ (اور کمانت کو چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو جا) کیونکہ اب لوی بن غالب کی اولاد سے ایک بنی مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلا تے ہیں اور اسی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں پھر اس نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

(۱) میں نے جنوں اور ان کی جستجو پر تعجب کیا اور ان کے اونٹوں پر گدے اور موٹی کھردری چادریں ڈال کر دوڑانے پر بھی۔

(۲) وہ مکہ کی طرف بھاگنے والے ہیں جبکہ وہ ہدایت تلاش کرنے والے ہیں اور حسن اخلاق کے مالک جن، ردی اور رذیل جنوں کی مانند نہیں ہیں کہ وہ کفر و شرک پر مصر رہیں،

(۳) بنی ہاشم میں سے منتخب اور پسندیدہ شخصیت کی طرف فوراً کوچ کر اور اپنی آنکھوں سے ان کی رفعت و سر بلندی کو دیکھ۔

سواد بن قارب فرمانے لگے میں نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور اُسے کہا مجھے سونے دے کیونکہ مجھے شام سے ہی میند نے غلبہ کیا ہوا ہے۔

دوسری رات ہوئی تو پھر آکر پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا اور کہا اے سواد بن قارب کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ اٹھ اور فہم و فراست اور عقل و کیا ست سے کام لے۔ کیونکہ لوی بن غالب کی اولاد سے ایک بنی مبعوث فرمانے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھلاتے ہیں اور اسی کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ پھر اس نے چند اشعار اس مضمون کے پڑھے۔

(۱) میں نے جنوں اور ان کی طلب و آرزو پر تعجب کیا اور اونٹوں پر پالان رکھ کر دوڑانے پر۔

(۲) وہ مکہ مکرمہ کی طرف ماٹل ہیں در آنحالیکہ وہاں ہدایت کو طلب کرتے ہیں اور نہیں ان میں سچے مانند جھوٹوں اور کاذبوں کے۔

(۳) بنی ہاشم کے خلاصہ کی طرف فوراً کوچ کر۔ ان کی غلامی میں پہلے داخل ہونے والوں کے ساتھ بعد والے برابر نہیں ہو سکیں گے۔

فرمایا کہ میں نے پھر بھی اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور کہا مجھے سونے دے مجھے سخت میند آئی ہوئی ہے۔ جب تیسری رات ہوئی تو پھر وہ جن آیا اور حسب سابق ٹھوکر مار کر جگایا اور کہا میں نے تجھے بارہا کہا ہے۔ دانائی اور

سوجھ بوجھ سے کام لے غفلت کے پرووں سے باہر آ۔ لوی بن غالب کی نسل سے نبی (آخر الزمان) علیہ السلام  
 مبعوث ہو چکے ہیں جو اللہ کی طرف بلا تے ہیں اور اس کی اطاعت و عبادت کی طرف۔ پھر اُس نے یوں کہنا شروع کیا۔  
 (۱) مجھے جنوں پر تعجب ہے اور ان کی خبروں پر اور اونٹوں پر پالان رکھ کر (تلاش حق میں) دوڑنے پر۔  
 (۲) وہ مکہ مبارکہ کی طرف بھاگ رہے ہیں تلاش حق اور تحصیل ہدایت کے لیے اور نہیں ہیں مومن جن مانسہ  
 کفار کے۔

(۳) پس تو فوراً بنی ہاشم کے سلاطین کریمہ کی خدمت میں حاضر ہو جو مکہ مکرمہ کے ٹیلوں اور پہاڑیوں کے درمیان ہیں۔  
 اس جن کے بار بار متنبہ کرنے پر میرے دل میں اسلام کی محبت و رغبت پیدا ہو گئی۔ صبح ہوتے ہی اپنی اونٹنی  
 پر پالان وغیرہ رکھا اور مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ابھی تھوڑی راہ طے کی تھی کہ مجھے معلوم ہوا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما گئے ہیں مدینہ  
 طیبہ حاضر ہوا۔ سید انبیاء علیہ التَّحِیَّةُ وَالتَّنَائُفُ کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں وہاں  
 حاضر ہوا۔ مسجد کے دروازہ پر اونٹنی کو باندھا۔ مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ماتہاب نبوت درمیان میں جلوہ گر ہیں اور ارد گرد  
 صحابہ کرام ستاروں کی مانند حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا آپ میری گزارش کو سماعت فرمائیں گے  
 آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے میرے قریب لاؤ چنانچہ آپ نے مجھے اتنا قریب کر دیا کہ میں سرکار  
 کے سامنے جا بیٹھا۔ عرض کیا میری گزارش سماعت فرمادیں۔ فرمایا بتا کیا بتانا چاہتا ہے۔ مجھے تو یہ بتا کہ تجھے اپنے تابع  
 جن نے کیا اگر کہتا ہیں نے عرض کیا۔

(۱) میرا اصلاح کار اور مشیر میرے پاس پہنچا جب کہ میں نیند اور سکون کی حالت میں تھا اور میں نے جو دیکھا اور آڑا  
 میں اس میں غلط بیانی کرنے والا نہیں ہوں۔

(۲) وہ مشیرین رات آیا اور ہر بار اس کا قول یہی تھا کہ تیرے پاس نسل لوی بن غالب کے رسول تشریف لائے۔  
 (۳) میں نے اس کے تکرار و اصرار پر تیاری کی اور جدوجہد اور تیز رفتار اونٹنی نے صحراؤں کے درمیان لا کر  
 کھڑا کیا ہے۔

(۴) فاشہدان اللہ لا رب غیرہ وانک ماہون علی کل غائب  
 پس میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی رب نہیں ہے اور آپ جملہ غیب و سرار  
 پر اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔

وانک ادنی المرسلین وسیلۃ الی اللہ یا بن الاکرمین الا طائب  
 اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ اے باکرامت اور پاکیزہ اسلاف کی نسل کریم کہ تم سب رسولوں سے

اللہ تعالیٰ کی جناب میں قریب ترین وسیلہ ہو۔

(۶) فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل وان کان فیما جاء شیب الذوائب

لہذا اے سب رسولوں سے افضل و اکرم جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوتے ہیں ہمیں ان کا حکم دیں (ہم طاعت و خدمت گزاری کے لیے حاضر ہیں) اگرچہ ان احکام کی شدت میں ہماری جوانی کو بڑھاپے ہی میں تبدیل کر دیں۔

(۷) وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعۃ سواک بمغن عن سواد بن قارب

اور آپ اس دن میرے شفیع بننا جس دن آپ کے علاوہ اور کوئی سفارش سواد بن قارب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی۔

سواد بن قارب نے جب ایمان افروز قصیدہ پڑھا اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے لگا اور صحابہ کرام بھی انتہائی فرحت و مسرت کا اظہار فرمانے لگے۔

جب سواد بن قارب اپنا قصہ اسلام و ایمان سنا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر انہیں گلے لگایا اور فرمایا میں یہی چاہتا تھا کہ خود تمہاری زبانی یہ تفصیل سنوں۔ اچھا تو یہ تبارک و تعالیٰ اب بھی تمہارا وہ جن تمہارے پاس آتا ہے تو آپ نے کہا جب سے میں نے تلاوت قرآن شروع کی ہے وہ نہیں آتا اور جنوں کو حاضر کرنے کے لیے پڑھے جانے والے کلمات کے عوض کلام مجید اور فرقان حمید کتنا اچھا بدل ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (بعثت نبوی) کی پہلی خبر جو مدینہ طیبہ میں پہنچی وہ یہ تھی کہ ایک عورت پر ایک جن عاشق تھا (اور پرندہ کی شکل میں گھر پہنچ جاتا اور موقع پا کر بڑائی کر لیتا) ایک دن وہ دیوار پر آ بیٹھا تو عورت نے کہا کیا بات ہے مدت ہوئی آنا جانا بند ہے اور باہمی سلسلہ گفتگو اور سلام و کلام ختم تو جن نے کہا اب وہ ہستی ظہور پذیر ہو گئی ہے جس نے ہمارا انسانوں کے گھروں میں رہنا ممنوع قرار دیا ہے اور بدکاری و زنا کو بھی حرام فرما دیا ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی النجار کی ایک عورت جس کو فاطمہ بنت نعمان کہا جاتا تھا اور اس کا ایک جن تابع تھا جو اس کے پاس آیا کرتا تھا۔ جب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو وہ آیا اور دیوار پر آ بیٹھا۔ اس عورت نے پوچھا آج پہلے کی طرح نہیں آیا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا وہ ذات ظہور فرما ہو چکی ہے جس نے شراب اور زنا کو حرام فرما دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خزیم بن فہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے

عرض کیا کہ میں آپ کو اپنے ابتداء اسلام کا واقعہ نہ سناؤں؛ (تو آپ نے فرمایا ضرور سناؤ) انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے چوپائوں کی تلاش میں تھا کہ مجھ کو ابرق غراف کے مقام پر رات آگئی یہ میں نے (جاہلیت کے رسم و رواج کے مطابق) بلند آواز سے کہا میں اس وادی کے عزت و عظمت والے جن کی سفہار اور بیوقوف جنوں کے شر سے پناہ لیتا ہوں تو ناگاہ غیب سے ندا دینے والے نے ندا دی۔

(۱) اے جوان اللہ ذوالجلال کی پناہ لے جو مجد و برتری کا مالک ہے اور انعامات و افضال سے نوازنے والا۔  
 (۲) سورہ الفال کی آیات تلاوت کر۔ اللہ تعالیٰ کو واحد جان اور مان اور شر اسرار سے کوئی خوف و خطر نہ رکھ۔  
 میں نے کہا اے ہاتف تو کیا کہتا ہے۔ کیا تیرے پاس سامان ہدایت ہے یا تو گمراہی میں مبتلا کر نپوالا ہے۔  
 اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا کرے راہ خلاصی اور سبیل رشاد کی خبر دے وہ کونسا ہے؟  
 تو اس نے کہا۔

یدعو الی الخیرات و النجاة

هذا رسول الله ذو الخیرات

یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو خیرات و فیوض کے مالک ہیں اور خیرات و نجات کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

وینزع الناس عن الہنات

بامر بالصوم و بالصلوٰۃ

وہ نماز اور روزہ کا علم دیتے ہیں اور لوگوں کو بد عملیوں، بد کرداریوں اور بد فعلیوں سے سختی کے ساتھ الگ کرتے ہیں۔  
 عبداللہ عثمانی نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک شخص تھا جس کو مازن بن عمرو کے نام سے پکارا جاتا تھا وہ ایک بت کا سادہ اور مجاور تھا جس کی چند قبائل تعظیم و عبادت کیا کرتے تھے اور اس بت کو عمان کے ایک فریب سما میں نصب کیا گیا تھا۔ ہم نے ایک رات بت کے نزدیک قربانی کی جس کو عتیرہ کہا جاتا ہے تو میں نے بت کے اندر سے یہ آواز سنی کہ

سُنی کہ

اے مازن سن تو اس (خوشخبری) کو سن کر خوش ہو گا۔ خیر ظاہر اور غالب ہو گا۔ شر پویشیدہ اور زلیل ہو گیا قبیلہ مضر سے ایک نبی مبعوث ہو گئے ہیں جنہوں نے لوگوں کو خدائے برتر کا دین عطا کیا ہے۔ لہذا اب پھر سے ترشے محمود کو ترک کرنا کہ تو جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے۔

مازن کہتے ہیں میں بت کے اندر سے آواز و ندا سن کر خوف زدہ ہو گیا۔ پھر ہم نے چند دن کے بعد دوسری قربانی کی تو اسی طرح بت سے پھر آواز آنے لگی۔ اے مازن میری طرف متوجہ ہو اور قریب آ اور میری بات کو غور سے سن اور جاہل نہ بن۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول (تمہارے قریب موجود ہیں) جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں لہذا تو ان پر ایمان لے آتا کہ اس آگ کی حرارت سے محفوظ ہو جائے جو سخت بھڑکائی جانے والی ہے اور اس کا ایندھن سخت پتھر ہیں۔

ازن کہتے ہیں یہ تو عجب واقعہ ہے کہ بت کے اندر سے میری ہدایت و رہنمائی کی جا رہی ہے، یقیناً قدرت کی طرف سے میرے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اسی اثنا میں ہمارے پاس اہل حجاز میں سے ایک آدمی آنکلا ہم نے پوچھا تمہارے علاقے میں کوئی نئی بات تو ظاہر نہیں ہوئی۔ اس نے کہا وہاں ایک شخص ظہور پذیر ہوئے ہیں جن کو محمد کہا جاتا ہے جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی (میرنی) دعوت کو قبول کرو تو میں نے کہا یہی وہ خبر ہے جو میں نے سنی ہے۔

میں اس بت کی طرف اٹھا اس کو ریزہ ریزہ کیا۔ اور سواری پر بیٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی تعلیم دی اور شریعت کی تفصیلات سے آگاہ کیا تو میں مشرف باسلام ہو گیا اور ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گیا۔

خشم قبیلہ کے ایک شخص نے بتایا کہ عرب بتوں کے پاس اپنے جھگڑوں کے فیصلے کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہم ایک رات بت کے پاس متکف تھے اور ہم نے اپنے ایک جھگڑے میں فیصلہ کا اس سے تقاضا کر رکھا تھا کہ ماگاہ، ہاتھ کی آواز ہمارے کانوں میں سنائی دی۔

اے وہ لوگو! جو محض جتنے اور ڈھانچے ہو (اور عقل و فہم سے عاری و خالی) اور احکام کو بتوں کی طرف منسوب کرنے والے ہو تم حکمت و عقل کے معدن نہیں ہو۔ یہ قریب ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس موجود ہے جو سب مخلوق خدا کے سردار ہیں اور سب حکام سے زیادہ عدل و انصاف کے علمبردار۔ جن سے نور ہدایت اور دین حق کی شعاعیں بھوٹ رہی ہیں۔ لوگوں کو عصیان و آشام سے زبردستی پیچھے ہٹا رہے تھے اور بلذہام میں علانیہ دعوت حق دے رہے ہیں۔

ہم گھبرائے اور وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ اشعار لوگوں میں مشہور و معروف ہو گئے بعد ازاں ہمیں معلوم ہوا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے ہیں تو میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا اور ان کا طوق غلامی گلے میں ڈال لیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں علاقہ شام میں تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو میں ایک دن کسی کام کے لیے سفر پر نکلا۔ رات راہ میں آگئی تو (زمانہ جاہلیت کے عادات کے مطابق جنوں کی پناہ طلب کرتے ہوئے) میں نے کہا میں آج رات اس وادی کے عظیم و عزیز سردار جنات کی پناہ میں ہوں۔ جب میں بیٹھے لگا تو ناگاہ ایک ندا دینے والا ندا دے رہا تھا جس کی آواز سنائی دے رہی تھی مگر شخص وجہ نظر نہیں آ رہا تھا کہ پناہ چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ لو۔ جن اللہ رب العزت کی گرفت سے کسی کو کیا بچا سکتے ہیں۔ رسول امین رسول خدا بزرگ و بزرگ کا ظہور ہو چکا ہے۔ ہم نے ان کے پیچھے مقام جحون میں نماز ادا کی ہے دولت اسلام



سے مالا مال ہوئے اور ان کی اتباع و اطاعت اختیار کر لی ہے۔ اب جنوں اور شیطانوں کے مکر و فریب کا جال ٹوٹ گیا ہے ان کو شہاب ثاقب سے رجم کیا جاتا ہے۔ لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو اور ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہو جا اور نور اسلام سے اپنے آپ کو منور کر لے۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں دیر الیوب میں گیا اور ایک راہب سے دریافت کیا کہ مجھے ایسا معاملہ پیش آیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے۔ اس نے کہا یہ بالکل سچی خبر ہے حرم مکہ سے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام ظہور فرما ہوں گے جو کہ سب انبیاء علیہم السلام سے افضل و اکرم ہیں لہذا تجھے اس سعادت کی تحصیل میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ حضرت تمیم فرماتے ہیں میں آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کی ہر ممکن جدوجہد کی اور اس بخت و سعادت مندی تک رسائی نصیب ہو گئی۔

خوید ضمیری سے منقول ہے کہ ہم ایک بت کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے اُس کے اندر سے ایک فریاد کرنے والے کی فریاد اور چیخ و پکار کو سنا۔ وہ کہہ رہا تھا جنات کا چوری چھپے (آسمانوں پر جا کر ملائکہ کی باہمی گفتگو سن کر کاہنوں کو بیان کرنے کا سلسلہ ختم ہو گیا) اب ان پر آگ کے گولے برستے ہیں اور یہ سب کچھ اس نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰت کی بدولت ہے جو کہ مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہوں گے اور دارِ ہجرت ان کا مدینہ منورہ ہو گا اور وہ منسازِ روزہ نیکی، صلہ رحمی کا امر فرمائیں گے۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ماہ قبل بوانہ (بت کا نام) کے پاس بیٹھے تھے اور ہم نے وہاں ایک اونٹ کو ذبح کیا تھا۔ ناگاہ بت کے اندر سے چلا چلا کر کوئی کہہ رہا تھا۔ ”عجب بات سنو۔ وحی کی چوری بند ہو گئی ہے۔ نبی مکی علیہ السلام کی برکت سے جنوں کا شہب نار یہ تعاقب کرتے ہیں۔ اس نبی تہامی کا نام نامی احمد ہے۔ دارِ ہجرت ان کا مدینہ منورہ ہے۔ ہم یہ کلام سن کر دم بخود رہے اور محسوس حیرانی و تعجب بن گئے۔“

عباس بن مردس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب میرے باپ کا وقت وفات آ گیا تو اس نے مجھے ضحار نامی بت (کی عبادت اور تعظیم و تکریم) کی وصیت کی۔ میں نے اس کو گھر میں نصب کیا اور ہر دن ایک مرتبہ ضرر اس کی خدمت میں حاضری دیتا جب سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو میں نے آدھی رات کے وقت خوفناک آواز سنی۔ میں گھبرا کر فریاد رسی کے لیے ضحار کے پاس پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز اس کے اندر سے ہی آرہی تھی اور وہ کہہ رہا تھا:

(۱) قبیلہ سلیم کے ہر فرد کو کہہ دے کہ دوست و احباب ہلاک ہوئے اور صرف وہی لوگ زندہ رہنے کے حقدار ہیں اور زندہ رہیں گے جو اہل مسجد ہیں۔

(۲) شمارت بھی ہلاک ہو گیا، محمد رسول برحق پر نزول کتاب سے قبل جس کی عبادت کی جاتی تھی۔  
 (۳) بیشک وہ ذات اقدس جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد قریش میں سے ہونے کے باوجود نبوت و ہدایت کے وارث بنے ہیں وہی نظریہ و عقیدہ، قول و فعل و عمل و کردار کے لحاظ سے ہدایت یافتہ ہیں۔  
 میں نے اس بات کو لوگوں سے پوشیدہ رکھا جب غزوہ خندق سے کفار ذلیل و رسوا ہو کر واپس ہوئے تو میں نے حالت نوم میں یہ آواز سنی۔ وہ نور جو منگل کی رات نازل ہوا وہ عضباً اونٹنی کے شہسوار کے پاس ہے میں نے فوراً بارگاہ رسالت کا قصد کیا اور وہاں حاضر ہو کر نور ایمان سے اپنے دل کو منور کر لیا۔

راشد بن عبد ربہ نے کہا سواع نامی بت معالیٰ کے مقام پر منصوب تھا قبیلہ ہذیل اور قبیلہ سلیم میں سے بنو ظفر اسکی عبادت کرتے تھے بنو ظفر نے بنی سلیم کی طرف سے سواع کو ہدیہ پیش کرنے کے لیے راشد بن عبد ربہ کو بھیجا راشد کہتے ہیں میں سواع کے پاس حاضر ہونے کے لیے چلا اور فجر کے قریب سواع کے پاس پہنچنے سے قبل میں نے ایک بت کو دیکھا کہ اس کے اندر سے کوئی چلا چلا کر کہہ رہا ہے بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ ظہور و خروج اس نبی کریم کا جو کہ اولاد عبد المطلب سے ہیں اور زنا و حرام کاری، ربا اور سود خواری کو حرام فرماتے ہیں اور بتوں کے لیے ذبح و قربانی کو بھی۔ آسمانوں پر پیرے بٹھا دیے گئے ہیں اور ہمیں شہاب ثاقب کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

پھر ایک اور بت کے اندر سے آواز آنے لگی شمار کو ترک کر دیا گیا حالانکہ عرصہ دراز سے اس کی عبادت کی جا رہی تھی بنی برحق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔ وہ نبی نماز ادا فرماتے ہیں اور زکوٰۃ کا امر فرماتے ہیں روزہ اور نیک اعمال کا حکم دیتے ہیں۔ علی الخصوص صلہ رحمی کا درس دیتے ہیں۔  
 تیسرے بت کے اندر سے بھی یہ آواز سنائی دینے لگی۔

”بیشک نسل قریش میں سے جس ہستی نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت و ہدایت کی وراثت سنبھالی، وہ عظیم مرتبہ ہدایت کے مالک ہیں اور وہ ایسے نبی ہیں جو گذری ہوئی ائم و اقوام کے احوال و حالات بتاتے ہیں اور آنے والے واقعات کی بھی خبر دیتے ہیں۔“

راشد فرماتے ہیں جو ہی میں سواع کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو لوطریاں وہاں موجود ہیں جو لوگوں کے ہدایا و مخالف کو کھارہی تھیں اور ارد گرد کو چاٹ رہی تھیں ادھر سے فارغ ہوئیں تو اس پر چڑھ کر پیشاب کر دیا۔ راشد سواع کی یہ حالت دیکھ کر پکار اٹھے۔

اربت یمول الثعلبان براسہ لقد ذل من بالت علیہ الثعالب

کیا وہ رب ہو سکتا ہے جس کے سر پر لوطریاں پیشاب کر رہی ہوں یقیناً وہ بہت بڑی ذلت سے دوچار ہوا جس پر لوطریوں نے پیشاب کیا۔ (اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو چکا تھا)

## دوسرا باب

### جانورس کی زبانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت نبوت

ابو عمر ہندی فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ سواع کے پاس قربانیاں لے کر پہنچا۔ پہلے پہل میں نے اس کے لیے ایک فریب گائے کو ذبح کیا تو میں نے گائے کے اندر سے یہ آواز سنی۔ بڑی عجیب بات ہے اس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور جو درختوں کے درمیان ظہور فرما ہوئے وہ زنا کو اور بتوں کیلئے ذبح کو حرام قرار دیتے ہیں۔ آسمانوں کو جنوں کی آمد و رفت سے محفوظ کر دیا گیا ہے اور ہمیں شہب تاریہ سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

ہم وہاں سے اٹھ کر الگ الگ ہو گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچے لوگوں سے دریافت کیا کسی نے ہمیں محمد مصطفیٰ علیہ التعمیۃ والثناء کے ظہور کی خبر نہ دی یہاں تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا اے ابو بکر کیا مکہ مکرمہ میں کوئی ہستی مدعی نبوت ظہور پذیر ہوئی ہے جن کو احمد کے مقدس نام سے پکارا جاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا تمہارے دریافت کرنے کا موجب و باعث کیا ہے؟ میں نے سارا قصہ عرض کیا تو انہوں نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں جو یہاں ظہور فرما ہو چکے ہیں۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی مگر ہم نے کہا ابھی ہم اپنی قوم کا رد عمل دیکھتے ہیں۔ اے کاش ہم اسی وقت ان کے حلقہ کمند زلف کے اسیر بن جاتے اور مسلمان ہو جاتے مگر یہ دولت ہمیں بعد میں نصیب ہوئی۔

مجاہد سے مروی ہے کہ ہمیں ابن العنسن نامی ایک بوڑھے نے بتایا جس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا جبکہ ہم غزوہ رودس میں مصروف تھے کہ میں اپنی قوم کی گائے ہانکے ہوئے جا رہا تھا تو میں نے اس کے اندر سے آواز سنی۔ اے آل ذریع کھلی اور واضح بات ہے ایک ہستی آواز بلند لا الہ الا اللہ پکار رہی ہے۔ ہم مکہ مکرمہ میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی تھی اور آپ دعویٰ نبوت فرما چکے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا آیا اور اس نے بھیڑ بکریوں کے گلہ سے ایک بکری پکالی۔ چرواہا اس کے پیچھے بھاگا اور بکری چھین لی۔ بھیڑیا ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر اس انداز سے میٹھ گیا کہ لگے پاؤں کھڑے رکھے اور دم پھلی دو ٹوٹانگوں کے درمیان دبا کر سرین کو زمین پر ٹیک دیا۔ اور زبان سے کہنے لگا جو رزق مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا تھا تو وہ مجھ سے چھین لیا ہے۔ آدمی نے بھیڑیے کی گفتگو سنی تو کہا خدا کی قسم آج کے دن جو عجیب واقعہ دیکھا یہ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بھیڑیا ہو کر انسانوں کی طرح کلام کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا یہ تو کوئی تعجب خیز بات

نہیں ہے دراصل حیرت و تعجب کا موجب تو یہ بات ہے کہ سنگتانوں کے درمیان نخلستان میں ایک ہستی جلوہ فرما ہے جو گزرے ہوئے واقعات بھی بتلاتے ہیں اور آنے والے حوادث بھی۔ وہ شخص یہودی تھا (پیلانام) اس کا عمیر سطان تھا اور بعد ازاں مکلم الذئب کے لقب سے مشہور ہوا، فوراً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا بھیرے کا واقعہ عرض کیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ یہ امر قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ عنقریب یہ امر بھی ظاہر ہوگا کہ گھر کا لک گھر سے دور ہوگا اور وہ گھر نہیں لوٹے گا حتیٰ کہ اس کو اس کے جوتے اور ہاتھ کی چھڑی بتلا دے گی کہ اس کے گھر میں اس کے بعد کیا ہوتا رہا ہے اور اہل خانہ کیا کرتے رہے ہیں۔

## تیسرا باب

### فخر العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علامات نبوت ہونے بعثت سے قبل دیکھیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحبِ لولاک علیہ افضل الصلوٰات نے مکہ مکرمہ میں پندرہ سال اس حال میں گزارے کہ پہلے سات سال صرف نور و ضیا کا مشاہدہ فرماتے تھے اور آواز سنائی دیتی تھی اور آٹھ سال وحی نازل ہوتی رہی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آغاز وحی سچے خوابوں کے ساتھ ہوا جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ سحر کے مانند واضح طور پر پورا ہو جاتا اور خواب حقیقت واقعہ کے عین مطابق ہوتا۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت گزینی اور تنہائی کی محبت پیدا کر دی گئی۔ آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت فرماتے حتیٰ کہ وہیں اعلان نبوت کا حکم ہوا اور حضرت جبریل امین وحی کے ساتھ نازل ہوئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کھلی فضا میں نکلتے تو پکارنے والے کی پکاراؤں کو سنتے۔ یا محمد یا محمد کی آواز آتی جب آپ آواز سنتے تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ ایک دفعہ حسب سابق آواز سنی تو گھر تشریف لے آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا

ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے عقل و فہم میں اختلاط و التباس کا عارضہ تو پیدا نہیں ہو گیا۔ انہوں نے عرض کیا اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے بہت بعید ہے کہ آپ جیسے پاکیزہ خصال اور بلند اخلاق ہستی کے عقل و فہم میں کسی قسم کا فتور و نقص پیدا ہونے دے۔

پھر انہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ بیان کیا اور وہ بچپن سے ہی رسول خدا علیہ التمجید و الثناء کے ندیم و مصاحب تھے۔ انہوں نے آپ کے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جب آپ سے وہاں چلنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا کیوں؟ عرض کیا اس امر کی تحقیق کے لیے جسکا تذکرہ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جب ورقہ کے پاس تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے دریافت کیا کوئی چیز بھی نظر آتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ لیکن جب اکیلا کھلے میدان میں علاقہ میں نکلتا ہوں تو آواز سستا ہوں۔ پکارتے والاد کھائی نہیں دیتا اور میں جلدی سے اس جگہ کو چھوڑ دیتا ہوں مگر جب میں دوڑنے لگتا ہوں تو پکارتے والا بھی میرے ساتھ ساتھ پکارنا چلا آتا ہے۔ ورقہ ابن نوفل نے عرض کیا۔ آپ اب اگر آواز سنیں تو بھاگیں نہیں بلکہ اپنی جگہ ثابت قدمی سے کھڑے رہیں تاکہ جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے اسے سماعت فرما سکیں۔

اس کے بعد آپ باہر تشریف لے گئے تو یا محمد کی ندا سنی جو اب میں لیکر فرمایا تو آواز دینے والے نے کہا کیے۔ اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمداً عبداً و رسولاً پھر کہا پڑھیے الحمد للہ رب العالمین حتیٰ کہ ساری سورہ فاتحہ پڑھی۔

پھر آپ ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لائے اور یہ واقعہ ان سے ذکر کیا تو انہوں نے عرض کیا تمہارے لیے بشارت ہو اور مبارک ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم محمد ہو یعنی ہر ایک کے نزدیک قابل ستائش خلق کے نزدیک بھی اور خالق کے نزدیک بھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم احمد ہو یعنی سب سے زیادہ اللہ کی حمد بجالانے والے۔ اور میں اس امر کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ تم رسول رب العالمین ہو۔ وہ وقت قریب ہے کہ تمہیں اپنے مخالفین کفار و مشرکین کے ساتھ حرب و قتال کا حکم دیا جائے۔ اگر اس وقت میں زندہ ہو تو میں تمہاری معیت میں تمہارے اعداء سے ضرور قتال کروں گا اور اپنی جان تم پر نثار کر دوں گا۔ لیکن وہ اذن قتال سے پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس عالم و فاضل کو جنت میں دیکھا وہ سبز چنتی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے۔

# پوٹھاباب

## نباتات و جمادات کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کرنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اب بھی اس پتھر کو جانتا ہوں جو مکہ مکرمہ کے اندر ہے اور وہ مجھے بعثت سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نبی الانبیاء علیہ التبیۃ والثناء کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں تھا ہم ایک طرف کو نکلے جدھر پہاڑ اور درخت تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت یا پتھر کے پاس سے گذرتے تھے وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سید الخلق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ جن دنوں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان نبوت کا حکم دیا گیا میں جس درخت اور پتھر کے پاس سے گذرتا وہ مجھے سلام پیش کرتے ہوئے السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔

حضرت برہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فریضہ رسالت عائد فرمایا تو آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو وہ نکل جاتے حتیٰ کہ کوئی گھر اور بشر نظر نہیں آتا تھا اور اسی دوران آپ گھاٹیوں اور وادیوں میں پہنچ جاتے جس درخت اور پتھر پر جناب والا کا گذر ہوتا وہ السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا۔ آپ دائیں بائیں اور پیچھے دیکھتے مگر کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا (تب مزید اطمینان ہو جاتا کہ واقعی درختوں اور پتھروں کی طرف سے سلام نیاز اور ہدیہ شوق پیش کیا جا رہا ہے)۔

# پانچواں باب

## ابتداء وحی کا بیان

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں۔ پہلے پہل آغاز وحی سچے خوابوں کی صورت میں ہوا اور

جو کچھ آپ خواب میں ملاحظہ فرماتے اس کو بیداری کے بعد سپیدہ سحر کے مانند واضح طور پر محسوس و معلوم فرما لیتے۔ پھر آپ کے دل اقدس میں خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت پیدا کر دی گئی تو آپ غارِ حراء میں تشریف لے جاتے، زاوِ راہ ہمراہ ہونا اور چند دن وہاں عبادت میں مصروف رہتے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ زاوِ راہ لے کر غارِ حراء کو انوارِ عبادت سے منور فرماتے اور آپ غارِ حراء میں مصروف عبادت ہی تھے جب پیغامِ حق آپ کو پہنچا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اقرأ یعنی پڑھو، سرورِ انبیاء علیہ التمجید والتناء نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں (تاکہ خود بخود پڑھنے لگوں) جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو سینہ سے لگایا اور اچھی طرح دبایا جتنا کہ آپ برداشت کر سکتے تھے۔ پھر کہا۔ پڑھیے۔ آفتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ دوبارہ بغلگیر ہو کر اتنا دبایا جس کے آپ متحمل ہو سکتے تھے۔ پھر چھوڑ کر کہا۔ پڑھیے۔ آپ نے پھر فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ تیسری مرتبہ جبرئیل امین نے پھر چھپاتی سے لگا کر اتنا دبایا جتنا آپ کی قوتِ جسمانی سہاڑ سکتی تھی پھر چھوڑ دیا اور عرض کیا۔

اقرأ باسم ربك الذي خلق - خلق الانسان من علق - اقرأ وربك الاكرم الذي علم بالقلم - علم الانسان ما لم يعلم - پڑھیں آپ اپنے رب کے نام اقدس کے وسیلہ سے جس نے سب مخلوق کو شرف و جود سے مشرف فرمایا۔ انسان (جیسی اشرف المخلوقات نوع کو) منجم خون (جیسی حقیر شے) سے پیدا فرمایا۔

عہ ہراتی کو پڑھایا جائے تو وہ پڑھ ہی لیتا ہے تو پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کا باعث و موجب کیا ہے اسلئے حضرات محدثین نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں اول۔ ما انا بقاری میں نفی نہیں ہے بلکہ استغناء ہے یعنی میں کیا پڑھوں اور جب تیسری مرتبہ حضرت جبرئیل امین نے آیاتِ تلاوت کیں تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو تلاوت فرمایا اور اس کی تائید ما اقرؤ کی روایت سے ہوئی ہے۔ دوم۔ جبرئیل علیہ السلام نے جنتی ریشم کے قطعہ پر لکھی ہوئی یہ آیات سید السادات علیہ الصلوٰۃ کی خدمت میں پیش کر کے پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں رسم الخط کی واقفیت نہیں رکھتا تاکہ ان کو دیکھ کر پڑھ دوں اور علم بالقلم کے کلمات مبارکہ میں اسی امر کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے اور آئندہ صفحات میں اس امر کی تصریح بھی موجود ہے۔ سوم۔ جبرئیل امین کا اچانک تشریف لانا اور پڑھنے کے متعلق عرض کرنا بغیر اس کے کہ قبل ازیں بے تکلفی پیدا ہو چکی ہوتی اور العنت و موالت موجود ہوتی۔ موجب اضطراب خاطر اقدس ہوا اور پڑھنے سے گریز فرمایا۔ جب بار بار انہوں نے گلے لگایا اور مخلص دوستوں کا طور و طریقہ اپنایا تو اضطراب سکون سے منقلب ہو گیا اور بے گانگی و گانگت میں تبدیل ہو گئی۔ لہذا اب کے پڑھنے کے متعلق عرض کیا تو پڑھنا شروع فرمایا۔

(مزید تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو۔ عمدۃ القاری۔ جلد اول۔ فتح الباری جلد اول و اشواق العباد و مراقبہ)

پر طہیں آپ ، آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا۔ انسان کو وہ کچھ بتلایا جو قبل ازیں نہیں جانتا تھا۔ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے ان الوار کے ساتھ دولت کدہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو (نقل وحی اور عظیم ذمہ داری کا بوجھ سر پر آجانے کی وجہ سے) جسم اقدس پر لرزہ طاری تھا اور گردن مبارک اور کندھوں کا درمیانی گوشت تھر تھرا رہا تھا۔ (اور سردی محسوس ہو رہی تھی) جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے تو فرمایا مجھے چادر اور چھاؤں مجھ پر چلاؤ۔ اور آپ نے چادر زیب تن کرائی (گھر پہنچ کر آرام و سکون آگیا) اور حالت اضطراب ختم ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا یہ کیا ہے؟ مجھے تو خوف و خشیت کا احساس ہونے لگا ہے۔

انہوں نے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ آپ جیسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ بے یار و مددگار چھوڑے اور کوئی آپ کو تکلیف پہنچا سکے) بلکہ آپ کے لیے مبارکباد ہو اور خوشخبری۔ اللہ تعالیٰ ہرگز آپ کو شرمندہ اور نظر خلاق میں حقیر نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں ہر بات میں سچائی اور صداقت سے کام لیتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ برداشت فرماتے ہیں۔ مہمانوں کی میزبانی فرماتے ہیں اور مصائب و مشکلات میں گھر سے ہوئے لوگوں کی نصرت و اعانت فرماتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ساتھ لے کر درقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ وہ حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے جنہوں نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا تھا اور وہ انجیل کا عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتے تھے مگر اس وقت بہت عمر رسیدہ تھے اور بینائی سے محروم۔ حضرت خدیجہ نے ان سے کہا اے چچا زاد بھائی۔ اپنے اس برادر زادہ سے حقیقت حال سنو (اور اپنی رائے سے آگاہ کرو) چنانچہ انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ یہ تو وہ ملک وحی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اے کاش میں اس وقت جوان اور توانا ہوتا۔ اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ آپ کو قوم قریش مکہ مکرر چھوڑنے پر مجبور کر دے گی (اور آپ کو بادل ناخواستہ مدینہ منورہ میں تبلیغ رسالت کا سلسلہ شروع کرنا پڑے گا) آپ نے پوچھا کیا وہ مجھے یہاں سے نکالیں گے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں جو شخص بھی ان تعلیمات اور احکام کو لایا ہے، قوم کی طرف سے اسکے ساتھ عداوت و دشمنی کی گئی ہے اگر آپ کے وہ ایام میرے مقدر میں ہوتے تو میں ضرور تمہاری امداد و نصرت اور خدمتگداری کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ پھر جلد ہی ان کا وصال ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی آمد بھی وقتی طور پر منقطع ہو گئی اور یہ القطار حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتہائی حزن و ملال کا موجب بنا حتیٰ کہ ہمیں یہ روایات بھی پہنچی ہیں کہ آپ شوق وحی میں جب انتہائی بیقرار ہوتے تو اپنے آپ کو پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے گرا کر ختم کر دینے کا ارادہ فرماتے اور اسی جذبہ میں مدبوش ہو کر اور اپنے آپ سے بیگانہ ہو کر جب پہاڑ کی راہ لیتے اور اس کی چوٹی پر چڑھ کر اپنے آپ کو گرنے کا ارادہ کرتے تو فوراً جبرئیل امین علیہ السلام سامنے آ



موجود ہوتے اور عرض کرتے۔ اسے جملہ اوصاف کمال کے مالک محمد خلیق و خالق تم اللہ کے برحق رسول ہو۔ آپ کا اضطراب اور جوش سکون و اطمینان سے بدل جاتا اور نفس و روح کو تسلی و تشفی حاصل ہو جاتی تب آپ واپس لوٹتے پھر حبیب محبوب حقیقی کا نہ پیغام موصول ہوتا نہ قاصد آتا تو جذبہ عشق بے چین و بے قرار کر دیتا اور روح اقدس بشریت کے پنجرہ سے آزاد ہو کر مرکز حسن و جمال کی طرف پرواز کا عزم کرتی آپ پہاڑ کی بلندی پر چڑھتے تو جبرئیل امین پھر حاضر بارگاہ ہو کر تسلی دیتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نذرہ وحی کا واقعہ بیان فرمائے ہوئے سنا آپ نے اس ضمن میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں کھلی جگہ چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے آواز سنی جب سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی بچھائے ہوئے جلوہ نما ہے۔ جوں ہی میں اس کو اس عظمت اور شان و شوکت سے عجیب حالت میں میٹھے ہوئے دیکھا۔ مجھ پر حالت رعب طاری ہوئی اور میں گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر وہاں سے واپس ہوا تو اہل بیت سے کہا میرے اوپر چادر ڈالو انہوں نے چادر ڈالی اور میری طبیعت سنبھلی تو اللہ رب العزت نے سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں۔ یا ایہا المدثر قم فانذرا و ربک فکبر (الایۃ)۔

ان دونوں روایات کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

عہ اس انقطاع کا موجب اولاً تو یہ تھا کہ سابقہ تاثر و انفعال اور اضطراب و بیقراری پوری طرح زائل ہو جائے اور تسلسل کی صورت میں بنیاد جسمانی اذہنا و بشری حد سے زیادہ متاثر ہو کر مقصد رسالت سے دور نہ ہو جائے۔ ثانیاً۔ فراق اور جدائی میں محب ہر وقت محبوب کی یاد میں مصروف و منہمک ہوتا ہے اور اس توجہ اور استغراق کی وجہ سے اسے محبوب کے ساتھ مناسبت تامہ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نہ قاصد و پیام آنے پر اضطراب اور بے چینی دامن گیر ہوتی ہے اور نہ ہی خود محبوب کے جلوے بے جا مانہ دیکھنے پر جس طرح شیوخ اپنے مریدین کو ذکر اور خلوت کی تعلیم دیتے ہیں تاکہ مذکور سے ذکر کو مناسبت حاصل ہو جائے اور پھر عبادت میں لذت و سرور پیدا ہو کر کہاں ذکر حبیب پاک اور کہاں غلبہ شوق کی یہ فرادانی۔ ایسے قرب مقام کا حال بھی یہ ہے۔ سیرغ روح بچکس از انبیا تافت۔ آنجا کہ تو بال کرامت پریدہ۔ ہر یک بقدر خویش بجائے رسیدہ است آنجا کہ بے نیست تو آنجا رسیدہ۔ موسیٰ زہوش رفت بیک پر توصفات۔ تو عین ذات می نگری در تبسمی۔

اور وہ حال وحی جو آج واسطہ فیض ربانی بنے ہوئے ہیں ایک وقت ایسا بھی آیا وہ خلوت گہرا سے دور سرسدرہ دربان بن کر بیٹھے تھے اور حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کریم قدس میں دنیٰ فتنہ کی کے مقام قرب پر فائز ہو کر فادحی الی عبدہ ماجحی کے سر نہاں کے راز دار بنائے جا رہے تھے۔ امام اہل سنت نے کیا خوب فرمایا۔

غنیہ ماجحی کے جو چکے دنا کے باغ میں بلبل سدہ تو ان کی بوسے بھی محرم نہیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ کے سامنے یہ تذکرہ کیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے جبرئیل علیہ السلام کا ذکر کیا ہے تو انہوں نے کہا سبح سبح (وہ پاک ہے پاک ہے) جبرئیل کے شان سے بعید ہے کہ اس کا تذکرہ اس میں کیا جائے جہاں اصنام و اوثان کی عبادت کی جا رہی ہے۔ جبرئیل اللہ تعالیٰ کے امین وحی ہیں اللہ تعالیٰ اور رسل کرام کے درمیان پیغام رسانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ آپ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس مکان پر جائیں جہاں آپ نے ان کو دیکھا ہے۔ جب وہ نازل ہوں تو تم اپنے (سراقص سے) دوپٹہ سر کا دینا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوں گے تو پھر نگاہوں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ چنانچہ (انہوں نے سرکار ابد فرار علیہ السلام کی معیت میں) ایسا ہی کیا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے جا کر ورقہ بن نوفل سے بتلایا تو انہوں نے کہا وہ ناموس اکبر (احاطہ وحی جبرئیل علیہ السلام) ہیں جس کی اطعام بنو اسرائیل اپنی اولاد کو بھی مفت میں نہیں دیتے بلکہ قیمت وصول کرتے ہیں۔ پھر ورقہ بن نوفل سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعوت نبوت کا انتظار کرنے لگا۔

حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا علیہ التمجید والثناء سے عرض کیا۔ اے میرے چچا زاد کیا مجھے بھی اس شخص کی اطلاع دے سکتے ہو جو آپ کے پاس آتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو انہوں نے عرض کیا پھر جس وقت وہ آئے مجھے مطلع فرمانا ایک دن جبرئیل امین ان کی موجودگی میں آگئے تو آپ نے فرمایا اے خدیجہ یہ ہیں وہ میرے رفیق و مصاحب جو میرے پاس آتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپ اٹھ کر میری ران پر بیٹھ جائیں پھر بتائیں کہ وہ نظر آرہے ہیں۔ آپ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ نظر آرہے ہیں۔ میں نے بائیں ران پر بیٹھنے کا عرض کیا اور پھر پوچھا تو جواب بھی نظر آرہے ہیں۔ فرماتی ہیں میں نے اپنا دوپٹہ اتار دیا پھر پوچھا تو فرمایا اب نظر نہیں آرہے ہیں تو اس وقت میں پکار اٹھی کہ بخدا واقعی یہ بزرگ فرشتے ہیں اور نعوذ باللہ من بھوت یا شیطان نہیں ہیں۔

محبوبہ محبوب خدا علیہ و علی آلہ التمجید والثناء سے منقول ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں ایک اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی۔ اتفاقاً وہ مہینہ رمضان المبارک کا تھا۔ جب ایک رات آپ غار سے باہر نکلے تو السلام علیک کی آواز سنی فرمایا میں نے اس کو کسی جن کی غیر متوقع آواز خیال کیا اور تیزی سے گھر کی طرف آنکلا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا انہوں نے مجھے کپڑے کے ساتھ ڈھانپ دیا۔ اور پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے پورا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا آپ کے لیے بشارت ہو کیونکہ کلمہ سلام خیر و عافیت کا پیام ہے۔

فرمایا میں پھر ایک دفعہ نکلا تو یوں معلوم ہوا کہ جبرئیل امین علیہ السلام سورج پر تشریف فرما ہیں۔ ان کا ایک پر مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ مجھے ان کی یہ حالت دیکھ کر ہول اور دہشت کا احساس ہوا۔ تیزی سے غار کی طرف چلنے لگا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے پہلے غار کے دروازہ پر موجود ہیں۔ پھر انہوں نے میرے ساتھ گفتگو شروع

کردی تھی کہ وحشت موانست اور الفت میں بدل گئی۔ پھر انہوں نے ایک جگہ میرے ساتھ ملاقات کرنے کا وعدہ کیا میں مقام وعدہ پر پہنچ کر انتظار کرنے لگا جب انہوں نے دیر لگائی تو میں نے واپسی کا ارادہ کیا ناگاہ دیکھا تو حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام سامنے موجود ہیں اور سارے اُنق کو ڈھانپے ہوئے ہیں پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نیچے اترے مجھے سیدھا گدی کے بل سلا کر میرے سینہ کو دل کے اوپر سے چاک کر کے اُسے باہر نکالا اور پھر چیر کر اُس میں جو کچھ نکالنا تھا وہ نکالا۔ پھر اسے سونے کے طشت میں رکھ کر باؤز مرہم کے ساتھ دھویا۔ بعد ازاں اپنی جگہ رکھ کر اس کو درست کر دیا (اور سینہ اقدس کو بھی) پھر میری پیٹھ پر مہر نبوت لگائی بعد ازاں مجھ سے کہا۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ - اپنے رب کریم کے مقدس نام کے وسیلہ و اعانت سے پڑھیے۔

میں وہاں سے اٹھ کر جس درخت یا پتھر کے سامنے آیا ہر ایک نے مجھے السلام علیک یا رسول اللہ کا پیارا سلام پیش کیا حتیٰ کہ حضرت خدیجہ کے پاس آیا تو انہوں نے بھی کہا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔

عبید بن عمیر سے سوال کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء نزول وحی کیسے ہوئی تھی کہ پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہونے لگے تو انہوں نے کہا حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حراء میں ہر سال اعتکاف بیٹھتے تھے اور عبادت اعتکاف قریش میں دور جاہلیت میں بھی مروج تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو جو شخص بھی مساکین میں سے وہاں حاضر ہوتا آپ اس کو کھانا کھلاتے جب اعتکاف سے فارغ ہوتے تو گھر جانے سے قبل بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ یا جو بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا اس قدر طواف فرماتے پھر دولت کدہ پر تشریف لے جاتے تھے حتیٰ کہ جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا اور اعلان نبوت و رسالت کا سال آیا اور یہ ماہ رمضان تھا اس میں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول غار حراء کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کے اہل بیت بھی آپ کے ہمراہ تھے حتیٰ کہ وہ مبارک اور پاکیزہ رات آپہنچی جس میں آپ کو کرامت نبوت سے مکرم و معظم فرمایا گیا تو جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ فخر عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سویا ہوا تھا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اُن کے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا تھا جس کے اندر کچھ مرقوم و مکتوب تھا تو انہوں نے کہا پڑھیے۔ میں نے کہا کیا پڑھوں۔ انہوں نے مجھے سینہ سے لگا کر اس زور سے دبا یا کہ مجھے اپنی موت کا اندیشہ لاحق ہونے لگا او تین مرتبہ اسی طرح کیا پھر کہا آپ پڑھیں تو میں نے کہا کیا پڑھوں اور میں اس اندیشہ کے تحت یہ کہہ رہا تھا کہ پھر نہ کہیں مجھے گلے لگا کر دباؤں تو انہوں نے کہا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ عہ

عہ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والتسلیم نے سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والتسلیم نے سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والتسلیم نے سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والتسلیم نے سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والتسلیم نے

حضرت براہن غازی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا جب آپ کی عمر مبارک چالیس سال اور ایک دن تھی جبرئیل علیہ السلام ہفتہ کی رات پھر اتوار کی رات حاضر ہوئے اور پھر سوموار کی رات پیغام رسالت لے کر آئے جبکہ رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزر چکی تھی اور آپ غار حرا میں جلوہ فرماتے۔

اور وہ پہلا مقدس مقام ہے جس کو نزول وحی کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس رات فقط اقرء باسم ربک سے لے کر مالک علیہ السلام ہی نزول آیات ہوا پھر حضرت جبرئیل نے اپنی ایڑی سے زمین کو کھرچا تو اس سے پانی کا چشمہ بھوٹ پڑا نب انہوں نے سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت وضو کا عملی نمونہ دکھلایا اور دو رکعت نماز ادا کر کے کیفیت صلوٰۃ کا درس دیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۶) قوت و شدت کے ساتھ کیوں دیا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کاملین کی تاثیر اور توجہ چار قسم کی ہوتی ہے۔ انعکاسی۔ انعکاسی۔ اتحادی۔ اصلاحی۔ اتحادی اور اتحادی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیخ اور مرشد کامل اپنی روح کو مرشد کی روح کے ساتھ ملا دیتا ہے اور جملہ کمالات جو اپنی روح میں موجود ہیں ان کو روح مرشد و مرید میں بھی پیدا کر دیتا ہے وبالجمہ دریں افسردن تاثیر اتحادی بود کہ روح لطیف خود را از راہ مسام بدن درون بدن آنحضرت داخل فرمودہ باروح مبارک متحد ساختند و چون شیر و شکر باہم آمیختند و حالتی عجیب در میان ملکیت و بشریت پیدا شد کہ در بیان نمی آید۔ (تفسیر عزیزی پارہ سی ام ص ۳۳۸)۔

خلاصہ مرام یہ ہے کہ اس معاملہ میں تاثیر اتحادی تھی کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنی روح لطیف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کے مسامات میں سے اندر داخل فرما کر آپ کا روح اقدس کے ساتھ متحد کر دیا اور باہم شیر و شکر کے مانند ملا دیا اور اس وقت بشریت و ملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت ظاہر ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔

سبحان اللہ جن کا آغاز یہ ہے کہ جملہ کمالات جبرئیل اور ان کی تمام صلاحیات و استعدادات اس وقت حاصل ہو گئیں تو جب نبوت و رسالت کا منصب انتہا پر پہنچا ہوگا اور حسن باطن اور کمالات روحانیہ کی تکمیل ہو گئی ہوگی تو پھر منصب و مقام کیا ہوگا اور علوم و اسرار پر اطلاع و واقفیت کا عالم کیا ہوگا؟ اسی لیے دو فتدلی کی خلوت گہ راز میں جب آپ نے قدم رکھا اور فلکان قاب قوسین اودانی کے مقام قرب پر فائز ہوئے تو جبرئیل کو سرسودہ دربان بلکہ بٹھا دیا گیا۔ امام اہلسنت نے فرمایا ہے

غنجے ما وحی کے جو چلے دنی کے باغ میں

میل سدرہ توان کی بو سے بھی محرم نہیں

# چھٹا باب

## جبرئیل امین علیہ السلام کا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو اور نماز کی ترکیب بتلانا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آغاز وحی کے دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے تو آپ کو وضو اور نماز کی کیفیت بتلائی جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لے کر زیر ناف پر (کپڑوں کے اوپر سے ہی) ڈالا (تاکہ لوگوں کو خروج قطرات کے وسواس کا دفاع بتایا جائے) میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ اس حدیث میں کیفیت صلوٰۃ کا بیان مذکور نہیں ہے اور نہ تعداد رکعت مگر براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت (جو ابھی گزری ہے اس) میں رکعات کی تعداد دو بتلائی گئی ہے (اور ظاہر ہے کیفیت ادائیگی یہی تھی جو اب شریعت مطہرہ میں مروج ہے ورنہ ضرور اسے بیان کیا جاتا)

مقابل بن سلیمان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابتداء اسلام میں اہل اسلام پر صرف دو نمازیں فرض فرمائیں۔ دو رکعت نماز فجر اور دو رکعت بعد از زوال۔ پھر شب معراج پانچ نمازیں فرض ہوئیں اور یہ بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہے کہ آپ نے ابتداء نبوت میں زوال آفتاب سے متصل نماز ادا فرمائی۔

علماء تفسیر فرماتے ہیں سورہ منزل مکہ مبارکہ میں نازل ہوئی جبکہ قیام شب و نماز تہجد محبوب کبریاء علیہ التعمیر والنسار پر فرض تھا۔ آپ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ساری رات نماز اور عبادت میں مصروف رہتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کا جذبہ امتثال اور اخلاص نیت آزمایا، اور ان کی مشقت و ریاضت کا مشاہدہ فرمایا تو اس امر کو منسوخ فرمایا۔ اور سورہ منزل میں ارشاد فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتَكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثِي الْلَيْلِ الْاٰیة۔

عطار بن یسار اور مقاتل بن سلیمان رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ قول باری تعالیٰ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتَكَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثِي الْلَيْلِ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ فرضیہ قیام لیل اور شب بیداری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے اس آیت کریمہ میں منسوخ فرمائی گئی۔

ومن اللیل فتعبد بہ نافلۃ لك۔ اور رات کے کچھ حصہ میں نماز تہجد ادا کرو جو تمہارے لیے نفل ہے۔

اور اُمت پر سے اس کا نسخ پانچ نمازوں کی فرضیت سے ہوا۔

ایک قول یہ ہے کہ صرف اُمت سے یہ فریضہ منسوخ ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی فرضیت باقی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیام پیل فرض بھی صرف بنی الانبیاء علیہ التھیة والثناء پر تھا اُمت پر فرض ہی نہیں تھا۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورہ منزل کی ابتدائی آیات کے نزول اور آخری آیت کے نزول میں ایک سال کا وقفہ تھا۔

## ساتواں باب

### ابتداء نبوت میں فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت خدیجہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو نماز باجماعت پڑھانا

ابن عقیف کندی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں تجارت پیشہ آدمی تھا میں حج کے لیے آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تاکہ ان سے بعض اشیا، خریدوں جب میں میدان منیٰ میں اُن کے پاس تھا کہ ناگاہ ایک عظیم شخصیت قریب ہی نصب شد، خیمہ سے باہر نکلی۔ سورج کی طرف (وقت نماز کا اندازہ لگانے کے لیے) دیکھا اور نماز شروع کر لی۔ پھر اس خیمہ سے ایک عورت نکلی۔ اس نے اُن کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر لیا۔ پھر ایک نوجوان بھی اسی خیمہ سے نکلا جو بلوغت کے قریب پہنچا ہوا تھا وہ بھی اُن کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے میں مصروف ہو گیا میں نے حضرت عباس سے کہا یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں میں نے کہا یہ عورت کون ہے، انہوں نے فرمایا یہ ان کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ میں نے جو ان کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور بھائی ہیں۔ میں نے سلسلہ سوالات جاری رکھتے ہوئے پوچھا یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں اور ابھی تک اس دعویٰ میں ان کی تصدیق و تائید صرف ان کی زوجہ اور چچا اور بھائی نے کی ہے اگرچہ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ فیروز کسریٰ (کاملک اُن کے اور ان تابعین کے ہاتھوں فتح ہوگا) اور اُن کے خزان اُن کے (اور اُنکی اُمت کے) ہاتھ آجائیں گے۔ عقیف جو کہ اشعث بن قیس کے چچا اور بھائی تھے۔ اس وقت تو اسلام کے حلقہ میں داخل نہ

ہوئے مگر بعد ازاں اس سعادت سے بہرہ ور ہو گئے مگر ان کو ہمیشہ یہ حسرت رہی کہ اے کاش میں اس وقت اسلام لاتا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد دوسرے درجہ پر فائز ہوتا اور ثانی اسلام بن جاتا۔

## آکھواں باب

### خاتم الانبیاء علیہ التَّحیة والثناء پر وحی نازل ہونے کی کیفیت کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حارث ابن ہشام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ کبھی تو ایسی آواز محسوس ہوتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہوتی ہے اور یہ حالت وحی مجھ پر گراں بار ہوتی ہے اور جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں وحی کو محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ بشری حالت میں تشکل و متمثل ہو کر میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے، میں سنتا جاتا ہوں اور ضبط کرتا جاتا ہوں۔ عہ

عہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی ان دو صورتوں میں کیوں ہوتا تھا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے محدثین و مفسرین حضرات نے فرمایا۔ ان سنت اللہ حیرت بانہ لا بد من مناسبة بین القائل والسماع فتلك المناسبة اما بالتصاف السامع بوصف القائل بغلبة الروحانية علیہ وهو النوع الاول۔ او بالتصاف القائل بوصف السامع وهو النوع الثاني۔ عمدة القاری جلد اول ص ۴۴۔

الشریب العزت نے قانون و قاعدہ یہ مقرر فرمایا ہے کہ قائل و سامع اور مفید و مستفید کے درمیان مناسبت کا تحقق ضروری ہے اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ سامع اور مستفید قائل اور مفید کے اوصاف سے متصف ہو جائے اور یہ وحی کی قسم اول ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مفیض و قائل و وصف سامع و مستفید کے ساتھ موصوف و متصف ہو جائے اور یہ وحی کی قسم ثانی ہے اور چونکہ صورت اولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبیعت بشریہ سے الگ ہو کر ملکی حالت کی طرف منتقل ہونا پڑتا تھا اس لیے یہ صورت ذرا صعب اور دشوار تھی اور دوسری صورت میں آپ اپنی حالت پر برقرار رہتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام حالت بشریہ کی طرف منتقل ہو جاتے لہذا یہ حالت سہل اور آسان ہوتی۔

یسی تقریر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری جلد اول علامہ علی قاری علیہ الرحمہ نے اور امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اتقانی اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں درج فرمائی ہے۔

(ف) اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بشریت سے لکھنیت کی طرف منتقل ہو جاتے تھے جیسا کہ حضرت جبرئیل علیہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ کو بارہا سخت سردی کے موسم میں دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوتی وہ حالت ختم ہوتی تو حین اقدس سے پسینہ پھوٹ رہا ہوتا تھا۔

یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے بارہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اپنا یہ اشتیاق ظاہر کیا کہ میں رسول خدا علیہ التھیة والثناء کو حالت نزول وحی میں دیکھوں (اور مزید اطمینان قلب اور عین یقین کا مرتبہ حاصل کر لوں) جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام جبرائیل میں تشریف فرما تھے اور آپ کے لیے کپڑا پھیلا کر سایہ دار جگہ بنائی گئی تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم ماہ نبوت کے گرد ہالہ دار حلقہ باندھے بیٹھے تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اس وقت ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ ایک شخص عمر کا احرام باندھے جبکہ وہ جبہ بھی پہنے ہوئے ہو اور خوشبو والے مرکبات اس نے اپنے اوپر پھیر کر رکھے ہوں اور خود اس کا یہی حال تھا تو گویا اپنے متعلق ہی سوال کر رہا تھا مگر انداز و اسلوب میں ذرا تغیر و تبدل کر کے (تو کیا یہ جائز ہے) سرد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے

(بقیہ ص) السلام کبھی ملکیت سے بشریت کی طرف کان یردینہا من الطباع البشریہ الی الادضاع الملکیۃ نیوحی الیہ کما یوحی الی الملائکۃ۔ تو اگر آپ بشر محض ہوتے تو یہ انقلاب متصور نہ ہوتا اور نہ ہی آپ منصب نبوت پر فائز ہو سکتے جیسا کہ فاضل سیالکوٹی نے حاشیہ بیفادی میں اور علامہ آلوسی نے روح المعانی میں انی جاعل فی الارض خلیفۃ کے تحت فرمایا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا پورا مقصد یہ ہے کہ انسان براہ راست اور بلا واسطہ اللہ رب العزت سے فیض لینے سے قاصر ہیں لہذا اس خلیفہ کا دونو حیثیتوں کو اپنے اندر جمع کرنا ضروری ہے نورانیت جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کر کے اور ملائکہ سے ربط و تعلق پیدا کر کے اور بشریت جس کی بدولت انسانوں کو فیض دے سکے۔

فلا بد من متوسط ذی جہتی التجرود والتعلق یستفید من جہتہ ویفید باخری  
حاشیہ فاضل سیالکوٹی اور روح المعانی جلد اول

اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء بھی ہیں اور نبی ملائکہ بھی لہذا ان کا نور جملہ انبیاء کرام اور ملائکہ کے نور سے اتم و اکمل ہونا ضروری ہے اور اللہ رب العزت کے ساتھ اس کی مناسبت کاملہ اور قربت تامہ ضروری ہے ورنہ ان کے توسط کی ضرورت کیا ہو سکتی ہے؟ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں۔ قد جاد کہ من اللہ نوراً اور نیز بھی میں داعیا الی اللہ باذنہ و مساجا منیراً۔ اور اسی منصب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا انا من نور اللہ والتعلق کلہ من نور یعنی میرا نور براہ راست نور باری تعالیٰ کے ساتھ مرتبط ہے اور باقی سب مخلوق میرے نور کے توسط و توسل سے اور فرمایا اذل ما خلق اللہ نوراً جلد اول ص ۱۴۴۔

دارج جلد اول ص ۲ جلد ثانی ص ۲

یک چراغ است درین خانہ کہ از پر تو آں بہر کجائی نگری انجمنے ساختہ اند (مخبر شرف غناء اللہ عنہ)



دیر اس کی طرف دیکھا پھر خاموشی اختیار فرمائی۔ فوراً وحی نازل ہو گئی اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ جلدی آجائیے۔

وہ حاضر ہو گئے اپنا سر اس پردہ کے اندر داخل کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بغرض سایہ بنا گیا تھا۔ دیکھا تو آپ کا چہرہ اقدس سُرخ تھا اور سانس میں شدت تھی۔ محوڑی دیر اسی حالت میں گزری کہ وہ حالت جذب و مدہوشی دور ہو گئی تو آپ نے دریافت فرمایا۔ جس شخص نے ابھی مجھ سے عمرہ (کی کیفیت احرام) کے متعلق سوال کیا تھا، وہ کدھر ہے؟ اس شخص کو تلاش کر کے بارگاہ نبوی میں لایا گیا۔ آپ نے فرمایا جو خوشبو لگی ہے اس کو دھو ڈال اور جبہ اتار دے پھر عمرہ میں اسی طرح (طواف بیت اللہ اور سعی بین الصفا والمروہ) کر، جس طرح کہ حج میں کی جاتی ہے۔ یہ اور اس سے پہلی دو روایاتیں بخاری شریف اور مسلم شریف سے مروی و منقول ہیں۔

خارج بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکینہ (مدہ رحمت اور وحی رحمانی) نے ڈھانپ لیا۔ اسی دوران آپ کی ران مبارک میری ران پر آگئی بخدا میں نے کوئی چیز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک سے بھاری محسوس نہ کی جب وہ حالت سکرو استغراق دور ہوئی تو آپ نے فرمایا اے زید (مجھ پر جو وحی آئی ہے) اسے لکھو (پھر آپ نے وہ آیات مبارک لکھوائیں۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی سورہ کریمہ نازل ہوتی جس میں سمحت احکام یا جلال خداوند تبارک و تعالیٰ کا بیان ہوتا تو آپ کی طبیعت مبارک پر بھی شدت کرب اور اضطراب کے آثار نظر آتے اور اگر ایسی آیات یا سورہ مبارکہ نازل ہوتی جس میں احکام سہل اور نرم ہوتے یا رحمت خداوند تبارک و تعالیٰ اور اس کی شان جمال کا بیان ہوتا تو پھر آپ کے جسد اطہر پر بھی بے چینی و بقراری کم ہی نظر آتی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر بوجھ اور گرانی محسوس ہوتی اور چین اقدس سے موتیوں کے مانند پسینہ کے قطرات گرنے لگتے اگرچہ موسم سرد ہی کیوں نہ ہوتا۔

حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسالتناہ علیہ افضل الصلوات پر نزول وحی کے وقت ہم آپ کے منہ مبارک کے قریب شہد کی مکھیوں کی پھنٹناہٹ کے مانند آواز محسوس کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کو نزول وحی سے پہلے بھی احساس ہوتا ہے یا فقط نزول پر ہی پتہ چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے پہلے ہی

محسوس ہو جاتا ہے کہ وحی نازل ہونے والی ہے کیونکہ گفتیوں کی آواز کے مانند آوازے آنے لگتے ہیں میں خاموش ہو جاتا ہوں اور اخذ و قبول کے لیے پوری طرح ادھر متوجہ ہو جاتا ہوں اور جس دفعہ بھی وحی ہوتی ہے میں (اسکی شدت کی وجہ سے) ہی اگمان کرتا ہوں کہ میری جان قبض کر لی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والتناء مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں جلوہ فرماتے تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا آپ پر گذر ہوا۔ انہوں نے آپ کو دیکھا تو مسکرائے اور گذرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کیا میرے پاس بیٹھے نہیں ہو رہے انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور بارگاہ اقدس میں بیٹھتا ہوں۔ پھر وہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بیٹھ گئے۔ باہم گفتگو جاری ہی تھی کہ اچانک آپ نے نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی۔ حقوڑی دیر آپ اوپر دیکھتے رہے پھر آپ نے نگاہ اقدس ذرا اپنے دائیں پہلو کی طرف زمین پر لگائے رکھی اور آپ اپنے ہم نشین حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے منحرف ہو کر ادھر ہی متوجہ ہو گئے جدھر نگاہ اقدس لگا رکھی تھی اور آپ نے سر اقدس ہلانا شروع فرمایا گویا کہ آپ سے کچھ کہا جا رہا ہے اور آپ اس کو سمجھ رہے ہیں جب مقصد پورا ہو گیا اور جو کچھ کہا جا رہا تھا وہ آپ نے پوری طرح ضبط کر لیا اور سمجھ لیا تو پھر پہلے کی طرح آپ کی نگاہ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ حتیٰ کہ آپ جسے دیکھ رہے تھے وہ آسمان میں پوشیدہ ہو گیا یہ سارا منظر حضرت عثمان دیکھتے رہے (اور مجسمہ حیرت بنے رہے) حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی کیفیت پر بیٹھے اور حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی خدمت میں آکر اور بیٹھ کر کیا کروں گا جب تک میں آپ کو ایسے ہی کرتے دیکھتا رہوں گا جیسے کہ آج دیکھا ہے؟ آپ نے پوچھا تم نے کیا کرتے دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہ اقدس آسمان کی طرف بلند ہوئی پھر آپ نے اسے اپنی دائیں جانب لگا دیا۔ پھر خود بھی ادھر پھر گئے اور مجھے نظر انداز کر دیا اور سر اقدس اس طرح ہلانا شروع کیا گویا کہ آپ کو کچھ بتایا جا رہا تھا اور آپ اسے سمجھ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تو میری کیفیت دیکھ کر اس حقیقت کا ادراک کر رہا تھا؟ عرض کیا ہاں! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے پیامبر بھی آئے تھے انہوں نے دریافت کیا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے؟ آپ نے فرمایا ہاں! عرض کیا تو انہوں نے آپ سے کیا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا وہ یہ آیات لے آئے تھے۔

انَّ اللہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَا ذِی الْقُرْبٰی وِیَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ  
وَالْبَغْیِ یُعْظَمُ لَعْنَتُکُمْ تَذْکُرُوْنَ۔

بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اور ذوی القربی کے حقوق ادا کرنے کا۔ فحش اور برائی سے منع کرتا ہے اور بغاوت و سرکشی سے یہ پند و نصیحت تمہیں اس لیے فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت پر عمل پیرا ہو جاؤ

(اور اپنی دنیا و آخرت سنوار لو)۔

حضرت عثمان فرماتے ہیں یہ تھا وہ وقت جس میں ایمان میرے دل کے اندر جاگزیں اور راسخ ہو گیا اور مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی محبت و عقیدت پیدا ہو گئی۔

حضرت اسمائنت بترید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ سید خلق علی الاطلاق علیہ السلام والصلوٰۃ کی اونٹنی غضباً کی مہارت تھامے ہوئے تھیں (آپ اس پر سوار تھے اور) اسی دوران سورہ مائدہ نازل ہوئی۔ وحی کے نقل اور بوجھ کی وجہ سے اونٹنی کی حالت اس طرح ہو گئی کہ گویا اس کے اگلے پاؤں ٹوٹنے کو ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب سید مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی تو مزاج اقدس پر کرب و اضطراب نظر آتا اور رنگت مبارک زردی مائل ہو جاتی۔

حضرت ابو ارویٰ دوسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اس وقت آپ کو دیکھا جبکہ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور وحی نازل ہو رہی تھی۔ اونٹنی ثقل وحی سے چنگھاڑ رہی تھی اور پاؤں کو موڑ رہی تھی اور پھیرتی تھی گویا کہ وہ ٹوٹنے کو ہیں اور وہ بچاؤ کر رہی ہے۔ بعض اوقات تو بیٹھ رہتی اور بعض اوقات کھڑی رہتی مگر پاؤں ایک ہی جگہ گڑے رہتے اور اٹھانے کی سکت اور ہمت نہیں ہوتی تھی حتیٰ کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حالت جذب و استغراق دور ہوتی اور آپ کی جبین اقدس سے موتیوں کی مانند پسینہ کے قطرات مسلسل ٹپک رہے ہوتے تھے۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جب رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر ایک ساعت کے لیے مدہوش لوگوں کی طرح نیند اور کیف و مستی کی حالت طاری ہو جاتی اور آپ سو جاتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی تو سر اقدس کو درد ہونے لگتا۔ اور آپ (اس کے ازالہ کے لیے) سر اقدس پر مہندی لگاتے (لیکن ابن کثیر فرماتے ہیں یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے)۔

ابن عقیل نے کفار و مشرکین کے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام جنون اور الزام دیوانگی عائد کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حالت وحی میں طاری ہونے والی شدت و محنت کو اور مدہوشی و خود فراموشی کو بار بار دیکھا تو یہ گمان کیا اور اتہام باندھا۔

لیکن اس صورت و حالت کے پس پردہ جو حقیقت کار فرما تھی اس سے غفلت برتی اور صیب پاک کی مدہوشی اور بے خودی کو (جس میں خلق سے منقطع ہو کر خالق کی طرف توجہ ہو جاتی اور بظاہر فرشتہ نشین ہستی و حقیقت عرش نشین بلکہ لامکانی بن چکی ہوتی اور پھر خلق خدا کے لیے اسباب ہدایت اور نہ ہنمائے عروج و پرواز ملکوتی لے کر واپس ہوتے اور انہیں بھی وصول الی اللہ اور فنا فی اللہ و بقا باللہ کا درس دیتے اور معراج روحانی کے منصب پر فائز فرماتے)

دیوانوں اور مجنونوں کے سکر و مستی پر قیاس کیا اور دونوں کے درمیان فرق کو نہ سمجھتے ہوئے مماثلت کا دعویٰ کر دیا حالانکہ آپ پر یہ حالت طاری ہوتی تو بعد ازاں نئے حقائق سامنے آتے اور ہدایت کی نئی راہیں خلقِ خدا پر منکشف ہوتیں۔ اس حالت کے ساتھ مجاہدین اور دیوانگان کی حالت کو کیا نسبت ہو سکتی تھی۔

لیکن اس فرق کو حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اچھی طرح محسوس فرمایا اور اس صورت کے اندر جو حقیقت مستور و محبوب تھی اس کو اچھی طرح بھانپ لیا (اسی لیے سرور انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازراہ اطمینان قلب اور کامل تسلی و تشفی حاصل کرنے کے لیے نیز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فہم و فراست اور عقل و کیاست کو معلوم کرنے کے لیے فرمایا کہ میرے ساتھ غارِ حرا میں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور مجھے اپنے متعلق اندیشہ اور خوف و خطرہ لاحق ہو گیا ہے) تو انہوں نے عرض کیا بخدا اللہ رب العزت (آپ پر جنون وغیرہ کی حالت طاری کر کے) ہرگز آپ کو شرمندہ نہیں کرے گا اور نہ نگاہ خلق میں حقیر و بے قدر لگے گا کیونکہ آپ ہر بات میں سچائی و صداقت دامن تھامے رہتے ہیں اور لوگوں کی مصائب و مشکلات میں امداد و نصرت فرماتے ہیں (ایسے بلند کردار اور عظیم اخلاق والی شخصیت کو اللہ تعالیٰ ایسی رذیل اور حقیر حالت میں قطعاً مبتلا نہیں فرمائے گا)

علامہ ابن عقیل نے فرمایا اگر کوئی یہ دریافت کرے کہ سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم پر مدہوشی اور سکر کی حالت طاری ہوتی اور استغراق و انہماک نیز شدت و کرب حتیٰ کہ پسینے چھوٹ جاتے تو آیا اس حالت میں آپ کا وضو برقرار رہتا یا جس طرح عام لوگوں پر حالتِ مدہوشی طاری ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور شرعاً اس کا اعتبار نہیں رہتا یا قائد الانبیاء المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وضو کا حکم بھی یہی ہوگا؟

تو جواب یہ ہے کہ ہرگز ایسا نہیں۔ کیونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نیند کی حالت میں بھی وضو باقی رہتا تھا۔ نیند اس کو نہیں توڑتی تھی حالانکہ حالتِ نیند میں اعضاء پر کنٹرول نہیں رہتا اور مفاصل میں استرخاؤ پیدا ہو جاتا ہے تو سرورِ کونین علیہ السلام کی . . . . . اس حالت میں وضو کیوں کر ٹوٹ سکتا ہے جس میں آپ کو مہکلامی اور سرگوشی کے ساتھ نواز لگایا ہو اور آپ کے دل اقدس پر رشد و ہدایت کا الفاؤ کیا جا رہا ہو بلکہ اس حالت میں تو بطریقِ اولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس حدت و غمیرہ سے محفوظ و محفوظ ہوگی۔

## نواں باب

### سید الکونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دورانِ نبوت کون کون سے فرشتوں کو شرفِ قرب حاصل رہا

حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید نسل آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کے بعد اعلانِ نبوت کا حکم ہوا تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ رہے۔ وہ آپ کو مختلف امور بتلاتے اور آپ کے ساتھ کلام بھی فرماتے مگر قرآن مجید ان کی زبانی نازل نہیں ہوا۔

جب تین سال کا عرصہ گزر گیا تو جبرئیل علیہ السلام آپ کے مصاحب و رفیق بنے اور انہی کی زبانی قرآنِ کریم اور کلامِ مجید آپ پر نازل ہوا۔

حضرت عامر سے ہی منقول ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے چالیس سال پورے ہوئے تو احکامِ نبوت آپ پر نازل ہوئے۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام کو شرفِ قرب و مرافقت حاصل رہا۔ پھر ان کو الگ کر کے جبرئیل علیہ السلام کو آپ کا قرین اور ساتھی بنایا گیا جنہوں نے مکہ مکرمہ میں دس سال اور مدینہ میں دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔

ابن سعد فرماتے ہیں۔ میں نے یہ حدیث محمد بن عمر (واقفی) کو بیان کی تو انہوں نے کہا ہمارے شہر کے اہل علم اس امر کو نہیں جانتے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ بلکہ وہاں کے سب علماء بالعموم اور اہل سیرت بالخصوص صرف اسی امر کے قائل ہیں کہ حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آغازِ نبوت سے وصالِ شریف تک صرف جبرئیل علیہ السلام مصاحب و مقارن رہے ہیں۔

# دسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے معجزہ اور خرق عادت طلب کرنا جو دعویٰ

نبوت میں موجب تائید و تقویت اور باعث اطمینان قلب ہو

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام حجون پر تشریف فرما تھے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں التجا کی کہ مجھے ایسی آیت کرامت اور دلیل صداقت دلائی جائے جس کے بعد قریش کی تکذیب اور جو دو انکار کا مجھے احساس نہ رہے (اور میرا دل اپنے دعویٰ پر پوری طرح مطمئن ہو جائے) تو آپ کو حکم ہوا کہ اس درخت کو اپنی طرف بلاؤ۔ آپ نے اس کو بلایا تو اس نے اپنی جڑیں زمین سے (آگے پیچھے اور دائیں بائیں جھک کر) کاٹ لیں اور پھر زمین کو چیرتا ہوا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا۔ پھر عرض کیا آپ کیا چاہتے ہیں جو بھی ارادہ ہو حکم فرمادیں۔ آپ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا تو وہ اشارہ پا کر اٹھے پاؤں چلتا ہوا اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ بخدا اب مجھے قریش کی تکذیب وغیرہ کی کوئی پروا نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ریل امین علیہ السلام ایک دن بارگاہ رسالت اب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں حاضر ہوئے تو خون میں لت پت غمگین بیٹھے تھے۔ حال وحی علیہ السلام نے سبب دریافت کیا تو فرمایا مجھے ان اہل مکہ نے زود کو بکھا ہے اور خون آلود کر دیا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ میں آپ کو آیت اور معجزہ دکھلاؤں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے وادی کی دوسری جانب ایک درخت کھڑا ہوا دیکھا تو عرض کیا اس کو اپنی طرف بلائیں جب محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا جب ریل امین نے عرض کیا اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جائے۔ جب آپ نے واپسی کا حکم دیا تو وہ واپس جا کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اسی قدر (ظہور اعجاز) کافی ہے۔

# گیارہواں باب

بعثت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وقت شیاطین پر شہرب ناریہ کا پھینکا جانا اور اصنام و اوثان کا سرنگوں ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے اور چونکہ اعلان نبوت کے بعد شیاطین کو آسمانی خبریں اچھی چھی حاصل کرنے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر آگ کے شعلے برسائے جاتے تھے۔ وہ اپنی قوم کی طرف اخاب و فاسر اور نامراد و ناکام لوٹے تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا (کوئی خبر نہیں لائے اور حالت بھی دگرگوں نظر آتی ہے) انہوں نے کہا اب تو ہمارے درمیان اور آسمانی اخبار و اطلاعات کے درمیان بڑے موانع درپیش ہو گئے ہیں اور ہمیں اوپر جانے پر آگ کے شعلوں سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔

انہوں نے کہا پھر ضرور کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے یہ رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہے۔ لہذا زمین کے تمام اطراف و کناف میں گھوم پھر کر جائزہ لو کہ کونسا نیا امر رونما ہوا ہے۔ تمام شیطان شرق و غرب میں دوڑے۔ اور جائزہ لینے لگے کہ کونسا امر حائل ہو گیا ہے۔ جو جن اور شیاطین تمامہ (ارض حجاز) کی طرف متوجہ ہوئے تھے، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ پہنچے جبکہ آپ مقام نخلہ پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ اور وہاں سے سوق عکاظ کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ جب قرآن مجید کی تلاوت کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی تو وہ اس کو سننے کے لیے ہمہ تن گوش بن گئے۔ جب اس کی فصاحت و بلاغت اور تاثیر و اثر انگیزی کا ملاحظہ کیا اور اس میں جلال خداوندی اور اس کی شان رحیمی و رحمانی کا مشاہدہ کیا تو پکار اٹھے یہی وہ امر ہے جو ہمارے اور آسمانی خبریں حاصل کرنے کے درمیان حائل و حاجب بن گیا ہے۔

اسی مقام سے واپس ہوئے اور اپنی قوم سے جا کر کہا۔

یا قومنا اناسمنا قرآنا عجبا یهدی الی المرشدنا ما منابہ ولن نشرک برتبنا احداً۔

اے ہماری قوم ہم نے ایک عجیب کتاب (کی تلاوت) سنی ہے جو صحیح راہ بتاتی ہے لہذا ہم تو اس کے

ساتھ ایمان لے آئے ہیں اور ہرگز اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بٹھرائیں گے۔

اور ادھر اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

قل اوحى الى انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآن عجباً الاية  
آب فرما دیکھے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں میں سے ایک جماعت نے قرآن کریم کو کان لگا کر سنا اور  
پھر اپنی قوم سے جا کر کہا ہم نے عجب قراوت و تلاوت سنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مبعوث ہوئے  
تو شیاطین اور جنوں کو (آسمانوں کی طرف جانے سے) روک دیا گیا اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے گئے۔ حالانکہ قبل ازیں  
وہ آسمانوں پر جا کر بیٹھے تھے اور جنوں کی ہر جماعت نے وہاں اپنے لیے جگہ متعین کر رکھی تھی جس میں بیٹھ کر ملائکہ کی  
باسمی گفتگو کو سنتے تھے۔

سب سے پہلے اہل طائف گھبرائے اور جن کے اونٹ تھے یا بھڑکے یا انہوں نے روزانہ اپنے معبودات  
باطلہ کے لیے قربانیاں دینی شروع کر لیں حتیٰ کہ مال و منال ختم ہوتے نظر آئے تو رک گئے اور ایک دوسرے سے  
کہا کیا دیکھتے نہیں کہ آسمانی علامات و نشانات تو اسی طرح ہیں ان میں سے تو کوئی شے غائب نہیں ہوئی؟ (اللہ! آسمان  
ٹوٹ پڑنے اور عالم دنیا کے تباہ ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں)۔

ابلیس نے کہا زمین میں کوئی حادثہ اور نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ میرے پاس زمین کے ہر حصہ سے مٹی لے آؤ  
چنانچہ اس کے چیلے ہر جگہ سے مٹی لے کر اس کے پاس پہنچے وہ ہر جگہ کی مٹی کو سونگھتا اور پھینک دیتا جب تمام  
کی مٹی اس کو دی گئی تو سونگھ کر کہا اسی جگہ کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے۔

یعقوب ابن اخنس سے مروی ہے کہ عربوں میں سے سب سے پہلے اہل ثقیف نے ستاروں کو ٹوٹتے  
دیکھا تو گھبرائے اور عمرو بن امیہ کے پاس آکر کہا دیکھتے نہیں ہو یہ کیا رونما ہوا ہے؟ اس نے کہا ہاں دیکھ تو میں بھی  
رہا ہوں تم اچھی طرح دیکھو اگر ٹوٹنے والے ستارے وہ ہیں جن سے منازل کی طرف رہنمائی حاصل کی جاتی ہے یا  
موسم سرما اور گرما میں بارش برسنے کا پتہ چلتا ہے تو پھر دنیا کی بساط لپیٹی جا رہی ہے اور اہل دنیا کی ہلاکت و فنا کا وقت  
آپہنچا ہے اور اگر اس کے علاوہ دوسرے ستارے ہیں تو پھر یہ عظیم انعام و احسان کی علامت ہیں جس کا اللہ تعالیٰ  
نے اس مخلوق کے لیے ارادہ فرمایا ہے اور عرب میں پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہونے والے ہیں کیونکہ پہلے سے ان  
کی علامات بعثت و ولادت میں اس امر کا تذکرہ بھی چلا آ رہا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا،  
کوئی ستارہ ٹوٹنا نظر نہ آیا اور نہ شہاب گرتا نظر آیا حتیٰ کہ جب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اعلان  
نبوت فرمایا تو پھر ان ستاروں کا ٹوٹنا اور شہاب ناریہ کا گزنا شروع ہوا۔ قریش نے یہ صورت حال پہلی دفعہ دیکھی  
تھی (سخت گھبرائے اور خوفزدہ ہو گئے) اور اپنے چوپایوں کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑنا شروع کیا اور غلاموں



کو آزاد کرنے لگے گمان یہ کرتے تھے کہ اب فنا و ہلاکت کا وقت ہے۔

جب ان کا یہ عمل و کردار اہل طائف کے کانوں تک پہنچا تو ثقیف نے بھی یہی اعمال شروع کر دیے جب عبدیاللیل ابن عمر کو معلوم ہوا (کہ ثقیف یہ کر رہے ہیں) تو اس نے کہا میں جو کچھ عمل کرتے ہوئے تمہیں دیکھ رہا ہوں یہ کیوں کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ستارے ٹوٹ رہے ہیں آسمان سے آگ کے شعلے برس رہے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ آسمان ٹوٹنے والا ہے۔ اس نے کہا مال ضائع کر دینے کے بعد اس کا جمع کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے لہذا عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لو اور انتظار کرو۔ اگر یہ ستارے وہ ہیں جو مشہور و معروف ہیں تو پھر لوگوں کی ہلاکت کا وقت ہے اور اگر دوسرے ستارے ہیں جن کو لوگوں کی راہنمائی اور بارش کے اوقات پر دلالت وغیرہ میں کوئی داخل نہیں ہے، تو پھر نیا واقعہ اور حادثہ رونما ہونے والا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو یہ ستارے وہ نہ تھے، اسے جا کر بتلایا تو اس نے کہا کہ ابھی فنا و دنیا میں مہلت ہے اور یہ نبی آخر الزمان کے ظہور کی علامت ہے۔

چند دن گزرے تھے کہ ابوسفیان ابن حرب طائف میں اپنے اموال تجارت کی دیکھ بھال یا لین دین کے لیے گئے اور عبدیاللیل کے پاس بھی گئے۔ جب ستاروں کے ٹوٹنے اور شہب نار یہ کے گرنے کا تذکرہ ہوا تو ابوسفیان بولے محمد بن عبد اللہ نے دعویٰ نبوت کیا ہے عبدیاللیل نے کہا اب معلوم ہوا کہ اسی وجہ سے (آسمانی خبروں کی حفاظت اور شیاطین کے دفاع کے لیے) شہب نار یہ کو بھینکا جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعثت نبی الانبیاء علیہ السلام کے درمیانی عرصہ فترت میں آسمان پر کوئی پہرہ نہیں تھا اور شیاطین و جن مختلف مقامات پر بیٹھ کر ملائکہ کی باتوں کو سن لیا کرتے تھے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے خاتم الانبیاء علیہ التیمۃ والثناء کو مبعوث فرمایا تو آسمان پر حفاظتی انتظامات سخت کر دیے گئے اور شیاطین کا آگ کے شعلوں کے ساتھ رجم ہونے لگا۔ ان کے لیے یہ صورت حال بہت ہی غیر مانوس اور خلاف توقع تھی لہذا کہنے لگے۔

لَا نَدْرِي اَشْرُّ اَرِيْدُ مِنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بَهْرُ بَهْرٍ شَدًّا

ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ اہل زمین کے ساتھ بہت بڑا حادثہ فاجعہ اور اندوہناک معاملہ پیش آنے والا ہے یا ان کے رب کریم نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

سب جن و شیاطین مل کر ابلیس کے پاس حاضر ہو گئے (اور صورت حال پر تبصرہ ہونے لگا) تو ابلیس نے کہا زمین میں کوئی بہت بڑا واقعہ رونما ہوا ہے لہذا تم ساری زمین میں پھیل جاؤ اور مجھے بتلاؤ کہ آسمان میں جو کچھ تغیر و تبدل ہوا ہے اس کا سبب موجب کیا ہے؟ پہلی جماعت جو اس تحقیق و تفتیش کے لیے بھیجی گئی وہ اہل نصیبین میں سے تھی جو کہ اشراف جنوں پر مشتمل تھی۔ ان کو تمام (حجاز مقدس) کی طرف بھیجا گیا۔ وہ چلتے چلتے وادی نخلہ میں پہنچے

تو وہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر ادا کرتے ہوئے پایا۔ جب آپ سے قرآن مجید کی تلاوت و قرأت سنی تو ایک دوسرے کو خاموشی کا حکم دینے لگے (اور پھر سن کر اتنے متاثر ہوئے کہ نہ صرف خود مسلمان ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی اسلام اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کی)

حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ابلیس لعین حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے دنیا پر تشریف لانے کے بعد سے عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت تک سب آسمانوں پر چڑھ جاتا تھا اور جیسے چاہتا ان میں گھومتا پھرتا، اس پر کوئی پابندی یا رکاوٹ نہیں تھی جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھالیے گئے تو چار آسمانوں پر اس کا صعود و عروج ممنوع قرار دیا گیا اور اس کے لیے رکاوٹ پیدا کر دی گئی مگر ابھی تک نچلے تینوں تک اسے رسائی حاصل تھی۔

جب امام رسل ہادی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو مکمل پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے بعد جب بھی ابلیس یا دیگر شیاطین چوری چھپے اوپر جانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب نشانہ بنتے ہیں اور وہ شکل جان بچا کر نیچے بھاگ آتے ہیں (اور بعض جل کر رکھ بھی ہو جاتے ہیں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب رسول کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ مبعوث ہوئے اور وہ سراج منیر اور آفتاب ہدایت جس صبح افق بطن آمنہ سے طلوع ہو کر آسمان انسانیت پر جلوہ ریز اور ضوفاں ہو اس صبح معبودات باطلہ پر قیامت قائم ہو گئی اور ہر بت اپنے بتگدہ میں منہ کے بل گر چکا تھا۔ تمام شیاطین ابلیس کے پاس جمع ہو گئے اور کہا زمین پر جتنے اوثان و اصنام ہیں وہ آج صبح اوندھے گرے ہوئے تھے اس نے کہا اگر صورت حال یہ ہے تو پھر کوئی سرچشمہ ہدایت مخلوق کے لیے ہدایت کے ساتھ پھوٹ پڑا ہے جو باطل کی ان چٹانوں کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر بھینک دے گا اور خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔ تم ان کی تلاش کے لیے نکلو اور سرسبز و شاداب علاقوں (فلسطین و شام وغیرہ) میں ان کی جستجو کرو۔ وہ پھر پھر آگئے اور کہا ہم نے بہتر تلاش کیا ہے مگر ان کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس نے کہا، اب میں خود تلاش کرتا ہوں۔ جب وہ تلاش کے لیے نکلا تو اس کو ندا دی گئی۔ علیک بعبۃ القلب مکہ۔ جو تمام زمین کے قلب اور دل کا درمیانی نقطہ ہے یعنی مکہ مکرمہ وہاں جا تو تجھے مقصود کی اطلاع مل جائے گی۔

ابلیس نے اس اشارے کے مطابق جب تلاش شروع کی تو آپ کو قرن ثعالب میں موجود پایا۔ واپس شیاطین کے پاس پہنچا اور کہا میں نے ان کو پایا ہے مگر ان کے ساتھ جبرئیل تھے (لہذا ہم ان کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے) اب کیا کریں کیا مشورہ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا (کوئی بات نہیں) ہم ان کے متبعین کی نگاہوں میں خواہشات کو بڑے حسین انداز اور مزین پیرائے میں پیش کریں گے اور نفسانی تقاضوں کو ان کا محبوب ترین اور مرغوب ترین مطلوب

مقصود بنادیں گے۔ ابلیس بولا (تمہارے جیسی لائق ترین اور کارکن اولاد کے ہوتے ہوئے، مجھے کوئی عزم نہیں ہو سکتا) شاباش خوب سوچا تم نے

## بارہواں باب

### بعثتِ مصطفوی کے وقت کسریٰ پرویز کی مشکلات و حوادث

دریائے دجلہ قدیم زمانوں میں ارضِ خوجی کے اندر محفوظ و مضبوط راستوں سے گذرتا ہوا بحرِ فارس میں جاگرتا تھا۔ پھر وہ گذرگاہ خشک ہو گئی اور دریائے واسط کی طرف گذرگاہ بنالی تو فارس کے بلوٹھوں نے یکے بعد دیگرے اس کو بند کرنے کی سہم کوشش کی اور اس کو پرانی گذرگاہ کی طرف لوٹانے پر بے شمار مال و دولت صرف کی مگر کوئی بند قائم نہ رہ سکا۔

جب قباذ ابن فیروز والی بنا تو کس کے نیچے دریائے دجلہ کے بند میں بہت بڑا شکاف پڑ گیا اور اس نے بہت سی عمارتوں کو غرق کر دیا۔ جب نوشیرواں نے عمان حکومت سنبھالی تو اس نے کئی بند باندھے اس سے بعض عمارت اور آبادیاں پانی کی دستبرد سے محفوظ ہو گئیں اور یہ صورتحال پر ویز بن ہرمز بن نوشیرواں کی تخت نشینی تک برقرار رہی۔ جب وہ والی تخت بنا تو اس نے دجلہ کی طرف اتنی توجہ دی جتنی کسی اور امر کی طرف مبذول نہیں کی تھی اور وہ بہت سہمت طبع اور مضبوط ارادہ کا آدمی تھا اور اسے اسباب و وسائل بھی اس قدر حاصل تھے جتنے دوسروں کو حاصل نہ تھے۔ لہذا اس نے بے شمار سیم و زر وغیرہ خرچ کر کے دجلہ کی اندھی لہروں اور موجوں کو کنٹرول کر لیا۔

اس نے اپنی نشستگاہ میں محراب بنوایا اور اس میں اپنے تاج کو لٹکایا۔ خود اس کے نیچے بیٹھ جاتا اور تاج سر پر لٹکتا رہتا بغیر اس کے کہ سر پر اس کا وزن اور بوجھ پڑے یا تاج کے بارگراں سے تنگ آکر علامت شاہی اور نشان امارت و حکومت کو خیر باد کہنا پڑے۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس تین صد اشخاص، کمانت، سحر اور نجوم کے تجربہ کار ماہرین موجود رہتے تھے اور ان میں اہل عرب سے بھی ایک آدمی تھا جس کو سائب کہا جاتا تھا وہ عربوں کے طور، طریقہ کے مطابق پزندوں سے فال نکالتا اور بہت کم ہی کبھی غلطی کھاتا۔ اس کو باذان نے یمن سے کسریٰ کی طرف بھیجا تھا۔

نعرہ کسریٰ کو جب کوئی امر پریشانی میں ڈالتا تو وہ اپنے کامیوں اور بادو گروں اور نجومیوں کو جمع کر کے کہتا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے دو۔

جب سرور انبیاء علیہ التیمۃ و التنا، مبعوث ہوئے تو ایک صبح جوں ہی کسریٰ بیدار ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ اس کے دار السلطنت اور شہنشاہ کے محراب میں شگاف پڑ چکا تھا۔ سخت غمناک ہوا اور کہنے لگا کہ میرا طاق مجلس ٹوٹ گیا اور جہلہ کی اندھی موجوں نے کناروں کو بھاڑ دیا اور راستہ تبدیل کر لیا۔ یہ تو گویا محراب اور جہلہ کی گذرگاہ کی شکست و ریخت نہیں ہے بلکہ ملک کی بربادی معلوم ہوتی ہے۔ پھر اپنے کامیوں نجومیوں اور ساحروں کو بلایا اور ان کے ساتھ ہی سائب کو بھی طلب کیا۔ صورتحال ان کے سامنے رکھی اور رائے زنی کے متعلق حکم دیا۔ سب نے اپنے اپنے علم کے زور سے حقیقت امر تک پہنچنے کی کوشش کی مگر ان پر زمین تعبیر و بیان تنگ و تاریک ہو گئی اور ان کے علوم و فنون قاصر رہ گئے۔ نہ ساحر کی سحر کاری کام آئی نہ کاہن کی کہانت نے کوئی اثر دکھلایا اور نہ منجم کو اس کے علم نجوم نے راہ مقصود کا نشان بتایا۔ سائب رات کی تاریکی میں ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ زمین حجاز سے بجلی چمکی ہے اور تیزی کے ساتھ مشرق تک پھیل گئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کے پاؤں کے نیچے (جہاں پہلے خشک اور حسیل میدان تھا) اب سبزہ لہلہا رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا اگر یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں حقیقت و واقعہ ہے (اور محض فریب نظر نہیں ہے) تو حجاز مقدس سے ایک شہنشاہ کا ظہور ہوگا۔ جس کی سلطنت شرق و غرب تک پھیل جائے گی اور وہ زمین کو اس کی نسبت زیادہ آباد کریں گے جو ان سے پہلے بادشاہوں نے آباد کیا۔

جب سب ماہرین جمع ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ بخدا ہمارے علوم اور ہمارے درمیان جو رکاوٹ اور حجاب حائل ہوا ہے اور ہم اپنے علوم سے استفادہ کرنے میں ناکام رہے ہیں تو یہ کسی آسمانی امر کی کرشمہ سازی ہے اور یہ صورتحال یا تو کسی نبی کے مبعوث ہو جانے کی وجہ سے رونما ہوتی ہے اور یا وہ عنقریب بھیجے جانے والے ہیں جو کہ اس ملک کو چھین لیں گے اور سلطنت کو توڑ کر رکھ دیں گے۔

لیکن اگر تم نے کسریٰ کو صاف صاف بتلا دیا کہ تیرا ملک تباہ ہونے والا ہے تو وہ تمہیں قتل کر دے گا لہذا تم متفقہ طور پر ایک فیصلہ کر لو جو کسریٰ کے سامنے بیان کر دیا جائے۔ چنانچہ سب نے کسریٰ کے پاس جا کر کہا کہ ہم نے اس معاملہ میں بڑی تحقیق و جستجو کی ہے۔ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جن حساب والوں کے حساب پر جناب نے طاق مجلس کی بنیاد رکھی اور جہلہ پر بند باندھا (انہوں نے غلطی کھائی) اور وقت خمس میں بنیاد رکھوادی۔ اب ہم حساب لگا کر ساعت سعد میں بنیادیں رکھو دیتے ہیں لہذا ان میں زوال و تغیر پیدا نہیں ہوگا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے تم حساب کرو چنانچہ انہوں نے جس وقت میں بنیاد رکھنے کو کہا اس نے اسی وقت بنیاد رکھ دی۔ جہلہ میں بند باندھنے پر آٹھ ماہ تک کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مال و دولت صرف ہوا جب مراحل تکمیل طے ہو گئے تو اس

نے کہا کہ اب اس بند کے اوپر بیٹھیں۔ انہوں نے کہا ہاں چنانچہ کسریٰ نے بچھونے اور قالین بچھانے اور خوشبوئی چھڑکنے کا، پھول بکھیرنے کا اور جملہ امراء اور حکام کو جمع کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ مجلس لہو و لعب منعقد کرنے کے لیے کھیلنے والے افراد کو جمع کرنے کا بھی حکم دیا۔ پھر خود اس مجلس میں جا بیٹھا۔ ابھی مجلس گرم ہوئی ہی تھی کہ وجہ نے بند کو اُن کے نیچے سے اکھیر دیا اور کسریٰ پانی میں غرق ہو کر جان بلب ہو گیا اس کو بمشکل باہر نکالا گیا۔ جب ذرا اسی کی طبیعت سنبھلی تو اس نے ان ماہرین میں سے سو کو قتل کر دیا اور کہا تم نے میرے ساتھ مذاق اور ٹھٹھا کیا ہے، ان میں سے چند نے کہا ہمیں بھی غلطی لگ گئی ہے جیسے کہ پہلے حساب دانوں کو مغالطہ ہو گیا تھا لیکن اب ہم پھر حساب لگاتے ہیں تاکہ تم ساعت سعیدہ میں بنیاد رکھو۔ اس نے کہا اچھی طرح غور و فکر کر لو اور نہ وہی سلوک کروں گا جو پہلوں کے ساتھ کیا ہے، انہوں نے کہا ہم اچھی طرح حساب لگائیں گے اور صحیح اندازہ کر لیں گے۔

چنانچہ انہوں نے حساب لگایا اور اس سے کہا اب بنیاد رکھو۔ اس نے بنیاد رکھی اور آٹھ ماہ تک اس پر کام ہوتا رہا اور بے اندازہ مصارف برداشت کیے۔ پھر ان سے کہا اب میں وجہ کی طرف نکلوں اور بند پر بیٹھوں تو انہوں نے کہا ہاں ضرور نکلو۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا۔ وہ بند پر چل ہی رہا تھا کہ وجہ نے بند کو بہا دیا اور کسریٰ دریا میں بند کی بنیاد والے حصہ میں گر گیا اور مرنے کے قریب تھا کہ کھینچ کر باہر نکالا گیا۔ (ہوش میں آیا اور جو اس بحال ہوئے) تو سب نجومیوں اور کامہنوں وغیرہ کو بلایا اور کہا میں تم سب (اول سے لے کر آخر تک) کو تلوار کے وار سے ہلاک کروں گا۔ تمہارے کندھوں کو ایک ایک کر کے جسم سے الگ کروں گا اور ہاتھیوں کے پاؤں کے نیچے پھینک کر پال کر اوں گا یا پھر صحیح صحیح تباہ و حقیقت امر کیا ہے؟ جس کو تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔ کیونکہ تمہارا اس طرح غلطی کھانا بہت بعید انقیاس ہے اس لیے یقیناً تم مجھے مغالطہ دینے کی کوشش کر رہے ہو اور تمہیں اس طرح کی رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

سب نے متفقہ طور پر کسریٰ سے کہا ہم سچی بات بتلاتے ہیں۔ اے بادشاہ عالم تم نے وجہ کے بند ٹوٹنے اور طاق مجلس میں دراڑ پڑنے کے بعد ہمیں اپنے اپنے علوم کے مطابق سبب معلوم کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے بہت غور و فکر کیا مگر ہم پر زمین تاریک ہو گئی اور آسمان کے اطراف و جوانب میں ہمارے لیے کوئی راستہ باقی نہ رکھا گیا لہذا ہم میں سے ہر صاحب علم و فن کو اس کے علم و فن نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور کسی کام نہ آیا۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ آسمان سے کوئی نیا امر رونما ہوا ہے اور وہ نبی کی ذات ہی ہو سکتی ہے جو مبعوث ہو چکی ہے یا ہونے والی ہے۔ اسی لیے ہمارے درمیان اور ہمارے علوم کے درمیان جہالت عائل ہو گئے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بھی خطرہ لاحق تھا کہ اگر تمہیں بتلائیں کہ اس نبی کے ہاتھ پر تمہارا ملک فتح ہو گا ہمیشہ کے لیے تمہارے قبضے سے نکل جائے گا تو تم کہیں

ہیں قتل نہ کر دو۔ لہذا ہم نے اپنی جانیں بچانے کے لیے تمہیں بہلانے اور مصروف و مشغول رکھنے کی سرکوشش کی جب کسریٰ نے ان کی زبانی یہ حقیقت معلوم کر لی تو ان کو بھی اور وجہ کو بھی اپنے حال پر چھوڑ دیا کیونکہ وہ بار بار بند باندھنے کے باوجود قابو میں نہ آسکا تھا۔

ابن اسحاق نے فرمایا جو روایات ہمیں پہنچی ہیں ان کے مطابق کسریٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی موصول ہونے سے قبل دجلہ پر بند باندھ لیا تھا اور اس پر بے حد و حساب اخراجات برداشت کیے تھے اور پھر وہی روایت درج کی جو ہم نے تفصیلاً بیان کی ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے ان لوگوں نے روایت بیان کی ہے جن سے کذب اور غلط بیانی کا تصور نہیں ہو سکتا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ اللہ رب العزت نے آپ کے حق میں کسریٰ پر کونسی حجت و دلیل قائم فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا جس نے اس مکان کی دیوار سے ہاتھ اندر داخل کیا جس میں کہ وہ آرام کر رہا تھا اور وہ ہاتھ نور سے جگمگا رہا تھا۔ وہ اس منظر کو دیکھ کر گھبرایا تو فرشتہ نے کہا اے کسریٰ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور اس پر کتاب نازل فرمائی ہے ان کا طوقِ غلامی گلے میں ڈال لے۔ تیرا تخت و تخت سلامت رہے گا اور آخرت و عاقبت بھی سنور جائے گی۔ اس نے کہا میں سوچوں گا۔ ابن اسحاق نے ہی ذکر فرمایا ہے کہ کسریٰ اپنے ایوان کے محلات میں سے ایک محل کے اندر قبولہ کی بوقت موجود تھا جبکہ کوئی شخص اس کے پاس نہیں آسکا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف فرشتہ کو بھیجا۔ کسریٰ نے اچانک اس کو اپنے بچھونے پر ہاتھ میں عصا لیے ہوئے دیکھا تو سخت گھبرایا۔ فرشتہ نے کہا اے کسریٰ اسلام لاتا ہے یا پھر میں اس عصا کو توڑ دوں۔ تو کسریٰ نے کہا مہربانی کریں اور درگزر کریں۔ فرشتہ اس سے الگ ہو گیا تو اس نے اپنے دربانوں اور پرہ داروں کو بلایا اور ان پر غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ اس شخص کو میرے پاس آنے کی اجازت کس نے دی ہے۔ انہوں نے کہا نہ کوئی شخص داخل ہوا ہے اور نہ ہی ہم نے اس کو دیکھا ہے۔

جب اگلے سال وہی ساعت آئی تو وہ فرشتہ پھر کسریٰ کے سامنے آیا اور پہلے کی طرح کہا کہ تو اسلام لاتا ہے یا میں اس عصا کو توڑ دوں۔ کسریٰ نے کہا رہنے دیں رہنے دیں (اسے نہ توڑیں)۔

فرشتہ چلا گیا کسریٰ نے اپنے دربانوں اور پرہ داروں کو بلایا اور سخت غیظ و غضب کا مظاہرہ کیا اور ان سے پہلے کی طرح کہا کہ اس شخص کو اندر آنے کی کس نے اجازت دی ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے کسی کو اندر داخل ہوتے دیکھا ہی نہیں ہے۔ جب تیسرا سال آیا تو اسی ساعت میں پھر فرشتہ آ پہنچا اور پہلے کی طرح کہا اسلام لے آ

ورنہ میں اس عصا کو توڑتا ہوں۔ کسریٰ نے کہا جانے دیجئے اور اُسے مت توڑیے۔ مگر اس نے اس مرتبہ عصا کو توڑ دیا بس پھر ملک کسریٰ کا شیرازہ بچھ گیا اور انتظام درہم برہم ہو گیا۔

زہری فرماتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے یہ روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں مجھے بیان کیا گیا کہ فرشتہ جب کسریٰ کے پاس گیا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں دو بوتلیں تھیں پھر اس نے کسریٰ سے کہا تو اسلام لے آ۔ جب وہ مشرف باسلام نہ ہوا تو اس نے ایک بوتل کو دوسری پر زور سے مارا اور دونوں کو ریزہ ریزہ کر دیا پھر وہاں سے چل دیا اور بعد ازاں کسریٰ تباہ و برباد ہوا۔

خالد بن ویدہ سے مروی ہے یہ پہلے مجوس کا رئیس و سردار تھا بعد ازاں مشرف بہ اسلام ہو گیا کہ کسریٰ جب سوار ہوتا تو اس کے آگے آگے دو سوار اپنی اپنی سواریوں پر چلتے رہتے اور وہ ہر ساعت یہ ندا دیتے اے کسریٰ تو بندہ ہے رب نہیں ہے اور وہ سر ہلا کر ان کی تائید و تصدیق کرتا۔ خالد بن ویدہ کہتا ہے کہ ایک دن کسریٰ سوار ہوا تو ان دو سواروں نے حسب معمول ندا دی لیکن کسریٰ نے سر ہلا کر تائید و تصدیق نہ کی۔ کسریٰ کے سپہ سالار کو پتہ چلا تو وہ اس کے پاس آیا تاکہ اس فرودگذاشت پر اس کو تنبیہ کرے۔

کسریٰ سوچا تھا جب سواریوں کے سُموں کی آوازیں اس کے کان میں پڑیں تو اس کی آنکھ کھل گئی سپہ سالار اس کے پاس پہنچا تو کسریٰ نے کہا تم نے مجھے بیدار کر دیا ہے اور مجھے آرام نہیں کرنے دیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے سات آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا۔ میں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو اس کے حضور ایک شخصیت حاضر تھی (محمد عربی علیہ السلام) جن پر صرف دو کپڑے تھے تہ بند اور اوڑھنے والی چادر۔ اللہ رب العزت نے مجھے حکم دیا کہ میری زمین کے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کر دے۔ کیا تجھے اس امر کا حکم بارہا نہیں دیا جا چکا کہ اسلام لے آورنہ ملک و سلطنت کو خیر باد کہنا پڑے گا۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ کسریٰ پر ویز نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے کہ تمہارے اندر تبدیلی آگئی ہے اور راہ راست سے بھٹک گئے ہو۔ لہذا تمہاری حکومت اور سلطنت بھی بدل چکی ہے اور یہ مکان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التَّحیۃ و التَّوَّابِہ کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے (اب یہ حکومت ان کی امت کے ہاتھ میں ہوگی) اس قسم کے خوابوں اور اشارات کی وجہ سے کسریٰ اور اس کے حواری کسی حادثہ کے رونما ہونے کے منتظر تھے کہ نعمان بن منذر نے اس کی طرف لکھا کہ تمامہ (حجاز اقدس) میں طلوع ہونے والا ستارہ بتلاتا ہے کہ مالک ارض و سما کے رسول ظہور فرما ہونے والے ہیں۔ کسریٰ اس خبر سے سمنٹ پریشان ہوا اور سمجھ گیا کہ یہی وہ ہستی ہیں جن کے ظہور کی ان کو توقع تھی۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام سلطنتیں اور مملکتیں ختم ہو گئیں۔

ماسوا سلطنت روما کے اور اس کے بقا و دوام کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت اسحق علیہ السلام نے اپنے آخری پیام میں اپنے صاحبزادوں کو بلایا تاکہ روحانی اور اخروی، ذنیوی اور مادی لحاظ سے ان کو مالا مال کریں، تو حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی خدمت میں پہلے حاضر ہو گئے تو وہ اور ان کی اولاد نبوت و رسالت کے انعام سے محروم ہو گئے بعد میں حضرت عیصران کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو افزائش نسل اور کثرت اولاد کی بھاد (اد) ساتھ ہی حکومت و سلطنت کی، اور اہل روم انہیں کی اولاد سے ہیں۔

(الغرض روم کی سلطنت کے علاوہ جملہ حکومتیں نیست و نابود ہوئیں) جن میں سے فارس کی عظیم سلطنت بھی تباہ و برباد ہوئی۔ اس کی بربادی کا آغاز یوں ہوا کہ شیر و بیہ نے اپنے باپ پر ویز کو قتل کیا۔ پھر اس کے ملک میں طاعون پھیلی جس میں وہ خود ہلاک ہوا۔ پھر یکے بعد دیگرے کئی حاکم بنتے رہے مگر زیادہ دیر نہ بٹھ سکے۔

عہ دوسرا سبب سلطنت روم کے فی الجملہ باقی رہنے کا وہ ہے جس کو سہیلی نے بیان کیا اور امام بدر الدین عیسیٰ نے عمدة القاری میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے نقل فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام دیتے ہوئے قیصر روم کی طرف بھی خط مبارک بھیجا اور کسریٰ فارس کی طرف بھی لیکن قیصر نے اس خط کی تعظیم کی اور اسے سونے کے ڈبے میں بند کر کے رکھا اور اس کی نسل اولاد کے بعد دیگرے اس کی تعظیم و تکریم کرتے چلے آئے اور کسریٰ نے آپ کے خط مبارک کی توہین کی اور اس کو پھاڑ دیا۔ جب دو نو ایچی واپس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت حال عرض کی تو آپ نے قیصر روم کے متعلق فرمایا: **اللہ ملکہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو باقی رکھے اور کسریٰ کی جسارت و گستاخی پر فرمایا۔** فرق اللہ ملکہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کے حصے بخرے کر دے گا۔

اور سعید بن ابی راشد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیصر کے ایچی کو فرمایا۔ **انی کتبت الی الملک بصحیفۃ فامسکھا فلن یزال الناس یجدون منہ باساً مادام فی العیش خیر۔** میں نے تمہارے بادشاہ کی طرف خط لکھا ہے (اُسے کسنا) کہ اُسے محفوظ رکھے اس کی بدولت لوگ اس وقت تک تائید و تقویت اور قوت و طاقت محسوس کرتے رہیں گے، جب تک زندگی اور جینے میں خیر اور بھلائی باقی رہے گی یعنی قیامت تک۔ چنانچہ نسل بعد نسل وہ خط انہوں نے محفوظ رکھا اور ان میں سے ہر ایک اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اس کی حفاظت کرنا اور تعظیم و تکریم سے پیش آنا۔ **هذا کتاب نبیکو الی جدی قیصر ما زلنا نتوارثہ الی الان و اوصانا اباؤنا انہ مادام الکتاب عندنا لا یزال الملک فیتا فتنن نحفظہ غایۃ الحفظ و نعظمہ و نکتمہ عن النصاری لیبداوم الملک فینا۔**

فتح الباری جلد اول ص ۴۲ اور عمدة القاری جلد اول ص ۹۹۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم و محمد اشرف عفا اللہ عنہما



اسی طرح اہل یمن کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور سباط سلطنت لپیٹ دی گئی اور اس کا آغاز حبشہ کے سیف بن ذی یزن کو قتل کر دینے سے ہوا اور اس کے بعد حکومت کا معاملہ انتشار کی نذر ہو گیا اور ہر طرف الگ الگ حکمران اور سردار بنا لیے گئے حتیٰ کہ زمانہ اسلام آپہنچا۔

نعمان بن منذر ہلاک ہوا تو ملک حیرہ کا خاتمہ ہو گیا اور ابی جہنہ کا ملک بھی درہم برہم ہو گیا اور ان کا آخری تاجدار جبلیہ بن ایہم تھا جس نے عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں نصرانی مذہب قبول کر لیا۔

## تیسرا باب

### رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کو قبول اسلام کی دعوت دینا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے ابتدائی ایام میں لوگوں کو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دیتے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اپنی قوم میں معتد علیہ لوگوں کو خفیہ طور پر دعوت اسلام دیتے تھے جب تین سال کا عرصہ اس حال میں گذر گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا۔

فَاٰصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ - جس امر کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اس کو علانیہ کرو۔

تب سید انبیاء علیہ التمجید والثناء نے علانیہ دعوت اسلام و ایمان شروع فرمائی۔

ابو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نبوت کے ابتدائی تین سال خفیہ دعوت ایمان و اسلام دیتے رہے حتیٰ کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس کا اعلان کرو اور دعوت اسلام و ایمان بھی علانیہ دو۔

زہری فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خفیہ اور علانیہ دعوت اسلام دی اور جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت لکھی تھی وہ اس سے بہرہ ور ہوئے کچھ نوحیز جو ان اور بعض نقر اور مساکین۔ اہل اسلام کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی مگر کفار و مشرکین آپ کی دعوت اور مذہب و ملت پر بالکل انکار وغیرہ نہیں کرتے تھے بلکہ جب آپ ان کی مجالس کے قریب سے گذرتے تو وہ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ بنی عبدالمطلب کے اس جوان کے ساتھ آسمان پر سے کلام کیا جاتا ہے (اور احکام نازل ہوتے ہیں) یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ سرور عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معبودات باطلہ کے عیوب و

تقاضے بیان کرنے شروع کیے اور ان کے آباؤ اجداد جو حالت کفر و شرک میں مرے تھے ان کا انجام بد اور اخروی زندگی میں ذلت و رسوائی بیان فرمائی شروع کی تو وہ آپ کے مخالف ہو گئے اور عداوت و دشمنی کرنے لگے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دو بڑے پڑوسیوں کے درمیان تھا یعنی ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان۔ وہ دونوں گوبر اٹھا کر لاتے اور آپ کے گھر میں پھینک دیتے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلتے اور فرماتے اسے بنی عبدمناف یہ کیسا پڑوسی ہے؟ (اور کیا یہی حقوق پڑوسی کے ہوتے ہیں) پھر اس گندگی کو باہر گلی پر پھینک دیتے۔

## پودھوال باب

رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا اجتماعات میں لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈرانا

طارق بن عبد اللہ مخاریبی سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ دیکھا ایک دفعہ سوق حجاز میں جبکہ میں مال تجارت بیچنے میں مصروف تھا۔ آپ گزرے، سرخ دھاری دار حلقہ زیب تن کیے ہوئے تھے اور بلند آواز سے پکار کر فرماتے جارہے تھے۔ ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا۔ اے لوگو! لا الہ الا اللہ کو نجات پا جاؤ گے۔

ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اس نے آپ کو پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ اور خون آپ کے ٹخنوں اور ایڑیوں سے بہ رہا تھا۔ اور وہ کہتا تھا اے لوگو! ان کی اطاعت نہ کرنا (نمود بالثناء) یہ جھوٹے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے بتلایا کہ (جو آگے آگے ہیں) یہ بنی عبدالمطلب میں سے ایک جوان ہیں۔ ”یہ پیچھے پیچھے جو چل رہا ہے اور ان کو مار رہا ہے یہ کون ہے؟“ تو انہوں نے بتلایا کہ یہ آپ کا چچا ہے جس کا نام عبد العزیٰ ابولہب۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء دس سال مکہ مبارکہ میں اس طرح قیام فرما رہے کہ آپ عکاظ اور بجنہ میں لوگوں کی قیامگاہوں پر جا کر اور منیٰ کے میدان میں موسم (دور جاہلیت کے حج یا میلہ) کے موقع پر لوگوں کو پکار پکار کر فرماتے کوئی ہے جو مجھے پناہ دے؟ کوئی ہے جو

میری تبلیغ احکام رسالت میں امداد و نصرت کرے اور جنت حاصل کرے؛ حتیٰ کہ یمن سے کوئی شخص چلنے لگتا یا قبیلہ مضر سے تو اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس آکر کہتے کہ قریش کے جوان (محمد مصطفیٰ علیہ التیمۃ و الثناء) کا خیال رکھنا کہیں تجھے فتنہ میں نہ ڈال دے۔

## پندِ ہواں باب

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقرباء کو عذاب خداوندی سے ڈرانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ الشرب العزت کا ارشاد اَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِينَ (اپنے قریش و اقرباء کو عذاب خدا سے ڈرائیں) نازل ہوا تو آپ نے فرمایا اے گروہ قریش۔ اپنی جانوں کو (ایمان و اطاعت کے ذریعے) اللہ تعالیٰ سے خریدو اور بچاؤ میں تمہیں (ایمان نہ لانے کی صورت میں) عذاب خداوندی سے کسی طرح نہیں بچاؤں گا۔ اے بنی عبد المطلب میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے کوئی نفع نہیں دوں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب۔ اے صفیر رسول خدا علیہ التیمۃ و الثناء کی پھوپھی ہیں تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا (بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے)۔

اے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے میرے مال و منال میں سے جو چاہے لے لو مگر میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب و عتاب سے نجات نہیں دوں گا (جب تک ایمان نہ لاؤ اور اذن شفاعت نہ ملے)۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِينَ والا حکم نازل فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو اس دور کے رسم و رواج کے مطابق یا صبا جاہ کہہ کر پکارا۔ (اے لوگو وقت صبح دشمن کے ناگمانی حملہ سے ہوشیار رہو، لوگ دوڑتے ہوئے آپ کی طرف آنے لگے جو خود نہیں پہنچ سکتا تھا اس نے اپنی طرف سے آدمی بھیجا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی عبد المطلب۔ اے بنی نضر۔ اے بنی فلاں۔ اے بنی فلاں۔ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری جانب دامن میں ہی دشمن کی گھوڑ سوار فوج پہنچ چکی ہے جو تم پر لپٹا ہے حملہ کا ارادہ رکھتی ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے اور میری اس بات کو سچا تسلیم کر لو گے سب نے متفق ہو کر کہا ہم ضرور آپ کی تصدیق کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ پھر میں تمہیں دو دنیاوی اعداء کی نسبت سخت

ترین دشمن) عذاب قیامت اور نار جہنم سے ڈراتا ہوں (اور اس سے پناہ صرف میری اتباع اور غلامی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے)

ابولہب بولا (نعوذ باللہ) آپ کے لیے ہلاکت ہو۔ کیا آپ نے ہمیں صرف اس لیے بلایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس گستاخی و بے ادبی پر خود جو ابی کا ردائی فرمائی اور اس کی گالی کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: تَبَّتْ يَدَا اِنِّي لَهَبٍ وَتَبَّ - ہلاک ہوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک ہو۔

قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمر نے کہا کہ جب آیت کریمہ و انذار عشرتک الاقربین نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی چوٹی پر موجود اونچے پتھر پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے اور لوہے کی پکارنا شروع فرمایا بنی عبدمنیٰ میں تمہیں خطرہ سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ میری اور تمہاری حالت ایسے ہے جیسے ایک آدمی دشمن کو اپنے اہل و عیال اور خویش و اقربا پر حملہ آور ہوتے دیکھے اور دوڑ کر انہیں خبردار کرنا چاہیے مگر جب یہ خطرہ محسوس کرے کہ وہ مجھ سے سبقت نہ لے جائے اور میرے پہنچنے سے قبل ہی حملہ آور نہ ہو جائے تو دور سے ہی چلا چلا کر یا صبا حاہ کننا شروع کرے اور اہل و عیال اور خویش و اقربا کو خبردار کرنا شروع کرے۔

یہ حدیث صرف امام مسلم نے روایت کی ہے اور اس سے قبل جو دو روایات ہیں وہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آیت مقدسہ و انذار عشرتک الاقربین نازل ہوئی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کوہ صفا پر چڑھے اور قریش کو پکارا۔ قریش نے آپ کی آواز کو سنا تو کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کوہ صفا پر کھڑے ہو کر پکار رہے ہیں۔ (دیکھیں کیا کہتے ہیں) سبھی آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ بتائیے اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں دشمن فوج کے شاہسوار موجود ہیں تو کیا تم میری بات کو سچا مانو گے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں۔ آپ ہمارے نزدیک نہ تو کذب اور غلط بیانی کرتے ہیں اور نہ ہی ہم نے کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے۔

آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت ترین عذاب (عذاب دوزخ) سے ڈرانے والا ہوں۔ اے بنی عبدالمطلب اے بنی عبدمناف۔ اے بنی زہرہ۔ حتیٰ کہ آپ نے قریش کے تمام شہزادوں اور شاخوں کا بالخصوص نام لے کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں قریشی برادری کو عذاب اخروی سے ڈراؤں۔ یقین جانیے میں تمہارے ذبیحی منافع کا مالک ہوں اور نہ اخروی فوائد کا جب تک کہ تم لا الہ الا اللہ نہ کہو اور ایمان و اسلام سے بہرہ ور نہ ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جو نبی ابولہب نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو کہا (العیاذ باللہ) ان تمام مشکلات و مصائب اور حوادث اذہاکتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے کیا تم نے ہم سب کو اس لیے جمع کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے خود جواب دیا اور ان کی شان محبوبی کو ظاہر فرمایا، اور پوری سورت تبت یذا ابی لہب ونب نازل فرمائی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت کریمہ و انذر عشیرتک الاقربین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں تنگی اور اضطراب و بے چینی پیدا ہونے لگی کیونکہ (امر خداوندی کا ترک کرنا ناممکن ہے) اور یہ بھی مجھے یقین تھا کہ جب میں ان کے سامنے اس امر کو ظاہر کروں گا تو انکار و عمل ایسا ہوگا جو قطعاً ناپسندیدہ اور قابل نفرت و کراہت ہوگا۔ میں نے ذرا سکوت و توقف کیا تو فوراً جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم اللہ رب العزت کے امر و حکم کا امتثال و اتباع نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور عذاب و عتاب فرمائے گا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے علی میرے لیے ایک صلح (تقریباً چار سیر کا پیالہ) طعام تیار کرو اور بکری کی ایک ٹانگ (بطور سالن تیار کر کے بھی) ساتھ رکھو اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا بھی بھر کر رکھو۔ جب یہ سب چیزیں تیار کر کے رکھ دو تو پھر تمام بنی عبدالمطلب کو میری طرف بلاؤ اور اکٹھا کرو تاکہ ان کو یہ دعوت کھلائیں، اور ان کو روحانی غذا دین اسلام بھی مہیا کریں اور اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچائیں اور اس فریضے سے سبکدوش ہو جائیں۔

وہ فرماتے ہیں میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعمیل کی۔ پہلے کھانا وغیرہ تیار کیا پھر ان کو بلایا اور وہ تقریباً چالیس آدمی تھے ایک آدھ کم ہوگا یا زیادہ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما بھی تھے اور جناب ابوطالب صاحب اور ابولہب بھی جب جمع ہو گئے تو آپ نے کھانا طلب فرمایا جو میں نے تیار کر رکھا تھا میں نے وہ حاضر کیا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے ایک ٹکڑا روٹی کا دست اقدس سے اٹھایا دانتوں میں چبا کر اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پیالہ کے اندر اطراف و جوانب میں بھپلا کر رکھ دیا۔ پھر ان کو فرمایا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ شروع کرو اور اپنا اپنا نصیب وصول کرو وہ سارے کے سارے سیر ہو گئے اور کسی دوسری چیز کی ان کو حاجت نہ رہی اور اس پیالہ میں سے (جس سے وہ کھا رہے تھے) صرف ان کے ہاتھوں والی جگہ میں کھانے کے اثرات و نشانات اور طعام میں کمی محسوس ہوتی تھی، باقی سارا پیالہ اسی طرح بھرا ہوا تھا حالانکہ وہ کھانا بنظر ظاہر صرف اتنا تھا کہ ان میں سے ایک ہی آدمی کھا جاتا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ ان کو دودھ پلاؤ میں دودھ والا پیالہ اٹھا کر لایا سب نے باری باری پیا اور اچھی طرح سیراب ہو گئے۔ حالانکہ باوی التظرف من الشرب العزت کے نام اقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں ان میں سے صرف ایک شخص ہی اس کو باسانی پی کر ختم کر سکتا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی بیان کرنے اور اس کے پیغام کو پہنچانے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے سب حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے (اس لیے تم کچھ کھا پی نہیں سکتے ہو) اور سب فوراً اٹھ کر چل دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی کلام نہ فرمایا۔

دوسرے دن آپ نے فرمایا اے علی (المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) یہ شخص (ابولہب) جیسا کہ تم نے سن لیا مجھ سے سبقت لے گیا اور مجھے تبلیغ کا موقع ہی نہ دیا تو آج پھر کھانا تیار کرو اور ان کو میرے پاس بلاؤ اور اٹھا کر وہیں اٹھا اور ان کو بلا لایا۔ انہوں نے کھانا کھایا، دودھ پیا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اس طرح سلسلہ گفتگو کا آغاز فرمایا۔

اے بنی عبدالمطلب بخدا جہاں تک مجھے معلوم ہے عرب کا کوئی شخص اپنی قوم کے پاس اس سے افضل و اعلیٰ پیغام اور اس سے فائق و برتر انعام نہیں لایا جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ کیونکہ میں تمہارے پاس دو نوجہان کی بہتریاں اور بھلائیاں اور دنیا و آخرت کی خیر و برکت لایا ہوں اور مجھے میرے رب کریم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں اس امر کی دعوت دوں لہذا تم میں سے کون ہے جو اس معاملہ میں میری امداد و اعانت کرے اور میرا بھائی ہونے کا شرف و فضل حاصل ہے۔

ساری قوم چپ چاپ رہی اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے عرض کیا حالانکہ میں سب سے عمر میں چھوٹا تھا۔ اے بنی خدا (علیہ التمجیۃ و الثناء) میں آپ کا ساتھ دوں گا اور سارے افراد قوم ہنستے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

## سولہواں باب

فخر کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کی عمومیت

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ و التمجیۃ

نے ارشاد فرمایا کہ پہلے ہرنی کو صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا مگر مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا اور یہی مضمون حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابوذر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابو امامہ، حضرت ابو ہریرہ، اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے مروی و منقول ہے اور عنقریب ان کی روایت کردہ احادیث کو بیان کیا جائے گا۔  
انشاء اللہ العزیز۔

## سترہواں باب

سید کوئین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنوں کی طرف مبعوث ہونا اور رسول الثقلین کے منصب فائز ہونا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التھیۃ والثناء نے سورہ رحمن ہمیں سنائی۔ جب تلاوت سے فارغ ہوئے اور ہمارے سکوت اور خاموشی کو ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کیا وجہ ہے۔ تم نے سکوت و جمود کا مظاہرہ کیا ہے (اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد نبی الاء ربکما تکذبان یعنی اے جنوں اور انسانو تم دونو فریق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کس نعمت کو جھٹلاتے ہو) کا جواب کیوں نہیں دیا یقین جانیے تمہاری نسبت جن بہت اچھے انداز میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا جواب دیتے تھے جب میں نے ان پر اس سورہ مبارکہ کو تلاوت کیا، میں نے جب بھی نبی الاء ربکما تکذبان پڑھا تو انہوں نے جواب میں کہا۔ اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کی بھی تکذیب و انکار نہیں کرتے۔ تو ہی سزاوار حمد اور مستحق ثناء ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے چلے اور مجھے بھی ہمراہی کا شرف بخشا۔ جب آبادی سے دور نکل گئے تو ایک دائرہ کھینچ کر مجھے اس کے اندر بیٹھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میری واپسی تک اس سے باہر نہ نکلنا چنانچہ آپ مجھے بٹھا کر تشریف لے گئے اور پھر سحر کے وقت واپس قدم رنجہ فرمایا۔ تب ارشاد فرمایا کہ میں جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ کیسی آوازیں تھیں۔ جو میں سنتا رہا ہوں (اگرچہ معنی و مفہوم کا پتہ نہیں چلتا تھا) فرمایا یہ آواز ان کی اس وقت بلند ہو رہی تھی جب انہوں نے میری بارگاہ میں سلام و نیاز کے تحائف و ہدایا پیش کیے اور مجھے الوداع کہا۔

# اٹھارواں باب

## سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناذ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر سلسلہ نبوت کو ختم کیا گیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو غزوہ تبوک کے موقعہ پر مدینہ طیبہ کے اندر اپنا قائم مقام بنایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں میری نسبت اس طرح منصب خلافت و نیابت حاصل ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کی نسبت منصب خلافت و نیابت حاصل ہوا تھا۔ (جبکہ وہ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق چالیس شب دروز ٹھہرے رہے اور تورات لے کر واپس ہوئے مگر میرے بعد کوئی نبی مبعوث ہونیوالا

عہ اس روایت سے شیعہ حضرات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر استدلال پیش کرتے ہیں مگر اس میں کوئی وجہ استدلال نہیں ہے کیونکہ یہ نیابت و خلافت عارضی تھی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ تبوک سے واپسی پر خود بخود ختم ہو گئی جیسا کہ ہارون علیہ السلام کا منصب نیابت حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی واپسی پر ختم ہو گیا۔ نیز یہ خلافت اس وقت آپ کو حاصل ہوئی جب اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لہذا ان پر آپ کا خلیفہ ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے بلکہ ایک روایت کے مطابق ستر ہزار صحابہ آپ کے ہمراہ تھے لہذا ان پر بھی خلافت ثابت نہ ہوئی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ گویا جیسے وہ جنگ کے اہل نہیں مجھے بھی اس قابل نہیں سمجھا گیا۔ اگر خلافت عامہ اور نیابت مطلقہ ہوتی تو اس عذر کو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ نیز یہ نیابت و خلافت اس وقت آپ کو حاصل ہوئی جب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم سفر تبوک میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور بعد از وصال نبوی بھی آپ کو خلافت و نیابت اس وقت حاصل ہوئی جب وہ تینوں حضرات سفر آخرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی اور ان کی بارگاہ کی حاضری کا شرف حاصل کر چکے۔ لہذا اس سے خلافت بلا فصل پر استدلال درست نہیں ہے۔



نہیں ہے کہیں اس تمثیل و تشبیہ سے یہ مغالطہ نہ ہو جائے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی میرے بعد نبی ہوں گے، اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تیدانس و جان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ یہ روایت صرف مسلم شریف میں مروی ہے بخاری شریف میں مروی نہیں ہے۔

## انسوال باب

نبی الانبیاء علیہ التمجیۃ والثناء کا کفار و مشرکین کی ایذا رسائیوں پر صبر و تحمل سے کام لینا  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی و منقول ہے کہ قریش کے رؤسا مقام حطیم میں جمع ہوئے اور لات و عزی اور تیسرے بت منات کی قسم کھا کر عہد و پیمان کیا کہ اگر ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا تو

تشبیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس کا مطلب نہیں کہ پہلے مبعوث ہونے والوں میں سے کوئی موجود نہیں رہے گا لغو باللہ جیسے کوئی کہے میں ماں باپ کا آخری فرزند ہوں میرے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں تو کوئی شخص بھی اس سے یہ نہیں سمجھ سکتا کہ جو پہلے پیدا ہوئے تھے وہ باقی نہیں ہیں البتہ پہلے نبی اپنی شریعت کے احکام نافذ نہیں کریں گے بلکہ صرف دین مصطفیٰ علیہ التمجیۃ والثناء کی پابندی کریں گے اور اس کی تبلیغ کریں گے جیسا کہ اللہ رب العزت نے روز میثاق عہد لیتے وقت فرمایا ثم جاء کورسول مصداق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم ضرور ان کے ساتھ ایمان لاؤ گے اور ان کے دین کی امداد و نصرت کرو گے) لہذا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الزمان پیغمبر ہونے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ جب وہ بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہونے کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت میں قرآن مقدس اور شریعت مصطفویٰ کا درس دیں گے اور انجیل اور شریعت نصرانیہ کو ترک کر دیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا زیادہ واضح ہو جائے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان بھی ظاہر ہوگی اور امت کا مقام بھی کہ عیسیٰ بن النثران میں سے ایک فرد ہیں۔

فرد واحد کی طرح بیکارگی ان پر حملہ آور ہو کر (خاکم بدین) قتل کر ڈالیں گے اور اس اقدام کو انجام تک پہنچائے بغیر ان سے جدا نہیں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا آپ کی قوم کے رؤسا میں سے ایک گروہ نے حلیم میں بیٹھ کر باہم عہد و پیمان کیا ہے کہ اگر آپ کو دیکھیں گے تو سارے حملہ آور ہو جائیں گے اور آپ کے خون اقدس سے اپنا اپنا حصہ (العیاذ باللہ) حاصل کریں گے تو آپ نے فرمایا اے میرے لخت جگر وضوء کے لیے پانی لا دو۔

انہوں نے پانی پیش کیا، آپ نے وضو فرمایا پھر بیت اللہ شریف اور مسجد حرام میں تشریف لے گئے جب انہوں نے دیکھا تو کہا یہ رہے محمد ہی ہیں وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر سب نے آنکھیں نیچی کر لیں اور سب کے گویا پاؤں کٹ چکے تھے نہ تو کسی کو آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت ہوئی اور نہ کوئی شخص ان میں سے اپنی نشست سے اٹھ سکا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سروں پر جا کر کھڑے ہو گئے اور مٹی کی مٹھی اٹھا کر ان پر پھینکی اور فرمایا کمینوں اور بدطینت لوگوں کے چہرے بد صورت و بد شکل ہو گئے۔ ان میں سے جس کو خاک اور کنکریاں لگیں وہ میدان بدر میں بحالت کفر قتل ہو کر اصل جہنم ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ مبارکہ کے گرد نماز پڑھتے دیکھوں گا تو (خاکم بدین) ضرور ان کے پاس آکر ان کی گردن کو پامال کر دوں گا سرورِ عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اگر وہ ایسی جسارت کرے گا تو ملائکہ اس کو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے اچک لیں گے (اور تباہ و برباد کر دیں گے)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ قریش بلکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی عداوت اور دشمنی کا اظہار ہمیشہ کرتے ہی رہتے تھے ان میں سب سے زیادہ عداوت و شقاوت کا مظاہرہ تم نے کونسا دیکھا۔ آپ نے فرمایا میں ان کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ ان کے اشراف و اکابر عظیم کعبہ میں جمع ہو چکے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو کہنے لگے ہم نے اپنے آپ کو اتنا صابر کبھی نہیں پایا جتنا کہ ان کے معاملہ میں ہم نے صبر کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں بے وقوف کہا۔ ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دیں۔ ہمارے دین پر عیب جوئی اور طعن و تشنیع کی۔ ہماری جماعت و جمعیت کو پر اگندہ اور منتشر کیا حتیٰ کہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں یقیناً ہم نے ان کے معاملہ میں صبر عظیم کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ نبی الانبیاء علیہ العتہ و الثناء وہاں تشریف لائے۔ آپ سیدھے حجرِ اسود کی طرف چلے آئے اس کا استلام کیا پھر بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کے بعض ارشادات کی وجہ سے

آپ پر طعن کیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں میں نے کراہت و ناپسندیدگی کے اثرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر دیکھے (مگر آپ نے زبان سے کوئی جواب نہ دیا) اور طواف میں مصروف رہے جب دوبارہ دوران طواف آپ اُن کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پھر طعن و تشنیع سے کام لیا۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح آگے گزر گئے صرف چہرہ اقدس پر ناراضی اور ناپسندیدگی کے اثرات نظر آئے۔ تیسری بار گزرے تو انہوں نے پھر اسی بے ہودگی کا مظاہرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے گروہ قریش سنتے ہو؟ غور سے سُن لو میں اس ذات اقدس کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس ذبح اور ہلاکت لے کر آیا ہوں (جس کو عدم اطاعت اور عصیان و طغیان پر مداومت و اصرار کی وجہ سے تمہارا مقدر بنا دیا گیا ہے)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سُن کر سبھی دم بخود ہو گئے اور یوں سر جھکائے لبوں پر مہر سکوت لگائے بیٹھے نظر آتے تھے گویا کہ اُن کے سروں پر پردے بیٹھے ہیں (ذرا جنبش ہوئی تو وہ اڑ جائیں گے) حتیٰ کہ جو شخص قبل ازیں آپ کے خلاف سب سے زیادہ لوگوں کو اکسانے والا تھا وہ احسن سے احسن انداز گفتگو اور نرم سے نرم گفتار کے ذریعے آپ کو راضی کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور یوں کہتا تھا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لے جائیں درآنحالیکہ آپ راہِ راست پر ہیں اور کامیاب و کامران۔ بخدا آپ کے مقام اور شان سے جاہل و نادان نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے۔ دوسرا دن ہوا تو پھر وہ لوگ عظیم کعبہ میں جمع ہو گئے اور میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ ان میں سے بعض نے دوسروں سے کہا تم نے اپنے صبر و تحمل کو بھی یاد کیا اور جو تکلیف تمہیں ان سے پہنچی اس کا تذکرہ بھی کیا مگر جب انہوں نے تمہیں علانیہ وہ بات سنائی جو تمہیں ناپسند تھی تو تم نے اُن کو چھوڑ دیا۔ وہ اسی گفتگو میں تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ وہ سبھی یکبارگی آپ کی طرف لپکے اور آپ کو گھیرے میں لے کر کہتے تھے تو یہی وہ شخص ہے جو ایسی باتیں کہتا ہے جو کچھ انہیں آپ کی طرف سے اپنے دین اور مہجوداتِ باطلہ کی تنقیص وغیرہ کے متعلق پہنچا تھا وہ ذکر کرتے تھے، آپ فرماتے تھے ہاں میں ہی وہ شخص ہوں جس نے یہ کہا ہے عبداللہ فرماتے ہیں میں نے ان میں سے ایک شخص کو سرورِ انبیاء علیہ التعمیر والثناء علیہ وسلم السلام کے جامعِ رواد یعنی چادر مبارک کے جائے اجتماع اطراف کو پکڑے ہوئے دیکھا فرماتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھے اور اس شخص کے آگے کھڑے ہو کر کہنے لگے۔ (جب کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے) کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتے ہیں۔ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ منتشر ہو گئے۔ یہ واقعہ ان تمام واقعات سے سحت تر ہے جو بھی میں نے قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آتے دیکھا۔

عمر نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ قریش

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچانی اتنا کہہ پائے تھے کہ اس واقعہ کو یاد کر کے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ پھر فرمایا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بیت اللہ شریف کے گرد طواف کر رہے تھے اور انہوں نے اپنا ہاتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا۔ ہوا تھا اور حطیم میں تین شخص عقبہ بن ابی معیط ابوہل بن ہشام اور امیہ بن خلف بیٹھے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے برابر سے گذر رہے تھے تو انہوں نے بعض ناپسندیدہ کلمات کہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر اس کے اثرات دیکھے۔ میں بھی آپ کے قریب ہو گیا حتیٰ کہ آپ میرے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان ہو گئے اور آپ نے اپنی انگلیاں میری انگلیوں کے درمیان دے دیں اور تم نے اس طرح مل کر طواف کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے برابر گذر رہے تھے تو ابوہل نے کہا بخدا ہم آپ کے ساتھ اس وقت تک صلح نہیں کریں گے جب تک سمندر خشک نہ ہو جائیں اور صوف کے ٹکڑے کو بھی تر کرنے سے عاجز و بے بس نہ ہو جائیں اور کیسے صلح کر سکتے ہیں جب کہ تم ہمارے آباد اجداد کے معبودات ہم سے چھوڑتے چھڑاتے ہو اور ان کی پرستش سے منع کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا میں ہوں تو وہی پھر آپ طواف میں مشغول ہو گئے۔ جب تیسرے چکر میں پھر ان کے قریب سے گذرے تو انہوں نے پھر اسی طرح کہا حتیٰ کہ چوتھے چکر میں وہ سب اٹھ کر آپ سے الجھ پڑے اور ابوہل جھپٹ کر آپ کی چادر مبارک کے دونوں کنارے سینہ مبارک کے سامنے سے پکڑنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کو زور سے دھکا دیا تو وہ سرین کے بل جا کر اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے امیہ بن خلف کو دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن ابی معیط کو مار بھجکایا۔ آپ ابھی وہیں کھڑے تھے اور وہ ذلیل و رسوا ہو کر حرم پاک سے نکل رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخدا تم باز نہیں آؤ گے تا وقتیکہ عقاب باری تعالیٰ فوری طور پر تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر مرعوب نہ ہوا ہو اور لرزنے کا پینے نہ لگا ہو۔ آپ نے فرمایا تم بہت ہی بُری قوم ہو اپنے نبی کے حق میں (کہ اطاعت کی بجائے مخالفت و ناصمت سے کام لیتے ہو)۔ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو لنگرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ اپنے دروازے کی دہلیز پر پہنچے تو کھڑکے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارے لیے شرہ اور خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ اپنے دین کو بہر حال ظاہر و غالب فرمائے گا، اپنے کلمہ حق کو مکمل فرمائے گا اور اپنے نبی کی نصرت و امداد فرمائے گا۔ یہ کفار و مشرکین جن کو تم نے (ابھی معاندت و ناصمت) کرتے ہوئے دیکھا اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی تمہارے ہاتھوں سے ذبح کرے گا۔ پھر ہم اپنے گھروں کی طرف چل دیے۔ بخدا میں نے ان کفار کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق) دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارے

ہاتھوں ذبح کر آیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں نے آج عجب واقعہ دیکھا۔ میں نے مشرکین کی جماعت کعبہ کے گرد مٹھی دیکھی جن کا رئیس ابوہبل تھا اور وہ باہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ الجھنے اور لڑائی کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز نما ہوئے اور فرمایا تم بھی قہج و بد شکل ہو گئے اور تمہارا قائد و رہبر بھی۔ میں نے دیکھا گویا وہ گونگے اور بے زبان ہو چکے تھے۔ کسی میں بولنے کی سکت و طاقت باقی نہیں رہی تھی اور نہ ہی وہاں سے اٹھنے کی رہیں نے ان میں سے خبیث ترین اور انتہائی پلید شخص کو دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے معذرت خواہی کے لیے دوڑ رہا تھا اور کہتا تھا آپ ہم سے درگزر کریں اور ہم آپ سے تعرض نہیں کریں گے اور رسول گرامی فرماتے تھے جب تک تو اللہ رب العزت پر ایمان نہیں لائے گا میں درگزر نہیں کروں گا بلکہ قتل کروں گا۔ اس نے دریافت کیا تو کیا تم مجھے قتل کر سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ اٹھلے کرے گا اور لوگ قتل کرنے کے لیے ابوہبل اور دوسرے لوگ شکستہ خاطر اور بدول ہو کر واپس چل دیے۔

حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا مجھے اس سخت اور صعب ترین واقعہ کی اطلاع دو جو قریش کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ اور مسجد حرام کے احاطہ میں تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک کو پکڑا اور چادر مبارک کو آپ کی گردن میں لپیٹ کر سخت بل دیا اور آپ کی گردن کو سخت دبایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے اور عقبہ کو کندھے سے پکڑ کر نیچے دھکیں دیا اور فرمایا کیا ان کو اس لیے شہید کرنے کے درپے ہو کہ وہ کہتے ہیں میرا رب اللہ تعالیٰ ہے (نہ کہ احسام و اوثان) حالانکہ وہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات بلیغات اور واضح دلائل لائے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے صرف ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی ہلاکت اور مغلوبیت کے لیے دعا کرتے ہوئے دیکھا۔ واقعہ یوں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور قریش کا ایک گروہ بیٹھا ہوا تھا اور ایک اونٹ کا ٹکنبہ (ادھری) قریب ہی موجود تھا تو انہوں نے کہا کون ہے جو اس ٹکنبہ کو اٹھا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر رکھے؟ عقبہ ابن ابی معیط نے (انتہائی شقاوت و بدبختی کا مظاہرہ کرتے ہوئے) کہا میں رکھتا ہوں چنانچہ اس کو اٹھا کر حالت سجدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر رکھ دیا۔ آپ اسی طرح سجدہ کی حالت میں رہے۔ حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو انہوں نے اس بوجھ کو اتار پھینکا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ قریش کی اس جماعت کو اپنی گرفت

میں لے۔ اے اللہ عقبہ بن ابی معیط کو عذاب میں مبتلا فرما۔ اے اللہ تعالیٰ شیبہ کو عتاب و عتاب کا نشانہ بنا۔ اے اللہ ابو جہل بن ہشام کو قہر و جلال کا ہدف بنا۔ اے اللہ ابی بن خلف یا امیہ بن خلف پر غیظ و غضب نازل فرما۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لوگ بدر کے دن قتل ہو گئے اور ان سب کو کھینچ کر بدر والے ویران کنوئیں میں پھینک دیا گیا۔ ماسوا ابی یا امیہ کے (بلکہ ماسوا امیہ کے) کیونکہ وہ بہت موٹا تھا اور جسم ولحیم تھا۔ گھیٹے دنت اس کی استریاں باہر نکل آئی تھیں (لہذا اس مردار کو وہیں مٹی میں ڈال کر چھپا دیا گیا)۔

ابن اسحاق نے نقل کیا کہ جب تمام مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر مجتمع و متفق ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب صاحب نے آپ کی امداد و اعانت کی اور کفار و مشرکین سے حفاظت کا اہتمام و انتظام فرمایا۔

چنانچہ قریش کے اشراف و رؤسا مثل عقبہ و شیبہ اور ابو جہل حضور کے چچا ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے کہا تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودات کو گالیاں دی ہیں۔ ہمارے دین و مذہب میں عیوب و نقائص نکالے ہیں۔ ہمیں بے وقوف اور کم عقل کہا اور ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ اور بے دین کہا ہے یا تو ان کو ہمارے ساتھ پھیر چھاڑ سے منع کرو اور یا پھر ہمارے اور ان کے درمیان حائل ہونا بند کر دو اور انہیں ہمارے حوالے کر دو۔ کیونکہ تم بھی اعتقاد و نظریہ میں ان کے خلاف ہو اور ہمارے موافق ہو ہم خود انکو روک لیں گے۔ جناب ابوطالب صاحب نے ان کے ساتھ نرم انداز میں گفتگو کی اور ان کو احسن طریقہ پر جواب دیکر لوٹا دیا اور وہ چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ توحید و رسالت اور ابلاغ احکام و اوامر پر کاربند ہے۔ قریش اور آپ کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ ان میں سے بعض نے دوسروں کو آپ کے خلاف اکسایا اور بھڑکایا۔ وہ پھر ابوطالب صاحب کے پاس آکر کہنے لگے یہ صورت حال ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور ہمارے صبر و ضبط کی اب انتہا ہو چکی ہے۔

تو جناب ابوطالب نے آپ سے عرض کیا اے عزیزِ من۔ آپ کی قوم میرے پاس آئی ہے اور وہ یہ شکایت کر رہے ہیں لہذا تم (اس دعوت کو جاری رکھ کر) مجھے اس بارگراں کے برداشت کرنے کی تکلیف نہ دو جس کا میں متحمل نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سوج اور بائیں ہاتھ پر چاند اتار کر رکھ دیں اور پھر یہ مطالبہ کریں کہ میں دعوت توحید و رسالت کو ترک کر دوں تو میں قطعاً اس کو ترک نہیں کروں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دین کو غلبہ و فتح مندی عطا فرمائے گا یا اس کی راہ میں شہید ہو جاؤں گا۔

فرد جذبات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو اُٹھ آئے اور آپ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے جب آپ چل دیے تو ابوطالب صاحب نے بلایا اور عرض کیا اے میرے عزیز ترین بھتیجے میری طرف آئیے آپ واپس آئے تو عرض کیا آپ جو چاہیں کہیں میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے میں بخدا کبھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا اس کے بعد اہل ایمان اور مشرکین کے درمیان جنگ و جدال کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر قبیلہ کے کفار و مشرکین نے وہاں کے مومنین کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، ان کو طرح طرح کے عذاب دیتے اور دین سے برگشتہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ ابوطالب صاحب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو خطاب کیا اور انہیں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و اعانت پر آمادہ کیا۔

اہل اسلام نے جب نماز پڑھنی ہوتی تھی تو وادیلوں اور گھاٹیوں میں چلے جاتے اور قوم کفار سے چھپ کر نماز ادا کرتے تھے لیکن انہوں نے وہاں بھی قتال و جدال سے گریز نہ کیا اس پر اہل اسلام نے بھی جوابی کارروائی شروع کی چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اونٹ کے جڑے والی ہڈی ایک مشرک کے سر میں دے ماری اور اس کو پھاڑ دیا اور یہ پہلا خون تھا جو اہل اسلام نے بہایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب ابوطالب صاحب بیمار ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عبادت کے لیے تشریف لائے (ابوہیل اور دیگر مشرک پہلے وہاں موجود تھے) ابوطالب کے سرہانے ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابوہیل اپنی جگہ سے اُٹھ کر وہاں بیٹھ گیا اور اس نے اور دیگر کفار و مشرکین نے ابوطالب صاحب کو کہا کہ تمہارے بھتیجے ہمارے معبودات اور خداؤں کی توہین و تحقیر کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ قوم آپ کے متعلق کیوں شکایت کر رہی ہے؟ آپ نے ان کو یہ موقع کیوں دیا ہے۔ آپ نے نہ فرمایا میں ان سے صرف ایک کلمہ کے اقرار و اعتراف اور اس کے اعتقاد و اذعان کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو سب عرب ان کے مطیع و فرمانبردار بن جائیں گے اور عجم ان کی رعایا بن کر ان کو جزیہ ادا کرے گا۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ، تو وہ چلانے لگے انہوں نے سب خداؤں کی خدائی اور معبودات کی عبادت کی نفی و انکار کر کے صرف ایک خدا کو ماننے کا مطالبہ کیا ہے (یہ تو عجب بات ہے اور ناقابل تسلیم) اس موقع پر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

ص والقراٰن ذی الذکر بل الذین کفروا فی عزة و شقاق (الہ) و عجبوا ان جاءہم منذر منہم وقال الکافرون ہذا ساحر کذاب اجل الالہة الہا واحد ان ہذا الشیء عجاب (ذکر و نصیحت پر مشتمل قرآن کی قسم کافر حمتیت جاہلیت اور تکبر اور غرور اور نخامت و عداوت میں مغرور ہیں اور ان کو اس امر سے تعجب ہے کہ ان کے پاس ان میں سے عذاب خدا سے ڈرانے والی ہستی آئی۔ اور

کافروں نے کہا یہ ساحر و کذاب ہیں۔ انہوں نے سب خداؤں کی خدائی کی نفی کر کے صرف ایک خدا کا اثبات کیا ہے یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے،

## سوال باب

اکثم بن صیفی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و خروج کی خبر شکر اسلام لانا

ابن عمیر سے مروی ہے کہ اکثم بن صیفی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع پہنچی تو اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا لیکن اس کی قوم نے رکاوٹ ڈالی اس پر اس نے کہا کون شخص ہے جو میری عرض ان کی بارگاہ میں پیش کرے اور ان کا فرمان مجھے پہنچائے۔ دو آدمیوں نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا ہم اکثم کے ایلچی ہیں وہ آپ کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آپ کس نسبت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا دعویٰ کیا ہے اور آپ کی دعوت کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ (ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد منہف ہوں) اور میرا دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا عبد خاص اور اس کا رسول و نبی ہوں اور میری دعوت ہے۔ ان اللہ، یا مہر بالعدل والاحسان وابتداء ذی القربیٰ وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی الایۃ (البتہ اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے اور قرابت داروں پر خروج کرنے کا اور بری باتوں، غلط کاریوں اور بغاوت سے منع فرماتا ہے)۔

انہوں نے عرض کیا ذرا یہ کلمات دہرائیں تاکہ اچھی طرح یاد ہو جائیں چنانچہ آپ نے ان کو یاد کرائے پھر اکثم کے پاس پہنچے اور اس سے کہا ہم نے ان کی نسبت کے متعلق دریافت کیا ہے وہ قبیلہ مضر میں بہتر نسب کے مالک ہیں اور انہوں نے ہمیں چند کلمات بتائے ہیں جو ہم تمہیں سنائے دیتے ہیں (جب اس نے ان کی زبانی وہ کلمات طیبات سنے تو کہا اے میری قوم میں تو یہی سمجھتا ہوں اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ بلند ترین اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور برے اخلاق اور قابل ملامت اعمال سے منع کرتے ہیں۔ لہذا تم (ان پر ایمان لا کر) دوسرے لوگوں سے سبقت لے جاؤ اور رؤسا اہل اسلام بتونہ کہ گنہگار اور کافر اور پہلے مومن بتونہ کہ آخری۔ اکثم نے کہا درویشی سے غالی لوگوں کی طرف سے مبتلا رنج و الم لوگوں پر ہمیشہ طعن و تشنیع اور زبرد و ملامت ہوتی ہے۔ (دوسروں کو کیا خبر کہ بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے دوری مجھ کو کس قدر ناگوار ہے اور میرے لیے وہاں روح ہے) اے میرے نفس درویشی کی



حسرت اور ارمان ایسے امر پر جس کو نہ میں پاسکا اور نہ ابھی میرے ہاتھ سے فوت اور فٹانچ ہوا بلکہ کوشش کروں تو ہو سکتا ہے بخت مدد کرے اور نصیبہ جاگ اٹھے) اے میرے نفس مجھے تجھ پر افسوس نہیں ہے بلکہ عام لوگوں پر افسوس ہے کہ وہ کیوں اس سعادت سے بہرہ ور نہیں ہو رہے ہیں) مگر اس قدر افسوس کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حق جب ثابت و قائم ہو جاتا ہے) باطل خود بخود راہ فرار اختیار کر لیتا ہے (لہذا اسلام غالب آکر رہے گا اور کفر و ضلالت کی گٹھائیں چھٹ جائیں گی)

حضرت اکثم کی دعوت پر سوا شخص نے ان کی اتباع کی اور بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے کے لیے نکلے۔ ابھی تھوڑا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ حبش نامی بد بخت شخص نے (موقعہ پاکر) سب کی سوار یوں کو ذبح کر ڈالا اور پانی وغیرہ کے مشکیزے پھاڑ دیے اور بھاگ گیا۔ حضرت اکثم رضی اللہ عنہ کو پیاس نے مجبور کیا اور اسی حالت میں اپنی اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کر دی اور اپنے جملہ ہمراہیوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وصیت فرمائی اور انہیں اپنے اسلام و ایمان پر گواہ بنایا۔

اللہ رب العزت نے انہیں کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

ومن ینحرج من بیتہ مهاجراً الی اللہ ورسولہ ثریداً ما کہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔

جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہجرت کے ارادہ پر نکلا پھر موت نے اس کو راہ میں ہی آلیا (تو اس کی ہجرت باطل نہیں ہوتی بلکہ اس کا اجر و ثواب اللہ رب العزت نے اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

## ایسواں باب

سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ الیسا عاویل ہے کہ اس کے علاقہ میں کسی شخص پر ظلم نہیں کیا جاتا لہذا تم اس کے ہاں چلے جاؤ اور اپنے آپ کو کفار و مشرکین کے ظلم و عدوان سے محفوظ کر لو جتنی کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان شرائد و مصائب سے چھٹکارا نصیب فرمائے۔

آپ کی اجازت کے بعد ایک جماعت تو وہاں چلی گئی جن میں گیارہ مرد تھے اور چار عورتیں۔ یہ اعلان نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تھے قریش نے ان کا تعاقب کیا مگر ناکام رہے۔ دوسرے حضرات وہیں رہے البتہ اپنے اسلام و ایمان کا اعلان و اظہار نہیں کرتے تھے۔

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم تلاوت فرمائی اور کفار قریش نے دوران تلاوت یہ آواز سنا۔ تلك الغرانيق العلى (وہ بہت بڑے شان والے سردار ہیں اور رؤسا) جو کہ بعض شیاطین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر آپ کے سکوت اور وقف کے دوران پڑھ دیا نہ کہ آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس پر جاری ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ تلاوت ادا فرمایا۔ تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ البتہ ولید نے ایک مٹھی خاک کی اٹھائی اور اپنے ماتھے کے ساتھ لگائی اور کہا مجھے اس قدر کافی ہے) جب اہل حبشہ کو اس امر (توانق و اتحاد) کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے کہا جب وہ اسلام لے آئے ہیں تو پھر ہمیں اپنے قرابت داروں اور برادری کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔ جب لوٹے تو راہ میں ان کو چند سواروں کی جماعت ملی ان سے حقیقت حال دریافت کی تو انہوں نے بتلایا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے معبودات کا ذکر کیا تو انہوں نے طاعت و تابعداری کا مظاہرہ کیا۔ جب آپ نے ان کا ذکر ترک کر دیا تو انہوں نے بھی دوبارہ ایذا رسانی اور شرفساد کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔

لہذا ان مہاجرین حبشہ میں سے ہر ایک مختلف رؤسا اور اکابر قریش کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ ماسوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کیونکہ انہوں نے انتہائی قلیل وقت وہاں قیام کیا اور دوبارہ حبشہ کی طرف تشریف لے گئے اور جو حضرات ہوا اور پناہ لے کر مقیم ہوئے تھے ان پر بھی برادری اور اہل قبیلہ نے جبر و سطوت اور ظلم و تشدد سے کام لینا شروع کر دیا تو انہیں دوبارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ بھی حبشہ کی طرف چل دیے اور ان کے ساتھ بہت سے دوسرے مسلمان بھی ہجرت کر کے حبشہ منتقل ہو گئے۔

عہ فائدہ تلك الغرانيق العلى کے جملہ کاشیاطین کی طرف سے اضافہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک کے مشابہ آواز بنا کر وحی الہی پر سے اعتماد کو ختم کرنے کا موجب ہے اور التباس و اشتباہ کا موجب لہذا یہ واقعہ من گھڑت اور موضوع ہے۔ قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے تنفیس علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اور علامہ نووی نے شرح مسلم جلد اول ص ۲۱۵ پر اس کو موضوع بنایا ہے اور دیگر اکابر نے بھی فرماتے ہیں۔ لا یصح فیہ شیء لا من جهة العقل ولا من جهة النقل لان مدح الپخیر اللہ کفر ولا ان یقولہ الشیطان علی لسانہ ولا یصح تسلیط الشیطان علی ذالک مدارج النبوت جلد اول ص ۲۸۵ پر شیخ محقق نے یہی تحقیق درج فرمائی ہے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں جو حضرات حبشہ پہنچے ان کی مجموعی تعداد بچوں کو چھوڑ کر اور جو حبشہ میں متولد ہوئے ان سے بھی قطع نظر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو شمار کر کے اسی سے زیادہ بنتی ہے اور واقفی کہتے ہیں کہ مردوں کی تعداد تراسی ہے اور عورتوں میں گیارہ قرشی تھیں اور سات دوسری اقوام سے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مڑی ہے کہ جب بحالت کفر ہم جنگ خندق میں ناکام ہو کر کفار عرب کے قبائل کے ساتھ واپس ہوئے تو میں نے قریش کے ان آدمیوں کو جمع کیا جو میرے مقام کو جانتے تھے اور میری بات مانتے تھے اور ان سے کہا تم جانتے ہو (تو بہتر ورنہ غور و فکر کرو) میں تو بخدا یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان و مقام بلند ہوگا اور ان کی کامیابی و کامرانی کا دائرہ بہت وسیع ہوگا جو ہم میں سے کسی کے لیے بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ مجھے ایک تجویز اور تدبیر سوچنی ہے بتلاؤ اس کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے۔ انہوں نے کہا تم نے کیا سوچا ہے میں نے کہا میرا خیال تو یہ ہے کہ ہم نجاشی (پادشاہ حبشہ) کے پاس چلے جائیں اگر محمد (مصطفیٰ علیہ التیمتہ والنساء) ہماری قوم پر غالب آگئے تو ہم ان کے ہاتھوں مغلوب ہونے سے بچ جائیں گے کیونکہ ہمارا نجاشی کی رعایا ہونا اس سے بہتر ہے کہ ان کی رعایا ہوں اور ان کے زیر دست۔ اور اگر ہماری قوم غالب آگئی تو وہ ہمیں جانتے ہیں اور ہمارے مقام و مرتبہ کو لامحالہ ان کی طرف سے خیر اور بھلائی ہی پہنچے گی اور قتل و ہلاکت کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا تو ان سب نے کہا یہ بہت ہی ذرنی اور صحیح رائے ہے۔

میں نے کہا تو پھر ہمیں ایسی چیزیں جمع کرنی چاہئیں جو اس کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کریں اور ہمارے علاقہ سے جو اشیاء اس کو بطور تحفہ پیش کی جاتی تھیں ان میں سے رنگا ہوا چمڑا اس کو زیادہ پسند تھا۔ ہم نے اس کے لیے بہت سا چمڑا جمع کیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے نکل کر اس کے پاس پہنچے ہم ابھی اس کے پاس بیٹھے تھے کہ عمرو بن لہیع مضمی آگئے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی سفارش کرتے ہوئے نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ جب تھوڑی دیر بٹھ کر وہ چلے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ عمرو بن امیہ ہے میں نجاشی کے پاس کیوں نہ جاؤں اور یہ مطالبہ کروں کہ یہ شخص میرے حوالے کر دیا جائے۔ اگر وہ اس مطالبہ کو مان لے تو میں اس کو قتل کر دوں گا اور اس واقعہ کا جب قریش کو علم ہوگا تو وہ سمجھیں گے کہ اس نے ہمیں امدادی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایچی کو قتل کر کے ہماری کفایت فرمائی ہے۔

چنانچہ میں اس خیال سے نجاشی کے پاس پہنچا اور حسب سابق سجد و تحییت و تعظیم بجالایا۔ اس نے کہا خوش آمدید اور مرہباً ہے میرے صدیق اور قدیم دوست کے لیے کیا میرے لیے اپنے علاقہ سے کوئی ہدیہ اور تحفہ لائے ہو۔ میں نے کہا ہاں لے بادشاہ میں بہت سا رنگا ہوا چمڑا بطور ہدیہ لایا ہوں۔ پھر میں نے وہ ہدیہ اسکی خدمت میں پیش کیا تو اسے بہت پسند آیا اور اس نے بڑی خوشی ظاہر کی۔ پھر میں نے اس سے کہا۔ اے بادشاہ میں

نے ایک شخص کو تمہاری کچھری اور دربار سے نکلے دیکھا ہے جو کہ ہمارے دشمن کا ایلچی تھا وہ میرے حوالے کر دو تاکہ میں اس کو قتل کر دوں کیونکہ اس نے ہمارے اشراف و اخیار کو قتل کیا ہے۔

عمر بن العاص کہتے ہیں میری بات سن کر نجاشی سخت غضبناک ہوا۔ پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی ناک پر اس طرح نور سے مارا کہ میں نے سمجھا کہ اس نے ناک کو توڑ دیا ہے۔ مجھ پر اس کی یہ حالت دیکھ کر البتوف طاری ہوا کہ اگر زمین پھٹ جاتی تو میں اس کے خوف و دہشت سے اس کے اندر داخل ہو جاتا۔

میں نے باندازِ معذرت اس سے کہا اے بادشاہ۔ بخدا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کو یہ بات اتنی ناگوار گذرے گی تو میں قطعاً یہ مطالبہ نہ کرتا۔ تو اس نے کہا کیا تو مجھ سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ میں تجھے اس مستی کا ایلچی سوئپ دوں جس پر وہ ناموس اکبر اور حال و حی نازل ہوتا ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا تاکہ تو اسے قتل کر دے۔ میں نے دریافت کیا اے شہنشاہ کیا واقعی وہ صاحب و حی ہیں اور ان پر آسمانی احکام نازل ہوتے ہیں۔ نجاشی نے کہا اے عمر و تیرے لیے انسوس ہے۔ میری بات کو مان اور ان کا تابعدار اور مطیع فرمان بن جا۔ بخدا وہ حق پر ہیں اور وہ ضرور اپنے مخالفین پر غالب آجائیں گے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے عساکر و جنود پر غالب آگئے تھے۔

میں نے کہا کیا تم ان کی طرف سے مجھے بیعت کرتے ہو اور زمرہ اہل اسلام میں شامل کرتے ہو تو اس نے کہا ہاں ضرور چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھایا اور میں نے عہدِ اسلام و ایمان پر اس کی بیعت کی۔ میں واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو میری پہلی رائے اور عقیدہ و نظریہ بدل چکا تھا مگر میں نے اپنے ساتھیوں سے چھپائے رکھا اور انہیں اپنے اسلام لانے کا پتہ نہ چلنے دیا۔ پھر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادہ سے نکلا اور ان کی بارگاہ بے کس سپناہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نجاشی کے پاس بھیجا اور ہم تقریباً اسی آدمی تھے۔ ادھر قریش نے عمر بن عاص اور عمارہ بن ولید کو عظیم ہدیہ دے کر بھیجا۔ جب وہ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو انہوں نے سجدہ تعظیم و تحیت ادا کیا اور کہا کہ ہمارے چچا زاد بھائیوں میں سے ایک جماعت تمہارے علاقہ میں آکر قیام پذیر ہو گئی ہے جنہوں نے ہم سے اور ہماری ملت سے اعراض و رد گردانی کر رکھی ہے۔ اس نے پوچھا وہ لوگ کہاں ہیں؟ ان دونوں نے کہا تمہارے علاقہ میں ہیں۔ نجاشی نے ان کی طرف آدمی بھیجا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں تمہاری طرف سے کلام کروں گا، تم خاموش رہنا۔ چنانچہ جعفر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہو لیے اور دربار میں داخل ہوئے۔ حضرت جعفر

نے رسم دربار کے مطابق سجدہ کیے بغیر محض زبانی سلام پر اکتفا کیا۔ لوگوں نے کہا تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو انہوں نے کہا۔ ہم صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے جس نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور کسی کو سجدہ ہرگز نہ کرو اور ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں بھی تمہارے عقیدہ کے مخالف ہیں۔ اس نے دریافت کیا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق تمہارا عقیدہ و نظریہ کیا ہے؟ آپ نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کلمۃ اللہ ہیں یعنی کلمہ کن سے پیدا ہونے والے۔ اور مقدس روح جن کو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا گیا۔ وہ کنواری تھیں جن کو نہ کسی بشر نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی مرد نے زوجه بنایا۔ یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا اے اہل حبشہ کی جماعت اور علماء و عباد کا گروہ تم اس پر اس تنکے کے مانند بھی کسی امر کا اضافہ نہیں کر سکتے جو کچھ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق بیان کیا ہے۔

پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ حضرات کا آنا مبارک ہو ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور اس مقدس ہستی کو جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ اشهد انہ رسول اللہ رہیں گو اہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، وہی مقدس ہستی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور انجیل میں انہی کا تذکرہ موجود ہے۔ ہمارے علاقہ میں جہاں چاہو رہو تم پر کوئی پابندی نہیں ہے اور نجد اگر ملک و سلطنت کے امور میں مصروفیت و مشغولیت نہ ہوتی تو میں ضرور خود ان کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا اور ان کی کفش برادری کا شرف حاصل کرتا اور کفار قریش کے ہدیے اور تحفے واپس کر دیے اور ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

## بائسواں باب

مشکرین مکہ کا بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے قطع تعلق پر تحریری معاہدہ

جب بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رشتہ قرابت کے پیش نظر دفاع کیا تو قریش نے باہمی مجلس مشاورت منعقد کر کے یہ طے کیا اور تحریری معاہدہ کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب

سے نہ رشتہ لیا جائے اور نہ ان کو رشتہ دیا جائے اور باہم خرید و فروخت اور لین دین بند کر دیا جائے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے ساتویں سال یہ عہد پیمان ہوا اور اُسے لکھ کر بیت اللہ شریف کے اندر لٹکا دیا گیا تاکہ اس میں مزید تاکید پیدا ہو جائے اور کوئی اس کو توڑنے کی جرات نہ کرے۔

جب مشرکین نے یہ عہد کر لیا تو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے تمام افراد جناب ابوطالب صاحب کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی شعب ابی طالب میں قیام کر لیا صرف ابولہب الگ ہو کر دوسرے مشرکین کا معاون و مددگار بنا۔ تین سال اسی حالت میں گزرے اور انہوں نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب پر خورد و نوش اور خوراک و طعام کو بند کر دیا اور اسباب و ذرائع کو بھی منقطع کر دیا اور وہ موسم حج کے اندر ہی اس گھاٹی سے باہر نکلتے تھے حتیٰ کہ ان کو بہت زیادہ مشقت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ہشام بن عمرو بن ربیعہ خقیہ طور پر متعدد اونٹوں پر کھانا اُن کے پاس بھیجا کرتا تھا جس پر اُن کا گزارا ہوتا تھا۔

اس کے بعد وہ تحریری معاہدہ ٹوٹ گیا اور اس کے ٹوٹنے کے دو سبب بیان کیے جاتے ہیں۔ پہلا تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع کر دیا کہ اس صحیفہ اور معاہدہ کا وہ حصہ جس میں جو روستم اور ظلم و تعدی تھی دیکھنے والے کا ذکر تھا۔ صرف وہ حصہ باقی بچا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ ابوطالب صاحب سے کیا اور انہوں نے عرض کیا کیا واقعی حقیقت حال یہ ہے جو آپ بتلا رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ بخدا میں نے آپ سے حقیقت امر بیان کی ہے انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں کو اس کی اطلاع دی اور کہا آپ نے کبھی میرے ساتھ خلاف واقعات نہیں کیے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا، پھر کیا خیال ہے؟ آپ نے کہا کہ تم اچھا لباس پہنو اور قریش کے پاس جا کر بتلاؤ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے، قبل اس کے کہ وہ خود اپنے صحیفہ کا حال معلوم کر لیں۔ چنانچہ جناب ابوطالب اپنے بھائیوں کے ہمراہ مسجد حرام میں جا پہنچے اور قریش سے کہا کہ تم تمہارے ساتھ فیصلہ کن بات کرنے آئے ہیں لہذا تم ہماری اس بات کو قبول کرو انہوں نے کہا مرحبا۔ اہلاً و سہلاً ہمیں منظور ہے آپ نے کہا کہ میرے بھتیجے (حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے مجھے بتلایا ہے (اور اُن کا بیان میرے نزدیک بالکل درست ہے کیونکہ انہوں نے میرے ساتھ کبھی غلط بات نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ پر دیکھ کر مستطفر ما دیا ہے اور وہ ان تمام مقامات کو چٹ کر گئی ہے جن کے اندر ظلم و ستم اور جو روجفا اور قطع رحمی کا ذکر تھا اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر تھا، صرف وہ حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر ان کی بات درست ہے تو پھر اپنے بڑے خیال سے باز آ جاؤ اور اگر ان کی بات (نعوذ باللہ) غلط ہے تو ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے خواہ اُن کو قتل کر دو خواہ زندہ رکھو انہوں نے کہا واقعی انصاف کی بات ہے۔ آدمی بھیج کر صحیفہ کی حالت معلوم

کی اور اُسے کھول کر دیکھا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر بالکل درست نکلی۔ سبھی قریش دم بخود رہ گئے اور شرم و ندامت سے اُن کے سر جھک گئے تو جناب ابوطالب صاحب نے کہا کیا تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہو گئی ہے کہ تم ظلم و ستم، قطع تعلقی اور قطع رحمی کے مرکب ہو۔ کسی نے بھی ان کو جواب نہ دیا۔ چنانچہ آپ بعد اپنے بھائیوں کے وہاں سے واپس ہوئے۔ یہ روایت محمد بن سعد نے اپنے مشائخ سے نقل کی ہے۔

دوسرا سبب اس معاہدہ کے ٹوٹنے کا یہ ہے کہ ہشام بن عمرو بن الحارث العاصمی زہیر بن ابی امیہ بن المغیرہ کے پاس گیا اور اس سے کہا اے زہیر کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے، پسندیدہ کپڑے پہنے، عورتوں سے نکاح کرے اور تمہارے ماموں اس مقام پر ہوں جو تیرے علم میں ہے۔ نہ خرید و فروخت کر سکیں اور نہ ان کو کوئی رشتہ دے اور نہ ہی کوئی اُن سے رشتہ لے۔ آگاہ رہو، میں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) تیری جگہ ہوتا اور تو اس کو اس امر کی دعوت دیتا جس کی طرف اس نے تجھے بلایا ہے تو ہرگز تیری بات نہ مانتا۔

اُس نے کہا تم پر افسوس ہے اے ہشام! میں کیا کروں میں اکیلا آدمی ہوں۔ بخدا اگر دوسرا آدمی میرے ساتھ ہوتا تو میں معاہدہ توڑنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا۔ انہوں نے کہا آدمی تو موجود ہے۔ زہیر نے پوچھا وہ کون؟ ہشام نے کہا میں۔ اس نے کہا کوئی تیرا بھی تلاش کرو تو ہشام مطعم بن عدی کی طرف گئے اور اُس سے کہا اے مطعم کیا تو اس بات پر رضامند ہے کہ بنی عبدمناف کے دو لطن بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہلاک ہو جائیں اور تو قریش کا ساتھ دیتا رہے۔ مطعم نے کہا افسوس ہے میں کیا کر سکتا ہوں۔ اکیلا آدمی ہوں۔ ہشام بولا تجھے دو اور آدمی بھی ملتے ہیں اُس نے پوچھا وہ کون؟ وہ بولے میں اور زہیر بن امیہ مطعم نے کہا۔ چوتھا بھی ڈھونڈ لے تو وہ ابوالبحترمی ابن ہشام کے پاس گئے اور جو بات مطعم بن عدی سے کہی تھی اس سے بھی کی تو ابوالبحترمی نے کہا۔ کوئی میرا اس معاملے میں مددگار بھی ہو سکتا ہے یہ بولے ہاں۔ زہیر، مطعم اور میں تیرے ساتھ ہیں اُس نے کہا پھر پانچواں شخص بھی تلاش کیجئے تو وہ زمعہ بن اسود کے پاس گئے اس سے بات چیت کی تو اس نے پوچھا آیا اس اقدام پر کوئی اور بھی آمادہ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اور جملہ افراد کے نام گنوائے چنانچہ سب نے باہم عہد پیمان کیا اور اکٹھے ہو کر معاہدہ کو توڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ زہیر صبح سویرے گئے۔ بیت اللہ کا طواف کیا پھر کہلے اہل مکہ! ہم کھانا کھاتے ہیں، مختلف مشروبات استعمال کرتے ہیں، پسندیدہ لباس زیب تن کرتے ہیں اور ہوشیار تمہارے بائیکاٹ کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچے ہوئے ہیں۔ بخدا میں اتنے وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ صحیفہ بھاڑ نہ دیا جائے جو سرِ ظلم و ستم اور قطع رحمی پر مشتمل ہے۔ ابو جہل بولا! تم غلط کہہ رہے ہو۔ بخدا یہ صحیفہ نہیں بھاڑا جا سکتا۔ زمعہ نے کہا بخدا تو بہت جھوٹا ہے۔ ہم اُس صحیفہ کی تحسیر پر قطعاً رضامند نہیں تھے جب

وہ لکھا گیا تھا۔ ساتھ ہی ابوالنختری نے بطور تائید کہا زمرہ سچ کہتے ہیں نہ تو ہم اس کی تحریر پر راضی ہیں اور نہ اس کا اقرار کرتے ہیں۔ مطعم بولے تم دونوں ٹھیک کہتے ہو اور جو اس کے خلاف کہتا ہے، وہ جھوٹا ہے ہم اس صحیفہ اور اسکی تحریر سے اللہ کے حضور برائت کا اظہار کرتے ہیں اور شام ابن عمرو نے بھی انہی کی تائید کی۔ ابوہل نے کہا اس امر کا فیصلہ رات میں کیا گیا تھا اور اس کا مشورہ دوسری جگہ ہوا تھا۔ مطعم صحیفہ کو بھاڑنے کے لیے اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دیک سارے صحیفہ کو چٹ کر گئی ہے۔ سوا اس جملہ کے بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ اس صحیفہ کو تخریر کرنے والا منصور ابن عکرمہ ابن ہاشم تھا جس کا وہ ہاتھ شل ہو گیا، جس سے اس نے اس صحیفہ ملعونہ کو لکھا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر (دس ذوالحجہ) جب آپ متی میں قیام فرماتے تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم کل النشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں مشرکین بگڑنے لگے کفوشرک پر برقرار رہنے کا باہم عہد و پیمان کیا تھا یعنی واوی محصب میں اور اس معاہدہ کی تفصیل یہ ہے کہ قریش اور بنی کنانہ نے باہم عہد و پیمان کیا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ساتھ نکاح، بیاہ اور خرید و فروخت اس وقت تک بند رکھی جائے جب تک وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کریں۔

## تیسواں باب

### آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ضماد ازدی کا باہمی مکالمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ضماد جو کہ قبلہ از دشنۃ کا فرد تھا، مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور وہ جن بھوت کے اثرات کو دور کرنے کا عمل جانتا تھا اس نے اہل مکہ کے ادبائش اور سفہاء کو یہ کہتے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنوں ہیں۔ تو اس نے کہا اگر میں ان کو دیکھوں تو ہو سکتا ہے اللہ رب العزت انہیں میرے ہاتھ پر ثقایاب کر دے۔ ضماد کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جن بھوت کے اثرات کو دور کر سکتا ہوں اور اللہ رب العزت میرے ہاتھوں جنہیں چاہتا ہے شفاء عطا فرماتا ہے تو کیا تم بھی اس امر کی خواہش رکھتے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے یہ کلمات طیبات زبان اقدس پر جاری فرمائے۔

ان الحمد لله نحمدہ ونستعينه من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له



واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له - وان محمدًا عبده ورسوله -  
اما بعد -

تو اس شخص نے عرض کیا کہ یہ پاکیزہ کلمات ذرا دہرائیے تو سہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار اس کے سامنے یہ کلمات دہرائے اس نے عرض کیا میں نے کاہنوں، ساحروں اور شعرا کے کلمات کو سنا ہے مگر میں نے آپ کے ان پاکیزہ کلمات جیسے کلمات کسی کے منہ سے بھی نہیں سنے۔ یہ تو بحر بلاغت کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچنے والے ہیں اپنا دستِ اقدس بڑھائیے تاکہ میں اسلام پر آپ کے ساتھ بیعت کروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا اور ساتھ ہی فرمایا کہ کیا اپنی قوم کی طرف سے بھی اسلام پر بیعت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں میں اپنی قوم کی طرف سے بھی بیعت کرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سر تیہ کو جہاد کے لیے روانہ فرمایا۔ وہ لشکرِ قومِ ضماد کے پاس سے گذرا تو امیرِ حبشہ نے دریافت فرمایا کیا تم نے ان لوگوں سے کوئی چیز تو نہیں لی؟ تو ایک آدمی نے عرض کیا میں نے ان سے سواری کے لیے ایک اونٹ لیا تو امیرِ حبشہ نے فرمایا کہ اسے واپس کر دے کیونکہ یہ حضرت ضماد کی قوم ہے۔

## چوبیسواں باب

سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ مکالمہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش ایک دن جمع ہوئے اور کہا ایسا شخص تلاش کرو جو سحر، کمانت اور شعر و شاعری میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو تاکہ وہ اس مدعی نبوت کے پاس آکر کلام کرے جس نے ہماری جماعت کو منتشر کر دیا ہے اور جمعیت کو پرالگ نہ کر دیا ہے اور ہمارے دین پر طعن و تشنیع کیا ہے۔ پھر دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ سب نے کہا ہم عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ اور کوئی شخص ان صفات کا حامل نہیں پاتے چنانچہ سب نے متفقہ طور پر ابو الولید عتبہ بن ربیعہ کو مجبور کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرے۔ عتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اچھے ہو یا تمہارے باپ عبد اللہ (رضی اللہ عنہ)؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا۔ دوبارہ اس نے کہا تم بہتر ہو یا عبد المطلب۔ آپ نے پھر سکوت اختیار فرمایا۔ تیسری بار اس نے کہا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ

لوگ (تمہارے آبا و اجداد) تم سے بہتر ہیں تو انہوں نے انہی بتوں کی عبادت کی جن پر تم متعبد کرتے ہو اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ میں ان سے بہتر ہوں تو پھر اپنا دعویٰ بیان کریں تاکہ ہم تمہارا کلام سنیں اور اس میں اچھی طرح غور و فکر کریں۔ ہم نے قوم کا کوئی فرزند قوم کے حق میں تم سے بڑھ کر بڑا ..... نہیں دیکھا (العیاذ باللہ) تم نے ہماری جماعت کو منتشر کیا جمیعت کو پر اگندہ کیا اور ہمیں سارے عرب میں رسوا کیا حتیٰ کہ ہر جگہ یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش میں ایک بہت بڑا جادو گر اور بہت بڑا کاہن ہے بخدا ہم نہیں انتظار کرتے مگر کسی ناگہانی حادثہ کے مانند حاملہ عورت کی پیچ کی جو بوقت وضع اس سے نکلتی ہے (کیا معلوم کس وقت وضع حمل ہو جائے اور وہ اندوہناک آواز سننے میں آئے) عین ممکن ہے کہ ہم میں سے کچھ دُدمندوں کی طرف تلواریں لے کر اٹھیں اور باہم لڑ بھڑ کر تباہ ہو جائیں۔ اے نبوت کے دعویدار اگر تمہیں شادی کا شوق ہے تو قریش کی عورتوں میں سے جنہیں بھی پسند کرو ہم دسیوں عورتیں تمہارے ساتھ نکاح کر دیتے ہیں اور اگر فقر و فاقہ کی وجہ سے ڈھونگ رچایا ہے۔ (العیاذ باللہ) تو ہم اپنے مال و متاع تمہارے سامنے ڈھیر کر دیتے ہیں حتیٰ کہ تم تمام قریش سے زیادہ غنی اور مالدار ہو جاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس تمہاری بات ختم ہو گئی۔ اس نے کہا ہاں! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔

حَرَّهٖ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۗ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ۗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِیَعْلَمُوۡنَ (إلیٰ) فَاِنْ اَعْرَضُوۡا فَنُقَلِّۡ اَنْذٰرًا تُكْمِلُ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُوۡدَ -

”حم۔ رحمن و رحیم کی ذات اقدس کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے جس کی آیات مفصل اور واضح ہیں عربی زبان میں (اس کو نازل کیا گیا ہے) صاحب علم لوگوں کے لیے وہ بشارت سنانے والا ہے اور عذاب آخرت سے ڈرانے والا۔ پس اگر وہ منہ موڑیں اور اس کو قبول نہ کریں تو انہیں فرمادیں میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس تباہ کن اور مہلک صاعقہ اور عذاب سے جس کے ساتھ عاد و ثمود کو تباہ و برباد کیا گیا تھا“ (بس میری ذمہ داری ختم ہو گئی)۔

غیب نے آپ سے عرض کیا۔ یہی کچھ کہنا ہے یا اس کے علاوہ بھی کہنے کی کوئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ وہ قریش کی طرف واپس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کیا خبر لائے ہو؟ اس نے جواب میں کہا میں نے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی جس کا تذکرہ ان کے سامنے تمہارے نزدیک ضروری تھا اور میں نے ان کے سامنے وہ بات نہ کی ہو۔ انہوں نے پوچھا انہوں نے کوئی جواب بھی دیا؟ غیب نے کہا۔ ہاں جواب تو دیا لیکن قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے بنائے کعبہ کو قائم فرمایا، میں نے ماسوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھا اندر تک صاعقہ مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُوۡدَ۔ میں نے تمہیں ڈرایا ہے اس قسم کی گرجدار تباہ کن آواز سے جس کے

ساتھ عاد و ثمود کو تباہ کیا گیا۔ انہوں نے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو وہ تیری مادری زبان عربی میں کلام کرتے ہیں مگر تو نہیں سمجھتا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا بخدا میں نے ان کے کلام سے سوائے ذکر صاعقہ کے اور کچھ نہیں سمجھا۔

## پچیسواں باب

### ولید بن مغیرہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قریش سے مشورہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید ابن مغیرہ جو سب قریش میں عمر رسیدہ آدمی تھا، کے پاس قریش کی ایک جماعت اس وقت پہنچی جب موسم حج قریب آ پہنچا تھا تو ولید نے ان سے کہا اے گروہ قریش! حج کا موقع آ پہنچا ہے۔ عرب و فود اس میں تمہارے پاس آئیں گے اور وہ تمہارے اس مدعی بنوت کے متعلق سن چکے ہیں (وہ تم سے ان کے متعلق دریافت کریں گے) لہذا تم کوئی متفقہ رائے قائم کر لو تاکہ باہمی اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے رہو اور ایک دوسرے کو جھٹلاتے نہ رہو۔ انہوں نے کہا اے ابو عبد شمس! تو ہی بتلا! اور ہمیں مشورہ دے کہ ہم کیا کہیں؟ اس نے کہا نہیں۔ تم ہی بتلاؤ اور ہر ایک کی بات کو سنو اور اس میں غور و فکر کرو۔ انہوں نے کہا ہم کہیں گے کہ یہ کاہن ہیں (العیاذ باللہ) اس نے کہا یہ کاہن تو نہیں ہیں ہم نے کاہنوں کو دیکھا بھالا ہے۔ نہ ان کا لب و لہجہ ان کی طرح ہے اور نہ کلام میں سجع بندی ان کے مانند انہوں نے کہا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ مجنون ہیں (العیاذ باللہ) اس نے کہا یہ مجنون بھی نہیں ہیں ہم نے حالت جنون کو دیکھا بھالا ہے۔ نہ تو ان کو سانس کی تنگی ہوتی ہے۔ نہ اختلاج ہوتا ہے اور جنون والے دوسرے۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کہیں گے کہ یہ شاعر ہیں۔ ولید نے کہا یہ شاعر بھی نہیں۔ ہم شعر کی جملہ اقسام رجز، ہزج، مرقع اور بسوط کو جانتے ہیں یہ یقیناً شاعر نہیں ہیں۔ وہ بولے پھر ہم کہیں گے کہ ساحر ہیں (العیاذ باللہ) ولید نے کہا یہ بھی خلاف حقیقت ہے، وہ ساحر بھی نہیں ہیں۔ ہم نے ساحروں کو دیکھا ہے اور ان کی سحر کاریوں کو، نہ تو یہ ان کی طرح چھو منتر کرتے ہیں اور نہ تعویذ گنڈہ کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا تو پھر ہم کیا کہیں؟ اس نے جواب دیا بخدا ان کی گفتگو میں شیرینی اور مٹھاس ہے۔ ان کا کلام اس درخت کے مانند موجب فرحت اور لائق رغبت ہے جس کی بنیاد تروتازہ ہے اور جس کا سر اور منہ بار آور ہے اور تازہ پھلوں سے بھر پور۔

ان عیوب میں سے جو بھی ان کی طرف منسوب کرو، ہر کوئی سمجھے گا کہ یہ بہتان اور جھوٹ ہے البتہ اگر کوئی

بات قدرے قابل قبول ہو سکتی ہے تو یہ ہے کہ تم کو یہ جادو گریں۔ باب بیٹے میں جدائی پیدا کرتے ہیں بھائی کو بھائی سے الگ کرتے ہیں، خاوند کو بیوی سے جدا کرتے ہیں، اہل قبیلہ کو قبیلہ اور برادری سے دور کرتے ہیں چنانچہ وہ اس رائے پر متفق ہو کر وہاں سے اٹھ کر چل دیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے کہا میں نے شعر کے جملہ اقسام رجز اور قرصین کو سنا ہے مگر قرآن پاک کے مانند کوئی کلام سننے کا اتفاق نہیں ہوا۔ وہ شعر نہیں ہے۔ بے شک اس پر طراوت اور تروتازگی ہے اور اس میں نور و ضیا ہے اور وہ غالب ہی رہتا ہے اور مغلوب بالکل نہیں ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو اس پر رقت طاری ہو گئی۔ جب ابو جہل کو اس کی اطلاع پہنچی تو اس نے ولید بن مغیرہ کے پاس آکر کہا کہ اے چچا تیری قوم چاہتی ہے کہ تیرے لیے مال جمع کرے۔ اس نے پوچھا وہ کیوں؟ ابو جہل نے کہا وہ تجھے مال دینا چاہتی ہے۔ کیونکہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا ہے تاکہ ان سے مال و دولت حاصل کرے اور ہم جو کچھ ان کے متعلق کہتے ہیں، اس سے اعراض کرتا ہے۔

ولید نے کہا سب قریش جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ تو ابو جہل نے کہا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کر جس سے قوم کو تپ چل جائے کہ تم ان کے دعوتے نبوت کے منکر ہو، اس سے متفر اور بے زار۔ ولید نے کہا۔ ان کے متعلق کہوں تو کیا کہوں؟ بخدا تم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ اشعار کے متعلق علم نہیں رکھتا بخدا ان کا قول ذرا بھر شعر کے مشابہ نہیں ہے اور بخدا ان کے کلام میں جلالت اور مٹھاس ہے اور اس میں رونق اور تروتازگی ہے۔ اس کا ادب والا صحتہ بار آور ہے اور زیریں حصہ سرسبز و شاداب اور جو کچھ اس کے نیچے ہے وہ اسے نوٹ کر رکھ دینے والا ہے اس میں تفوق و برتری ہے اور مغلوبیت سے منزہ اور پاک ہے ابو جہل نے کہا۔ بخدا تمہاری قوم اس وقت تک تم سے راضی نہیں ہوگی جب تک تم محمد کے متعلق زبانِ طعن و تشنیع دراز نہیں کرو گے اور ان پر تنقید و تنقیص نہیں کرو گے۔

ولید نے کہا! پھر مجھے اپنے حال پر رہنے دیجئے تاکہ میں اچھی طرح غور و فکر کر سکوں چنانچہ اس نے غور و فکر کے بعد یہ ہتان تراشا۔ ہذا سحر یوثو۔ یہ کلام پاک سحر اور جادو ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں سے نقل کرتے ہیں۔

تو اس کے رویں الشرب العزت نے فرمایا۔

ذُنُوبِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا۔

چھوڑیے آپ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے تنہا پیدا کیا۔ یعنی میں خود اس کو کیفر کر دانت تک پہنچاؤں

## پھیسوال باب

سرِ عالم علیہ التَّحیَّۃُ وَالشَّادُ کَا طفیل ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکالمہ !

محمد ابن اسحاق فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے باوجود نصیحت و ہمدومی کی ہر ممکن کوشش فرماتے اور اُن کو ہلاکت و بربادی سے فلاح و نجات کی طرف دعوت دیتے۔ ادھر قریش جب اللہ رب العزت کی حفاظت و حراست کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے تو لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کی کوشش کرنے لگے اور عربوں کو آپ سے الگ رکھنے کی سعیِ ناتمام کرتے۔ طفیل ابن عمر دوسری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں پر موجود تھے چونکہ طفیل بن عمرو رئیس اور سردار بھی تھے اور صاحبِ فہم و فراست شاعر بھی تو قریش اُن کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا تم یہاں تشریف لائے ہو اور یہ شخص جو ہمارے ہاں موجود ہیں انہوں نے ہمیں بہت مشکل میں ڈال رکھا ہے اور ہماری جماعت کو پرانڈہ کر دیا ہے۔ ان کی گفتگو محض کی مانند ہے جس سے باپ اور بیٹے میں جدائی واقع ہوتی ہے، بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے اور خاندانیوی ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں۔ ہمیں خطرہ ہے کہ جس مشکل سے ہم دوچار ہیں کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائے۔ لہذا نہ تو ان سے کلام کرنا نہ ہی اُن کی بات سُننا۔ طفیل ابن عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اسی طرح نصیحتیں کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے عزم بالجزم کر لیا کہ نہ ہی ان کی بات سنوں گا اور نہ اُن سے کلام کروں گا چنانچہ جب صبح کے وقت میں مسجد حرام میں گیا تو میں نے اپنے کانوں میں روٹی دے لی مبادا کہ میرے کانوں میں اُن کی کوئی بات سُنائی دے اور میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی بات سنوں۔

جب مسجد حرام میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں بھی آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ میری سعی و کوشش کے باوجود اللہ رب العزت نے مجھے آپ کا کلام سُننا ہی دیا۔ میں نے سُن کر معلوم کیا کہ اُن کا کلام کتنا حسین ہے اور ول میں کہا مجھے میری ماں روئے! بخدا میں عقلمند بھی ہوں اور فنِ شعر و شاعری میں ماہر بھی۔ مجھ پر کلام کا حسن و قبح محضی نہیں رہ سکتا، میرے

یہ اس میں رکاوٹ کی کونسی بات ہے کہ ان کے کلام کو سنوں؟ اور اگر اچھا ہے تو قبول کر لوں! اس کے برعکس ہو تو چھوڑ دوں اور نظر انداز کر دوں فرماتے ہیں میں وہیں ٹھہرا ہاتا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو لنگرہ کی طرف لوٹے تو میں بھی پیچھے پیچھے چل دیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ سے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم نے مجھے آپ کے متعلق یہ کہا تھا۔ اور بخدا وہ مجھے آپ کے متعلق اتنا ڈرتے رہے کہ میں نے اپنے کانوں کو روٹی کے ساتھ بند کر لیا تاکہ آپ کی بات سن ہی نہ سکوں! مگر اللہ رب العزت نے مجھے آپ کا کلام سنانے کا ہی فیصلہ کر رکھا تھا۔ میں نے انتہائی حسین اور پاکیزہ کلام کو سنا لہذا میری درخواست یہ ہے کہ آپ اپنا دعویٰ اور اپنی دعوت مجھے بتائیں اور سنائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر اسلام کو پیش کیا، قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ بخدا میں نے کبھی قرآن سے زیادہ حسین کلام نہیں سنا تھا اور نہ اسلام سے بڑھ کر کوئی عادلانہ نظام بین مشرف بہ اسلام ہوا حق کی گواہی دی اور بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا اے نبی خدا (علیہ التحیۃ والتساری) میں اپنی قوم کا رئیس اور سردار ہوں رہیں واپس جا کر انہیں بھی دعوت اسلام دوں گا۔ آپ اللہ رب العزت سے دعا کریں کہ وہ میرے لیے ایک ایسی علامت اور نشانی قائم فرمائے جو میرے لیے اس دعوت اسلام اور رشد و ہدایت میں تعاون و مددگار ثابت ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَهُ آيَةً - اے اللہ! ان کو مطلوبہ آیت صداقت اور علامت حقیقت عطا فرما۔

فرماتے ہیں جب میں اپنی قوم کی طرف نکلا تو ابھی اس گھاٹی تک ہی پہنچنے پایا تھا جس سے میں اپنے شہر کو دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں کے درمیان چسراغ کی مانند نور رونما ہوا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ اس نور کو میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ ظاہر فرما۔ کیونکہ مجھے خوف یہ ہے کہ قوم یہ گمان کرے گی کہ یہ تیرا جو میرے چہرے میں رونما ہوا ہے یہ ان کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ نور وہاں سے میری چھڑی کے سرے پر منتقل ہو گیا تو شہر والے میری چھڑی کے اس نور کو ایسے دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ فضا میں لٹکا ہوا چراغ جب کہ میں ان کی طرف گھاٹی سے نیچے اتر رہا تھا! میں چلتے چلتے ان کے پاس جا پہنچا۔ صبح ہوئی تو میرے پاس میرا باپ آیا جو بہت ہی عمر رسیدہ تھا۔ میں نے کہا اے باپ مجھ سے دور ہو جائیے! میرا اور آپ کا کوئی رشتہ تعلق نہیں ہے۔ اس نے پوچھا اے بیٹے یہ کیوں! میں نے کہا میں مسلمان ہو چکا ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کر چکا ہوں۔ انہوں نے کہا اے لخت جگر! میرا دین وہی ہے جو تیرا دین ہے۔ تو میں نے عرض کیا پھر جانیے غسل کیجئے پاک کپڑے پہنیے پھر میرے پاس تشریف لائیے تاکہ میں آپ کو وہ تعلیم دوں جو بارگاہ نبوت سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ وہ گئے، غسل کیا۔ پاک کپڑے پہنے اور پھر میرے پاس آئے۔

میں نے اسلامی تعلیمات انہیں بتائیں تو وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے پھر میری بیوی میرے پاس آئی تو میں نے اُسے کہا جائیے دُور ہو جا۔ میرا تیرا اب کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔ اُس نے مجھ سوال بن کر پوچھا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ایسے کیوں؟ میں نے کہا اسلام کی وجہ سے میرے اور تیرے درمیان جدائی ہو چکی ہے چنانچہ وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے تناغل اور تہاہل کا مظاہرہ کیا۔

میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوس مجھ پر غالب آگئے ہیں۔ آپ ان کی ہلاکت کے لیے دعا فرمائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا - اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت سے سرفراز فرما۔

اور مجھے حکم فرمایا کہ اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ انہیں دعوتِ توحید و اسلام دو اور ان کے ساتھ نرم قبیلہ اختیار کرو! فرماتے ہیں میں واپس ہوا۔ دوس کے علاقے میں رہ کر ان کو دعوتِ اسلام دیتا رہا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور بدر و احد اور خندق کی جنگیں لڑیں۔ پھر میں آپ کی بارگاہ میں اپنی قوم کے مسلم افراد کو ساتھ لے کر حاضر ہوا کہ قبیلہ دوس کے ستر یا استی گھر میرے ہمراہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا، مبارک کی شانِ اعجاز ظاہر ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیر تشریف لے جا چکے تھے۔ ہم وہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

## سائیسوال باب

سید الانبیاء علیہ التمجید والثناء کی جناب ابوطالب صاحب کے ساتھ مرضِ وفات میں گفتگو

سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ جب ابوطالب صاحب کا وقتِ وفات قریب آگیا تو سیدِ رسل علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے۔ وہاں عبداللہ بن ابی امیہ اور ابو جہل بن ہشام بھی بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے چچا تمہارا سب لوگوں سے مجھ پر زیادہ حق ہے حتیٰ کہ میرے والدین کی نسبت بھی زیادہ حق ہے اور تم مجھ پر بہت زیادہ شفقت اور مہربانی کرنے والے تھے۔ (میں چاہتا ہوں کہ اس

احسان کا بدلہ تمہیں دوں) اور قیامت کے دن تمہاری شفاعت کر سکوں مگر وہ اسی صورت میں ممکن ہوگی جب تم لا الہ الا اللہ کہو اور میرے دین میں داخل ہو جاؤ۔

عبداللہ بن ابی امیہ اور ابو جہل فوراً بولے اور کہا اے ابوطالب تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض اور روگردانی کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا میں ملت عبدالمطلب پر ہوں اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخدا میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس سے منع نہ فرمائے گا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی۔

ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین و لو کانوا اولیٰ قربی  
”رسول خدا اور اہل ایمان کو یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ قریبی  
رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب صاحب سے فرمایا لا الہ الا اللہ کہتے اور دین اسلام میں داخل ہو جائیے میں قیامت کے دن تمہارے حق میں ایمان و اسلام کی گواہی دوں گا تو انہوں نے جواب میں کہا اگر مجھے قریش کی طرف سے عار اور اس طعن و تشنیع کا ڈر نہ ہوتا کہ حالت موت سے گھبرا کر اور بزدل ہو کر اسلام قبول کر لیا ہے تو میں ضرور کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا اور تمہیں خوش کرتا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

انک لا تھدی من اجبت و لکن اللہ ینھدی من یشاء  
”بے شک تم ایمان عطا نہیں کرتے اور ہدایت پیدا نہیں فرماتے اس کے دل میں جس کا ایمان لانا  
تمہیں پسند ہو لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کہ جس کو چاہے دولت ایمان سے مشرف فرمائے“  
اس روایت کو امام مسلم نے نقل فرمایا۔

ابن جوزی فرماتے ہیں روایت کے اندر جزع کا لفظ ہے جس کا معنی گھبراہٹ اور بے صبری ہے۔ مگر  
اہل لغت اس مقام پر اس لفظ کو موزوں نہیں سمجھتے۔ ثعلب کہتے ہیں کہ دراصل لفظ خرع ہے جس کا معنی  
ضعف اور بزدلی ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن سعید غزری سے مروی ہے کہ ابوطالب صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
عرض کیا اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ قریش کہیں گے مجھے موت کی گھبراہٹ نے ضعیف و کمزور کر دیا ہے۔  
اس لیے مذہب و ملت میں تبدیلی پیدا کر لی ہے، جبکہ یہ بات تمہارے لیے بھی اور تمہارے چچا زوہبائیوں کے  
لیے بھی گالی بن جائے گی تو میں ضرور تمہارے کہنے کے مطابق عمل کرتا اور بہر حال تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا کیونکہ



میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میری خدمت کی قدر کرتے ہوئے اور اس کی جزاء اور بدلہ دینے کے لیے یہ فرما رہے ہو اور تمہیں میرے ساتھ پوری پوری ہمدردی ہے اور میری موت اور جدائی کا سخت غم و اندوہ ہے۔ پھر انہوں نے بنو عبد المطلب کو بلایا اور ان سے کہا جب تک محمد مصطفیٰ علیہ التعمیرۃ و التناء کی بات سنتے اور مانتے رہو گے خیر اور بھلائی تمہارے ساتھ رہے گی۔ لہذا ان کی اتباع کرنا اور ان کی امداد و نصرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا انشاء اللہ راہ راست پالو گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا جس چیز کا ان کو حکم دے رہے ہو اس کو خود کیوں اختیار نہیں کرتے اور یوں نظر انداز کر رہے ہو۔ ابو طالب صاحب نے عرض کیا اگر آپ اس وقت مجھ سے اس کلمہ کا مطالبہ کرتے جب کہ میں صحت مند اور تندرست تھا تو میں ضرور آپ کے کہنے کے مطابق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا لیکن اب حالت موت اور احتضار میں کلمہ پڑھنا تو مجھے پسند نہیں ہے۔ قریش کہتے پھر گئے کہ انہوں نے کلمہ کو محض موت کے ڈر اور جزع کے تحت قبول کر لیا ہے جبکہ حالت صحت میں اس کو قبول نہیں کیا تھا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو ابو طالب صاحب کی وفات کی اطلاع دی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے پھر آپ نے فرمایا۔ جاؤ ان کو غسل دو، کفن دو اور زمین میں دفن کر دو اللہ تعالیٰ ان کے لیے مغفرت فرمائے اور رحم کرے چنانچہ میں نے فرمان نبوی کے مطابق عمل کیا۔ دوبارہ حاضر ہوا تو فرمایا خود بھی غسل کرو چنانچہ میں نے غسل کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن تک ان کے لیے استغفار کرتے رہے اور آپ گھر سے باہر نہ نکلے حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور یہ آیت کریمہ سنائی۔

ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولیٰ قربی (الایۃ)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ کے چچا ضلالت و گمراہی میں انتقال کر گئے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان کو زمین میں دفن کرو اور پھر دوسرا کوئی کام کیے بغیر فوراً میرے پاس آنا۔ میں جب حاضر ہوا تو فرمایا غسل کرو۔ میں نے غسل کر لیا تو مجھے ایسی ایسی دعاؤں سے نوازا کہ ان کے بدلے جتنے خزانے اور مال و متاع مجھے دیا جائے مجھے اس سے ذرہ بھر خوشی حاصل نہیں ہوگی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سید کائنات مہم جوہات علیہ افضل الصلوٰات و التیمات ابو طالب صاحب کے جنازہ یعنی نعش پر تشریف لائے اور فرمایا تجھے رحم کا رشتہ و قرابت ہم سے ملائے رکھے اور تمہیں اللہ تعالیٰ بہتر جزاء عطا فرمائے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ آپ کے چچا ابوطالب آپ کی خاطر آپ کے اعدا پر غضبناک ہوتے تھے اور آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کی جدوجہد فرماتے تھے۔ کیا یہ خدمات ان کو نفع دیں گی؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نارہنم کی تپلی اور پایاب لہریں ہیں یعنی آگ صرف ان کے ٹخنوں تک ہے اور اگر میرا وجود مسعود نہ ہوتا تو وہ آگ کے نچلے طبقہ میں غرق ہوتے۔ یہ روایت بخاری و مسلم نے نقل فرمائی۔

محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے کہ جب ابوطالب صاحب اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس کے اندر ان کا انتقال ہو گیا تو قریش نے کہا اے ابوطالب اپنے بھتیجے کی طرف آدمی بھیج کر یہ مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں اس جنت میں سے کوئی چیز منگوا کر دیں جس کا وہ ہر وقت تذکرہ کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تمہارے لیے موجب شفا بن جائے انہوں نے آدمی بھیج دیا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کی خدمت میں ابو بکر صدیق کو بھی حاضر پایا آپ سے عرض کیا آپ کے چچا آپ سے عرض کرتے ہیں کہ میں عمر رسیدہ ہوں، ضعیف و ناتواں بھی ہوں اور بیمار بھی لہذا آپ میرے لیے جنت کے طعام اور مشروبات میں سے کوئی چیز بھیجیں جس کا آپ تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ میں شفا یاب ہو جاؤں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اس جنت سے استفادہ کے لیے ایمان شرط اول ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفار و مشرکین پر حرام فرما دیا ہے۔

وہ آدمی واپس آگیا اور صورتحال سے ان کو مطلع کیا کہ میں نے محمد (مصطفیٰ علیہ التیمۃ و النوار) کو تمہارا پیغام پہنچا دیا انہوں نے مجھے جنت کی کوئی چیز عطا نہیں کی بلکہ خاموش رہے البتہ ابو بکر صدیق نے یہ جواب دیا کہ جنت اللہ تعالیٰ نے کفار پر حرام فرمادی ہے۔ کفار قریش نے پھر ابوطالب صاحب پر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنی طرف سے آدمی بھیجیں۔ انہوں نے آدمی بھیجا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ موجود پایا۔ ابوطالب صاحب کا پیغام پہنچایا تو سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے کھانے اور مشروبات کفار پر حرام فرما دیے ہیں۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایچی کے پیچھے پیچھے چلے اور اس کے ساتھ ہی ابوطالب صاحب کے گھر میں داخل ہوئے دیکھا تو سارا مکان لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے چچا کے پاس سے اٹھ جاؤ اور تخلیہ کرو۔ قریش نے کہا ہم ایسا کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے تم کوئی ان کے زیادہ حقدار تو نہیں ہو۔ اگر تمہیں ان کے ساتھ رشتہ قرابت حاصل ہے تو ہمیں بھی یہ شرف حاصل ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور فرمایا اے چچا جان تمہیں بہتر جزاؤں اور بدلہ دیا جائے۔ تم نے بچپن میں میری تربیت و کفالت کی اور بڑا ہو جانے کی بعد بھی حفاظت و حراست میں کوئی کمی نہیں کی۔ لہذا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

تمہیں بہتر جزاء اور بدلہ عطا کیا جائے۔ اگر تم اپنی خواہش نفس و تقاضائے طبیعت کے برعکس محض ایک کلمہ اپنی زبان پر جاری کر لو اور میری خواہش اور دلی تمنا میں میری امداد کرو تو میں روز جزاء اور میدانِ محشر میں تمہاری شفاعت کروں گا (جو بفضلہ تعالیٰ منظور و قبول ہوگی)۔ انہوں نے پوچھا اے عزیز ازجان وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ انہوں نے کہا بخدا تم میرے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہو، خدا کی قسم اگر مجھے موت کے بعد عار اور طعن و تشنیع کیے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کو خوش کرتا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا لیکن مجھے خطرہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ تمہارے چچا نے موت کے وقت بے صبر ہو کر اور گھبرا کر کلمہ پڑھ لیا اور ملتِ آباء کو چھوڑ دیا۔

ادھر کفار قریش چلانے لگے اے ابوطالب تم اپنے آبا و اجداد کی ملت حنیفیہ کے سردار ہو اور رئیس و پیشوا (تم اس کو چھوڑنے لگے ہو) تو انہوں نے کہا میں اپنے آبا و اجداد کے دین و مذہب پر ہوں کہیں آپ کو لوگ یہ طعنہ نہ دیتے رہیں کہ ابوطالب موت کے وقت بزور ہو گیا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ تیرے حق میں استغفار کرنے سے اور طلبِ مغفرت و بخشش سے منع نہیں فرمائے گا میں تیرے لیے دعا و مغفرت کرتا رہوں گا۔ جب اہل اسلام نے دیکھا کہ آپ ابوطالب صاحب کے لیے استغفار کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی آزر کے لیے دعا کی تھی تو انہوں نے کہا پھر ہم بھی کیوں نہ اپنے آبا و اجداد اور دیگر قرابت داروں کے لیے دعا و استغفار اور دعا و مغفرت کریں۔ چنانچہ انہوں نے بھی دعائیں مانگنی شروع کیں تو اللہ رب العزت نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ (الایۃ)

## اٹھائیسواں باب

امام الانبیاء والمرسلین کو حضرت ام المومنین خدیجہ اور ابوطالب صاحب کی وفات کے بعد پیش آنی والے واقعات

عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر کہتے ہیں جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان دونوں کی وفات میں صرف ایک ماہ اور پانچ دن کا وقفہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مہینے جمع ہو گئیں تو آپ

نے باہر نکلنا بہت کم کر دیا اور گھر میں ہی قیام فرما رہتے۔ اور اوہر قریش کو ایذا رسانی کا وہ موقعہ ہاتھ آگیا جو انہیں پہلے کبھی میسر نہیں ہوا تھا اور نہ ہی وہ اس کی امید کر سکتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پریشانی کا ابولہب کو علم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ جو بھی کرنا چاہیں کر گزریں اور جو کچھ ابوطالب صاحب کی حالت جیات میں کیا کرتے تھے وہ اب بھی بلا خوف و خطر کریں۔ مجھے لات کی قسم ہے جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص تمہارے قریب نہیں پھٹک سکے گا۔

ابن عیطلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں گستاخی کی اور بد کلامی سے پیش آیا تو ابولہب نے جوابی کارروائی کی اور اسے سخت زخرو تو بیخ کیا تو وہ وہاں سے چھٹا چلاتا ہوا بھاگا اور لوگوں میں مشہور کر دیا کہ ابو عقبہ یعنی ابولہب اپنے دین سے پھر گیا ہے۔

سبھی قریش دوڑے ہوئے اس کے پاس آکر جمع ہو گئے اور حقیقت حال دریافت کی اس نے کہا میں نے دین عبدالمطلب کو تو ترک نہیں کیا لیکن میں اپنے بھتیجے پر ظلم زیادتی بہر حال نہیں ہونے دوں گا حتیٰ کہ وہ جہاں کریں (میری امداد و نصرت ان کو حاصل رہے گی) سب نے کہا تو نے اچھا کیا اور خوب کیا کہ صلہ رحمی کا حق ادا کیا سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم چند دن اسی حال میں رہے جدھر چاہتے آتے جاتے کوئی شخص آپ کے ساتھ پھیر چھاڑ نہیں کرتا تھا اور ابولہب سے ڈرتے تھے کہ ناگاہ عقبہ بن ابی معیط اور ابو جہل مل کر ابولہب کے پاس آئے اور اس سے کہا کیا تجھے تیرے بھتیجے نے بتلایا ہے کہ تیرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے باپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا اپنی قوم کے ساتھ۔ اس نے دونوں کو جا کر بتلایا کہ مجھے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جواب دیا ہے تو انہوں نے کہا وہ تو کہتے ہیں کہ وہ نارہنم میں ہے ابولہب نے پھر دریافت کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میرا باپ آگ میں داخل ہوگا تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اور جو بھی اس مذہب و ملت پر مرادہ آگ میں داخل ہوگا۔

ابولہب نے کہا بخدا میں ہمیشہ ہمیشہ تمہاری عداوت اور دشمنی پر قائم رہوں گا کیونکہ تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ میرا باپ نارہنم میں ہوگا۔ چنانچہ اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت رویہ اپنا لیا اور دیگر قریش نے بھی۔

محمد بن جریر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب جناب ابوطالب صاحب کی وفات ہوئی تو قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے میں اتنا کر دی چنانچہ آپ مکہ مکرمہ سے طائف کی طرف تشریف لگے۔

# انیسواں باب

سید عالمین رحمت مجتسم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پیش آنیوالے حالات کا بیان

محمد بن حیرین مطعم سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب صاحب کی وفات کے بعد طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ اعلان نبوت کا دسواں سال شروع تھا اور شوال کی صرف چند راتیں باقی تھیں اور آپ کے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ محمد بن عمر نے اپنی سند کے ساتھ قیام طائف کی مدت دس دن بیان کی ہے اور دوسرے حضرات نے ایک ماہ بہر حال آپ اپنے قیام طائف کے دوران ہر سردار اور کبیر قوم کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ تبلیغ دین میں امداد و تعاون کے متعلق بات کی لیکن کسی نے بھی آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا اور اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکے اور اپنے نوخیزوں اور غما سے خوف و خطر کا سامنا بنایا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ یہاں قیام نہ کریں اور دوسری پسندیدہ جگہ جا کر قیام کریں۔ جب آپ وہاں سے نکلنے لگے تو اپنے احمق اور کم عقل لوٹوں کو آپ کے خلاف اگسایا چنانچہ انہوں نے آپ کو پتھر مارنے شروع کر دیے حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک لہولہان ہو گئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی جان کو آپ کے لیے ڈھال بنائے ہوئے تھے لہذا ان کے سر اقدس میں بھی کسی زخم آگئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف انتہائی غمگینی کے ساتھ لوٹے جب وادی نخلہ میں پہنچے تو رات ہو چکی تھی وہیں قیام فرمایا۔ رات کو نماز میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ اہل نصیبین میں سے ساتھ جن آپ کے پاس آہنچے اور غور سے کلام مجید کو سنا۔ آپ نے چند دن وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت زید نے عرض کیا۔ آپ وہاں کیوں تشریف لے جا رہے ہیں؟ جبکہ انہوں نے پہلے ہی آپ کو مکہ مبارکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا تو آپ نے قبیلہ خزاعہ میں سے ایک آدمی مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور دریافت فرمایا کہ آیا میں تیری نصرت و اعانت پر اعتماد کرتے ہوئے اور تیرے جوار و حمایت پر بھروسہ کرتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہوں۔ اس نے عرض کیا ہاں!

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں جب رسول خدا علیہ التحیۃ والتساریط طائف تشریف لے گئے تو ثقیف کے سادات و رؤساء کی جماعت میں سے ہر ایک کے پاس گئے۔ جو تین بھائی عبدیالیل مسعود اور حبیب۔ اولاد عمر بن عمیر تھے۔ ہر ایک کو اللہ رب العزت کی طرف دعوت دی۔ ان کے ساتھ اس مقصد پر بھی گفتگو کی جس کے لیے آپ یہاں تشریف لائے تھے یعنی نصرت اسلام اور اعداء و مخالفین کے خلاف

امداد و اعانت (مگر ان کے مقدر میں یہ سعادت کہاں تھی) ان میں سے ایک نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تو میں کعبہ کے خلاف اور پردے انار لوں گا اور اس کی متک عزت کروں گا (نوذ باللہ) دوسرا بولا کیا اللہ تعالیٰ کو تمہارے سوا اور کوئی شخص رسالت کے لیے مقرر نہیں آسکتا تھا؛ تیسرے نے کہا کہ میں تو اس بارے میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا اگر تم واقعی رسول ہو جیسے کہ تمہارا دعویٰ ہے تو پھر تمہارا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ میں تمہیں جواب دوں اور رائے زنی کروں اور اگر تم اللہ تعالیٰ پر دعویٰ رسالت میں غلط بیانی سے (نوذ باللہ) کام لے رہے ہو تو پھر بھی میں کلام کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جب آپ ثقیف کی خیر اور بھلائی اور رشد و ہدایت سے ناامید ہوئے تو وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے غلاموں اور اوباشوں کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکسایا۔ انہوں نے آپ کی شان میں گستاخانہ لب و لہجہ اختیار کیا اور آپ پر آوازے کسنے لگے حتیٰ کہ بھی لوگ وہاں اکٹھے ہو گئے اور آپ کو عتبہ اور شیبہ اولاد ربیعہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا اور وہ دو نو بھائی اس وقت باغ میں موجود تھے۔ چنانچہ وہاں پہنچنے کے بعد وہ سارے اوباش اور دوسرے لوگ منتشر ہو گئے۔ آپ انکور کے درخت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ آپ کو دیکھتے رہے اور جو کچھ آپ کو سفہار ثقیف سے تکلیف و ایذا پہنچی اُسے بھی دیکھا۔

جب آپ کو اطمینان و سکون حاصل ہو گیا تو آپ نے بارگاہ خداوندی میں یہ التجار و دعاء کی۔ اسے اللہ میں تیری بارگاہ میں اپنے ضعف و ناتوانی اور سائل و حیل کی کمی اور لوگوں کی نظروں میں بے قدری کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین تو ضعیفوں اور ناتوانوں کا رب ہے اور میرا رب تو ہی ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے اور کس کی پناہ میں دیتا ہے؟ ایسے شخص کی طرف جو ایمان و اسلام سے دور ہے (اور رحمت و انعام خداوندی سے دور ہے) جو منہ بسورے ہوئے اور ماتھے پر بل ڈالے ہوئے مجھے پیش آتا ہے۔ یا ایسے دشمن کی طرف جس کو تو نے میرے معاملات کا مالک بنا دیا ہے۔

اگر تو مجھ پر غضبناک اور ناراض نہیں ہے تو پھر ان مصائب و شدائد کی مجھے کوئی پروا نہیں ہے لیکن تیرا عفو و کرم اور عافیت و درگزر میرے لیے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے نور ذات کے واسطے و وسیلہ سے جس کی بدولت ظلمات اور تاریکیاں چھٹ گئیں بلکہ نور و ضیاء سے تبدیل ہو گئیں اور اسی پر دنیا و عقبیٰ کے جملہ امور کی صلاح و بہتری کا دار و مدار ہے، اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا میں تیری ناراضی کا نشانہ بنوں۔ تو ہی مالک ہے رضا کا، مجھ سے راضی ہو نہ معصیت سے رجوع اور دردی کی ہمت ہے اور نہ طاعت و عبادت کی سکت جب تک تیری توفیق و تائید شامل حال نہ ہو۔

جب عقبہ اور شیبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف و پریشانی کو دیکھا تو اپنے نصرانی غلام کو بلایا جس کو عدرس کہا جاتا تھا اور اسے کہا کہ ان انگوڑوں کا ایک گچھا تھاں میں رکھ کر اس شخص کی خدمت میں لے جا کر پیش کر اور عرض کر کہ اسے تناول فرما دیں۔ عدرس نے انگوڑے لیے تھاں میں رکھے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ جب آپ نے اپنا دست اقدس تھاں کی طرف بڑھایا کہ انگوڑے کھائیں تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی پھر انگوڑے کھائے۔ عدرس آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھنے لگا اور عرض کیا بخدا اس شہر والے تو یہ کلام زبان پر نہیں لاتے۔ آپ نے دریافت فرمایا تو کس شہر سے تعلق رکھتا ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میں نصرانی ہوں اور اہل نینوا سے ہوں تو آپ نے فرمایا اللہ کے نیک بندے حضرت یونس بن مثنیٰ کے شہر سے؟ تو اس نے مجسمہ حیرت بن کر پوچھا آپ کو یونس بن مثنیٰ کا پتہ کیسے چل گیا؟ آپ نے فرمایا مجھے ان کا پتہ کیوں کرنے ہو، وہ میرے بھائی ہیں وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

عدرس نے جوں ہی آپ کا جواب سنا تو ادب و نیاز سے جھک کر آپ کے سر اقدس بوسہ دیا پھر دست اقدس چومے اور بعد ازاں قدموں کو بوسہ دیا۔ ربیعہ کے بیٹوں نے یہ منظر دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیرے غلام کو اب تیرے کام کا نہیں چھوڑا۔ جب عدرس ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا تیرے لیے افسوس ہے تجھے کیا ہو گیا تو اس شخص کے سر کو چومنے لگ گیا اور اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگا۔

اس نے کہا اے میرے سردار اس ہستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی شخص نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے ایسے امر کی خبر دی ہے جس کو صرف نبی ہی جانتا ہے!

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت خوف و دہشت میں مبتلا کیا گیا جبکہ دوسرا کوئی شخص خائف نہیں تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس وقت اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں جب کسی کو اس کی راہ میں ایذا و تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ مجھ پر تیس تیس دن اس حال میں گذرے کہ میرے لیے کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جس کو کوئی جاندار لقمہ بنا سکے۔ ماسوا اس طعام کے جس کو حضرت بلال اپنی بغل کے نیچے چھپائے ہوئے ہوتے تھے۔

یہ روایت امام ترمذی نے نقل فرمائی اور اس کی صحت کا اعتراف و اقرار کیا۔

اور اس حدیث پاک کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے خوف اعداء کے پیش نظر نکل گئے اور حضرت بلال آپ کے ہمراہ تھے۔ ان کے ہمراہ کھانا صرف وہی تھا جس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بغل کے نیچے دبا کر اٹھائے رکھتے تھے۔

# تیسواں باب

تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہونا

جب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات طائف سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے اخنس بن قیس کی طرف آدمی بھیجا کہ آیا تو میری پشت پناہی کرتا ہے تاکہ میں بے خوف و خطر اپنے رب کریم کے احکام کی تبلیغ کر سکوں تو اس نے عرض کیا میرے جیسا حلیف اس تبلیغ اور دعویٰ رسالت جیسے صریح امر پر پشت پناہی سے قاصر ہے۔ آپ نے اس اٹھی کو فرمایا کہ سہیل بن عمرو کے پاس جا کر کہہ کہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے کہتے ہیں کہ تو میری حفاظت و حمایت کا دم بھرتا ہے تاکہ میں بغیر کسی فکر و اندیشہ کے فرضیہ رسالت ادا کر سکوں۔ جب آپ کا بھیجا ہوا آدمی اس کے پاس پہنچا اور آپ کا مدعا بیان کیا تو اس نے کہا بنی عامر بن لوی بنی کعب پر کسی کو امان اور حمایت و نصرت کا عہد نہیں دے سکتے۔ وہ آدمی واپس حاضر ہوا اور سہیل کا جواب عرض کیا تو آپ نے اُسے فرمایا کہ مطعم بن عدی کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا تو تبلیغ رسالت اور امثال امر خداوندی میں مجھے امداد و تعاون کا یقین دلاتا ہے تو اس نے عرض کیا ہاں۔ ضرور۔ آپ مکہ مکرمہ میں تشریف لے چلیں (ہم کا ساتھ دیں گے)

آپ کا آدمی واپس آیا اور آپ سے مطعم بن عدی کا جواب عرض کیا اور صبح ہوتے ہی مطعم بن عدی اُس کی اولاد اور بھتیجے ہتھیار لے کر پہنچ گئے (اور آپ کی ہمراہی میں مکہ مکرمہ کے اندر داخل ہوئے) مطعم بن عدی مسجد میں داخل ہوا جب ابوہبل نے مطعم بن عدی کو دیکھا تو پوچھا تم ان کے دین میں داخل ہو گئے ہو یا محض معاونت اور امداد و نصرت کے لیے ساتھ آئے ہو اس نے کہا ہم صرف ان کی پشت پناہی اور حفاظت و نگرانی کے لیے ساتھ دے رہے ہیں تو اس نے کہا جن کو تم نے پناہ دی ہم بھی ان کو پناہ دیتے ہیں اور ان کے ساتھ نعرہ شرف نہیں کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے، حجر اسود کا استلام کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے دولتکدہ کی طرف تشریف لگئے جب کہ مطعم بن عدی اور اس کی اولاد آپ کے چاروں طرف حفاظت کے لیے حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

محمد بن جبیر بن مطعم بن عدی اپنے باپ جبیر سے راوی ہیں کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر



میں فتحیابی اور کامرانی کے بعد فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ میرے پاس آکر ان مرداروں (یعنی اسیر کفار قریش) کے متعلق سفارش کرتا تو اس کی خاطر میں ضرور انہیں چھوڑ دیتا۔

## اکیسواں باب

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حج کے مواقع پر تبلیغ دین

فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موسم میں مختلف قبائل کے پاس تشریف لے جاتے اور فرماتے اے بنی فلاں میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں وہ تمہیں اس امر کا حکم دیتا ہے کہ صرف میری عبادت کرو اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ابولہب آپ کے پیچھے پیچھے چلتا اور کتنا خبردار ان کی بات ہرگز نہ ماننا اور نہ ان کی اطاعت کرنا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ کنذہ کے پاس ان کی قیامگاہوں میں تشریف لائے مگر انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ بنو ضیفہ کی منازل اور قیامگاہ میں تشریف لے گئے انہوں نے بھی دعوت قبول نہ کی اور انتہائی غلط انداز میں آپ کی دعوت کو ٹھکرایا۔ عامر بن صعصعہ کے پاس بھی تشریف لے گئے اور اسی طرح ہر اس شخص کو آپ دعوت اسلام دیتے جس کو عرب میں شہرت حاصل تھی یا اس کا کوئی مقام و مرتبہ تھا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ میں دس سال قیام فرمایا ہے اور لوگوں کے پاس ان کی قیامگاہوں یعنی عکاظ و مجنہ میں تشریف لے جاتے اور حج کے موقع پر ان سے فرماتے تم میں سے کون ہے جو مجھے مدد دے اور مجھے ٹھکانا مہیا کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبائل کی منازل اور قیامگاہوں میں تشریف لے جا کر فرماتے کون ہے جو مجھے اپنی قوم اور علاقہ کی طرف لے جائے کیونکہ یہاں قریش احکام خداوندی اور کلام ربانی کی تبلیغ میں حائل ہوتے ہیں اور رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

## فصل

بسا اوقات ان واقعات و حالات کو پڑھ کر اور دیکھ کر کسی محدود بے دین کو یا ضعیف الایمان کو یہ خیال پیدا

ہو سکتا ہے کہ اللہ کا رسول ہو تو اس کو کیا ضرورت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کافر کی پناہ لے یا حج پر اور اجتماعات میں کہتا پھرے کہ کون ہے جو مجھے ٹھکانا دیتا کرے۔

اگر وہ رسول برحق ہوتے تو ان کو مبعوث فرمانے والا خدا نے بزرگ و برتر اور قوی و توانا ان کی مدد فرماتا۔ ایسے وساوس میں مبتلا شخص کو کہا جائے گا کہ یہ امر بہر حال مسلم و محقق ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت و قوت کے باوجود جو بھی کرتا ہے اس میں حکمت و مصلحت ہوتی ہے سمجھیں آگے تو بہتر ورنہ اس کا اعتراف و تسلیم کرنا بہر حال واجب و لازم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جو وقائع اور حوادث پیش آئے وہ سب اسی صاحب حکمت و اتقان و اقدس خداوند جل و علیٰ سے صادر ہوئے جس نے قواعد و قوانین کلیہ کو قائم و نصب فرمایا، افلاک کو گردش میں مصروف کیا، پانیوں کو بہنے اور جاری رہنے پر مامور کیا اور ہواؤں کو چلنے پر مجبور کیا اور ایسے حکم اور منضبط انداز میں کہ جس کے اندر خلل کا عمل و دخل نہیں ہے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے ہیں کبھی قوم کے سامنے مغلوب نظر آتے ہیں اور کبھی جو روستم اور ظلم و تعدی کا نشانہ بنے ہوئے ہوتے ہیں تو ہمیں اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس کے پس پردہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتیں کار فرما ہیں۔

اگر ہم ان میں سے بعض کو اچھی طرح سوچیں اور ان میں غور و فکر سے کام لیں تو بیانات و شہادت کے پردوں سے دو حکمتیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ پہلی حکمت مبتلائے تکلیف و شہادت کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے تاکہ انکا دل بیات و مصائب پر رضا و سکون محسوس کرے اور جس امر کی بھی ان کو تکلیف دی جائے شرح صدر کے ساتھ اُسے ادا کریں۔ دوسری حکمت حجت اور برہان کے درمیان شکوک و شبہات کا ظاہر کرنا ہے تاکہ ان دلائل کی روشنی میں شبہات کا ازالہ کر کے مجتہدین اجر و ثواب حاصل کریں۔

عہ نیز اس میں امت کے لیے درس عبرت ہے اور سامان تربیت کہ جب انبیاء کرام اور علی الخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف و شہادت کا سامنا کرنا پڑا تو ہم کون ہیں کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے اور جب انہوں نے صبر و رضا سے کام لیا ہے تو ہمارے لیے بھی صبر و رضا کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے جیسا کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا فاصبر اولوالعزم من الرسل، اسی طرح صبر و استقامت سے کام لیں جس طرح پہلے ارباب عزم و استقامت رسل و انبیاء نے صبر سے کام لیا۔

علاوہ ازیں ان کو درپیش ہونے والے مصائب کو دیکھ کر الوہیت اور خدائی کا توہم دور ہو جائے جو معجزات اور خوارق عادات کو دیکھ کر پیدا ہونے کا قومی امکان ہوتا ہے جیسے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گمان کیا اور گمراہ ہوئے۔

# تیسواں باب

اعلان نبوت کی گیارہویں سال امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی انصار کیساتھ ملاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں قبائل کے ہاں یکے بعد دیگرے تشریف لے گئے جیسا کہ قبل ازیں آپ کا معمول تھا۔ اس دوران جبکہ آپ عقبہ کے پاس تھے تو آپ کی قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا کچھ دیر بیٹھے نہیں ہوتا کہ میں تمہارے ساتھ کچھ بات چیت کر لوں۔ انہوں نے عرض کی۔ کیوں نہیں وہ آپ کی بارگاہ میں بیٹھ گئے آپ نے انہیں التذرب العزت کی طرف دعوت دی اور ان پر دین اسلام پیش کیا۔ قرآن مجید فرقان مجید کی تلاوت فرمائی۔ ان کے آباؤ اجداد یہ سنتے آرہے تھے کہ بنی غالب میں سے عنقریب ایک پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا۔

ابن جمیح کہتے ہیں جب اوس ابن حارثہ ابن ثعلبہ ابن عمرو ابن عامر کا وقت وفات آیا تو لوگوں نے اُسے کہا ہم تجھے جوانی میں شادی کرنے کا مشورہ دیا کرتے تھے مگر تو ماتا نہیں تھا یہ تیرا بھائی خزرج ہے جس کے پانچ بیٹے ہیں اور تیرے لیے سوائے مالک کے اور کوئی بیٹا نہیں ہے تو اُس نے جواب میں کہا ہرگز کوئی بھی مرنے والا نہیں مرے گا اور بے نام و نشان نہیں ہوگا جس نے مالک جیسا فرزند اپنے پیچھے چھوڑا اور چند اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے۔

”کیا میری قوم کو یہ اطلاع نہیں پہنچی کہ تحقیق التذرب العزت کے لیے دعوت ہے جس کے ساتھ اہل سعادت اور صاحب بر و احسان فیض یاب ہوں گے۔“

جب مبعوث کیے جائیں آل غالب میں پیدا ہونے والے مکہ مکرمہ میں زمزم اور حطیم کے درمیان۔ اس وقت اسے بنی عامر ان کی امداد و نصرت کی کوشش کرو۔ اپنے شہروں اور علاقوں میں بے شک ان کی خدمت اور امداد میں ہی سعادت مندی اور بلند اقبالی ہے۔

اور خزرج کا یہ گروہ جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور قرآن پیش کیا، یہود سے سنا کرتے تھے کہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا زمان خروج و ظہور قریب آچکا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بات چیت فرمائی تو انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہا بخدا یہ وہی نبی ہے جن کے ظہور و خروج

کایہود تمہیں وعدہ دیا کرتے تھے تو وہ تم سے ایمان و اسلام میں بیعت نہ لے جائیں۔ لہذا فوراً ان کا شرف اتباع و اطاعت حاصل کر لینا چاہیے چنانچہ انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور دولتِ ایمان و اسلام سے مال مال ہو کر اپنے گھروں کی طرف لوٹے یہ گروہ چھ آدمیوں پر مشتمل تھا جن کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

(۱) اسعد ابن زرارہ (۲) عوف ابن عقراد (۳) رافع ابن مالک (۴) قطبہ ابن عامر (۵) عقبہ ابن عامر (۶) جابر ابن عبد اللہ ابن رثاب۔

جب یہ اپنی قوم کے پاس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور انہیں دعوتِ اسلام دی حتیٰ کہ اسلام ان کے اندر معروف و مشہور ہو گیا۔

اگلے سال انصار میں سے بارہ افراد کو مکرمہ حاضر ہوئے جنہوں نے مقام عقبہ میں آپ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ حضرت جابر کے علاوہ پانچ تو وہ تھے جو پچھلے سال شرفِ اسلام و ایمان حاصل کر چکے تھے۔

اور ان کے علاوہ معاذ ابن عقراد، فکان ابن عبد قیس، عبادہ ابن صامت، یزید ابن ثعلبہ، عباس ابن عباد، عویم ابن ساعدہ اور ابوالمہیثم ابن الیہمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کی رات ہم کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا جب کہ ہم بارہ آدمی تھے۔ ہم نے آپ کے ساتھ انہیں شرائط پر بیعت کی جو قرآن پاک

میں عورتوں کی بیعت کے لیے بنیاد بنائی گئی ہیں یعنی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے نہ چوری کریں گے اور نہ زنا و کاذب اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے اور نہ ایسے بہتان کا ارتکاب کریں گے جسے ہم

اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اختراع کریں اور نہ ہی کسی نیکی کے کام میں آپ کی نافرمانی کر دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط پر بیعت پر فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا: اگر اس عہد پر قائم رہو گے تو تمہارے

لیے جنت ہے اور اگر اس میں خلل اندازی سے کام لو گے تو تمہارا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے۔ اگر چاہے تو معاف کر دے، اگر چاہے تو عذاب دے۔ یہ عہد نامہ اس وقت طے ہوا جبکہ ابھی جہاد اور حرب و قتال

کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب یہ حضرات مشرف بہ اسلام ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے رخصت ہوئے تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا کہ اہل مدینہ کو

دین اسلام کی تعلیم دیں اور قرآن پاک پڑھائیں۔ ان کے ہاتھ پر بہت سے لوگ شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے۔

# تیسواں باب

## معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

واقعتی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر بیت المقدس اور معراج اعلان نبوت کے بارہویں سال اور ہجرت سے آٹھ ماہ قبل سترہ رمضان المبارک کو وقوع پذیر ہوا اور یہ بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء اور معراج ہجرت سے ایک سال قبل سترہ ربیع الاول کو وقوع پذیر ہوا اور یہی مختار ہے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اور میں (ابن جوزی) نے اپنے شیخ ابوالفضل ابن تامر کو فرماتے سنا کہ ایک جماعت کا قول ہے کہ اسراء ہجرت سے ایک سال قبل تھا اور دوسری جماعت کا قول ہے کہ ہجرت سے چھ ماہ قبل جو ایک سال کے قائل ہیں، ان کے نزدیک ربیع الاول میں ہو گا اور جو آٹھ ماہ کے قائل ہیں، ان کے نزدیک رجب میں اور چھ ماہ والے قول کے مطابق رمضان المبارک میں۔ مگر میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ معراج رجب المرجب کی تالیسویں رات کو ہوا۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب اسراء کا واقعہ یوں نقل کیا ہے کہ سرور انبیاء علیہ التمجید والثناء نے فرمایا۔ اس وقت جب میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا آیا جو اپنے ساتھ والے کو کہہ رہا تھا۔

”یہ میں وہ شخص جو دو آدمیوں کے درمیان لیٹے ہوئے ہیں۔“

فرمایا کہ پھر وہ میرے پاس آئے اور میرے سینہ اقدس کو یہاں سے وہاں تک چیرا حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے جا رو د سے کہا جو کہ میرے پہلو میں بیٹھے تھے، اس سے مراد کیا ہے تو انہوں نے کہا سینہ کے منہ سے ناف تک۔ اور میں نے ان کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا۔

من قصته الی شعرته - یعنی سینہ کے منہ سے زیر ناف بالوں تک۔

تو اس نے میرے دل کو باہر نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا لایا گیا۔ میرے دل کو دھونے کے بعد ایمان و حکمت سے بھرا گیا۔ پھر اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ بعد ازاں میرے پاس ایک سفید رنگت سواری لائی گئی جو قد و قامت میں چتر سے کم اور گدھے سے بلند تھی جا رو د نے دریافت کیا کہ اے ابا حمزہ! کیا وہ براق تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وہ اپنا قدم وہاں رکھتا تھا جہاں کہ اس کی نگاہ پہنچتی

تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ جبریل علیہ السلام مجھے ہمراہ لے کر چلے جتلی کر پہلے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا کھٹکھٹانے والا کون۔ انہوں نے جواب میں کہا جبرائیل دربان نے پوچھا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بان نے انتہائی فرحت و سرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا، کیا ان کو آدمی بھیج کے بلایا گیا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ وہ پکارے مرحبا بہ و نِعْمَ الْمَحْبِيُّ جَاءَ۔

”خوش آمدید ہے اس مہمانِ عزیز کے لیے اور بہت ہی مبارک ہے ان کا تشریف لانا۔“  
تب دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ حضرت جبرائیل امین نے کہا۔ یہ ہیں آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ان کو سلام دیجئے میں نے ان کو ہدیہ سلام پیش کیا۔ انہوں نے جواب عنایت فرمایا۔ پھر فرمایا۔

مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح

”خوش آمدید ہو فرزند صالح کے لیے اور نبی صالح کے لیے۔“  
جبرائیل امین علیہ السلام دوسرے آسمان تک پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لیے آواز دی۔ پوچھا گیا کون۔ جواب میں فرمایا میں جبرائیل ہوں۔ دوبارہ پوچھا گیا، ساتھ کون ہیں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس دربان نے بھی (فرطِ مسرت سے) کہا۔ کیا آدمی بھیج کر آپ کو بلایا گیا ہے؟ جبرائیل امین علیہ السلام نے کہا ہاں۔ آواز آئی۔

مرحبا بہ و نِعْمَ الْمَحْبِيُّ جَاءَ

”خوش آمدید ہے اس مہمانِ عزیز کے لیے اور بہت مبارک ہے آپ کا تشریف لانا۔“  
پھر دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو ناگاہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو موجود پایا اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں جبرائیل امین نے کہا۔ یہ ہیں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام۔ ان کو سلام دیجئے۔ میں نے انہیں سلام دیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔

مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح۔

”صالح بھائی اور نبی صالح کو خوش آمدید۔“

پھر تیسرے آسمان تک پہنچے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ پوچھا گیا کون؟ حضرت جبرائیل امین نے کہا میں جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا اور ساتھ کون ہیں؟ تو کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آواز آئی۔ کیا ان کو آدمی بھیج کر بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! تو دربان نے کہا۔

مرحبا بہ و نِعْمَ الْمَحْبِيُّ جَاءَ۔

”ان کو خوش آمدید اور تشریف لانے والے بہترین تشریف لائے“

پھر دروازہ کھولا جب میں اندر داخل ہوا تو نگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو موجود پایا۔ جبرائیل امین بولے یہ ہیں حضرت یوسف علیہ السلام ان کو سلام دیجئے۔ میں نے ان کو سلام دیا۔ انہوں نے جواب سلام دینے کے بعد کہا۔

مرحباً بالآخِ الصالحِ والنَّبِیِّ الصالحِ۔

پھر چوتھے آسمان پر پہنچے دروازہ کھولنے کے لیے کہا گیا تو جواب آیا کون؟ جبرائیل امین نے اپنا تعارف کرایا۔ پوچھا گیا ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دریافت کیا گیا کیا ان کے پاس کسی کو بھیجا گیا انہوں نے کہا ہاں۔ دربان پکارا۔

مرحباً بہ و نَعْمَ المَعْبُوثُ جَاد۔

پھر دروازہ کھولا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو حضرت ادریس علیہ السلام جلوہ فرما تھے جبرائیل امین بولے یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں ان کی خدمت میں سلام پیش کیجئے۔ میں نے تحفہ سلام ان کی بارگاہ میں پیش کیا تو انہوں نے جواب سلام کے بعد کہا۔

مرحباً با النبی الصالح والآخر الصالح۔

پھر جبرائیل امین پانچویں آسمان تک پہنچے دربان سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو انہوں نے پوچھا کون؟ جواب میں کہا کہ میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو انہوں نے پوچھا کیا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا۔ فرمایا۔ ہاں۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا۔

مرحباً بہ نَعْمَ المَعْبُوثُ جَاد۔

دروازہ کھلنے پر اندر داخل ہوا تو ہارون علیہ السلام نظر آئے۔ جبرائیل امین نے کہا یہ حضرت ہارون ہیں ان کو سلام دیجئے تو انہوں نے جواب سلام کے بعد خوش آمدید کہا۔

مرحباً بالنبی الصالح والآخر الصالح۔

جبرائیل امین مجھے ہمراہ لیے چھٹے آسمان تک پہنچے دربان سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ تو پوچھا کون ہے۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو پھر پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا ان کی طرف کسی کو بھیجا گیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں! اس دربان نے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے۔

مرحباً بہ و نَعْمَ المَعْبُوثُ جَاد۔

اندر داخل ہونے پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ کہا گیا یہ ہیں حضرت موسیٰ انہیں سلام دیجئے۔

میں نے ان کو سلام دیا تو انہوں نے خوش آمدید کہتے ہوئے۔  
مرحباً بالنبی الصالح والاخ الصالح کہا۔

جب میں وہاں سے آگے گزر گیا تو حضرت کلیم روئے۔ ان سے عرض کیا گیا تمہیں کوئی چیز رکا رہی ہے  
انہوں نے جواب میں کہا۔

یہ نوجوان اور جواں بہت نبی ہیں جو مبعوث تو میرے بعد ہوئے۔ مگر ان کی امت میں سے جو اتر اور جنت  
میں داخل ہوں گے وہ ان لوگوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوں گے۔  
پھر جبریل امین مجھے ہمراہ لے کر ساتویں آسمان تک پہنچے جب دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو پوچھا گیا۔  
کون؟ جواب دیا میں جبرائیل ہوں پوچھا گیا۔ تمہارے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا  
کیا آیا آپ کی طرف کسی کو بھیجا گیا؟ انہوں نے کہا ہاں! اس دربان نے بھی خوش آمدید کہتے ہوئے۔ مرحباً  
بہ و نعوذ بالمعجبی جاء اور دروازہ کھول دیا۔ اوپر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرائیل  
امین بولے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں انہیں سلام دیجئے۔ میں نے ان کی بارگاہ میں ہدیہ سلام پیش  
کیا انہوں نے جواب عنایت فرمایا۔ پھر خوش آمدید کہتے ہوئے مرحباً بالابن الصالح والنبی الصالح کہا  
پھر سدرۃ المنتہیٰ کو مجھ پر منکشف کیا گیا تو اس کا پھل مچر کے بڑے ٹکوں کی مانند تھا۔ اور اس کے پتے ہاتھیوں  
کے کانوں کی مانند جبرائیل امین نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چار نہریں ہیں دو باطنی اور  
دو ظاہر (جو سدرۃ کے نیچے سے جاری تھیں) میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیسی نہریں ہیں۔ انہوں نے کہا جو  
باطنی ہیں یہ جنت کی نہریں ہیں اور جو دو ظاہر ہیں تو یہ نیل و فرات ہیں۔ پھر بیت المعمور کو میرے سامنے لایا گیا۔  
قنادہ حضرت حسن بصری کے واسطے سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بیت المعمور کو دیکھا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہونے کی  
سعادت حاصل کرتے اور جو ایک بار اس سعادت سے بہرہ ور ہو جائے پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی  
تھی۔ قنادہ رضی اللہ عنہ نے بیت المعمور کی اس شان کو بیان کرنے کے بعد پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ  
والی روایت کو بیان کرنا شروع کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک برتن شراب کا دوسرا دودھ  
کا تیسرا شہد کا پیش کیا گیا (اور عرض کیا گیا کہ جو پسند فرماؤ لے لو) آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ والا  
برتن لیا۔ جبرائیل امین نے کہا یہ فطرت ہے۔ آپ اور آپ کی امت ہمیشہ اس پر قائم و دائم رہیں گے۔ آپ  
فرماتے ہیں۔ پھر ہر روز مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں واپس ہوا تو موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گذر ہوا  
انہوں نے دریافت کیا آپ کو کس چیز کا امر کیا گیا ہے۔ میں نے کہا ہر دن پچاس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں



نے کہا آپ کی امت پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت محنت و مشقت سے دوچار ہوا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں دوبارہ حاضری دیجئے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا (تخفیف کا مطالبہ کیا) تو اُس نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف لوٹا تو انہوں نے دریافت کیا کیا حکم ہوا؟ میں نے جواب میں کہا ہرون چالیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت ہرون چالیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کو اچھی طرح آزمایا۔ اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی جدوجہد کی۔ بارگاہِ خداوندی میں حاضری دے کر تخفیف کے لیے عرض کیجئے۔ امام الانبیاء علیہ التحیۃ والتنا، فرماتے ہیں کہ میں اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوا تو اُس نے دس نمازیں معاف فرمادیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے بتایا ہرون تیس نمازوں کا۔ انہوں نے کہا۔ آپ کی امت ہرون تیس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ بہت کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں اللہ کے حضور حاضر ہو کر امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔

سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں بارگاہِ قدس میں حاضر ہوا اللہ رب العزت نے دس نمازیں معاف فرمائیں۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے دریافت کیا کس چیز کا امر ہوا ہے؟ میں نے کہا ہرون تیس نمازیں پڑھنے کا۔ انہوں نے کہا آپ کی امت میں نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے لیے جان جو کھوں میں ڈال چکا ہوں۔ لہذا بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر تخفیف کا مطالبہ اور سوال کیجئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے بارگاہِ رب العزت میں حاضری دے کر تخفیف کا مطالبہ کیا تو ہرون دس نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا گیا۔ موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر مشورہ دیا کہ آپ کی امت ہر روز دس نمازیں پڑھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو اچھی طرح آزما چکا ہوں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تخفیف کے لیے دعا کیجئے؛

میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا تخفیف کا سوال کیا تو ہرون صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا۔ واپسی پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اُن کے دریافت کرنے پر میں نے بتلایا کہ اب تو ہرون صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا آپ کی امت ہرون پانچ نمازیں پڑھنے کی بھی ہمت نہیں رکھتی۔ میں لوگوں کے متعلق اچھی طرح خبر رکھتا ہوں اور بنی اسرائیل کا اچھی طرح تجربہ کر چکا ہوں لہذا اللہ رب العزت کے

حضور حاضری دے کر امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کیجئے۔

امام الانبیاء علیہ التمجیۃ والثناء فرماتے ہیں میں نے ان سے کہا میں نے التذرت العزت سے اتنی بار تخفیف کا مطالبہ کیا ہے کہ اب مجھے یہ سوال والتجارت کرنے سے شرم وجیا آتی ہے میں اب تسلیم ورضا سے کام لیتا ہوں۔ جب میں آگے گزرا تو التذرت العزت کی طرف سے ایک ندا دینے والے نے یہ ندا دی اور اعلان کیا۔

”میں نے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسلیم ورضا کے بعد اپنے فریضہ کو نافذ فرما دیا ہے اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے یعنی ادائیگی کے لحاظ سے تو یہ پانچ ہیں لیکن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچاس۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التمجیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا جب قریش نے اسراء و معراج کے معاملہ میں مجھے جھٹلانے کی ناپاک کوشش کی (اور مجھ سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے) میں حلیم کعبہ میں کھڑا ہو گیا۔ التذرت العزت نے بیت المقدس مجھ پر منکشف فرما دیا میں اُسے دیکھتا جا رہا تھا اور کفار قریش کے سوالات کا جواب دیتا جا رہا تھا۔ اس روایت کو امام بخاری اور مسلم علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے معراج سے مشرف کیا گیا۔ صبح کے وقت مکہ مبارکہ میں میں نے اسراء اور معراج کا اعلان کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ کفار قریش مجھے جھٹلائیں گے فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے الگ تھلگ غم ناک ہو کر بیٹھا تھا تو ابو جہل وہاں سے گذرا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر بیٹھ گیا اور استہزاء اور مذاق کے انداز میں پوچھا کوئی نئی بات ہوئی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے دریافت کیا وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے آج کی رات

عہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے یہ امر واضح ہے کہ آپ کو رحمت خداوندی اور اس کے فضل و کرم سے امید تھی کہ اگر میں اب بھی جا کر تخفیف کا سوال کروں تو تخفیف فرمادی جائے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرور انبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ میں مستجاب الدعوات ہوں اور مقبول الشفاعت نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی آپ کے متعلق عقیدہ یہی ہے کہ آپ اگر سوال کریں تو اللہ تعالیٰ ضرور تخفیف فرمادے گا۔ لہذا ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں حبیب پاک اور موسیٰ کلیم علیہما السلام کے عقیدہ کے بالکل مطابق ہے اور یہی حق بھی ہے اور اس کا خلاف غلط اور ناقابل اعتبار علامہ عینی فرماتے ہیں سند ہی ان جمیع دعوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجابہ۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کی سبھی دعائیں قبول ہیں۔ وللتفصیل مروضہ آخر۔

سیر کرانی گئی۔ اس نے دریافت کیا۔ کہاں تک؟ آپ نے فرمایا۔ بیت المقدس تک اُس نے کہا۔ رات کے ہتھے میں اتنا دور و دراز سفر طے کر کے صبح کو آپ ہمارے درمیان موجود بھی ہوئے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ ابو جہل نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ظاہر نہ کیا کہ میں اس دعویٰ میں آپ کی تصدیق نہیں کر سکتا ہوں۔ مبادا کہ جب میں لوگوں کو آپ کی طرف بلاؤں تو آپ دعویٰ اسراء سے منحرف نہ ہو جائیں۔ اس لیے اس نے یہ انداز اختیار کیا کہ اگر میں آپ کی قوم کو آپ کے پاس بلاؤں تو جو مجھے بیان کر رہے ہو کیا انہیں بھی یہ بیان کرو گے؟ آپ نے فرمایا ہاں! وہ پکارا اے بنی کعب ابن لوی کی جماعت ادھر آئیے۔ حتیٰ کہ تمام مجالس کے لوگ دوڑے ہوئے اُس کی طرف آگئے اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل کے پاس بیٹھے ابو جہل نے کہا اب اپنی قوم کے سامنے بھی بیت المقدس تک سیر کرنے کا واقعہ بیان کیجئے! سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا۔ آج کی عداوت مجھے سیر کرانی گئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا۔ بیت المقدس تک انہوں نے دریافت کیا (صرف ایک رات میں اتنا دور و دراز سفر طے کر کے) صبح کے وقت ہمارے درمیان موجود بھی ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہاں! اُن قریش میں سے بعض تو تالیاں بجانے لگے اور بعض تعجب کے طور پر اپنے ہاتھوں کو سروں پر رکھے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ مسجد اقصیٰ کی علامات ہمارے سامنے بیان کر سکتے ہیں (اُن کے سوال کا سبب یہ تھا) کہ ان میں بعض ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے بیت المقدس تک کا سفر کیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا (اس بنا پر وہ آپ کے صداقتِ دعویٰ کو معلوم کر سکتے تھے) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں۔ میں نے اُن کو مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بیان کرنی شروع کیں۔ بعض امور میں اشتباہ والتباس پیدا ہونے لگا تو مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر میرے سامنے اس طرح کر دیا گیا گویا کہ وہ دار عقیل کے قریب ہے تو میں نے اس کی جملہ تفصیلات کو بیان کیا جب کہ میں اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا تو ساری قوم پکار اٹھی کہ تفصیلات کا بیان انہوں نے صحیح صحیح کیا ہے۔

حدیث معراج و اسراء کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے جن میں سے چند اکابر کے اسما گرامی یہ ہیں۔

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ۳۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ
- ۴۔ حضرت ابی۔ ۵۔ حضرت خدیقہ۔ ۶۔ حضرت ابوسعید۔ ۷۔ حضرت جابر۔ ۸۔ حضرت ابو ہریرہ۔
- ۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس۔ ۱۰۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہم نے نقل کی ہے، وہ شریک نے آپ سے روایت کی ہے اور حماد ابن مسلم نے ثابت کے واسطے سے حضرت انس سے جو روایت نقل کی ہے اس میں نمازوں

کی تخفیف کے متعلق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اس طرح نقل کیا ہے کہ میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اس نے پانچ نمازیں معاف فرمائیں اور پھر میں اللہ رب العزت جل وعلیٰ اور موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے درمیان بار بار آجاتا رہا اور رب العزت پانچ پانچ معاف فرماتا رہا۔ (حتیٰ کہ پانچ باقی رہ گئیں) یہ روایت امام مسلم علیہ الرحمہ کی منفرد روایات سے ہے۔ بخلاف اول کے جس پر امام بخاری و مسلم دونوں متفق ہیں لہذا وہی زیادہ صحیح ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں دس دس معاف کیے جانے کا ذکر موجود ہے لہذا وہ روایت جس میں پانچ پانچ کی معافی کا ذکر ہے، راوی کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے اسراء و معراج سے مشرف کیا گیا جبرائیل علیہ السلام براق پر زین کعبے ہوئے رکام ڈالے ہوئے میرے پاس لے آئے جب میں اس پر سوار ہونے لگا تو اس نے سرکشی والا انداز اختیار کیا۔ جبرائیل امین نے فرمایا اے براق کیا تو محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے؟ بخدا تیری پشت پر کوئی بھی نبی ایسا سوار نہیں ہوا جو ان کی نسبت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں زیادہ کرامت و عزت رکھتا ہو۔ جبرائیل امین کے یہ الفاظ سنتے ہوئے براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔

## چوتیسواں باب

### سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقبہ ثانیہ میں انصار کیساتھ ملاقات

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اپنی قوم کے حجاج کے ساتھ موسم حج میں نکلے حتیٰ کہ مکہ مبارکہ میں حاضر ہوئے اور ایام تشریق کے دوران عقبہ میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونے کا باہم عہد و پیمانہ کیا۔ ہمارے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ہم اپنی قوم کے مشرکین سے خفیہ طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے اور اپنا معاملہ ان سے مخفی رکھے ہوئے تھے۔ ہم نے حضرت عبداللہ سے کہا اے ابو جابر تم ہمارے سرداروں میں سے ایک اہم ترین سردار ہو اور اشراف میں سے شریف ترین آدمی اور تم ابھی تک کفر و شرک میں ہو اور ہمیں تم سے متعلق یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم کل روز قیامت آگ کا ایندھن بنو۔

پھر ہم نے اُن کو دعوت اسلام دی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقررہ کردہ وقت ملاقات کی بھی اطلاع دی چنانچہ وہ مشرف باسلام ہوئے۔ ہمارے ساتھ عقبہ میں بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والتناہ میں حاضر ہوئے اور اہل عقبہ کے نقیب و نگران بنے (اور وقت موعود پر عقبہ میں حاضری کی تفصیل یوں ہے) کہ ہم اپنی قوم کیساتھ اپنی قیام گاہوں میں سوئے جب تہائی حصہ رات کا گذر گیا تو ہم اپنی منازل سے مقام موعود کی طرف نکلے اور ہم چھپ چھپا کر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ جیسے کہ قطا پرندہ۔ حتیٰ کہ ہم بھی عقبہ کے پاس گھاٹی میں جمع ہو گئے ہماری مجموعی تعداد بہتر تھی جن میں ستر مرد تھے اور دو عورتیں نسیبہ بنت کعب ام عمارہ اور اسماء بنت عمرو بن عدی۔ ہم وہاں بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کیے ہوئے تھے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ اگرچہ حضرت عباس ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ غلامی میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ مگر وہ اس امر کے متمنی تھے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل مدینہ کے ساتھ طے پانے والے معاہدہ میں موجود ہوں اور ان کے لیے اچھی طرح اطمینان اور وثوق حاصل کر لیں۔ جب وہ بیٹھے تو انہوں نے کلام کا آغاز کرتے ہوئے کہا اے جماعتِ خنزرج (اگرچہ اس میں قبیلہ ادس کے افراد بھی موجود تھے مگر عرب انصار کو خنزرج ہی کہتے تھے خواہ وہ اسی تھے یا خنزرجی) تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ نبوہاشم اور عبدالمطلب کے درمیان کیا ہے اور ہم نے اُن کی کفار و مشرکین سے حفاظت کی ہے اگرچہ وہ ہمارے ہمنیال تھے۔ مگر اپنی قوم میں عزت و کرم کے ساتھ رہے ہیں اور وہ قوم کی حفاظت میں ہیں انہوں نے اب ہم سے جدا ہو کر تمہارے پاس قیام کرنے کا عزم مصمم کر لیا ہے اگر تمہارا اس امر میں پختہ ایمان اور یقین ہے کہ تم اُن کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو ہر حال میں پورا کرو گے اور اُن کے اعداء و مخالفین سے ان کی مکمل حفاظت کرو گے پھر تو تم جانو اور تمہارے عہد و پیمان اور اگر سمجھو کہ ہم دشمنوں سے ان کا دفاع نہیں کر سکیں گے اور ان کو تنہا چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں گے تو پھر ان کو ابھی سے عزت و حرمت کے ساتھ اپنی قوم کی حفاظت و حراست میں رہنے دو۔

ہم نے اُن سے کہا کہ جناب کی بات سن لی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ فرمادیں اپنی ذات کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جو عہد و موثیق آپ لینا چاہیں ہم وہ عہد و پیمان دینے کو تیار ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام مجید کی تلاوت فرمائی، دعوت اسلام دی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں تم سے اس امر کا عہد لینا چاہتا ہوں کہ تم ہماری حفاظت اسی طرح کرو گے جس طرح کہ اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

برابر بن معرور نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستِ اقدس پکڑا اور بیعت و عہد کرتے ہوئے عرض کیا اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، ہم آپ کی حفاظت و نگرانی اسی طرح کریں گے جس طرح کہ اپنے نفوس اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہذا آپ ہمیں بیعت سے مشرف کریں۔ کیونکہ ہم جنگجو لوگ ہیں اور کثیر التعداد اور آباد اجداد سے ہمارا کام حرب و قتال چلا رہا ہے۔ سارے افراد بیعت کے لیے تیار ہو چکے تھے کہ ابوالمثیم بن الیہان سامنے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دوسرے لوگوں کے ساتھ عہد و پیمان ہیں اور روابط و تعلقات جن کو ہم آپ کی خاطر قطع کرنے پر آمادہ ہیں مگر ہم آپ سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ ہم آپ کی ہر طرح خدمت اور خاطر داری کریں۔ آپ کے لیے جانوں کو قربان کرنے سے گریز نہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ اور تسلط عطا فرمائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف نہیں لوٹیں گے اور ہمیں داغ مفارقت و مہاجرت نہیں دیں گے۔

رسول خدا علیہ التحیۃ و الثناء نے ان کی گزارش سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا بلکہ تم مجھ سے کامل ارتباط و تعلق رکھتے ہو اور میں تم سے یعنی تمہارا میرا معاملہ ایک ہے جس سے تمہاری جنگ اس سے میری جنگ اور جس سے تمہاری صلح اس سے میری صلح۔

بعد ازاں سرمایا اپنی جماعت سے بارہ نقباء اور رؤسا منتخب کر کے میرے پاس بھیجو جو اپنی قوم کے ترجمان اور ضامن ہوں۔ ہم نے بارہ آدمی پیش کیے نو خزر ج میں سے اور تین اوس میں سے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ معبد بن کعب نے اپنے باپ سے یوں روایت کی ہے کہ سب سے پہلے برابر بن معرور نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ پھر دوسرے لوگوں نے پے در پے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

جب ہم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت کر چکے تو شیطان عقبہ کی چوٹی سے نکل کر اتنی بلند آواز سے چیخ چلا رہا تھا جقدر بلند آواز آج تک میں نے نہیں سنی کہ اہل منازل اور خمیوں میں غفلت کی نیند سونے والو کیا کوئی (محمد) مذمم (غزوہ بالندا کی خبر ہے اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کی جو آباد اجداد کے دین سے منحرف ہو گئے ہیں کہ وہ تمہارے خلاف جنگ پر عزم بالجزم اور مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عقبہ کا شیطان ہے پھر اس کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ تعالیٰ کے دشمن بخدا میں تیرے ساتھ منٹ لوں گا۔ پھر ہمیں حکم فرمایا کہ اپنی اپنی قیامگاہوں کی طرف چلے جاؤ اور آرام کرو۔ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا اگر آپ چاہیں تو ہم کل ہی اہل مثنیٰ پر اپنی تلواروں کے ساتھ یکبارگی حملہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ابھی قتال و

جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہم وہاں سے واپس ہوئے۔ اپنی خواب گاہوں میں سو گئے صبح اٹھے تو سارے قریش جمع ہو کر ہماری قیام گاہ پر آگئے اور کہنے لگے اے گروہ خنزرج ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے اس آدمی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے ہو اور اُسے ہمارے درمیان سے نکال کر لے جانا چاہتے ہو اور اُن کے ہاتھ پر ہمارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بیعت کر رہے ہو۔ بخدا تمام اہل عرب میں سے کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جس کے ساتھ جنگ و جدال اور حرب و قتال ہمیں ناپسند ہو۔ بخدا کہ تمہارے ساتھ ہماری قوم میں سے مشرکین اٹھے اور ان کو تمہیں کھا کر مٹا دینے لگے کہ بخدا کوئی بیعت ہوئی ہے نہ عہد و پیمان اور نہ ہی ایسی کوئی بات ہے جسے علم میں ہے اور وہ اپنی جگہ سچے بھی تھے کیونکہ ان کو ہماری بیعت کا علم ہی نہیں تھا اور ہم ایک دوسرے کی طرف حیرانی سے دیکھتے تھے کہ اُن قریش کو کس طرح اطلاع پہنچی جب کہ وہ انشائاً ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اُن کو حقیقت حال کی کوئی خبر نہیں تھی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج میں پکار پکار کر فرماتے کون ہے جو مجھے پناہ دے اور تبلیغ رسالت میں میرا معاون و مددگار بنے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرب (مدینہ منورہ) سے بھیجا۔ ہم نے آپ کی تصدیق کی اور اپنے گھروں میں آپ کو اور اہل ایمان مہاجرین کو جگہ دی۔ پہلے پہل تو صرف ایمان لانے پر اکتفا کیا، بعد ازاں سوچا ہم کب تک سرور انبیاء علیہ التمجید والثناء کو مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں اکیلا اور تنہا چھوڑیں، آپ ہر وقت خوف و ہراس میں رہیں اور کبھی کہیں پناہ لے رہے ہوں اور کبھی کہیں سہارا ڈھونڈ رہے ہوں۔

چنانچہ ہم میں سے ستر آدمی مدینہ منورہ سے چلے اور موسم حج میں مکہ مکرمہ پہنچے آپ کے ساتھ عہد و پیمان کے لیے عقبہ میں اجتماع کا تعین ہوا۔ جب وہاں اکٹھے ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کس امر پر آپ کے ساتھ بیعت کریں؟ تو آپ نے فرمایا میرے ساتھ اس امر پر بیعت کرو کہ خوشی، غمی ہر دو حالت میں میری اطاعت کرو گے اور تنگدستی ہو یا خوشحالی ہر حال میں راہ خدا میں خرچ کرو گے، نیکی کے ساتھ حکم اور برائی سے رکاوٹ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے حق بات کہنے میں کسی دلالت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہو گے اور اس عہد پر بیعت کرو کہ تم اس وقت میری مدد کرو گے جب میں تمہارے پاس آؤں گا اور مجھے ان تمام تکالیف و مصائب سے محفوظ رکھو گے جن سے کہ اپنے آپ کو، ازواج اور اولاد کو محفوظ رکھتے ہو اور میری طرف سے تمہارے لیے جزاء اور بدلہ یہ ہے کہ اگر اس عہد کو نبھاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائے گا۔ ہم سب اٹھے اور آپ کے ساتھ بیعت کرنے والے ہی تھے کہ اسعد بن زرارہ نے جو کہ سب سے چھوٹے

تھے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کو پکڑ لیا اور کہا اے اہل شہر (اہل مدینہ) ذرا اٹھریے اور جلد بازی سے کام نہ لیجئے ہم نے یہ دور و دراز کا سفر طے کیا اور اپنے اونٹوں کو مشقت میں ڈالا تو صرف اس لیے کہ ہم آپ کے رسول برحق ہونے کا یقین رکھتے تھے مگر یہ بات غور و فکر کرنے کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سے اپنے علاقہ میں لے جانا سب اہل عرب سے مفارقت اور علیحدگی اختیار کرنے کے مترادف ہے۔ اس میں تمہارے بہترین آدمی کام بھی آسکتے ہیں اور تلواریں تمہیں لقمہ بنانے کے لیے تیار ہونگی یا تو پھر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر پانا اور اگر اپنے اندر بزدلی اور کمزوری محسوس کرتے ہو تو ابھی اس عہد کو رہنے دو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے عذر و معذرت کا موجب ہو سکتا ہے لیکن پختہ عہد کرنے کے بعد نہ بھاسکو تو کوئی وجہ عذر نہیں ہوگی

سب اہل مدینہ نے کہا اے اسعد ہم سے الگ ہو اور بزدلی اور بے جوصلگی کا داغ ہم سے دور رکھو۔ بخدا ہم اس بیعت کو کبھی ترک نہیں کریں گے اور نہ اس عہد کو واپس لیتے ہیں۔ ہم اٹھے اور آپ کے ساتھ بیعت کی۔ آپ نے عہد لیا۔ شراً لئلا عائد نہ فرمائیں اور اس کے عوض ہمیں جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔

## پہلے سوال باب

قریش کو بیعت انصار کا علم ہونا اور ائذ لا ائذ عمل کیلئے باہم صلاح و مشورہ کرنا

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ میدان منیٰ سے منتشر ہوئے اور اپنے گھروں کو لوٹے اور اوسر قریش انصار کی بیعت کے معاملہ کا کھوج لگا کر اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ واقعی بیعت ہو چکی ہے تو وہ انصار مدینہ کے پیچھے دوڑے اور سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو اواخر میں پالیا منذر نے تو قریش کو پکڑنے سے عاجز کر دیا البتہ انہوں نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ ان کے ہاتھ گروں کے ساتھ باندھے اور قیدی بنا کر مکہ مکرمہ کی طرف لے آئے۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ اپنے انہوں نے کہا یہ ہمارے تاجروں کو جائزے اور عطیات دیا کرتے تھے (لہذا ان کو چھوڑ دیا جائے) چنانچہ ان کو چھوڑ دیا گیا۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت دے دی وہ گروہ در گروہ مدینہ منورہ میں جا پہنچے اور آپ اذن خداوندی کے انتظار



ہیں مکہ مکرمہ میں ہی قیام پذیر رہے اور آپ کے ساتھ یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رہ گئے اور یا وہ حضرات جن کو اہل مکہ نے گرفتار کر لیا اور مختلف اذیتیں اور تکلیفیں دینی شروع کر دیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی اجازت طلب کرتے تھے مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جلدی نہ کرو مجھے اجازت ملی تو اٹھنے چلیں گے

جب مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ قیام پذیر ہو چکے ہیں جہاں ان کے خلاف کارروائی نہیں ہو سکتی تو انہیں یقین ہو گیا کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناہی بھی ضرور ان کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں گے۔

چنانچہ وہ دارندوہ (مجلس مشاورت) میں جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق باہم صلاح مشورہ کرنے لگے۔ دارندوہ قصبہ بن کلاب کا مکان تھا اور قریش جو بھی فیصلہ کرتے وہ اسی دار میں کرتے تھے چنانچہ اس موقع پر بھی اس مکان میں داخل ہوئے تاکہ آئندہ لائحہ عمل کے متعلق مشورہ کریں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس کو میں کذب اور غلط بیانی کے ساتھ متسم نہیں کر سکتا عبداللہ بن ابی بکر کے واسطے سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا کہ جب قریش صلاح مشورہ کے لیے جمع ہوئے تو شیطان لعین ان کے سامنے ایک بزرگ نما انسان کی صورت میں آمو جو ہوا اور اُسے پر کھڑا دیکھ کر اہل ندوہ نے پوچھا بزرگوار کہاں سے ہیں اور کون ہیں۔ اس نے کہا میں اہل نجد سے ہوں میں نے تمہارے باہمی عہد و پیمان اور وعدہ و وعید کو سنا تو حاضر ہو گیا ہوں اور تمہیں یہ امید رکھنی چاہیے کہ اس لحاظ سے صحیح مشورہ اور خلوص و ہمدردی ہر وقت تمہیں حاصل رہے گی۔

انہوں نے کہا پھر تو اندر تشریف لائیے چنانچہ شیطان شیخ نجدی کی صورت میں مجلس مشاورت کے اندر شریک ہو گیا اور ادھر ہر قبیلہ کے اشراف اور اصحاب رائے بھی مجتمع تھے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے پہلے تو ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ تھا وہ سب کو معلوم ہے لیکن اب ان کی جماعت اور پیروکار پھیلے جا رہے اور ان کو معاون و مددگار ہاتھ آتے جا رہے ہیں لہذا اب ان کی طرف سے یہ خطرہ درپیش ہے کہ وہ اپنے متبعین کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہو جائیں لہذا غور و فکر کے بعد متفقہ فیصلہ کرو بعض نے کہا ان کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر کمرے میں بند کر دو اور ان کے متعلق بھی اسی طرح کی ہلاکت کا انتظار کرو جیسے کہ ان جیسے شعراء کو پہلے پیش آ چکی ہے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ تو کوئی صحیح مشورہ نہیں ہے۔ اگر تم ان کو قید کر دو گے تو ان کے قید کیے جانے کی اطلاع ان کے متبعین تک جا پہنچے گی وہ حملہ آور ہو کر ان کو تمہارے ہاتھوں سے چھین لیں گے

اور آزاد کرالیں گے۔

دوسرا شخص بولا ہمیں ان کو جلا وطن کر دینا چاہیے۔

شیخ نجدی نے کہا یہ بھی کوئی سوچ ہے اور عقل کی بات ہے؛ دیکھتے نہیں ہو ان کا انداز گفتگو کتنا حسین ہے۔ کلام کتنا میٹھا اور پیارا ہے اور جو احکام وہ بیان کرتے ہیں وہ دلوں میں کس طرح گھر کر جاتے ہیں اگر ان کو جلا وطن کر دیا گیا تو مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ عرب کے جس قبیلہ کے ہاں بھی جا کر ٹھہریں گے، اپنی حسین گفتگو سے ان پر غلبہ و تسلط حاصل کر لیں گے اور ان سے بیعت لے کر تمہارے خلاف پڑھائی کر دیں گے۔

ابو جہل بولا میری رائے اس سے مختلف ہے اور تم ابھی تک وہاں نہیں پہنچے۔ دوسروں نے پوچھا، وہ کیا ہے۔ اس نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نوجوان بہادر بہترین نسب والا لے لیں اور ہر ایک کے ہاتھ میں تیز دھات تلوار دیں اور وہ سبھی جا کر یکبارگی ان پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کو (العیاذ باللہ) قتل کر دیں اور اس طرح ان سے چھٹکارا حاصل کریں۔

جب ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد اس قتل میں شریک ہو گا تو ان کا خون سب قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ لہذا بنو عبدمناف اپنی ساری قوم کے خلاف کارروائی کرنے سے قاصر رہیں گے اور لامحالہ ویت (خونبہا) لینے پر رضامند ہو جائیں گے تو ہم ان کو اس مقتول کا خون بہا دے دیں گے۔

شیخ نجدی نے کہا بس اصل رائے اور صحیح مشورہ تو وہ ہے جو اس شخص نے دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صحیح تدبیر اور قابل قبول مشورہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس رائے پر متفق ہونے کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

جبرائیل ابن علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں حاضر ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آج رات اس خوابگاہ پر آرام نہ فرماویں جس پر پہلے آپ آرام فرمایا کرتے ہیں۔ جب تاریکی چھا گئی تو کفار قریش آپ کے در اقدس پر جمع ہو گئے اور آپ کے سونے کا انتظار کرنے لگے تاکہ آپ پر حالت نیند میں حملہ آور ہوں اور آپ کو شہید کر ڈالیں۔

جب آپ نے ان کو کھڑے دیکھا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آج رات تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور میری سبز رنگ حضرت جواد علیہ السلام کی طرف سے کوئی گزند اور تکلیف آپ کو نہیں پہنچ سکے گی اور جس چادر کو اوڑھ کر سونے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا وہی چادر تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ۔

وَادِ يَكْرِبُكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُثْبَوْنَ أَوْ يَمُوتُونَ وَيَخْرُجُونَ وَيَمَكُرُونَ وَيَمَكُرُ اللَّهُ  
وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ ع

کی تفسیر میں منقول ہے کہ قریش مکہ نے ایک رات باہم مشورہ کیا بعض نے کہا کہ جب صبح ہو تو ان کو  
قید و بند میں جکڑ دیا جائے بعض نے کہا ان کو قتل کر دیا جائے اور بعض کتے تھے کہ ان کو ملک بدر کر دیا جائے  
تو اللہ تعالیٰ نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔ آپ وہاں سے نکل کر غار ثور میں جا پہنچے اور  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بستر پر رات گزار لی اور مشرکین ساری رات اس گمان پر حضرت  
علی رضی اللہ عنہ کو حراست میں لیے کھڑے رہے کہ یہ آرام فرما شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب صبح ہوئی  
اور آپ بیدار ہوئے تو سبھی آپ کی طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔  
حیران ہو کر پوچھا تمہارے نبی کدھر ہیں انہوں نے کہا مجھے کیا پتہ؛ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و  
فریب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور فرمایا۔ یہاں سے ناکام ہوئے تو آپ کے نشان قدم تلاش کرتے  
ہوئے پہاڑ تک گئے مگر وہاں پہنچ کر ان کو التباس و اشتباہ پیدا ہو گیا۔ پہاڑ پر چڑھے غار سے بھی گذرے۔ اس  
کے دروازہ پر عنکبوت کا تانا ہوا جا لادیکھا تو کہنے لگے اگر وہ یہاں داخل ہوتے تو تار عنکبوت کیوں کر باقی رہتے۔  
(چنانچہ وہیں سے واپس ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات تک وہیں قیام فرما رہے۔

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں۔ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر جمع ہو گئے آپ  
نکلے مٹھی بھرٹی اٹھائی۔ کلام مجید کے یہ کلمات طیبات تلاوت فرمائے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔

”ہم نے ان کے سامنے اور ان کے پیچھے حجاب اور پردے قائم کر دیے ہیں پس ان کی آنکھوں  
کو اندھا کر دیا ہے لہذا وہ دیکھ نہیں سکتے۔“

اور مٹی ان کے سروں پر پھینکی (وہ قدرت خداوندی سے اندھے ہو گئے) اور آپ نے جدھر جانا تھا  
تشریف لے گئے۔

بعد میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہو اور کس کا انتظار کر رہے ہو۔ انہوں نے

عہ ترجمہ۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب کفار و مشرکین آپ کو قید کرنے یا قتل کر دینے یا جلا وطن کر دینے کی  
تدابیر سوچ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے مکر و فریب کو باطل کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو اچھی طرح  
دبیل و فریب کا بدلہ دینے والا ہے۔

کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ اس نے کہا وہ تو ابھی تمہارے درمیان سے نکل کر چلے گئے ہیں۔ انہوں نے اندر جھانکنا شروع کیا۔ اندر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اوڑھے ہوئے لیٹے تھے لہذا وہ سمجھ کر یہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور چادر اوڑھ کر سوئے ہوئے ہیں۔ صبح تک وہ اس انتظار میں کھڑے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت علی فرماتے ہیں۔ بستر پر سے میں اٹھا تو وہ مجھے دیکھ کر (شرمسار ہوئے اور حیران بھی)۔

واقعی نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ جو لوگ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاک میں ساری رات در اقدس پر کھڑے رہے، ان کے نام یہ ہیں۔  
 ابو جہل۔ حکم بن ابی العاص۔ عقبہ بن ابی معیط۔ نضر بن الحارث۔ امیہ بن خلف۔ ابن العیطلہ۔ زمعہ بن اسود۔ طعمہ بن عدی۔ ابولہب۔ ابی بن خلف اور حجاج کے دو بیٹے بنیہ ونبہ۔

# ابوابِ ہجرت

## باب اول

### حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غارتور کی طرف ہجرت فرمانا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں بیٹھے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے کہا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سر اقدس کے گرد اور منہ مبارک پر کپڑے لپیٹے ہوئے تشریف لارہے ہیں حالانکہ ایسے وقت میں آپ کبھی بھی ہمارے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں۔ اس وقت آپ کی تشریف آوری کسی اہم مقصد اور عظیم امر کے رونما ہونے کی وجہ سے ہے۔ جب آپ تشریف لائے تو اذن طلب کیا اور آپ کو اندر تشریف لانے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جتنے لوگ اندر موجود ہیں ان کو فی الحال باہر نکال دو۔ انہوں نے عرض کیا وہ یا تو آپ کے اہل خانہ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) یا ان کی بہن اسماء ہیں اور تو کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا خیر میں تمہیں بتلانے آیا ہوں کہ مجھے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو کیا مجھے بھی شرف صحبت سے مشرف فرمائیں گے اور اپنے ہمراہ سے چلیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا میں نے دو اونٹنیاں اس مقصد کے لیے پال رکھی ہیں۔ لہذا ان میں سے ایک آپ لے لیں جو بھی آپ کو پسند آئے۔ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معنت میں نہیں بلکہ قیمت کے ساتھ لوں گا اور ضرور لوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے آپ کے سفر کی اچھی طرح تیاری کی اور خورد و نوش کا بہترین انتظام کیا۔ کھانے کا سامان مشکیزہ میں ڈالا اور اس کا منہ بند کرنے کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے کمر بند کا ایک حصہ الگ کیا اور اس کے ساتھ توشہ دان کا منہ باندھا اور دوسرا حصہ بطور کمر بند استعمال کیا

اسی لیے ان کو ذات النطاقین کا لقب دیا گیا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما جبل ثور کی غار میں جا پہنچے اور تین رات وہاں قیام کیا۔ رات کو عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما وہاں حاضر خدمت رہتے۔ وہ نوخیز جوان اور مضبوط طاقتور جسم کے مالک اور انتہائی زیرک اور معاملہ فہم تھے سحری کے وقت غار ثور سے نکلتے اور صبح سویرے قریش کے پاس ہوتے گویا کہ وہ رات سے ہی یہیں تھے۔ دن کو قریش کے ساتھ رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو مکر و فریب اور حیلہ و تدابیر اختیار کرتے وہ اُسے یاد کرتے اور رات کی تاریکی میں غار ثور پہنچ کر آپ سے عرض کر دیتے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن مہیرہ شیر لہجہ بکریوں کو چراتے چراتے غار تک لے جاتا اور دو دو کر پیش کرتا اور دو دو مقدس ہستیاں آرام و سکون سے رات بسر کرتیں۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو عامر اپنی بھینچ بکریوں کو ہانکے ہوئے مکہ مکرمہ میں آجاتا تینوں راتوں میں اس کا معمول ہی رہا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بنی دیل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ وہ تھا تو دین کفار پر مگر امین اسراء تھا۔ سواریاں اُس کے حوالے کیں اور اس کے ساتھ معاہدہ کیا کہ تین رات کے بعد غار ثور کے پاس یہ سواریاں لے کر پہنچ جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التمجید والثناء نے جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ گھر کی پھلی جانب کھلنے والی کھڑکی سے نکلے اور جبل ثور کی طرف تشریف لے گئے۔

واقعی نے اپنے شیوخ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات تک ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں ہی ٹھہرے رہے اور رات کی تاریکی میں غار کی طرف تشریف لے گئے اور ہجرت کا یہ مرحلہ اُس وقت آغاز پذیر ہوا جب کہ صفر کی صرف تین راتیں باقی تھیں۔

## دوسرا باب

### غار میں پیش آنے والے واقعات و حالات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب کفار غار کے منہ پر پہنچے تو ہمیں نے عرض کیا اگر ان میں سے کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف دیکھے

تو ہمیں غار کے اندر بیٹھے ہوئے دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر! ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیرے ذات اقدس الشرب العزت جل وعلیٰ کی ہو۔ یہ روایت بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار والی رات بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض پیش کی کہ آپ مجھے اجازت فرمائیں پہلے میں غار میں داخل ہوتا ہوں اگر اس میں کوئی تکلیف وہ اور موذی چیز ہو تو اس کی ایذا رسانی اور تکلیف سے آپ محفوظ رہیں اور میری جان آپ پر فدا ہو جائے، آپ نے رخصت دیدی حضرت صدیق اندر داخل ہوئے اور ہاتھوں سے بلوں اور سوراخوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ جہاں کہیں کوئی بل اور سوراخ نظر آیا اپنے کپڑے بھاڑ کر اس کو بند کر دیتے۔ حتیٰ کہ زائد کپڑے سارے کے سارے ختم ہو گئے اور ابھی ایک سوراخ باقی بچ رہا تھا تو آپ نے اپنی ایڑھی اس پر رکھ کر اس کو بند کیا۔ پھر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اندر تشریف لائے۔ صبح ہوئی تو دریافت فرمایا اے ابوبکر تیرے کپڑے کدھر ہیں؟ صورت حال عرض کی۔ آپ نے دست دعا بارگاہ رب قدوس میں بلند کیے اور عرض کیا۔

اللہم اجعل ابابکر معی فی دراجتی یوم القیامۃ۔

اے اللہ ابوبکر کو میرے ساتھ میرے مقام میں قیامت کے دن جگہ عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ آپ کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور

ایک دن عمر بن الخطاب (کی زندگی بھر کی طاعات و عبادات) سے بڑھ کر ہے۔

رات سے میری مراد ہجرت والی تھی جس میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ سے پوشیدہ طور پر نکلے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے کبھی تو آپ کے آگے چلنے لگتے اور کبھی پیچھے چلتے اور کبھی دائیں جانب تو کسی وقت بائیں جانب۔

رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے ابوبکر چلنے کا یہ انداز تم نے کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ آج سے قبل تمہارا ساتھ چلنے کا یہ انداز اور طور طریقہ نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کبھی مجھے یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ دشمن کہیں آگے تاک میں نہ بیٹھا ہو تو میں آگے ہو کر اپنی جان کو آپ کے لیے ڈھال بناتا ہوں اور کبھی پیچھے سے دشمن کے پہنچ جانے اور گزند پہنچانے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے تو پیچھے چلتا ہوں تاکہ جان حقیر کا نذرانہ پیش کر سکوں اور فدیہ دے سکوں اور کبھی دائیں بائیں خطرہ کا فکر دامن گیر ہوتا ہے تو دائیں یا بائیں چلنے لگتا ہوں (جان ایک ہے اور خطرات چاروں طرف لہذا مجبوراً مختلف جہات و اطراف میں چلنا پڑتا ہے)۔

رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ اس رات اقدام مبارکہ کے صدور اور لگے حصّہ کے بل چلتے تھے اور جو تا مبارک بھی پاؤں میں نہیں تھا حتیٰ کہ پاؤں زخمی ہونے کو تھے اور آبلے پڑنے والے تھے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو آپ کو کندھوں پر اٹھایا اور دوڑتے ہوئے غار تک پہنچے اور آپ کو غار کے سامنے کندھوں سے اتارا۔

پھر عرض کی اس ذات اقدس کا واسطہ جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ اتنے وقت تک غار میں داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل ہو کر اطمینان نہ کر لوں۔ اگر کوئی تکلیف وہ چیز ہو تو مجھے تکلیف و اذیت پہنچائے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ غار کے اندر گئے اچھی طرح جائزہ لیا۔ جب کوئی چیز نظر نہ آئی تو آپ کو اٹھایا اور غار کے اندر پہنچایا۔ غار کے اندر سوراخ تھے جن میں سانپ اور اژدھے تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ فکر و امنگیں ہوئی کہ کہیں ان سے کوئی چیز نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے لہذا اس کا بند و بست اور سدِ باب یوں کیا کہ اپنا پاؤں وہاں رکھ دیا۔ وہ سانپ اور اژدھے ڈنک مارتے رہے اور زہر آپ کے بدن میں داخل کرتے رہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے مگر پاؤں کو اپنی جگہ سے نہ ہٹایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے فرماتے تھے۔

یا ابا بکر لا تحزن ان الله معنا۔

اے ابو بکر غمگین ہونے کی ضرورت نہیں یقیناً اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔

تب اللہ رب العزت نے طمانیت و سکون اور سکینہ کو ابو بکر صدیق پر نازل فرمایا۔

یہ ہے ان کی وہ رات جس کے ساتھ اہل دنیا کی کس رات کو برابر ہی نصیب نہیں ہو سکتی۔

دافدی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ قریش نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈا اور آپ کی تلاش میں مقدور بھرسی و کوشش کی حتیٰ کہ غار ثور کے قریب جا پہنچے جب غار کے منہ پر عنکبوت کا تار ہوا پرانا حالادیکھا تو کہنے لگے کہ اس غار کے دروازہ پر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیدا ہونے سے بھی پہلے کا تار عنکبوت موجود ہے۔ (اس میں داخل ہوتے تو یہ کمزور ترین تار فوراً ٹوٹ جاتے)۔ پھر وہیں سے واپس ہو گئے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ غار ثور سے ہجرت کے بعد ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔ حتیٰ کہ ایک جن کہ مکرّمہ کی شہلی جانب سے آیا تو عربی لب و لہجہ میں اشعار پڑھتا تھا۔ آواز سنا لی دیتی تھی مگر اس کا جسم نظر نہیں آتا تھا اور لوگ آواز سن کر پیچھے پیچھے چل رہے تھے حتیٰ کہ وہ کہ مبارک کے بالائی حصّہ سے باہر نکلا ان اشعار میں سے ایک شعر یہ تھا۔



جزی اللہ رب الناس خیر جزاؤد رفیقین حلاً خیمتی ام معبد  
 اللہ تعالیٰ لوگوں کی تربیت و پرورش فرمانے والا اپنی بہترین جزاؤ اور بدلہ عطا فرمائے ، ان دو رتقاء  
 سفر کو جو ام معبد کے دو خیموں میں تشریف فرما ہوئے ۔  
 اس کے علاوہ دوسرے شعر اور باقی قصہ آئندہ سطور میں بالتفصیل مذکور ہوگا ۔

## تیسرا باب

غار ثور سے مدینہ منورہ تک راہ میں پیش آنیوالے واقعات و حالات

ابوالحسن بن البراء فرماتے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خمیس کی رات ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو غار  
 سے نکل کر عازم مدینہ منورہ ہوئے ۔  
 محمد بن سعد نے ذکر فرمایا کہ آپ سوموار کی رات ربیع الاول کی چوتھی تاریخ کو غار سے نکل کر مدینہ منورہ  
 روانہ ہوئے ۔

میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں آپ غار ثور میں تین رات قیام فرما رہے اور آپ کے ساتھ ابو بکر صدیق  
 رضی اللہ عنہ تھے اور عامر بن مہیرہ اور راستہ کا ماہر راہنما عبداللہ بن اریقظ لیشی تھا ۔ جو کافر تھا اس نے سائل  
 سمندر والا راستہ اختیار کیا ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عازب سے زین  
 خرید فرمائی اور ان سے فرمایا کہ اپنے بیٹے براء کو حکم دو کہ یہ زین اٹھا کر میرے گھر پہنچائے ۔ انہوں نے کہا  
 نہیں ایسا نہیں ہو سکتا جب تک تم ہمیں یہ بیان کرو کہ جب تم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ  
 ہجرت کے دوران نکلے تھے تو تم نے اس وقت کیا کیا اور کیا صورتحال تمہیں درپیش آئی ۔  
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہم رات کے آخری حصے میں نکلے بقیہ رات چلتے رہے

اور دن بھی حتی کہ دوپہر کا وقت ہو گیا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تاکہ سایہ دار جگہ تلاش کروں جہاں آرام کر سکیں۔ ناگاہ ایک بڑی چٹان نظر آئی۔ میں اس کی طرف گیا تو اتفاق سے اس کا سایہ میسر آ گیا۔ میں نے اُس جگہ کو ہموار کیا اور خس و خاشاک کو صاف کیا۔ پوسٹین بچانی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ بیٹ جائیں اور آرام فرمائیں۔

میں پھر ماحول کا جائزہ لینے کے لیے نکلا تاکہ دیکھوں کوئی شخص ہماری تلاش میں تو نہیں ہے۔ بھیر بکریوں کے چرواہے پر نظر پڑی۔ میں نے اُس سے دریافت کیا تو کس کا غلام ہے اُس نے کہا فلاں شخص کا میں نے اس کو پہچان لیا۔ میں نے پھر پوچھا تیری بکریوں میں کوئی شیر دار بھی ہے اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا کیا مجھے دودھ نکال کر دے گا۔ اس نے کہا بصد شوق۔ میں نے اس کو بکری کے پاؤں قابو کرنے کو کہا پھر کہا کہ اسکے پستان اچھی طرح جھاڑ تاکہ گرد و غبار اور بال وغیرہ جو جھڑ سکتے ہیں جھڑ جائیں۔ جب اُس نے یہ کام مکمل کر لیا تو میں نے اُسے کہا اب ذرا اپنے ہاتھ اچھی طرح جھاڑ۔ اُس نے ہاتھوں کو بھی اچھی طرح جھاڑا اور میرے ساتھ پانی کا ایک برتن تھا جس کے منہ پر کپڑا باندھا ہوا تھا کہ گرد و غبار اور خس و خاشاک اس کو خراب نہ کرے۔ ادھر غلام نے بڑا پیالہ دودھ کا نکالا۔ میں نے اس میں ٹھنڈا پانی ڈالا حتیٰ کہ وہ دودھ اوپر سے نیچے تک ٹھنڈا ہو گیا اور دوپہر کے وقت اس میں جو حسرت پیدا ہوئی تھی وہ ختم ہو گئی پھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ نوش فرمائیں۔ آپ نے اچھی طرح سیر ہو کر پیانٹی کہ میرا دل خوش ہو گیا پھر میں نے عرض کیا اب کوچ کرنے کا وقت ہو گیا ہے۔

ہم وہاں سے چلے۔ قوم قریش میں تلاش کرنے میں مصروف تھی مگر سوائے سراقہ بن مالک بن جوہر کے کوئی شخص ہم تک نہ پہنچا۔ وہ گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جب قریب پہنچا تو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں ڈھونڈنے والے دشمن پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا۔  
لا تخزن ان الله معنا۔

غم نہ کیجئے اللہ رب العزت ہمارے ساتھ ہے۔

حتیٰ کہ جب وہ آنا قریب آ گیا کہ اس کے اور ہمارے درمیان تین نیزوں بلکہ دو بلکہ ایک نیزہ کے برابر فاصلہ رہ گیا تو میں نے عرض کیا دشمن تو ہمارے سر پر پہنچ گیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا احساس مجھے اس قدر بڑھانے لگا کہ میں رونے لگا۔

آپ نے دریافت فرمایا ابو بکر کیوں روتے ہو، عرض کیا خدا کی قسم اپنی جان کے لیے نہیں روتا بلکہ آپ کو کوئی گزند اور تکلیف نہ پہنچ جائے اس لیے آنکھوں سے سیلابِ انکس رواں ہو گیا ہے تب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔  
اللہم اکتفنا بما شئت۔

اے اللہ ہمیں شر اعداء سے کفایت فرما جیسے بھی چاہے اور تجھے پسند ہو۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ مبارک سے جو نبی یہ الفاظ نکلے، سراقہ کے گھوڑے کے پاؤں پاؤں سخت ترین پتھر ملی زمین میں دھنس گئے۔ وہ گھوڑے سے کود گیا اور کتنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس امر کا یقین رکھتا ہوں کہ یہ عادتہ تمہاری دعا کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ اب دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے اس پریشانی سے نجات فرمائے۔ میں آپ کے ساتھ عہد کرتا ہوں (کہ خود تکلیف پہنچانے کا ارادہ فاسدہ تو درکنار بخدا جن کو اس راہ آتے دیکھوں گا انہیں بھی باز رکھوں گا۔ اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیں آپ کا اس راہ میں فلاں فلاں جگہ میری اونٹنیوں اور بھیڑ بکریوں پر گزر ہو گا تو جو بھی ضرورت ہو دودھ کی یا سواری کی وہاں سے لے لینا۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں اور اُس کے لیے دعا نجات و خلاص فرمائی فوراً گھوڑا زمین سے باہر آگیا۔ وہ واپس اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔

عبدالرحمن بن مالک مدنی نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت سراقہ بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے پاس قریش کے آدمی آئے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک کے متعلق ہر اس شخص کے لیے جو ان کو قتل کرے یا قید کر کے لے آئے، سو سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے چنانچہ میں اپنی قوم کی محافل میں سے ایک محفل کے اندر بیٹھا تھا کہ کفار کے ایچیوں میں سے ایک شخص میری طرف آیا حتیٰ کہ ہمارے پاس آکھڑا ہوا اور کہا کہ اے سراقہ میں نے ابھی ابھی ساحل سمندر کی جانب چند اشخاص دیکھے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور ان کے ساتھی۔

حضرت سراقہ فرماتے ہیں میں نے بھی یقین کر لیا کہ واقعی بات تو اسی طرح ہے لیکن اس کو مغالطہ دیتے کے لیے کہا نہیں وہ اشخاص جو تو نے دیکھے وہ فلاں فلاں ہیں جو ابھی ہمارے یہاں سے گزرے ہیں اور گمشدہ شے تلاش کر رہے ہیں۔ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نہیں ہیں۔ پھر میں تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھا رہا بعد ازاں اٹھ کر گھر میں داخل ہوا اور اپنی خادمہ سے کہا کہ میرے گھوڑے کو باہر نکالو اور اُسے ٹیلے کی اوٹ میں لے کر کھڑی رہنا۔ ادھر میں نے اپنا نیزہ سنبھالا اور گھر کی کھلی طرف سے باہر نکلا۔ نیزے کا پھل زمین کی طرف رکھا اور دستہ بھی فضا میں بلند نہ ہونے دیا حتیٰ کہ اپنے گھوڑے کے قریب پہنچ گیا۔ جوں ہی اس پر سوار ہوا اس کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفر کے قریب جا پہنچا۔ لیکن بیکار گھوڑا پھسلا اور میں اُس سے گر پڑا۔ جلدی سے اٹھا ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور خال نکالنے والے تیر نکال

کر فال نکالی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں یا ناکام اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہوں یا نہیں مگر فال میری خواہش کے برعکس نکلی۔ انعام کے لالچ میں فال کے برعکس مہر گھوڑے پر سوار ہوا اور اتنا قریب ہو گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز سنانی دینے لگی آپ تو قرأت و تلاوت میں اس طرح مستغرق و منہمک تھے کہ بالکل دوسری جانب التفات اُدھیان نہیں فرماتے تھے البتہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ ادھر ادھر دیکھتے تھے اور خطرات سے باخبر رہنے کی سعی فرماتے تھے۔ اسی دوران اچانک میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے ہیں اس کی پشت سے فرش زمین پر آ رہا۔ میں نے اس کو ڈانٹا اور جھڑکانا کہ پاؤں باہر نکالے۔ چنانچہ اُس نے مشکل سے پاؤں باہر نکالے اور سیدھا کھڑا ہو گیا اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پاؤں نکالنے کے بعد وہاں سے اس قدر غبار بلند ہوا کہ آسمان تک جا پہنچا اور دھوئیں کی طرح سیاہی میں تبدیل ہو گیا۔ میں نے پھرتیوں کے ساتھ فال نکالی تو میری خواہش پھر پامال ہوتی نظر آئی اور میں اپنے مقصد میں ناکام ہوتا نظر آیا۔ اب کے میں اِزلام کی فرمائش اور فال کے مطابق عمل کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء سفر سے امان کا طلبگار ہوا۔ وہ حضرات بھڑگئے ہیں سواری پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں اس امر کا یقین و اعتماد پیدا ہو چکا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غالب اگر رہیں گے (اور دشمن ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے) الغرض ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کے شہید کرنے والے شخص کے لیے اس قدر انعامات مقرر کر رکھے ہیں اور وہ آپ کے متعلق یہ عزائم اور ارادے رکھتے ہیں اور آپ پر اور آپ کے جملہ شرکاء سفر کے لیے زورِ اہل اوس بیکر ضروری سازو سامان پیش کیا مگر انہوں نے مجھے اس قسم کی تکلیف نہ دی اور نہ ہی مجھ سے کسی امر کا مطالبہ کیا البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا فرمایا کہ تو ہمارا معاملہ لوگوں سے مخفی رکھنا اور ان کو ہمارے متعلق اطلاع نہ دینا۔ میں نے آپ سے درخواست کی کہ میرے لیے امن و امان کا عہد تحریر فرمادیں۔ آپ نے علم بن فہرہ کو حکم دیا۔ اس نے چمڑے کے ٹکڑے پر میرے لیے عہد امان لکھا اس کے بعد آپ نے اپنا سفر جاری فرمایا (اور میں وہاں سے واپس ہوا)

زہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بتلایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی دوران ملاقات کی وہ سفر شام سے اہل اسلام تجارت کے قافلہ میں واپس آرہے تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے زیب تن کرنے کے لیے پیش کیے۔

## چوتھا باب

حضرت ام مبعد رضی اللہ عنہا کے ہاں سر رانبیاء علیہ التَّحیَّةُ وَالتَّنَائُفُ کَانَزْوَلُ اور عظیم معجزہ کا ظہور

ابو مبعد خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن نفیرہ کی ہمراہی میں اور عبداللہ بن اریقظ کی راہنمائی میں ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے چلتے ہوئے ام مبعد خزاعیہ کے خیموں پر گزرے جو کہ بہادر اور دلیر عورت تھی وہ سردار تھی اور خیموں سے باہر کھلی جگہ میں بیٹھی گزرے والوں کو کھلنے پینے کا سامان مہیا کرتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھجوروں اور گوشت وغیرہ کے متعلق دریافت فرمایا تاکہ خرید لیں۔ مگر اس کے ہاں کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی کیونکہ وہ قحط سالی کا شکار تھے اور مسکین و فقیر موچکے تھے۔ اُس نے عرض کیا بخدا ہمارے پاس اگر کوئی شے ہوتی تو مہمان نوازی میں پس پیش نہ کرتی اور تم سے کوئی شے بچا کر نہ رکھتی۔

سید انس وجان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی تو دریافت فرمایا ام مبعد یہ کیسی بکری ہے۔ اس نے عرض کیا یہ تو انتہائی لاسر اور کمزور بکری ہے جو صنعت اور ناتوانی کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ہمراہ نہیں جاسکی۔ آپ نے فرمایا تو اس کا دودھ نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ تو دودھ دینے سے رہی (اس کی تو بڈیوں میں مغز بھی نہیں اور بدن پر گوشت نام کو نہیں دودھ کیسے دے) آپ نے فرمایا مجھے اجازت ہے میں اس کو دودھ لوں اور اس کا دودھ نکال لوں۔ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر ندامتوں اگر آپ کو دودھ نظر آتا ہے تو نکال لیں مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

امام الانبیاء علیہ التَّحیَّةُ وَالتَّنَائُفُ نے بکری کو اپنے پاس منگو الیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُس کے پستانوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی اے اللہ ام مبعد کے لیے اس کی بکری میں برکت عطا فرما۔ ام مبعد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بکری نے فوراً جگالی شروع کر لی۔ پاؤں چوڑے کر لیے اور دودھ سے پستان بھر لیے۔ آپ نے اتنا بڑا برتن طلب فرمایا جو ایک جماعت کو کفایت کر سکے چنانچہ اس میں اس قدر قوت و طاقت سے دودھ دوہا کہ جھاگ برتن کے منہ تک چھڑھ آئی۔ پہلے پہل آپ نے حضرت ام مبعد کو دودھ عطا فرمایا۔ جب وہ اچھی طرح سیراب ہو گئیں تو پھر دوسرے ساتھیوں کو پلایا۔ سب سے آخر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دودھ نوش فرمایا اور

دوسرے ساتھیوں کو دوبارہ ملاپاتی کہ اور پینے کی گنجائش باقی نہ رہی۔

دوبارہ پھر اس برتن میں دودھ دوہا اور اسے ام معبد کے ہاں چھوڑ کر آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ان کا خاندان ابو معبد بوڑھی کمزور بد حال بکریاں ہانکے ہوئے آپہنچا جو کہ ضعف اور لاغری کی وجہ سے آہستہ آہستہ چلتی تھیں جن کی ہڈیوں میں مغز قلیل بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا جب اس نے دودھ دیکھا تو حیران ہو گیا اور پوچھا یہ دودھ کہاں سے آگیا ہے؟ جو بکری گھر میں تھی وہ تو ریوڑ سے (لاغری اور ناتوانی کی وجہ سے پیچھے رہ جانے والی تھی اور کوئی شیردار جانور تھا نہیں۔ ام معبد نے کہا نہیں نہیں بخدا یہ ہماری اسی لاغر اور ضعیف نزار بکری کا دودھ ہے۔ ایک مبارک ہستی کا یہاں سے گذر ہوا جن کی صفت اور کیفیت ایسی ایسی تھی (انہوں نے اپنے شان اعجازی اور خدا داد قدرت کا کرشمہ دکھاتے ہوئے ہمیں دودھ نکال کر دیا ہے، اس نے کہا مجھے تو یہ وہ ہستی معلوم ہوتی ہے جن کے تعاقب میں تشریش دوڑ رہے ہیں۔ ذرا ان کا حلیہ اور وضع قطع تو بیان کیجئے۔

ام معبد نے کہا میں نے جس ہستی کا شرف دیدار حاصل کیا، ان کی چمک دمک نمایاں تھی اور چہرہ انور کشادہ اور روشن۔ جسم کے اعضاء میں مکمل تناسب تھا اور موزونیت کاملہ نہ ان کو سپیٹ کے بڑھ جانے کا عیب لاحق تھا اور نہ سر اور گردن کے چھوٹا ہونے کا نقص۔ وہ انتہائی حسین و جمیل تھے انکی آنکھیں سیاہ اور موٹی تھیں، اور پلکیں گھنی تھیں اور دراز۔ آواز بلند گرجدار، رنگت سفید آنکھیں سر مگیں، بھویں باریک لمبی اور باہم ملی ہوئی، بال سخت سیاہ، گردن مبارک میں طول اور لمبائی، داڑھی مبارک گھنی، جب سکوت اور خاموشی اختیار کریں تو شان وقار نمایاں اور جب گفتگو کا آغاز کریں تو سر اقدس اور ہاتھ بلند فرماتے ہیں اور چہرہ اقدس پر رونق و بہار نظر آتی ہے۔ ان کی گفتار پر وئے ہوئے موقی معلوم ہوتے ہیں جو یکے بعد دیگرے نیچے گر رہے ہوں۔ باتوں میں شہد کی مٹھاس ہے اور کلام مقصد پر دلالت میں واضح اور غیر ملتبس اور مقصد کی مطابق۔ نہ بالکل مختصر اور نہ بہت طویل بے مقصد اور موجب طلال۔ دور سے دیکھیں تو سب سے بلند قامت اور خوبصورت اور قریب سے دیکھیں تو سب سے شیریں اور حسین ترین۔ ایسے درمیانہ قد کہ نہ تو دیکھنے والی آنکھ ان کو دراز می قامت کی وجہ سے عیب لگائے اور نہ کوتاہ قامتی کی وجہ سے آنکھ ان کو حقیر جانے کو یا وہ دوزم و نازک شاخوں کے درمیان ایک ایسی شاخ ہیں جو ان دونوں سے دیکھنے میں خوش منظر اور قد و قامت میں حسین ترین۔ ان کے رقعہ سفریوں ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے چاند کے گرد ہالہ، جب آپ بات کرتے تو رقعہ محکم کان بن جاتے اور جب حکم دیتے تو اطاعت و امتثال کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تو وہ مخدوم ہیں اور مطاع جن کی خدمت میں لوگ ہر وقت کمر بستہ کھڑے رہتے

ہیں نہ ترشرو اور تیوری چڑھانے والے اور نہ لوگوں کی طرف سے کم عقلی اور ناسمجھی کا طعنہ سہنے والے۔  
ابو معبد نے کہا بخدا یہ وہی قریش کی عداوت اور دشمنی کا نشانہ بننے والی ہستی ہیں جن کو اپنا مقام التدریب العزت  
کی طرف بتلا دیا گیا اور مرتبہ و درجہ (نبوت) واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر میں آپ کو پالیتا تو اپنے ساتھ رکھنے کان  
سے التماس کرتا اور میں جب بھی موقع ملے گا ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

اور صبح کو اہل مکہ نے زمین و آسمان کے درمیان گونجنے والی آواز کو سنا۔ آواز انہیں سنائی دیتی جا رہی  
تھی مگر وہ آواز دینے والا شخص ان کو نظر نہیں آتا تھا (وہ شخص دراصل جن تھا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور  
حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مدحیہ اشعار اس کی زبان پر تھے) اور وہ یوں کہہ رہا تھا۔  
جَزَى اللهُ رَبَّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ رَفِيقِينَ حَلًا خَيْسَتِي اُمَّ مَعْبُدٍ

لوگوں کا پروردگار جو جزا کا مالک ہے، بہترین جزا عطا فرمائے ان دو رفیق سفر مقدس ہمراہیوں  
کو جو ام معبد کے خیموں میں تشریف فرما ہوئے۔

ها نزلنا بالبيت وارتحلابه فاقبلح من اُمسى رفيق محمد

وہ دو نوبت و احسان کے ساتھ نزول فرما ہوئے اور اسی صورت میں وہاں سے کوچ بھی فرمایا پس  
فلاح پانے والا ہے وہ شخص جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق بن گیا۔  
فَبِأَلْقَيْتِ مَا زَوَى اللهُ عَنْكُمْ بِهِ مِنْ نِعَالٍ لَا تَجَازِي دَسُودًا

اے آل قحی ان کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم سے کس قدر عظمتوں اور  
برتریوں کو سمیٹ لیا ہے اور ایسے افعال کو جن کی اپنی عظمت کی وجہ سے جزا نہیں دی جاسکتی۔  
سَلُوا اُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِيهَا وَاِنَايَهَا فَاَنْكُرُوا اِنْ تَسْأَلُوا الشَّاتَا تَشْهَدِ

اپنی بہن (ام معبد) سے اس کی لاغر اور ضعیف و نزار بکری کے متعلق دریافت کرو اور برتن کے  
متعلق جو دودھ سے بھر گیا بلکہ خود بکری سے دریافت کرو تو وہ بھی ان کی شان اعجازی اور فیوض  
و برکات کی گواہی دے گی۔

دعاها بشاة حائل فتحلبت له بصرايح ضرة الشاة مزيد  
طلب فرمایا ان سے ایسی بکری کو (جو شیردار تو کہا) حاملہ بھی نہیں تھی مگر وہی بکری ان کو حائل  
دودھ دینے لگی اور بکری کی شیردانی جھاگ بہا رہی تھی۔

فنادها رهنًا لدايها لحالب بدياتها في مصدرا ثم هو ديد  
پس اس دودھ کو اس بکری کا دودھ نکالنے والے کے لیے دوسری بار ام معبد کے پاس چھوڑا،

قوم قریش نے صبح کو دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود نہیں تھے اور وہ ام مہدی کے خیموں کی طرف دوڑے۔

اس ہاتف کے ان اشعار کا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان اشعار میں جواب دیا۔  
لقد خاب قوم زال عنهم نبیہم  
وقد مس من یسری الیہ ویفتدی  
یقیناً وہ قوم رسوا ہوئی جن سے ان کا بنی زنگ آکر جدا ہو گیا اور پاکیزہ ہوئی وہ قوم جن کے ہاں  
رات کو یادن کو وہ تشریف فرما ہوئے۔

ترحل عن قوم فزالت عقولہم  
وحد علی قوم بنوہ مجدداً  
ایک قوم سے انہوں نے رحلت اختیار فرمائی پس ان کے عقول و انہام زائل ہو گئے اور ایک  
دوسری قوم پر تازہ نور لے کر نزول فرما ہوئے۔

وہل یستوی ضلال قوم تسفہوا  
عمی و ہدایة یقتدون بمہتدی  
کیا ایک قوم کے گمراہ لوگ جو اندھے ہونے کی وجہ سے بیوقوف بن بیٹھے اور دوسری قوم کے  
ہدایت یافتہ لوگ جو لوگوں کو راہ دکھانے والے ہیں اور عظیم ہدایت یافتہ راہنما کی اقتدا کر نیوالے  
ہیں باہم برابر ہو سکتے ہیں؟

نبی یرى مالایری الناس حوالہ  
دیتلو کتاب اللہ فی کل مشہد  
وہ ایسے عظیم نبی ہیں جو دیکھتے ہیں اپنے ارد گرد ان امور مخفیہ کو جو دوسرے لوگ نہیں دیکھ  
سکتے اور ہر مجمع و محفل میں اللہ تعالیٰ کی کتاب تلاوت کر کے سناتے ہیں۔

دان قال فی یوم مقالة غائب  
فتصد یقہا فی ضحوة الیوم اذ غدا  
اگر کسی دن غائب امر کے متعلق بات فرمائیں اور خبر دیں تو اس کی تصدیق اس دن چاشت کے  
وقت یا اگلے دن ظاہر ہو جائے گی۔

یہن ابا بکر سعادة جلدہ  
بصحبته، من یسعد اللہ یسعد  
مبارک ہو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی نیک بختی اور سعادت مندی حبیب پاک کی صحبت  
اور رفاقت کے ساتھ اور جس کو اللہ تعالیٰ سعادت مند بناتا ہے وہ سعادت مند بن جاتا ہے۔

ویہن بنی کعب مکان فتاتہم  
دمقعدھا للمسلمین بمزمد  
اور مبارک ہو بنی کعب کے لیے ان کی جواں بہت ہم قوم عورت کا مسلمانوں کی راہ پر موجود



ہونا اور ان کے انتظار میں بیٹھنا۔

ام مبعود رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چار اشخاص ذواذنبینوں پر سوار ہم پر روز نما ہوئے۔ میرے پاس اترے میں ایک بکری سرکار دو عالم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی تاکہ اُسے ذبح کر کے آپ کو کھلاؤں کیا دیکھتی ہوں کہ وہ دودھ سے بھر لو رہے۔ میں اُسے آپ کے قریب لائی آپ نے اس کے پستانوں کو ہاتھ لگا یا اور فرمایا اس کو ذبح نہ کرو۔ میں نے اُس کو چھوڑ دیا اور دوسری بکری لا کر ذبح کی اور گوشت پکا کر پیش کیا۔ آپ نے بھی تناول فرمایا اور آپ کے ساتھیوں نے بھی۔ اور جتنا اُن کے دسترخوان میں سما سکتا تھا اور توشہ دان میں اُن کے ہمراہ بھی دیا اور جو ہمارے پاس بچ گیا وہ اتنا تھا جتنا پوری بکری کا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور وہ بکری جس کے تھنوں کو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ لگایا تھا اس کی عمر میں وہ برکت پیدا ہوئی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں روز نما ہونے والے قحط جس کو عام امادہ کہا جاتا تھا یعنی ہجرت کے اٹھارہویں سال تک صبح و سالم رہی اور ہم اس زمانہ میں بھی اس کو صبح و شام دودھا کرتے (اور اس کے دودھ سے سیراب ہوا کرتے تھے) جب کہ زمین میں جانوروں کو کوئی شے کھانے کی ملتی ہی نہیں تھی۔

## پانچواں باب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبیب خدا علیہ التحیۃ والتنا کیلئے سفر مدینہ منورہ میں توریہ سے کام لینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت فرمائی تو جس سواری پر سوار تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اسی پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا اور چونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ شام کی طرف بغرض تجارت آتے جاتے رہتے تھے، اس لیے لوگ آپ کو پہچانتے تھے۔ لہذا جب بھی کسی قوم پران کا گذر ہوتا لوگ دریافت کرتے اسے ابو بکر یہ تمہارے آگے کون ہیں؟ تو آپ فرماتے یہ وہ ہستی ہے جو مجھے راہ دکھلاتی ہے۔ عجب

عہ توریہ کہتے ہیں ایسے لفظ کا استعمال کرنا جس کے دو معانی ہوں بید اور قریب۔ بولنے والا بعید معنی مراد لیتا ہے اور سننے والا قریب معنی سمجھتا ہے۔ کلام میں کذب بھی لازم نہیں آتا اور اظہار حقیقت جس سے مفاسد کا اندیشہ ہوتا ہے وہ بھی لازم نہیں آتا۔ یہاں حضرت صدیق نے راہ خدا مراد لیا اور سننے والوں نے زمین کی راہ دکھانا سمجھا۔

مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں سے جو مشرف باسلام ہوئے تھے یعنی انصار کی طرف آدمی بھیجا جن میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی شامل تھے۔ وہ بھی دوڑے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا مطاع و حکم ہونے کی حیثیت سے امن کے ساتھ تشریف لائے۔ چنانچہ آپ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس دن سے زیادہ کوئی دن روشن ترین اور حسین ترین نہیں دیکھا جس دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم (اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے وہ فرماتے ہیں، میں آپ کے وقت وصال میں بھی مدینہ طیبہ میں موجود تھا۔ میں نے حضور کے وصال کے دن جیسا تاریک ترین اور بھیانک کوئی دن نہیں دیکھا۔

## چھٹا باب

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کے راستہ میں بریدہ اسلمی سے ملاقات فرمانا،

ان کے نام سے نیک فال لینا اور حضرت بریدہ کا آپ کی خدمت بجالانا

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی شے سے بد فال نہیں لیتے تھے البتہ نیک فال ضرور لیتے اور جب قریش نے آپ کو گرفتار کر کے ان کے حوالے کرنے والے کے لیے انعام مقرر کر رکھا تھا۔ تو بریدہ اپنی قوم بنی سہم کے ستر سواروں کے ہمراہ سوار ہو کر اپنے گھر سے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا آپ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ عرض کیا میں بریدہ ہوں۔ آپ نے ابو بکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہمارا معاملہ حرارت و گرمی اور شدتِ حدت سے محفوظ ہو گیا بلکہ سرد اور خشک ہو گیا۔ پھر استفسار فرمایا کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا قبیلہ اسلم سے ہوں تو آپ نے فرمایا اسے ابو بکر سہم سلامتی میں ہیں۔ پھر پوچھا قبیلہ اسلم میں سے کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا بنی سہم سے تو آپ نے حضرت صدیق سے فرمایا تمہارا حصہ اور نصیبہ نکل آیا۔ حضرت بریدہ نے عرض کیا آپ کی تعریف کیا ہے؟ فرمایا میں محمد بن عبداللہ ہوں اللہ تعالیٰ کا رسول اور برگزیدہ بندہ۔ تو بریدہ نے عرض کیا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبده ورسوله۔

چنانچہ حضرت بریدہ اور ان کے تمام ساتھی مشرف باسلام ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے عرض کیا مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت لواریادت اور علم قیادت آپ کے ہمراہ ضرور ہونا چاہیے۔ اپنی دستار کو سر سے اتارا اور نیزے پر باندھ کر اس کو فضا میں بند کیے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چلے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ عرض کیا آپ میرے ہاں قیام فرمادیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میری یہ اومٹی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے اور اسے اس کی منزل اللہ تعالیٰ نے بتلا رکھی ہے۔ میں اس کو ادھر ادھر نہیں پھیر سکتا۔ حضرت بریدہ نے شرف اسلام سے مشرف ہونے اور ابدی سعادتوں کے حصول پر شکر ایزد تعالیٰ بجا لاتے ہوئے عرض کیا الحمد للہ کہ بنو سہم رضا و رغبت سے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور جبر و اکراہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔

## سائوال باب

اہل مدینہ کا سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات اور استقبال کے لیے نکلنا اور

آپ کا ان کی معیت میں مدینہ منورہ میں داخل ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں اہل اسلام کو جب یہ خبر پہنچی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے سفر فرما ہو گئے ہیں۔ ہر دن مقام حستہ میں صبح سویرے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کر کے بیٹھے رہتے اور جب دوپہر کو شدید گرمی پڑنے لگتی تو گھروں کو لوٹتے۔ ایک دن بہت انتظار کیا مگر جب طلعت مقصود و محبوب سے آنکھوں کو منور نہ کر سکے تو گھروں کو لوٹے۔ اسی دوران ایک یہودی مدینہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر کوئی چیز دیکھنے کے لیے چڑھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ہمراہیوں کو دیکھا جو سفیدی اور نورانیت کی وجہ سے چمک رہے تھے اور جہاں ان کے سائے پڑ رہے تھے، سر اب زائل ہوتا نظر آتا تھا۔ یہودی یہ منظر دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھا۔ اے معشر عرب یہ رہا تمہارا بخت و اقبال جس کی انتظار کرتے رہتے تھے۔ مسلمانوں نے تیزی سے ہتھیار سنبھالے اور دوڑتے ہوئے استقبال کے لیے مقام حرا پر پہنچے۔ آپ ان کو لے کر راہ کی دائیں جانب بنی عمرو بن عوف میں قیام فرما ہوئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چپ چاپ بیٹھے رہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے رہے (ان کو تفصیلات سفر سے آگاہ کرتے

## اکھواں باب

اس دن کا بیان جس میں رحمتہ عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے  
زہری کہتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء سوموار کے دن بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں  
تشریف فرما ہوئے۔

حش صنعانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت  
باسعادت سوموار کو ہوئی۔ آپ کو منصب نبوت و رسالت بھی سوموار کو سونپا گیا اور اعلان نبوت کا حکم دیا  
گیا اور حبرِ اسود کو اپنی جگہ پر نصب بھی آپ نے سوموار کو کیا۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی  
اسی دن فرمائی اور مدینہ منورہ کو قدمِ میمنت لازم سے مشرف بھی اسی دن فرمایا اور آپ نے اسی سوموار کے دن مجال  
پایا۔ بارگاہِ خداوندی کی طرف سے آپ کو بلاوا اسی دن آیا اور عالم جاودانی میں قدم رکھا تو سوموار کا ہی دن تھا۔

## نواں باب

اس مکانِ رفعت مقام کا بیان جس میں سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء مدینہ منورہ

تشریف آوری کی وقت قیام فرما ہوئے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور میں مکہ مکرمہ سے چل کر مدینہ  
طیبہ پہنچے تو لوگ آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ کچھ پیدل اور کچھ اونٹوں پر سوار تھے اور خدام و صبیان  
راستوں میں دوڑ رہے تھے اور پکار رہے تھے۔ اللہ اکبر جاوید رسول اللہ جاوید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ اکبر  
رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء تشریف لائے۔ محمد (خدا و خلق کے نزدیک قابلِ حمد و ثناء) تشریف لائے اہل مدینہ

نے باہم اختلاف و نزاع کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس کے ہاں اور کس جگہ قیام فرما ہوں۔  
امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آج رات تو بنی النجار کا مہمان ہوں گا جو کہ حضرت عبدالمطلب  
کے ماموں (بنتھیاں) ہیں۔ کیونکہ حضرت ہاشم نے وہاں شادی کی اور ان کے ہاں حضرت عبدالمطلب متولد ہوئے  
تاکہ ان کو میری میزبانی کی وجہ سے کرامت و عزت حاصل ہو۔

اور جب صبح ہوئی تو جہاں سرکارِ دو عالم کو حکم دیا گیا وہاں پڑاؤ ڈالا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں گزرا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو

بن عوف کے ہاں قیام فرما ہوئے۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول پاک صاحبِ لولاک علیہ افضل الصلوات کلثوم بن الہدم کے ہاں قیام  
فرما ہوئے جو کہ بنی عمرو بن عوف سے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ سعد بن خثیمہ کے ہاں قیام فرما ہوئے کیونکہ  
وہ غیر شادی شدہ تھے اور بیوی بچے نہیں تھے (لہذا وہاں آپ کے قیام فرمانے سے بارگاہِ اقدس میں حاضری  
دینے والے ان کے لیے موجب کلفت نہیں بن سکتے تھے) چنانچہ آپ نے وہاں قیام سو موارے جمعرات  
تک قیام فرمایا۔ پھر وہاں مسجد کی بنیاد رکھی اور جمعہ کے دن وہاں سے کوچ فرمایا اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ  
نے وہاں دس دن سے بھی زیادہ قیام فرمایا۔

پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اس کی مہار کو اس کی گردن پر ڈال دیا۔ جہاں سے بھی آپکی سواری  
گذرتی اس جگہ والوں کی دلی تمنا ہوتی کہ آپ ہمارے ہاں قیام فرمادیں چنانچہ وہ عرض کرتے۔

مَعْلَمٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى الْعِدَدِ وَالْعِدَّةِ

”آپ ایسے خدام کے مہمان بنیں جو عدد و شمار میں بھی کیشریں اور ساز و سامان کے اعتبار سے بھی“

سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ و النناء فرماتے۔

خَلُّوا زَمَانَهَا فَا نَهَا مَامُورَةٌ -

”اس کی مہار چھوڑ دو اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔“

(اور جہاں کا اس کو حکم دیا گیا ہے وہیں پڑاؤ ڈالے گی۔ دوسری جگہ اس کو نہیں بٹھایا جاسکتا) الغرض قصر  
چل رہی تھی اور لوگ دیکھ رہے تھے کہ کس کا مقدر چمکتا ہے اور کون ان سعادتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے حتیٰ کہ  
وہ پہلے پہل اس جگہ بیٹھی جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ اس کے دروازہ والی جگہ پر بیٹھی اس وقت وہاں کھجوریں کھانے  
کا کھلیان تھا۔ آپ اس پر سے نہیں اترے تھے وہ فوراً تیزی کے ساتھ اٹھی اور تھوڑی دور جا کر پھر اپنی پہلی  
نشستگاہ کی طرف لوٹ آئی اور اس میں بیٹھ گئی اور اپنے حلقوم کو زمین پر رکھ دیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس

کی پشت سے اترے اور حضرت ابو الیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا ساز و سامان اٹھا کر اپنی منزل میں رکھا اور جب تک مسجد شریف اور اس کے گرد حجرات مبارکہ تیار ہوئے آپ وہیں قیام فرما رہے۔

واقعی اپنے شیوخ اور ساتذہ کے واسطے سے ناقل ہیں کہ جب ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو پہلے پہل بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا۔ جب جمعہ کے دن سورج اچھی طرح بلند ہو گیا تو آپ نے اپنی سواری منگوائی اور اس پر سوار ہوئے اور مہاجرین و انصار آپ کے دائیں بائیں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ انصار کے گھروں میں سے جس گھر کے قریب سے آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوتا تو وہ آپ سے عرض کرتے۔

مَعْلَمٌ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِلَى الْقُوَّةِ وَالْمَنْقَةِ - یا رسول اس گھر میں قدم رنجہ فرمائیں جو کہ قوت و طاقت والا گھر ہے اور دشمنوں اور بدخواہوں سے حفاظت کرنے والا۔ آپ ان کو دعا و خیر سے نوازتے اور فرماتے میری سواری اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔

آپ کی اونٹنی مبارک چلتی ہوئی مسجد شریف کے قریب بیٹھ گئی۔ حضرت ابو الیوب رضی اللہ عنہ آئے۔ پالان اور دیگر ساز و سامان اتارا اور اپنے گھر میں لے گئے۔ آپ نے فرمایا۔ المراد مع رحله۔ آدمی اپنے پالان اور سامان کے ساتھ ہوتا ہے یعنی میں ابو الیوب کا مہمان ہوں۔

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور اونٹنی کو وہ لے گئے تاکہ اس کی خدمت کریں چنانچہ وہ انہی کے پاس موجود رہی۔

اور ہرات تین یا چار آدمی باری باری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے در اقدس پر پہرہ دیتے تھے یہاں تک کہ آپ اس منزل سے اپنی منازل کی طرف منتقل ہوئے۔ اور حضرت ابو الیوب کے ہاں آپ کا قیام سات ماہ تک رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن خارجه رضی اللہ عنہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہ کو دو اونٹ اور پانچ صد درہم دے کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ وہ دونوں حضرت فاطمہ اور ام کلثوم (سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں) اور آپ کی بیوی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ لے آئے اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی۔ اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت صدیق کے اہل و عیال کو جن میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما بھی تھیں ہمراہ لائے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے ان کو جاریہ بنان کے گھر میں ٹھہرایا۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام فرمایا اور سعد بن خثیمہ کی منزل میں بھی جو منزل غراب کہا جاتا تھا، قیام فرماتے اور لوگوں کے

ساتھ بات چیت اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ وہاں قائم کیا جاتا۔ قبا سے مدینہ طیبہ کے ارادہ پر آپ جمعہ کے دن نکلے اور منار جمعہ بنی سالم میں ادا فرمائی اور یہ پہلا جمعہ تھا جو رسول پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوات نے اہل اسلام میں ادا فرمایا۔

## سوال باب

سر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل مدینہ کی فرحت و مسرت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو حبشی اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیلے۔ وہ آپ کی تشریف آوری پر فرحت و مسرت کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کی بچیوں کے پاس سے گذرے جو گارہی تھیں۔

نحن جوار من نبی النجار وحبذا محمد من جار

ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں اور مبارک ہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پڑوسی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اظہار عقیدت کے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور تم میرے الطاف و عنایات کا مرکز اولین ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آفتاب نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے افق مدینہ منورہ پر طلوع فرمایا تو عورتیں بچے بچیاں یہ اشعار گارہے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیاات الوداع وحب الشکر علینا ما دعا اللہ داع ہم پر بدر منیر و داع کی گھاٹیوں سے طلوع فرما ہوا اللہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے اس احسان عظیم کا شکر یہ ادا کرنا واجب و لازم ہے۔ جب تک کوئی بھی دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا۔ یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ادائیگی شکر فرض ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## گیارہواں باب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو لوگ جوق درجوق آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ہیں بھی ان کی حاضری دینے والوں میں شامل تھا جب میں نے آپ کے چہرہ اقدس کو دیکھا تو دل میں یہ اعتقاد اور یقین راسخ پیدا ہو گیا کہ یہ چہرہ انور جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی رونق اور تروتازگی، درخشندگی اور نورانیت اس امر کی شاہد عدل ہے کہ اس سے کبھی کذب اور غلط بیانی صادر نہیں ہو سکتی۔

میں نے اس موقع پر آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو! باہم سلام و دعا کو عام کرو اور پھسلاؤ۔ صلہ رحمی کرو۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور رات کی تاریکی میں اللہ رب العزت کی بارگاہ بے نیاز میں سر نیاز اور جبین نیاز جھکاؤ جب کہ دوسرے لوگ خواب غفلت میں مبتلا ہوں۔ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

## بارہواں باب

مدینہ طیبہ کی فضیلت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوند تبارک و تعالیٰ میں عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں اُس برکت کی نسبت دو چند برکت عطا فرما جو تو نے مکہ مبارکہ کو عطا فرمائی ہے۔

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے روایت فرمایا ہے۔  
مسلم شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔



”مدینہ منورہ کی شدت و محنت، تکلیف اور دشواری پر جو شخص صبر کرے گا اور محض میرے جوار و قرب کی خاطر سب کچھ برضا و رغبت برداشت کر لے گا، میں قیامت کے دن اس کا شفیق ہوں گا۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ و الثناء نے فرمایا جس میں استطاعت ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں (قیام پذیر رہے اور بالآخر یہیں) فوت ہو تو ضرور بالضرور اسے یہیں رہ کر نماز پڑھے کیونکہ جو شخص میرے مدینہ میں فوت ہو گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت نے ارشاد فرمایا مدینہ منورہ میں رمضان المبارک کے روزے رکھنا اتنے اجر و ثواب کا موجب ہے جتنا کہ دوسرے مقامات پر ہزار مہینہ کے روزے رکھنا اور مدینہ منورہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کی فضیلت اتنی ہے جتنی کہ دوسرے مقامات پر ہزار نماز ادا کرنے کی۔

حضرت ابو ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ و الثناء نے ارشاد فرمایا اعتبار المدینہ شفاء من الجذام۔ مدینہ طیبہ کی خاک پاک جذام اور کوڑھ کے لیے موجب شفا ہے۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ اسلام کا قبہ ہے اور ایمان کے لیے بمنزلہ قلب کے ہے اور حلال و حرام کے درمیان حد فاصل اور موجب امتیاز ہے۔

## تیرھواں باب

### تعمیر و بناء مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسليم بنی عمرو بن عوف میں دس اور بیس راتوں کے درمیان ٹھہرے۔ اور وہیں مسجد قبا کی بنیاد رکھی جس کے متعلق قرآن مجید نے گواہی دی ہے کہ اس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہے اور اسی میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ و السلام نے نماز ادا فرمائی پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور آپ کے ساتھ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی چلے حتیٰ کہ آپ کی سواری مسجد نبوی کے دروازہ (والی جگہ) پر بیٹھ گئی۔ اس جگہ بھی اہل اسلام میں سے چند آدمی نماز پڑھتے تھے اور اس جگہ سعد بن زرارہ کی زیر کفالت تربیت پانے والے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کا کھجوریں کھانے

کاکھلیان ہوتا تھا جب آپ کی سواری یہاں پر بیٹھی تو آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہی ہماری منزل ہوگی پھر آپ نے سہل اور سہیل کو بلایا اور ان سے کھلیان والی جگہ کا سودا کرنے کا حکم فرمایا تاکہ آپ اس کو مسجد بنائیں انہوں نے عرض کیا ہم آپ کو یہ جگہ مہربہ کرتے ہیں اور اس کی قیمت لینے کے بجائے اجر آخرت اور ثواب اخروی حاصل کریں گے۔ پھر آپ نے اس جگہ مسجد کی بنیاد رکھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ آپ بھی کچی اینٹیں اٹھا اٹھا کرتے تھے اور زبان اقدس پر یہ کلام جاری تھا۔

هذا الحمال لاحمال خيبر - هذا ابر ربتنا واطهر -

بار برداری اور محنت و مشقت جو بار آور اور نتیجہ خیز ہے وہ تو یہی ہے نہ کہ خیبر سے کھجوریں وغیرہ کا لوہجہ اٹھانا اسے رب ہمارے کام میں بر اور نیکی زیادہ ہے اور پاکیزگی و طہارت بھی۔

اللَّهُمَّ انْ خَيْرِ خَيْرِ الْآخِرَةِ - فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ -

اسے اللہ خیر و برکت تو صرف آخرت کی خیر و برکت ہے پس انصار و مہاجرین کے لیے رحم و مغفرت فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو بنی عمرو بن عوف والے قبیلہ میں تشریف فرما ہوئے۔ چودہ دن آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ پھر بنی النجار کی طرف آدمی بھیجا وہ تلواریں لے کر اور مسلح ہو کر حاضر ہو گئے۔ میں اس منظر کو اب بھی اپنے آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سواری پر سوار ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار ہیں اور بنی النجار کی جماعت آپ کے ارد گرد حلقہ بنائے چل رہے تھے حتیٰ کہ آپ نے حضرت ابو الیوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے نزول فرمایا۔ قبل ازیں آپ نے مسجد میں نماز کا التزام نہ فرمایا بلکہ جہاں بھی رقت ہو گیا نماز پڑھ لی خواہ بھٹ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں آپ نے مسجد تعمیر کر لیا حکم دیا۔ اور مسجد کے لیے زمین حاصل کرنے کی خاطر بنو النجار کی طرف آدمی بھیجا اور فرمایا اپنا یہ باغیچہ مجھے قیمتاً دیدو انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ہم آپ سے دنیا میں اس کی قیمت وصول نہیں کرتے بلکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی صورت میں قیمت وصول کر لیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس جگہ کی صورت حال یہ تھی کہ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں کہیں ٹیلے اور ڈھیر کہیں نشیب اور گڑھے اور کھجوروں کے درخت بھی تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں وغیرہ وہاں سے نکال دی جائیں اور نشیب و فراز کو ہموار کر دیا جائے اور کھجوریں کاٹ دی جائیں کھجوروں کے تنے قبلہ کی جانب رکھ کر دیوار کی شکل بنا دی گئی اور دروازہ کی دونوں جانب پتھر کے ستون کھڑے کیے گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پتھر اٹھا اٹھا کر لارے تھے اور وہ رجز بھی پڑھتے جا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بھی ان کے ساتھ شریک عمل تھے اور آپ کی زبان اقدس پر یہ کلمات طبیات تھے۔

اللہم لا خیر الا خیر الاخرہ فاغفر لانا نصار و المہاجرہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مسجد نبوی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی جس کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ستون کھجور کے تنوں سے بنائے گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اس میں اپنے دورِ خلافت میں کوئی اضافہ نہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کی توسیع کی اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا و تعمیر کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے اس کی تعمیر کی اور اس کے ستون بھی کھجور کے تنے ہی کے بنائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کی توسیع بھی فرمائی اور اس کی تعمیر میں تبدیلی بھی فرمائی۔ جب کہ امام بخاری نے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے منقوش پتھروں اور چونے کے ساتھ دیواروں کی چٹائی کی۔ ستون بھی نقش و نگار والے پتھروں کے ساتھ تعمیر کیے اور ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈالی۔

## چودھواں باب

### مسجد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کے لیے سواریوں پر پالان نہ باندھے جائیں صرف تین مساجد کے لیے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ۔ اور میری مسجد میں نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ہے۔

حضرت جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قائدِ سرسین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا مسجد حرام کے علاوہ باقی تمام مساجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بھی افضل ترین ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آپ کے الفاظ مبارکہ مسجدیٰ هذا میری یہ مسجد میں اس امر پر واضح دلالت موجود ہے کہ یہ فضیلت و برتری اس مقدس خطہ کو حاصل ہے جو سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں مسجد ہونے

کے شرف سے مشرف تعلقہ نہیں جو بعد میں اس کے اندر شامل کیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی و منقول ہے کہ دو آدمیوں میں یہ اختلاف و نزاع پیدا ہو گیا کہ وہ مسجد اقدس جس کی بنیاد تقویٰ و اخلاص پر رکھی گئی ہے کون سی ہے۔ ایک نے کہا وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے نے کہا، وہ مسجد نبوی ہے۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں جب صورتحال عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا وہ میری یہ مسجد ہے۔ یہ روایت مسلم شریف میں ہے۔

## پندھواں باب

سرر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منبر شریف اور حرم اس کی درمیانی جگہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الثقلین علیہ السلام نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جتنی جگہ ہے وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (رواہ البخاری و المسلم)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا علیہ التیمۃ و الثناء نے فرمایا میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض یعنی حوض کوثر پر ہے۔ (رواہ البخاری و المسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حجرہ

عہ فائدہ جلیلہ۔ یہی تصریح امام نووی نے شرح مسلم جلد اول میں فرمائی ہے لیکن ابن تیمیہ اور محب طبری کا مختاریہ ہے کہ بعد میں جو اضافہ کیا گیا یہ اجر و ثواب اس میں بھی ثابت ہے جیسا کہ روایت میں موجود ہے کہ اگر اس مسجد کو صنعا میں تک بڑھا دیا جائے تو بھی وہ میری مسجد ہوگی۔ اور محب طبری نے امام نووی علیہ الرحمہ کا اس قول سے رجوع بھی نقل کیا ہے اور شیخ محقق نے لمعات میں فرمایا کہ جمہور کے نزدیک مختاریہ یہ ہے کہ اجر و ثواب اس حصہ میں بھی اتنا ہی ہے جو بعد میں بڑھایا گیا جتنا کہ زمانہ نبوی میں موجود مسجد شریف کے اندر اجر و ثواب ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ بخاری شریف جلد اول ص ۱۵۹۔ اقول۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں جو حصہ موجود تھا اس کا شرف لامحالہ زائد ہے اور کیفیت کے لحاظ سے وہاں کا اجر و ثواب بعد میں اضافہ کیے ہوئے حصہ سے بہر حال مختلف ہے اگرچہ کیفیت کے لحاظ سے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ فانہم و تدبر۔

مبارکہ اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے ٹیلوں اور بلند مقامات میں سے ایک سرسبز و شاداب ٹیلہ پر ہے اور میرے منبر اور حضرت عائشہ کے حجرہ کی درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

## سوالوں کا باب

### سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات کے مساکن و بیوت کا ذکر

محمد بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے مالک بن ابی الرجاد سے دریافت کیا کہ ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وسلم کے منازل و مساکن کہاں تھے تو اس نے مجھے اپنے باپ سے اور اس کے باپ نے اپنی ماں کے حوالہ سے بتایا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے سارے گھر مسجد نبوی میں منبر شریف کے بالمقابل نماز پڑھنے والے کی بائیں جانب پڑتے تھے یعنی سمت مشرق میں اور جب زینت بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی منزل میں بٹھا دیا۔

محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ عارثہ بن نعمان کے مکانات مسجد شریف کے قریب تھے اور اس کے ارد گرد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو اپنی زوجیت کا شرف بخشتے اور اہل خانہ بناتے تو حضرت عارثہ آپ کے لیے مکان خالی کر دیتے تھے حتیٰ کہ ان کے سارے مکانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواجِ مطہرات کی ملک میں آگئے۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مکان کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کرنے کی وصیت فرمائی تھی اور حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا کے ورثہ نے ان کا مکان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک لاکھ اسی ہزار درہم میں فروخت کر دیا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ان کا مکان ایک لاکھ اسی ہزار درہم کے بدلے اور ایک قول کے مطابق صرف اسی ہزار درہم کے بدلے فروخت کیا تھا اور ان کو تالیست اس میں رہنے کی اجازت دے دی۔ جب مال ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اس مجلس میں ہی اس کو زراہ خدا میں بانٹ دیا اور جب تک اسے صدقہ نہ کر دیا اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اُن کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے وہ مکان خرید لیا اور تازلیت اس میں رہائش کے لیے بھی عرض کیا جب قیمت آپ کی خدمت میں پیش کی گئی جو کہ پانچ اونٹوں پر لدا ہوا ساز و سامان تھا تو آپ نے اس کو فوراً فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔ عرض کیا گیا کم از کم ایک درہم تو بچا لیتیں۔ فرمایا اگر اس وقت یاد دلاتے تو رکھ لیتی۔

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا مکان حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بطور ورثہ ملا انہوں نے اس پر کوئی قیمت وصول نہ فرمائی اور اُسے مسجد نبوی میں شامل کر دیا گیا۔

محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر ہندلی نے بتایا کہ میں نے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ وسلم کے حجرات مبارکہ کو دیکھا جبکہ ان کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت مدینہ منورہ پر ولید بن عبد الملک کی طرف سے امیر تھے، نے شہید کر کے مسجد نبوی میں شامل کیا۔ ان کی دیواریں کچی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھیں اور حویلی کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی تھی۔ اور وہ مجموعی طور پر نو مکان تھے بمعہ حویلیوں کے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مکان بھی دیکھا جس کی دیواریں اور حویلی دونوں کچی اینٹوں سے تیار کی گئی تھیں۔

محمد بن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مہاجرین کو مدینہ منورہ پر چڑھائی تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس دوران اپنی حویلی کچی اینٹوں سے تیار کرانی جب آپ واپس تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ یہ کیسی تعمیر دینا ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں نے لوگوں کی زگاہوں کو روکنے کے لیے اور اعلیٰ درجہ کا ستر پردہ حاصل کرنے کے لیے کھجور کی شاخوں کی بجائے اینٹیں استعمال کی ہیں تو آپ نے فرمایا مرد مسلم کے مال استعمال ہونے کے بدترین مصارف میں سے بناؤ تعمیر ہے۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کے حجرے اور حویلیاں دیکھیں جو کہ کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھیں اور ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بنے ہوئے بویے لٹکے ہوئے تھے اور جب ولید بن عبد الملک کا خط وہاں پہنچا اور اس کو پڑھا جا رہا تھا میں اس وقت بھی موجود تھا جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مقدس حجرات کو مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے تو میں نے اس دن میں لوگوں کو جس قدر روتے اور آسو ہاتے دیکھا اس قدر کبھی بھی روتے نہیں دیکھا۔

عطاء خراسانی فرماتے ہیں میں نے سعید بن مسیب کو فرماتے ہوئے سنا بخدا مجھے تو یہی امر مرغوب و پسندیدہ تھا کہ ان حجرات مبارکہ کو اسی حالت پر رکھا جاتا حتیٰ کہ اہل مدینہ کی نئی نسل اور باہر سے آنے والے لوگ ان کو دیکھتے اور نکاثر و تلافی سے گریز کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اختیار کی تقلید و اتباع کرتے۔

## سترھواں باب

سر رانبیاء علیہ التَّحِیَّةُ وَالسَّلَامُ کَا دَعَا فَرَمَانَا کَاللَّتَّعَالِیِّ سِنِّهِ نَبُوکُو سَمَّحَا کَا مَحْبُو وَا مَرَعُو بِنَادِی

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو وہ دباؤں کا گھر تھا چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے جب تپ کی حدت اور شدت زور پکڑتی تو آپ فرماتے -

كل امرء مصعب فی اهلہ  
والموت ادنی من شراک نعلہ  
ہر شخص اپنے گھر میں دعائیں دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی صبح بالخیر کرے اور حال یہ ہے کہ موت اس کے جوتی کے تسم سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپ چڑھتا اور اس کی شدت بڑھ جاتی تو فرماتے -

الا لیت شعری هل ابین لیلۃ  
وہل اردن یوماً حیاةً بحنة  
بواہی وحولی اذخر و جلیل  
وہل یبدون لی شامةً و طفیل

آگاہ رہو اور غور سے سنو۔ اے کاش میری سمجھ موجود ہوتی اور مجھے میری عقل و فہم بتائی کہ میں کوئی رات بسر کروں گا اس وادی میں جہاں میرے ارد گرد اذخر (سرنڈے کی طرح خوشبودار پودا) اور حلیل (ضعیف و کمزور نباتات) ہوں اور آیا میں کسی دن بحنة کے پانیوں پر وارد ہوں گا اور میرے سامنے شامة اور طفیل پہاڑ ہوں گے۔

اسے اللہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ پر اور امیہ بن خلف پر لعنت فرما جس طرح انہوں نے ہم کو مکہ مکرمہ سے نکالا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت مشاہدہ کی تو دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمیں مدینہ محبوب بنا دے جیسے کہ مکہ مکرمہ محبوب بنایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ اس کو ہمارے لیے مقام صحت و عافیت بنا دے اور اس کے صاع (پیمانہ جس کی مقدار تقریباً چار سیر ہے) اور مسد (پیمانہ بمقدار ایک سیر) میں ہمارے لیے برکت پیدا فرما اور اس کی دباؤ اور تپ کو حنظل کی طرف منتقل فرما یہ

عہ فائدہ۔ حنظل میں یہود رہتے تھے جو بدترین دشمن اسلام تھے اس لیے دباؤ کو ادھر منتقل فرمانے کی دعا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے مدینہ منورہ صحت افزا مقام بن گیا اور حنظل دباؤں کا گھر۔

## اٹھارھواں باب

امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس کو قبلہ بنانا اور پھر بیت المقدس کی طرف نماز ہی میں رجب فرمانا

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی۔ پھر کعبہ مبارکہ کی طرف منہ کرنے اور بیت المقدس شریف کی طرف منہ پھرنے کا حکم دیا گیا۔

## انیسواں باب

### تحويل قبلہ کے وقت کا بیان

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم ام لشریبت براہ بن معرور رضی اللہ عنہما کے پاس بنی سلمہ میں پندرہ شعبان بروز منگل تشریف لے گئے۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے صبح کا کھانا وہاں تناول فرمایا۔ ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے دو رکعت نماز ادا کرائی اور عین نماز کی حالت میں آپ کو بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے اور کعبہ مبارکہ کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا لہذا آپ اس طرف متوجہ ہو گئے اور صحابہ کی صفیں بھی آپ کے پیچھے اسی طرف متوجہ ہو گئیں اور تمام نماز بیت المقدس شریف کی طرف متوجہ ہونے کے بعد ہوا تو اس مسجد کو مسجد القبلتین کہا گیا۔

واقعی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ تحویل نصف رجب بروز سوموار ہجرت کے سترھویں مہینہ میں پیش آیا۔ اور سدی کہتے ہیں کہ ہجرت کے اٹھارھویں مہینہ میں پیش آیا۔

## بیسواں باب

### فرضیہ رمضان کے نزول کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبلہ کی تبدیلی کے ایک ماہ بعد رمضان المبارک کے روزے رکھنے کا حکم نازل ہوا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرضیہ زکوٰۃ نازل ہونے سے قبل صدقہ فطر کا حکم دیا۔



# ابواب المعجزات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت طیبہ بیہت مبارکہ اور چال ڈھال عقلمند لوگوں کو آپ کی صداقت و حقانیت کی طرف رہنمائی کرتی تھی اس لیے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے چہرہ مصطفیٰ علیہ التمجیۃ والثناء کو دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے۔

اور جس شخص نے بھی آپ کی گفتگو سنی اور آپ کے اخلاق غظیمہ کا مشاہدہ کیا اس کے دل میں آپ کی نبوت و رسالت کے متعلق کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بچپن ہی سے آپ صدق و امانت کے ساتھ معروف اور حسن اخلاق اور بلندی کردار کے ساتھ مشہور تھے

قیصر روم نے ابوسفیان کے ساتھ ہونے والے مکالمہ میں کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کے ساتھ تو جھوٹ نہ بولیں لیکن اللہ رب العزت پر جھوٹ بولیں اور اس کی طرف سے نبوت و رسالت نہ ملنے کے باوجود دعویٰ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی و رسول بنایا ہے۔

اور اب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوت اور براہین رسالت کے طور پر چند بڑے بڑے معجزات مختلف ابواب میں ذکر کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## باب اول

### قرآن عزیز اور فرقان حمید کی شان اعجازی کا بیان

زمانہ موسیٰ کلیم علیہ السلام میں سحر کاری اور جادوگری عام تھی تو انہوں نے بھی اسی طرح کے معجزات ظاہر فرمائے کبھی عصا کو میدان میں پھینک کر اڑوھا بنا دیا اور کبھی پانی کی موجوں کو منجھ کر کے خشک راستے پیدا کیے اور بنی اسرائیل کو خشک پاؤں وہاں سے گذار دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں جب طب کا دور دورہ تھا تو انہوں نے اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے جن میں اطباء نے زمان عاجز تھے کبھی مر دوں کو زندہ فرمایا اور کبھی مادر زاد اندھوں کو بینائی سے بہرہ ور فرمایا۔

نبی الانبیاء علیہ التھیة والثناء کے زمانہ اقدس میں چونکہ فصاحت و بلاغت عروج پر تھی، فن شعر اور اسالیب نظم و نثر میں لوگوں کو مہارت تامہ حاصل تھی لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے قرآن حکیم کا معجزہ ظاہر فرمایا۔

قرآن مجید کئی وجہ سے معجزہ ہے اور وجوہ اعجاز یہ ہیں۔

اول۔ قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہونا باعتبار اعجاز کے۔ ایک ہی مقصود و مطلوب کو کہیں طویل عبارت سے ادا کیا گیا ہے اور کہیں بالکل مختصر نظم میں لیکن پورا مقصد اس مختصر عبارت میں سمیٹ دیا گیا ہے اور احتمال خلل کو قطعاً ختم کر دیا گیا ہے۔

دوم۔ کلمات عرب کے اصول یعنی حروف تہجی سے مولفہ و مرکب ہونے کے باوجود ان کے اسالیب نثر سے جداگانہ انداز اپنایا گیا ہے اور اوزان اشعار سے بھی کلی اجتناب کیا گیا ہے۔

اور انہی دو وجہوں کی بنا پر سارے اہل عرب کو مقابلہ کی دعوت دی اور وہ عاجز آگئے، ہجرت زدہ ہو گئے اور اس کے فضل و تفوق اور بلندی مقام اور رفعت شان کے معترف ہو گئے حتیٰ کہ ولید بن مغیرہ نے کہا بخدا بیشک اس میں مٹھاس ہے اور اس پر تروتازگی اور رونق و بہار ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ اور قریش کی ایک جماعت باہم مل کر بیٹھے۔ ولید سب سے عمر رسیدہ تھا۔ اس نے کہا موسم حج قریب آ پہنچا ہے اور لوگ دور دراز سے وفود کی صورت میں تمہارے پاس پہنچیں گے اور انہوں نے تمہاری قوم کے دعویٰ نبوت (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سن رکھا ہے لہذا ان کے متعلق متفقہ فیصلہ کر لو تاکہ جو بھی پوچھے اس کو متفقہ جواب دو اور ایک دوسرے کی تکذیب و تردید ہی نہ کرتے رہ جاؤ۔

انہوں نے کہا تو ہی بتلا اور کوئی صحیح نظریہ و عقیدہ تجویز کر دے جس کو ہم لوگوں کے سامنے ظاہر کریں اس بے کمانہ تم سوچ کر بتاؤ میں سنوں گا اور فیصلہ دوں گا۔ انہوں نے کہا ہم کاہن ہونے کا الزام عائد کریں گے۔

اس نے کہا وہ کاہن نہیں ہیں یہی نے کاہنوں کو دیکھا بھالا ہے، ان کے کلمات سننے میں ان میں نہ کاہنوں والا مزمرہ اور لب و لہجہ ہے اور نہ ان کی طرح سحر کاری و عیاری۔

وہ بولے ہم محبتوں ہونے کا طعن دیں گے۔

اس نے کہا وہ محبتوں بھی نہیں ہیں ہم نے جنوں میں مبتلا لوگوں کو دیکھا ہوا ہے اور اس کو اچھی طرح جانتے ہیں یہ ان کو گلے کی بندش درپیش ہوتی ہے اور نہ محبتوں کی طرح اضطراب و بے سکونی اور نہ ہی وساوس و اوہام۔ انہوں نے کہا ہم ان کے شاعر ہونے کا چرچا کریں گے۔

اس نے کہا وہ شاعر نہیں ہیں ہم شعر کے جملہ اقسام رجز و ہزج کو جانتے ہیں اور قرظ و مقبوض کو اور مبسوط کو پہچانتے ہیں ان کا کلام شعر نہیں ہے۔

انہوں نے کہا ہم ساحر ہونے کا عیب لگائیں گے۔

اس نے کہا حقیقت تو یہی ہے کہ وہ ساحر بھی نہیں ہیں ہم نے ساحروں کو دیکھا اور ان کی سحر کاریوں کو۔ یہ نہ ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور تعویذ گنڈا۔

انہوں نے کہا تو تم ہی بتلاؤ اسے ابو عبد الشمس؟

اس نے کہا بخدا ان کی باتوں میں شہد کی سی مٹھاس ہے۔ ان کا کلام (اس درخت کی مانند ہے جس کا اصل تر و تازہ ہے اور فرع او شاخیں پھل دار۔ تم ان الزامات و اتہامات میں سے جو بھی الزام و اتہام ان پر عائد کرو ہر کوئی اس کے جھوٹ کو واضح طور پر محسوس کر لے گا۔

اگر کوئی بہتان قبولیت کے قریب ہو سکتا ہے تو وہ ساحر ہونے کا ہے۔ لہذا تم ہی کہنا کہ وہ (نور بالہ) جادوگر ہیں جو خاوند کو بیوی سے جدا کرتے ہیں اور بھائی کو بھائی سے تباہ و مجلس کفر بجا ست ہوئی اور سبھی اٹھ کر چلے گئے۔

نضر بن حارث بن کلاء کہتے تھے اے جماعت قریش تم ہر ایک ایسی مشکل آپڑی ہے کہ تم آج تک ایسی مشکل میں کبھی مبتلا نہیں ہوئے تھے۔ بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ساحر و کاہن ہیں اور نہ شاعر و محبتوں ہیں۔

عقہ بن ربیعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس پر کلام مجید کی یہ آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ حَوَّتْ نَزِيلٍ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (الرحمن الرحیم) انذار تک صاعقہ۔ تو عقبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور آپ کو رحم و قرابت کا واسطو کر رکنے کے متعلق عرض کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا مجھے اس امر کا خوف لاحق ہو چلا تھا کہ کہیں ابھی عذاب نازل ہی نہ ہو جائے

اور ہمیں تباہ و برباد نہ کر دیا جائے۔

مصنف (ابن جوزی) فرماتے ہیں جب وہ قرآن مجید اور فرقان مجید کو سن کر متحیر ہو گئے اور وہشت زدہ اور

مہربان ہوئے قرآن مقدس نے اُن کے مثل قرآن بلکہ اس کی سورتوں میں سے سب سے مختصر ترین سورۃ کی مثل سے بھی عاجز ہونے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ فاتوا بسورۃ من مثله (الی) فان لم تفعلوا اولن تفعلوا۔ (الایۃ) قرآن کی سورتوں میں سے مختصر ترین سورت کی مانند کوئی سورت بناؤ اور اپنے محبوبان باطلہ کو بھی بلاؤ اور اگر اس کی مثل نہ لاسکو اور ہرگز نہیں لاسکو گے تو اس آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ جس کا ایندھن انسانی گوشت پوست اور پتھر ہے وہ کفار و مشرکین اور معاندین حق کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور یہ امر واضح ہے اور ہر ایک کو معلوم کہ نفوس منکرین و متکبرین کو جب اس طرح کی چوٹ کی جائے تو وہ مقابلہ میں پوری طاقت و قوت صرف کر دیتے ہیں لیکن کفار و مشرکین فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کے باوجود جب حروف و کلمات کے ساتھ مقابلہ کرنے سے ہٹ کر جنگ و جدال اور حرب و قتال پر اتر آئے اور اپنی جانیں دینے اور خون بہانے کے لیے آمادہ ہو گئے اور بیوی بچے قید کرانے اور مال و متاع گنوانے پر تیار ہو گئے تو ان کا عاجز اور بے بس ہونا دوپہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہو گیا اور ان میں سے بعض لوگوں نے کمال ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے طویل سورتوں کے بجائے بعض مختصر سورتوں کا بدل لانے کی کوشش کی اور اپنا بھرم قائم رکھنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے کیونکہ بڑی سورتوں کی فصاحت و بلاغت تو حد سے زیادہ واضح اور نمایاں تھی۔

ایک نے سورۃ فیل کے مقابلہ میں یہ سورۃ تیار کی۔

الفیل وما ادراك ما الفیل لما ذنب۔ و بیل و خرطوم طویل۔ وان ذالك من خلق ربنا لقلیل۔

”ہاتھی اور تجھے کس نے بتایا کیا ہے ہاتھی۔ اس کا دم چھوٹی ہے اور سونڈ طویل ہے اور وہ ہمارے رب کی پیدا کردہ اشیاء عجیبہ میں سے قلیل ہے۔“

مینڈک کی مدح سرائی میں یہ کلام ترتیب دیا۔

یا صندق تانیت صندقین۔ نفی کما تنقین۔ اعلاک فی المار و اسفلک فی الطین

لا المار تکدرین ولا الشراب تمنعین۔

”اے مینڈک جو دو مینڈکوں کی مونٹ ہے۔ اپنے آپ کو پانی میں رہ کر صاف ستھرا رکھ جیسے کہ پہلے

رکھا کرتی ہے یا ٹرٹرا جیسے کہ پہلے ٹرٹراتی تھی اور بولتی تھی۔ تیرا اوپر والا حصہ پانی میں ہے اور نچلا کچھڑ میں نہ تو

پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ پینے میں مانع ہوتی ہے۔“

سیاہ بکری کے سفید دودھ دینے کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا۔

ومن العجائب شاة سوداء تحلب لبناً ابيض -

الغرض ان کی یہ سعی نامتمام صرف جگ ہنسائی کا موجب اور نصیحت و رسوائی کا ساز و سامان ہونے لگا۔ اگر چہ رہتے تو اس بولنے کی نسبت اچھے رہتے۔

جن لوگوں کے دل بے نور کیے گئے اور ان پر مہر لگا دی گئی ان میں سے ابو العلیٰ المعری بھی ہے جس نے اپنے کلام کا مجموعہ بنام الفضول والغایات تیار کیا اور بزمِ خموشیٰ اور آیات کا معارضہ کیا۔ میں نے اس کتاب کو دیکھا مگر اس سے بڑھ کر ناقابل اعتبار اور ناقابل سماعت کوئی کلام نہ دیکھا نہ سنا۔ اس نے اپنی کتاب کو کلمات کے آخری حروف معجمہ کی ترتیب پر مرتب کیا۔ حرف الف کے تحت وارد کیے گئے کلمات میں سے چند ملاحظہ ہوں۔

كان النعال على اعصى الطلح يعارضون الر كائب في الهوادج والظلماء تستغفر لهم فحبت القمر وضياء الشمس وهنيا لتاركي النوق تلاح في عينطان الفلاة يحوم عليها ابن داية ويطيف بها السرحان وسانان اورا ك ترد الابان لبنها افتقد من الغطاء -

”جو تسمے غار و درخت کی چھڑیوں پر تھے جو سوار یوں کے محلوں کے ساتھ اٹکتے تھے اور تاریکی ان کو چھپائے ہوئے تھی پس چاند پوشیدہ ہو گیا اور ضیاء شمس بھی۔ اور خوشگوار می ہو ان لوگوں کے لیے جو اٹنیوں کو چھوڑنے والے ہیں۔ درانحالیکہ وہ تھکی ماندی ہیں جنگلات میں گھنے درختوں والی جگہ پر کوسے منڈلا رہے ہوں اور بھڑیے اور درندے ان کا طواف کر رہے ہوں اور کمانوں سے چھوٹنے والے تیروں کے پھل ان کا دودھ پی رہے ہوں اور ان کا دودھ پردوں میں پوشیدہ رہنے سے عاجز ہو چکا ہو۔“

اور اس کا سارا کلام طبائع سلیمہ کے نزدیک اسی طرح ناقابل قبول ہے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ مجھے ابو محمد بن مسلم نحوی نے بیان کیا کہ ہم باہم اعجاز قرآن مجید پر گفتگو کر رہے تھے اور ایک عمر رسیدہ شخص اور بہت بڑا صاحب و کمال قریب بیٹھا تھا اس نے کہا قرآن مجید میں ایسی کوئی امتیاز خوبی اور نشان اعجازی نہیں ہے کہ فضلاء اس کو اپنے کلام میں پیدا نہ کر سکیں۔ پھر وہ بالاخانہ پر چڑھ گیا اور اس کے پاس صحیفہ تھا اور دو ات (اور قلم) اور اس نے وعدہ کیا کہ میں تین دن تک مضامین تیار کرتا ہوں اور جب تسلی کر لوں گا کہ میرے یہ مضامین اور ان کے الفاظ و عبارات قرآن کی مانند ہیں تو میں تمہیں پکاروں گا اور بلا لوں گا جب تین دن گذر گئے (اور اس کی طرف سے کوئی بلا و انہ آیا) تو ایک شخص اس کے بالاخانہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ دیوار سے اوٹ لگائے خشک تنے کی مانند پڑا ہے اور اس کا ہاتھ قلم کے اوپر خشک ہو چکا ہے۔ میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ قرآن مقدس کے متعلق مرتضیٰ علوی کا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنی قدرت کا طہ قاہرہ سے لوگوں کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیا اور ان کی توجہات و تفکرات کو اس طرف سے ہٹا دیا۔ نہ یہ کہ وہ فی حد ذاتہ معجز ہے اور کفار و مشرکین اس کی مثل سے عاجز آگئے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں کہ کلام مجید کی مثل لانے سے ان کو ہٹا دینا اور ان کی سوچ اور فکر کے رخ کو موڑ دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان میں قدرت تھی (مگر اس کو بروئے کار نہ لایا جاسکا) اگرچہ اس صورت میں بھی قرآن مجید کا بعض وجوہ سے معجز ہونا ثابت ہو جاتا ہے لیکن فرقان مجید کافی حد ذاتہ ایسے خصائص اور امتیازی اوصاف پر مشتمل ہونا جن کا مثل لانا قدرت بشر سے خارج ہو، فضیلت قرآن اور اس کی فوقیت و برتری کی بہت بڑی علامت اور دلیل ہوگا۔

جس شخص نے مدار اعجاز صر نہ کو بنایا ہے اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی کہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو دیکھنے والی آنکھوں کو محض تخمیل و توہم کے طور پر وہ سانپ اور اثر دھانظر آیا اور نہ فی نفسہ تو وہ اسی طرح عصا ہی تھا اور اس میں کوئی انقلاب نہیں آیا تھا۔

بیز جس شخص کی قدرت و طاقت اور سوچ اور فکر کو بھی مثل قرآن بنانے سے پھر دیا گیا ہو۔ اس کو مقابلہ و معارضہ کی دعوت دینا درست ہی کیوں کہ ہو گا یہ تو ایسے ہوا جیسے کوئی کسی عجمی شخص کو عربی عبارت کے مقابلہ و معارضہ کی دعوت دے۔

یہ وجوہ البطلان تو وہ ہیں جو ابن عقیل نے بیان فرمائی ہیں اور میں اس قول کے رد و ابطال میں کہتا ہوں کہ صرف کا مطلب تو یہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے وقت ان کی طبائع میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی جائے کہ وہ اس کی مثل نہ بنا سکیں تو اس وقت سے قبل دیکھنا چاہیے کہ ان فصحاء و ملغانے اپنی فصاحت و بلاغت پر نازاں ہونے کے باوجود کبھی کوئی ایسا کلام مرتب کیا جو کلام مجید کے برابر تو کجا اس کے قریب بھی ہو (اور اگر اہل عرب نے اپنی پیدائش سے لے کر اس وقت تک کبھی بھی ایسا کلام نہ مرتب کیا نہ اس کے ذرا قریب فصیح و بلیغ کلام کبھی ان کی زبان پر جاری ہوا تو صرف کو وجہ اعجاز قرار دینے کی لغویت و بطلان اظہر من الشمس ہے) سووم۔ تیسری وجہ اعجاز کلام مجید کی یہ ہے کہ وہ امم ماضیہ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے سیر و اخلاق پر مشتمل ہے جن کو اہل کتاب اپنی آسمانی کتابوں کے ذریعے جانتے تھے۔ جنہوں نے ان حقائق و واقعات کو ان علماء اہل کتاب کے سامنے رکھا وہ امی لقب ہیں نہ علم خط اور رسم کتابت کو سیکھا اور نہ کسی مکتب و مدرسہ میں پڑھا اور نہ ان کے متعلق کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ انہوں نے اجبار و رہبان یا ساحرین و کاہنین کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کی ہے اور اہل عرب میں سے جو شخص لکھنا پڑھنا جانتا تھا اور اجبار و رہبان کے پاس بیٹھا بھی تھا وہ بھی ان حقائق اور واقعات کو نہ جان سکا جو قرآن مجید اور فرقان مجید نے بیان فرمائے۔

چہارم۔ چوتھی وجہ اعجازیہ ہے کہ قرآن کریم آنے والے غیبی امور کے اخبار و اعلانات پر مشتمل ہے اور صریح قرآن مجید نے بتایا اسی طرح ہوا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت و رسالت میں صادق ہونا قطعی طور پر واضح ہو گیا مثلاً۔

۱۔ یہود کو فرمایا کہ اگر تمہیں اپنے اس دعویٰ کی صداقت و حقانیت پر اعتماد و اعتبار ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو تو پھر موت کی تمنا کرو و تمناوا الموت ان کنتم صادقین۔ کیونکہ محبوب کو محبوب کے ہاں جاتے ہوئے کیا ڈر اور خوف ہو سکتا ہے پھر دنیا جو قید خانہ کی مانند ہے اس سے نکل کر جنت جیسے راحت افزا مقام میں جانے پر تردد کی وجہ نہیں ہو سکتی مگر ساتھ ہی دعویٰ فرمایا دلن یتمنوا ابداً یہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے اور ایسا ہی ہوا (وہ غلط بیانی اور کذب سے کام لیتے ہوئے بھی نہ کہہ سکے کہ ہم نے تمنا کی ہے)۔

۲۔ قرآن مجید کو کلام بشر کہنے والوں کو فرمایا تو ابسورة من مثله اور ساتھ ہی فرمایا دلن تفعلوا تم ہرگز اس کی مثل ایک سورہ بھی نہیں لاسکو گے (چنانچہ وہ نہ لاسکے)۔  
۳۔ اپنی وقتی قوت و طاقت پر اترانے والوں کے متعلق ارشاد ہوا۔ قل للذین کفروا استغلبون ان کفار سے کہہ دیجئے یہ ناز و نخر سے اور تکبر و غرور عنقریب کا نور ہو جائیں گے اور تم مغلوب و مغتور اور ذلیل در سوا ہو کر رہو گے اور ایسے ہی ہوا۔

۴۔ اہل اسلام کو جو جہ پیمہ کے مقام پر روک دیے گئے اور اُس سال عمر نہ ادا کر سکے بشارت دیتے ہوئے فرمایا لتدعلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمین۔ تم انشاء اللہ ضرور بالفرد مسجد حرام میں امن و سلامتی کی عانت میں داخل ہو گئے اور واقعی وہ داخل ہوئے اور امن و سلامتی کیساتھ۔  
۵۔ ابولہب کو گستاخی دے اور بی پر مشرودہ نار اور ذلت و رسوائی کی موت مرنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا۔ سیصلی نار ذات لہب و امر دقہ۔ عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی بھی اس آیت مقدسہ میں ان کی موت علی الکفر کی خبر دی گئی تھی اور ایسے ہی ہوا ان بے ادب اور گستاخ میاں بیوی کو دولت ایمان نصیب نہ ہو سکی۔

(اور یہ مثالیں شتہ نمونہ از خردار سے ہیں ورنہ بیسیوں آیات ایسی موجود ہیں)

پنجم۔ پانچویں وجہ اعجازیہ ہے کہ کلام مجید باہمی اختلاف و تناقض سے محفوظ ہے اور اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو لامحالہ اس میں تناقض اور باہم اختلاف موجود ہوتا۔ الشرب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔ انا من نزلنا الذکر وانا لمانظرون۔ ہم نے ہی ذکر حکیم اور کلام مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

ابن عقیل فرماتے ہیں۔ سارے قرآن مجید اور اس کی ہر سورت اور ہر آیت کو تغیر و تبدیل سے محفوظ فرمایا کیونکہ تبدیلی تب ہوتی جب کوئی اس جیسا کلام بنا کر درمیان میں داخل کرتا جب اس کی مثل سے لوگ عاجز تھے تو اس میں تغیر و تبدل کیسے کر سکتے تھے۔ گویا قرآن مجید خود اپنا محافظ ہے کیونکہ سب مخلوق اس کی مانند کلام بنانے سے عاجز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کو اس قدر معجزات اور خوارق عادات عطا فرمائے گئے جن پر ان کی امت نے اعتبار و اعتماد کیا اور مشرف بایمان اسلام ہوئے اور جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ محض وحی ربانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے (اور چونکہ میرا معجزہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے عظیم و جلیل ہے) لہذا میں امید رکھتا ہوں کہ میرے متبعین اور امتی تمام انبیاء علیہم السلام کے امتیوں سے برتر قیامت زائد ہوں گے۔

ابوالوفاء علی بن عقیل فرماتے ہیں۔ اگر یہ اطمینان اور تسلی کرنا چاہو کہ قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ذاتی کلام نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف وحی الہی ہے جو ان پر نازل کی گئی ہے تو آپ کا کلام اقدس حدیث مبارک میں دیکھو اس میں اور کلام مجید میں کتنا فرق ہے اور دونوں کلاموں اور ان کے اسلوب بیان اور انداز کلام میں کتنا واضح اور بین تفاوت ہے اور یہ امر ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ایک ہی شخص خواہ جتنی بھی اسلوب میں تبدیلی اور تغیر کی کوشش کرے لامحالہ تشابہ و تماثل پایا جائے گا اور بالکل تباہی و تغائر کا پایا جانا ممکن نہیں ہوگا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات میں سے ایک کلمہ بھی قرآن مجید کے مشابہ نہیں ہے۔

ابن عقیل نے فرمایا کہ اعجاز قرآن کے وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص پورے قرآن میں سے ایک آیت بھی ایسی نہیں بنا سکتا جس کا معنی اور عبارت پہلے کسی شخص کی کلام سے لی گئی ہوں حالانکہ دوسرے لوگوں کے مضامین و عبارات کے متعلق ہر شخص یہ واضح کر سکتا ہے کہ فلاں کا کلام فلاں سے ماخوذ ہے مثلاً تنبی نے بحتری کی تقلید کی ہے اور اس کے کلام اور مضامین کو اپنے کلام میں ورج کیا ہے۔

علی بن عیسیٰ سے پوچھا گیا اگر اس کلام عزیز کا عنوان عربی میں قائم کیا جائے تو کسی عبارت کے ساتھ تاکہ اس کے عنوان و تبصیر صحیح حق ادا کرے اور اس میں افراط و تفریط کا شائبہ باقی نہ رہے تو انہوں نے کہا قرآن مجید کا عنوان جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرے، آیت کریمہ ہی ہو سکتی ہے نہ کہ ہمارا کلام لوگوں نے دریافت کیا، اس تبصیر و عنوان کے لیے کوئی آیت مقدسہ موزوں رہے گی تو اس نے کہا اس قول باری تعالیٰ کے ساتھ

هذا بلاغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو آلاء واحد وليذكروا الالباب -

یہ کتاب مقدس لوگوں کے لیے سراسر تبلیغ حق اور ارشاد حقیقت ہے اور اس کو اس لیے نازل کیا گیا



ہے تاکہ انہیں اس کے ساتھ عذابِ آخرت سے ڈرایا جائے اور وہ اس حقیقت کا اذعان و اعتقاد رکھیں کہ ضرور وہی معبود برحق ہے تاکہ عقلمند لوگ نصیحت کریں۔

ابن عقیل فرماتے ہیں میرے نزدیک ابن عیسیٰ نے درست نہیں کہا۔ کیونکہ کتاب کے لیے مخصوص عنوان اس لیے قائم کیا جاتا ہے تاکہ وہ دوسری کتابوں سے تشبیہ نہ ہو جائے اور باہم اختلاف و التباس نہ لازم آجائے اور جب کلام مجید کی نظیر و مثال متع ہے تو اس کے نفس ذات میں نظر و فکر کریں اور مخصوص عنوانات اور امتیازات قائم نہ بھی کریں تو کوئی التباس و اشتباہ لازم نہیں آئے گا لہذا کسی عنوان کے قائم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ امتیازی علامات بیان کرنے کی۔

اور اگر یہ امر جائز ہو کہ اس کا عنوان قائم کیا جائے جیسا کہ دوسری کتابوں کے لیے قائم کیے جاتے ہیں (حالانکہ یہ کتاب عزیز اپنے اعجاز کی وجہ سے ممتاز ہے اور کسی کتاب سے اس کا اشتباہ ممکن نہیں ہے) تاکہ پتہ چلے کہ یہ کس کا کلام ہے اور کس کی تالیف ہے جیسا کہ دوسری کتابوں میں ہوتا ہے تو پھر یہ امر بھی درست ہونا چاہیے کہ جملہ حیوانات مثلاً گھوڑے اور اونٹ وغیرہ اور انسانوں کی جمینوں پر تحریر کیا جائے۔ ہذا صنعة اللہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور اس کا شاہکار قدرت۔ اور جب یہ درست نہیں اسی علت کے پیش نظر جو ہیں بیان کر چکا ہوں (کہ اس عنوان کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں التباس و اشتباہ ہو) تو یہ قول ابن عیسیٰ کا باطل ہو گیا کہ عنوان آیات کلام مجید کا آیات سے ہی مناسب ہے اور میں دوسرے کلام میں اس کا ترجمہ جائز نہیں رکھتا حالانکہ ہم اس مصحف عزیز کو جنگل کے اندر موجود پاتے اور کوئی دوسری ہستی ہمارے پاس اس کو نہ لاتی تو خود کلام مجید اپنی ذات میں ایسے دلائل رکھتا تھا جو ہمیں بتلا دیتے کہ یہ صرف الشرب العزت کا ہی کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہونے والا ہے تو اب کیونکر اس میں التباس و اشتباہ کا امکان ہو سکتا ہے۔ جبکہ اس کو لانے والی اور اس کے کلام خداوند قدوس ہونے کا دعویٰ کرنے والی وہ ہستی مقدس ہے جو معصوم بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے معجزات و خوارق عادت سے ان کی تائید و تصدیق بھی فرمادی ہے۔

مصنف (ابن جوزی) فرماتے ہیں کہ میں نے کلام مجید کے جملہ معجزات سے افضل و اعلیٰ اور فائق و برتر معجزات ہونے کی دو عجیب و جہیں معلوم کی ہیں۔

اول۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات ان کے وصال کے ساتھ ہی معدوم ہو گئے اور اگر کوئی ملحد و بیدین آج کہے کہ محمد عربی اور موسیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدق پر کیا دلیل ہے؟ اور اس کے جواب میں اس کو کہا جائے کہ حضرت (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر کو بھاڑ دیا گیا تو وہ لامحالہ کہے گا یہ دونوں امر محال ہیں (جب ان کا وقوع ممکن نہیں تو ان سے

ان کی صداقت پر استدلال کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، لہذا اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم شیخ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اس قرآن عظیم کو بنایا جو ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ تاکہ ان کے وصال کے بعد بھی ان کا صدق ظاہر ہوتا رہے اور اس کو جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صدق و حقانیت پر بھی دلیل ناطق اور شاہد صادق بنا دیا کیونکہ قرآن عظیم ان کی تصدیق فرمانے والا ہے اور ان کے احوال کی خبر دیتا ہے۔

دوم۔ قرآن مقدس نے اہل کتاب کے متعلق دعویٰ فرمایا ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثناء ان کے ہاں تورات و انجیل میں مذکور و مذکور ہے۔ اور اسی طرح حضرت عاقل کے لیے ایمان و تصدیق کی شہادت دی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لیے نہمت و بہتان سے برارت و نزہت کی اور یہ غیب پر شہادت ہے لہذا اگر تورات و انجیل میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف نہ ہوتی تو یہ دعویٰ اور اعلان الٹا ان کو آپ پر ایمان لانے سے متنفر اور بے زار کر دیتا اور اگر حضرت عاقل اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں قرآن مقدس کی شہادت کے برعکس صورتحال ہوتی تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب پر ایمان و اعتماد رکھنے کی بجائے متنفر اور منکر ہو جاتے۔

## دوسرا باب

### معجزہ شق القمر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مشرکین مکہ ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا۔ اگر تم دعویٰ نبوت میں سچے ہو تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ۔

آپ نے فرمایا اگر میں تمہارا مطالبہ پورا کر دوں تو پھر ایمان لاؤ گے اور کفر و عناد کو ترک کر دو گے، انہوں نے کہا ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ مجھے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کا اذن عطا فرما۔ چنانچہ اذن خداوندی سے آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے اور مشرکین کے سرغنوں کا نام لے کر فرمایا۔ اے فلاں۔ اے فلاں۔ دیکھ لو، دیکھ لو۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر نظر آتا تھا اور دوسرا

پہاڑ کے نیچے دامن میں -

ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چاند دو ٹکڑے ہوا تو اس کا نصف حصہ قیام پر نظر آتا تھا اور دوسرا نصف حصہ کوہ البقیس پر -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چاند سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں دو ٹکڑے ہو گیا حتیٰ کہ جملہ کفار و مشرکین نے اس کو دیکھا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھ لو، دیکھ لو۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے اور روایت کے لفظ یہ ہیں کہ چاند دو حصوں میں منقسم ہو گیا ایک حصہ تو پہاڑ پر نظر آتا تھا اور دوسرا پہاڑ کی اوٹ میں چلا گیا۔ تب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "دیکھ لو۔ دیکھ لو۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ دکھلانے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے دکھلائے (حتیٰ کہ) انہوں نے کوہ حسرا کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان حائل دیکھا اور دونوں حصے پہاڑ کے ادھر ادھر دکھائی دیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند شق ہو گیا تو قوم کفار نے کہا یہ سحر اور جادو ہے جو ابن ابی کبشہ (محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم پر کر دیا ہے۔ لہذا اطمینان اور تسلی کے لیے باہر سے آنے والے لوگوں سے پوچھو۔ اگر وہ بھی اس امر کی گواہی دیں پھر تو ان کا دعویٰ درست ہے ورنہ یہ معجزہ نہیں بلکہ سحر ہے۔ جب لوگ سفر سے آئے اور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی گواہی دی کہ کہ واقعی ہم نے اس کو دو ٹکڑے ہو جانے کی حالت میں دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ۔ اِثْرَبَتِ السَّاعَةُ وَالشَّقُّ الْقَمَرُ قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا، کی تفسیر میں منقول ہے کہ (قریب قیامت کی یہ علامت) زمانہ مصطفیٰ علیہ التھیۃ والثناء میں وقوع پذیر ہو چکی ہے اور چاند دو ٹکڑے ہو چکا۔

## تیسرا باب

### معجزہ تکثیر طعام

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسالتاب علیہ افضل الصلوات کے ساتھ خندق

کھودنے میں مصروف رہے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی جو اچھی موٹی تازی تھی میں نے سوچا کتنا ہی اچھا ہو اگر ہم اس کو ذبح کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کریں۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ گھر میں جو تھوڑے بہت جو پڑے ہیں ان کو پیس کر روٹیاں تیار کر کے چنانچہ اس نے روٹیاں تیار کیں اور میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھونا جب شام ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر لوٹنے کا ارادہ فرمایا اور ہمارا معمول یہی تھا کہ دن کو خندق کھودتے اور شام ہوتی تو گھروں کو لوٹتے۔ الغرض میں نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے لیے ایک چھوٹی سی بکری ذبح کر کے اس کا سالن تیار کیا ہے اور تھوڑے جو تھے جن کی روٹی بھی پکانی ہے لہذا اس امر کا متمنی اور آرزو مند ہوں کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتنا میرے ہاں قدم رنجہ فرمائیں اور دل میں خیال ہی تھا کہ آپ اکیلے تشریف لائیں بہر حال آپ نے میری درخواست قبول فرمائی اور تشریف آوری کا وعدہ فرمایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ بلند آواز سے اعلان کرے کہ تمام لوگ حضرت جابر کے گھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلیں میں نے وہ اعلان سنا تو کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف لائے اور آپ بیٹھ گئے اور جو کچھ پکا تھا وہ حاضر خدمت اقدس کر دیا۔ آپ نے دعائے برکت فرمائی بسم اللہ پڑھی اور تناول فرمایا اور دوسرے حضرات گروہ درگروہ آتے گئے جب ایک جماعت فارغ ہو جاتی تو دوسری جماعت آجاتی حتیٰ کہ سب اہل خندق کھا کر اور سیر ہو کر وہاں سے لوٹے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن حرام یعنی ان کے والد گرامی رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض واجب الادا تھا میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت و نصرت اور سفارش و شفاعت حاصل کی تاکہ قرض خواہ آپ کے فرمانے پر میرے والد کے قرضہ میں سے کچھ معاف کر دیں آپ نے میری عرض کو شرف قبولیت بخشے ہوئے سفارش فرمادی۔ مگر ان قرض خواہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے جابر جاؤ اور اپنی کھجوروں کا پھل کاٹو اور اس کو الگ الگ ڈھیروں کی صورت میں رکھو یعنی عجوہ کو الگ اور ابن زید کے نام پر موسوم کھجوروں کو الگ رکھو اور دیگر اقسام کو الگ پھر مجھے مطلع کرنا میں آکر تیرے قرض خواہوں کا قرض انہیں کھجوروں سے ادا کروں گا میں نے کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دیے آپ کو عرض کر بھیجا، آپ تشریف لائے ان ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے اوپر آپ تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ سمانہ سے ناپ کر ان کو دیتا جا۔ میں نے اسی ڈھیر سے سب کا قرضہ ادا کر دیا۔ وہ ڈھیر بھی بالکل ایسے معلوم ہوتا تھا گویا کہ اس سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی اور باقی بھی اسی طرح

صحیح و سالم بیچ رہے۔ یہ روایت امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔

عبدالرحمن بن ابی عمرہ اپنے باپ ابو عمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء کے ساتھ ایک غزوہ میں حاضر تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سخت بھوک لگی تو انہوں نے آپ سے اونٹوں کو ذبح کر کے کھانے کی رخصت طلب کی اور گزارش کی کہ ہم اس گوشت کے ذریعے رمتق جان بانی رکھ سکیں اور زندہ و سلامت گھروں کو جاسکیں۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ قحرد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بعض جانوروں کے ذبح کرنے کی رخصت دینے کا ارادہ فرمایا ہے تو آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم دشمن کے مقابل کل اس حال میں جائیں گے کہ پیٹ بھی خالی ہوں گے اور سواری بھی پاس نہیں ہوگی بلکہ پیادہ ہوں گے۔ لہذا اگر آپ اس رائے کو پسند فرمائیں تو ہم لوگوں میں اعلان کریں کہ جس کے پاس تھوڑا بہت زاد راہ ہے وہ بارگاہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے۔ جب وہ جمع ہو جائے تو آپ اس میں دعائے برکت فرمادیں۔ اللہ رب العزت آپ کی دعا کی بدولت منزل مقصود تک پہنچنے تک کا زاد راہ عطا فرمادے گا یا یوں عرض کیا کہ آپ کی دعا میں محبوب خدا علیہ التیمۃ والثناء نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عرض کو شرف قبولیت بخشے ہوئے، لوگوں کو حکم فرمایا کہ جس کے پاس جتنا زاد راہ بچا ہوا ہے وہ میرے پاس لے آئے۔ چنانچہ لوگ ایک ایک کف دست طعام آپ کی بارگاہ اقدس میں لے آئے اور سب سے زیادہ جس کے پاس سامان خورد و نوش تھا یہ وہ شخص تھا جو ایک صاع آپ کی خدمت اقدس میں لایا۔

مالک خزائن خداوندی اور قاسم ارزاق الہیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب ازاد کو جمع فرمایا۔ پھر خود عا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں تھی وہ آپ کی زبان حق ترجمان پر جاری ہوئی۔ پھر آپ نے سب لشکر کو حکم دیا کہ اپنے نوشہ دان لے آؤ اور ان کو اس جمع شدہ ذخیرہ سے بھرتے چلے جاؤ۔ چنانچہ سب اہل لشکر نے اپنے اپنے نوشہ دان بھر لیے بلکہ لشکر میں کوئی ایسا برتن نہیں تھا جس کو صحابہ نے غلہ سے بھرنے لیا ہو مگر جو لوہی جمع ہوئی تھی وہ اتنی کی اتنی تھی اس میں ذہر برکی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اور اس خزائن خداوندی پر مومن و مازون حبیب نے خزائن غیبیہ سے نوشہ دان بھر دیے۔

جب آپ نے سب کی خوراک کا انتظام فرمادیا اور آپ کی شان اعجازی، خدا و قدرت و طاقت کا کرشمہ ظاہر ہو گیا اور دلیل نبوت اور برہان حقانیت ہر ایک پر روشن ہو گئی تو آپ خوشی میں آکر مسکرائے پھر منے حتیٰ کہ سامنے والے دانت مبارک داڑھوں تک ظاہر ہو گئے اور آپ نے فرمایا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنَّ رَسُوْلًا اللهُ۔ جو عبد مومن یہ دو نوشتا دیں یعنی شہادت توحید اور شہادت رسالت دیکھو ت ہوگا اور بارگاہ

خداوندی میں پہنچنے کا توفیق امت کے دن آگ کو اس سے دور رکھا جائے گا بلکہ اس کی نگاہ سے بھی اوجھل رکھا جائے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک میں نکلے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اہل روم ہمارے مقابلہ میں آئیں گے جبکہ وہ سیر اور سیراب ہوں گے اور ہم خالی پیٹ ہوں گے۔ ادرہ انصار نے اپنے اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے (جو چند سواریاں ہیں وہ بھی ختم ہو گئیں تو واپسی کیسے ممکن ہوگی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی نے ندا دی جس کے پاس بچا ہوا زادراہ ہے وہ ہمارے پاس لے آئے۔ چنانچہ جو کچھ جمع ہوا ہم نے اس کا تخمینہ لگایا تو وہ ستائیس صاع بنا۔ محبوب خدا رحمت ہر دوسرا علیہ التیجۃ والثناء اس ڈھیر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ دعائے برکت فرمائی۔ پھر اعلان فرمایا کہ ہر شخص اگر اپنے برتن اور توشہ دان بھرے اور لوٹنے کا اندازہ اختیار نہ کرے۔ چنانچہ سب نے زنبیلوں اور بوروں میں اس کو بھرنا شروع کیا۔ بعض نے اپنے گرتے پھاڑ کر اس میں بھرنا شروع کیا حتیٰ کہ اہل لشکر جتنا لے سکتے تھے، لے کر واپس ہو گئے تو صحابہ نے اندازہ لگایا کہ اس ڈھیر کی جو مقدار ابتدا میں تھی وہی اب ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی (اور غزوہ تبوک کے اندر شامل حضرات ایک روایت کے مطابق بیس ہزار تھے اور دوسری روایت کے مطابق ستر ہزار)۔

حضرت ابوایاس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک غزوہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہمیں بھوک نے مشقت میں ڈال دیا حتیٰ کہ ہم نے سوار یوں کی قلت اور سخت ضرورت کے باوجود ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمارے حال زار پر رحم کھاتے ہوئے) فرمایا جس کے پاس جتنا زادراہ ہے وہ لے آؤ۔ دسترخوان بچھا دیا گیا اور سارا غلہ وغیرہ اسی پر جمع ہوتا رہا۔ میں نے گردن اونچی کر کے جھانکا اور دیکھا کہ کس قدر جمع ہوا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا حجم صرف اتنا تھا جتنا کہ بکری کا حجم ہوتا ہے جب وہ سونے کے ارادہ سے سر پاؤں پر رکھ کر اور چاروں پاؤں اکٹھے کر کے زمین پر بیٹھ جائے۔ کھانے والے چودہ سوا افراد تھے (اور صرف ایک وقت نہیں کھانا تھا بلکہ گھروں کو واپس ہونے تک کھانا تھا) الغرض جمع ہونے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا، برکت فرمائی ہم سب جمع ہو کر کھانے بیٹھ گئے اور جب سیر ہو گئے تو بقایا سے اپنے توشہ دانوں کو بھر لیا۔ یہ روایت صرف مسلم علیہ الرحمہ نے نقل فرمائی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز مبارک میں ضعف محسوس کیا ہے۔ میرے خیال میں آپ کو سخت بھوک لگی ہے، کیا تیرے پاس کھانے کو کچھ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! چنانچہ انہوں نے جو کی چند روٹیاں

نکالیں اور اپنا دوپٹہ نکالا۔ اس کے ایک حصہ میں وہ روٹیاں باندھیں اور اس کو میری نعل میں چھپا کر دوسرا حصہ میرے اوپر لپیٹ دیا اور مجھے بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ہدیہ پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ارد گرد بہت سے صحابہ بھی بیٹھے تھے۔ میں جا کر کھڑا ہو گیا (اور طعام قلیل و مردماں بسیار والا معاملہ دیکھ کر حیران سا ہو گیا) حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے انس تجھے ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور! فرمایا کھانا دے کر بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے جملہ حاضرین کو فرمایا اٹھو (ابو طلحہ کے ہاں تمہاری دعوت ہے) آپ مسجد شریف سے نکلے تو میں آپ سے پہلے دوڑتا ہوا حضرت طلحہ کے پاس پہنچا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے گھبرا کر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے ام سلیم حبیب پاک تو بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ لارہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے جو ان کو کھلائیں۔ انہوں نے جواب میں کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ بہتر جانتے ہیں (ہم نے اپنی پونجی ان کی خدمت میں بھیج دی جن کو وہ لارہے ہیں ہمارے گھر بٹھا کر کھلائیں یا کہیں اور یہ ان کی مرضی اور بید پر ہے، بہر حال میزبان خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ استقبال کے لیے گھر سے باہر نکلے اور راہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے اور پھر آپ اور ابو طلحہ مل کر گھر میں داخل ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم جو کچھ تیرے پاس موجود ہے وہی لے آ۔ انہوں نے وہی چند روٹیاں حاضر خدمت اقدس کریں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ ان کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ ان کو ٹکڑوں میں تبدیل کر کے اس پر گھی کا مشکیزہ اندھلیا اور ان کو تر کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ پڑھا جو بھی اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ پھر فرمایا اے ابو طلحہ دس دس آدمیوں کو اندر بلا تے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے دس افراد کی جماعت کو بلایا وہ کھا کر اور سیر ہو کر چل دیے تو دوسروں کو بلایا حتیٰ کہ سبھی لوگ سیر ہو کر واپس ہوئے (اور وہ کھانا اسی طرح موجود تھا) حالانکہ کھانے والوں کی اسی (۸۰) تعداد تھی۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی اور اپنے اہل سے زناٹ فرمایا تو میری ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ کی دعوت ولیمہ کا بندوبست کرنے کے لیے (میں ایک قسم کا طوہ) تیار فرمایا اور ایک بڑے تھال میں ڈال کر مجھے کہا کہ یہ بارگاہ حبیب کبریٰ علیہ التحیۃ والتناہ میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ میری ماں نے یہ طعام آپ کی خدمت میں بھیجا ہے وہ سلام عرض کرتی ہیں اور آپ سے درخواست کرتی ہیں کہ قلیل سا ہدیہ ہے ہماری طرف سے (اسے قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں) فرماتے ہیں میں امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری ماں سلام عرض کرتی ہیں اور ساتھ ہی

یہ تھوڑا سا ہدیہ پیش کر کے عرض کرتی ہیں کہ اس کو شرف قبولیت بخشیں آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو اور جا کر فلاں فلاں آدمی تو بلاؤ اور ان کے علاوہ جو بھی ملے اس کو میری طرف بلاؤ۔ میں نے ان کو دعوت دی جن کا آپ نے نام لیا تھا اور ان کے علاوہ جس کو ملا اس کو بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہونے کو کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس طرح مجموعی طور پر تقریباً تین سو آدمی جمع ہوئے۔ وہ سارے حاضر ہو گئے حتیٰ کہ حجرہ مبارک اور صفحہ آدمیوں سے بھر گیا تو آپ نے فرمایا اے انس وہ تھا لے آؤ اور لوگوں کو حکم دیا کہ دس دس آدمی بیٹھتے جاؤ اور ہر انسان اپنے سامنے سے کھائے۔ فرماتے ہیں سب نے یکے بعد دیگرے کھایا اور سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا اے انس اس تھا لے جاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ جس وقت میں نے اسے رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب میں نے اس کو اٹھایا اس وقت بھاری تھا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ہمیں آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کسی کے پاس طعام ہے تو ایک آدمی کے پاس صرف ایک صاع کے قریب آٹا ملا۔ اس کو گوندھا گیا۔ اتنے میں ایک مشرک دراز قد پر اگندہ بال بھٹیر بکریوں کو ہانٹے ہوئے لے آیا۔ نبی الانبیاء علیہ وسلم التعمیر والثناء نے دریافت فرمایا۔ کوئی بکری تینتیا یا عطیہ و ہدیہ کے طور پر دے گا اس نے عرض کیا قیمت سے لے لو۔ تو آپ نے اس سے ایک بکری خرید فرمائی۔ اس کو ذبح کیا گیا اور گوشت تیار کیا گیا۔ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے کلیجہ وغیرہ کو الگ بھون لیا جائے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے کلیجہ کے ایک سو بیس ٹکڑے کیے جو حضرات موجود تھے ان کو اسی وقت کھلایا اور جو موجود نہیں تھے ان کے حصے بچا کر رکھوا دیے اور اس بکری کا گوشت پکا کر دو کاسوں میں ڈال دیا گیا۔ ہم سب نے اس کو کھایا حتیٰ کہ اچھی طرح سیر ہو گئے اور بھی گوشت پیالوں میں موجود تھا چنانچہ اس کو اپنے ہمراہ اونٹ پر رکھ کر مدینہ طیبہ لائے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حبیب خدا علیہ التعمیر والثناء کے ساتھ نکلے آپ نے بنی عبدالمطلب کو بلایا اور پھر ایک پیالہ دودھ کا منگوایا۔ ان سب کو پینے کا حکم دیا۔ سب نے پیاجی کہ اچھی طرح سیراب ہو گئے اور وہ دودھ اسی طرح پینا گیا گویا کہ اس کو کسی نے پیاجی نہیں بلکہ ہاتھ ہی نہیں لگایا۔ تب آپ نے فرمایا اے بنی عبدالمطلب میں بالخصوص تمہاری طرف مبعوث ہوا ہوں اور بالعموم تمام لوگوں کی طرف اور تم نے میرے معجزے اور شان اعجازی کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب تم میں سے کون ہے جو ایمان و اسلام کے ساتھ میرے ہاتھ پر بیعت کر لے اور میرا بھائی اور صاحب بنے لیکن ان میں سے کوئی شخص آپ کی طرف بیعت کرنے کے لیے نہ اٹھا۔



فرماتے ہیں میں اٹھا حالانکہ میں سب سے چھوٹا تھا اور عرض کیا میں عہدِ ایمان و اسلام پر آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ بنی عبدالمطلب کو تین مرتبہ دعوتِ اسلام و ایمان دی اور بیعت کرنے کا حکم دیا۔ ہر بار صرف میں اٹھتا اور بیعت کے لیے عرض کرتا۔ آپ فرماتے تم بیٹھ جاؤ۔ جب تیسری بار اٹھا اور بیعت کے لیے عرض کیا تو آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے ہاتھ پر رکھا اور مجھے شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہِ نبوی میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں شرید (شوربا) میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر بنایا ہوا کھانا تھا آپ نے بھی اس کو تناول فرمایا اور ہم نے بھی۔ یکے بعد دیگرے ایک ایک جماعت کھاتی اور کھا کر اٹھ جاتی حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ ایک آدمی نے حضرت سمرہ سے عرض کیا کھانا میں اور کھانا ملا یا جاتا تھا (کیونکہ ایک پیالہ کا اتنا بڑھ جانا اور اتنے افراد پر کافی ہونا تو بعید امر تھا) انہوں نے جواب میں فرمایا زمین سے تو اس میں اور کوئی شے نہیں ملانی جاتی رہی تھی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آسمان سے اس میں اضافہ کیا جا رہا ہو۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا جو صرف انہیں کو کفایت کر سکتا تھا جب آپ کی خدمت میں لے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ اور انصاریں سے تیس اشرف اور اکابر کو بلا لاؤ۔ مجھے یہ حکم سن کر گرانی طبع لاحق ہو گئی اور بلانے کے لیے جانے سے قدم بوجھل ہوتے ہوئے محسوس ہوئے کیونکہ اور کھانا میرے پاس نہیں تھا اور یہ کھانا نظر صرف دو آدمیوں کو کفایت کر سکتا تھا آپ نے زور دے کر فرمایا جاؤ اور تیس اشرف انصار کو بلا لاؤ میں گیا اور بلا کر لے آیا۔ آپ نے ان کو کھانے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر آپ کے رسول خدا ہونے کی شہادت دی اور جب تک آپ کے دستِ اقدس پر بیعت نہ کر لی وہاں سے نہ اٹھے پھر آپ نے فرمایا جاؤ اور نوٹے انصاریوں کو بلاؤ میں نوٹے بلکہ ساٹھ کے بلانے پر بھی اس سے زیادہ خوفزدہ تھا جتنا کہ تیس کے بلانے سے مگر تعمیلِ ارشاد اور امتثال کے سوا بھی چارہ نہ تھا لہذا ان کو بلا لایا۔ انہوں نے بھی وہ کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے پھر آپ کے رسول برحق ہونے کی شہادت دی اور اسی مجلس میں آپ کے دستِ اقدس پر بیعت کی بعد ازاں وہاں سے رخصت ہوئے الغرض میرے اس تھوڑے کھانے کو ایک سو اسی (۱۸۰) آدمیوں نے کھایا جو سارے کے سارے انصار میں سے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی مہمان بن کر آٹھرا آپ نے اس کی مہمانی کے لیے گھر میں بہت تلاش کی مگر کوئی شے دستیاب نہ ہوئی۔ محض ایک لقمہ

دستیاب ہوا آپ نے اس کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل فرما کر اس کے سامنے رکھا اور فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اس نے کھایا حتیٰ کہ پیٹ بھریا اور وہ ٹکڑے ابھی باقی بچ رہے تھے تو اس نے آپ سے عرض کیا یقیناً آپ بہت نیک شخص ہیں۔

## چوتھا باب

### گھی بڑھانے کا معجزہ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری ایک بکری تھی میں نے اس کا گھی جمع کیا اور اس سے ایک چر میں ڈبہ بھر گیا۔ انہوں نے فرمایا اسے زمیہ یہ ڈبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاتا کہ آپ اس کو بطور ادا (سالن) استعمال کریں۔ زمیہ اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے گئیں اور عرض کیا کہ ام سلیمہ رضی اللہ عنہا نے یہ گھی آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو کام میں لائیں آپ نے اہل خانہ کو فرمایا یہ گھی لے لو۔ برتن خالی کر کے واپس کر دو۔

زمیہ وہ برتن لے کر واپس آگئیں۔ ام سلیمہ رضی اللہ عنہا گھر سے غائب تھیں۔ اس نے برتن کو ایک منج پر دیوار کے ساتھ لٹکا دیا۔ جب ام سلیمہ رضی اللہ عنہا واپس ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ برتن گھی سے بھر لوپڑ ہے۔ بلکہ گھی اس کے منہ سے باہر قطرات کی صورت میں ٹپک رہا تھا۔ انہوں نے کہا اسے زمیہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ گھی کا یہ برتن بنی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے جاؤ۔

انہوں نے عرض کیا وہ برتن لے گئی تھی۔ گھی پیش کر آئی تھی اور اگر میری زبان پر اعتماد نہیں ہے تو خود جا کر سرور انبیاء علیہ التعمیۃ والتناء سے دریافت کر لو۔ حضرت ام سلیمہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میں نے آپ کی خدمت میں گھی کا ڈبہ بھیجا تھا تاکہ آپ اس کو بطور سالن استعمال فرمادیں (مگر آپ نے اس کو واپس فرمادیا اور اس کو قبول فرما کر ہماری عزت افزائی نہیں فرمائی) سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھیجا ہوا گھی پہنچ گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ اور دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ میں نے تو اس برتن کو پہلے سے بھی زیادہ بھرا ہوا پایا حتیٰ کہ اس سے گھی باہر ٹپک رہا تھا۔

آپ نے فرمایا تو تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ جس طرح تم نے اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول کو یہ ہدیہ پیش کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض تمہیں بطور انعام یہ گہی عنایت فرمادیا؛ لہذا جاؤ اس کو کھاؤ اور کھلاؤ۔  
حضرت ام سلیم بارگاہ نبوی سے لوٹیں اور اس میں سے گہی کو دوسرے ڈبہ میں منتقل کیا اور ہم اس کو ایک ماہ بلکہ دو ماہ تک استعمال کرتے رہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام مالک فہر یہ رضی اللہ عنہما اپنے ڈبہ میں گہی ڈال کر بارگاہ نبوی میں بطور ہدیہ و نذرانہ حاضر کرتیں۔ جب کبھی ان کے بچے ان سے اوام (سالن) کا مطالبہ کرتے اور ان کے پاس کوئی شے نہ ہوتی وہ برتن کو اٹھا کر انڈیل دیتیں جس میں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گہی کا ہدیہ بھیجا کرتی تھیں تو اس سے حسب ضرورت گہی نکل آتا اور ان کے گھر کی ضرورت اس سے پوری ہو جاتی۔  
عرصہ دراز تک جب یہ سلسلہ جاری رہا تو ایک دن انہوں نے اس کو اچھی طرح نچوڑا تاکہ اندازہ کریں کہ اس میں کل کتنا گہی ہے (مگر اس کے بعد وہ برکت جاتی رہی کیونکہ توکل میں سابقہ نچوڑنگی نہ رہی بلکہ جو مقدار حاصل ہوتی صرف اسی پر اعتماد رہ گیا) بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا کیا تو نے اس کو نچوڑ دیا تھا؟ عرض کیا جی حضور! فرمایا اگر تو اسے اپنے حال پر رہنے دیتی تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہاری ضروریات کو پورا کرتا رہتا یہ روایت صرف مسلم شریف میں ہے، بخاری شریف میں نہیں ہے۔

## پانچواں باب

### کھجوریں بڑھانے اور ان کی مقدار زیادہ کرنے کا معجزہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں چند کھجوریں ایسے حاضر بارگاہ اقدس ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں دعائے برکت فرمادیں۔ آپ نے ان کو اپنے سامنے قطار بنا کر رکھا پھر دعا فرمائی اور مجھے حکم دیا کہ ان کو اپنی زنبیل میں ڈال لے اور جب نکالتی ہوں اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اس کو پلٹانا نہیں۔ فرماتے ہیں میں نے اس زنبیل سے اتنے اتنے دست (چھ من کا پیمانہ) راہ خدا میں خرچ کیے اور خود بھی کھاتا۔ جہانوں اور حاضرین کو کھلاتا اور وہ زنبیل ہمیشہ میری کمر کے ساتھ بندھی رہتی تھی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے تو میرا کمر بند کٹ گیا اور وہ زنبیل گر گئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے تین صدے لاحق ہوئے ایک رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جدائی کا۔ میں آپ کا ادنیٰ سا صحابی تھا اور ادنیٰ غلام و خادم (اور آپ کے سہارے دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز) دوسرا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا اور تیسرا زمبیل کا صدمہ۔

حاضرین نے دریافت کیا وہ کیسی زمبیل تھی؟ (جس کے صدمہ کو اتنا عظیم صدمہ قرار دیا ہے کہ حبیب خدا علیہ النجیۃ والتناء کے وصال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے مظلوم کی شہادت کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے، آپ نے فرمایا: ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ہمیں سخت بھوک لگی۔ آپ نے دریافت فرمایا اے ابوہریرہ کوئی شے کھانے کی تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا تھوڑی سی کھجوریں اس توشہ دان میں ہیں آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ میں نے وہ آپ کی خدمت میں حاضر کیں۔ آپ نے اپنا دست اقدس زمبیل میں داخل فرما کر ایک مٹھی کھجوروں کی نکالی۔ ان کو اپنے سامنے پھیلا دیا پھر فرمایا دس آدمی میرے پاس بلا لاؤ۔ میں ارشاد نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے دس آدمی بلا کر لایا۔ آپ نے ان کو کھانے کا حکم دیا وہ سیر ہو کر چل دیے۔ پھر ایک اور مٹھی کھجوروں کی نکالی اور اپنے سامنے ان کو پھیلا کر رکھ دیا اور مجھے حکم دیا کہ دس آدمی اور بلا کر لاؤ۔ میں نے حسب الحکم دس آدمی بلائے۔ وہ بھی حاضر ہوئے۔ کھجوریں کھائیں اور سیر ہو کر واپس ہوئے آپ اسی طرح نکالتے رہے اور دس دس کی ٹولی کو بلا کر کھلاتے رہے حتیٰ کہ سارا شکر کھا کر اور سیر ہو کر واپس ہوا۔

پھر مجھے ارشاد فرمایا جو کچھ لائے تھے وہ لے جاؤ (ہم نے تمہاری زمبیل میں سے کچھ کمی نہیں کی ہے) اور اس میں سے بقدر ضرورت کھجوریں ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور اسی صورت پر اکتفا کرنا ساری زمبیل کو نہ انڈیل دینا۔ آپ فرماتے ہیں جب میں نے زمبیل ہاتھ میں لی تو وہ پہلے سے زیادہ بھری تھی اور اس میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مبارکہ میں بھی کھاتا رہا اور کھلاتا رہا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی یہی صورت حال رہی اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی زندگی مبارک اور دور خلافت میں بھی اسی زمبیل سے کھاتا رہا اور لوگوں کو کھلاتا رہا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ساری مدت خلافت میں بھی اس حسرتانہ غیب سے اسی طرح استفادہ کرتا رہا اور جب آپ شہید ہوئے تو میرے گھر کو لوٹ لیا گیا اور اس میں وہ زمبیل بھی چلی گئی۔

حضرت حریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک غزوہ میں شریک تھے اور ان کو طعام اور کھانے کے معاملہ میں عجز اور مجبوری لاحق ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا اے ابوہریرہ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی شے ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! میری زمبیل میں چند کھجوریں ہیں۔ آپ نے فرمایا وہی لے آؤ میں نے وہ کھجوریں لا کر دسترخوان پر رکھ دیں۔ آپ نے دست اقدس زمبیل میں ڈالا اور مٹھی کھجوروں

کی نکالی جو کہ اکبیس کھجوریں تھیں۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھی اور آپ نے بالترتیب ان کو دسترخوان پر رکھنا شروع فرمایا اور جو کھجور بھی رکھتے ساتھ بسم اللہ پڑھتے پھر مجھے حکم دیا کہ فلاں فلاں صحابی کو بلاؤ ان کے ساتھیوں کو بھی بلاؤ۔ میں نے حسب الارشاد ان صحابیوں کو معہ ان کے ساتھیوں کے بلایا۔ سب نے کھایا اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔ دوبارہ آپ نے فرمایا فلاں صحابی کو معہ ان کے ساتھیوں کے بلاؤ۔ چنانچہ میں نے ان کو بلایا وہ بھی آئے اور سیر ہو کر وہاں سے نکلے۔

اور وہ کھجوریں بچ رہیں تب آپ نے مجھے فرمایا بیٹھو۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کھاؤ۔ میں نے وہ کھجوریں کھائیں اور آپ نے بھی تناول فرمائیں۔ پھر بھی بچ گئیں تو انہیں آپ نے میری زنبیل میں ڈال دیا۔ پھر مجھے فرمایا اے ابوہریرہ جب تو کھانے کا ارادہ کرے تو ہاتھ اندر ڈال کر نکالنا اور اسے نہ انڈینا اور نہ خیر و برکت ختم ہو جائے گی اور کمی واقع ہو جائے گی۔ فرماتے ہیں میں جب بھی کھجوریں کھانے کا ارادہ کرتا تو ہاتھ ڈال کر بقدر ضرورت نکال لیتا اور میں نے اس میں سے پچاس وسق (تین سو من) راہ خدا میں خیرات کیے اور وہ زنبیل میرے رحل اور پالان کے پیچھے بٹکی رستی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ شہادت میں وہ زنبیل ضائع ہو گئی۔ بشیر بن سعد کی صاحبزادی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے کہ مجھے میری ماں عمرہ بنت رواحہ نے کپڑے میں کھجوریں باندھ کر دیں اور مجھے کہا اے بیٹی اپنے باپ اور ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کا صبح کا کھانا لے جا۔ میں وہ کھجوریں لے کر چلی اور اسی دوران جبکہ میں اپنے باپ اور ماموں کو تلاش کر رہی تو میرا گزرا رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ پر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اے بیٹی یہ تیرے پاس کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کھجوریں ہیں جو میری ماں نے مجھے دیکر میرے باپ اور ماموں کی طرف بھیجا ہے تاکہ ان کو بطور غذا (دوپہر کے کھانا کے) تناول فرمائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ادھر لے آؤ۔ میں نے وہ کھجوریں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں ہتھیلوں پر لیں اور ان کھجوروں سے وہ بھر نہ سکیں۔ آپ نے کپڑا بچھانے کا حکم دیا۔ جب اس کو بچھا دیا گیا تو آپ نے وہ کھجوریں اس پر پھیلا دیں۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق کو بلاؤ اور اعلان کرو کہ اے اہل خندق سبھی آ کر کھانا کھا لو۔ سب اہل خندق جمع ہو گئے اور ان کھجوروں کو کھانا شروع کر دیا اور کھجوریں تھیں کہ برہتی چلی جا رہی تھیں حتیٰ کہ سبھی سیر ہو کر لوٹ گئے اور کھجوریں کپڑے پر سما نہیں رہی تھیں بلکہ ادھر ادھر گر رہی تھیں۔

# چھٹا باب

## شان اعجازی سے تھوڑے پانی کو زیادہ کر دینا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ساری رات سفر کو جاری رکھا، رات کے آخری حصہ میں میند سے مجبور ہو کر سو گئے اور مسافر کے نزدیک اس وقت کی میند سے کوئی شے زیادہ عزیز اور پیاری نہیں ہوتی۔ ہمیں پھر سورج کی دھوپ نے بیدار کیا سب سے پہلے فلاں شخص بیدار ہو پھر فلاں۔ جن کا البورجانا نام بیان کرتے تھے مگر حضرت عوف جھول گئے، بعد ازاں حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک خوابِ استراحت میں تھے اور جب آپ آرام فرما ہوئے تھے ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے تھے تا آنکہ آپ خود بیدار نہ ہو جائیں کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ میند میں آپ کو اللہ رب العزت کی طرف سے کیا تعلیم و تربیت فرمائی جا رہی ہو اور کیا کیا علوم و معارف اتنا کیے جا رہے ہوں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے نماز قضا ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کا اضطراب دیکھا اور آپ جرات مند بھی تھے اور مافی الضمیر کے اطہار میں جلدی کرنے والے انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنا شروع کیا حتیٰ کہ حبیب خدا علیہ التبیۃ والثناء خوابِ استراحت سے بیدار ہوئے جب آپ بیدار ہوئے تو صحابہ نے آپ کی بارگاہِ اقدس میں نماز کے معاملہ میں سرزد ہونے والی کوتاہی کی شکایت کی آپ نے فرمایا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں سے کوچ کرو۔ تھوڑی دور جا کر پڑاؤ ڈالو۔ وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ وضو فرمایا۔ اذان دی گئی اور بعد ازاں آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھائی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو الگ تھلگ کھڑا تھا اور باجماعت نماز ادا نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا اسے فلاں تجھے قوم کے ساتھ نماز ادا کرنے میں کونسا امر مانع ہوا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حاجت غسل و پیش تھی اور پانی دستیاب نہیں تھا لہذا نماز نہیں پڑھ سکا آپ نے فرمایا پاک مٹی کے ساتھ تیمم کر لے اور نماز پڑھ۔

پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے صحابہ نے آپ کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی آپ سواری سے اتر پڑے اور ایک شخص کا نام لے کر بلایا جس کا نام البورجانا ذکر کرتے تھے مگر عوف اس کو جھول گئے اور

ساتھ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا (جب دونو حاضر ہو گئے) تو ان کو فرمایا جا کر ہمارے لیے پانی تلاش کرو۔ دونوں حضرات چلے۔ راہ میں ایک عورت ملی جو اونٹنی پر سوار تھی اور دو بڑی مشکیں پانی سے بھری اوپر رکھی تھیں اور خود درمیان میں بیٹھی تھی۔ اس سے دریافت کیا پانی کہاں ہے اور کتنی دور ہے؟ اس نے کہا میں کل اس وقت پانی لے کر چلی ہوں اور ہماری جماعت پیچھے ہے۔ ان حضرات نے اس عورت کو فرمایا۔ پھر تم ہی چلو۔ اس نے دریافت کیا کہ ہر حلویوں؟ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں! اس نے کہا وہ شخص جس کو لوگ صابنی (دین قوم سے الگ ہونے والے) کہتے ہیں! انہوں نے فرمایا جو ہستی تو نے سمجھی ہے اور جس کی طرف اس عبارت میں اشارہ کیا ہے ہماری مراد وہی ہے۔ لہذا چلو۔ چنانچہ اس کو بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لے آئے اور پانی کی دوری کے متعلق عرض کیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کو اونٹ سے اترنے کے متعلق کہا اور فخر خزان خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن طلب فرمایا اور دونو مشکیزوں کا منہ کھول کر اس میں پانی پلٹا پھر ان کے منہ بند کر کے نچلے وہاں لے کھولے اور لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ آؤ پانی پو اور جانوروں کو بلاؤ جس نے چاہا جانوروں کو پلایا اور آخر میں اس شخص کو پانی کا برتن بھر دیا جس کو غسل کی حاجت تھی اور حکم فرمایا کہ جا کر اس کے ساتھ غسل کرو۔ وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی جو سلوک اس کے پانی کے ساتھ ہو رہا تھا۔

عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب پانی انڈیلنے کا سلسلہ ختم ہوا اور ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہو گئی تو ان کے مشکیزوں کے وہاں بند کر دیے گئے اور ہمیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کی نسبت اب زیادہ بھری ہوئی ہیں جتنی کہ ابتداء میں بھری ہوئی تھیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے لیے سامان خورد و نوش جمع کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عجوہ حبشی عمدہ کھجوریں۔ گندم کا آٹا اور سونق اکٹھا کیا حتیٰ کہ بہت سا اطعام جمع ہو گیا۔ اس کو کپڑے میں باندھا اور اس عورت کو اونٹ پر سوار کر کے وہ گھڑی اس کے آگے رکھی۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو فرمایا اس امر کا یقین رکھنا ہم نے تیرے پانی کی ایک بوند بھی کم نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں میرا فرما دیا ہے۔

حضرت عمران فرماتے ہیں وہ عورت اپنے گھر دیر سے پینچی تو گھر والوں نے دیر کا سبب پوچھا اس نے کہا کیا پوچھتے ہو میں نے عجب معاملہ دیکھا ہے مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس ہستی کے پاس لے گئے جن کو صابنی کہا جاتا ہے انہوں نے میرے پانی کے ساتھ یہ سلوک کیا اور جب دیکھا تو پانی پہلے سے زیادہ معلوم ہوتا تھا، بخدا یا تو وہ آسمان و زمین کے درمیان جتنی مخلوق لبتی ہے ان سب سے زیادہ جاوگر ہیں

اور یا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

حضرت عمران فرماتے ہیں جب صحابہ کفار و مشرکین پر حملہ فرماتے تو اس قبیلہ اور گروہ کے آس پاس حملہ آور ہوتے مگر ان کے ساتھ کوئی تعرض نہ کرتے۔ ایک دن اس عورت نے اپنی قوم سے کہا میرے خیال میں قوم مسلم تمہیں عمداً اپنے حملوں سے محفوظ رکھے ہوئے ہے اور میری وجہ سے تمہاری اعانت کر رہی ہے۔ کیا تمہارے لیے اسلام میں کوئی وجہ رغبت و میلان نہیں ہے؟ اہل قبیلہ نے اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسلام قبول کر لیا اور اہل اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حدیبیہ والے کنوئیں پر پہنچے اس میں عتنا پانی تھا وہ فوراً خالی کر دیا گیا اور پانی پینے والوں کی تعداد چودہ سو تھی (جب پانی کی قلت اور پیاس کی شدت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی گئی) تو آپ نے ایک ڈول پانی نکالنے کا حکم دیا پانی کی کھلی کر کے اس میں ڈال دیا اور دعا برکت فرمائی (کنوئیں کا پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ) حضرت برادر فرماتے ہیں ہم خود سیراب ہوئے اور اپنے جانوروں کو سیراب کیا۔

مسعود بن مخرمہ اور مردان بن حکم سے مروی ہے کہ رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ نکلے جب ذوالحلیفہ میں پہنچے تو بیت اللہ کے لیے ہدیہ کے جانوروں کے گلے میں قلاوے ڈالے اور نیزہ کے ساتھ اونٹوں کی کولالوں کے قریب معمولی زخم لگائے تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ یہ بیت اللہ کے لیے ہدیہ ہیں۔ اور عمرہ کا احرام باندھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ تشریف اور مکہ مکرمہ کو جانے والے معروف راستے سے لے جانے کی بجائے حدیبیہ والی راہ پر چلنے کا حکم دیا اور حدیبیہ میں پہنچ کر ایک قلیل پانی والے کنوئیں پر پڑاؤ ڈالا جس سے صحابہ تھوڑا تھوڑا پانی حاصل کرتے تھے بس تھوڑی دیر میں وہ پانی ختم ہو گیا۔

صحابہ نے بارگاہ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء میں پیاس کی شکایت کی آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس کو کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا جب حسب الارشاد اس تیر کو کنوئیں میں پھینکا گیا تو بخدا پانی کنوئیں کی تہ سے جوش و خروش کے ساتھ چشمہ کی مانند ابلنے لگا اور جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وہاں پڑاؤ ڈالے رکھا وہ کنواں پانی کے ساتھ فوارہ صفت جاری رہا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وہاں سے لوٹے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے ہم ایک کنوئیں پر پہنچے جس میں قلیل پانی تھا۔ چھ آدمی اس میں اترے جن میں ایک میں بھی تھا۔ ہماری طرف ایک ڈول لٹکایا گیا اور رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم کنوئیں کے کنارے پر تشریف فرما تھے۔



ہم نے اس سے جو پانی ڈول میں جمع کیا وہ نصف بلکہ تہائی ڈول ہو گا۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلند کیا گیا۔ آپ نے دستِ اقدس اس میں ڈلوایا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پڑھا۔ پھر اس کو ہماری طرف لوٹا دیا گیا بعد اس پانی کے جو اس میں تھا۔ جوں ہی وہ پانی کنوئیں میں پہنچا تو وہ اس جوش و خروش سے فوارہ دار پانی کو اگلنے لگا کہ وہ ایک نہر جاری کی مانند معلوم ہونے لگا اور ہم سے ایک شخص کو کپڑے کے ذریعے باہر کھینچا گیا کہ کہیں پانی میں غرق ہی نہ ہو جائے۔

زیاد بن حارث سے منقول ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے دست اقدس پر بیعت اسلام کی۔ پھر میری قوم کا وفد حاضر ہوا جو خود مسلمان ہوا اور اپنی قوم کے مسلمان ہونے کی خوشخبری بھی لایا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا ایک کنواں ہے۔ جب موسم سرما ہو تو اس کا پانی نہیں کافی ہو رہتا ہے۔ ہم اس پر جمع ہو جاتے ہیں اور جب گرمی کا موسم ہو تو اس کا پانی کم ہو جاتا ہے اور ہم ادھر ادھر پانی کی تلاش میں منتشر ہو جاتے ہیں اور ہماری جماعت پر گندہ ہو جاتی ہے۔ اور اسلام لانے کے بعد ہم متفرق ہو کر گزارا نہیں کر سکتے کیونکہ اطراف اکناف کے تمام لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ لہذا بارگاہِ خداوندی میں دعا کریں کہ اس کا پانی ہماری قوم کو کافی ہو جائے۔

آپ نے سات کنکریاں طلب فرمائیں پھر ان کو دست اقدس پر الگ الگ کر کے رکھا اور ان پر دعا فرمائی اور حکم دیا کہ جب اس کنوئیں پر پہنچو تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یہ کنکریاں ایک ایک کر کے اس میں ڈالتے جانا چنانچہ انہوں نے حسب الارشاد عمل کیا تو اس کے بعد انہیں کبھی بھی کنوئیں کی تہ (پانی کی فراوانی کی وجہ سے) دیکھنے کا موقع نہ ملا۔

حضرت ابو ایاس سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ نبوی میں چھوٹا سا مشکیزہ لایا جس میں پانی کی معمولی مقدار تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک پیالے میں ڈالا۔ ہم کوئی چودہ سو آدمی تھے سب نے اس سے دل کھول کر وضو کیا اور کشادہ دلی کے ساتھ اسے استعمال کیا۔ جب ہم اپنی ضرورت پوری کر چکے تو بعد ازاں آٹھ آدمی حاضر ہوئے۔ انہوں نے دریافت کیا کیا وضو کے لیے پانی ہو گا تو آپ نے فرمایا اب پانی ختم ہو گیا ہے اس روا کے ساتھ امام مسلم منقول ہیں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا کہ تم پچھلے پیر اور پھر ساری رات چلو گے تو کل انشاء اللہ پانی پر پہنچو گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ فرمان سن کر تیزی سے چلنے لگے اور صرف اسی خیال میں مستغرق ہو کر چل رہے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف کوئی التفات اور دھیان نہیں تھا۔ آپ رات کے وقت سفر فرما رہے تھے کہ رات تقریباً آدھی ہو گئی۔ میں آپ کے پہلو میں تھا۔ آپ کو اذگھ آگئی اور آپ

سواری سے ایک طرف مائل ہو گئے اور جھک گئے میں قریب آ گیا اور سہارا دے کر جگائے بغیر آپ کو سیدھا کر دیا آپ اسی طرح سفر میں رہے حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا تو پھر آپ سواری سے ایک طرف مائل ہو گئے۔ میں نے پھر سہارا دیا تو آپ سنبھل گئے اور بیدار ہوئے بغیر حالت اعتدال پر ہو گئے۔ آپ نے اسی حالت میں سفر کو جاری رکھا حتیٰ کہ وقت سحر آپنا تو آپ اتنے نیچے کی طرف مائل ہوئے کہ پہلے دو موقعوں پر بھی اتنے مائل نہ ہوئے تھے اور نہ جھکے تھے حتیٰ کہ قریب تھا کہ زین سے باہر آجائیں۔ میں قریب آیا اور آپ کو سہارا دیا۔

(آپ اس وقت بیدار ہوئے) سر اقدس اٹھایا اور دریافت فرمایا یہ سہارا دینے والا کون ہے؟ میں نے عرض کیا ابوتامارہ۔ آپ نے پوچھا تمہارا میرے ساتھ اس طرح کا چلنا کب سے ہے۔ میں نے عرض کیا میرا اندازہ سیر و سفر آپ کی معیت میں آج ساری رات اسی طرح رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے جس طرح تم نے اس کے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت کی ہے۔

پھر دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے خیال میں ہم لوگوں سے مخفی اور پوشیدہ ہیں۔ کیا تمہیں کوئی شخص اپنے رفقاء سفر میں سے نظر آتا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک سواریہ ہے (پھر دوسرا نظر آیا) تو عرض کیا یہ دوسرا سواریہ ہے حتیٰ کہ ہم سات سواریہ جمع ہو گئے۔ پھر آپ راستہ سے ایک طرف ہٹے اور سزا ن خواب استراحت کے لیے رکھا۔ اور میں حکم فرمایا کہ نماز کا خیال رکھنا (اور وقت پر بیدار کر دینا) مگر ہم سب سو گئے حتیٰ کہ جب سورج اچھی طرح بلند ہو گیا تو سب سے پہلے آپ بیدار ہوئے اور بعد ازاں ہم گھبرا کر اٹھے۔ آپ نے فرمایا اس جگہ سے نکلو اور سوار لوں پر سوار ہو جاؤ ہم حسب الارشاد سوار ہو کر چلے جب سورج بلند ہو گیا تو اترے آپ نے وضو کا برتن طلب فرمایا جو کہ میرے پاس تھا اور اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا (مگر معمول سے کم پانی استعمال فرمایا) اور مجھے حکم دیا کہ اس برتن کو اچھی طرح محفوظ رکھنا (اور اس کا پانی ضائع نہ ہونے دینا) عنقریب اس کی عظیم شان ظاہر ہوگی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ آپ نے دو رکعت راقبہ ادا فرمائیں اور پھر نماز فجر ادا فرمائی اور جو نماز فجر کے معمولات تھے وہ ادا فرمائے اور بعد ازاں آپ سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ہمراہ سوار ہوئے ہم ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشی کرنے لگے اور آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے کہ جو فرض گذاشت نماز کے معاملہ میں ہم سے ہوئی ہے اس کا کیا کفارہ ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے میرے عمل میں رہنمائی اور سامان اتباع و تقلید نہیں ہے؟ پھر فرمایا سوئے رہنے میں اور اس طرح غیر امتیازی اور غیر ارادی طور پر نماز کے تقاضا ہو جانے میں تفریط و تقصیر نہیں ہے۔ تفریط و تقصیر اور قابل مواخذہ جرم یہ ہے کہ بیدار ہو کر گزارنی ہوئی اور فوت شدہ نماز کو ادا نہ کیا جائے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔ اگر کسی سے حالت نیند میں نماز رہ جائے تو جوں ہی بیدار ہو (اور وقت کراہت

نہ ہو) تو فوراً ادا کرے۔

ہم چلتے چلتے جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس جا پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ہلکنا عطشنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم شدت پیاس سے جاں بلب اور قریب المرگ ہیں آپ نے فرمایا لا ھدی علیکم اب تمہارے لیے ہلاکت نہیں ہے (اب میں پہنچ گیا ہوں اور تمہاری سیرابی کا بندوبست کر دوں گا) پھر آپ نے فرمایا میرا چھوٹا پیالا (جو پالان کے ساتھ بانڈھا ہوا ہے) کھول کر لاؤ اور وضو والا برتن بھی طلب فرمایا۔ آپ پانی پیلے میں بیٹھے اور انڈیلتے جا رہے تھے اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ پلاتے جا رہے تھے۔ جوں ہی لوگوں نے وضو والے برتن میں پانی دیکھا تو جھبرٹ کر کے اکٹھے ہو گئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسنوا الملاء کلکم سیروی۔ اچھی طرح جماعت بندی کر لو اور ترتیب وار کھڑے ہو جاؤ تم سارے سیراب ہو جاؤ گے (فکر مند ہونے کی اور جلد بازی سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے) سرورِ عالم رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پانی ڈالتے جا رہے تھے اور میں لوگوں کو پلانا جا رہا تھا حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور صرف میں رہ گیا تھا یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ تب آپ نے پانی پیالہ میں پیٹ کر مجھے پینے کا حکم دیا میں نے عرض کیا جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پانی نہیں پیں گے میں نہیں پیوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ ان ساقی القوم آختم شرباً۔ قوم کا ساقی اور سیراب کرنے والا آخر میں پیتا ہے اور ادب و اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بعد میں پیے۔ چنانچہ پہلے میں نے پیارے پھر رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ نے پی لیا بعد میں لوگ پانی والی جگہ پر پہنچے در انحالیکہ وہ خوش و خرم اور سیراب و سرشار تھے۔

فائدہ جلیلہ۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث پاک کے تحت فرمایا کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات ظاہر ہوئے ایک تو تھوڑے پانی کو بہت بڑی جماعت پر پورا فرما دینا جو کوہِ نبی امور میں اختیارِ مصطفویٰ پر واضح دلیل ہے دوسرا معجزہ اخبارِ الغیب کے لحاظ سے ہے کہ آپ نے فرمایا وضو کے اس برتن سے عجب شان ظاہر ہوگی اور جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ہوا میرا اور پوچھا معجزہ بھی علمِ غیب سے متعلق ہے یعنی یہ فرمایا کہ بتیہ دن اور ساری رات چلو گے تب کل پانی پر پہنچے گے یہ علم صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا اور کسی صحابی کو نہ تھا اور یہ ارشاد کہ اچھی طرح جماعت بندی کرو۔ وسعت انلاق اور عالی ظرفی کا مظاہرہ کرو تم بھی سیراب ہو جاؤ گے یہ بھی علمِ غیب سے متعلق ہے اور آپ نے جس طرح فرمایا تھا

ادخلوا ہوا را والحمد لله علی ذالک۔ شرح مسلم للامام نووی جلد اول صفحہ ۲۴

## ساتواں باب

سر عالم مختار کائنات علیہ افضل الصلوات کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشموں کا جاری ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام زوراء پر تشریف فرماتے تھے۔ آپ کی بارگاہ اقدس میں پانی کا برتن لایا گیا جس میں (پانی اتنا قلیل تھا کہ اس میں) آپ کی انگلیاں بھی نہیں ڈوبتی تھیں۔ آپ نے کف دست اس میں رکھا اور فرمایا اے صحابہ آؤ اور وضو کرو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ کی مقدس انگلیوں کے درمیان سے اور ان کے اطراف سے پانی فوارہ کی صورت ابل رہا تھا حتیٰ کہ ساری قوم نے وضو کر لیا۔ آپ سے عرض کیا گیا وضو کرنے والوں کی تعداد کتنی تھی تو آپ نے فرمایا تین صد۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہماری ساتھ پانی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا ایسا شخص تلاش کرو جس کے ساتھ پانی ہو۔ ہم نے تلاش کیا اور پانی لا کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے اس پانی کو ایک برتن میں انڈیل کر اپنا ہاتھ مبارک اس میں رکھا۔ پانی پانچ چشموں کی صورت میں انگلیوں کے درمیان سے ابلنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔

حتیٰ علی الطہور المبارک والبرکۃ من اللہ۔ آؤ بابرکت پانی پیو اور اللہ تعالیٰ کی برکت کی طرف آؤ اور اس سے استفادہ واستفادہ کرو۔ میں نے اس سے پیٹ بھر کر پیا، اور لوگ بھی اچھی طرح سیراب ہوئے اور پانی کو حتی المقدور حاصل کر کے ذخیرہ کیا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح اٹھے اور آپ کے لشکریوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ ایک صحابی حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل شکر کے پاس پانی نہیں ہے آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرے پاس قدرے پانی ہے؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وہی میرے پاس لے آ۔ وہ ایک برتن لایا جس میں بالکل قلیل مقدار میں پانی تھا آپ نے اپنی مقدس انگلیاں اکٹھی کر کے برتن کے منہ سے اندر داخل فرمائیں اور اس کے اندر ان کو پھیلا دیا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جس نے بابرکت پانی لینا ہے، وہ فوراً آئے اور لے جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول معظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ لوگوں کو پانی نہ مل سکا۔ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناز کی خدمت اقدس میں ایک نگار اور وسیع ظرف لایا گیا جس میں تھوڑا

سا پانی تھا، آپ نے دستِ اقدس اس میں رکھا اور انگلیوں کو پھیلا دیا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ میں نے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی چشمہ وار ابتا ہوا دیکھا اور آپ نے فرمایا۔  
حیتی علی الوضوء والبرکة من اللہ۔ وضوء کے پانی اور برکت خداوندی کی طرف آؤ اور اس سے استفادہ  
واستفاضہ کرو۔

اعمش کہتے ہیں کہ مجھے سالم بن ابی الجعد نے بتلایا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس دن کتنے آدمی تھے (جنہوں نے اس پانی سے استفادہ کیا) انہوں نے فرمایا کہ ہم ڈیڑھ ہزار آدمی تھے۔ انہوں نے فرمایا۔  
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو سخت پیاس لگی اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پانی کا پیالہ تھا آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ سبھی لوگ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے آپ نے فرمایا کیا بات ہے کیوں اکٹھے ہو کر آگئے ہو؟ عرض کیا ہمارے پاس نہ وضو کے لیے پانی ہے اور نہ پینے کے لیے۔ پورے لشکر میں صرف وہی پانی ہے جو آپ کے اس برتن میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس اس برتن میں رکھا تو پانی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی مانند پھوٹ پڑا۔ فرماتے ہیں ہم نے پیابھی اور وضو بھی کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تم کتنے افراد تھے جنہوں نے اس پانی سے وضو کیا اور پیابھی کیا۔ آپ نے فرمایا اگر لاکھ افراد ہوتے تو بھی وہ پانی کفایت کرتا مگر اس وقت پندرہ سو آدمی تھے، رواہ البخاری والمسلم

حضرت جابر بن عبداللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لشکر میں تھے سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء نے ارشاد فرمایا اے جابر لوگوں میں اعلان کرو کہ وضو کر لیں (اور پانی ادھر بھی لائیں) انہوں نے اعلان فرمایا کہ آیا لشکر میں پانی نہیں ہے؟ آیا لشکر میں پانی نہیں ہے؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس جماعت کے ہاں مجھے پانی کا ایک قطرہ بھی دستیاب نہیں ہوا۔ ایک انصاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی (کے مشکیزوں کو لکڑیوں پر بٹکا کر اس کو) آنحضرت کے لیے ٹھنڈا کرتا تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کے پاس جا کر پانی کا پتہ کرو۔ میں گیا تو اس کے ہاں بھی مشکیزہ کے نچلے (پانی حاصل کرنے والے) دہانے میں اتنا قلیل پانی تھا کہ اگر اوپر والے دہانے سے اس کو اٹھایا جاتا تو وہ پانی مشکیزہ کے خشک حصے میں جذب ہو کر رہ جاتا اور ایک بوند بھی باہر نہ نکل سکتی (صورت حال رسالتاب علیہ افضل الصلوٰۃ سے عرض کی) تو آپ نے فرمایا جاؤ اور وہی پانی لے آؤ۔ میں جب لے آیا تو آپ نے اس پانی کو دست اقدس پر لیا اور کچھ پرٹھنا شروع فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے کیا پڑھا اور پھر پانی کو مشکیزہ میں ڈال کر میرے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ اے جابر بڑا پیالہ (تھال) منگاؤ میں نے آواز دی شکر کے لیے جو بڑا پیالہ یا تھال ہے، وہ جہاں ہے فوراً لاؤ۔ وہ اٹھا کر میرے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسے اپنے سامنے

رکھا اور دست اقدس کو اس میں گہری جگر رکھ کر انگلیاں مبارک پھیلا دیں اور مجھے حکم دیا اسے جابر پانی ڈالو اور بسم اللہ پڑھو۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر پانی اندر ڈالا دیکھتا ہوں کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی نوارہ کی طرح ابل رہا تھا۔ پانی کی تہ سے بندھ ہونے لگا اور چکر باندھ لیا حتیٰ کہ وہ بھر گیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اعلان کرو جس کو پانی کی ضرورت ہے وہ آکر لے جائے۔

میں نے اعلان کیا تو لوگ دوڑے آئے اور پیا حتیٰ کہ سیراب ہو گئے۔ تب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تغار سے ہاتھ مبارک باہر نکالا۔

## آٹھواں باب

### دودھ کو زیادہ کرنے کا معجزہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے قلب و جگر کے بل زمین پر لیٹا ہوا تھا (اور قبل ازیں میں صحابہ رضی اللہ عنہم) کے راستہ پر بیٹھا ہوا تھا جہاں سے اُن کا گذر ہوتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے تو میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے متعلق دریافت کیا اور اس سوال کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں اور کھانا کھلائیں۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا اُن سے بھی دریافت کیا کہ قول باری تعالیٰ یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً۔ الایۃ کا کیا مطلب ہے اور مقصد وہی تھا کہ یہ مجھ مسکین کو کھانا کھلائیں، مگر انہوں نے بھی ایسا نہ کیا۔ پھر حضور اکرم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم گذرے اور میرے چہرے کو دیکھ کر جو کچھ میرے دل میں تھا اس کو بھانپ لیا اور جان لیا۔ فرمایا اسے ابو ہریرہ میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ میرے پیچھے آؤ۔ میں نے آپ کے پیچھے چلنا شروع کر دیا آپ دو لنگدہ پر تشریف لائے تو میں نے داخل ہونے کا اذن طلب کیا۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ گھر میں آپ کو دودھ کا پیالہ نظر آیا۔ دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا فلاں شخص یا آل فلاں نے بھیجا ہے۔

آپ نے فرمایا ابا ہریرہ میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اہل صفہ کے پاس جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اہل صفہ اسلام کے دھماکے اُن کی نبیوی بچے تھے اور نہ ہی مکان اور مال و منال۔ جب بھی بارگاہ رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ہدیہ و نذرانہ آتا آپ بقدر حاجت اس کو استعمال فرماتے اور پھر ان کے پاس بھیج دیتے

اور جب صدقہ آپ کی خدمت میں لایا جاتا تو آپ استعمال نہ فرماتے بلکہ سارے کا سارا انہیں کی طرف بھیج دیتے فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنا تو غمگین سا ہو گیا (کیونکہ) میں یہ امید رکھتا تھا کہ مجھے آنا دودھ مل جائے گا کہ بقایا شب و روز کفایت کر جائے گا (اور اس وقت میرے سامنے یہ صورت حال تھی) کہ میں آپ کا ایلچی تھا اور جب اصحاب صفہ آئے تو لامحالہ میں ہی ان کو پلانے والا ہوں گا تو (ستر وہ ہیں اور دودھ کا صرف ایک پیالہ) میرے لیے کیا بچے گا۔

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ اصحاب صفہ کے پاس گیا اور ان کو بارگاہ مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء کی طرف بلایا۔ وہ دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے اذن طلب کیا آپ نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ آپ کے دو لنگدہ میں اپنی اپنی جگہ سنبھال کر بیٹھ گئے۔ مختار کو بن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ابوہریرہ پیالہ لو اور ان کو باری باری دیتے جاؤ اور پلاتے جاؤ۔ میں نے تمہیں ارشاد کرتے ہوئے پیالہ ہاتھ میں لیا اور یکے بعد دیگرے ان کو دنیا شروع کیا جو بھی لیتا وہ اتنا پیتا کہ سیراب ہو جاتا پھر پیالہ لوٹا دیتا میں دوسرے کے حوالے کر دیتا وہ بھی پی کر سیراب ہو لیتا تب واپس کرتا حتیٰ کہ (آخری فرقہ تک) سبھی سیراب ہو گئے۔ میں نے وہ پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (ابھی اس میں دودھ بچا ہوا تھا) آپ نے پیالہ لے کر اپنے دست اقدس پر رکھا پھر سر اقدس میری طرف اٹھایا اور بسم فرمایا اور فرمایا اے ابا ہریرہ میں نے عرض کیا بیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں اور تو (باقی تو سبھی سیراب ہو لیے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بجا فرمایا آپ نے فرمایا تو اب تم بیٹھ جاؤ اور پیو۔ فرماتے ہیں میں بیٹھ گیا اور پیالہ کو منہ لگا کر جتنا پی سکتا تھا پیا۔ آپ نے فرمایا اور پیو میں نے پھر پیاجتی کہ آپ اسی طرح فرماتے رہے اور پیو اور پیو اور میں پیتا رہا یہاں تک میں مجبور ہو گیا اور عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اب میرے اندر کوئی گنجائش نہیں رہی اور نہ دودھ کے اندر جانے کا کوئی راستہ۔ تو آپ نے فرمایا اچھا تو پیالہ مجھے دو میں نے وہ پیالہ بارگاہ اقدس میں پیش کیا تو آپ نے بقایا کو پیاتب پیالہ خالی ہوا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ صحابی ہیں۔ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ تھے اور تقریباً چار سو افراد تھے۔ ایک ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی نام کو نہیں تھا یہ امر اصحاب رسول اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم پر سخت گراں گذرا

عہ فائدہ جلیلا۔ اس روایت سے جہاں امور کو پیش میں اختیار مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء واضح ہے وہیں علم غیب کا تحقق بھی واضح ہے اگر یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ پیالہ بھر دودھ اصحاب صفہ کو اور ابوہریرہ کو کفایت کر جائے گا تو ان سب کے پلانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ امام اہل سنت نے فرمایا کیوں جناب ابوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر جس سے سترہا جوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

اور پیاس کی وجہ سے جب سخت پریشان ہوئے تو آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر التجا کی۔ فوراً ایک چھوٹی سی سینگ دار بکری آموجود ہوئی اور سرسبز عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ آپ نے اس کا دودھ دوا۔ خود بھی پیسا اور صحابہ کرام کو بھی پلایا حتیٰ کہ سبھی سیراب ہو گئے پھر فرمایا اسے نافع یہ بکری آج رات تمہاری ملکیت میں ہے اس کو قابو رکھنا۔ مگر مجھے یقین ہے تم اس کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکو گے۔ فرماتے ہیں میں نے اسکو کپڑا ایک چوہ میں میخ زمین میں گاڑ کر رسی کیا تھ اس بکری کو وہاں باندھ دیا۔ جب رات کے کسی حصہ میں آنکھ کھلی اور بکری کی طرف دیکھا تو وہ غائب تھی یا میخ کھڑی تھی اور باری پڑی تھی لو کوئی شے نظر نہ آتی تھی۔ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ صورتحال عرض کیا قبل اس کے کہ آپ دریافت فرمائیں تو آپ نے فرمایا یا نافع ذہب بھا الذی جاء بھا۔ اسے نافع جو اس کو لایا تھا وہی اس کو لے گیا۔ اسی لیے میں نے کہہ دیا تھا تم اس کو اپنے قبضہ میں نہیں رکھ سکو گے۔

## نواں باب

### درختوں کے بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کا معجزہ

حضرت یسلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہوئے۔ ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا حاضر ہوا حتیٰ کہ آپ پر جھک کر آپ کو چھپایا۔ پھر اپنی جگہ کی طرف لوٹ گیا۔

جب رسالتاب علیہ افضل الصلوٰۃ کی چشم اقدس بیدار ہوئی تو آپ سے درخت کی حاضری کے متعلق عرض کیا گیا آپ نے فرمایا۔ اس درخت نے اللہ تعالیٰ سے حاضری کی امانت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت فرمائی تاکہ حاضر ہو کر مجھے سلام عرض کر سکے۔

اگر ہنوز حالت نیند میں بھی ہیں اور درخت کے بارگاہ خلدوندی میں حاضری کی درخواست پیش کرنے پر بھی مطلع ہیں اور اذن ملنے پر بھی اور کیوں نہ ہوں بلکہ حضور کی طرف آنکھیں مجرّوب ہوتی ہیں، دل اقدس بیدار ہوتا ہے۔

فائدہ جلیلہ۔ بکری کا غیب سے آموجود ہونا بھی معجزہ ہے اور پھر چھوٹی سی بکری کے تھوڑے سے دودھ کا چار سو افراد کو سیراب کر دینا اور سر امجز۔ یہ فرمانا کہ اس کو قابو نہیں رکھ سکو گے اور ایسے ہی ہوا یہ علم غیب سے متعلق تیسرا معجزہ ہو گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔



حضرت یسی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہمراہ صحرا اور بیابان کی طرف نکلا حتیٰ کہ ہم کھلی جگہ میں جانکے۔ آپ نے فرمایا ویدک (زبان زد کلمہ ہے نفلی معنی تیرے لیے افسوس ہے مگر مراد نہیں ہوتا) دیکھ تو سہی کوئی چیز ایسی نظر آتی ہے جو مجھے چھپائے اور پردہ و ستر کا کام دے۔ میں نے عرض کیا اور تو کوئی شے نظر نہیں آتی صرف ایک چھوٹا درخت ہے وہ بھی ستر اور پردہ کا فائدہ نہیں دے سکے گا۔ فرمایا اس کے قریب کوئی اور شے نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا ایک اور درخت ہے مگر وہ ہر لحاظ سے اتنا ہی بڑا ہے جتنا پہلا ہے۔ آپ نے فرمایا درختوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے امر سے اکٹھے ہو جاؤ چنانچہ (آپ کا پیغام میں نے ان کو دیا تو وہ فوراً اکٹھے ہو گئے آپ نے قضائے حاجت فرمائی رجب واپس ہوئے تو فرمایا ان کے پاس جا کر کہو اللہ تعالیٰ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی اپنی جگہ کی طرف لوٹ جاؤ چنانچہ حسب الارشاد وہ اپنی جگہ کی طرف لوٹ گئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے یہاں تک کہ ایک کشادہ وادی میں پڑاؤ ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں پانی کا برتن لے کر آپ کے پیچھے چلا۔ آپ نے اوہرا دھرن گاہ اقدس اٹھائی مگر ستر اور پردہ کے لیے کوئی شے نظر نہ آئی بنا گاہ وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک کی طرف تشریف لے گئے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی اور شاخ کو پکڑ کر سرمایا۔ انقادی علی باذن اللہ تعالیٰ میرے ساتھ میری اطاعت میں چل اللہ تعالیٰ کے امر کے ساتھ وہ درخت آپ کے ساتھ سر جھکا کر یوں چلا جیسے کہ تکیل والا اونٹ اپنے قائد کے ساتھ سر جھکا کر چلتا ہے حتیٰ کہ آپ دوسرے درخت کے پاس تشریف لائے اور اس کی شاخ کو پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے امر سے میری اتباع کرو اور میرے پیچھے چلو۔ انقادی علی بامر اللہ تعالیٰ۔ وہ درخت بھی پہلے کی مانند آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ حتیٰ کہ دو نو قریب ہو گئے اور آپ ان کے درمیان کھڑے ہوئے اور حکم دیا۔ التما باذن اللہ علی۔ اللہ تعالیٰ کے امر سے مجھ پر مل کر (پردہ بناؤ) چنانچہ وہ دونوں جڑ گئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دوڑتا ہوا وہاں سے نکلا تاکہ کہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب کا احساس فرماتے ہوئے مزید دور جانے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ میں دوڑ جا کر بیٹھ گیا (اور کسی خیال میں مستغرق ہو گیا) اچانک دیکھا تو محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ تشریف لا رہے ہیں اور دو نو درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو چکے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا، جہاں کوئی درخت نہیں تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے جابر پانی لاؤ اور میرے ہمراہ چلو چنانچہ میں پیچھے پیچھے چلنے لگا حتیٰ کہ ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں دو درخت ذرا ایک دوسرے سے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے جابر ان کے پاس جا کر ان سے کہو کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والنساء تمہیں حکم دیتے ہیں کہ آپس میں مل جاؤ تو وہ زمین کو پھاڑتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ آئے آپ نے قضا و حاجت فرمائی اور استنجا کیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ ان کے پاس جا کر کہو کہ اپنی اپنی جگہ پر چلے جائیں (چنانچہ میرے پیغام دینے پر وہ اپنی اپنی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے)

حضرت ابن بریدہ اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی بارگاہ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں حلقہ اہل اسلام و ایمان میں داخل ہو چکا ہوں۔ ایسا معجزہ دکھلائیں جس سے میرا ایمان یقین بڑھ جائے۔ آپ نے فرمایا اچھا تو کیا چاہتا ہے؟ (جو معجزہ تو کہے گا میں وہی دکھلا دوں گا۔ یہاں تو سائل کی مرضی دیکھی جاتی ہے، اس نے عرض کیا اس درخت کو بلائیں تاکہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے آپ نے فرمایا تو جا کر اسے بلا (وہ تو پیغام ملنے پر بھی حاضر ہو جائے گا۔ خود میرے بلانے کی کیا ضرورت ہے، اعرابی گیا اور درخت سے کہا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری دے (جو نہی یہ پیغام سنا، ایک طرف جھکا اور دوسری جانب کی جڑوں کو زمین سے اکھیر لیا۔ پھر دوسری جانب جھک کر دوسری سمت کی جڑوں کو اکھیر لیا۔ پھر جڑوں پر چلتا ہوا بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی نے کہا مجھے یہی معجزہ کافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو لوٹنے کا حکم دیا تو وہ لوٹ گیا اور اپنی سابقہ جگہ پر جا کر نصیب ہو گیا اور ہر جڑ کو اپنی اپنی جگہ قائم کر لیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک اعرابی سامنے سے آیا جب آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے عرض کیا اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے خیر اور سلامتی کی طرف رغبت و میلان نہیں ہے۔ اس نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تو شہادت دے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ کی۔ اس نے عرض کیا آپ کے اس دعویٰ پر اور کون شہادت دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ درخت۔ درخت وادی کے کنارے کھڑا تھا، آپ نے اس کو بلایا وہ حاضر ہو گیا درانحالیکہ وہ زمین کو چیرتا ہوا آ رہا تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کو تین مرتبہ توحید و رسالت کی شہادت دینے کو کہا تو اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ پھر درخت اپنی جگہ پر لوٹ گیا اور اعرابی اپنی قوم کی طرف گیا اور حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ سے عرض کیا اگر انہوں نے میری اتباع کی تو میں ان کو بھی آپ کی خدمت میں لاؤں گا ورنہ خود حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں رہوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں کس دلیل اور علامت سے پہچانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ میں اس

کھجور کے اس خوشہ کو بلاؤں اور وہ میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حاضر ہو جائے تو پھر میری رسالت کی گواہی دے گا۔ اور اس کو دل و جان سے تسلیم کر لے گا۔ اس نے عرض کیا ضرور گواہی دوں گا۔

آپ نے اس خوشہ کو بلایا تو وہ کھجور سے نیچے اترنے لگا حتیٰ کہ زمین پر گر پڑا پھر اچھلتا ہوا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر لوٹ جاؤ تو وہ اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ اعرابی نے یہ ایمان افروز منظر کو دیکھا تو عرض کیا۔ اشہد انک رسول اللہ اور شرف ایمان سے مشرف ہو گیا۔

ابو عبیدہ بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ مجھے مسروق نے بتلایا کہ تیرے والد گرامی حضرت عبد اللہ نے مجھے بتایا کہ ایک درخت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کی موجودگی کی خبر دی تھی۔

## فائدہ حلیہ

اگر محمد اور بے دین لوگ کہیں یہ تو سحر کاری اور جادو گری ہے تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ سحر محض خیال اور شعبہ ہوتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یخیل الیہ من سحر ہوا نہا تسعیٰ حضرت موسیٰ کو ساروں کے سحر سے اس امر کا خیال گزرتا تھا کہ یہ رستیاں اور چھڑیاں دوڑ رہی ہیں حالانکہ درحقیقت ان میں کوئی محسوس حرکت نہیں تھی۔ ابن عقیل فرماتے ہیں اگر سحر میں بھی اعیان کو تبدیل کیا جاسکے جیسا کہ معجزہ میں تھا سحر اور معجزہ برابر ہو جائیں گے اور صدق صادق کا علم متعذر و ناممکن ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے علم و اعتقاد کا ذریعہ صرف یہی بنایا ہے کہ جس کے ہاتھ پر ایسا معجزہ ظاہر ہو جس کا مقابلہ نہ کیا جاسکے، وہ اپنے دعویٰ میں صادق ہے۔

اور جب یہ مان لیں کہ سحر بھی اپنے سحر اور جادو سے اعیان میں قلب ماہیت کر دیتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شانِ اعجازی سے اعیان میں تغیر و تبدیلی اور قلب ماہیت فرمائی۔ تو نبی اور ساحر میں کوئی وجہ امتیاز نہیں رہے گی اور ذرائع تحقیق مسدود ہو کر رہ جائیں گے۔

ایک سوال کا ازالہ کرتے ہوئے علامہ ابن عقیل نے فرمایا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد و ماقتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لہم کے ہوتے ہوئے ہمیں اپنے مشاہدات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے کیونکہ ان لوگوں نے اپنے ادراک اور مشاہدہ کے مطابق تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی سولی پر لٹکایا اور ان کو شہید کیا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نہیں وہ ان کی شبیہ تھی نہ کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اس وقت ذرائع ادراک کو ان سے سلب فرمایا اور چھین لیا تاکہ اس کی وہ حکمت اور مصلحت خاصہ پوری ہو جائے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تحفظ و

عصمت کا اور کفار و معاندین کو اپنے برے عزائم میں ناکام اور عاجز کرنے کا تقاضا کر رہی تھی (نہ یہ کہ سرے سے جو اس و مدارک پر اعتماد ہی نہیں اور وہ ہمیشہ غلطی کا جاتے ہیں) اگر حقیقت حال یہ ہو تو ہمیں شہد کی مٹھاس کا کیا اعتماد ہو سکتا ہے کیونکہ بعض اوقات مختلف طعام کھانے یا مزاجوں میں تغیر و تبدل پیدا ہونے سے وہ کڑوا بھی محسوس ہونے لگتا ہے۔ اگر یہ سوال اٹھایا جائے کہ پھر معجزہ کے مجالس و مثال امور سحر اور کھانت وغیرہ کے ذریعے کیونکر وقوع پذیر ہو جاتے ہیں (سرے سے یہ امور وقوع پذیر نہ ہوتے تو نظر ظاہر میں بھی التباس و اشتباہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ لوگوں کو اس امر کا مکلف ٹھہرایا جائے کہ وہ معجزہ اور شعبہ میں خداداد عقل و فراست اور فہم و کیاست کو بروئے کار لا کر امتیاز کریں تاکہ ثواب اجتہاد سے بہرہ ور ہوں۔ نیز شعبہ سحر اور سحر کار ہمیشہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں۔ مگر رسل کرام علیہم السلام ایک دوسرے کی تائید و تصدیق فرماتے ہیں۔

## دسواں باب

فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مہمیت لزوم سے پہاڑ کا قرض و جدور آپ کے فرمان پر سکون اتر کا اظہار

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ نے کوہ حراء پر قدم رنجہ فرمایا اور کوہ حراء لرزہ بر اندام ہو گیا تو آپ نے پائے ناز سے اس کو ٹھوکر ماری اور فرمایا۔

اسکن حراء فانہ لیس علیک الا نبی او صدیق او شہید

اے حراء سکون و قرار میں آ اور اس اضطراب اور سہجان کا مظاہرہ نہ کر کیونکہ تجھ پر یا نبی اکرم کی ذات جلوہ فرما ہے اور یا صدیق ہیں اور یا شہید۔

اور اس وقت آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہم تھے اور اگر میں چاہوں تو نواں آدمی جو آپ کے ساتھ تھا اس کا نام بھی بیان کر دوں۔ جب سامعین نے زور دے کر عرض کیا کہ اس آدمی کا نام بھی بتایا جائے تو فرمایا وہ میں (سعید بن زید) ہوں۔

## گیارہواں باب

چوپایوں کا بارگاہ نبوی میں حالت زار عرض کرنا اور سرکش جانوروں کا آپ کیلئے راجا ہونا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء ایک دن انصار کے باغات میں سے ایک چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے۔ ناگاہ ایک اونٹ گھرانے پر آیا جس نے حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کو دیکھا تو محبت و عقیدت سے بلبلائے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ اور گدھی پر ہاتھ پھیرا تو اس کو سکون و قرار آگیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے، انصار میں سے ایک جوان حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ تعالیٰ سے ان جانوروں کے معاملہ میں نہیں ڈرتا جس نے تجھے ان کا مالک بنا دیا ہے۔ تیرے اس اونٹ نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اس سے کام زیادہ لیتا ہے اور تھکا دیتا ہے اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت یحییٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن بارگاہ نبوی میں حاضر تھا کہ ناگاہ ایک اونٹ آگیا اس نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تواضع اور انکساری کا مظاہرہ کیا حتیٰ کہ اپنے حلقوم کو آپ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہنے لگیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے بیلی تم پر افسوس ہے۔ دیکھو تو اس اونٹ کا مالک کون ہے۔ اس کو کوئی سخت امر درپیش ہے۔ میں اس کے مالک کو تلاش کرنے نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک انصاری کا اونٹ ہے۔ میں نے اس کو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا۔ آپ نے دریافت فرمایا تیرے اس اونٹ کا معاملہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا مجھے تو معلوم نہیں ہے کہ اس کا معاملہ کیا ہے۔ ہم نے اس سے کام لیا حتیٰ کہ اب وہ کنوئیں سے پانی کھینچنے کے قابل نہیں رہا تھا تو گزشتہ رات ہم نے صلاح و مشورہ کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیں۔

آپ نے فرمایا (اس اونٹ نے میری پناہ لیا ہے) لہذا اب اس کو ذبح نہ کرو بلکہ مجھے سہہ کر دو یا بیچ دو۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کا مال ہے۔ آپ نے اس پر صدقہ کے اموال والی نشانی لگائی اور پھر اسے اس طرف رکھنے کے لیے بھیج دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک گھرانہ کا اونٹ تھا جس کے ذریعے وہ کنوئیں

سے پانی کھینچتے تھے۔ اونٹ نے سرکشی شروع کر دی اور ان کو پیٹھ پر سوار نہ ہونے دیا۔ وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اونٹ کی سرکشی کا شکوہ کیا اور کھیتی کے خشک ہونے کی شکایت بھی کی۔

آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا اٹھو اور چل کر دیکھیں اونٹ اپنے مالکوں سے یہ سلوک کیوں کر رہا ہے صحابہ کرام رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اٹھے۔ انصار کے چار دیواری والے باغ میں داخل ہوئے۔ اونٹ اس کے ایک گوشہ میں کھڑا تھا۔ آپ اس کی طرف چل پڑے تو انصاری عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ تو کتے کی مانند باؤلا سا ہو چکا ہے اور ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں آپ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جب اس اونٹ نے نبی الانبیاء علیہم السلام والثناء کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو آپ کی طرف چلنے لگا۔ حتیٰ کہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ نے اس کو پیشانی سے پکڑا تو وہ اتنا مطیع اور رام معلوم ہوتا تھا کہ اتنا کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ آپ نے اس کو کام پر لگا دیا (تو اس نے حسب سابق کام کرنا شروع کر دیا)۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ چوپایہ ہے اور عقل و دانش سے محروم وہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے ہم عقلمند ہیں (آپ کے منصب خدا داد کو سمجھتے ہیں) ہم کیوں نہ سجدہ کریں بلکہ ہم اس اطہار عظمت کے اور تعظیم و تکریم بجالانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب خدا علیہ التبیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا کسی بشر کو یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ بشر اور مخلوق کو سجدہ کرے۔ اگر بشر کا بشر کے لیے اور مخلوق کا مخلوق کے لیے سر بسجود ہونا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ خداوند کے حق عظمت کو ادا کرنے کے لیے اسے سجدہ کرے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ایک سفر سے لوٹے۔ انصار کے باغات میں سے ایک باغ کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک سرکش اونٹ ہے جو شخص بھی اندر داخل ہوتا ہے وہ اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یہ معاملہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ اس باغ میں تشریف لائے۔ جنوں ہی اونٹ کی نظر آپ پر پڑی تو بڑبڑایا اور حاضر خدمت ہو اور انہما لیکہ اپنے ہونٹ زمین پر رکھے ہوئے تھا۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اوچھناچھ ہمارے پیش کی گئی۔ آپ نے اس کو ہمارے ساتھ باندھ کر مالک کے حوالے کر دیا۔ تب فرمایا کہ زمین و آسمان کے درمیان کوئی شے ایسی نہیں ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا رسول اور نائب نہ سمجھتی ہو یا سوا سرکش جنوں اور انسانوں کے جو وادعی ضلالت و گمراہی میں بھٹکنے والے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک سفر میں نکلا تو سامنے جنگل میں ایک اونٹ کھڑا تھا (جب آپ کو دیکھا تو راستہ کی طرف چلنے لگا) حتیٰ کہ جب آپ کے سامنے راستہ کے درمیان پہنچ گیا تو سجدہ میں گر پڑا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ناگاہ انصار کے چند جوان حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ اونٹ ہمارا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا کیا معاملہ ہے اور تمہارے متعلق کیا شکایت ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم نے بیس سال اس کے ذریعے پانی لاکر کھیتیاں سیراب کی ہیں اب یہ اس کا آگے تو قابل نہیں رہا اور اس پر چربی بھی کھتی لہذا ہم نے ارادہ کیا کہ اس کو ذبح کر دیں اور اس کا گوشت اپنے بال بچوں میں تقسیم کر دیں مگر یہ بھاگ نکلا۔

آپ نے دریافت فرمایا کیا تم اس کو بچو گے۔ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ یہ آپ کا مال ہے۔ آپ کے ہاتھوں بچنے کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا اگر اس کو بچتے نہیں ہو تو اس کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آؤ تا آنکہ قدرتی موت اس پر آئے اور یہ خود بخود مرنے لگے پھر ذبح کر لیں۔ اس روح پر در منظر کو دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا ہم چوپایوں کی نسبت زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کے سامنے جبین نیاز کو زمین پر رکھیں اور عظمت خدا واد کا اس طرح عملی طور پر اظہار کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمہارے سجدوں کا اور کوئی حقدار نہیں ہے اور اگر یہ نہایت تعظیم غیر اللہ کے لیے جائز ہوتی تو اس کی حقدار سب سے پہلے عورتیں ہوتیں جو اپنے خاوندوں کے لیے سجد نیاز بجالاتیں۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ اونٹ میرے پاس تمہاری شکایت لے کر حاضر ہوا ہے کہ تم نے جوانی کے اندر تو اس سے کام لیا ہے اور جب بوڑھا ہو گیا ہے تو اب اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

## بارھواں باب

مختار کوہن باذن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے دوران میں ظاہر ہونے والے معجزات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات اہل مدینہ سخت گھبرائے اور خوفزدہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوطلمہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اس طرف تشریف لے گئے بدھ سے خوفناک آواز سنائی دی تھی۔ لوگ نکلے تو آپ واپس آ رہے تھے اور فرما رہے تھے ہرگز خوفزدہ نہ ہو، کوئی خوفناک امر نہ ہے، حضرت انس فرماتے ہیں اس گھوڑے کو بہت ہی سست رفتار سمجھا جاتا تھا لیکن آپ کے سواری

فرمانے کے بعد کوئی گھوڑا اس سے سبقت نہ لے جاسکا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک اونٹ پر سوار تھا جو کہ تھک چکا تھا۔ میں نے اس سے تنگ آکر ارادہ کیا کہ اس کو یہیں چھوڑ دوں اور خود پیادہ گھر کو چل دوں۔ اسی اثناء میں حبیب خدا علیہ التیمۃ والنار پیچھے سے پہنچ گئے۔ آپ نے اس کو اپنے پاؤں مبارک سے ٹھوکر ماری اور اس کے لیے دعا فرمائی پھر وہ اس طرح تیز چلنے لگا کہ اتنا تیز گھبی نہیں چلاتا تھا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

## تیرھواں باب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹھی بھری کفار کی طرف پھینکنا  
اور سب کی آنکھوں کا اس مٹی سے بھر جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ حنین میں وقتی طور پر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے اور وہ ذرا پیچھے ہٹے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو دلدل کے نام سے آپ پکارتے تھے آپ نے اس کو حکم دیا دلدل البیدی۔ اسے دلدل زمین کے ساتھ چمٹ جا۔ تو اس نے اپنا پیٹ زمین کے ساتھ چمٹا دیا۔ فوراً رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے ایک مٹھی مٹی کی اٹھائی اور ان کفار کی طرف پھینک دی اور فرمایا۔

حولا ینصرون۔ حمر۔ (کی برکت سے) وہ نصرت و مدد نہیں دیے جائیں گے اور اہل اسلام پر غالب نہیں آسکیں گے۔ جو نہی کف اقدس سے نکلنے والی مٹی ان پر پڑی تو وہ ٹکست خوردگی کے عالم میں پیچھے ہٹنے لگے۔ ہم نے تیر پھینکا نہ ہی نیزہ مارا اور میدان ہمارے ہاتھ میں رہا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جتنے کفار موجود تھے ہر ایک کی آنکھیں اس مٹی سے بھر گئیں۔ اس حدیث کی مختلف سندیں ہم انشاء اللہ غزوہ حنین کے تذکرہ میں ذکر کریں گے۔

عہ امام اہل سنت نے فرمایا۔

میں تیرے ہاتھوں کے مدتے کیسی کنکریاں تھیں وہ جن سے اتنے کانسروں کا دفنہ منہ پھر گیا



## چودھواں باب

سید کائنات علیہ افضل الصلوٰت کا اصرام کی طرف چھڑی سے اشارہ فرمانا اور ان کا منہ کے بل زمین پر گر پڑنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے آپ ان کی طرف چھڑی سے اشارہ فرماتے گئے اور ساء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا پڑھتے رہے یعنی حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ بیشک باطل زائل ہونے والا ہے۔ اور میت و نابود ہو جانے والا ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ مبارکہ میں داخل ہوئے جبکہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ آپ کے دست اقدس میں چھڑی تھی۔ آپ ان کی طرف اس چھڑی سے اشارہ فرماتے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے۔ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا اور فرماتے جاء الحق وما يبدى الباطل وما يعيد۔ حق آگیا باطل نہ شروع ہو سکتا ہے اور نہ ہی لوٹ کر آسکتا ہے بلکہ وہ بالکل بے نام و نشان ہو گیا۔

حضور پس یہ فرماتے اور بت اوندھے منہ گر پڑتے۔

عہ دست اقدس اصرام کو نہ لگانے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اصرام کو بمع ان کے عبادت گزاروں کے جہنم میں پھینکا ہے جیسا کہ فرمایا۔ انکم اما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم۔ اور اگر صیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک ان کو لگ جاتا تو آگ ان پر اثر انداز نہ ہوتی اس لیے آپ نے صرف چھڑی کے ساتھ اشارہ کر کے گرانے پر اکتفا فرمایا۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۹۱

## پندھواں باب

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غیبی خبریں دینا اور انکا آپ کے بیان کے مطابق وقوع پذیر ہونا

مصنف فرماتے ہیں آپ کی غیبی خبریں دینے کے چند دلائل اور واقعات پہلے گزر چکے ہیں جنہیں سے ایک یہ خبر بھی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتلادیا کہ دیکھنے والے نے اس صحیفہ کے وہ حصے کھالیے ہیں جن میں ظلم و جور، تعدی اور زیادتی تھی اور بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب سے برت تھی جس کو لکھ کر کفار و مشرکین نے بیت اللہ شریف میں رکھ دیا تھا۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا علیہ التیمۃ والتناہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اہل اسلام کی ایک جماعت کسریٰ کا وہ خزانہ بذریعہ جنگ حاصل کرے گی جو کہ قصر امیض میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا (اور یقیناً ہلاک ہوگا) تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا (بلکہ وہ ملک دار اسلام میں شامل ہو جائے گا) اور جب قیصر شاہ روم ہلاک ہوگا (اور یقیناً ہلاک ہوگا) تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ (یعنی علاقہ شام و فلسطین وغیرہ میں اس کی سلطنت نہیں رہے گی اگرچہ آپ کے دعوت نامہ اسلام کی قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم کی بدولت قدر سے علاقہ ان کے قبضہ میں رہے گا)

— قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے ضرور بالفرد قیصر و کسریٰ کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بانٹ دیے جائیں گے (اور ایسے ہی ہوں)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا۔ اور بخدا ان کے خزانے (اہل اسلام کے ہاتھوں) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔

مصنف (علامہ ابن الجوزی) فرماتے ہیں بسا اوقات اس حدیث پاک میں یہ اشکال سوجھتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کے بعد ان کے ملک پر یکے بعد دیگرے لوگ و سلاطین کی ایک جماعت حکمران رہی جو انہی القاب کے ساتھ پکارے جاتے رہے اور قیصر و کسریٰ کہلاتے رہے کیونکہ جو ملک فارس کا بادشاہ بنا وہ کسریٰ کہلاتا تھا اور جو ملک روم کا بادشاہ بنتا تھا وہ قیصر کہلاتا تھا۔

تو جواب اشکال یہ ہے کہ کوئی ایسا بادشاہ ان میں سے نہ ہو جس کے عہد میں ملک کو کوئی معتد بہ فائدہ ہوتا اور نہ ہی ان کے ملک و سلطنت کو استحکام و دوام حاصل رہ سکا۔ بلکہ ان کا ملک ہمیشہ متزلزل رہا حتیٰ کہ بے نام و نشان ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہم نے چاند دیکھا۔ میں تیز نگاہ کا مالک تھا میں نے فوراً اس کو دیکھ لیا اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنا شروع کیا (وہ سامنے ہی تو ہے) آپ اسے نہیں دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا میں عنقریب اس کو بستر پر لیٹے ہوئے دیکھ لوں گا۔

پھر انہوں نے ہمیں اہل بدر (کفار و مشرکین) سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر بیان کرنی شروع فرمائی کہ رسول معظم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے ایک دن قبل کفار و مشرکین کے مقامات ہلاکت اور قطعہ ہائے قتل دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے ہذا مصرع فلان غداً انشاء اللہ۔ ہذا مصرع فلان غداً انشاء اللہ یہ جگہ کل کو فلان شخص کی جائے ہلاکت ہوگی اور یہ جگہ فلاں کا مقتل ہوگا (دوسرے دن حسب ارشاد وہ ہلاک ہوئے تھے) اور ان مقامات پر ہی ہلاک ہو رہے تھے جن کے متعلق نبی خدا علیہ التیمۃ والثناء نے خبر دے دی تھی۔

فرماتے ہیں میں نے حبیب کریم علیہ السلام سے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا یہ کفار بالکل ان مقامات سے تجاوز نہیں ہوئے (جن کی آپ نے نشاندہی فرمائی تھی) بلکہ انہیں جگہوں پر گر کر ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس روایت کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم جنگ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ نے ایک شخص جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا، کے متعلق فرمایا کہ یہ اہل نارس سے ہے اور دوزخی ہے۔

جب ہم جنگ میں مصروف و مشغول ہوتے تو اس شخص نے بے جگری کے ساتھ حرب و قتال میں حصہ لیا اور زخمی ہوا اور مر گیا۔ بارگاہ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء میں عرض کیا گیا جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ یہ جہنمی ہے اس نے آج بہت سخت لڑائی لڑی اور اسی دوران زخمی ہو کر مر گیا (تو وہ ہمارے خیال میں (اور بنظر ظاہر) تو شہداء کے اندر داخل ہو گیا ہے) آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ آگ میں داخل ہو گیا ہے۔

قریب تھا کہ بعض لوگ ریب و تردید میں پڑیں کہ آواز آئی وہ ابھی مرا نہیں ہے بلکہ اس کو شدید زخم لگے ہیں جب رات آئی تو وہ شخص زخموں کی تاب نہ لاسکا اور اس نے بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ آپ کی خدمت میں اس کی حالت وفات اور خودکشی کا قصہ عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر! شہدانی عبداً ورسولہ۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے اور کوئی شخص نہیں جاسکتا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد و نصرت فاسق و فاجر آدمی کے ساتھ بھی فرمادیتا ہے (لنؤا

کسی کی تائید دین اور نصرت اسلام اس کے متقی و پارہا ہونے اور جنتی ہونے کی دلیل نہیں ہے جب دوسرے اعمال صالحہ موجود نہ ہوں اور خاتمہ بالخیر نہ ہو۔

امام بخاری و مسلم نے اس روایت کو سہل و سعد کی سند سے نقل فرمایا ہے۔

حضرت ابو حمید ساعدی سے مروی ہے کہ ہم غزوہ تبوک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نے فرمایا۔ آج رات سخت آندھی چلے گی لہذا اس وقت کوئی شخص اٹھ کر باہر نہ جائے اور جن کے اونٹ وغیرہ ہیں، وہ ان کو مضبوطی کے ساتھ باندھیں۔

حضرت ابو حمید فرماتے ہیں ہم نے سواریوں کو بڑی مضبوطی کے ساتھ باندھا جب رات آئی تو سخت آندھی چلی۔ ایک آدمی اس وقت اٹھا تو آندھی نے اس کو اٹھا کر قبیلہ طے کے پہاڑوں میں جا پھینکا اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ زوی لی الارض فر دیت مشارقها و مغاربها۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا ہے۔ میں نے اس کے مغربی اور مشرقی کناروں تک کو دیکھ لیا ہے اور میری امت کی سلطنت (بالآخر) وہاں تک جا پہنچے گی جہاں تک سمیٹ کر اسے میرے سامنے کیا گیا ہے اور یقین جانیے مجھے سرخ و سفید دونوں خزانے عطا کر دیے گئے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد اس وقت فرمایا جبکہ آپ بنظر ظاہر بے اختیار تھے اور علاقہ پر آپ کی حکومت و سلطنت نہیں تھی۔ لیکن جو خبر دی وہ بالکل درست نکلی اور آپ کی امت کی سلطنت و حکومت مشرق میں ترکستان تک پھیلی اور مغرب میں بربر اور بحر اندلس تک۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ رواہ مسلم۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے پاس تشریف لائے جب کہ میں مسجد نبوی میں لیٹا ہوا تھا۔ آپ نے پاؤں مبارک کے ساتھ مجھے ٹھوکر ماری تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اس وقت تو کیا کرے گا جب کہ تجھے مدینہ منورہ سے نکل جانے کو کہا جائے گا؟ میں نے عرض کیا میں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے گھر کی طرف رجوع کروں گا۔ آپ نے فرمایا جب وہاں سے نکلا جائے گا تو پھر رد عمل کیا ہوگا؟ میں نے عرض کیا کہ تلوار لے کر اس شخص کو ٹھکانے لگا دوں گا جو مجھے وہاں سے بھی نکالنا چاہے گا۔ آپ نے فرمایا۔ عقرا! ہاتھ پاؤں کٹیں اس شخص کے جو ایسے عزائم اور ارادے رکھے یہ زبان زد کلمہ ہے

محاورات میں بوقت استعمال لفظی معانی مراد نہیں لیے جاتے، ایسے نہ کرنا بلکہ وہ جہدہر تجھے کھینچیں اور ہر ہی کھینچنا اور جہدہر چلاؤں اور دھکیلیں اور ہر ہی چل دینا۔ اگرچہ یہ اقدام کرنے والا سیاہ فام غلام ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مجھے ریزہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو وہاں نماز ادا کی۔ ایک سیاہ فام غلام جو صدقہ کے جانوروں کو چرانے پر مامور تھا وہاں آیا۔ جب مجھے دیکھا تو واپس لے جانے اور مدینہ منورہ پہنچانے کے متعلق عرض کیا میں نے کہا نہیں تم اپنے حال پر رہو (اور مجھے اپنے حال پر رہنے دو) میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کروں گا (اور اسی جگہ پر رہوں گا جہاں مجھے حاکم وقت نے رہنے کو کہا ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن رسالتناہ علیہ افضل الصلوٰۃ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو اس وقت تک بچائے رکھے گا جب تک میرا وعظ ختم نہیں ہو جاتا اور پھر اس کو اپنے سینہ سے لگائے گا تو وہ جو کچھ مجھ سے سنے گا اسے کبھی نہیں بھولے گا۔

میں نے اپنے کپڑے کو یا اپنے کبیل کو بچا دیا۔ آپ کا سلسلہ کلام ختم ہوا تو اس کو اپنے سینہ کے ساتھ لگایا۔ بخدا اس دن کے بعد میں نے جو کچھ بھی حبیب پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ سے سنا ہرگز نہیں بھولا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت عبداللہ بن رافع سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ جاؤ خاک والے باغیچہ کے پاس ایک عورت جا رہی ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے (جس میں ہماری مخبری اور جاسوسی کی گئی ہے) وہ اس سے لے لو۔ ہم حسب الارشاد گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے حتیٰ کہ اس باغیچہ میں پہنچے۔ ناگاہ ایک عورت وہاں مل گئی۔

ہم نے کہا تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال۔ اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکال کر دے دے۔ یا پھر کپڑوں کی تلاشی دینی پڑے گی۔ تو اس نے خط نکال کر دیدیا۔ ہم وہ خط لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر

عہ جس ذات اقدس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر حافظہ عطا فرمادیا۔ خود ان کے حافظے کا عالم کیا ہوگا۔ جو لوگ بات بات پر آپ کی طرف بھول چوک کی نسبت کرتے ہیں ان کے لیے یہ حدیث محل عبرت ہے، نیز نیاں لوازم انسان سے ہے لیکن سرکلہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرتِ خدا داد سے اس کو تبدیل فرمادیا تو یہ امور کچھ غیر میں اختیار کی واضح دلیل ہے۔ نیز آپ کی عطا صرف اموال یا علم تک محدود نہیں بلکہ عام ہے۔ اللہ عظیمی و اناماسم۔ ہر نعمت اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرماتا ہے اور میں اس کو تقسیم کرتا ہوں۔  
فضلی اللہ علیٰ جمیعہ وآلہ واصحابہ۔

ہوئے (وہاں کھول کر پڑھا گیا تو خطیوں شروع ہوتا تھا)

”حاطب بن ابی بلاتہ کی طرف سے۔ اہل مکہ کے فلاں فلاں افراد کی طرف (جو کہ مشرک تھے) اور خط میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہونا بیان کیا گیا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اسے حاطب تو نے یہ کیا کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ ذرا ٹھہریں میری عرض سماعت فرمائیں۔ میں قریش میں رہتا تھا مگر ان میں سے نہیں تھا۔ جتنے دوسرے مہاجرین صحابہ ہیں سب کی وہاں رشتہ داریاں ہیں اور ان کے قریبی ان کے بال بچوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ قرابت اور رشتہ داری نہیں تو ان پر یہ احسان کروں تاکہ اس کی بدلت وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت و نگرانی کریں۔ میں نے جو قدم اٹھایا ہے نہ کفر و ارتداد کے پیش نظر ہے اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر پر رضامندی کی بنا پر (نعوذ باللہ) جبکہ یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد آپ کے شامل حال ہے وہ آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں خواہ جتنے چوکنے اور چوکس ہو جائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غور سے سن لو۔ انہوں نے صحیح صحیح بات بیان کی ہے اور سچ سچ کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں میں اس شخص کی گردن اڑا دو جس نے عملی طور پر نفاق کا مظاہرہ کیا ہے اور منافقین کا طور طریقہ اختیار کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حاطب غازیان بدر سے ہیں اور آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدری صحابہ اور مجاہدین اولین کے دلوں میں جھانک کر اعلان فرمایا ہے۔

اعملوا ما شئتمو فقد غفرت لکم۔ جو بھی چاہو کام کرو میں مواخذہ نہیں کروں گا۔ میں نے تم کو بخش دیا ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما حالت سجود میں آپ کی پشت اقدس پر چڑھ کر بیٹھ جاتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان النبی هذا سید و سیصلح اللہ بہ بین فتین من المسلمین۔

بیشک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب ان کی بدولت اللہ رب العزت مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو اتنی سخت آندھی چلی کہ سوار کو سواری سے گرا دیتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آندھی مدینہ منورہ میں ایک منافق کے مرنے کی وجہ سے چل رہی ہے جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے

تو واقعی منافقین میں سے ایک بہت بڑا منافق اسی دن جہنم واصل ہو چکا تھا۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر تھا کہ ایک آدمی نے حاضر ہو کر تفریق و فاقہ کی شکایت کی۔ پھر دوسرے نے حاضر ہو کر راستہ کے خطرات اور ڈاکہ زنی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اے عدی کیا تم نے حیرہ کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے دیکھا تو نہیں البتہ اس کے متعلق لوگوں سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی طویل ہوگی تو ضرور دیکھو گے کہ عورت تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ کے گرد طواف کرے گی اور اُسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہوگا۔

میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اس وقت قبیلہ طے کے اوباش اور آوارہ لوگ کہاں ہوں گے جنہوں نے ڈاکہ زنی اور لوٹ سے علاقوں میں فساد برپا کر رکھا ہے اور گویا آگ لگا رکھی ہے۔

آپ نے فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی (تو دیکھو گے کہ) کسریٰ کے خزانے فتح کر لیے جائیں گے اور اہل اسلام قبضہ میں کر لیں گے۔ میں نے عرض کیا کسریٰ بن ہرمز کے خزانے؟ آپ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز! اور اگر زندگی نے تمہارے ساتھ وفا کی تو دیکھو گے کہ ایک آدمی مٹھی بھر سونا اور چاندی لے کر ایسے لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا جو اس کو قبول کر لیں (عاجز مند اور فقرا ہوں اور اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے اس کو لے لیں) مگر اس کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا۔

حضرت عدی فرماتے ہیں۔ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عورتوں کو تن تنہا حیرہ سے چل کر کعبہ مبارکہ کے گرد طواف کرتے دیکھا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی سے کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا تھا اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بزدل شمشیر حاصل کیا اور اگر تمہاری زندگیاں دراز ہوتیں تو تم اس امر کا مشاہدہ بھی کر لو گے جس کی حضور اکرم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ایک آدمی سونا چاندی ہاتھ میں لے کر ضرورت مند لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تھے (جس کی چار دیواری تھی) ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھولنے کا تقاضا کیا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی بشارت دیدو۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر دوسرے شخص نے دروازہ کھولنے کی استدعا کی آپ نے فرمایا اس کو بھی اندر آنے کی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو میں دروازہ کھول کر دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی بشارت بھی دی۔ پھر میرے آدمی نے اذن طلب کیا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اوٹ لگا کر بیٹھے تھے۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھے فرمایا۔ دروازہ کھول دو اور اذن لینے والے کو جنت کی بشارت دیدو مگر اس امتحان و آزمائش کے بعد جس میں ان کو مبتلا ہونا پڑے گا۔ میں نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور جنت کی بشارت دی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اطلاع دی۔ تو انہوں نے کہا اللہ المستعان۔ اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلبگار ہوں وہ ہی مدد طلب کرنے والوں کا مبادی ہے۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جن کے جوتے بالوں سے بنے ہوئے ہوں گے اور قیامت نہ ہوگی جب تک تم ترکوں کے ساتھ جنگ نہ لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی، چہرے سرخ ناک چپٹے اور چکے ہوئے اور ان کے منہ چوڑائی اور گوشت کی موٹائی کے لحاظ سے یوں معلوم ہوں گے جیسے کہ کوٹ کر پھیلائی ہوئی ڈھال۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخواجہ آپہنچا جو کہ بنو تمیم میں سے تھا۔ اور اگر عرض کیا یا رسول اللہ عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے ہلاکت ہو! کون عدل کرے گا اگر میں عدل نہیں کروں گا۔ اگر میں عادل نہیں ہوں تو پھر تو بہت بڑے خسارے میں ہے اور غائب و خاسر (کہ مجھ جیسے شخص کو نبی و رسول اور اپنا مقتداؤ پیشوا بنا رکھا ہے)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مجھے اجازت فرمادیں، میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑو (ابھی اس کے اور بھی ساتھی پیدا ہوں گے) جن کی نمازوں کے مقابل تم اپنی نمازوں کو حقیر جانوں گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابل ناقابل اعتبار سمجھو گے۔ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا (لہذا اس میں تدبر و تفکر سے محروم رہیں گے) وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح کہ تیر شکار سے پار نکلتا ہے۔ شکاری تیر اٹھا کر اس کے پھل کو دیکھتا ہے تو اسے اس پر کوئی اثر اور نشان نظر نہیں آتا۔ قبضہ کو دیکھتا ہے تو وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کے دستہ کو بغور دیکھتا ہے تو اس میں بھی کوئی علامت شکار کو لگنے کی نظر نہیں آتی۔ پھر دستہ پر لگے ہوئے پروں کو دیکھتا ہے (جو تیر کو نشانے پر گرانے کے لیے لگائے جاتے ہیں) وہاں بھی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ وہ اس تیزی سے پار نکلا کہ گوبر اور خون وغیرہ سے سبقت لے گیا (اور یہ لوگ بھی دین سے اس تیزی کے ساتھ پار نکلے کہ دل و دماغ پر تو اس کا اثر کیا ہوتا ظاہری وجود پر بھی دین و ایمان نام کی کوئی شے دیکھنے والے کو نظر نہیں آسکتی، ان



کی علامت اور نشانی یہ ہے کہ ان کا پیشوا اور رہبر ایک سیاہ فام آدمی ہوگا اس کا ایک عضو (کمنی اور کندھے کا درمیانی حصہ) عورت کے پستان کی مانند ہوگا یا گوشت کے ٹوٹنے کی مانند جو مضطرب و متحرک ہوگا اور وہ لوگ اس وقت نکلیں گے جب مسلمانوں میں باہم افتراق و انتشار پیدا ہو چکا ہوگا۔

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنی اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے ساتھ قتال کیا اور میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے اس کو تلاش کرنے کا حکم دیا (وہ قتل ہو چکا تھا اور سب مقتولین کے نیچے پڑا تھا) اسے وہاں سے نکال کر آپ کے سامنے لایا گیا تو میں نے اس کو صیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق پایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خیبر کے دن حضرت صفیہ بنت جحش کو لایا گیا اور ان کے بھائی اور خاوند کو جن کو آپ نے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ کوئی امر (جس کے متعلق ان سے دریافت کیا جائے گا) نہیں چھپائیں گے اور کوئی چیز چھپائیں گے تو ان کا خون حلال ہوگا۔ ان میں سے ایک تو بیچ بولا اور کوئی چیز نہ چھپائی لیکن جو حضرت صفیہ کا خاوند تھا اس نے اونٹ کے چمڑے کو جس میں بہت سے زیورات تھے، چھپایا۔ آپ نے فرمایا اسے کمانہ تو نے تو عہد کیا تھا کہ ہم سے کوئی چیز نہیں چھپائے گا تو وہ اونٹ کے چمڑے سے بنا ہوا زیورات سے بھرا ہوا مشکیزہ کدھر ہے۔ اس نے کہا میں نے تم سے کوئی چیز نہیں چھپائی حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور انہوں نے اس مکان کی نشاندہی فرمائی جہاں وہ مدفون تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ وہ فلاں جگہ مدفون ہے۔ جب اس کو نکال کر لایا گیا تو آپ نے ان دونوں کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان کو قتل کر دیا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا ہاتھ پکڑ لو۔ وہ جب آپ کا ہاتھ پکڑ کر دونوں قبیلوں کے درمیان سے گزرے تو سرد عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو پسند نہ فرمایا اور یہ اظہارِ ناپسندیدگی آپ کے چہرہ انور سے نمایاں تھا۔

آپ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہو تو تمہیں آزاد کر دیتے ہیں اور تم اپنے بقایا افراد قبیلہ کے پاس چلی جاؤ اور چاہو تو اسلام لے آؤ اور میں تمہیں اپنی زوجہ بنا لوں گا انہوں نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں۔ آپ نے ان لوگوں کو جو وہاں جمع ہو چکے تھے، فرمایا اپنی ماں (حضرت صفیہ ام المؤمنین) سے دور بیٹ جاؤ۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے سواری پر سوار فرمایا حتیٰ کہ جب خیبر سے چھ میل دور نکلے تو راہ سے ایک طرف ہٹے تاکہ ان کے ساتھ مباشرت نہ فرمائیں لیکن انہوں نے آمادگی ظاہر نہ کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا بہت احساس ہوا مگر آپ نے اس

کا اظہار نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ جب مقام صہبا پر پہنچے تو آپ ایک ٹیلے کی طرف مائل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے زناں پر آمادگی ظاہر کی آپ نے دریافت فرمایا کہ قبل ازیں آمادگی ظاہر نہیں کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا مجھے ہاں حالت عروسی سے قرب یہود مانع تھا اور اب وہ بہت دور رہ گئے ہیں لہذا مانع باقی نہیں رہا۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ خیمہ کے گرد پہرہ دیتے رہے جب آپ نے قدموں کی آواز سنی تو دریافت فرمایا کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں ابو ایوب خالد بن زید ہوں۔ فرمایا تجھے کیا ہے اور خیمہ کے ارد گرد کیوں پھر رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا میں آج ساری رات نہیں سویا کیونکہ مجھے آپ پر اس عورت سے خطرہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ جا کر آرام کریں (مجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسفیان کے ساتھ طواف میں آنا سامنا ہوا تو آپ نے فرمایا اے بوسفیان کیا تیرے اور ہندہ کے درمیان ایسا ایسا معاملہ نہیں ہوا تو جناب بوسفیان رضی اللہ عنہ دل ہی میں غمگین ہوئے کہ ہندہ نے واقعی راز افشا کر دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہ سلوک کروں گا اور اس کو یوں سزا دوں گا۔ جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو بوسفیان سے ملاقات فرمائی اور فرمایا کہ ہندہ پر کوئی سختی اور تشدد نہ کرنا اس نے تیرے راز کو فاش نہیں کیا۔ جناب بوسفیان نے عرض کیا اے رسول اللہ آپ کو کس نے بتلایا کہ میں دل ہی میں ہندہ پر ظلم و زیادتی اور تشدد و سختی کا سوچ رہا تھا؟ (یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے راز کا اعلام بھی ہے اور دل میں جو ابی کار و ابی کے متعلق خیال لانے کا اعلام بھی ہے۔ فصلی اللہ علی حبیبہ قدا حسنه و جمالہ۔)

عاصم بن کلیب کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے ایک انصاری کی زبانی بتلایا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میت میں نکلا جبکہ میں نوخیز بچہ تھا۔ ہمیں ایک شخص سامنے سے آتا ہوا ملا جس نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت نے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی دعوت کی ہے اور کھانا تیار کیا ہے آپ بمع اپنے ہمراہیوں کے تشریف لے گئے اور ہم چھوٹی عمر والے بھی وہاں بیٹھے جیسے کہ بیٹے اپنے آباء کے ساتھ ادب و احترام سے بیٹھے ہیں۔

کھانا لایا گیا جب آپ نے اور آپ کے صحابہ نے ہاتھ کھانے پر رکھا اور کھانے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لقمہ منہ میں ڈال کر اس کو منہ میں ہی پھیر رہے ہیں اور پیٹ کی طرف جانے نہیں دیتے تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ آپ نے اس لقمہ کو باہر پھینک دیا اور فرمایا۔

لحوشاة اخذت بغیر اذن اهلها۔ یہ اس بکری کا گوشت ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے ذبح کی گئی ہے۔

وہ عورت اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ کو اور آپ کے صحابہ کو کھانے پر جمع کروں۔ میں نے نقیع (موشیوں کی منڈی کا نام) کی طرف آدمی بھیجا مگر کوئی فروختی و خریدنی جانور دستیاب نہ ہوا۔ پھر میں نے اپنے بھائی کی طرف آدمی بھیجا کہ اپنی بکری مجھے دید و گروہ گھر پر نہیں تھے تو گھر والوں نے بکری بھیج دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں منبر پر تشریف فرما تھے اور جنگ موتہ میں شہید ہونے والے سپہ سالاروں کی خبر شہادت دیتے جا رہے تھے۔ پہلے زید بن عارثہ رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت دی۔ پھر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اور بعد ازاں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی۔ پھر فرمایا۔ اب علم جہاد کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک عظیم تلوار ہیں (اور اللہ تعالیٰ کی تلوار کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے لہذا ان کو فتح حاصل ہو گئی ہے)۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبیب خدا علیہ التمجید والثناء نے مجھے ایک عورت کی طرف (اس کے حسن و جمال کا اندازہ لگانے کے لیے) بھیجا تو میں نے آپ سے عرض کیا میں نے تو اس کو کسی اہمیت کی حامل نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کے رخسار پر سیاہ تل دیکھا جس سے تیرے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے (آنا حسن دیکھ کر اور اس قدر متاثر ہو کر مجھے یہ جواب دے رہی ہوں تو آپ نے عرض کیا۔

ما دونک سر و من یستطیع ان یتکف۔ آپ سے کونسا راز پوشیدہ ہے اور کس میں طاقت ہے کہ آپ سے کوئی چیز چھپا سکے۔

حضرت سلیمان بن ضرور رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خندق کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے بعد ہم ان پر حملہ آور ہو کر جائیں گے اور وہ لوگ ہم پر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں کر سکیں گے۔ اللہ رب العزت نے آپ کے فرمان کو سچا کر دکھایا اور بعد ازاں آپ ہی حملہ آور ہوئے وہ حملہ کی جرات نہ کر سکے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں غالب ہو کر رہے گا حتیٰ کہ سمندروں سے پار جا پہنچے گا اور مجاہدین اسلام اپنے گھوڑے سمندروں میں سے پارے کر نکلیں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

حضرت عثمان بن صہیب اپنے باپ صہیب رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن حبیب کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ یہ تبتلاؤ پچھلے لوگوں میں سے بد بخت شخص کون تھا۔ آپ نے عرض کیا جس نے صالح علیہ السلام کی اذیت کو قتل کیا اور پاؤں کاٹے (اور خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی عظیم علامت اور نشانی سے محروم کیا، آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک جواب دیا ہے۔ یہ تبتلاؤ پچھلے لوگوں اور آنے والوں میں سے سب سے بد بخت کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا معلوم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص آپ کو کٹیپٹی پر وار کر کے شہید کر دے گا (یوں لوگوں کو سر حشیہ ولایت کے فیوض و برکات سے محروم کرے گا اور وہ بھی لذت نفس اور خواہش نفسانی کے پیش نظر)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اہل عراق کو فرماتے تھے بخدا میں چاہتا ہوں اور پسند کرتا ہوں کہ کوئی بد بخت اٹھا اور اس اور اس جگہ یعنی دارھی مبارک اور سر اقدس کی اسی جانب کو خون آلود کرتا اور میں درجہ شہادت کو پالیتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ ہم طائف سے نکلے اور ایک قبر کے قریب سے گذرے کہ یہ قبر البورغال کی ہے جو کہ قبیلہ ثقیف کا مورث اعلیٰ تھا اور قوم ثمود سے تھا۔ جب تک حرم میں تھا، قبر خداوندی اور عذاب سماوی سے محفوظ رہا۔ جب حرم مکرم سے نکلا تو جو عذاب اس کی قوم پر نازل ہوا تھا وہ اس کو بھی آپہنچا۔ اور اس کو یہیں دفن کر دیا گیا (اس امر کی تصدیق کرنی ہو کہ واقعی یہ البورغال کی قبر ہے) تو اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے ساتھ قبر میں سونے کی چھڑی اور سلاح بھی مدفون ہے اگر تم قبر کو کھودو تو اس کو پالو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فوراً قبر اکھیر دی اور وہاں سے حسب فرمان وہ چھڑی اور سلاح نکال لی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود عسی (مدعی نبوت) قتل ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے خبر اور وحی نازل ہوئی تاکہ ہمیں بشارت دیں تو آپ نے فرمایا آج رات اسود عسی قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو بابرکت جو ان نے قتل کیا ہے، عرض کیا گیا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ فیروز کیونکہ وہ فیروز اور کامیاب ہے یعنی نام جیسا تھا کام بھی ویسا ہی کیا۔

ام ذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو میں رونے لگی آپ نے فرمایا رونا نہیں بلکہ بشارت سنو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت کے متعلق فرماتے سنا جن میں میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل میں فوت ہو گا جس کے جنازہ اور کفن و دفن میں مومنین کی ایک عظیم جماعت شامل ہوگی۔ اس جماعت میں سے ہر شخص یا اپنے دیہات اور آبادی میں فوت ہوا اور یا جماعت رفقار کے اندر اور صرف میں ہی وہ شخص ہوں جو چٹیل میدان اور جنگل میں تنہائی کے عالم میں فوت ہو رہا ہوں۔ بخدا انہ میں نے

جھوٹ بولا ہے اور نیز ہی مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے لہذا راہ کی طرف دیکھو۔

میں نے کہا حجاج کرام حج سے فارغ ہو کر جا چکے اور راستے گزرنے والوں سے خالی اور منقطع ہو چکے، اب کون نظر آئے گا مگر ان کے کتے پر ٹیلے پر دوڑ کر چڑھتی، ادھر ادھر دیکھتی پھر ان کی تیمارداری اور خدمت کے لیے لوٹ آتی۔ ناگاہ کیا دیکھتی ہوں کہ چند آدمی اونٹوں پر سوار گزر رہے ہیں۔ میں نے کپڑا ہوا میں لہراتے ہوئے ان کو اشارہ کیا وہ جلدی آپہنچے اور دریافت کیا کیا بات ہے؟ میں نے کہا مسلمانوں میں سے عظیم مسلمان سیاق موت میں ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ میں نے کہا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ۔

انہوں نے کہا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ میں نے جواب میں کہا ہاں! تو انہوں نے ان کو دعائیں دیتے ہوئے کہا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کفن دیا اور پھر (نماز جنازہ پڑھ کر) دفن کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو گروہ اہل نار کے ہیں (جو بعد میں پیدا ہوں گے) میں نے ان کو (چشم ظاہر سے) نہیں دیکھا۔ ان میں سے ایک گروہ تو ان لوگوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں گاؤدوم کی طرح چابک ہوں گے اور وہ لوگوں کو ان کے ساتھ ماریں گے۔ اور دوسری جماعت عورتوں کی ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی (کپڑوں کی باریکی کی وجہ سے یا بدن کے اکثر حصے ننگے ہونے کی وجہ سے) خود لوگوں کی طرف برائی کے لیے مائل ہوں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کی کومانوں کی طرح ایک طرف کو جھکے ہوں گے نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت (تسارہ راہ) سے سونگھی جاسکے گی۔

حضرت ابو نوفل سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیے گئے تو حجاج بن یوسف نے آپ کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی طرف آدمی بھیجا (تاکہ ان کو اپنے ہاں بلائے ان کے انکار پر اس نے کہلا بھیجا خود بخود آجاؤ ورنہ میں ایسے شخص بھیجوں گا جو تمہیں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے یہاں لائیں گے) آپ نے کہا ہاں بھیجئے ایسے لوگ میں خود نہیں آؤں گی وہ خود اٹھا اور ناز و نخرے سے پھدکتا ہوا چلا اور جا کر کہا دیکھا میں نے تیرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے کہا تو نے اس کی دنیا خراب کی اور اس نے تیری عاقبت تباہ کر دی)

— میں نے رسول خدا علیہ التیمۃ والتاد سے سنا کہ ثقیف میں ایک کذاب ہو گا اور ایک مفسد کذاب تو ہم نے دیکھا یعنی مختار بن عبیدہ مفسد تو میرے خیال میں وہ تو ہی ہے (تو حجاج وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور ان کو کوئی جواب

نہ دیا۔

ابو ہارون عبدی کہتے ہیں ہم جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے۔ مرجأ بوضیة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خوش آمدید ہو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے لیے آپ نے فرمایا تھا کہ یقیناً لوگ تمہارے پاس زمین کے اطراف و اکناف سے علم دین حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوں گے۔ جب وہ حاضر ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک سے کام لینا اور میری اس وصیت خیر کو قبول کر لو اور اسے زمین میں بلکہ دل میں جگہ دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے (دین و مذہب) کے مسائل غور سے سناؤ اور آنے والے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر آنے والے ان سے سنیں گے جو تم سے سنیں گے۔

حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ ان کے ہاں تشریف لاتے تھے جب جنگ بدر کا دن تھا تو انہوں نے آپ سے عرض کیا مجھے اجازت فرمائی کہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلوں۔ سریشوں کی دیکھ بھال اور زخمیوں کی مرہم پی کر دوں گی۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمادے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم اپنے گھر میں ہی ٹھہرو کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں یہیں شہادت عطا فرمادے گا۔ انہوں نے ایک لونڈی اور غلام کو اپنی موت کے بعد آزاد کر رکھا تھا یعنی مدیر بنا دیا تھا۔ آپ جب زیادہ عرصہ رہیں تو انہوں نے یہ سوچ کر کہ پتہ نہیں یہ کب فوت ہوں اور میں مزید کتنا عرصہ غلامی میں گزارا ہوں آپ کو کبیل میں باندھ دیا اور آپ کا سانس بند کر دیا حتیٰ کہ وصال ہو گیا۔ پھر وہ دونوں بھاگ گئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا آپ کو صورتحال عرض کی گئی۔ آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حبیب خدا علیہ التمجیة والثناء ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے تھے اور وہیں بھی فرماتے تھے چلو شہید عورت کی زیارت کریں۔ پھر اس غلام اور لونڈی کو پکڑ لیا گیا اور (ثبوت ہرم) کے بعد ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جنگ بدر میں ستر کفار کے ساتھ حضرت عباس بھی قید ہو گئے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فدیہ طلب فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو مال نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا عباس وہ مال کہاں ہے جو تم نے مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت ام فضل کے پاس رکھا اور

اس وقت صرف تم دونوں میاں بیوی تھے اور تیسرا کوئی فرد تمہارے ساتھ نہیں تھا اور تم کہہ رہے تھے کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں اور جنگ میں مارا جاؤں تو اس میں سے اتنا مال فضل کے لیے ہے ، اتنا حصہ تیرا ہے اور اتنا حصہ عبداللہ کا۔

انہوں نے عرض کیا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس مال کو میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کو اس کا علم تھا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد بن اسحاق نے روایت کی ہے کہ عمیر بن وہب صفوان بن امیہ کے پاس بدر والے واقعہ کے بعد بیٹھا جب کہ وہ حطیم کعبہ میں تھا اور عمیر قریش میں شہر رتی اور مفند لوگوں میں شمار ہوتا تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایذا اور تکلیف پہنچایا کرتا تھا اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں شامل تھا۔ عمیر نے بدر کے کنوئیں میں پھینکے ہوئے کفار کے روسا کا اور ان پر آنے والی مصیبت کا ذکر کیا تو صفوان نے کہا بخدا ان کے بعد زندہ رہنے کا کوئی مزہ نہیں ہے اور نہ ایسی زندگی میں کوئی خیر و برکت ہے۔

عمیر بولا تو نے ٹھیک کہا ہے خدا کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی کے لیے میرے پاس مال نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے بچے نہ ہوتے جس کا کوئی سرپرست نہیں ہے اور ان کے ضائع ہونے کا مجھے سخت اندیشہ ہے تو میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سوار ہو کر پہلی فرصت میں پہنچتا اور (حاکم بدر بن) ان کو ٹھکانے لگا دیتا کیونکہ مجھے بھی ان سے دکھ پہنچا ہے اور میرا بیٹا ان کے ہاں قیدی بنا ہوا ہے۔

صفوان نے کہا تیرا قرض میرے ذمہ آگیا، میں اس کو ادا کر دوں گا اور تیرے اہل و عیال میرے لیے بمنزلہ میرے اہل و عیال کے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور خدمت و خاطر اسی طرح کی جائے گی جیسے کہ اپنے اہل و عیال کی اور ان سے وہی سلوک کیا جائے گا جو اپنے اہل و عیال سے کروں گا۔ عمیر نے کہا پھر اس معاملہ کو جو تیرے اور میرے درمیان ہے پوشیدہ رکھنا صفوان نے کہا ٹھیک ہے۔ میں اس راز کو فاش نہیں ہونے دوں گا۔

پھر عمیر نے اپنی تلوار کے متعلق حکم دیا کہ اسے اچھی طرح تیز اور زہرا لود کیا جائے۔ پھر گھر سے نکلا اور مدینہ منورہ پہنچ کر اپنی سواری مسجد نبوی کے دروازے پر بٹھائی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب اس کو دیکھا کہ اس نے تلوار جمائل کی ہوئی ہے جس نے ہمارے اور قوم قریش کے درمیان جنگ بھڑکانی اور ان کو جنگ و جدال پر آمادہ کیا۔

پھر وہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کا دشمن عمیر تلوار جمائل کیسے ہوئے آپنا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ مانہوں نے اگر اس کی تلوار والے میان اور پٹے سمیت اس کو گریبان سے پکڑا اور انصار کو کہا کہ سبھی بارگاہ نبوی میں پہنچ جاؤ اور جا کر بیٹھو اور اس خبیث کے شر و فساد کا خیال رکھنا کہیں سرور انبیاء علیہ التعمیر والثناء کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ اسکا اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ پھر آپ اس کو بارگاہ نبوی میں لائے جب آپ نے اس کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو جمالہ سیف اور گریبان سے پکڑے ہوئے ہیں تو فرمایا اسے عمر اس کو چھوڑ دیجئے۔ پھر عمیر کو فرمایا قریب آجا۔

جب وہ نزدیک آگیا تو اس نے عرض کیا انعم صباحاً۔ صبح بخیر! اور یہ اہل جاہلیت کا سلام تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے تحفہ سلام کی نسبت بہتر تحفہ و تحیہ ہمیں عطا فرمایا ہے اسے عمیر السلام علیکم اہل جنت کا تحیہ اور تحفہ ہے۔ اچھا تو یہ بتاؤ کیسے آیا ہے اور آنے کا موجب و باعث کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرا بیٹا جو تمہارے ہاتھوں میں قیدی اور اسیر ہے، اس کا فدیہ دے کر چھڑانے کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر تلوار کو گردن میں جمائل کرنے کا باعث کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ ان تلواروں کا بڑا کرے۔ انہوں نے ہمیں کیا فائدہ دیا۔

آپ نے فرمایا سچی بات بتلا، کس مقصد کے لیے آیا ہے۔ اس نے کہا میں صرف اور صرف اسی مقصد کے لیے آیا ہوں (جو بتلا چکا ہوں) آپ نے فرمایا جھوٹ بول رہا ہے تو اور صفوان حطیم کعبہ میں بیٹھے تھے اور تم نے قریش کے ہلاک شدگان کا تذکرہ کیا اور کتوئیں میں پھینکے جانے والے مرداروں کا پھر تو نے کہا اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جس کی ادائیگی فی الحال ممکن نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے بال بچے نہ ہوتے تو میں جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا۔ پھر صفوان نے تیرا بوجھ اٹھانے کا عہد کیا۔ قرضہ ادا کرنے اور اہل و عیال کا نفقہ برداشت کرنے کا ذمہ اٹھایا۔ اس شرط پر کہ تو مجھے قتل کرے۔ لیکن اللہ تعالیٰ میرے درمیان اور تیرے اس بڑے ارادے کے درمیان حائل ہے اور میرا محافظ و مکران ہے۔

عمیر نے کہا اشہد انک رسول اللہ۔ ہم قبل ازیں آپ کی رسالت سے انکار کرتے تھے مگر یہ ایسا واقعہ ہے جس میں میرے اور صفوان کے علاوہ اور کوئی حاضر و شاہد نہیں تھا۔ بخدا میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ کو اس کی اطلاع صرف اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہے۔ اس خدائے بزرگ و برتر کی حمد ہے جس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت دی اور مجھے اس راہ پر چلایا۔ پھر کلمہ شہادت پڑھا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے اس بھائی کو دین اسلام کی تعلیم دو اور قرآن پڑھاؤ اور اس کا



قیدی بیٹا آزاد کر دو۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارشاد نبوی کی تعمیل کی۔

پھر عمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نور خداوندی کے بچانے میں کوشاں تھا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا دین قبول کرتا اس کو سخت ایذا اور تکلیف دیتا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں مکہ مکرمہ میں جا کر اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ اور دین اسلام کی دعوت دوں۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ انکو ہدایت نصیب فرمائے ورنہ میں ان کو اسی طرح زک پہنچاؤں گا جس طرح آپ کے اصحاب کرام عظیم الرضوان کے لیے موجب اضطراب اور پریشانی بنا رہا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیر کو دھست عطا فرمائی۔ وہ مکہ مبارکہ میں پہنچے اور جب عمیر مدینہ منورہ کی طرف غلط ارادہ کے ساتھ روانہ ہوئے تھے تو صفوان بن امیہ قریش کو کہا کرتا تھا تمہیں عنقریب ایک عظیم واقعہ کی بشارت ملے گی جو تمہیں بدر والی مصیبت بھلا دے گی۔

صفوان آنے جانے والے سواروں سے حضرت عمیر کے متعلق دریافت کرتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک سوار نے اس کو حضرت عمیر کے اسلام کی خبر دی تو اس نے قسم کھالی کہ میں تو عمیر سے کلام کروں گا اور نہ ہی اس کو کسی قسم کا نفع پہنچاؤں گا۔ جب عمیر مکہ مکرمہ میں پہنچے تو لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے اور مخالفین کو طرح طرح ایذا پہنچاتے رہے چنانچہ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ علامہ ابو الوفاء ابن عقیل نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیبی امور اور آنے والے واقعات سے متعلق خبریں دینا انتہائی پرخطر امر تھا کیونکہ اسود غنسی اور مسیلہ کذاب کو ان کی پیشگوئیوں نے رسوا و ذلیل کیا جن کی مدار محض تخمین اور ظن و گمان پر ہوتی تھی لہذا وہ خلاف واقعہ نکلتیں اور وہ لوگوں کے سامنے ذلیل و خوار ہو جاتے۔

اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مثلاً) ابولہب کے متعلق اعلان فرمایا سیصلی ناراً ذات لہب۔ وہ عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوگا۔ (اور حالت کفر میں مرے گا) اگر وہ اسلام لے آتا تو اس میں نبی خدا علیہ التیمۃ والفرقان کی کتنی سبکی اور جگ ہنسائی ہوتی۔ لہذا آپ نے انجام و عواقب کا پوری طرح جائزہ لے کر اعلان فرمایا آپ کے اس قسم کے اعلانات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے دعاوی میں کتنا اعتماد اور وثوق تھا۔ اور الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثابت قدم رکھا اور آپ نے ایسی مضبوطی اور کھلی تھی جسکے موجب تممت امور سے گرنے کا کوئی اندیشہ نہیں تھا بلکہ وہ درحقیقت اس ذات اقدس سے صادر ہونے والی اساس و بنیاد تھی جو تمام و اکمال پر پوری طرح قادر ہے۔ واللہ متبعون نورہ و لو کوہ الکافرون

## سوالوں کا باب

پتھروں کا نبی العالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موم کی طرح نرم ہو جانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان تین دن تک مسلسل خندق کھودتے رہے اور کھانا چکھا بھی نہیں تھا۔ بعض صحابہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا ہمارے حصے میں خندق کے اندر ایک ایسی چٹان نمودار ہوئی ہے جو ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ آپ نے فرمایا اس جگہ ذرا پانی چھڑکو۔ پھر آپ نے کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں اس پر لگائیں تو وہ ریت کی طرح بہنے لگ گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھائی اور غور سے دیکھا تو آپ نے پیٹ مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق میں ایک جگہ ایک سخت چٹان سی رونما ہو گئی جس پر کدالیں وغیرہ اثر ہی نہ کرتی تھیں۔ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس کی شکایت کی، آپ تشریف لائے، کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک ضرب لگائی جس سے اس چٹان کا ایک تہائی حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ آپ نے نعرۃ اللہ اکبر بلند کیا اور فرمایا مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بخدا میں اس کے سرخ محلات کو اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری بار ضرب لگائی اور دوسری تہائی کو توڑ دیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں بخدا میں (اپنے اس مقام سے) مدائن کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری بار بسم اللہ پڑھ کر اس پر ضرب لگائی اور بقیہ حصہ کو ریت کی طرح کر کے رکھ دیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک یمن کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور بخدا میں صنعا کے ایوان کو اپنے اس مقام پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا ہوں۔

## سترھواں باب

### کھجور کے خشک تنے کا آپ کے فراق میں آہ وزاری کرنا

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک ستون کا سہارا لے کر خطبہ دیتے تھے۔ ایک انصار عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے کیا میں اس کو یہ حکم نہ دے دوں کہ وہ آپ کے لیے منبر تیار کرے جس پر تشریف فرما ہو کر آپ خطبہ دیں آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ اس غلام نے منبر تیار کیا جب جمعہ کا دن آیا تو حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے منبر پر تشریف ارنائی فرمائی اور خطبہ دیا تو وہ ستون جس کے ساتھ سہارا لگا کر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرماتے تھے وہ اس طرح رویا جس طرح بچہ (ماں کی جڈائی پر) روتا ہے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ستون اس لیے رو رہا ہے کہ وہ ذکر جو میرے منہ (مبارک) سے قریب ہو کر سنا تھا اس سے محروم ہو گیا ہے اور اس قریب کو گنوا بیٹھا ہے۔

حضرت ابی بن کعب کے بیٹے طفیل نے آپ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اس امر کو پسند فرمائیں گے کہ میں آپ کے لیے منبر تیار کروں جس پر جمعہ کے دن آپ خطبہ دیں تاکہ سبھی حاضرین جناب کے دیدار سے مشرف ہو سکیں اور آپ ان کو اپنا خطبہ سنا سکیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

انہوں نے منبر بنایا جس کے تین درجے تھے اور اُسے اٹھا کر مسجد شریف میں اپنی جگہ پر نصب کیا گیا اور رحمت علم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف پر کھڑے ہونے کا ارادہ فرمایا۔ جوں ہی آپ اس کی طرف چلے تو اس ستون نے اس زور سے چلانا اور رونا شروع کیا کہ قریب تھا کہ فطر غم و اندوہ سے پھٹ جائے۔ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ستون پر دست رحمت و شفقت پھیرا حتیٰ کہ اس کو قرار و سکون حاصل ہو گیا۔

جب مسجد نبوی کو شہید کیا گیا اور اس میں تبدیلی کی گئی تو اس ستون کو ابی بن کعب نے اپنے قبضہ میں لے لیا اور وہ ان کے گھر پڑا رہا حتیٰ کہ بوسیدہ ہو گیا اور دیکھنے سے اس کو کھالیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ محبوب خدا علیہ العقبۃ والثناء جمعہ کے دن ایک خشک بکڑی کے ساتھ پیٹھ مبارک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ نے حکم دیا میرے لیے منبر بناؤ صحابہ رضی اللہ عنہم نے منبر تیار کیا جس کی دو سیڑھیاں تھیں۔ جب آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے کہ خطبہ دیں تو اس خشک ستون نے آہ وزاری کر کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے شوق اور قلبی لگاؤ کا مظاہرہ کیا۔

حضرت انس فرماتے ہیں میں خود مسجد میں موجود تھا میں نے لکڑی سے ایسی آہ وزاری سنی جیسے کوئی محبت میں والہ اور شیدا ہو اور فراق محبوب کی وجہ سے درد و غم کا اظہار کر رہا ہو۔ وہ ستون اسی طرح آہ و بکا میں مصروف رہا حتیٰ کہ محبوب خدا و خلق صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو اپنی بغل میں لیا۔ تب اس کو سکون قرار نصیب ہوا۔

حضرت حسن بھری رضی اللہ عنہ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو رو دیتے اور پھر فرماتے اے اللہ کے بند و نشک لکڑی اپنے شوق و ذوق اور محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تسبیح اور دلی رغبت کا اس انداز میں اظہار کرے اور ان کے قرب خداوندی اور منصب محبوبیت کی قدر کرے تو تم اس امر کے زیادہ حقدار ہو کہ ان کی ملاقات سے مشرف ہونے اور ان کے جمال جہاں آراہ کو دیکھنے کی تمنا کرو اور قسمت یاوری نہ کرے اور بخت مدد نہ کرے تو اس حسرت میں آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا بہاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ستون کا سہارا لے کر خطبہ ارشاد فرماتے جب منبر بنایا گیا تو آپ اس کی طرف منتقل ہو گئے۔ ستون نے آہ وزاری شروع کی آپ نے اس کی حالت زار پر ترس کھاتے ہوئے اس کے پاس آکر اس پر دست شفقت و رحمت پھیرا۔ رواہ البخاری۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرماتے ایک رومی شخص آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو فرمایا میرے لیے منبر تیار کرو اس نے یہ منبر تیار کیا جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے جب آپ اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو وہ ستون اس طرح دھاڑنے لگا جیسے اڑھنی اپنے بچوں کے لیے۔ آپ اتر کر اس کے پاس تشریف لائے۔ اس کو سینہ اقدس سے لگایا تب وہ چپ ہوا اور آپ نے حکم دیا کہ اس کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر اسکو دفن کر دیا جائے۔

حضرت بریدہ کے بیٹے آپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو خطبہ طویل ہو جاتا اور آپ کو زیادہ دیر قیام کرنا پڑا جو کہ آپ پر گراں گذرتا۔ کھجور کا ایک تنالا لایا گیا اور گڑھا کھود کر اس کو زمین میں گاڑ دیا گیا اور آپ کے پہلو میں اس کو نصب کر دیا گیا جب آپ خطبہ دیتے اور زیادہ دیر کھڑا ہونا دشوار ہوتا تو اس کے ساتھ سہارا لے کر کھڑے ہوتے اور اس پر تکیہ لگالیتے۔

مدینہ منورہ میں ایک آدمی وارد ہوا اس نے آپ کی اس تکلیف کو دیکھا تو اپنے قریب بیٹھے ہوئے صحابہ سے کہا کہ اگر میں ایسی چیز تیار کروں جو آپ کے لیے موجب راحت اور باعث سکون

ہو اور حضور سے پسند فرمائیں تو میں آپ کے لیے بیٹھنے کی ایسی جگہ بنا دوں کہ جس پر جب تک چاہیں بیٹھ کر خطاب فرمائیں اور جب چاہیں کھڑے ہو کر خطاب فرمائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ۔ اسے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر کیا گیا تو آپ نے اس کو حکم دیا کہ میرے لیے (منبر کی) سیڑھیاں بناؤ تاکہ ان پر بیٹھ کر خطبہ دوں جب وہ بن گئیں اور آپ ان پر رونق افروز ہوئے، تو آپ نے راحت محسوس فرمائی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ستون سے الگ ہوئے اور منبر کا قصد فرمایا تو اس نے جزع اور بیقراری کا مظاہرہ کیا اور اس طرح آہ زاری کی جیسے اونٹنی اپنی اولاد کے لیے کرتی ہے۔

ابن بریدہ نے اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ستون کے رونے اور چیخنے چلانے کی آواز سنی تو اس کی طرف رجوع فرمایا اور اس پر دست کرم رکھا اور حکم دیا کہ دو باتوں میں سے جو چاہے اختیار کرے۔ یا تو میں تجھے اس جگہ لگا دوں جہاں تو پہلے تھا اور تو اسی طرح سرسبز و شاداب ہو جائے جیسے کہ پہلے تھا۔ یا چاہے تو میں تجھے جنت میں گاڑ دوں تو اس کی نہروں سے سیراب ہو اور اس کے جانفزا چشموں سے تیری نشوونما عمدہ ہو جائے اور تو پھل دار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے لوگ تیرا پھل کھائیں الغرض جو چاہے میں وہی کر دوں گا۔

حضرت بریدہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا نعم قد فعلت مرتین ہاں میں نے کر دیا۔ ہاں میں نے کر دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ کے ارشاد کا اس نے کیا جواب دیا اور کونسا امر اختیار کیا آپ نے فرمایا کہ اس نے جنت میں کاشت کیے جانے کو پسند کیا اور میں نے اسے کہا کہ میں نے تیری استدعا کو شرف قبولیت بخشا اور تجھے جنت میں لگا دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز ادا فرماتے تو وہ ایک چھپر کی صورت میں تھی نیچے کھجوروں کے ستون تھے اور اوپر سایہ کے لیے کھجور کی شاخیں ڈال دی گئی تھیں آپ کی سجدہ گاہ میں ستون تھا جس کی طرف آپ منہ کر کے نماز ادا فرماتے اور بوقت خطبہ اس کے ساتھ اوٹ لگاتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند حضرات نے آپ سے عرض کیا۔ کیا ہم آپ کے لیے ایسی قیام گاہ نہ بنا دیں۔ جس پر آپ کھڑے ہوں تو سب لوگ آپ کے دیدار سے آنکھوں کو منور کر سکیں اور آپ کا خطبہ بھی سن سکیں۔

آپ نے فرمایا ہاں۔ تو آپ کے لیے تین درجات پر مشتمل منبر تیار کیا گیا۔ آپ اس پر قیام فرما ہوئے جس طرح بوقت خطبہ قیام فرماتے تھے تو وہ ستون آپ کی طرف مائل ہوا اور اضطراب اور بیقراری کا مظاہرہ کیا آپ نے

فرمایا۔ آرام اور سکون سے کام لے۔ وہ دوبارہ آپ کی طرف مائل ہوا اور اپنا درد و غم ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا۔  
— اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں لگا دوں تاکہ نیک لوگ تیرا پھل کھائیں اور اگر چاہے تو میں تجھے اپنی جگہ لوٹا  
دوں اور تروتازہ کر دوں جیسے کہ پہلے تھا۔ اس نے دینیوی زندگی اور سرسبزی و شادابی پر آخری زندگی کو ترجیح دی۔  
جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو وہ ستون حضرت ابی کے حوالے کر دیا گیا اور ہمیشہ ان کے پاس  
رہا حتیٰ کہ اس کو دیکھ کھا گئی۔

ابن عقیل فرماتے ہیں ستون کے آپ کے لیے آہ و بکا اور اظہار رنج و الم کرنے میں تعجب کرنا مناسب  
نہیں ہے اور نہ درختوں کے جڑوں پر چل کر حاضر بارگاہ ہونے پر حیرانی کا اظہار موزوں ہے کیونکہ جس ذات اقدس  
نے مقناطیس میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ لوہے کو اپنی طرف جذب کرے اور کھینچ لے، وہ ذات اقدس اپنے  
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی خاصیت رکھے جو ان چیزوں کو اپنی طرف کھینچ لے تو کیا بعید ہے۔

## اکھارھواں باب

### کنکریوں کا دست کریم میں تسبیح رب العالمین ادا کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہم ایک جگہ تشریف فرما ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں دست اقدس میں  
لیں تو انہوں نے تسبیح کہی اور سبحان اللہ سبحان اللہ ان کا ورد بن گیا حتیٰ کہ میں نے ذکر خدا کے ساتھ ان کا  
زمزمہ اس طرح محسوس کیا جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ پھر آپ نے ان کو رکھ دیا تو (گویا) وہ گونگی ہو گئیں  
اور ان کی تسبیح کی آواز سنائی نہ دی۔

آپ نے پھر ان کو اٹھا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے سبحان اللہ سبحان اللہ  
کنا شروع کیا حتیٰ کہ شہد کی مکھیوں کی طرح ان کی دلنواز آواز سنائی دینے لگی۔ جب آپ نے ان کو رکھ دیا تو پھر ان  
کی زبان قال بند ہو گئی۔ پھر آپ نے ان کو اٹھایا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو انہوں  
نے تسبیح شروع کر دی اور ان کی آواز میں اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ جب آپ نے ان کو زمین پر رکھا  
تو انہوں نے چپ سا دھلی۔

بعد ازاں آپ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ میں دیں تب بھی انہوں نے تسبیح اقدس الہی اور غل غسل کی مانند سیلانمہ سنائی دینے لگا۔ پھر انہوں نے ان کو زمین پر رکھا تو وہ گونگی بن گئیں۔

## انیسواں باب

ایذا رسانی کا قصدِ فاسد رکھنے والے مشرکین کی نگاہوں سے آپ کا پوشیدہ ہو جانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورہ تبت ید ابی لیب نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب جو کہ ابوسفیان کی بہن تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے جب حضرت صدیق نے اس کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ بدکلام اور بد زبان عورت ہے۔ اگر آپ یہاں سے اٹھ کر تشریف لے جائیں تو بہتر ہوگا تاکہ وہ آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ آپ نے فرمایا وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔

جب وہ اس مجلس تشریف تک پہنچی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر تیرے صاحب (نبی) نے اپنے شعر (قرآن) سے میری ہجو کی ہے۔ آپ نے کہا نہیں وہ تو شعر کہتے ہی نہیں ہیں۔ وہ کہنے لگی تم میرے نزدیک سچے ہو۔ اور اتنا کہہ کر واپس ہو گئی۔

انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ واقعی اس نے آپ کو نہیں دیکھا؛ آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ اپنے نورانی پر اور بازو کے ذریعے مجھے اس سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھا تاکہ وہ واپس لوٹ گئی۔

## بیسواں باب

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی ایذاؤں اور ایذا رسانیوں کو دور کرنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نجد کی طرف جہاد

کے لیے نکلے۔ واپسی پر بھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ قیلولہ کا وقت آیا تو ہم ایک کثیر التعداد درختوں والی جگہ میں پہنچ چکے تھے۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم ادھر ادھر درختوں کے نیچے آرام فرما ہو گئے اور صیب خدا علیہ التعمیۃ والثناء بھی ایک خاردار درخت کے نیچے محو استراحت ہو گئے اور اپنی تلوار مبارک کو اس درخت کے ساتھ لٹکا دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم تھوڑی دیر سوئے ٹاگا رہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کی آواز آئی۔ ہم حاضر ہوئے تو ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے مجھ پر تلوار سونت کر حملہ کرنا چاہا جب کہ میں سویا ہوا تھا۔ میں بیدار ہوا تو وہ تلوار بنیام حالت میں اس کے ہاتھ میں تھی اور یہ مجھ سے کہنے لگا۔ تجھے اب میرے حملہ اور ضرب کاری سے کون بچا سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ (تو یہ لرز نے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی) اور اب وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگزر فرمائی اور اس کو عقاب و عتاب نہ فرمایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بنی محارب کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد مراجعت فرما ہوئے تو غورث بن الحارث نامی ایک شخص آپ کے پاس آہنچا اور تلوار سونت کر آپ کے سر اقدس پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے، آپ نے فرمایا اللہ رب العزت۔ تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ آپ نے اس تلوار کو اٹھا لیا اور فرمایا۔

اب تو بتلا تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے، تو اس نے عرض کیا اپنے ہاتھوں مقهور اور مغلوب شخص کے ساتھ حسن سلوک فرماؤ اور مواخذہ میں نرمی اور رحم و کرم کا مظاہرہ فرماؤ۔ آپ نے فرمایا کیا تو لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ لیکن یہ عہد کرتا ہوں کہ نہ خود تمہارے ساتھ قتال کروں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو تمہارے ساتھ جنگ و جدال کریں گے تو آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ محمد (عربی صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے درمیان رہتے ہوئے تمہاری آنکھوں کے سامنے اپنے چہرہ کو سجود باری تعالیٰ کی حالت میں خاک آلود کرتے ہیں، لوگوں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا مجھے لات و عزی کی قسم اگر میں ان کو اس طرح کرتے دیکھوں گا تو (نعوذ باللہ) ان کی گردن پامال اور ان کا چہرہ خاک آلود کروں گا۔

صیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز ادا کر رہے تھے وہ آیات تاکہ اپنے زعم باطل کے مطابق آپ کی گردن اقدس پر اپنے ناپاک قدم رکھے مگر اس کی قوم نے اچانک دیکھا کہ وہ لٹے پاؤں ایرٹیوں کے بل چل رہا ہے اور دونوں ہاتھ آگے پھیلا کر کسی سے بچاؤ کر رہا ہے۔

لوگوں نے پوچھا تجھے کیا ہے؟ اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان ایک خندق ہے جو آگ سے



بھری ہے اور ہول و دہشت ہے اور کچھ غیبی ہاتھ اور بازو نظر آتے ہیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میرے قریب آتا تو ملائکہ اس کو اچک لیتے اور اس کا جوڑ جوڑ الگ الگ کر دیتے۔ رواہ مسلم۔

واقعی نے اپنے شیوخ کی سند سے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن نماز ظہر کا وقت آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ نماز ظہر کی اذان کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دیں۔ اس وقت قریش پہاڑوں پر جا چکے تھے اور ان کے روسا وہاں سے بھاگ گئے تھے اور ردپوش ہو چکے تھے۔

جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہا تو عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگا مجھے زندگی بخشے والے کی قسم۔ یقیناً تمہارا ذکر بلند کر دیا گیا ہے۔ نماز تو ہم ادا کرتے ہیں مگر بجا ہم اس شخص کو پسند نہیں کرتے جس نے ہمارے اہباء کو قتل کیا۔

خالد بن اسید کہنے لگا اس خدا کے لیے حمد ہے جس نے میرے باپ کو یہ کرامت اور عزت دی کہ اُس نے یہ دن نہ دیکھا اور سنا (بلکہ اس سے قبل دار بوار میں پہنچ گیا) عارت بن ہشام نے کہا۔ اے کاش مجھے میری ماں روتی اور میں مر چکا ہوتا قبل اس کے کہ بلال کو کعبہ کی چھت پر (نعوذ باللہ) بیٹھتے ہوئے سنتا۔

حکم بن ابی العاص نے کہا مجھے لات کی قسم یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ بنی جحج کا غلام چلا رہا ہے اور ابو طلحہ کی بنیاد پر کھڑے ہو کر (نعوذ باللہ) بیٹھ رہا ہے۔

سہیل بن عمرو نے کہا اگر یہ امر اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک موجب سخط ہو تو لامحالہ اس کو تبدیل فرما دے گا۔

ابوسفیان نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ کچھ کہوں گا تو انہیں اگر اور کوئی شخص نہیں بتلائے گا تو اس وادی کی کنکریاں ان کو ہمارے مقالات بیہودہ سے آگاہ کر دیں گی۔

حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوئے اور ان کے مکالمہ کی خبر دی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے فلاں تو نے یوں کہا ہے۔ اے فلاں تو نے یوں کہا ہے۔ ابوسفیان فوراً بوسے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ تو آپ ہنس پڑے۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ شیبہ بن عثمان نے کہا جب نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ لڑی تو مجھے اپنا باپ اور چچا یاد آئے جن کو حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہما نے قتل کیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا آج کے دن میں ان کا بدلہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے لے سکتا ہوں۔ میں آپ کے پاس پھلی طرف سے چھپ کر آیا اور اتنا نزدیک آ گیا کہ تلوار کاواز کر کے باسانی ان کو شہید کر سکتا تھا فوراً آگ کا ایک شعلہ

بجلی کی تیزی کے ساتھ میری طرف بڑھا تو میں اسلٹے پاؤں واپس ہونے لگا فوراً نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اسے شیبہ اوھر آؤ۔ میں حاضر ہوا تو آپ نے دستِ اقدس میرے سینہ پر رکھا اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو میرے سینہ سے نکال دیا۔

جب میں نے نگاہ اٹھائی اور چہرہ اقدس کو دیکھا تو آپ مجھے اپنی آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب نظر آنے لگے (اور دستِ مصطفویٰ نے بغض کو محبت میں تبدیل فرما دیا اور دل کی دنیا بدل کر رکھ دی)۔

معمربن سلیمان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مخزوم کا ایک آدمی ہاتھ میں پتھر لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھا تا کہ آپ پر وار کرے۔ جب آپ کے پاس پہنچا تو آپ سجدہ کی حالت میں تھے (موقعہ غنیمت جانا) اور پتھر والا ہاتھ اٹھا کر حملہ کرنے لگا تو ہاتھ فوراً خشک ہو گیا۔ واپس اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا تو بزدل ہو گیا اور ہم سر کیسے بغیر واپس آگیا۔ اس نے کہا، یہ بات نہیں لیکن یہ پتھر میرے ہاتھ میں ہے اور میں اس کو پھینکنے کی استطاعت اور طاقت نہیں رکھتا۔ وہ حیران ہوئے اور دیکھا تو اس کی انگلیاں اس پتھر پر خشک ہو چکی تھیں۔ انہوں نے بڑا زور لگایا اور جیلہ گرمی اور چارہ سازی کی تباہ انگلیوں سے پتھر کو نکالا اور کہتے لگے یہ تو قدرت کے ارادے سے رونما ہونے والا واقعہ ہے (عالم ظاہر اور اسباب عاریہ میں تو ایسی صورت حال دیکھنے میں نہیں آتی)۔

ابوبکر بن ابی الدنیا نے حدیث حکم میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ کفار نے اس شخص کو کہا ہم نے تجھ سے زیادہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملہ میں عاجز کسی کو نہیں دیکھا۔ اس نے کہا میں ملامت نہ کرو ہم نے ان کے لیے باہم وعدہ و عہد کیے۔ جب ان کے قریب ہوئے تو ہم نے اپنے پیچھے آواز سے سُننے آواز سے کیا تھے، یوں معلوم ہوتا تھا کہ واوی تھامہ کے جتنے پہاڑ تھے وہ سبھی یکدم گرا دیے گئے ہیں۔ پھر دوسری رات باہم عہد و پیمانہ بندھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صفا و مردہ دونو پہاڑیاں مل کر ہمارے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حائل ہو گئی ہیں۔

## اکیسواں باب

جن لوگوں نے آپ کو تکلیف پہنچائی انکی کیفیت ہلاکت و انجام بد کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نصرانی شخص حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔ وہ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران

پڑھنا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت وحی کرتا تھا۔ وہ نعوذ باللہ مرتبہ ہو گیا اور نصرانی بن گیا اور کہا کرتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف وہی جانتے ہیں جو میں ان کے لیے لکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک فرمایا۔

لوگوں نے اس کو دفن کیا صبح ہوئی تو زمین اس کو باہر پھینک چکی تھی۔ انہوں نے گمان کیا یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا اقام ہے کیونکہ یہ ان سے بھاگ آیا تھا، انہوں نے آکر اس کی قبر کھود کر اس کی نقش کو باہر پھینک دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اٹھایا اور اچھی طرح گہری قبر کھودی جتنی کہ وہ کھود سکتے تھے اور اس کو دفن کیا مگر صبح آکر دیکھا تو اس کا مردار جسم قبر سے باہر پڑا تھا۔

انہوں نے پھر ہی گمان کیا کہ یہ محمد عربی اور ان کے صحابہ کا فعل ہے انہوں نے پہلے اس آدمی کی قبر اکھیر کر اس کا جسم باہر نکال پھینکا ہے۔ پھر قبر کھودی اور مقدور بھر اس کو گہرا کیا اور اس کو دفن کیا۔ صبح آکر دیکھا تو زمین اس مردار کو باہر پھینک چکی تھی اس وقت ان کو تسلی ہو گئی کہ یہ لوگوں کا فعل نہیں ہے بلکہ (خود زمین اس کو قبول نہیں کر رہی ہے)۔

مفسرین کرام نے قول باری تعالیٰ اِنَّا كَفَيْتَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ کے تحت وضاحت فرمائی ہے کہ ایک جماعت کفار و معاندین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے ساتھ مذاق بخراستہ ساز کرتی تھی ایک دن جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور وہ لوگ بیت اللہ شریف کے گرد طواف کر رہے تھے۔ ولید بن مغیرہ ان کے پاس سے گذرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا آپ اس شخص کو کیسے پاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بہت برا شخص ہے۔ انہوں نے عرض کیا آپ کو اس سے کفایت کر دی گئی ہے اور ولید کی پنڈلی کی طرف اشارہ کیا۔

ولید ایک شخص کے پاس سے گذرا جو تیروں کو پرگار ہاتھا (تا کہ سیدھے نشانہ پر جا کر گریں) تو اس کے تیروں میں عین تیر کے پھل کا تیز دھار ٹکڑا اس کی چادر سے اٹک گیا اور تکبیر و غرور نے اس کو اس سے باز رکھا کہ سر جھکا کر اس کو کھینچ ڈالے چنانچہ وہ اس تکلیف سے بیمار ہو گیا اور اسی مرض میں ہلاک ہو گیا۔

عاص بن وائل گذرا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا آپ اس کو کیسا پاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بہت خراب آدمی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے قدم کی درمیانی خمیدہ جگہ کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ ہلاک ہو گیا۔

اسود بن عبد یغوث وہاں سے گذرا تو عرض کیا یہ کیسا شخص ہے آپ نے فرمایا یہ بہت ذلیل اور کمینہ اور انتہائی برا آدمی ہے جبرئیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو وہ پیٹ کی بیماری سے داخل جہنم

ہوا۔ حارث بن قیس گذرا تو انہوں نے اس کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا یہ بھی بہت برا ہے جبرئیل علیہ السلام نے اس کے سر کی طرف اشارہ فرمایا تو اس کا سر پھول گیا اور وہ اس حال میں ہلاک ہو گیا۔  
 عکرمہ فرماتے ہیں کہ استنزار اور ٹھٹھا کرنے والے جنگ بدر سے قبل ہلاک ہو گئے تھے اور ابن سائب کتنے ہیں کہ وہ بھی صرف ایک دن رات (چوبیس گھنٹے کے) اندر ہلاک اور واصل جہنم ہو گئے۔

## بائیسواں باب

اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے آزار شیاطین کو آپ سے دور رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک سرکش جن گذشتہ رات قید و بند توڑ کر بھاگ نکلا اور میرے پاس گیا تاکہ میری نماز توڑ ڈالے اور مجھے ایذا و آزار پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت اور غلبہ عطا فرمایا۔ میں نے اس کو گلے سے پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دوں تاکہ تم بھی اس کو صبح دیکھو پھر مجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آئی رب ہب لی ملکاً لا ینبغی لاحد من بعدی اے اللہ مجھے ایسی سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد وہ سلطنت کسی کے شایانِ شان نہ ہو تو میں نے ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کو لوٹا دیا۔

ابو القیاح سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عبدالرحمن بن عیش رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صیب

عہ شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اس حدیث مبارک کے تحت فرماتے ہیں منخواست کہ اظہار تعرف کذودے و شکستگی در کارخانہ ملک سلیمان افگند و الالبقوت و تعرف و قدرت و سلطنت زیادہ برآں بود و ملک و ملکوت جن و انس و تمامہ عوالم بتقدیر و تعرف النبی در حیلہ قدرت و تعرف دے بود۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۶۳ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ اس شیطان میں تصرف ظاہر فرمادیں اور کارخانہ ملک سلیمان علیہ السلام میں شکست و ریخت کا عملی نمونہ دکھلائیں ورنہ قوت و تعرف اور قدرت و سلطنت کے لحاظ سے آپ ان پر فائق و برتر تھے جن و انس اور جمیع عوام کا ملک و ملکوت باذن اللہ آپ کے احاطہ قدرت اور تعرف میں تھا ایک جن کی کیا حیثیت تھی۔

مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کیا کیا جب شیاطین نے آپ کے ساتھ کید و مکر کیا تھا انہوں نے فرمایا کہ اس رات پہاڑوں اور وادیوں میں جتنے جن اور شیاطین موجود تھے وہ سبھی آپ کی طرف اترے جن میں خود شیطان بھی تھا اور اس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا جس سے وہ لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو جلانا چاہتا تھا۔ جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمودِ خدا و خالق آپ کیسے آپ نے فرمایا میں کیا کہوں تو انہوں نے یہ کلمات عرض کیے کہ انہیں پڑھیے۔

اعوذ بکلمات اللہ اتہامات کلھا من شر ما خلق و ذرا و برؤ و من شر ما ینغرل من السماء و من شر ما یخرج فیھا و من شرفتن اللیل و النہار و من شر کل طارق الا طارقا یطرق بخیار جن میں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے وسیلہ سے ہر اس شے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے وجود عطا کیا جس کو پھیلا یا اور عام کیا اور جس کو مکمل خلقت سے نوازا اور ان امور کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ان چیزوں کے شر سے جو آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں اور شب و روز کے فتنوں کے شر و فساد سے اور رات کو آنے والے ہر شخص کے شر سے ماسوا اس کے جو خیر کے ساتھ وارد ہے اے جن۔ جوں ہی سرور عالم و عالمیاں، سید و انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات پڑھے تو وہ شیطان بھاگ گئے۔ ان کی وہ آگ بجھ گئی اور وہ شکست عزائم و مقاصد سے دوچار ہوئے۔

## تیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرین کا ہونا اور اطاعت گزاری سے پیش آنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو باہر تشریف لے گئے مجھے غیرت آئی کہ باری میری تھی اور میرا محبوب مجھے تنہا چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ تشریف فرما ہو گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو میرے کرب و اضطراب کو ملاحظہ فرمایا اور بے چینی و بیقراری سے کہیں بدلنے کا مشاہدہ کیا تو فرمایا اے عائشہ کیا بات ہے کیا غیرت لاحق ہو گئی ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو کیا مجھ جیسے محب و مشتاق کو آپ جیسے محبوب پر غیرت نہیں ہونی چاہیے۔

آپ نے فرمایا تجھے تیرے قرین (شیطان) نے دوسرے ڈالے ہیں، میں نے عرض کیا تو کیا میرے ساتھ شیطان

ہے؛ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کیا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو کیا آپ (جیسی عظیم المرتبت ہستی کے ساتھ بھی شیطان ہے؛ میں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا ہاں موجود تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی اور مجھے اس پر غلبہ عطا فرمادیا ہے لہذا میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں یا وہ میری اطاعت کرتا ہے اور وساوس و خواطر سے باز رہتا ہے یا وہ اسلام سے مشرف ہو گیا ہے اور میرے شرف قرب کی بدولت اس کی شیطنت ختم ہو گئی ہے۔ رواہ البخاری

اکثر محدثین نے دلکن ربی اعانتی علیہ فاسلم میں فاسلم کو فتح میم کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کے دو معنی ہوئے (وہ شرف اسلام سے مشرف ہو گیا ہے یا اس نے میری اطاعت گزاری کو اپنا لیا ہے) اور سفیان بن عیینہ نے ضم میم کے ساتھ روایت کیا ہے (جس کا معنی یہ ہوا کہ میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں) مگر یہ روایت درست نہیں ہے کیونکہ بعض روایات میں حدیث مبارکہ کے الفاظ ایوں ہیں۔ فلایا ہرنی الابخیر کہ وہ مجھے صرف خیر اور بھلائی کا مشورہ دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حضرت آدم علیہ السلام پر دو وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ میرا شیطان کا فر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے میری اعانت فرمائی تو وہ مسلمان ہو گیا اور میری ازواج مطہرات میرے لیے معاون و مددگار ثابت ہوئیں بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کے۔ ان کا شیطان کا فر تھا (اور کا فر ہی رہا) اور ان کی بیوی ان کی نفس کشی کا سبب بن گئیں۔

اقول۔ عدم صحت کے حکم کی کوئی وجہ وجیہ نہیں ہے بلکہ جب وہ شیطانیت سے باز آ گیا تو وہ بجائے وساوس ڈالنے کے خیر کا مشورہ دیتا ہے لہذا آپ محفوظ رہتے ہیں تو گویا فلایا ہرنی الابخیر فاسلم والی شق کے لیے دلیل اور بیان علت ہے لہذا اس کو وجہ عدم صحت قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

## چوبیسواں باب

رب کریم جل وعلیٰ کا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زہریلے جانوروں کے شر کو دور رکھنا حضرت ابوامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں موزے طلب فرمائے تاکہ ان کو پہنیں آپ نے ایک کو پہن لیا مگر دوسرے کو عقاب نے اٹھا لیا اور دور جا پھینکا تو اس سے سانپ نمودار ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہے وہ موزے (اور جوتے) اتنے وقت تک نہ پہنے جب تک ان کو جھاڑ نہ لے۔

## پچیسواں باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو اپنی جگہ پر لوٹا کر درست فرما دینا اور اسکی بینائی کو بحال فرما دینا بیثم بن عدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ بن نعمان ظفری رضی اللہ عنہ کی آنکھ جنگ احد میں زخمی ہوئی اور ڈھیلا باہر نکل آیا۔ وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور ڈھیلے کو ہاتھ پر اٹھائے ہوئے تھے آپ نے دریافت فرمایا۔ اے ابوقتادہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ نبذہ کی حالت آپ کے سامنے ہے (یہ آنکھ کا ڈھیلا ہے جو باہر نکل آیا ہے)۔

ف حضرت رومی علیہ الرحمہ نے ذکر فرمایا کہ صحابہ کو تعجب ہوا کہ فضاؤں میں اڑنے والے جانور کو موزہ میں موجود سانپ کیسے نظر آگیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کو بلایا اور اس کو خدا بزرگ و برتر نے قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے عرض کیا کہ موزہ بہ بینیم در ہوا۔ نسبت از من عکس تست اے مصطفیٰ یعنی میں سر اقدس کے قریب سے گذرا تو انوار حبیب سے پورا جہاں مجھ پر روشن ہو گیا اور اس وقت سانپ بھی موزہ میں موجود پایا تو یہ خدمت سر انجام دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہو تو صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اس تکلیف پر صبر کے بدلے جنت عطا فرمائے گا اور اگر چاہو تو میں اس کو اپنی جگہ پر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا اور تو اس میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا بلکہ حسب سابق آنکھ کار آمد بن جائے گی، اے

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت جزا برجزیل اور عطا جمیل ہے لیکن میں ایسا شخص ہوں جو عورتوں اور بیویوں میں مبتلا ہوں۔ جب وہ مجھے کانادیکھیں گی اور لوگوں کی زبان پر میرا یہی لقب بن جائے گا تو وہ مجھے قطعاً پسند نہیں کریں گی اور مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گی۔ لہذا آپ مجھے آنکھ بھی لوٹا دیں اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے جنت کی دعا فرمائیں (مجھے آپ کی دعا سے انشاء اللہ ضرور جنت حاصل ہو جائیگی، آنحضرت شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے درخواست کو شرف قبولیت بخشا ہوں اور آنکھ لوٹا دیتا ہوں اور حصول جنت کی دعا بھی کر دیتا ہوں۔ آپ نے ان کے ہاتھ سے آنکھ کا ڈھیلا لیا اور اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہو گئی اور تازلیست وہ آنکھ کام دیتی رہی۔ حضور نے جنت کی دعا بھی فرمادی۔

ہیشتم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقنادہ کا بیٹا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے استفسار فرمایا اے جوان تو کون ہے؟ اس نے اپنا تعارف ان اشعار میں کرایا ہے

۱۔ انا ابن الذی سالت علی الخد عینہ  
فردت بکف المصطفیٰ احسن الرد  
میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی آنکھ رخسار پر لٹک آئی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست کے ساتھ بہتر طریقہ پر اس کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا گیا۔

۲۔ فعاتت کما کانت لا حسن حالھا  
فیا حسن ما عین ویا طیب ما ید  
وہ پہلے کی مانند بڑی اچھی حالت پر لوٹ آئی پس کتنی حسین آنکھ ہے ٹوٹنے والی اور کتنا پاکیزہ ہاتھ ہے اس کو لوٹانے والا۔

ع۔ اس حدیث پاک سے معجزات کا صدور بالاختیار واضح ہو گیا اور ان لوگوں کے توہم کا ازالہ ہو گیا جو کہتے ہیں معجزہ میں نبی کے ارادہ و اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلق یہ اعتماد تھا کہ میری دعا بارگاہ حسد اوندی میں لامحالہ مقبول ہوگی۔ اس لیے صبر کرنے اور جنت حاصل کرنے کے مقابل آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ رکھنے اور دعا کرنے کا ذکر فرمایا اور ساتھ ہی اعلان فرمادیا۔ فلو فقد منها شیئاً تو اس میں کوئی کمی محسوس نہیں کرے گا۔



حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری طرف توسل کرنے والوں کو اس قسم کا وسیلہ اختیار کرنا چاہیے پھر فرمایا۔

تلك المكارم لا قبائل من لبن  
شيبا بعد نعدا بعد ابوالا

یہ ہی حقیقی کرامات اور خصائل محمودہ ہیں نہ کہ دودھ کے دوپالے جن میں پانی ملا کر ٹھنڈا کیا گیا ہو (وقتی طور پر تو وہ بہت موجب لذت بھی ہیں اور باعث فرحت بھی) مگر کھوڑی دیر کے بعد وہ پشیا بن جانے والے ہیں۔

## پھیسوال باب

### دیوار کا بارگاہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں کلام کرنا

حضرت ابو اسید ساعدی بدری سے منقول ہے کہ رسول خدا علیہ التمجید والثناء نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہے ابو الفضل کل تم اور تمہاری اولاد اپنے گھر میں ہی رہنا باہر کہیں نہیں جانا مجھے تمہارے ساتھ کام ہے وہ اپنے گھر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ کی تشریف آوری کے منتظر رہے آپ قدم رنجہ فرما ہوئے اور فرمایا السلام علیکم۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صحیح کس حال میں کی ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا خیر وعافیت کے ساتھ پھر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صحیح کس حال میں کی ہے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ خیر وعافیت کے ساتھ۔

پھر آپ نے فرمایا ذرا قریب قریب ہو جاؤ اور ایک دوسرے کی طرف کھسک کر نزدیک ہو جاؤ تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات دہرائے جب وہ اس قدر اکٹھے ہو گئے کہ آپ کا ان کو ایک کپڑے کی لپیٹ میں لینا ممکن ہو گیا۔ تو آپ نے اپنی چادر ان کے ارد گرد پھیلا دی اور اس کے گھیرے میں لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا فرمائی۔ ہذا العباس عتی وصنوابی وھولاء اھل بیتی۔ اللھو استرھم من النار کستری ایاھم بملائی ہذا۔ یہ عباس ہیں جو کہ میرے چچا ہیں اور میرے باپ کے ساتھ والی شاخ جو ایک تنے سے نمودار ہونے والی ہے، اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اے اللہ ان کو آگ سے پوشیدہ رکھ (اور دور جیسے کہ میں نے ان کو اپنی اس چادر میں چھپایا ہوا ہے اور نگاہِ اختیار سے پوشیدہ اور دور کر رکھا ہے۔

آپ کے منہ مبارک سے یہ کلمات نکلنے تھے کہ دروازے کی دہلیز اور اس منزل کے بسبب درو دیوار نے تین مرتبہ آمین کہی۔

عہ اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی اولاد کو بھی اپنے اہل بیت قرار دیا ہے اور جس طرح حسین کریمین اور سیدنا طہ زہرا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو چادر میں لے کر دعا فرمائی اسی طرح ان کے لیے بھی دعا فرمائی لہذا اہل بیت کا صرف پانچ تن میں حصہ درست نہیں ہے بلکہ اہل بیت عام ہیں جن میں نبی لحاظ سے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب داخل ہیں ولادت کے لحاظ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد صلبی بیٹے اور بیٹیاں اور حضرات حسین اور ان کی بہنیں داخل ہیں اور سکونت کے لحاظ سے جملہ زواج مطہرات رضی اللہ عنہم داخل ہیں۔ کذا حقیقۃ الشیخ المحقق المحدث الدہوی فی اشعة اللمعات جلد رابع

## تسایسواں باب

ہرنبی کانبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کلام کرنا اور آپکا اسکی عرض کو شرف قبولیت بخشنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہرنبی کے پاس سے گذرے جو ایک خیمے میں بندھی ہوئی تھی۔ آپ کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کھول دیں تاکہ میں جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں پھر لوٹ آؤں گی، مجھے اسی جگہ باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا تو کسی کا شکار ہے۔ کسی نے تجھے باندھا ہے میں کیونکر کھولوں (کیا ضمانت ہے کہ تو کھل جانے کے بعد لوٹ آئے گی) چنانچہ آپ نے اس سے عہد پیمان لیا اس نے قسم کھائی میں ضرور لوٹ آؤں گی۔

آپ نے اس کو کھول دیا (وہ چونک کر بیاں بھرتی ہوئی وہاں سے نکلی) اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئی اور اس نے اپنے پستانوں کو خالی کیا ہوا تھا۔ آپ نے اس کو باندھ دیا۔ پھر اس کے خیمہ کے مالکوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ ہرنبی مجھے ہبہ کر دو۔ انہوں نے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ و ہدیہ کر دی۔ آپ نے اس کو آزاد فرما دیا اور اس کی رسی کھول دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کام کے لیے تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک ہرنبی پر نظر پڑی جو ایک قوم کی قیامگاہ میں بندھی ہوئی تھی۔ اس نے آپ کو دیکھا تو پکارا یا رسول اللہ! آپ ٹھہر گئے اور دریافت فرمایا کیا معاملہ ہے مجھے کیوں پکارا ہے۔

اس نے عرض کیا میرے دو شیر خوار بچے ہیں جو کہ بھوکے ہیں۔ آپ مجھے کھول دیں تاکہ میں ان کو دودھ پلاؤں اور پھر حاضر ہو جاؤں گی لہذا مجھے اسی طرح بیان باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا۔ واقعی تو لوٹ کر آجائے گی اس نے عرض کیا ضرور لوٹ آؤں گی اور اگر نہ لوٹوں تو اللہ تعالیٰ مجھے اس عذاب میں مبتلا کرے جس میں عشار یعنی جبراً لوگوں سے عشر وصول کرنے والے کو مبتلا کرے گا۔

نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کھول دیا اور آپ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ وہ لوٹ کر آگئی اور اس کے پستان دودھ سے خالی تھے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس اس کے لیے بیچ گیا اور آپ کو اس پر ترس آیا۔ آپ نے اس شخص سے اس کو ہبہ کر دینے کا مطالبہ فرمایا جس نے اس کو باندھ رکھا تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ اسے پیش کر دیا تو آپ نے اس کو آزاد فرما دیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحرا میں تھے کہ اچانک ایک پکارنے والے نے پکارا۔ یا رسول اللہ! آپ ادھر متوجہ ہوئے تو کوئی چیز نظر نہ آئی۔ پھر توجہ فرمائی تو ایک ہرنی بندھی ہوئی کھڑی تھی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے قریب تشریف لائیے۔ آپ اس کے قریب گئے اور دریافت فرمایا کوئی حاجت ہے تو بتلا۔ اس نے عرض کیا اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے چھوٹے دودھ پیتے بچے ہیں آپ ازر اور کرم مجھے کھول دیں میں جا کر ان کو دودھ پلاؤں پھر میں لوٹ آؤں گی آپ نے دریافت فرمایا واقعی تو اس عہد کو نبھائے گی اور اس وعدہ پر قائم رہے گی اس نے عرض کیا۔ اگر میں اس عہد کو نہ نبھاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار (جو بلا اذن حاکم لوگوں سے جبراً عشر وصول کرے) والے عذاب سے دوچار کرے۔ آپ نے اس کو کھول دیا۔ وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی گئی اپنے بچوں کو دودھ پلایا پھر لوٹ آئی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سابقہ جگہ پر باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی جس نے اس کو قید کر رکھا تھا بیدار ہو گیا۔ آپ کو وہاں تشریف فرما دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ کوئی کام ہو تو حکم فرمادیں۔ فرمایا ہاں کام یہ ہے کہ اس ہرنی کو آزاد کر دے۔ اس نے رسی کھول دی اور وہ دوڑتی جا رہی تھی اور کلمہ شہادت پڑھتی جا رہی تھی۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ

## اٹھائیسواں باب

ضنب (سوسمار) کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنا اور رسالت کی گواہی دینا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اعرابی نے ضنب (گوہ) کو شکار کیا اور اسے اپنی آستین میں ڈالے اپنے اہل خانہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تاکہ اس کو ذبح کرے اور بھون کر کھائے۔ ناگاہ دیکھتا ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت موجود ہے۔ اس نے پوچھا یہ کیا جمع لگا ہے؛ لوگوں نے بتلایا کہ ایک شخص محمد بن عبداللہ پر لوگ جمع ہیں جو کہ نبی ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔

وہ آدمیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اور کہنے لگا مجھے لات دعویٰ کی قسم میں نے کسی ذی روح کو سلام نہیں دیا (اور اس سے ملاقات نہیں کی) جو آپ سے زیادہ مجھے مغرض ہو (نوز بائنا اور اگر مجھے میری قوم جلد باز اور بسا ہونے سے نہ دیتی اور مجھے اس الزام کا ڈر نہ ہوتا تو میں فوری حملہ کر کے تمہیں قتل کر دیتا اور تمہارے

قتل کے ذریعے سیاہ و سفید کو خوش کرتا اور بنو ہاشم اور دیگر قبائل عرب کو راحت پہنچاتا کیونکہ تم ہمارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہو!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو پہچان لیا اور فرمایا اے بنی سلیم قبیلہ کے فرد! تجھے اس قول اور بیوہ گوئی پر کس امر نے برا لگیتے کیا اور تو نے میری مجلس میں میری تعظیم و تکریم کیوں نہیں کی۔ اس نے کہا مجھے لات و عنزی ابھی روئیں میں اتنے وقت تک تم پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ سو سمار تم پر ایمان نہ لائے اور اس کو آپ کے سامنے پھینک دیا۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا مجھے اجازت فرمائیں میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا (علم و حوصلہ اور تحمل و بردباری سے کام لو تمہیں معلوم نہیں ہے کہ صاحب علم اور بردبار منصب نبوت کے قریب ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گوہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے پکارا اے گوہ۔ اس نے عرض کیا لبیک و سعیدیک (میں آپ کی خدمت اقدس میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں اور آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار) واضح عربی زبان میں جواب دیا جس کو ساری قوم نے سمجھا۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ عرض کیا اس ذات اقدس کی جس کا عرش عظمت و کبریائی آسمانوں میں ہے اور جس کی حکومت و سلطنت زمین میں ہے اور جس کے دلائل قدرت اور علامات عظمت سمندروں میں ہے اور جنت میں جس کی رحمت ہے اور نار جہنم میں جس کی عقوبت ہے۔

میں کون ہوں؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کیا آپ رسول رب العالمین اور خاتم النبیین ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ فلاح پا گیا اور جس نے تکذیب کی وہ خائب و خاسر ہو گیا۔ اعرابی نے عرض کیا میں مشاہدہ کے بعد حکایت و روایت کا طلبگار نہیں ہو سکتا۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے بدن کا ہر بال، جلد اور میرا ظاہر و باطن یہ گواہی دیتا ہے۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد اعبده ورسولہ۔

بخدا میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا تو روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی شخص مجھے معروض اور ناپسندیدہ نہیں تھا اور اب یقیناً آپ مجھے میرے سمع و بصر اور باپ بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں آپ نے فرمایا اس اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے میری بدولت تجھے ہدایت عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو سلیم میں سے ایک اعرابی جنگل کی طرف نکلا تو ناگاہ اسے ضرب، (گوہ) نظر پڑی۔ اسے شکار کیا اور اپنی آستین میں ڈال لیا۔ پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور پکار کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم ساحر ہو اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مجھے میری قوم عجل اور جلد باز کے گی تو میں

اس تلوار سے تمہارا کام تمام کر دیتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا بیباکانہ اور گستاخانہ کلام سنا تو تیزی سے اُٹھے تاکہ اس کو سزا دیں اور گرفت کریں۔

حضور نبی کریم روف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو حفص بیٹھ جاؤ صاحب علم شخص منصب نبوت کے قریب ہے لہذا تم علم و حوصلہ سے کام لو پھر آپ اعرابی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو فرمایا اَسْلِمُ تَسْلِمُ مِنَ النَّارِ۔ اعلام لے آؤ جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔ اس نے کہا مجھے لات و عزی کی قسم جب تک یہ تم پر ایمان نہ لائے میں ایمان نہیں لاؤں گا اور گوہ کو آستین سے باہر پھینک دیا۔ اس نے بیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کیا تو آپ نے اس کو فرمایا۔

اے ضرب ادھر آ۔ وہ حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ آپ نے فرمایا یہ بتلایں کون ہوں؟ اس نے عرض کیا۔ آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

۱۔ ایا رسول اللہ! انک صادق  
فبورکت مہدیا و بورکت ہادیا  
اے رسول خدا بیشک آپ دعوی رسالت میں صادق ہیں پس آپ برکت دیے ہوئے ہیں در انحالیکہ  
مہدی ہیں اور برکت دے گئے ہیں در انحالیکہ آپ ہادی ہیں۔

۲۔ شہرت لنا دین الحنیفة بعدما  
عبدنا کا مثال الحمیر الطواعیا  
آپ نے ہمارے لیے دین حنیف کو ظاہر فرمایا بعد اس کے کہ ہم نے گدھوں جیسے طواعیت اور  
اصنام کی عبادت کی۔

۳۔ فیاخیر مدعو ویاخیر مرسل  
الی الجن ثر الانس لبیک داعیا  
پس اے ان لوگوں میں سے بہترین جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلایا اور سب رسولوں سے افضل  
جو جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

۴۔ اتبت ببرہان من اللہ واضح  
فاصحت فینا صادق القول داعیا  
آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واضح برہان و دلیل لائے اور ہمارے درمیان سچے قول والے  
اور احکام خداوندی کو محفوظ رکھنے والے ہو گئے۔

۵۔ فبورکت فی الاحوال حیاً و میتاً  
و بورکت مولوداً و بورکت ناشئاً  
آپ سب حالات میں بابرکت ہیں حالت حیات ظاہر ہو یا حالت ممات حالت بچپن ہو یا حالت جوانی۔  
اتنا عرض کر کے گوہ نے سکوت اختیار کیا تو اعرابی نے کہا تعجب کی بات ہے گوہ ہے جس کو جنگل  
سے میں نے شکار کیا ہے اور اپنی آستین میں ڈال کر اس کو یہاں لایا ہوں۔ وہ بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ

یہ کلام کر رہا ہے اور اس طرح شہادت رسالت و حقانیت دے رہا ہے۔  
 میں آنکھوں کے ساتھ ان کی شان رسالت دیکھنے کے بعد کسی نقل یا روایت و اثر کو کیا طلب کروں۔  
 اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمداً عبداً ورسولہ۔ پس وہ اسلام لایا اور مخلص مسلمان بن  
 گیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو حکم دیا کہ اس اعرابی کو کلام  
 مجید کی چند سورتیں سکھلاؤ اور یاد کراؤ۔

## فصل

اگر کوئی شخص کہے کہ جو معجزات تم نے روایت کیے ہیں وہ تو اتر کے ساتھ منقول نہیں ہیں۔ تو ہم جواب میں  
 کہتے ہیں کہ ان واقعات و معجزات کا مجموعی طور پر لحاظ کیا جائے تو ان کی قدر مشترک اسی طرح قطعی اور حتمی معلوم ہوتی  
 ہے جس طرح کہ شجاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور جوہد عالم۔

علاوہ ازیں ہمارے پاس قرآن مجید ہے جس میں شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا اس کا اعجاز ہمیشہ  
 ہمیشہ کے لیے برقرار ہے۔ جو تمدنی و مقابلہ کے بلند مینار پر کھڑے ہو کر اعلان بلکہ مطالبہ فرما رہا ہے۔ فاتوا  
 بسورة من مثله۔ میری سورتوں میں سے چھوٹی سی سورت جیسی سورت بنا کر لاؤ۔

نیز ملوک و سلاطین کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف کرنا اور ان کا گردیدہ ہونا باوجود آپ کے  
 فقر و زہد اختیاری کے (حالانکہ امراء و ملوک اپنے نشہ امارت و ملوکیت کے پیش نظر فقر و وضعفاد سے نفرت  
 کرتے ہیں) اور اہل کتاب کا آپ کے متعلق اقرار و اعتراف کرنا کہ واقعی انہی کے اوصاف و کمالات ہماری  
 کتابوں میں مرقوم و مسطور ہیں نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ رسالت اور حقانیت و صداقت پر  
 بہت بڑی دلیل اور عظیم براہین میں ایک عظیم براہین ہے۔

## انیسواں باب

نبی الانبیاء علیہ التیمۃ و الشہادۃ کا یہود کے ایسے سوالات کا جواب دینا جن کو سوائے نبی صادق

اور رسول برحق کے نہ کوئی جانتا تھا اور نہ جان سکتا تھا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

بارگاہ اقدس میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آپ مدینہ منورہ تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں جن کو سوائے ذات نبی کے اور کوئی شخص نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا پوچھو۔ انہوں نے عرض کیا۔

۱۔ قیامت کے علامات میں سے پہلی علامت کون سی ہے۔

۲۔ پہلا کھانا جو اہل جنت کھائیں گے وہ کیا ہوگا۔

۳۔ لڑکا کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماں کے اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ابھی ابھی مجھے یہ یمنیوں امور تبلا کر گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یہ فرشتہ تو یہود کا دشمن ہے (باعتبار یہود کے زعم فاسد کے) الغرض آپ نے ہر سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ (۱) علامات قیامت میں سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو مغرب سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو مشرق یعنی میدانِ محشر کی طرف دھکیلے گی۔

۲۔ اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا۔

۳۔ اور لڑکے کے کبھی باپ اور کبھی ماں کے مشابہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ مرد کا مادہ منویہ جب عورت کے

مادہ پر سبقت لے جائے تو وہ جنین کی شکل و صورت میں اثر انداز ہو کر باپ کی شکل و صورت کی طرف لے جاتا ہے اور عورت کا مادہ منویہ سبقت لے جائے تو وہ بچے کو ماں کی شکل و صورت کی طرف لے جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہ جوابات سن کر پکار اٹھے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک

رسول اللہ۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ یہودی انتہائی کم عقل اور سوچ و فکر سے محروم قوم ہے، اگر ان کو میرے اسلام لانے کا پتہ چل گیا تو وہ مجھے آپ کے سامنے الزامات کا نشانہ بنائیں گے۔ لہذا آپ ان کی طرف

آدمی بھیج کر دریافت فرمائیں کہ ابن سلام تم میں کیسا آدمی ہے۔ آپ نے آدمی بھیجا اور دریافت فرمایا۔ عبداللہ بن سلام تم میں کس پایہ کا آدمی ہے؟ انہوں نے کہا وہ ہم سب سے بہتر ہے اور اس کا باپ ہمارے آباؤ سے بہتر تھا وہ ہمارا عالم ہے اور ہمارے عالم کا فرزند ہے۔ وہ ہم سب سے زیادہ فقیہ اور دانا ہے اور ہم سے بڑے فقیہ اور دانا کا لخت جگر ہے۔

آپ نے فرمایا مجھے یہ تبلاؤ اگر وہ اسلام لے آئے تو تم اسلام لے آؤ گے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ

اسے اس سے محفوظ رکھے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر اس دین میں داخل ہو۔ اسی آثار میں حضرت عبداللہ بن

سلام رضی اللہ عنہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ پڑھتے ہوئے نمودار ہوئے۔ سب

یہودیوں نے اس مجلس میں کہا یہ سب سے بدتر ہے اور اس کا باپ ہم سب سے بدتر تھا یہ ہم سب سے بڑا

جاہل ہے اور ایک بہت بڑے جاہل کا بیٹا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہی خطرہ تھا جس کے تحت میں نے عرض کیا کہ پہلے ان سے میرے متعلق دریافت فرمائیں۔ اب انہوں نے دو متعارض اور متناقض باتیں کر کے اپنے آپ کو خود جھوٹا ثابت کر دیا ہے (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں اگر آپ ہمیں ان کا جواب دے دیں تو ہمیں اطمینان ہو جائے گا کہ آپ نبی ہیں اور ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے عہد لیا تھا جب کہ انہوں نے کہا۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔ جو کچھ ہم کہہ رہے اللہ تعالیٰ اس پر وکیل ہے اور اللہ تعالیٰ پر ہی اس کے اتمام میں اعتماد و بھروسہ ہے۔

۱۔ انہوں نے کہا ہمیں نبی کی علامت کے متعلق خبر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔

۲۔ اولاد کبھی مذکر ہوتی ہے اور کبھی مؤنث اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اولاد کا تولد و تکون دو مادوں سے ہوتا ہے اگر عورت کا مادہ تولید غالب آجائے تو جنین مؤنث بن جاتا ہے اور اگر مرد کا مادہ تولید غالب آجائے تو جنین مذکر ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔

۳۔ رعد کیا ہے اور یہ چمک کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ انہوں نے پوچھا؛ آپ نے فرمایا ملائکہ میں سے ایک ملک سحاب پر موکل ہے جس کے ہاتھ میں چابک ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ بادلوں کو ہانکتا ہے اور جدھر اللہ تعالیٰ کا امر ہوتا ہے ادھر ان کو چلاتا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا تو پھر آواز کیوں سنائی دیتی ہے اور یہ کیسی آواز ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ اسی فرشتہ کی آواز ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔

۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کونسی شے حرام فرمائی تھی؟ آپ نے فرمایا ان کو عرق النساء کا عارضہ لاحق ہوا تو انہوں نے اپنے لیے کوئی شے ملائم طبع اور موافق مزاج نہ پائی ماسوا اذنیوں کے دودھ کے لہذا انہوں نے ان کا گوشت اپنے آپ پر حرام کر لیا۔ یعنی اس سے عملی طور پر اجتناب کا التزام کر لیا کہ اعتقادی طور پر۔ انہوں نے کہا آپ نے ٹھیک فرمایا۔

۵۔ انہوں نے کہا اب آخسری سوال رہ گیا ہے اگر آپ اس کا جواب دے دیں تو ہم آپ کی اتباع کریں گے۔ وہ سوال یہ ہے کہ ہرنی پر آسمان سے فرشتہ وحی لے کر نازل ہوتا ہے تو جو فرشتہ آپ پر وحی لاتا ہے وہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا میرے حامل وحی حضرت جبریل امین علیہ السلام ہیں۔



وہ بولے جبریل! وہ تو حرب اور قتال کے ساتھ نازل ہوتا ہے اور ملائکہ میں سے صرف وہی ہمارا دشمن ہے۔ اگر آپ کہتے کہ مجھ پر وحی لانے والا فرشتہ میکائیل ہے جو کہ رحمت نازل کرتا ہے، بارشیں برساتا ہے اور سبزے اور انواع و اقسام کے غلہ جات اور پھل اگاتا ہے (تو ہم ضرور آپ کی اتباع کرتے) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں۔

من كان عداؤ الجبريل فانه نزله على قلبك اذية

جو جبریل علیہ السلام کے لیے دشمن بنتا ہے تو وہ صرف ان کا دشمن نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے کیونکہ انہوں نے کلام مجید کو آپ کے دل اقدس پر اذن خداوندی سے نازل کیا ہے۔ الخ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا اور آپ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو گفتگو تھے۔ قریش نے اس کو کہا اے یہودی! یہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ (ان سے کوئی ایسا سوال کرو جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ واقعی نبی ہیں؟) اس نے کہا میں ایسا سوال کروں گا جس کا جواب صرف نبی کو معلوم ہو سکتا ہے تب وہ آپ کے پاس حاضر ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انسان کس سے پیدا کیا جاتا ہے؟

آپ نے فرمایا دونوں سے پیدا ہوتا ہے مرد کے نطفہ سے اور عورت کے نطفہ سے۔ مرد کا مادہ تولید غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے۔ اس سے ہڈیاں اور اعصاب پیدا ہوتے ہیں اور عورت کا مادہ تولید رقیق ہوتا ہے اس سے خون اور گوشت پیدا ہوتا ہے۔

یہودی کھڑا ہو کر کہنے لگا آپ سے پہلے پیغمبر کرام بھی یوں ہی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ثوبان خادم رسول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں بھی اس وقت آپ کے پاس کھڑا تھا۔ تو اس نے کہا السلام علیک یا محمد۔ میں نے اس کو زور سے دھکا دیا قریب تھا کہ گر پڑے تو اس نے پوچھا تو مجھے کیوں دھکے دیتا ہے؟ میں نے کہا تو یا رسول اللہ کیوں نہیں کہتا۔ اس نے کہا میں ان کو اسی نام سے پکارتا ہوں جس نام کے ساتھ ان کے گھر والوں نے ان کو موسوم کیا آپ نے فرمایا ٹھیک ہے میرا نام محمد ہے جس کے ساتھ میرے گھر والوں نے موسوم کیا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ میں کچھ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تیرے سوالات کا صحیح جواب دے دوں تو اس سے تجھے کچھ نفع بھی ہوگا اور میری اطاعت قبول کرے گا؟ اس نے کہا میں عجز سے سنوں گا لیکن لانے نہ لانے کا کچھ نہیں کہہ سکتا۔

آپ کے پاس ایک لکڑی تھی اس کے ساتھ زمین کو کھرچنا شروع کر دیا اور فرمایا پوچھو پوچھنا ہے۔

۱۔ اس نے کہا جب زمین و آسمان کو تبدیل کر دیا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی، تو لوگ کہاں ہونگے؟  
آپ نے فرمایا کہ وہ پل صراط کے قریب ظلمت میں ہوں گے۔

۲۔ تو سب سے پہلے کون لوگ اس پل کو عبور کریں گے اور جنت کی طرف جائیں گے؟  
آپ نے فرمایا فقراء، مساکین، یتیم اور یتیم، رضی اللہ عنہم۔

۳۔ تو جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے لیے کونسا تحفہ و ہدیہ اور کیسی مہمانی پیش کی جائیگی۔  
آپ نے فرمایا جنتی مچھلی کے جگر کے ساتھ جو زائد ٹکڑا ہو گا وہ انہیں کھلایا جائے۔

۴۔ اس نے کہا تو اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی؟

آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت کا وہ ہیل ذبح کیا جائے گا جو ان اطراف و جوانب میں ہر طرف آزادی کے ساتھ چرتا پھرتا ہوگا۔

۵۔ تو اس کے ساتھ ان کا مشروب کونسا ہوگا؟

آپ نے فرمایا جنت کے اس چشمہ کا پانی جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔  
۶۔ آخر میں اس نے کہا کہ میں تم سے ایک ایسا سوال کرتا ہوں جس کا جواب صرف نبی کو معلوم ہو سکتا ہے یا ایک دو اور آدمیوں کو، عام مخلوق اس کو قطعاً نہیں جانتی۔ آپ نے فرمایا اگر جواب صحیح دیدوں تو کیا تجھے نفع دے گا؟ اس نے کہا کان لگا کر سنوں گا! میں آپ سے اولادِ انسانی کے متعلق پوچھنے آیا ہوں! آپ نے فرمایا مرد کا مادہ تولید سفید ہوتا ہے اور عورت کا زرد، جب دو نو مواد اکٹھے ہوتے ہیں اور مرد کا مادہ عورت کے مادہ پر غالب آجاتا ہے تو ان سے اللہ کے امر سے مذکر تولد ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ مرد کے مادہ پر غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ کے امر سے مؤنث کا تولد ہوتا ہے۔

یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول ہیں پھر وہ چلا گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص نے جس وقت مجھ سے سوال کیا تو اس سے پہلے مجھے ان امور میں سے کسی کا علم نہیں تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان امور کی اطلاع دی۔ اس روایت کو امام مسلم نے ذکر فرمایا ہے۔

## تیسواں باب

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی پشت اقدس کے پیچھے اشیاء کو مشاہدہ فرمانا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ فرمانے سے قبل ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے تَرَأَوُا اِدْعَاءَ فِئْتَانِ اِرَاكْرَهِنِ وِرَا اِظْهَرِیْ اَبَیْکَ وَاوَسْرَیْکَ سَاوَمَلْ کَر کھڑے ہو کر و اور صفوں میں اعتدال اور ہمواری کو ملحوظ رکھا کر و کیونکہ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

**فوائد جلیلا =** (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پشت اقدس کے پیچھے سے دیکھنا آیا حالت نماز کے ساتھ خاص ہے یا جمیع احوال میں یہ شان اعجاز ثابت ہے۔ حضرت مجاہد عموم کے قائل ہیں اور الفاظ حدیث سے بھی عموم ہی معلوم ہوتا ہے۔ علی الخصوص جن روایات میں اس روایت کو سامنے والی جہت سے دیکھنے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہا اِرَاکْرَهِنِ بَیْنَ یَدَیْ۔ اور خصوصاً مؤدب یعنی رکوع و سجود میں احتیاط برتنے کے ضمن میں اس حکم کے درود کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ عموم لفظ کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ مسلم قاعدہ ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں اللفظ یقتضی العموم السباق یقتضی الخصوص قلت نقل من مجاہد انه کان فی جمیع احوالہ۔  
عمدة القاری جلد رابع ص ۱۵۸ و فتح الباری جلد اول ص ۲۳۔

۲۔ اس میں اختلاف ہے کہ ملاحظہ و مشاہدہ اپنے ظاہری معنی و مفہوم پر محمول ہے یا وحی و الہام کے معنی میں ہے۔ صورت اولیٰ میں آیا۔ انہیں آنکھوں کے ساتھ ہے یا اُن سے علاوہ آپ کو آنکھیں عطا کی گئی تھیں اور انہیں آنکھوں کے ساتھ ہے تو نمازیوں کی صورتیں سامنے والی دیوار میں متمثل ہو جاتی تھیں اور ان کو دیکھ لیا جاتا تھا یا نمازیوں کو پس پشت ہونے کے باوجود مشاہدہ فرمایا جاتا تھا۔ ان سب اقوال میں جمہور علماء و محدثین کے نزدیک مختار اور راجح ہی ہے کہ یہ مشاہدہ اور روایت حقیقی معنی پر محمول ہے اور آپ صحابہ کرام کی ذات کو مشاہدہ فرماتے تھے کیونکہ عقلاً سامنے والی آنکھ سے پھلی سمت میں دیکھنا ممکن ہے اور شرعاً ثابت ہے۔ لہذا اہل ایمان کا اس پر ایمان رکھنا واجب و لازم ہے۔ عمدة القاری ص ۲۵۲ جلد خامس و جلد رابع ص ۱۵۴۔ فتح الباری۔ جلد ثانی ص ۱۴۳ پر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں مختار یہی ہے کہ یہ حدیث پاک اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ زین بن المنیر فرماتے ہیں کہ خلاف ظاہر محمول کرنا گویا الفاظ حدیث کو بلا وجہ معطل کرنا ہے اور قرطبی فرماتے ہیں کہ ظاہری مفہوم مراد لینا ہی اولیٰ اور النسب ہے کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اعجاز و کرامت ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ محقق مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ گفتہ اند صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را احاطہ دوستی در درک و علم معقولات دادند جو اس لطیف اور انیز احاطہ در درک محوسات بخشیدند و جہات متراد در حکم یک جہت دیکھتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 هل ترون قبلتي ههنا فوالله ما يخفى علي خشوعكم ولا ركوعكم اني لا اركع من وراء ظهري۔  
 کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ میری توجہ قبلہ کی طرف ہے لہذا مجھے پیچھے کا علم نہیں ہے، بخدا مجھ پر نہ تمہارا  
 خشوع و خضوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع۔ یقین جاننے میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔  
 یہ دو نور و آیات بخاری و مسلم میں ہیں۔

(القیر) گردانیدند مدارج النبوت جلد اول ص ۷۔

محدثین و علماء متحققین فرماتے ہیں صحیح اور صواب یہی ہے کہ جس طرح قلب مصطفوی کو معقولات کے علم و ادراک میں وسعت اور احاطہ  
 کی قدرت بخشی گئی ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیفہ کو محسوسات کے شعور و ادراک میں احاطہ بخشا گیا ہے اور جہات سمتہ نبی اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے لیے بمنزلہ جہت مقابل کر دی گئی ہے۔  
 امام اہل السنن فرماتے ہیں۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال دھوم و پنجسم میں ہے آقا تیری بینائی کی  
 ۳۔ ما یخفی علی خشوعکم سے آیا سجود والا معنی مراد ہے یا قلبی کیفیت ظاہر ہے کہ مراد قلبی کیفیت ہے اور سجود اس کی ظاہری  
 علامت ہے لہذا لفظ کو عام معنی پر محمول کرنا ہی مناسب ہے اور سجود بھی اس میں داخل ہو جائے گا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
 باعلام اللہ تعالیٰ امت کے احوال قلوب پر بھی مطلع ہیں لہذا جب محض موجود نہیں اور لفظ عام ہے تو تحقیق درست  
 نہیں ہوگی۔

۴۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رکوع و سجود اور حضور قلب کا حکم دیتے وقت اپنے دیکھنے کا ذکر فرمایا حالانکہ اللہ رب العزت  
 بھی دیکھتا ہے اور اس سے خوف و خشیت بھی زیادہ ہونی چاہیے تو مقام تعلیل میں اپنی رویت کے ذکر کی کیا وجہ ہے؟ علامہ ابن  
 حجر نے فرمایا رویت مصطفوی سے بطریق اولیٰ رویت باری تعالیٰ ثابت ہو جائیگی لہذا اس میں مقام احسان کی طرف بھی رہنمائی  
 پائی گئی ہے فانزیراک۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن امت کے لیے شاہد اور منکر ہوں گے جب ان کو معلوم ہو گیا  
 کہ آپ اس حال میں ہمیں دیکھ رہے ہیں تو وہ عبادت کے حقوق و آداب کا پورا پورا خیال رکھیں گے تاکہ آپ بروز قیامت ان کے  
 حسن عبادت اور اخلاص عمل کی گواہی دیں۔ فتح الباری جلد ثانی ص ۱۸۸۔

اقولے: اس تحقیق سے فائدہ نالشر میں درج تحقیق کی تائید و تصدیق ہوگی کیونکہ محض ظاہری آداب کا بجالانا کافی نہیں بلکہ اخلاص  
 بھی واجب و لازم ہے اور مدار تزکیہ و تعدیل اس پر بھی ہے لہذا ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عین نماز کی حالت میں مقتدیوں کی  
 ظاہری و باطنی کیفیات پر مطلع ہیں۔ فصلی اللہ علیٰ حبیبہ و محبوبہ قدر حسنہ و جمالہ و رفعتہ و کمالہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اقیموا الصفوف فانی اراکم من خلف ظہری۔ اپنی صفیں درست رکھا کرو کیونکہ میں تمہیں پیچھے کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

## کتیوال باب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی شب میں اسی طرح دیکھتے تھے جیسے کہ روز روشن میں

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کان یروی فی الظلمۃ کما کان یری فی الضوء رات کی تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے

## کتیوال باب

حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا مستجاب الدعوات ہونا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے خیبر کے دن فرمایا۔ علی کہاں ہیں؟

عہد نگاہ خلق دیکھنے میں سورج کے نور کی محتاج ہے اور رات اگر تاریک ہو تو معمولی طور پر دکھائی دیتا ہے مگر حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز یکساں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوا وہ نور آفتاب کے محتاج نہیں ہیں ایسا کیوں ہو جبکہ وہ استفادہ نور میں ان کی طرف محتاج ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ موسیٰ کلیم باری تعالیٰ کی صفاتی تجلی دیکھنے کے بعد تیس میل تک رات کی تاریکی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلتی ہوئی چوٹی دیکھ لیتے تھے تو کیا بید ہے کہ نبی انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج عین ذات کا دیدار کرنے کے بعد اس سے بھی زیادہ دور تک اور تاریکیوں میں دیکھنے پر قادر ہوں۔ شفا جلد اول ص ۴۳ نیز عیسیٰ روح اللہ لوگوں کو جو کچھ وہ کھا کر باگروں میں رکھ کھاتے تھے وہ بھی تباہیت سے خواہرات ہوتی یادن۔ نمرات کی تاریکی مانع ہوتی اور نہ حجاب جسم اور نہ ہی چار دیواریوں کا حجاب لہذا یہاں استبعاد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ نیز یہ روایت تقی بن خالد کے واسطے سے عمدۃ القاری جلد خامس ص ۲۵۴۔ فتح الباری جلد اول ص ۴۳۱ شفا جلد اول ص ۴۳۱ عینی جلد رابع ص ۱۵۸ پر موجود ہے اور مدارج جلد اول ص ۶ پر بروایت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا منقول ہے۔

عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، آشوب کی شکایت ہے اور اپنے پاؤں کی پشت دیکھنے سے بھی تلامرہیں، آپ نے فرمایا آدمی بھیج کر بلاؤ چنانچہ ان کو لایا گیا تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی تو وہ اتنا جلد صحت یاب ہو گئے کہ گویا ان کو تکلیف تھی ہی نہیں۔ رواہ البخاری والمسلم۔

عبدالرحمن بن ابی یسلی سے منقول ہے کہ میرا باپ رات گئے تک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بات چیت میں مصروف رہتا تھا اور شیر خدا رضی اللہ عنہ گرمیوں میں سردیوں والے موٹے اور گرم کپڑے استعمال کرتے تھے اور سردیوں میں گرمیوں والے پتلے اور ٹھنڈے کپڑے زیب تن فرماتے تھے۔ تو ابویسلی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا سبب تو دریافت کریں۔

انہوں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف خیبر کے موقع پر آدمی بھیجا اور میری آنکھوں سے پانی بہتا تھا میں نے آپ سے اپنی تکلیف کے متعلق عرض کیا تو آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا۔

اللہم اذهب عنه الحر والبرد۔ اے اللہ تعالیٰ ان سے گرمی اور سردی کی کلفت دور فرما دے۔ تو اس دن سے میں گرمیوں میں گرمی کی تکلیف محسوس نہیں کرتا اور سردیوں میں مجھے سردی محسوس نہیں ہوتی۔ حضرت یسلی ابن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں نکلا کچھ فاصلہ ہی طے کر پائے تھے کہ ہمارا گذر راستے میں بیٹھی ہوئی ایک عورت پر ہوا جس کے ساتھ چھوٹا سا بچہ تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بچے کو بیماری ہے۔ پتہ نہیں کتنی بار حالت نیند میں اس پر غشی سی طاری ہوتی ہے۔ آپ نے اس کو فرمایا بچہ مجھے دے۔ اس نے آپ کے ہاتھوں میں دے دیا تو آپ نے اس کو اپنے اور پالان کے اگلے حصے کے درمیان رکھ کر اس کا منہ کھولا اور اس میں تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور فرمایا۔

بسم اللہ یا عبد اللہ۔ احسان یا عدا واللہ۔ اے اللہ کے بندے اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کی برکت سے بابرکت رہو اے اللہ تعالیٰ کے دشمن ذلیل و رسوا ہو کر دور ہو جا۔

بچہ اس عورت کے حوالے فرما کر ارشاد فرمایا کہ جب ہم واپس ہوں گے تو ہمیں اسی جگہ پر ملنا اور بچے کی حالت بتلانا۔ فرماتے ہیں ہم چلے اور مقصد پورا کرنے کے بعد واپس ہوئے تو وہ عورت اسی جگہ موجود تھی اور اس کے ساتھ تین بکریاں تھیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تیرے بچے کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا ہم نے اس میں وہ تکلیف اب تک نہیں دیکھی (اور یہ بکریاں آپ کے لیے نذرانہ دہدیہ ہیں) لہذا ان کو آپ قبول فرما کر لے جائیں۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ سواری سے اترو اور صرف ایک بکری لے لو اور باقی واپس کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم کی خدمت اقدس میں لے آئی اور عرض کیا کہ اس کو آسیب ہے اور حیب کھانا کھانے لگتا ہے تو اس کو اثر ہو جاتا ہے۔ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناہ نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی تو اسے کھانسی آئی اور قہ ہونے پھر اس کے منہ سے کتے کے پلے کی مانند سیاہ جانور باہر آگیا اور زمین پر دوڑنے لگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو سخت قحط سالی درپیش ہوئی۔ آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ مال مولیٰ ہلاک ہو گئے ہیں اور اہل و عیال بھوکے تڑپ رہے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہم پر باران رحمت نازل فرمائے اور ہماری پیاس بجھائے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حالت میں دست رحمت بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے اٹھائے۔ جس وقت آپ نے ہاتھ اٹھائے تھے اس وقت آسمان پر کوئی چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا۔ فوراً بادل اُٹھ آئے اور گھٹائیں چھا گئیں جیسے کہ پہاڑ ہوں۔ اور آپ ابھی منبر شریف سے اترے نہیں تھے (کہ بارش برسنے لگ گئی) حتیٰ کہ بارش کا پانی آپ کے چہرہ اقدس اور واٹھی مبارک پر چھت سے ٹپکنے لگا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم پر اس دن، دوسرے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش برستی رہی۔ تب وہی اعرابی یا کوئی دوسرا شخص اٹھا اور حبیب کبریٰ علیہ القیۃ والتناہ سے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو مکان گرنے لگے ہیں اور مال غرق ہونے لگا ہے، دعا فرمائیں بارش رک جائے۔

محبوب خدا و خالق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے اور عرض کیا اللھم حوالینا ولاعلینا۔ اے اللہ ہمارے اطراف و جوانب میں بارش برستی رہے مگر ہم پر نہ برسے اور دست اقدس سے بادل کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے اور جہدھر بھی اشارہ ہوتا بادل چھٹ جاتا حتیٰ کہ مدینہ منورہ پر سے بادل ہٹ گئے، بارش رک گئی، دھوپ نکل آئی اور ادھر ادھر اسی طرح موسلا دھار بارش برس رہی تھی۔ مدینہ منورہ درمیان میں یوں چمک رہا تھا جیسے دھوپ میں پانی کا تالاب (یا تاج کی سنہری پیٹی جو اس کے گرد محیط ہوتی ہے) وادی قناتہ ایک جیسے تک پانی سے بلب ہو کر بہتی رہی اور جو شخص بھی باہر سے آیا اس نے بہت بارش برسنے کی خبر دی۔

رواہ البخاری والمسلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اپنے ہاتھ مبارک اٹھایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایک دفعہ جب آپ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے تو آپ سے عرض کیا گیا، بارش رک گئی ہے اور زمین اور ویران ہو چکی ہے لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

آپ نے دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لیے بلند فرمائے اور اتنے بلند فرمائے کہ ہم نے آپ کے مبارک بنوں کی سفیدی دیکھی۔ جب آپ نے بارش کی دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آسمان پر کوئی بادل

موجود نہیں تھا مگر دعا کرتے ہی فوراً گٹائیں چھا گئیں اور اس زور کا مینہ برسا، کھوہ جو ان آدمی جن کا گھر مسجد کے قریب تھا ان کو بھی گھر جانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی اور وہ بارش پورا ہفتہ جاری رہی۔ جب دوسرا جمعہ آیا تو صحابہ نے عرض کیا۔ اب تو گھروں کے مکان گرنے کو ہیں اور مسافروں کے راستے رک گئے ہیں اور اموال غرق ہونے لگے ہیں۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم فرمایا اور دست اقدس سے اشارہ فرمایا اور اس کو اپنے سامنے والی چہت میں پھیلا کر (فضا میں گھمایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا) اللہم حوالینا ولا عینائے اللہ ہمارے ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو تو بارش اور بادل مدینہ طیبہ پر سے چھٹ گئے اور ادھر ادھر مینہ برستا رہا۔ عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ بدر) کے موقع پر بے آب گیاہ وادی میں اترے اور مشرک آپ سے قبل وہاں پہنچے تھے لہذا پانی کے کنوؤں پر اترے اور ان پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو سخت پیاس لگی تو انہوں نے بارگاہ نبوی میں اپنی حالت زار عرض کی۔ ادھر منافقین کا نفاق سراٹھانے لگا اور ان میں سے بعض نے کہا اگر یہ واقعی نبی ہوتے جیسے کہ ان کا گمان ہے تو اپنی قوم کے لیے پانی کا بندوبست کرتے جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے کیا تھا۔ جب امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات بلکہ منافقانہ تنقید و تنقیص کا علم ہوا تو فرمایا۔ واقعی انہوں نے ایسے کہا ہے؟ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پانی عطا فرمائے گا۔

پھر آپ نے دو نو پھیلیاں بارگاہ خدا کے کریم میں پھیلائی اور یوں عرض کیا۔

اے اللہ میں ڈھانپ ایسے کثیف اور پر آب بادل کے ساتھ جو زور سے برسنے والا ہو اور اطراف اکناف اس سے چمک اٹھیں اس سے ہمیں آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی بارش عطا فرما جس کی انتہا اور اتمام موسلا دھار بارش اور گھن گرج پر ہو۔ اے جلال و اکرام کے مالک و مستحق خدا کریم۔ آپ نے اپنے ہاتھ ابھی واپس اپنی چادر میں نہیں ڈھانپے تھے کہ ہم پر ایسا بادل سایہ لگن ہو گیا جو ان تمام اوصاف اور کیفیات کا حامل تھا جن کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں ذکر فرمایا تھا۔

پھر تمام انواع و اقسام کی بارشیں عطا کی گئی جس کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی اور سیلاب اور طغیانی نے وادی کو بھر دیا۔ لوگوں نے پانی پیا اور اچھی طرح سیراب ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیبیہ کے دن کفار قریش میں سے اسی آدمی مسلح ہو کر جبل تنعیم کی طرف سے نیچے اتر کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر حملہ آور ہوئے وہ اہل

عہ امام اہلسنت نے فرمایا

جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھریے صدقہ انہما تھا۔ کاسا۔ ریحہ کھ۔



اسلام کی پیغمبری سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اور انہوں نے عفان کا مال لوٹا، رسوا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے خلاف دُعا فرمائی (اور وہ مرعوب ہو کر اس طرح ہو گئے جیسے بھیڑ بکریاں جن کو نزدیک ہانک کر بھر چاہے جائے) اور انہیں کے حق میں یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

هو الذي كف ايديهم عنكم وايدىكم عنهم ببطن مكة من بعد ان اظفر لكم عليهم۔  
 اللہ ہی وہ عظیم قدرت والا ہے جس نے کفار کے دست ظلم و تعدی کو تم سے دور رکھا اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک رکھا، وادی مکہ میں جبکہ تم کو ان پر فتح مند اور غالب و کامران کر دیا تھا۔  
 حضرت عمرو بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا میں پانی کا پیالہ لے کر حاضر ہوا۔ اس میں ایک بال تھا میں نے اس کو نکال دیا تو حبیب پاک علیہ السلام نے دُعا فرمائی۔ اے اللہ اس کو جمال عطا فرما۔ ان کی عمر شریف چورانوے سال کی ہو چکی تھی اور دیکھنے والوں کو ان کی داڑھی شریف میں کوئی سفید بال نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التیجۃ والثناء نے میرے لیے دُعا فرمائی اے اللہ ان کے مال اور اولاد میں کثرت (اور برکت) عطا فرما اور ان کو عمر دراز عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے مال کو اتنا زیادہ فرمایا کہ میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے اور دو مرتبہ میں اس کی آمدنی کو حاصل کرتا ہوں۔ اور اولاد میں اس قدر کثرت ہوئی کہ میری صلیبی (اور بلا واسطہ) اولاد ایک سو چھ تک پہنچ چکی ہے (بوقت تحدیث و روایت - فوت ہو جانے والے سو کے قریب اس کے علاوہ ہیں)۔

حضرت نوفل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب کا بیٹا عقبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتا تھا۔ آپ نے دُعا فرمائی اللھم سلط علیہ کلباً من کلابک۔ اے اللہ اس پر اپنے کتوں (اور دوزخوں) میں سے ایک کتا اور دوزخ مسلط فرما۔

وہ اپنے قافلہ کے ہمراہ شام کی طرف نکلا۔ ایک جگہ رات کو پڑاؤ ڈالا تو اس نے کہا بعد اچھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دُعا سے ہلاکت سے ڈر لگتا ہے اور اندیشہ ہے کہ مجھے کوئی جنگلی جانور چیر پھاڑ نہ جائے۔ انہوں نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا رہم اتنے افراد تیرے ساتھ ہیں۔ رات کو تیری حفاظت اور نگرانی کریں گے، اپنے ساز و سامان کو اونٹوں سے اتارا (اور بغرض آرام و استراحت پڑاؤ ڈالا) اور اس کی حفاظت کے لیے ار و گر و بیٹھ گئے۔ رات کو دوزخ (شیر) آیا اور عقبہ کو ان کے ہاتھوں سے چھین کر لے گیا (اور چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سخت صبح کو اذان دی۔ مگر نماز کی طرف کوئی صحابی نہ آیا۔ پھر نماز کے وقت کا اعلان کیا اور اطلاع دی مگر کوئی شخص نہ حاضر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا انہیں کیا ہے نماز کے لیے کیوں نہیں آتے ہیں نے عرض کیا۔ سرودی محنت ہے۔ اس نے ان کو شدت و محنت میں مبتلا کر رکھا ہے اور وہ باہر نکلنے سے قاصر ہو رہے ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللھم اکر عنہم الہودا۔ اسے اللہ ان سے سرودی کی شدت کم کر اور اس کی تیزی کو دور فرما جو نہی یہ دعائیہ کلمات زبان نبوی سے نکلے سرودی بالکل کافر ہو گئی، اور حضرت بلال فرماتے ہیں میں نے صحابہ کو دیکھا کہ وہ گرنی کو دور کرنے کے لیے نکلے ہلاتے تھے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ جناب ابو طالب بیمار ہوئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت فرمائی ماہوں نے عرض کیا اے بھتیجے اپنے اس معبود سے دعا کرو جس کی ہر وقت عبادت کرتے ہو کہ مجھے شفا اور صحت و عافیت عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو فوراً صحت یاب ہو گئے جیسے اونٹ رستے میں جکڑا ہوا ہو اور اسے کھول دیا جائے اسی طرح یہ بھی مرض کی شدت و محنت سے فوری طور پر رہائی اور چھٹکارا پا گئے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے میں یقین رکھتا ہوں کہ تمہارا معبود تمہارا کنا مانتا ہے اور جو کہتے ہو کرتا ہے اور تمہاری اعانت فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے چچا اگر تو بھی اس کی اطاعت کرتا تو وہ تیری اعانت فرماتا اور تمہاری عرض کو شرف قبولیت بخشتا۔

## فصل

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ظاہر ہوئے تو اہل ایمان نے آپ کی اتباع محض تقلید کے طور پر نہیں کی بلکہ دلیل اور برہان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ کی اطاعت اور اتباع کی۔ اسی لیے جس امر کی حکمت سمجھ نہیں آتی تھی تو اس میں استفسار و استکشاف کی سہی فرماتے تاکہ سبب واضح ہو جائے۔ کبھی عرض کیا آپ صوم وصال رکھتے ہیں مگر ہمیں منع فرمایا ہے اس کی وجہ اور سبب کیا ہے؟ اور یہ کام کیا ہے تو اس میں حکمت کیا ہے۔ تب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اسباب و علل بیان فرماتے۔

جب اہل اسلام و ایمان کے قلوب ان کے گردیدہ ہو گئے اور اسلام شائع اور عام ہو گیا تو مکذبین اور حاسدین کے دلوں میں تنگی پیدا ہوئی اور بغل و حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ یہود تو حسد و عناد کے سبب نارحمنم میں ہمیشہ رہنے پر آمادہ ہو گئے حالانکہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا یقین و اذغان اضطرابی تھا اور بعض لوگوں نے اپنے زعم فاسد اور خیال باطل کے مطابق یہ کہنا شروع کیا کہ قرآن کی مانند (العیاذ باللہ) کلام تو میلہ کذاب جیسے آدمی نے بنالیا ہے جس نے کہا یا صغدع نقی کہ تنقین اے مینڈک پانی میں تنقیہ و طہارت حاصل کر جیسے کہ ہمیشہ حاصل کیا کرتا تھا۔

(اسی طرح بزعم خویش دوسرے معجزات میں مماثلت کے خیال مجال میں مبتلا ہو کر اپنی ذلت و رسوائی کا سامان اس طرح کیا کہ) لوگوں سے سرور انبیاء علیہم السلام و الثناء کے متعلق سنا کہ آپ نے گنجدے کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بال اُگ آئے لہذا اس نے بھی ہاتھ پھیرا مگر جو چند بال تھے وہ بھی ختم ہو گئے اور جب یہ خبر پہنچی کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خشک کنوئیں میں لعاب دسین ڈالا تو وہ پانی سے ابلنے لگا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ تو اس نے بھی ایک کنوئیں میں ٹھوکا مگر پانی جو موجود تھا وہ بھی خشک ہو گیا اور اس طرح خرق عادت تو ظاہر ہوا مگر اس کی مرضی کے برعکس اور اس طرح اس کی الٹی تکذیب و اہانت ہو گئی۔

جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دصال شریف کے بعد اسلام رو بہ ترقی رہا اور عام ہوتا چلا گیا اور مختلف بلاد اور علاقہ جات فتح ہو کر دار اسلام میں شامل ہو گئے تو محمد بن کی ایک جماعت نے کہا۔ ہم اہل اسلام کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں اور ان کے سامنے مجبور اور بے بس ہیں لہذا آؤ اور ایک دوسری چال چلیں اور دوسرا محاذ کھولیں دہو سکتا ہے اس کے ذریعے کامیاب ہو جائیں اور وہ یہ ہے کہ ہم اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام میں رخنہ اندازی کریں اور مختلف آفات و حوادث میں اہل اسلام کو مبتلا کریں۔

یہ بد بخت اور بد طینت فرقہ باطنیہ کا تھا جو اسلام ظاہر کرتے تھے اور عبادت و طاعت بھی بظاہر بجالاتے تھے اور ان کا مقصود جہاں ہوتے تھے اور انہیں کو شکار کرتے اور اپنی زندگی اور الحاد کا نشانہ بناتے پہلے پہل اپنی بے دینی اور الحاد کو مخفی رکھتے جب پوری طرح ان کو اپنے چنگل میں لے لیتے تو ان پر الحاد اور بے دینی کا انکشاف کرتے اور وام اعتقاد و عقیدت میں گرفتار ہونے کے بعد وہ ان سے نہ منہ موڑ سکتے اور نہ ان کے اعتقالات و نظریات کو غلط کہہ سکتے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں اگر میں رئیس باطنیہ کو مل سکتا اور اس سے گفتگو کا مجھے موقع ملتا تو میں اول اول اسکی عقل و دانش پر تنقید و اعتراض کرتا اور اس کے عقل و فہم اور اس کے اتباع کے عقول و فنوم کو ہدف طعن و تشنیع بناتا۔

میں آغاز کلام یوں کرتا۔ کہ آرزوؤں اور تمناؤں کے مختلف انداز اور طریقے ہوتے ہیں مگر آرزو و امید کو ناامیدی اور یاس کی طرف پھیرنا اور ناکامی و نامرادی کی سمت لے جانا سخت حماقت اور کم عقلی ہے۔ شریعت اسلام پوری دنیا میں پھیل چکی ہے اور بحمد اللہ اس کو ممکن اور رسوخ حاصل ہو چکا ہے۔

ہر سال اس کا عرفات میں مجمع لگتا ہے اور پوری دنیا سے اہل اسلام وہاں اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن اجتماع میں اور ہر وقت کی جماعت میں مساجد کے اندر شریعت کا پرچار ہوتا ہے اور اس کی حقانیت کو اجاگر کیا جاتا ہے تو تم اپنے نفوس کو کیا بتاتے ہو اور کس وقت کی امید

دلاتے ہو کہ ہم ناپاک چالوں سے اس بجز لغز کو گدلا کر لیں گے اور اس نور اسلام کو ختم کر دیں گے جو کہ تمام آفاق میں ظہور پذیر ہو چکا ہے بلکہ پورا جہاں جس کے انوار سے مستفید ہو چکا ہے۔ اور ہر دن دو لاکھ میناروں (بلکہ کروڑوں میناروں) پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اور اسم گرامی اذان میں لیا جاتا ہے۔

تمہارے نظریہ فاسدہ اور عقیدہ باطلہ کا منہائے غایت یہی ہے کہ خلوت میں ان وساوس کا ذکر کیا اور اگر یہ خرافات منصفہ شہود و ظہور پر آئیں تو ان کے قائل کا قتل ہو جانا عین ممکن ہے اور خود قائل کو امن و تحفظ کا احساس نہیں ہو سکتا لہذا میرے علم و عقل کے مطابق تم سے بڑھ کر کوئی احمق نہیں ہے۔

(لہذا جب خفیہ طور پر اس عقیدہ کی ترویج کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، تو وہ مناظرہ کی صورت میں اور علانیہ اس الحاد و بے دینی کا پرچار کرنے پر آمادہ ہو گا) تو ویسے ہی اس کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا،

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں محدثین کی ایک جماعت اہل اسلام میں گھس گئی جیسے کہ ابو العلامہ عمری اور ابن الراوندمی اور ان دونوں کا برا حشر ہوا اور بہت خراب حالت میں ہلاک ہوئے۔

ایک گروہ محدثین میں گھس گیا اور چند احادیث کو گھڑا تاکہ اس وسیعہ کاری سے شریعت مطہرہ پر عیب لگائیں اور اس کے اندر باہمی تخالف و تضاد ثابت کریں تو اللہ تعالیٰ نے ایسے علماء ربانیین پیدا فرما دیے جنہوں نے ان کی فضیحت و رسوائی فرمائی اور غلط و صحیح اور خطا و صواب میں باہم امتیاز فرمایا۔

ان کا ایک طالبہ کاہن بن بیٹھا اور بزعم خوش غیبی خبریں دینا شروع کیں اور دوسرے گروہ نے قلبی کیفیات و حالات پر کلام کرنا شروع کیا اور لوگوں کے خیالات کا اندازہ لگا کر دلوں کی حالت پر اطلاع کا دعویٰ کرنا شروع کیا اور اسی طرح نجومی لوگ ظاہر ہو گئے جنہوں نے آنے والے حالات کے متعلق خبریں دینی شروع کیں۔

اور ان تمام ترفریب کاریوں اور مکاریوں سے مقصود صرف یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں یہ وساوس پیدا کر سکیں کہ دین اسلام نے کوئی معجزہ ظاہر نہیں کیا بلکہ جو کچھ کمالات اس میں اور اس کے بانی صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں وہ تو دوسرے لوگوں میں بھی موجود ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں اپنے اس نور کو تمام اور مکمل کرنا تھا لہذا اسے حسب وعدہ غالب کر کے دکھا دیا جیسے کہ ارشاد فرمایا۔

یریدون لیطفوا نورا اللہ با فواہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و دعویٰ اور حقانیت رسالت پر سب سے بڑی دلیل اور برہان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جوٹے و عویدار کو بہت کم مہلت دیتا ہے پھر اس کو عذاب میں مبتلا کر کے بیخ و بن سے اکھیر پھینکتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایسی ذات کو جو اس پر بہتان باندھے اور افتراء کرے سالہا سال تک مہلت دے اور ان کے وصال کے بعد بھی ان کی شریعت و ملت کو دائم و برقرار رکھے

حالانکہ وہ پہلی دو عظیم موسمی اور عیسوی شرائع کے نسخ کی جہات کریں اور سبت کو حلال قرار دیدیں بایں ہمہ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے اتباع کی جملہ اہم واقوام پر مدد فرمائے اور معجزات کے ساتھ ان کی حکمت کی تائید و تقویت فرمادے۔ حاشا وکلا اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ امر بہت بعید ہے۔ اگر وہ اس طرح کرے تو حق و باطل اور صداقت و فریب کاری میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا اور سرے سے سلسلہ نبوت ہی بے مقصد اور بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا۔

کیا تم نے سنا نہیں اللہ تعالیٰ کیسے اعلان فرما رہا ہے۔

ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين الآية اگر وہ ہم پر تمام احوال تو کجا صرف بعض میں ہی افتراء سے کام لیتے اور اپنی طرف سے باتیں ہمارے ذمہ لگاتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچا سکتا۔

لہذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت پر اعتراض کرتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی حکمت و عدالت کو طعن و تشنیع کا ہدف بنا رہا ہے کیونکہ کسی شخص پر اعتراض دراصل اس کے معاونین و انصار پر اعتراض ہوتا ہے۔ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار معجزات کی شعاں آپ کے صحابہ کرام عظیم الرضوان پر بھی منعکس ہوئیں (اور ان سے بھی وہی انوار بصورت کرامات نمودار ہوئے) حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے نیل مصر کی طرف پروانہ روانہ فرما کر اس کو جاری ہونے کا حکم دیا تو وہ اس دن سے آج تک جاری و ساری رواں دواں ہے۔

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہا کو ہمدان میں ہونے کے باوجود دیکھ لیا اور ان کے دشمن کے زرعہ میں آجانے کا خطرہ بھانپ لیا اور منبر نبوی پر کھڑے ہونے کی حالت میں ندا دے کر اور یا ساریہ البیں کہہ کر رہنمائی فرمادی اور ان کو اپنی آواز سنادی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے ان کو دشمن کے شر سے بچا لیا بلکہ فتح و نصرت سے ہمکنار فرمایا حتیٰ کہ کسریٰ کے خزانے مسجد نبوی میں لائے گئے اور وہاں ان کو تقسیم کیا گیا۔

# دست ذیل موضوعات سے متعلق

## الواب

- ۱۔ جملہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر نبی الانبیاء امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
- ۲۔ شریعت مصطفوی کی تمثیل و تشبیہ عجیب۔
- ۳۔ امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ التسلیم کی امت کی تمثیل و تشبیہ۔
- ۴۔ حبیب خدا علیہ التحنن و الثناء کی طاعت کا وجوب۔
- ۵۔ حبیب اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوب محبت۔

## باب اول

انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم پر فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری

تمہید:- اس امر کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے نفوس و ارواح کو اصل خلقت میں مختلف پیدا فرمایا ہے بعض اپنے جوہر حقیقت میں انتہائی لطافت و جودت پر ہیں اور بعض میں کدورت و کثافت موجود ہے اور ہر مرتبہ والے نفوس باہم بھی درجات جودت و لطافت کے اعتبار سے اور درجات کدورت و کثافت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

حضرت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم غایت لطافت و طہارت کے مالک ہیں ان کے ابدان و اجساد عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا پیدا کیے گئے ہیں لہذا ان میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ ارواح طیبہ اور نفوس کاملہ کا محل و متعلق بنیں پھر ان میں بھی باہم تفاوت مراتب و مقامات ہے۔ ہمارے نبی پاک صاحب لولاک علیہ افضل الصلوٰۃ ان تمام سے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے کمال اعتدال پر ہیں اور بدن و جسد کے لحاظ سے بھی کامل و اکمل اور روح و نفس کی رو سے سب سے زیادہ مصفیٰ و منزہ (یہ محض دعویٰ نہیں) بلکہ ہم ان کے جن اخلاق و عادات کریمہ اور صفات کمال اور اوصاف جمال کا تذکرہ کریں گے ان کی معرفت و واقفیت حاصل ہو جانے کے بعد یہ حقیقت پوری طرح مدلل اور برہین ہو کر سامنے آجائے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں

سب پر مقدم فرمایا۔

۱۔ تخلیق کے لحاظ سے کہ سب ارواح و نفوس سے قبل ان کی حقیقت اور ذات گرامی کو پیدا فرمایا۔  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت نے فرمایا کنت اول النبیین فی المخلوق و آخرہم فی البعث۔ میں سب انبیاء کرام علیہم السلام سے تخلیق و ایجاد میں مقدم تھا اور بعثت و رسالت میں اور ظہور و وجود عنصری کے اعتبار سے سب سے آخری ہوں۔ رواہ الیومی ابو نعیم۔ ابن ابی حاتم مرفوعاً۔

۲۔ اخذ میثاق و عہد کی رو سے بھی آپ کو جملہ انبیاء علیہم السلام پر مقدم فرمایا اور تمام پیغمبر ان کرام سے آپ کی اتباع و اطاعت کا عہد لیا جس طرح کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ (الآیۃ)

اے حبیب اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ میں جب تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس وہ رسول معظم تشریف لائیں جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں تو تم ضرور باظہور ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کی نصرت و امداد کرو گے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء و مرسلین کو نبی کریم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے بمنزلہ اتباع و خدام کے بنا دیا ہے اور انہیں آپ کی طاعت کا الہام فرمایا۔ اگر وہ اپنے اجساد عنصریہ کے ساتھ اور ظاہری حیات دنیوی میں آپ کا شرف صحبت حاصل کرتے اور اس وقت تک موجود ہوتے تو لامحالہ ان کی اتباع کرتے اور ان کے لیے خدمتگاری اور غلامی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا جس طرح کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ کلیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا: "وکان موسیٰ حبیباً لما وسعہ الا اتباعی" اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو ان کے لیے اتباع و اطاعت کے علاوہ اور کسی امر کی گنجائش اور وسعت نہ ہوتی۔

۳۔ تیسری وجہ تقدیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذکر میں انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تقدیم و فوقیت بخشی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: "انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہ" ہم نے آپ کی طرف وحی نازل کی جس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد تشریف لانے والے انبیاء کرام کی طرف وحی نازل فرمائی (پہلے آپ پر وحی نازل کرنے کا ذکر فرمایا اور بعد ازاں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر)۔

۴۔ چوتھی وجہ تقدیم و فوقیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول کا ذکر نداء و خطاب کی صورت میں ان کے ذاتی نام کے ساتھ کیا حضرت آدم علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة" اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ندا کرتے

ہوئے فرمایا۔ یا نوح اھبط بسلام منا وبرحمتی۔ اے نوح علیہ السلام ہماری برکات و سلامتی کے ساتھ کشتی سے نیچے اترو۔ (۳) حضرت خلیل علیہ السلام کو ارشاد فرمایا۔ "یا ابراہیم اعرض عن هذا" اے ابراہیم قوم لوط علیہ السلام کے لیے دعا و نجات کرنے سے باز رہیں۔ (۴) حضرت کلیم اللہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی" اے موسیٰ ہم نے آپ کو لوگوں پر رسالت و نبوت کی خاطر چن لیا ہے اور ان پر فوقیت و برتری عطا فرمائی ہے۔ (۵) حضرت داؤد علیہ کو حکم دیا۔ "یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض" اے داؤد ہم نے آپ کو زمین کے اندر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔ (۶) حضرت عیسیٰ کو فرمایا عیسیٰ بن مریم اے عیسیٰ بن مریم میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کے ساتھ میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو بہرہ ور فرمایا۔ (۷) حضرت زکریا علیہ السلام کو ندا دی تو فرمایا۔ "یا زکریا فبشرک بغلام اسمہ یحییٰ" اے زکریا ہم آپ کو ایسے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں جن کا نام نامی یحییٰ ہے۔ (۸) اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا "یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة" اے یحییٰ ہماری عطا کردہ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامو۔

(الغرض ہر نبی و رسول کو ندا، و خطاب کے وقت ذاتی نام کے ساتھ نداء کی گئی، مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی نام کے ساتھ خطاب نہیں فرمایا گیا بلکہ وصف نبوت و رسالت کے ساتھ اور لقب و وصف کے ساتھ نداء و خطاب سے مشرف فرماتے ہوئے یا ایہا النبی یا ایہا الرسول کہہ کر پکارا گیا۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب - یا ایہا النبی خطاب محمد است (صلی اللہ علیہ وسلم)

۵۔ پانچویں وجہ تقدیم و تشریف یہ ہے کہ جہاں تعریف و تعین کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کا ذکر ناگزیر تھا تو وہاں نام نامی کی تصریح کے ساتھ وصف رسالت کا ذکر اور نزول وحی اور کلام مجید کا بیان لازماً فرمایا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل" نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر محض رسول اور نائب خداوند جل و علی اور محم رسالت و نبوت (نہ کہ خدا اور اللہ) ان سے قبل بھی رسل گذرے ہیں۔ آمنوا بما نزل علی محمد" وہ ایمان لائے اس کتاب مجید پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ لیکن جب خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر فرمایا تو محض ان کے نام اقدس پر اکتفا فرمایا اور انہیں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا تو لقب نبوت سے موصوف فرما کر ذکر کیا۔

ان اولی الناس بابراہیم لذین اتبعوه وهذا النبی" سب لوگوں سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی اتباع کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۶۔ چھٹی وجہ تقدیم و تشریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امم سابقہ کے متعلق خبر دی ہے کہ وہ اپنے انبیاء علیہم السلام کو ذاتی اسماء کے ساتھ پکارا کرتے تھے۔



۱۔ حضرت ہود علیہ السلام کو قوم نے کہا "یا ہود ما جننا ببینۃ" اسے ہود تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے۔

۲۔ حضرت صالح علیہ السلام کو پکارا تو کہا "یا صالح قد کنت فینا مرجوًا قبل هذا" اے صالح تم ہمارے درمیان قبل ازیں امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز تھے مگر آپ نے اس دین کا اظہار کر کے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا!

۳۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے قوم ان سے خطاب کے دوران کہا "یا موسیٰ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ" اے موسیٰ ہمارے لیے معبود بناؤ جیسے کہ ان لوگوں کے لیے معبود (اصنام و اوثان) کے صورت میں ہیں۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوم نے نداؤمی تو یہ انداز اختیار کیا۔ "یا عیسیٰ ابن مریم هل یتطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء" اے عیسیٰ بن مریم کیا تمہارا رب اس امر کی طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے انواع و اقسام کے کھانوں پر مشتمل دسترخوان نازل فرمائے۔  
الغرض ہرنبی کو ان کی قوم نے بوقت نداء و خطاب ذاتی نام سے پکارا مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو آپ کی امت کو وہ انداز مخاطب و نداء ترک کر کے پیارے پیارے القابات اور اوصاف کمال کے ساتھ خطاب و نداء کا حکم دیا اور فرمایا۔

ولا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔

رسول خدا علیہ التحیۃ و الثناء کو اس طرح نہ پکارو جس طرح کہ ایک دوسرے کو ذاتی نام لے کر پکارتے ہو۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت مقدسہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ یا محمد کہہ کر نہ پکارو بلکہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارو۔

(ف) گویا اللہ تعالیٰ نے خود بھی انداز نداء و خطاب کو بدل دیا اور امت کو بھی اس امر کا پابند کیا کہ اپنے نبی و رسول کو پکارتے وقت میری سنت پر عمل کرو اور یہود و نصاریٰ یا دوسری امتوں کی اتباع ہرگز نہ کرنا۔  
ساتھ ہی وجہ تقدیم و تشریف اور فوقیت و فضیلت یہ ہے کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام اپنی انہم کافرہ کے اعتراضات اور طعن و تشنیع کا جواب خود دیتے تھے (لیکن نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود اللہ رب العزت نے دفاع کیا اور جو انی کاروائی فرمائی)

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کہا "اننا لنراک فی ضلال مبین" بے شک ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا یقوم لیس بی ضلالۃ و لکن رسول من رب العالمین اے

میری قوم میرے ساتھ تو گمراہی کا ذرا سا تعلق بھی نہیں ہے بلکہ میں تو اللہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا رسول ہوں۔

۲۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے اُن سے کہا ”إِنَّا لَنُظُنُّكَ فِي سَفَاهَةٍ وَاِنَّا لَنَنظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ۔“  
 ”یقیناً ہم آپ کو سفاہت اور کم عقلی میں مستغرق دیکھتے اور اعتقاد کرتے ہیں اور کاذبین میں سے ایک کاذب گمان کرتے ہیں۔ آپ نے خود جواب دیتے ہوئے فرمایا ”یا قوم لیس بی سفاہۃ و لکنی رسولٌ من رب العالمین“ اے میری قوم سفاہت و کم عقلی کا میرے دامن علم و حکمت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے لیکن میں تو رب العالمین کی طرف سے برحق رسول ہوں۔

۳۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر زبان طعن دراز کرتے ہوئے کہا۔ ”إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا مِّنَ الْبَتْرِ يَهْ كَمَا رَكَّبْنَا هَؤُلَاءِ لِمُوسَىٰ أَنَّهُمْ عَلَىٰ سِحْرِ وَإِبْرَاجٍ كَمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔“  
 ”اے فرعون مہنورا“ اے فرعون میں تجھے ہلاکت اور تباہی میں مبتلا گمان کرتا ہوں۔ الغرض جس نبی پر بھی زبان طعن دراز کی گئی خود انہوں نے جواب دیا اور اپنا دامن عصمت ان غلاظتوں سے صاف رکھا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تہقید کی گئی خود اللہ تعالیٰ اس کے جواب اور دفاع کا متولی اور ذمہ دار بن گیا۔ عہ

۱۔ جب انہوں نے کہا کہ یہ شاعر ہیں بل ہوشاعر تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ دھا علمناہ الشعر وما يتبعی لہا ہم نے ان کو شعر کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی یہ ان کے شایان شان اور منصب

عہ کفار و مشرکین نے قرآن مجید کو کلام شعری اور مقدمات نمیلہ و مہمیہ سے مولف و مرکب کہا لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق وضاحت فرمائی کہ یہ وصف شعر سے موصوف نہیں بلکہ یہ کلام صداقت نشان حقیقت بیان ذکر حکیم اور قرآن مبین ہے لہذا اس سے علم شعر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ البتہ شعر گوئی کا ملکہ اور بالقصد کلام موزون کو بنانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے مگر علم اور چیز ہے اس کے ایجاد و اختراع کا ملکہ اور شے ہے۔

ف اور ہی سنت اجا ہے کیونکہ حبیب جب کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ میرے حبیب کو گالی دے رہا ہے تو وہ صرف اپنے حبیب اور قلبی دوست کو بتلانے پر اکتفا نہیں کرے گا۔ کیونکہ ایسا کرنا دوستی نہیں بلکہ بقول سعدی دشمنی ہے کہ دشمن نے تیرا راہ راہ میں گڑ پڑا مگر اس نے اٹھایا اور آکر پہلو میں چھو دیا۔ بلکہ حقیقی دوستی یہی ہے کہ خود جوابی کاروائی کرے۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ ہکذا سنتہ الاحباب نان الحبيب اذا سمع احداً یثتم حبیہ تو لی بنفسہ جوابہ  
 - تفسیر کبیر جلد ثانی زیر آیت ان شائک ہو الا بتر۔

جلیل کے لائق بلکہ جو کچھ اُن کو پڑھایا سکھایا ہے اور ان کی زبان اقدس پر جاری ہے وہ ذکر حکیم اور قرآن مبین ہے۔ ان ہوالا ذکر قرآن مبین۔

۲۔ انہوں نے زبان طعن و تشنیع استعمال کرتے ہوئے کاہن کہا اور قرآن مجید کو کاہنین کا کلام بتایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: "ولا بقول کاہن" یہ کلام کاہن نہیں ہے۔

۳۔ انہوں نے ضال اور گمراہ ہونے کا الزام عائد کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ ما ضل صاحبکم وما غوی، تمہارے نبی نہ بے راہ ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔

۴۔ جب انہوں نے آپ کے عقل و فہم پر اعتراض کیا تو اللہ رب العالمین نے فرمایا۔ ما انت بنعمة ربك بمجنون۔ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور نظر عنایت کی بدولت مجنون نہیں ہیں۔ (بلکہ آپ خلق عظیم کے مالک ہیں اور آپ کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر عظیم ہے اور مجنون کے لیے یہ ممکن نہیں ہے)

۸۔ آٹھویں وجہ تقدیم و تعظیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگانی کی قسم کھائی ہے اور قسم عظمت والی چیزوں کی ہی کھائی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نفس تخلیق نہیں فرمایا اور نہ دنیا میں ظاہر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معظم و مکرم ہو اور میں نے نہیں سنا کہ اب کائنات نے بجز زندگانی حبیب کے کسی پیغمبر کی زندگی مقدس کی ساتھ قسم کھائی ہو۔ صرف انہی کے متعلق فرمایا۔ لعمرك انھو لفي سكرتهم يعمهون۔ مجھے تمہاری حیات مقدسہ اور زندگانی مبارکہ کی قسم تمہارے مخالفین اپنی بدستی میں بھٹک رہے ہیں اور تمہیں جان پہچان نہیں سکے۔

ابن عقیل فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ اعجاز بخشا و اصطنعتك لنفسي۔ میں نے تمہیں اپنے لیے بنایا ہے اور اپنا ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ مگر اس سے عظیم ترین اعزاز و اکرام حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ کو بخشا کہ ان کے بیعت لینے کو اپنا بیعت لینا اور اُن کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیدیا۔

ان الذین یبا یعونک انما یبا یعون اللہ ید اللہ فوق اید یدیہو۔

نیز جس شہر میں اُن کے مقدس پاؤں لگ گئے اور اس خطہ کی خاک پاک کو لنگے پائے ناز پر بوسے دینے کا موقع مل گیا تو اس شہر کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا۔

لا اقسو بهذا البلد وانت حل بهذا البلد۔ معنی یہ ہے کہ میں قسم اٹھاتا ہوں مگر بلد اور شہر کی قسم نہیں اٹھاتا ہاں اس وقت اس شہر کی بھی قسم اٹھاتا ہوں کیونکہ تم اس میں موجود ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا

عہ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں سہ

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا جو کسی کو ملے نہ کسی کو ملے کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہ کلام و بقا کی قسم

اے موسیٰ جوتے آمارو اور وادی مقدس میں چل کر میری بارگاہ تک  
 اؤ۔ اخلع نعلیک انک بالوادی المقدس طوی۔ مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اے حبیب براق پر سوار ہو کر آؤ اور سواری کی حالت میں آؤ  
 کہاں پیدل اور جوتے آمار کر چلنا اوگھاں حکم الماکمین کی بھی ہوئی براق برق رفتار حبیبی سواری پر سوار ہو کر آنا یعنی محبوبانہ  
 اور شاہانہ شان اور ان بان سے آنا ذہنی اللہ علی حبیبہ و محبوبہ رعہ

۹۔ نویں وجہ تعظیم و تشریف۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے افعال و احوال اور لغزشات و زلات ذکر کرنے  
 کے بعد ان سے درگزر فرمانے اور ان کی توبہ قبول کرنے کا ذکر فرمایا۔ مگر حبیب پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کی مغفرت و  
 بخشش اور ان سے اپنی معفو و درگزر کا ذکر فرمایا بغیر اس کے کہ ان کی کسی لغزش کا ذکر یا کسی زلت کی نشاندہی کی  
 جائے۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ دعصی آدم ربہ فغوی۔ آدم علیہ السلام نے رب تبارک و  
 تعالیٰ کی فرمان کی پابندی نہ کی اور راہ راست پر ثابت قدم نہ رہے۔ ثمر اجتباہ ربہ فتاب علیہ و ہدی  
 پھران کے رب نے ان کو چن بیا اور ان پر نظر رحمت فرمائی اور استقامت عطا فرمائی۔

۲۔ حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے متعلق بطور حکایت فرمایا۔ "انی قتلت منهم نفسا" میں نے ان میں سے  
 ایک قبلی آدمی کو خطا قتل کر دیا تھا۔ پھران کی عرضداشت نقل فرمائی۔ "رب اغفر لی" اے میرے رب میرے  
 لیے مغفرت و بخشش فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت فرمائی۔

۳۔ حضرت داؤد علیہ السلام سے بطور نقل و حکایت فرمایا۔ لقد ظلمک یسوال نعتک الی لفاجة وان کثیراً  
 من الخطاء لیبغی بعضہم علی بعض "تنانوے بھڑوں والے نے تجھ سے صرف ایک بھیڑ کا مالک ہونے  
 کے باوجود یہ مطالبہ کر کے کہ یہ بھی مجھے دیدے تاکہ میں اس کو ساتھ ملا کر سو پوری کر لوں اور مجھے عزت و  
 عظمت حاصل ہو جائے۔ تجھ پر ظلم اور تعدی کی ہے اور بہت سے مال میں اشتراک و اختلاط کرنے والے  
 ایک دوسرے پر ظلم و تعدی سے کام لیتے ہیں۔

جب انہوں نے سائلین کے اس سوال میں غور و تدبر کیا تو سمجھ گئے کہ یہ سائل فرشتے ہیں اور یہ ان کو میری

ف علامہ نہبانی جو اہل البیہار میں فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو طور کے قریب جوتے آمار نے کا حکم دیا گیا جبکہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو  
 سرعش بھی یہ رخصت نہ ملی۔ لدی الطور موسیٰ نودی اخلع واحمد۔ علی العرش لعلوذن بخلع نعالہ۔ علی راس ہذا لکون  
 نعل محمدی۔ علت نجیح الخلق تحت ظلالہ۔ حبیب پاک کے نعلین پاک ساری مخلوق کے سروں پر طہ بند ہو گئے اور بھی ان  
 کے سایہ میں آرام کرنے والے ہیں۔

نصیحت کے لیے الشرب العزت نے میرے پاس بھیجا ہے تو بارگاہ خداوندی میں سیدہ ریزہ ہو گئے اور رجوع الی اللہ کیا اور اپنی لغزش پر معذرت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے درگزر فرمایا انفرنا لہ ذالک۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور اُن کے اس دعویٰ پر کہ میں تمام بیویوں سے آج رات مباشرت کروں گا اور ان میں سے ہر ایک شاہسوار کو جنم دے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا مگر وہ انشاء اللہ کتنا جھول گئے، ہم نے ان کو تہنہ فرمایا اور سوائے ایک نام تمام حمل کے جو ساقط ہو گیا کسی کو بھی حمل نہ ٹھہرا۔ تب انہوں نے بارگاہ خداوندی میں انابت کی اور ہماری طرف رجوع کیا۔

الغرض ہر پیغمبر کے متعلق یہی انداز اختیار فرمایا گیا لیکن حبیب پاک علیہ افضل الصلوات کے غفران و نوب کی خبر دہی تو کسی لغزش اور زلت کا تذکرہ نہ فرمایا بلکہ محض اطہار فضل و کرم کے انداز میں فرمایا ہم نے آپ کے پہلے پچھلے گناہ (بالغرض ہیں یا ہوں) سبھی معاف کر دیے ہیں اور آپ سے روز قیامت قطعاً باز پرس نہیں ہوگی۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم عن ذنبك وما تأخر۔ لہذا آپ کو اپنی ذات کے متعلق کسی قسم کا خوف و حزن نہیں کرنا چاہیے۔ ۱۰۔ وسویں وجہ تعظیم و تکریم اور سبب فوقیت و برتری۔ ۱۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں اپنی خطا و اجتہادی اور لغزش و زلت کی معافی مانگنے کے لیے آپ کی حرمت و عزت کے وسیلہ علیہ سے دعا کی تب اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے مغفرت فرمائی اور اس کا تفصیلی بیان قبل ازیں ابواب ہدایت میں گند چکا ہے۔ ۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے عذاب طلب کیا اور طوفان بلا میں گھر گراہا گیا ہو گئے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان اُحد میں اُن کے ہاتھوں تکلیف شدیدہ پہنچنے کے باوجود اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے دعا و ہلاکت کے متعلق عرض کرنے کے باوجود یہ دعا فرمائی۔ اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ اے اللہ میری قوم کو مغفرت عطا فرما اور ان سے درگزر فرما کیونکہ وہ بے خبر ہیں اور میرے مقام اور منصب کو نہیں جانتے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے منصب خلت عطا فرمایا وقد اتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً تو حبیب خدا علیہ التیمیۃ والثناء کو بھی یہ منصب عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے و لکن صاحبکو خلیل اللہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ان صاحبکو خلیل اللہ، تمہارا نبی و رسول اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

مزید برآں آپ کو منصب محبوبیت بھی عطا فرمایا جو اور کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں

فتمیں اپنا خلیل بنایا ہے۔ تورات میں آپ کے متعلق لکھا ہے محمد حبیب الرحمن محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب رحمن کے حبیب ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ کو اپنے ساتھ ہم کلام اور سرگوشی کرنے والا بنایا اور مجھے اپنا حبیب بنایا اور پھر فرمایا دعوتی لا دثرن حبیبی علی خلیلی ونجی۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں اپنے حبیب کو اپنے خلیل و کلیم پر ترجیح اور فوقیت و فضیلت لوں گا۔ لہذا الحمد

۱۱۔ گیارہویں وجہ تکریم۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع کمالات انبیاء علیہم السلام ہونا۔  
۱۔ ابراہیم علیہ السلام کو اگر اللہ تعالیٰ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ انہوں نے اصنام و اوثان کو توڑ ڈالا تو ہمارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ شرف بخشا کہ آپ نے پہلے بت کو کعبہ کی بلندی سے نیچے اتار پھینکا اور فتح مکہ کے دن تین سو ساٹھ بتوں کو چھڑی کا اشارہ فرما کر سرنگوں کر دیا اور اوندھے منہ گر اویا۔  
۲۔ اگر ہود علیہ السلام کو یہ فضیلت و فوقیت بخشی کہ باد و بوز کے ذریعے ان کی نصرت و امداد فرمائی اور ان کی قوم کو مغلوب و مقهور بلکہ نیست و نابود فرمایا تو نبی الانبیاء فخر المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ فضیلت عطا فرمائی خندق کے موقع پر باد صبا کے ذریعے آپ کی نصرت و امداد کا سامان فرمایا اور سبھی احزاب اور جنود اعداء بدحواس ہو کر بھاگ گئے۔

۳۔ اگر صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا فرمایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اونٹ سربسجود ہوئے اور ان کی عظمت خدا واد کو لوگوں پر ظاہر کرنے کا سبب بنے۔

۴۔ اگر یوسف علیہ السلام میں حسن صورت اور صحبت رخسار تھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نور چودہویں کے چاند کی طرح چمکیلا تھا۔

۵۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے چشمے پھوٹے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبلے۔ پتھروں سے پانی کا نکلنا اتنا عجیب اور انوکھا امر نہیں کیونکہ ہمیشہ پانی پتھروں اور پہاڑوں سے ہی نکلتا ہے۔ گوشت پوست اور خون کے درمیان سے پانی کا نکلنا عجیب ترین اور حیرت انگیز ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اڑوہا کاروپ دھار لینا اور اس میں زندگی کا آجانا عظیم معجزہ اور عجیب ہے مگر اس سے بھی عجیب ترین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجور کے خشک ستون کا آواز حزیں نکلنا۔ اپنے ذوق و شوق کا مظاہرہ کرنا اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں آہ و بکا کرنا پھر ان کا

عصا کو حیات بخشا بالارادہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون کو حیات بخشی۔ درد و ذوق تو یہاں محض آپ کے جسد اطہر سے مس ہو جانے کی وجہ سے ہے اور ملا ارادہ ہے۔  
نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا۔  
گو یا صرف عصا نہیں پورا درخت آپ کی توجہ سے جاندار بھی بن گیا اور عقلمند بھی اور زمین کو چیرتے ہوئے چل کر حاضر ہونے پر قادر بھی۔

۶۔ پہاڑوں نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تنزیہ کے نغمے الاپے تو کنکریوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں تسبیح باری کہہ سنائی (بلکہ حضرت صدیق و فاروق اور ذی النورین رضی اللہ عنہم کے مقدس ہاتھوں میں بھی)۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہیں تیار فرماتے تو نبی الانبیاء قائد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر موم کی طرح نرم ہو گیا۔  
ابو نعیم اصبہانی نے فرمایا کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے اور اعداؤ دین غار کے اوپر آپہنچے تو آپ نے اپنے سر اقدس کو ایک طرف جھکایا تاکہ اپنے آپ کو ان کی نظروں سے چھپائیں۔  
جب سر اقدس غار کی دیوار سے ٹکرایا تو وہ موم کی طرح نرم ہو گئی اور آپ نے اپنا سر اقدس اس کے اندر چھپا لیا۔

اور ایک مرتبہ آپ نے راحت حاصل کرنے کے لیے اور تھکان دور کرنے کے لیے اپنی کلائی اور کہنی مبارک کو سخت ترین پہاڑ کے ایک پتھر پر رکھا تو وہ اس قدر نرم ہو گیا کہ دست اقدس کے نشانات اس پر ثبت ہو گئے۔ وہ پتھر مشہور و معروف ہے اہل اسلام حج کے موقع پر اس کی زیارت کو جاتے ہیں اور دیدار کرتے ہیں۔

شب معراج بیت المقدس کے صخرہ کے ساتھ براق کو باندھنا تھا تو وہ آٹے کی مانند نرم اور ملائم ہو گیا آپ نے اس کے ساتھ اپنی سواری کو باندھ دیا (تو وہ پھر سابقہ حالت پر آ گیا) لوگ اب تک اس پتھر کی زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو روئے زمین کی حکومت و سلطنت عطا کی گئی تھی تو نبی مکرم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانہ ارضی کی چابیاں دے دی گئیں اگرچہ آپ نے زہد اور فقر کو اختیار فرمایا اور ان خزانوں کو استعمال نہ فرمایا (مگر حصول خزانہ الگ چیز ہے اور ان کا استعمال الگ امر اور استعمال نہ کرنے سے ملکیت کی نفی لازم نہیں آتی جنت اور اس کے جملہ نعم کا مالک اللہ رب العزت ہے لیکن انکو استعمال

نقطہ اہل جنت مومنین کریں گے،

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اس ہوا کو مسخر کر دیا گیا تھا جس کی صبح کی سیر ایک مہینہ کی راہ تھی اور پچھلے وقت کی سیر بھی ایک مہینہ کا راستہ۔ تو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شب اسرار بیت المقدس تک کا ایک ماہ کا راستہ، رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمایا اور عرش عالی تک پچاس ہزار سال کی مسافت (اور لامکان تک کی مسافت کی تعیین و تحدید ممکن ہی نہیں) بھی رات کے تھوڑے سے حصہ میں طے فرمائی۔

اور آپ کا رعب و دبذبہ ایک مہینہ کی مسافت پر پھیلا ہوا تھا (اور اتنی دور بیٹھے ہوئے امراد و سلاطین آپ سے مرعوب اور خوفزدہ تھے)

حضرت سلیمان کو پرندوں کا کلام سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائی گئی تھی علینا منطق الطیر۔ تو یہ وصف ہمارے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علی الوجہ الاثم حاصل تھا۔ آپ نے اونٹ، بھیڑیے اور شجر و حجر کے کلام کو سمجھا۔ اگر سلیمان علیہ السلام کے لیے سرکش جنوں اور شیاطین کو مسخر کر دیا گیا تھا تو ہمارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جنوں کے ایک طائفہ کو مطیع و غلام بنا دیا گیا اور ان کو دولتِ اسلام و ایمان سے مالا مال کر دیا گیا (اور جبر و قہر کے ساتھ تعمیل حکم کر لینا اور بات ہے اور خوشی سے اور تحصیل سعادت کی خاطر خدمت بجا لانا دوسرا امر ہے)

حضرت سلیمان علیہ السلام اگر سرکش جنوں اور شیاطین کو قید کر سکتے تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ قدرت و طاقت عطا فرمائی گئی جب ایک سرکش جن آپ کی نماز قطع کرنے کے لیے آیا تو آپ نے اس کو پکڑ لیا اور قید فرمایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے معاون و مددگار جن تھے جو آپ کی خدمت بجالاتے تھے مگر نبی عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار اور شکر می ملائکہ تھے جو آپ کے سامنے آپ کے امدار سے قتال کرتے اور آپ کے دشمنوں کو آپ سے دور رکھتے۔

قبل ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابو جہل لعین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تاکہ جب آپ سجدہ میں سر اقدس رکھیں تو وہ خبیث آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھے اور پامال کرے مگر فوراً اٹھے پاؤں واپس ہونے لگا اور کہا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور ہول و دہشت بھی ہے اور پروں کے پھر پھرانے کی آوازیں بھی ہیں۔

۸۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز اور اعجاز بخشا کہ وہ غیبی خبریں دیتے تھے۔



اور جو کچھ لوگ کھا کر آتے اسے بیان فرما دیتے اور جو کچھ گھروں میں رکھ کر آتے اسے بھی بیان فرما دیتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کے ساتھ اس وصف کمال میں شریک ہیں بلکہ ان پر فائق کہ آپ کے علوم غیبیہ سب پیغمبران کرام کے علوم پر محیط ہیں اور وہ اسرار و رموز بھی حاصل ہیں جو اوروں سے مخفی اور پوشیدہ تھے) ۱۲۔ بارہویں وجہ تعظیم و توقیر اور بہت تفضیل و تکریم۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنا نام نامی اور اسم گرامی ذکر فرمایا ساتھ ہی اپنے حبیب کے نام اقدس کا ذکر فرمایا۔ خواہ طاعت و اتباع کا مقام ہو یا استکبار و عصیان کا۔ ارشاد باری ہے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ يَطِيعُونَ اللَّهَ وَاَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔

فیصلہ و حکیم کے متعلق فرمایا "فردوہ الی اللہ والی الرسول" وہ اس امر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائیں۔ مال کی تقسیم کے موقع پر فرمایا۔ فَاِنَّ لِلّٰهِ خَمْسَهُ وَاَلِلرَّسُولِ۔ مالِ غَنِيْمَتٍ كَاخْمَسِ اللّٰهِ تَعَالٰی كَے لیے ہے اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ منافقین کی ناشکر گزاری میں بیان کرتے وقت فرمایا۔ وَاَنْتُمْ اِلَّا اَنْ اَعْنَاهُمْ اللّٰهُ وَاَرْسُوْلُهُ۔ انہوں نے معیوب نہیں سمجھا مگر اس امر کو کہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غنی کر دیا۔ مقام ایذا رسانی اور اسادت ادب میں فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَاَرْسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاَلْآخِرَةِ وَاَعْدَلَهُمْ عَذَابًا مُّبِيْنًا۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا و آخرت میں ملعون قرار دے دیا ہے اور ان کے لیے ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اَلَّذِيْنَ يُجَادِدُ اللّٰهَ وَاَرْسُوْلَهُ۔ کیا ان کو معلوم نہیں ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت و دشمنی کی۔

بیان احکام کے ضمن میں فرمایا وَلَا يَحْرَمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَاَرْسُوْلُهُ۔ وہ اس چیز کو حرام نہیں سمجھتے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ اور ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ لَا اَذْكُرُ اِلَّا ذِكْرَ مَعِي۔ جب بھی میرا ذکر کیا جائے گا تمہارا ذکر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا۔

فَخَرَّ الْاَنْبِيَاءُ وَاَلْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَاَلتَّسْلِيْمُ كِي جَمَلُهُ اَنْبِيَاءُ وَاَكْرَامُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِرَفِيْعِيَّتِهِ وَاَلتَّسْلِيْمُ

فَوْقِيَّتِمْ بِرَدَالَتِمْ كَرْنِ وَاَلِي اَحَادِيْثِ كَا بَيَانِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ

ایسی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو اور کسی نبی و رسول کو عطا نہیں گئیں۔

- (۱) مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب و دبدبہ عطا فرما کر منصور و غالب کیا گیا ہے۔
  - (۲) تمام روئے زمین کو میرے لیے قابل نماز اور قابل طہارت بنا دیا گیا ہے۔ میرے امتی کو جہاں بھی وقت نماز آہنچے وہ وہیں نماز پڑھ لے اور پانی دستیاب نہ ہو تو تمیم کرے۔
  - (۳) میرے لیے اور میری خاطر میری امت کے لیے اموال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کے پیغمبر پر اموال غنیمت کو حلال نہیں کیا گیا۔
  - (۴) مجھے شفاعت عظمیٰ عطا کی گئی ہے (اور تمام انبیاء علیہم السلام کی شفاعت اسی میں مندرج ہیں جب تک آپ باب شفاعت نہیں کھولیں گے کوئی نبی و رسول شفاعت نہیں کر سکے گا)۔
  - (۵) ہر نبی مخصوص قوم و قبیلہ اور علاقہ کی طرف مبعوث ہوا اور میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔
- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
- (۱) مجھے کلمات جامد کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا ہے (جن میں لفظی طور پر انتہائی اختصار ہے مگر معانی کے لحاظ سے ہر ایک کلمہ معانی و مطالب کے ایک جہاں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے)۔
  - (۲) اور رعب و دبدبہ عطا فرما کر میری امداد و نصرت فرمائی گئی ہے۔
  - (۳) اس دوران کہ میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ ان دونوں روایات کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔
- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے پانچ خصوصیات سے نوازا گیا ہے جو پہلے کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی گئیں۔
- (۱) مجھے بھی سیاہ و سفید کی طرف بھیجا گیا ہے یعنی تمام نوع انسانی کی طرف بنیر تخصیص رنگ و نسل کے۔
  - (۲) میرے لیے تمام روئے زمین کو حکم مسجد میں کر دیا گیا ہے اور بطریق تیمم طہارت و نزاہت کا موجب بنا دیا گیا ہے۔
  - (۳) میری خاطر اموال غنیمت کو حلال قرار دیا گیا ہے حالانکہ قبل ازیں کسی پیغمبر پر ان کو حلال نہیں کیا گیا تھا۔
  - (۴) مجھے رعب و دبدبہ عطا فرما کر امداد دی گئی ہے۔ میرے اعداء مجھ سے ایک مہینہ کی مسافت پر دور ہونے کے باوجود مرعوب و خوفزدہ ہیں۔
  - (۵) اور مجھے کہا گیا ہے سل تعطہ جو بھی مجھ سے طلب کرو تمہیں عطا کر دیا جائے گا تو میں نے اپنی دعا کو روز قیامت کے لیے محفوظ رکھ لیا گیا ہے تاکہ اپنی امت کے لیے شفاعت کروں اور ان کی نجات و فلاح کے لیے اس دعا کو استعمال کروں اور وہ دعا انشاء اللہ میری امت کے ہر اس شخص کو شامل ہوگی جو

شُرک سے محفوظ ہو کر مرا اور توجید و رسالت کا اقرار و اعتراف کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

حضرت ابو امام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے چار وجوہ سے تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت و برتری عطا کی گئی ہے (جن میں سے دو یہ ہیں) میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور قابل طہارت بنایا گیا ہے اور اموال غنیمت میرے لیے حلال کیے گئے ہیں۔

حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد گرامی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سادات فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا۔ مجھے وہ خصوصیات عطا کی گئی ہیں جو انبیاء کرام علیہ السلام میں سے کسی کو عطا نہیں کی گئیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔

۱۔ رعب و دبدبہ کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔

۲۔ مجھے خزائن ارضی کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔

۳۔ مجھے احمد کے مقدس نام کے ساتھ موسوم کیا گیا ہے۔ یعنی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والے یا سب سے زیادہ تعریف کیے ہوئے۔

۴۔ ساری زمین اور اس کی گرد و غبار میرے لیے موجب طہارت بنا دی گئی ہے۔

۵۔ میری امت سب اہم و اقوام سے افضل و اعلیٰ بنا دی گئی ہے۔

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سال رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ کے پیچھے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں سے چند حضرات جمع ہو کر حراست و حفاظت کرنے لگے جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہو گئے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں آج رات پانچ ایسے انعامات دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی شخص کو نہیں دیے گئے۔

۱۔ میں سب انسانوں کی طرف بغیر تخصیص علاقہ و قوم و بلا امتیاز رنگ و نسل رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اور مجھ سے قبل جتنے رسل کرام تھے وہ صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

۲۔ میں اپنے اعداء و مخالفین پر رعب و دبدبہ اور شان و شکوہ کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہی کیوں نہ ہو وہ میرے رعب و دبدبہ سے مرعوب و خوفزدہ

اور دہشت و مہبت سے لرزہ بر اندام ہوں گے۔

۳۔ میرے لیے سب غنائم کو حلال کیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام ان کے تناول اور

استعمال کو امر عظیم اور گناہ سمجھتے تھے اور ان کو جلا دیتے تھے۔

۴۔ میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور طہارت کا موجب بنا دیا گیا ہے۔ مجھے جہاں بھی نماز کا وقت آجائے گا زمین پر سر کر کے نماز ادا کر سکوں گا (اور اسی طرح میری امت بھی) اور مجھ سے قبل جتنے انبیاء علیہم السلام تھے وہ اس امر کو عظیم سمجھتے تھے اور وہ صرف اپنی عبادت گاہوں میں ہی نماز ادا کرتے تھے۔

۵۔ پانچویں خصوصیت اتنی عظیم ہے کہ اس کا بیان ہی ممکن نہیں ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ جو چاہو طلب کرو (تمہیں دیا جائے گا) ہر نبی کو بھی اسی طرح کا حق دیا گیا مگر انہوں نے دنیا میں ہی اپنے اس حق کو استعمال کر لیا۔ لیکن میں نے اپنے سوال کو قیامت کے دن کے لیے مؤخر کر دیا ہے لہذا یہ تمہارے لیے ہے اور ہر اس شخص کے لیے جس نے توحید باری تعالیٰ اور میری رسالت کی گواہی دی اور اسی پر فوت ہوا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک صحیفہ لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان کو بعض اہل کتاب سے ہاتھ لگا تھا اور اُسے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پڑھا تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تمہیں میری شریعت میں کوئی خوف اور ڈر ہے! مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے پاس شریعت غرارہ اس حالت میں لایا ہوں کہ وہ واضح اور صاف ستھری ہے جس میں باطل کی ذرا بھر ملاوٹ نہیں ہے۔ تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کرو کہیں وہ تمہیں حق بیان کریں اور تم اس کی تکذیب نہ کر بیٹھو، کبھی باطل و ناحق بیان کریں اور تم ان کی تصدیق نہ کر بیٹھو۔

مجھے اس ذات اقدس کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ لو کان موسیٰ نبیاً ما درہ الا ان یتبعنی۔ اگر موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم زندہ ہوتے تو ان کے لیے سوائے میری اتباع کے کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو بدالکو موسیٰ فاتبعتہ ثم ترکتمونی لصللتم عن سواد السبیل ولو کان موسیٰ حیاً ادرک نبوتی لا تبعنی۔ اگر موسیٰ علیہ السلام تمہارے سامنے نمودار ہو جائیں اور تم ان کی اتباع کر لو پھر مجھے نظر انداز کر دو اور میری اطاعت و اتباع سے منہ موڑ لو تو تم بھی سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ کلیم علیہ السلام حیات ظاہرہ کے ساتھ دنیا میں موجود ہوتے اور میرے زمانہ نبوت کو پالیتے تو ضرور بالضرور اتباع و اطاعت کرتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں لوگوں پر مین و جوہ

سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کی مانند بنائی گئی ہیں اور ہمارے لیے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے اور اس کی خاک اور غبار ہمارے لیے موجب طہارت بنا دی گئی ہے جب کہ ہمیں پانی میر نہ آئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء کرام علیہم السلام پر چھ امور کے ساتھ فضیلت و فوقیت عطا فرمائی گئی ہے۔

۱۔ مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے ہیں۔

۲۔ رعب و دبدبہ کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی ہے۔

۳۔ اموال غنیمت ہمارے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں۔

۴۔ تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور سبب طہارت و تمہنا دیا گیا ہے۔

۵۔ مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور ملت الی الملثق کافیہ

۶۔ مجھ پر سلسلہ نبوت اور سلسلہ انبیاء علیہم السلام ختم کر دیا گیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد نبوی میں موجود تھا کہ ایک آدمی نماز پڑھنے کے لیے اندر آیا۔ اُس نے قرات ایسی کی جس کو میں نہیں جانتا تھا۔ پھر ایک اور شخص داخل ہوا اُس نے اس شخص سے مختلف قرات کی۔ جب ہم سب نے نماز ادا کر لی اور فارغ ہو گئے تو مل کر بارگاہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

میں نے عرض کیا اس شخص نے ایسی قرات کی ہے جس پر میں نے انکار کیا اور دوسرا شخص داخل ہوا تو اُس نے اس سے بھی مختلف قرات کی (گو یا سورت ایک ہے مگر ہم تینوں کی قرات مختلف)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے قرات کرائی۔ انہوں نے وہ سورہ پڑھ کر سنائی۔ آپ نے ان کی قرات کو درست اور صحیح قرار دیا۔ تو میرے دل میں شیطانی وساوس اس قدر پیدا ہوئے کہ اس طرح کے وساوس اس وقت بھی پیدا ہوئے تھے جب کہ میں جاہلیت کی حالت پر تھا اور یہ محض وساوس و خواہاتھے نہ کہ نعوذ باللہ

عہ اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صرف جنوں اور انسانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں تک بلوریت باری تعالیٰ کی وسعت ہے وہیں تک رسالت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پھیلی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ اور اصل رحمت نبوت و رسالت ہے اسی لیے شیخ محقق عبدالمحق علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ وے صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث است بجمیع اجزاء عالم والتفصیل مقام آخر۔

آپ کی نبوت و رسالت کا بالفصل انکار اور کذب البتہ مشرف اسلام ہونے کی وجہ سے وہ معمولی تھے تو بھی عظیم معلوم ہو رہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے مجھے اپنے گھرے میں لینے والے وساوس و خواطر کو ملاحظہ فرمایا اور ان کا خدا و فرستادہ نور نبوت سے مشاہدہ فرمایا تو میرے سینہ پر ہاتھ مارا میں خوف و دہشت سے پسینہ پسینہ ہو گیا اور مجھے خوف و خشیت کی حالت میں یوں معلوم ہو رہا تھا کہ میں الشرب العزت کے حضور حاضر ہوں اور اس کا دیدار کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابی مجھ پر قرآن مقدس نازل کیا گیا کہ ایک قرأت پر پڑھو، میں نے اس کو اللہ کی طرف لوٹا دیا اور عرض کیا۔ ہون علی امتی۔ میری امت پر آسانی فرما۔

دوبارہ قرآن مقدس مجھ پر نازل کیا گیا اور دو قرأتوں پر پڑھنے کی رخصت دی گئی تو میں نے پھر لوٹا دیا اور عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔

سہ بارہ نازل ہوا اور سات قرأت پر پڑھنے کی اجازت ملی اور ساتھ ہی یہ انعام و احسان بھی فرمایا گیا۔ وکذلک بحکل ردہ رد تکھا مسئلہ تسالنیھا۔ تمہارے لیے ہر بار لوٹانے کے بدلے ایک دعا کا حق ہے جو تم مجھ سے طلب کرو گے اور میں ضرور اس کو قبول کروں گا تو میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کے صغیرہ گناہ معاف فرما۔ اے اللہ میری امت کے کبیرہ گناہ معاف فرما۔

داخرت الثالثہ لیوم یغیب فیہ آتی المخلق کلہم حتی ابراہیم۔ اور میری دعا کو میں نے اس دن کے لیے بچا کے رکھا ہے جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام بھی میری پناہ لینے پر مجبور ہوں گے۔ اور میرے در اقدس کے علاوہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔

یہ روایت اور اس سے پہلی دو روایات مسلم کے منقولات میں سے ہیں۔ حضرت ابو امامہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مجھے الشرب العزت نے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور میری امت کو تمام ائمہ پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور رعب و دبدبہ کے ذریعہ سے میری مدد فرمائی ہے جو ایک ماہ کی مسافت میرے آگے آگے چلتا ہے جس کو میرے اعداء کے قلوب میں ڈال دیا ہے۔ تمام روئے زمین میرے لیے مسجد اور موجب طہارت بنا دیا گیا لہذا جس جگہ کو جہاں کہیں نماز پالے تو اس کے لیے اس کے پاس ہی مسجد ہے اور موجب طہارت اور میرے لیے اموال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے پانچ امتیازی خصوصیات عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔

۱۔ میرے لیے تمام روئے زمین کو محل سجد و عبادت اور وجہ طہارت و نزاہت بنا دیا گیا ہے اور پہلے انبیاء

بھی مساجد سے باہر نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔

۲۔ میری نصرت و امداد خدا اور رب و بدبہ کے ذریعہ کی گئی ہے۔ میرے اور میرے اعداد کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب اور خوف و دہشت پیدا فرما دیتا ہے۔

۳۔ پہلے ہر نبی کو خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا لیکن میں سب جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

۴۔ پہلے انبیاء علیہم السلام اموال غنیمت سے خمس الگ کرتے تھے جس کو آسمانی آگ آکر کھا جاتی تھی اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کو اپنی امت میں تقسیم کر دوں۔

۵۔ ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا گیا تھا انہوں نے وہ دعا دنیا میں ہی مانگی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا مطلوب مسئلہ ان کو دے دیا اور میں نے اپنا حق شفاعت اور دعا اپنی امت کے لیے بچا کر رکھی ہے جو بروز قیامت ان کے کام آئے گی۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس نوٹدیاں تھیں اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ نوٹدیاں اور غلام مال غنیمت میں ہی ممکن ہیں اور غلامی آثار غنیمت سے ہی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا مطلب کیا ہوگا کہ اموال غنیمت صرف میرے لیے حلال قرار دیے گئے ہیں۔

جواب :- انبیاء علیہم السلام جب جہاد فرماتے اور مال غنیمت جو کہ ساز و سامان اور مطعومات و ماکولات کے قبیلہ سے ہوتا اس کو آگے رکھتے تو آگ آتی اور ان کو کھا جاتی خواہ اس میں خمس نبی علیہ السلام کا ہونا یا امت کے حصص ہوتے اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ایک نبی نے جہاد کیا۔ جو کچھ بطور مال غنیمت ہاتھ لگا اس کو جمع کیا۔ آگ آئی تاکہ اس کو کھائے مگر قریب آکر اس کو کھانے اور جلانے سے رک گئی اس نبی کرم نے فرمایا اے میری امت تم میں سے کسی نے خیانت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے گائے کے سر جتنا سونے کا عظیم ٹکڑا نکالا اور اس کو مال غنیمت میں رکھا تب آگ آئی اور اس سب مال کو جلا کر بھسم کر گئی۔

تو اموال غنیمت ہم سے پہلے کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہوئے اور ہم پر حلال اس لیے کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے عجز اور ضعف کو ملاحظہ فرمایا تو ان کو ہمارے لیے طیب اور پاکیزہ قرار دے دیا۔

یہ تو ہے حکم ساز و سامان اور ماکولات و مطعومات کا رہا معاملہ حیوانات کا اور عورتوں، بچوں وغیرہ کا تو وہ مجاہدین کی ملکیت ہو جاتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے لیے ان میں سے کوئی شے بطور مال غنیمت لینے کی رخصت اور اجازت نہیں ہوتی تھی۔ البتہ نمانین سے خریدنا اور ان کے ہدایا کو قبول کر لینا وغیرہ ان کے لیے جائز تھا لہذا حضرت،

سیمان علیہ السلام کا ان نوڈیوں کو حاصل کرنا اور ان کے ساتھ ازدواجی برتاؤ کرنا اسی امر پر مبنی تھا اور نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ماں محسن اور اموال نے حاصل فرماتے اور ان میں حسب مشاقت فرماتے اور یہ دونوں تم کے اموال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھے بخلاف دوسرے انبیاء کرام کے۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ نوڈیاں اور غلام بھی تو اموال غنیمت سے ہیں اور وہ پہلی امتوں کے لیے حلال تھے تو خصوصیت نبوی اس سلسلے میں باقی نہیں رہے گی۔

جواب :- ٹھیک ہے کہ نوڈیاں اور غلام اموال غنیمت میں سے تھے اور اہم سابقہ کے لیے حلال بھی مگر خصوصیت نبوی دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لحاظ سے ہے کہ پہلے انبیاء کرام پر ان کو حرام قرار دیا گیا اور صرف نبی اکرم علیہ السلام کے لیے ان کو حلال ٹھہرایا گیا۔ لہذا آپ دوسرے انبیاء کرام سے اس معاملہ میں منفرد اور ممتاز ہو گئے۔

## خصائص نبویہ اور اوصاف امتیازی کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا سید الناس یوم القیامۃ" میں بروز قیامت سب لوگوں کا سردار اور ملجا و ماویٰ اور مرکز حاجات ہوں گا کیا جانتے ہو کہ یہ کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو (ایک میدان میں) جمع فرمائے گا۔ سورج لوگوں کے بہت قریب آجائے گا اور ان کو اس قدر رنج و الم اور کرب و غم لاحق ہوگا جس کی ان میں قوت برداشت نہیں ہوگی۔ وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ کیا ایسے مقدس شخص کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہ خداوندی میں تمہاری سفارش و شفاعت کرے۔ تب وہ آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور مختلف انبیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان کے معذوری ظاہر فرمانے کے بعد بالآخر نبی الانبیاء علیہم وعلیہم التہیۃ و التناز کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر حالت زار عرض کریں گے اور شفاعت کا سوال کریں گے، اور آپ شفاعت فرما کر ان کو اس کرب و الم سے نجات دلائیں گے۔

لہذا صرف وہی سیدنا اور سبھی اہل محشر کا ملجا و ماویٰ اور آسرا و سہارا ہوں گے۔

یہ حدیث تفصیلاً باب شفاعت میں نقل کی جائے گی اور وہاں احادیث نبویہ کی روشنی میں ثابت کیا جائے گا کہ اس دن ساری مخلوق ان کی نگاہ لطف و کرم کی محتاج ہوگی اور سب انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقدم اور سبقت حاصل ہوگی اور سب کی سیادت و قیادت کا سہرا آپ کے سر اقدس اور جبین نور پر ہوگا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ہی سب لوگوں سے پہلے اپنی قبر نور سے نکلنے والا ہوں گا۔ جب ان کو اپنی اپنی قبروں سے اٹھایا جائے گا اور جب وہ بارگاہ



خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں ہی ان کی طرف سے اللہ رب العزت کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کی ترجمانی کرنے والا ہوں گا اور میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جبکہ وہ ناامید ہونے لگیں گے اور میں ہی اللہ رب العزت کے ہاں سب اولادِ آدم علیہ السلام سے مکرم و معظّم ہوں گا اور میں نے جو کچھ اپنا خدا و منصب و مقام بیان کیا ہے تو یہ بطور فخر و ناز نہیں ہے بلکہ اظہارِ حقیقت اور تحدیثِ نعمت ہے تاکہ تم میرے مقام کو صحیح طور پر سمجھو اور اس کے مطابق عقیدہ رکھو۔

اور ایک روایت میں ہے انا اکرم الاولین والاخرین علیٰ اللہ ولا فخر۔ میں اللہ رب العالمین کے ہاں سب پہلوں اور پچھلوں سے زیادہ عزت و کرامت کا حقدار ہوں اور یہ بات محض فخر کے لیے نہیں کر رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں سب لوگوں سے اول ہوں قبر سے نکلنے میں جبکہ لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا اور میں ان کا وافر ترجمان ہوں گا جب کہ وہ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوں گے اور میں ہی ان کی طرف سے وکالت کرنے والا ہوں گا جب کہ وہ مہربلب ہو جائیں گے اور میں ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جب کہ انہیں میدانِ محشر میں روک دیا جائے گا۔ اور میں ہی ان کو بشارت دینے والا ہوں گا جبکہ وہ خلاص و نجات سے ناامید ہو جائیں گے۔ سبھی خزانوں کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں ہی اللہ رب العزت پر تمام اولادِ آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم و معظّم ہوں۔ میری بارگاہ میں سزا خدامِ خدمتگذاری کے لیے دوڑے پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ سفید چمکدار موتی ہیں جن کو پردوں میں چھپا کر رکھا گیا ہے یا لوٹو آبدار جو ابھی کان سے باہر آئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ آپ باہر تشریف لے آئے حتیٰ کہ ان کے قریب ہو گئے تو آپ نے انہیں باہم مذاکرہ اور مباحثہ کرتے ہوئے سنا بعض کہہ رہے تھے۔

عہ پھلی روایات سے خزانوں ارضی کی چابیوں کا آپ کے دست اقدس میں دیا جانا واضح ہو چکا اور عنقریب ایک روایت میں مقالید دنیا کا آپ کے والے کیا جانا مذکور ہوگا اور اس روایت سے خزانوں جنت کی چابیوں کا آپ کے دست اقدس میں دیا جانا واضح ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم حبیب معظّم صلی اللہ علیہ وسلم مالک کونین ہیں اور دنیا و آخرت ان کے قبضہ اقدار و اختیار میں ہے۔ مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں۔  
 رو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں  
 یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا  
 میں تو مالک ہی کون کا کہ ہو مالک کے حبیب

عجب بات ہے کہ اللہ نے ساری مخلوق میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ دوسرے نے کہا اس سے تعجب والی بات کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلام بنایا۔

تیسرا سبب (۱) بولا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ ہیں اور روح اللہ۔ چوتھے نے کہا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت و نیابت کے لیے اپن لیا اور ساری مخلوق میں سے منتخب فرمایا۔

آپ تشریف لائے انہیں سلام فرمایا پھر ارشاد فرمایا میں نے تمہارے کلام کو بھی سنا اور تمہارے تعجب کا ملاحظہ و مشاہدہ بھی کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں واقعی ان کا منصب خدا واپی ہے حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں واقعی ان کا مقام رفیع ہی ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں واقعی وہ اسی شان کے مالک ہیں (اب میری زبانی میرے کلام میں) اعلیٰ شان سنو! انا حیدب

اللہ لا فخر ولا فخر۔ غور سے سنو میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور میں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں۔ انا حامل لواء الحمد یوم القیامہ ولا فخر۔ اور میں ہی قیامت کے دن لواء حمد کو اٹھانے والا ہوں گا اور یہ اعلان بھی بطور فخر نہیں اور میں ہی پہلانی ہوں گا جو جنت کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اُسے کھولے گا جب کہ میرے ساتھ فقراء و مہاجرین ہوں گے اور یہ دعویٰ میں بطور فخر نہیں کر رہا ہوں بلکہ نعمت خداوندی کا شکر ادا کرنے کے لیے اور اس کے حکم کے مطابق اس کی نعمتوں کا اظہار کرنے کے لیے۔

وانا اکرم الاولین والآخرین علی اللہ ولا فخر۔ اور میں ہی سب اولین و آخرین میں سے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت و کرامت والا ہوں اور میں اس امر کا بطور فخر اظہار نہیں کر رہا ہوں بلکہ بیان واقعہ کے لیے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ نے کسی ایسی مخلوق کو خلعت وجود عطا نہیں کی اور اسے کمال حسن سے نہیں نوازا جو اسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب ہو یعنی ہر وہ چیز جس کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان تمام میں سے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ صرف اور صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ فصلی اللہ علیہ قدر حسنہ و جمالہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو آپ فرمائیں آپ کو کیا منصب و مرتبہ خصوصی عطا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا۔

ولد آدم کلہم تحت لوائی وانا اقل من یفتح لہ باب الجنۃ۔ ساری اولاد آدم علیہ السلام بروز قیامت میرے لواریادت اور علم قیادت کے نیچے لشکریوں اور سپاہیوں کی مانند جمع ہوگی اور میں وہ پہلا نبی ورسول ہوں گا جس کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التمجید والثناء فرماتے ہیں میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ تو نے ہر ایک نبی کو مخصوص عزت و کرامت اور مرتبہ و مقام دے کر مقرر فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر فرمائے اور حضرت سلیمان کے لیے ہوا اور شیطا طین مسخر فرمائے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ فرمائے۔ یہ تو فرما کہ مجھے کونسا خصوصی مرتبہ و مقام اور امتیازی اعزاز و اکرام عطا فرمایا ہے؟ اللہ رب العزت نے فرمایا کیا میں نے تمہیں ان سب سے افضل و اعلیٰ مقام و مرتبہ عطا نہیں کیا ہے۔ لا اذکر الا ذکرت معی میں جہاں بھی یاد کیا جاؤں گا تمہیں میرے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ اور میں نے آپ کی امت کے سینوں کو مجسم قرآن بنا دیا ہے اور وہ اسے شب و روز یاد پڑھ سکیں گے اور پہلی کسی امت کو یہ مرتبہ عطا نہیں کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے موعجہ و اسرار سے مشرف کیا گیا اور آسمانوں تک پہنچایا گیا تو میں نے عرض کیا اے اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو مکان بلند اور بام رفیع (جنت) تک پہنچایا، حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ ملک عطا فرمایا جو ان کے بعد ان کی دعا کے پیش نظر کسی دوسرے شخص کے شایان شان نہیں ہے تو اے میرے رب میرے لیے کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد خدا و خالق و محمود خالق و مخلوق میں نے تمہیں بھی اپنا خلیل بنایا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور تمہیں شرف ہم کلامی بخشا جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔ علاوہ ازیں تمہیں فاتحہ الكتاب (سورۃ فاتحہ) عطا فرمائی ہے اور سورہ بقرہ کی آخری آیات جو میں نے اور کسی نبی کو عطا نہیں کیں اور میں نے تمہاری نبوت و رسالت کو اتنا عام کیا ہے کہ وہ سبھی اہل ارض کو شامل ہے گورے ہوں یا کالے اور جن ہوں یا انسان! اور تم سے پہلے کسی نبی کو اس قدر عام نبوت و رسالت عطا نہیں فرمائی۔ نیز میں نے تمہارے لیے تمام روئے زمین کو جائے نماز و سجود اور قابل طہارت و تیمم بنایا ہے۔ تمہاری امت کو مال فنی اور مال غنیمت کھانے کی اجازت و رخصت مرحمت فرمائی ہے حالانکہ پہلے کسی امت کو یہ رخصت نہیں دی۔ مزید برآں قدرتی رعب و دبدبہ عطا فرما کر تمہاری نصرت و امداد فرمائی ہے حتیٰ کہ تمہارا دشمن (سیکڑو) بنا

میل تم سے دور ہونے کے باوجود تم سے غور فرزند رہتا ہے۔ میں نے تمہیں وہ کتاب عطا کی ہے جو سب کتابوں کی سردار ہے یعنی قرآن عربی۔ و رفعت لك ذكرك حتى لا اذکر الا ذکرت معی۔ میں نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر آنا بند کر دیا ہے کہ جہاں بھی میرا ذکر ہوگا ساتھ ہی تمہارا ذکر ہوگا۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ہمکلامی عطا فرمایا اور مجھے (اس سے مزید اور افضل و اعلیٰ درجہ و مدار ذات عطا فرمایا نیز مجھے مقام محمود کے ساتھ فضیلت و برتری عطا فرمائی اور اس حوض کے ساتھ جس پر پیاسی امت وارد ہوگی اور ایک جام جاں فزا پینے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پیاس بجھ جائے گی۔

حضرت جابر سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اہل جہاں بالخصوص انبیاء و مرسلین میں سے چن لیا ہے اور پسند فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دو امتیازی خصوصیات اور خوبیوں کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت دیا گیا ہوں۔

۱۔ میرا قرین شیطان کا فر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو مشرف باسلام فرمادیا اور اس طرح میری معاونت و نصرت فرمائی (وہ مجھے و سادس و خواطر ڈالنے کے بجائے مجھے خیر اور بھلائی کا مشورہ دیتا ہے)

۲۔ میری ازواج مطہرات میرے لیے طاعت باری میں معاون و مددگار ثابت ہوئیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ ان کی لغزش اور خطا اجتہادی کا موجب بن گئیں اور ان کا شیطان کا فر تھا اور کافر ہی رہا۔

## فصل دفع اشکال و رفع اعضاء

سوال :- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اس وقت اگر دوسری قوم اور قبیلہ سے اور دوسرے بلاد و علاقہ جات سے کوئی شخص حاضر ہو کر آپ سے تبلیغ احکام کا مطالبہ کرتا، جن کے ساتھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا تو ظاہر ہے ان احکام کا چھپا لینا اور تبلیغ نہ کرنا آپ کے لیے قطعاً جائز نہیں تھا بلکہ ان کا اظہار اور تعلیم و تلقین آپ پر واجب لازم تھی لہذا عموم نبوت و رسالت ثابت ہو گیا تو سرور انبیاء علیہم السلام کا یہ ارشاد کہ صرف مجھے سب مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، کیسے درست ہوگا؟

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سب لوگوں کو ہلاک فرمادیا جو انکے حلقہ غلامی

اور دائرہ اطاعت و انقیاد میں داخل نہ ہوئے اور یہ ہلاکت اور تباہی بھی فقط اسی وجہ سے ہے کہ ان کی نبوت و رسالت عام تھی تو دعویٰ خصوصیت کا عمل کیا ہوگا؟

جواب :- علامہ ابن عقیل نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے نبی پاک علیہ افضل الصلوات کی شریعت سب پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے بخلاف پہلے ادوار و ازمان کے کہ ایک ہی زمانہ میں دو دو بلکہ تین تین انبیاء مختلف علاقوں میں موجود ہوتے جن میں سے ہر ایک لوگوں کو اپنی شریعت و ملت کی طرف دعوت دیتا اور دوسرا پیغمبر نہ اس شریعت کی طرف دعوت دیتا اور نہ ہی اس کو منسوخ اور ناقابل عمل قرار دیتا لیکن نبی الانبیاء امام رسل قائد الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب اقوام و امم کو اپنی شریعت و ملت کی طرف دعوت دی اور دوسری شریعتوں اور ملتوں کو منسوخ فرما دیا۔ اور اعلان فرمایا: "لو كان موسى حيا لما دعه الا اتباعي" کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات طیبہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع و اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔ یہ دعویٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمادیں کہ وہ میرے زمانہ میں بقید حیات ظاہر ہوتے تو لا محالہ میری اتباع کرتے۔

رہا نوح علیہ السلام کا عموم نبوت والاخذشہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عموم لازم آگیا کیونکہ اور کوئی نبی اس وقت موجود نہیں تھا جو اپنی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ورنہ درحقیقت ان کو سبھی لوگوں کی طرف مبعوث نہیں فرمایا گیا تھا۔

ہر رسالت نام ہے فریضہ تبلیغ احکام کا۔ لہذا جس قوم اور جس علاقہ کی طرف کوئی نبی ہوگا اس علاقہ اور قوم کے لوگوں کو احکام خداوندی پہنچانا فرض ہے ویسے کسی کا استفادہ کر لینا یا زمانہ دراز تک تبلیغ ہوتی رہے اور دوسرے لوگوں کو حقیقت توحید و رسالت کی اطلاع ہو جائے اور وہ نہ مانیں تو ان پر مواخذہ وغیرہ یہ دوسرا امر ہے لہذا نہ موسیٰ علیہ السلام سے استفسار پر جواب دینے سے عموم نبوت و رسالت ثابت ہو سکتا ہے اور نہ نوح علیہ السلام کے طوفان سے سبھی لوگوں کے غرق ہونے سے۔

نیز بعثت انسانوں کی طرف علی سبیل الاموم ثابت ہو بھی جائے تو اس سے ساری مخلوق کی طرف رسول ہونا کیسے ثابت ہو گیا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اس عموم کے لحاظ سے ہے کہ وہ جن و انس بلکہ ملائکہ اور ہر ذرہ کائنات کی طرف رسول بن کر تشریف لائے۔ لیکون العالمین نذیراً۔ اور وما ارسلناك الا رحمة للعالمین اور ارسلت الی الخلق كافة اس عموم کی واضح دلیل ہیں۔ نیز آپ کی نبوت و رسالت کا عموم ازمان کے لحاظ سے بھی ہے یعنی ابدیت اور دوام کے لحاظ سے بخلاف

انبیاء سابقین علیہم السلام کے۔ امام اہلسنت نے فرمایا ہے

ان کی ابوت انکی نبوت ہے سب کو عام  
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے

## دوسرا باب

### سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات بحسب الاحکام

نبی اکرم رسول مہتمم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند واجبات، منہیات، مباحات اور تکریمات کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا ہے۔

۱۔ واجبات میں سواک، وتر، قربانی، فجر کی دو رکعت راقبہ میں داخل ہیں اور بعض کے نزدیک قیام لیل اور نماز تہجد بھی آپ پر واجب تھی۔

۲۔ محظورات و ممنوعات میں آنکھ کے ساتھ خنیۃ اشارہ کرنا، صدقہ معروضہ کا تناول فرمانا، تونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنا (بغیر اس کے کہ ان کو آزاد کیا جائے اور وہ آپ کی ملکیت میں آئیں) اور دشمن پر حملہ آور ہوئے بغیر اوزار حرب پہن کر تار دینا داخل ہیں۔

شعر گوئی اور کمانت بھی محظورات و ممنوعات میں داخل ہیں لیکن ان سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا گیا مگر آپ پر ان کو حرام نہیں کیا گیا یعنی یہ ممنوعیت عظمت شان اور رفعت مقام کے تحفظ کے لیے ہے اور نہی تنزیہ کے قبیلہ سے ہے۔

۳۔ مباحات، صوم وصال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباحات میں سے ہے اور امت کے حق میں ممنوع۔ جو شخص خود پیا سا ہو اور پانی کا محتاج ہو اس سے پانی کالے لینا، جنس کا پانچواں حصہ محض اپنی ذات پر صرف کرنا، مال غنیمت میں سے جو چیز چاہیں اپنے لیے مخصوص فرمائیں۔ جتنی عورتوں کے ساتھ نکاح فرمانا چاہیں بغیر تحدید و تعیین عدد کے (بخلاف امت کے کہ چار سے تجاوز ان کے حق میں حرام ہے) نیز بغیر مہر کے اور شہود اولیکہ انعقاد نکاح اور لفظ مہر کے ساتھ نکاح کا تحقق و انعقاد یہ سب امور آپ کے لیے مباحات کے زمرہ میں داخل ہیں۔

۴۔ تکریمات۔ آپ کی ازواج مطہرات کا غیروں پر حرام ہونا اور ان کے ساتھ نکاح کا حرام ہونا (ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً) اور آپ کی ازواج مطہرات کو آپ کے ساتھ جنت میں داخل فرمانا۔ آپ کا تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمانا اور آپ کے بعد نئے نبی کی بعثت کا امتنع ہونا آپ کی شریعت مطہرہ کا ابدی اور ناقابل نسخ ہونا۔ آپ کی کتاب معجز نشان کو قیامت تک باقی رکھنا جس کی تحقیق معانی اور استنباط مطالب کا سلسلہ تا قیامت جاری ہے اور اس کے مقابلہ کے لیے مخالفین کو چیلنج اور تحدی بھی باقی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے لوگوں پر چار

دوہ سے فضیلت دی گئی ہے جو دو سخا بسات و شجاعت کثرت جماع اور شدت بطش و باس کے ساتھ علیہ

## تیسرا باب

### رب العالمین کی طرف سے انگوروں کا گچھا سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا بیشک اللہ رب العزت آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ گچھا انگوروں کا دے کر مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گچھے کو جبرئیل امین علیہ السلام سے حاصل فرما کر اپنے قبضہ میں لے لیا۔ علیہ

علیہ معشی نے اس روایت کے متعلق کہا ہے کہ اس کو ذہبی، حافظ، ابن الجوزی نے سعید بن بشر کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ضعف سند اور راوی سے ضعف متن و مفہوم و معنوں لازم نہیں آتا، علی الخصوص جبکہ دوسرے دلائل متکاثرہ ان امور میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی مقام پر وال ہوں جو دو سخا کا یہ عالم کہ نہیں کا لفظ زبان مبارک پر جاری نہ ہوا۔ شجاعت کا یہ عالم کہ جہاں شیر دل صحابہ سچے پٹنے پر مجبور ہوتے آپ آگے بڑھتے اور انا النبی لا کذاب۔ انا ابن عبد المطلب کا جہز زبان اقدس پر ہوتا بھوک کی شدت سے پیٹ پر تھپڑے ہوتے اور باہر ہمہ تمام ازواج مطہرات سے ایک ہی رات میں مباشرت بھی فرماتے۔ چار ہزار آدمی کی قوت پر بھی آپ کی قوت و طاقت زائد تھی لہذا شدت بطش و باس کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مزید تحقیق کے لیے مدارج جلد اول صفحہ ۱۴۷، ملاحظہ فرمادیں۔

علیہ اس روایت پر بھی معشی نے اعتراض کیا ہے اور اس کو منکرات اور باطل میں سے شمار کیا ہے، جہاں تک سند کے لحاظ سے بحث کا تعلق ہے اس سے ضعف متن و مفہوم لازم نہیں آتا، حضرت مریم علیہا السلام کے لیے اگر حننی میوہ جات آسکتے تھے تو سید الملتق علی الاطلاق کے لیے استبعاد کی کوئی وجہ نہیں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے لیے اگر آسمان سے ماندہ اور دسترخوان انواع و اقسام کے کھانوں کا ترکتا ہے تو حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گچھے کے اعتراف و تسلیم میں تامل کیوں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے لیے جنت سے انگور بھیجے گئے جبکہ وہ اہل مکہ کی قید میں تھے جیسا کہ بخاری شریف میں تفصیلی روایت مذکور ہے تو جن کے غلاموں کے لیے وہاں سے میوہ جات بھیجے خود اس مولائے کائنات اور سید السادات کے لیے کیا وجہ استبعاد ہو سکتی ہے؟ اور نماز کسوف ادا کرتے ہوئے جنت کا سامنے آ جانا اور آپ کا انگوروں کے گچھے کو پکوانا بخاری و مسلم ابوالکسوف میں ملاحظہ فرمادیں، فتنا و ملت منہا عنقوداً شیخ محقق نے اس کے تحت تصریح فرمائی کہ آپ نے اپنے لیے گچھا لے لیا۔ امت کے لیے بھی لینا چاہا مگر پھر ارادہ بدل دیا اور علامہ مینی نے تصریح فرمائی کہ صحابہ کرام نے آپ کو کسی چیز پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا اور عرض کیا ہم نے آپ کو کوئی چیز پکراتے ہوئے دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے انگوروں کا گچھا پکرایا۔

## چوتھا باب

تمام خزائن دنیا کی چابیوں کا تیکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کیا جانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ "اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق علیہ قطیفۃ من سندس" میرے پاس تمام دنیا کے خزائن کی چابیاں ابلق (چترے) گھوڑے پر لاد کر لائی گئیں جس پر جنتی ریشم کی چادر ڈالی ہوئی تھی اور وہ میرے حوالے کر دی گئیں۔

## پانچواں باب

ذکر مصطفوی کا بلند کیا جانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھے کہا اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ سے فرماتا ہے۔ جانتے ہو میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے اور عام کیا ہے؟ اذا ذکرک ذکرک معی۔ جب بھی میں یاد کیا جاؤں گا تمہیں میرے ساتھ ضرور یاد کیا جائے گا۔

## چھٹا باب

امام رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثل و صفت کا بیان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ السلام نے فرمایا میری صفت و حالت اور



پہلے انبیاء علیہم السلام کی حالت و کیفیت ایسے ہے جیسے کہ ایک شخص مکان بنانے اور اس کی تحسین و تکمیل اور آرائش و زیبائش میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے۔ صرف اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ سے ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دے۔ لوگ آکر اس کے گرد گھومیں پھر اس کے حسن تعمیر پر تعجب و حیرانی کا اظہار کریں اور مالک مکان کو کہیں کہ اس جگہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی تاکہ تیرے مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ مکان قصر رسالت ہے سہرنی اس میں بمنزلہ ایک ایک اینٹ کے ہے اور وہ آخری اینٹ جس پر اس قصر اور مکان کی تکمیل موقوف ہے) وہ اینٹ میں ہوں۔

طفیل ابن ابی اپنے باپ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں میری حالت و کیفیت یوں ہے جیسے کہ ایک شخص مکان تیار کرے اور اس کی ہر ٹکن آرائش و زیبائش کرے اور اور تکمیل و تحسین میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے اور اس میں ایک جگہ چھوڑ دے جہاں اینٹ نہ رکھے۔ لوگ اس کے ارد گرد گھوم پھر کر اس کا نظارہ کریں اور اس کے حسن و جمال پر تعجب کریں اور کہیں یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ پس میں انبیاء علیہم السلام میں وہ اینٹ ہوں (جس سے قصر نبوت و رسالت کی تکمیل ہوئی ہے) عہ

## سائوال باب

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت اور آپ کی شریعت و ملت کی صفت و کیفیت کا بیان حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری حالت عہ مسلم حکمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت والی شان کو کس قدر عام فہم زبان میں جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے جس کے بعد ادنیٰ سمجھ والا آدمی بھی کسی نئے نبی کی گنجائش کا تصور نہیں کر سکتا۔ اگر ایک اینٹ کی کمی اس مکان کے حسن میں کمی کا موجب تھی تو بلا وجہ بغیر موزوں جگہ کے ویسے ہی کہیں اینٹ کا اضافہ بھی قبح کا موجب ہوگا۔ لہذا نئے نبی کی گنجائش کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے خاتمہ فرما دیا۔ نیز دوسری روایت میں مطلقاً انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے جس نے پہلی روایت کی وضاحت کر دی کہ وہاں پہلے انبیاء کا جو ذکر ہے وہ بیان واقعہ کے لیے ہے نہ کہ وہ قید احترازی ہے اور بعد والوں کے لیے جواز کا موجب بلکہ فی الواقع چونکہ سبھی پہلے مبعوث ہو چکے تھے لہذا قبلی کا لفظ فرمایا۔

اور جس دین و ملت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھ مبعوث فرمایا ہے اس کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے ایک شخص اپنی قوم کے پاس آئے اور اس سے کہے اے میری قوم میں نے تم پر حملہ آور دشمن کا لشکر اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا ہے لہذا میں تمہارے لیے نذیر عریاں ہوں کہ اپنے بچاؤ کے لیے دوڑو اور بھاگو۔ ایک جماعت نے اس شخص کا کہنا مانا اور رات کی تاریکی میں ہی گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور مہلت پا کر حل دیے اور بچ نکلے اور دوسرے طائفہ نے تکذیب کی اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر موجود رہے لشکر اعدا نے جمع کے وقت اچانک حملہ کر کے ان کو ہلاک کر دیا اور بے نام و نشان۔

یہ ہے مثل و کیفیت اس شخص کی جس نے میری اطاعت کی اور میری ملت و شریعت کی اتباع کی اور اس شخص کی حالت و کیفیت جس نے میری نافرمانی کی اور میری دعوت کو جھٹلایا اور حق کی تکذیب کی۔  
(رواہ البخاری والمسلم)

## اکھواں باب

### امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا اہم انبیاء پر شرف و فضل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک علیہ افضل الصلوٰت نے فرمایا ہم آخری ہیں بعثت و ظہور کے لحاظ سے اور سابق و اول ہیں قیامت کے دن شرف و فضیلت کے اعتبار سے فرق صرف یہ ہے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب عطا کی گئی اور ہمیں بعد میں عطا کی گئی۔

یہ جمعہ کا دن ہی تھا جس کے متعلق انہوں نے اختلاف کیا اور اس کی طرف انہیں رہنمائی نصیب نہ ہوئی۔ یہود نے ہفتہ کا دن (عبادت کے لیے) منتخب کر لیا اور نصاریٰ نے اتوار کا لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جمعہ کے دن کو عبادت کے لیے مخصوص کرنے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ لہذا دوسرے بھی لوگ اس میں ہمارے تابع اور ہم سے مؤخر ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا میں امید

عہ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا۔ ہے حلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رکھتا ہوں کہ تم تمام اہل جنت میں سے ایک چوتھائی ہو گئے۔ بخدا مجھے فضل خداوندی سے امید ہے کہ تم اہل جنت میں سے ایک تہائی ہو گے۔ بخدا میں رحمت خداوندی سے پر امید ہوں کہ تم اہل جنت میں سے نصف ہو گے۔ یہ دو تو روایات بخاری و مسلم میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التمجید والثناء نے فرمایا: تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے ایک شخص لوگوں کو کام پر لگائے اور کہے جو شخص صبح سے ظہر تک کام کرے گا اس کے لیے ایک قیراط اجرت ہوگی۔ تو یہود نے اس شرط پر کام کیا۔ پھر اس نے کہا کون ہے جو ظہر سے لے کر عصر تک کام کرے تو نصاریٰ نے کام کیا۔ پھر اس نے اعلان کیا اور کہا کون ہے جو عصر سے لے کر مغرب تک کام کرے اور دو قیراط اجرت حاصل کرے۔ عورتوں سے سُنو تم ہی ہو وہ لوگ جنہوں نے اس شرط پر کام کیا۔

تو یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے ہمارا کام زیادہ ہے اور عطا و اجرت کم ہے تو وہ مالک کتنا بے کیا میں نے تمہارے حق میں کمی کی ہے اور تمہارا حق نہیں دیا جو مقرر کیا تھا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ مقرر اجرت میں کمی تو نہیں کی۔ وہ کہنے لگا یہ میری عنایت ہے اور فضل و کرم جس کو جتنا دے دوں۔ رواہ البخاری بہن بن حکیم بن مونس نے اپنے باپ حکیم سے انہوں نے اپنے باپ مونس سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے میری امت تم ستر امتوں کی تکمیل کرنے والے ہو جن میں سب سے افضل و اعلیٰ تم ہی ہو اور سب سے زیادہ معظّم و مکرم اللہ تعالیٰ کے ہاں تم ہی ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے شب معراج

عہد میں مختلف امیدیں ایک دن کے اندر اور ایک امت کے متعلق کہ وہ اہل جنت کا چوتھائی ہو اور ایک تہائی بھی ہو اور نصف بھی ہو بظاہر متعارض اور متضاد امور کا اجتماع ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے آپ نے سب اہم و اقوام میں سے محمدیوں کا ایک چوتھائی ہونا بیان فرمایا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم کا اظہار کرتے ہوئے ایک تہائی کی خبر دی تو آپ نے اس کا اعلان فرمادیا۔ پھر فضل و کرم میں زیادہ وسعت ہوئی تو نصف کا اعلان فرمایا گیا آپ نے اس کا اعلان فرمادیا۔

نیر مسلم قاعدہ ہے کہ عدد اقل زائد کے لیے قاضی نہیں ہوتا لہذا نصف اہل جنت ہونے کے اعلان کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے زیادہ نہیں ہونگے بلکہ بجز اللہ محمدی اہل جنت سے دو تہائی زیادہ ہوں گے کل ایک سو میں صفیں ہونگی جن میں سے اسی صفیں آپ کی امت کی ہونگی اور چالیس صفیں باقی امت کی۔ مشکوٰۃ شریف شرح مسلم جلد اول ص ۱۱۔

عہد ہاری عمر بن نفوس کی۔ کام یعنی عبادت و ریاضات کم مگر اجر و ثواب زیادہ بخلاف یہود و نصاریٰ کے۔

آسمان کی طرف لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے قریب کیا حتیٰ کہ جب میرے اور اُس کے درمیان دو کمانوں کے درمیانی وتر کی مقدار یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تو فرمایا اے حبیب۔ اے محمد! میں نے عرض کیا اے میرے رب تبارک و تعالیٰ! بیک میں حاضر بارگاہ ہوں۔

فرمایا کہیں تمہیں یہ خیال غم میں مبتلا تو نہیں کرتا کہ میں نے تمہیں آخری نبی بنایا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں اے میرے رب کریم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری طرف سے اپنی امت کو سلام پہنچانا اور انہیں یہ بتلانا کہ میں نے ان کو آخری امت اس لیے بنایا ہے کہ دوسری اہم کے احوال و افعال ان کے سامنے آئیں اور ان کی تباہی و بربادی کے قصے پڑھیں اور ان کی فضیلت و رسوائی ان کے سامنے آئے مگر ان کی بد عملی وغیرہ کی بنا پر دوسری اہم و اقوام کے سامنے ان کی فضیلت و رسوائی نہ ہو۔

## نواں باب

سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل و صفت اور امت کی حالت و کیفیت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میری حالت و کیفیت یوں سمجھو جیسے ایک شخص نے آگ جلائی جب آگ نے اس کے ارد گرد کو منور کر دیا تو پتنگے اور حشرات الارض آگ میں گرنے لگے۔ وہ شخص ان کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہتا تا کہ اس میں گر کر جل نہ جائیں مگر وہ اس پر غالب آنے لگے اور زبردستی آگ میں کودنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیند کی حالت میں میرے پاس دو فرشتے آئے۔ ان میں سے ایک میرے پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا سر کی جانب جو پاؤں کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ ان کی اور ان کی امت کی باہمی حالت و کیفیت بیان کرو۔ وہ فرشتہ کہنے لگا۔ ان کی حالت اور ان کی امت کی حالت ایسی ہے جیسے ایک مسافر قوم جنگل کے کنارے جا پہنچے۔ نہ تو ان کے پاس اتنا زادِ راہ ہو جس سے وہ جنگل کو عبور کر سکیں اور نہ ہی اتنا خرچ کہ واپس جا سکیں۔ وہ اسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کر بیٹھے تھے کہ ان کے پاس ایک حلقہ پوش سوار آ پہنچا اور اس نے کہا مجھے بناؤ اگر میں اپنے اونٹ کو سبزہ زاروں میں اور سیراب کرنے والے حوضوں پر داخل کروں تو کیا تم میری اتباع

کر دو گے۔ سب نے کہا ہاں کیوں نہیں! اس نے کہا تمہارے آگے ان سے زیادہ سیر کرنے والے سبزہ زار اور ان حوضوں سے زیادہ سیر کرنے والے حوض ہیں لہذا میرے پیچھے پیچھے چلو۔ ایک جماعت نے کہا بخدا اس نے سچ کہا ہے۔ ہم ضرور اس کی اتباع کریں گے اور دوسری جماعت نے کہا ہم اسی جگہ بیٹھے رہنے پر راضی ہیں، اس کی اتباع نہیں کرتے۔

## دسواں باب

### حضور کی دعوت کو قبول کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثل و صفت کا بیان

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اس کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے موسلا دھار بارش زمین پر برسے۔ اس زمین کا ایک قطعہ تو ویسا صاف سٹہ اور پاکیزہ تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا اور سبزہ اگایا۔ ایک حصہ تشبی اور سخت تھا اس میں گڑھے وغیرہ تھے۔ اس نے پانی کو جذب کرنے کے بجائے اپنی سختی اور تشیب کی وجہ سے روک رکھا۔ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا انہوں نے خود پیا، جانوروں کو پلایا اور کھیتوں میں استعمال کیا اور زمین کا ایک حصہ ویسا تھا جو چٹیل میدان اور سخت تھا نہ جذب کیا کہ سبزہ اور گھاس وغیرہ اُگے اور نہ روک رکھا کہ انسان اور حیوان فائدہ اٹھائیں۔

یہ ہے کیفیت اس شخص کی جس نے دین خداوندی میں قناعت اور مہارت حاصل کی اور اسے اس دین نے نفع دیا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا۔ اس نے خود اسے پڑھا اور لوگوں کو پڑھایا (وہ خود بھی سرسبز و شاداب ہوا اور لوگوں کو بھی سرسبز و شاداب کیا اور نفع پہنچایا۔ اگر علم کے مطابق عمل بھی کیا تو زمین کے پہلے قطعہ کی مانند ہے ورنہ دوسروں کو تعلیم سے نفع پہنچایا، اگرچہ خود نفع نہ اٹھا سکا تو یہ زمین کے دوسرے طبقہ کی مانند ہے) اور جس نے ادھر توجہ ہی نہیں کی اور اللہ کی ہدایت کو قبول ہی نہیں کیا جس کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں (تو یہ زمین کے تیسرے طبقہ کی مانند ہے کہ موسلا دھار بارش برسی مگر نہ خود فائدہ اٹھایا اور نہ لوگوں کو نفع پہنچایا بلکہ جیسے بارش سے قبل تھی ویسی ہی رہی)

حضرت ابو عثمان ہندی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر کی طرف نکلے اور آپ کے ساتھ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کو ایک جگہ بٹھا دیا اور ان کے گرد دائرہ کھینچ دیا اور فرمایا۔ اسی خط اور دائرہ کے اندر بیٹھے رہنا۔ عنقریب تمہاری طرف کچھ لوگ آئیں گے ان کے ساتھ کلام نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارے ساتھ کلام نہیں کریں گے۔

ان کو بٹھا کر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جدھر جانا تھا تشریف لے گئے۔ حسب ارشاد ان کے پاس کچھ لوگ آئے مگر اس دائرہ پر اگر رُک جاتے اور اس سے آگے نہ گزرتے۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ جاتے۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو آپ تشریف لائے اور میری ران کو محوِ استراحت ہو گئے اور جب آپ سو جاتے تو خراٹوں کی آواز سنائی دیتی۔

اسی دور ان کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری ران کو تکیہ بنائے محو خواب تھے، میرے پاس چند آدمی آئے جو اتنے بلند قامت تھے جیسے اونٹ اور ان پر سفید کپڑے تھے اور وہ اتنے حسین و جمیل تھے کہ ان کے حسن کا صحیح علم صرف اللہ رب العزت کو ہی ہے۔ ان میں سے ایک گروہ میرے سر کی جانب بیٹھ گیا اور دوسرا گروہ پاؤں کی جانب۔

انہوں نے آپس میں سلسلہ کلام کا آغاز اس طرح کیا۔ ہم نے کسی بندہ خدا کو نہیں دیکھا کہ اس کو وہ خصوصیت عطا کی گئی ہو جو ان کو عطا کی گئی ہے۔

ان عینیہ لتنامان وان قلبہ لبقطان۔ ان کی دونوں آنکھیں تو محو خواب ہیں مگر ان کا دل اقدس بیدار ہے۔ ان کی حالت و کیفیت دعوت ان کے سامنے بیان کروا کیونکہ نیند کے باوجود بیدار ہیں اور سُن رہے ہیں۔ (پھر انہوں نے کیفیت دعوت یوں بیان کی) ایک سردار اور رئیس آدمی ہے جس نے عمل تیار کر لیا پھر اس میں دسترخوان لگایا اور ایک شخص کو بھیج کر لوگوں کو مطعمات اور ماکولات کی طرف بلایا اور کھانے پینے کی دعوت دی۔ اتنا کہا اور وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت بیدار ہوئے اور مجھ سے دریافت فرمایا۔ کیا جانتے ہو یہ لوگ کون تھے۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں؛ آپ نے فرمایا یہ فرشتے تھے۔

پھر دریافت فرمایا کیا جانتے ہو جو صفت و کیفیت انہوں نے بیان فرمائی ہے وہ کیا ہے یعنی اس کا مقصد کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم۔ آپ نے فرمایا رحمن تبارک و تعالیٰ نے جنت بنائی (اس میں انواع و اقسام کی نعمتیں پیدا فرمائیں) اور اپنے بندوں کو اس کی طرف بلایا۔ جس نے اس کی دعوت قبول کی، جنت خداوندی میں داخل ہوا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ اللہ تعالیٰ کے عقاب و عذاب کا نشانہ بن گیا۔

## گیارہواں باب

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوب طاعت و اتباع کا بیان

الذرب العزت نے ارشاد فرمایا۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ساتھ قبیلہ انصار کے ایک آدمی نے مخالفت و منازعت کی جس نے میدان بدر میں غازیان اسلام کی طرف سے حصہ لیا تھا اور وجہ مخالفت حرہ اور پتھری زمین سے نکلنے والی پانی کی نالی اور گذرگاہ تھی جس سے وہ دونوں اپنی کھیتی اور کھجوروں کو پانی سے سیراب کیا کرتے تھے اور کھجوروں کو پانی دیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زبیر تو اپنی کھیتی اور کھجوروں کو پانی سے سیراب کر کے پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دیا کر۔

وہ انصاری غضبناک ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (اس لیے گویا آپ نے ان کی اعانت فرمائی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر سخت غضبناک ہو گئے اور چہرہ انور سرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا۔ تم اپنی کھجوروں اور کھیتوں کو پانی دو۔ پھر اس کو روکے رکھو۔ جب تک پانی نہ پہنچ جائے۔

پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو ایسا مشورہ دیا تھا جس میں انصاری کی بھی بھلائی تھی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا بھی فائدہ تھا۔ مگر جب انصاری نے آپ کو غصہ دلانے والی بات کی تو آپ نے حضرت زبیر کو پورا پورا حق عطا فرمایا اور ان کے لیے صریح حکم فرما دیا۔ حضرت عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر فرمایا کرتے تھے مجھے یہ گمان بلکہ یقین ہے کہ یہ آیت مقدسہ اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يعكوف فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً مجھے قسم ہے اے حبیب تیرے رب کی وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہیں اپنے تمام جھگڑوں میں حاکم اور فیصلہ نہ بنائیں۔ پھر آپ کے فیصلہ کے بعد اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی اور اضطراب نہ پائیں اور اس فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کریں۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

## بارہواں باب

حبیب خدا علیہ التَّحِيَّةُ وَالشُّكْرُ كَمَا مَحَبَّتٌ فِيهِ وَالِدٌ، وَلِدٌ أَوْ سَبُّ لَوْ كُؤُلٍ بِرْمَقْدَمٍ هُونَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لایومن احدکوحقی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اپنے والد سے اور اولاد سے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ رواہ البخاری والمسلم۔  
حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ مبارک پکڑے ہوئے تھے، حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں یا سوامیری جان کے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (تم کامل مومن نہیں ہو سکتے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ بخدا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہیں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الآن یا عمر۔ اب تمہارا ایمان کامل بلکہ اکمل ہو گیا ہے عہ

فائدہ جلیلا۔۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت لازم کیوں ہے اور آپ کی محبت والدہ مولود اور سب لوگوں سے مقدم کیوں محبت اور میل قلب کی طرف یا اس کے حسن ظاہر کے وجہ سے ہوتا ہے یا حسن باطن اور بلنبند کرداری اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسن ظاہر میں اور حسن باطن میں، حسن صورت میں اور حسن سیرت میں سب مخلوق سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالا ہیں۔ اور یا محبت کسی سے اس لیے ہوتی ہے کہ وہ بہت بڑا محسن اور تکالیف و شدائد کو دور کرنے والا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

عہ حضرت عمر بن الخطاب نے طبیب رُحانی کے سامنے اپنا مرض بیان کیا اور محبت غیر امتیازی میں اپنے نفس کے تقدم کی شکایت کی۔ جہاں تک اختیار و قدرت کا تعلق تھا تو ہر وقت اپنی جان بھیلی پر رکھ کر حبیب پاک پر نثار کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ نے نگاہ کرم فرمائی اور توجہ قلبی سے اُن کے دل کی کیفیت کو بدل دیا۔ جیسے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے اپنا دست اقدس ان کے سینہ پر رکھا اور پھر حضرت عمر نے یہ تبدیلی محسوس کی اور یہی منصب کلام مجید نے بیان فرمایا ہے ویزکیہم آپ صحابہ کا تزکیہ بھی فرماتے ہیں والحمد للہ۔



میں یہ سبب بھی علی الوجہ الاتم موجود ہے۔ ہمارا بلکہ پوری کائنات کا وجود اور ہم پر اور ساری مخلوق پر پے در پے ہونے والے انعامات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں اور دین و ایمان جو اصل انعامات ہے وہ بھی آپ کا صدقہ اور اخروی وابدی راحتیں بھی آپ کا صدقہ لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب و لازم ہے کیونکہ جملہ اسباب محبت نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں علی الوجہ الاتم والاكمل موجود ہیں۔

رہی وجہ تقدیم تو محبت تین قسم کی ہے۔ محبت اجلال و اعظام جیسے باپ کی محبت، محبت شفقت و رحمت جیسے بیٹے کی محبت۔ اور محبت بجانست و استحسان جیسے عام لوگوں سے محبت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تینوں امر موجود ہیں اور اتم و اکمل طریقہ پر کیونکہ والد کا اعظام و اجلال سبب تولد ہونے کے لحاظ سے ہے اور اگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود نہ ہوتا تو نہ اجرام علویہ ہوتے جو کائنات کے لیے بمنزلہ آباؤ کے ہیں اور نہ عناصر جو کائنات کے لیے بمنزلہ امہات ہیں۔ نہ آدم و حوا علیہما السلام ہوتے اور نہ باقی سلسلہ آباد۔ نیز کوئی اولاد اپنے آباؤ و اجداد کے لیے نہ اتنا دکھ اٹھاتی ہے اور نہ تکلیف برداشت کرتی ہے اور نہ ہی اس قدر رنج و الم جھیلتی ہے جتنا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کے لیے اٹھایا۔ لہذا محبت شفقت و رحمت میں بھی آپ سب سے مقدم ہیں اور جو فوائد و فیوض آپ سے پہنچے دنیا میں اور آخرت میں پہنچیں گے وہ کسی دوسرے سے ممکن ہی نہیں۔ نیز بجانست بھی متحقق ہے اور باقی وجوہ استحسان بھی لہذا آپ محبت میں سب سے مقدم ہیں۔

نیز چونکہ امتی کا نفس اور جان بھی ان کے ہی سرہون منت و احسان میں وجود و تحقق میں بقا و حیات میں، اسلام و ایمان میں، اخروی راحت و سکون اور انعامات و اکرامات میں اور نہ وہ نہ دنیا میں کسی قدر قیمت کا مالک ہوتا نہ آخرت میں کسی وقعت و عزت کا حقدار، لہذا جن کی بدولت اس کو یہ نعمتیں ملیں اسے انہیں کا بے دام غلام اور انہیں کا گرفتار محنت بڑھایا یہ ورنہ اس کا عدم اس کے وجود سے بہتر ہے۔ مزید تفصیل کے لیے نووی شرح مسلم جلد اول ص ۴۹ فتح الباری جلد اول ص ۵۶ ملاحظہ ہو۔

## تیرھواں باب

ذکر میں نبی خدا علیہ التحیۃ و التثناء کو مقدم رکھنے کا وجوب

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سوار

کے پیالہ کی مانند نہ بنا اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا آدمی حالت سفر میں اپنا سامان سواری پر لاوتا ہے (اور پیاس لگے) تو مشکیزہ سے پانی پیالہ میں ڈال کر پیتا ہے۔ جب بچ جاتا ہے تو وہ پھر واپس اسی مشکیزہ میں ڈال دیتا ہے تم مجھے سلسلہ گفتگو کے آغاز میں، درمیان میں اور آخر میں بھی یاد کرو۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں ”مجھے سوار کے پیالے کی مانند نہ بناؤ گا ایک معنی تو اسی روایت میں مذکور ہے۔ دوسرا قول اس کے معنی میں یہ ہے کہ سوار جب اپنے سامان کی تیاری اور ترتیب سے فارغ ہوتا ہے تو سب سے آخر میں پیالہ کو سنبھالتا ہے اور اسے سامان کے ساتھ رکھتا ہے۔

اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مجھے ذکر میں مؤخر نہ کرو اور یہ معنی اول کی طرف راجح ہے۔

# الجواب

## صفات و کیفیت حسب اطهر (صلی اللہ علیہ وسلم)

### پہلا باب

#### سر اقدس

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر ناز عظیم تھا۔ حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اطهر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا سر ناز عظیم تھا یعنی مقدار اور حجم میں جیسے کہ کیف میں اور معنوی عظمت میں۔

سر اقدس کا عظیم ہونا قوت دماغ و نور عقل اور جود فکر کی علامت ہوتا ہے اور یہاں مقصود صرف یہ ہے کہ سر اقدس چھوٹا نہیں تھا نہ یہ کہ مقدار میں اعتدال نہیں تھا۔ العیاذ باللہ بلکہ جملہ اعضاء مبارکہ میں کمال اعتدال اور انتہائی موزونیت تھی۔ شیخ محقق فرماتے ہیں وجود اعتدال مرعیت در ہمہ اعضاء و جوارح شریفہ و این قاعدہ کلیہ است ہمہ جا باید نگاہداشت۔ (مدارج النبوت جلد اول ص ۱۲)۔

## دوسرا باب

### جبین مقدس

حضرت امام حسن بن الامام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ و الثناء کی جبین اقدس کشادہ تھی۔

## تیسرا باب

### ابرو مبارک اور بھویں

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ابرو مبارک مقدار میں طویل، تھے اور ان پر بال مناسب مقدار میں نہ بہت زیادہ اور نہ بالکل کم اور باہم ملے ہوئے نہیں تھے اتنے قریب تھے کہ دور سے باہم ملے ہوئے معلوم ہوتے دو نو ابروؤں کے درمیان ایک رگ مبارک تھی جو حالت رعب و جلال میں تڑپتی تھی اور خون میں جوش پیدا ہونے سے اس کے اندر لرزہ سا معلوم ہوتا۔

## چوتھا باب

### چشمان اقدس اور مرثگان مبارک

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا

علیہ السلام والثناء کی مقدس آنکھوں کی تپتی بہت سیاہ رہیں اور باریک بالوں والی اور مکمل طور پر ملی ہوئی نہیں تھیں (اگرچہ قریب تھا کہ مل جائیں) اور پلکیں مبارک دراز۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھیں سفید سرخی مائل تھیں یعنی سفیدی میں سرخ باریک دھاریاں تھیں اور ابو داؤد نے شعبہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں اشکل العینین کی بجائے اشمل العینین وارد ہے اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ آنکھوں کی تیلیاں سیاہ سرخی مائل تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوات کی طرف دیکھتا تو دل میں کہتا کہ آپ نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ وہ قدرتی سرمہ کی دھاریاں تھیں نہ کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے۔

لسانِ سرمہ سیاہ کردہ خانہ مردم دو چشم تو کہ سیاہ سرمہ ناکردہ

## پانچواں باب

### رخسارِ اقدس

حسنِ محبتی رضی اللہ عنہ حضرت ہند سے راوی ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک ڈھلاواں تھے اور زیادہ ابھرے ہوئے نہیں تھے (نہ جبرٹوں سے چپکے ہوئے بلکہ پر گوشت تھے اور چہرہ اقدس کو چودھویں کے چاند کی مانند گول اور مدور بنائے ہوئے تھے)۔

## چھٹا باب

### بینی اقدس

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارقیٰ العینین

لہ نور یعلوہ بحسبہ من لہ یتا ملہ اشہ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بینی مبارک درمیان سے ذرا خمیدہ تھی اور بلند۔ اس پر نور نمایاں نظر آتا۔ جو شخص غور سے نہ دیکھتا تو اس کو گمان گزرتا کہ ناک مبارک زیادہ بلند ہے حالانکہ بلندی فی الواقع نہیں تھی بلکہ کمال موزونیت تھی اور اعلیٰ درجہ کا تناسب محض جلوہ نور کی وجہ سے بادی النظر میں بلندی محسوس ہوتی تھی۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں)

بینی پر نور پر رختاں ہے جگہ نور کا ہے لوار الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

## ساقواں باب

### دہن مبارک اور دندان مقدسہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک ذرا چوڑا اگر انتہائی مناسب انداز میں تھا۔

حضرت جمیح سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک ذرا چوڑا اور دانت مبارک باہم مکمل طور پر ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں ذرا ذرا فاصلہ تھا اور کشادگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ ان میں مناسب کشادگی اور فاصلہ تھا۔

حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التمجید والثناء کے ہونٹ مبارک اگر دانتوں سے تبسم اور ضحک کی حالت میں الگ ہوتے تو دانت مبارک یوں معلوم ہوتے جیسے کہ اولوں کے دانے (جو پردہ میں تھے اور اب ظاہر ہو گئے ہیں) ان کی سفیدی اور چمک، صفائی اور رطوبت اولوں کی مانند معلوم ہوتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان اقدس کا مسوڑھوں اور جڑوں کے اندر جو او انتہائی حسین انداز میں تھا اور ترتیب میں کمال حسن محسوس ہوتا۔

ولنعوما قال البوصیری

من مدنی منطق منہ و متبسم

کانما اللؤلؤ المکنون فی صدق

گویا کہ صدف میں چھپا رہنے والا آبدار موتی۔ محبوب کریم علیہ السلام کے معدن نطق اور مستم سے ہے۔

## اکھواں باب

### نکبتِ اقدس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دس سال تک حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا اور ہر قسم کے عطر سونگھنے اور ان کی خوشبوؤں کا اچھی طرح اندازہ لگایا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نکبتِ اقدس اور طیبِ ریح اور جہدِ اطہر سے پھوٹنے والی خوشبو اور محک بالکل نرالی تھی کہ دنیا کے مشک و عنبر وغیرہ کو اس کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں تھی۔  
 دریاں زمین کے نیچے وزوز طرہ یار  
 چہ جائے دم زون ناقہائے تانار لیت

## نوال باب

### چہرہ انور کی تابانی اور صحبت و ملاحت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ

منہ مبارک کی چوڑائی عربوں کے نزدیک محمود اور پسندیدہ وصف ہے لیکن مردوں میں البتہ عورتوں کے اندرنگی وہاں تو وصف محمود سمجھا جاتا ہے لیکن مردوں میں اس کو وصف مرغوب نہیں سمجھا جاتا اور فراخی وہاں گویا کمال فصاحت و بلاغت کی علامت ہے۔

اور بعض حضرات کے نزدیک ضلیع النعم کا معنی بجائے کشادگی وہاں اقدس کے منہ مبارک کی گولائی اور ہونٹوں کا طولانی میں باہم قرب ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

عہ انحضرت برپوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ان کی ناک نے دل کے غمچے کھلا دیے ہیں۔ جس راہ چلے ہیں کو چھ لسان دیے ہیں  
 گذرے جس راہ سے وہ بید والا ہو کہ  
 رہ گئی ساری زمین عنبر سارا ہو کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَمَا مَفْجَا يَتَلَا لَا وَجْهَهُ كَتَلَا لَوْ الْقَمْر لَيْلَتَا الْبَدْرَا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم اور بزرگ تھے اور خدا اور رب و جلال کے مالک آپ کا چہرہ اقدس ایسے چمکتا تھا جیسے کہ چودھویں رات کا چاند ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس میں تدویر اور گولائی تھی (جیسے چودھویں کے چاند میں)

عہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو نورانیت اور تابانی کے لحاظ سے چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی ہے۔ سورج کے ساتھ نہیں دی تو اس کی وجہ محدثین حضرات نے یہ بیان کی ہے کہ چاند کو دیکھا جاسکتا ہے اور سورج کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ نیز چودھویں کے چاند سے آنکھوں کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اور ول کو جو سرد حاصل ہوتا ہے وہ سورج سے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی فرق کو واضح کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اهلح و اخی یوسف اصبیح۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ اقدس اتنا روشن تھا کہ اس پر نظر جمائی نہیں جاسکتی تھی اور ادھر نظر لگیوں کو وہ ذوق اور سرد حاصل ہوتا کہ جو ایک نظر دیکھ لیتے ہیں تو پھر چہرہ اقدس سے نظر ہٹانی نہیں جاسکتی اور آنکھوں کے واسطے وہ صورت و لذت دل میں یوں نقش ہو جاتی ہے کہ پھر وہاں غیر کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور ان کی زبان ان نعمات کے ساتھ مترنم ہوتی ہے۔

آئینہ نیست دل کہ دہد جاہر کسے  
ابن پارہ عقیق بنام نوکنہ شد  
اور اسی معنی کو شعرا نے بیان کرتے ہوئے اور فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا ہے

شاہد آن نیست کہ موئے میانے وارو بندہ طلعت آن باش کہ آنے دارو

البتہ آپ کی ذات اقدس کو سطوت و جلال کے لحاظ سے اور جہاں کو انوار ذات سے منور و مستیز کرنے کے لحاظ اور ادراک حقیقت اور احاطہ کئے ذات کے ناممکن ہونے کے اعتبار سے سورج کے ساتھ تشبیہ دینا درست اور صحیح ہے کیونکہ اس آفتاب آسمانی کے ادراک میں جہاں آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں اس آفتاب رحمانی کے ادراک کئے حقیقت سے عقل خلق عاجز و قاصر ہیں۔ امام بوعلیری نے کیا خوب فرمایا اعیان الوری فہم معناہ فلیس یرای۔ ناقرب والبعده منہ غیر منعم۔ کالشمس تظہر للعینین من بعد۔ صغیرۃ و تکمل الطرف من ام۔ ان کے نعم حقیقت نے مخلوق کو عاجز کر دیا ہے اور قرب و بعد ہر دو حال میں اپنے عجز و غم کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ جیسے کہ سورج دور سے چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے مگر دیکھنے سے آنکھ عاجز ہو جاتی ہے۔ مواہب لدنی میں نہایت سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب فرشتے توجہ اقدس آئینہ کی مانند ہوتا اور جو چیز بھی سامنے ہوتی صحابہ رضی اللہ عنہم یا در و دیوار یا درخت وغیرہ ان کے عکس اور شمال کو چہرہ الوری میں دیکھا جاسکتا تھا۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ نہیں ہے دوسرا آئینہ نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ سازی میں



حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والتناؤ کا چہرہ انور مستدیر اور گول تھا۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا میں نے ایسی ہستی کو دیکھا جن کا رنگ مبارک چمکیلا اور چہرہ انور انتہائی نورانی تھا اور تاباں

## دسواں باب

### ریش مبارک

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک (داڑھی شریف) گھنی تھی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ریش مبارک عظیم اور مقدار میں بڑی معلوم ہوتی۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی۔  
عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والتناؤ اپنی داڑھی مبارک کو لمبائی اور چوڑائی میں کاٹتے اور طول و عرض میں برابر رکھتے۔ ف

ف بعض روایات میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک طبعاً چار انگشت کی مقدار پر رک گئی تھی اور اس سے تجاوز نہیں ہوتی تھی مگر مولف نے جو روایت نقل کی ہے (اور یہ ترمذی شریف میں موجود ہے) اس سے ظاہر ہے کہ آپ اس کو کاٹتے تھے اور صحیح بھی یہی روایت ہے۔ مشہور مذہب احناف یہ ہے کہ چار انگشت کی مقدار واجب ہے اور علماء و مشائخ کے لیے اس سے ذرا زیادہ طویل رکھنا مستحب ہے البتہ عوام کو چار انگشت سے زائد نہیں رکھنی چاہیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبضہ یعنی مشیت بھر سے زائد کو کاٹ دیتے تھے۔  
کذا فی المدارج و فی رد المحتار علی الدر المختار وغیرہ۔

# گیارہواں باب

## موٹے مبارک

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک عظیم تھے اور اپنی درازی اور طولانی کی وجہ سے کان مبارک کے زمرے تک ہوتے۔

حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ آپ کے سر اقدس کے بال مبارک آپ کے کندھوں کو چھوتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے اور نہ انتہائی سخت گھنے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ واصف مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء سے راوی ہیں کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے بال مبارک درمیانے گھنگریالے تھے جب ان میں کنگھی کی جاتی تو الگ الگ ہو جاتے اور کندل سیدھے ہو جاتے (کندھوں تک یا ان کے قریب جا پہنچتے) اور اگر اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو اکٹھے ہو جاتے اور حلقہ دار۔ پھر کانوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے بال مبارک کانوں کے درمیان تک پہنچتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک جمہ اور دفرہ کے درمیان تھے یعنی کانوں اور کندھوں کے درمیان۔

دفرہ ان بالوں کو کہہ جاتا ہے جو کانوں کے زمروں تک پہنچیں اور جتہ وہ جو کندھوں تک پہنچیں اور لٹہ جو ان کے درمیان ہوں۔ کانوں سے نیچے اور کندھوں سے اوپر۔

گویا تازہ لگھی فرماتے تو دوش اقدس تک پہنچ جاتے اور بعد ازاں گھنگریالے ہونے کی وجہ سے سگڑا کر کانوں تک پہنچ جاتے۔ یا تازہ حجامت بنوانے پر کانوں کے قریب ہوتے اور چند دن کے بعد کندھوں تک پہنچ جاتے۔

(واللہ در سولہ اعلم کذافی المدارج والمواہب)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو آپ کے بال مبارک چار حصوں میں تقسیم کر کے گندھے ہوئے تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ بکرمبارک کہ میں تشریف لائے تو میں نے آپ کی چار مینڈھیاں دیکھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ موئے مبارک کو کنگھی فرماتے تو وہ یوں معلوم ہوتی جیسے ریت میں آگے ہوئے کانٹے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ناصیہ اقدس اور سامنے والے بال مبارک بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے جیسے کہ اہل کتاب کرتے تھے اور بعد ازاں آپ نے مانگ نکالی جیسے کہ اہل عرب مانگ نکالا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ سدل فرمایا اور اس کے بعد مانگ نکالی۔

## بارھواں باب

### گردن مبارک

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف میں فرمایا کہ آپ کی گردن مبارک بلند تھی یعنی اس میں قدرے درازی تھی جو موجب سر فرازی تھی۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند سے ناقل ہیں کہ محبوب خدا علیہ التیمۃ والثناء کی گردن مبارک طولانی اور درازی میں شمال اور صورت مصورہ کی گردن کی مانند تھی اور اس میں چاندی کی مانند صفائی تھی اور سفیدی۔

عہ جن امور کا وحی کے ذریعے حکم نازل نہیں ہوتا تھا تو آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے اور اہل کتاب سدل کرتے اور بال بغیر مانگ نکالے پیچھے ہٹا دیتے تھے تو آپ نے بھی ان کی موافقت فرمائی بعد ازاں وحی نازل ہوئی اور فرق کا حکم دیا گیا یعنی مانگ نکالنے کا تو آپ نے اس پر عمل فرمایا اور یہی حکم امت کے لیے ہے نہ کہ یہود و نصاریٰ کی طرح سدل کرنا یا ایک پہلو سے مانگ نکالنا۔ (رزقنا اللہ اتباع جہیمہ ورسولہ علیہ السلام)

عثمان بن عبد الملک روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی اور وہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک صفائی اور سفیدی کے لحاظ سے چاندی کے کوزہ کی مانند تھی۔

## تیرھواں باب

### کنڈھوں کا درمیانی فاصلہ

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کنڈھوں میں مناسب فاصلہ تھا۔ (ذرا بعد اور دوری تھی) یہاں لفظ منکب وارد ہے جس سے مراد بازو اور شانہ کا محل اجتماع ہے۔

## چودھواں باب

### شانہ اقدس

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کنڈھوں اور گردن مبارک کی درمیانی جگہ یعنی شانہ نے فریب تھے اور جلالت و ہیبت کا منظر اتم اور قوت و توانائی کی عظیم نشانی یہاں لفظ کتہ وارد ہے اور اس سے دو کنڈھوں کا باہمی مقام اتصال و اجتماع مراد ہے۔

## پندرھواں باب

### سینہ اقدس

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان

فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا۔ نیز سینہ اور پیٹ برابر اور متوازی تھے۔

## سوالوں کا باب

### بطن اقدس

حضرت ام مبعود رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے سرور انبیاء علیہ التیمۃ والثناء کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں پیٹ کی بڑائی اور آگے کی طرف بڑھنے نے عیب ناک نہیں کیا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میری نظر جب بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن اقدس پر پڑی تو مجھے تہ بہ تہ رکھے ہوئے اور اوراق یاد آئے (ملائمت اور سفیدی کے لحاظ سے) بخشش کبھی سے مروی ہے کہ سید خلق صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرانہ سے رات کے وقت عمرہ فرمایا اور احرام باندھا تو میں نے آپ کی پیٹھ مبارک کو دیکھا گویا کہ وہ چاندی (پگھلا کر ڈھالی گئی ہے) اور جب پشت اقدس کی سفیدی اور دلربائی کا عالم یہ ہے تو لا محالہ پیٹ مبارک کی کیفیت بھی یہی ہوگی،

## سترھواں باب

### ناف مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فخر اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن اقدس بالوں سے خالی تھا۔ صرف سینہ اقدس اور ناف مبارک کے درمیان بال تھے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ہند بن ابی ہالہ فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جہد اطہر چمکدار اور شفاف اور بالوں سے خالی تھا البتہ سینہ اقدس سے ناف تک بالوں کا ایک

باریک ساخط تھا یا سینہ اقدس کے اوپر والے حصہ۔ کلائیوں اور کندھوں پر بال تھے اس کے علاوہ سینہ اور پیٹ پر بال نہیں تھے۔

## اٹھارواں باب

### باکرامت انگلیاں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باکرامت انگلیاں پھیلیں اور قدموں کی جانب سے موٹی اور طویل ہیں۔

## انیسواں باب

### کف دست اقدس

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں پر گوشت تھیں۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ صاحب جوہ عطاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ہتھیلیاں کشادہ اور فراخ تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نازنین خلیق صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں کو مس کرنے اور ہاتھ لگانے کا شرف حاصل ہوا وہ اس قدر ملائم تھیں اور مجسم لطافت کہ میں نے کوئی خنز اور ریشم ان سے زیادہ ملائم نہیں پایا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیت کا شرف حاصل کیا میں نے اتنا ملائم کسی ریشم کو بھی نہیں پایا جتنا کہ اس محبوب کریم کا دست اقدس ملائم تھا۔

عون بن ابی محیفہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء وادعی بطح کی طرف نکلے۔ ایک نیزہ بطور سترہ آپ کے سامنے گاڑا گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کا دست اقدس پکڑ کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو میں بھی حاضر خدمت ہوا اور دست اقدس کو پکڑ کر اپنے چہرہ پر ملا تو کیا محسوس کرتا ہوں کہ وہ برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے اور کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار۔

## سوال باب

### مبارک کلاٹیاں

حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلاٹیاں مناسب طولانی رکھتی تھیں اور ہڈیوں کے جوڑے ضخیم تھے (جو کہ قوت و توانائی کی علامت تھے) صالح مولیٰ النواہی سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و کیفیت جسمانی بیان کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ کی کلاٹیوں میں طولانی اور درازی تھی۔

ف۔ اصحاب کرام علیم الرضوان کے عمل سے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سے یعنی منع نہ کرنے سے دست بوسی کا جواز اور مقدس ہستیوں کے ہاتھوں کو آنکھوں پر لگانے کا استحباب واضح ہو گیا۔

نیز نماز کے بعد صحابہ بلکہ اکابرین کی دست بوسی کا حکم بھی معلوم ہو گیا اگرچہ اس کا ایوان اولیٰ والنسب نہیں ہے مگر فی الجملہ جواز واضح ہے۔

سوال۔ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج اقدس انتہائی معتدل تھا اور اعتدال مزاج اس امر کا مقتضی ہے کہ ہاتھوں میں درمیانی حرارت ہو تو پھر آپ کے ہاتھوں کا برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہونا کیونکر ممکن ہے۔

جواب۔ یہ برودت اور ٹھنڈک برودت مزاج و طبیعت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ محض حاسہ ذوق و محبت سے محسوس ہو رہی تھی جو اہل ذوق ہیں اس معنی کو سمجھتے ہیں دوسرے کیا سمجھیں۔

کذا قال الشيخ الاجل فی المدارج جلد اول ص ۱۹

# ایسواں باب

## مبارک پنڈلیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیاں قدموں کی طرف سے (انتہائی موزوں انداز میں) اپنی تختیں (اور زیادہ موٹی نہیں تھیں)

عبدالرحمن بن مالک بن جحشم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کے بھائی حضرت سراقہ نے بتلایا کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے دیکھا جب کہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور پاؤں مبارک غرز (رکاب) میں تھے۔ تو آپ کی پنڈلیاں (اپنی سفیدی اور چمک و دمک کی رو سے) یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے کھجور کا خوشہ اپنے پردہ سے ابھی باہر نکلا ہو۔

بعض بلغار نے ان مقدس قدموں کی عظمت شان بیان کرتے ہوئے اور ان سے توسل کرتے ہوئے کہا۔  
 یارب بالقدم التي اوطأتها  
 من قباب قوسین المحل الاعظما  
 اے رب کریم صدقہ اس قدم اقدس کا جس سے تو نے پامال کرایا قباب قوسین کے محل  
 اعظم اور مقام ارفع کو۔

و بحرمۃ القدم التي جعلت بها  
 کتف البریة بالرسالة سلماً  
 اور اس قدم اقدس کی حسرت و کرامت کا صدقہ جس کے طفیل مخلوق کے کندھے کو رسالت  
 کے لیے زینہ بنایا گیا۔

ثبت علی متن الصراط تکراً  
 قدمی وکن لی منقذاً و مسليماً  
 ازراہ کرم میرے قدموں کو صراط کی پشت پر ثابت رکھ اور عذاب جہنم سے بچانے والا اور  
 صحیح و سالم رکھنے والا بنا۔

واجعلها ذخری ومن كانها  
 آمین العذاب ولا یخاف جهنماً

ع غرز بچھڑے کے تھم سے بنی ہوئی پاؤں رکھنے کی دو جگہیں جیسے گھوڑے کی زمین کے لیے رکابیں ہوتی ہیں۔



اور ان دونوں کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنا اور جس کو یہ دونوں وسیلے میسر آگئے وہ عذاب سے بے خوف ہو گیا اور جہنم کے در سے محفوظ رہا۔

## بائیسواں باب

### مقدس ایرٹیاں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایرٹیاں مبارک زیادہ بھاری اور پُر گوشت نہیں تھیں بلکہ خفیف اللحم اور ذرا پتلی تھیں۔ (رواہ مسلم)

## تیسواں باب

### پائے اقدس

امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ پاؤں مبارک اور قدم اقدس کے باطنی حصہ اور پچھلی جانب ذرا خم تھا اور زیادہ پُر گوشت بھی نہیں تھے۔ تروتازگی کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوتے کہ ابھی ان سے پانی بہ کر الگ ہوا ہے۔

عثمان بن عبد الملک کہتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور وہ آپ کے حاشیہ نشین اور حاضر بارگاہ تھے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست اقدس اور قدم مبارک ضخیم تھے۔

## چوبیسواں باب

### رُوسِ عظام کا ضخیم ہونا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعضاء مبارکہ اور ہڈیوں کے مٹھا ضخیم و عظیم تھے (جو کہ خدا داد قوت و طاقت کے منظر تھے)

حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل پاک سے ہیں) روایت فرماتے ہیں کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلیل المشائش تھے یعنی آپ کے اعضاء مبارکہ کے آخری حصے عظیم و ضخیم تھے مثلاً گھٹنے، کہنیاں اور کندھے۔

## پچیسواں باب

### اعتدال خصلت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد اطہر میں کمال اعتدال تھا۔ آپ کا بدن اقدس نہ بالکل ڈبلا پتلا تھا اور نہ بہت بھاری اور عمر مبارک کے آخری حصے میں بھی بدن اقدس میں ڈھیلا پن اور استرخاء لحم پیدا نہیں ہوا تھا۔

## چھبیسواں باب

### قامتِ رعنا

حضرت ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نعت رسول مقبول اور وصف حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے نہ استوائی

طویل اور نہ بالکل مختصر۔

حضرت برابر بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قامت رعنا نہ انتہائی دراز اور نہ بالکل کوتاہ بلکہ انتہائی موزوں اور مناسب تھی۔

حضرت برابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قامت کے مالک تھے حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہما اپنے جد اکرم حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کرتے وقت فرماتے تھے کہ آپ نہ طویل ممسط تھے اور نہ قصیر متر و یعنی نہ انتہائی بلند قامت اور نہ بالکل کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قدر رعنا تھا اور موزوں قامت زیبا۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عام درمیانہ قد لوگوں سے دراز قامت تھے اور بہت طویل القامت لوگوں کی نسبت درمیانہ قدر رکھتے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قد زیبا کا اعجاز یہ تھا کہ جس طویل سے طویل آدمی کے ساتھ مل کر آپ چلتے تو آپ اس سے بلند نظر آتے اور بسا اوقات دو بلند بالا قامت آدمیوں کے درمیان چلتے تو آپ ان سے بالا بلند نظر آتے اور وہ جب آپ سے الگ ہوتے تو وہ دراز قد اور طویل قامت معلوم ہوتے مگر آپ میانہ قد ہی دکھائی دیتے۔

## سائیسواں باب

### جسد اقدس

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء کف دست اقدس کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ ملائم تھے۔ میں نے ہر قسم کے خرد و دیباچ اور ریشم دیکھے بھالے ہیں مگر جو لطافت و نفاست اور نرمی و ملائمت حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کف دست میں محسوس ہوتی تھی وہ کہیں نظر نہیں آئی۔

عثمان بن عبد الملک اپنے ماموں سے ماقبل ہیں اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ

صغین میں شریک تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلد اقدس اور بشرہ مبارکہ استہانی ملائم اور رقیق و نفیس تھا۔

## اٹھائیسواں باب

### زنگت مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک میں بہت ہی آب و تاب اور چمک و دمک تھی نہ بالکل گندم گول اور نہ بالکل سفید۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ نبی خدا علیہ التیمۃ والثناء کا زنگ مبارک سفید تھا اور یوں لگتا تھا کہ گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک سفید تھا۔ جس پر سرخی جھلکتی تھی (جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھا یا گیا ہو) یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر غور سے دیکھنے والے کو اندر سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زنگ مبارک گندمی تھا۔ ابن جوزی فرماتے ہیں یہ حدیث درست نہیں ہے اور دوسری تمام صحیح احادیث کے خلاف ہے جو کہ پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں لہذا ناقابل اعتبار ہے اور علی التقدیر الصحت گندم گول ہونے سے مراد سرخی مائل ہونا ہے نہ کہ سیاہی مائل ہونا۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زنگت مبارک کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے (اور جاذب نظر و دلکش)

## انیسواں باب

### حسن و جمال

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہا رویت شیثا قط احسن من رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کبھی بھی کوئی چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھی بلکہ سب سے زیادہ حسین و جمیل صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی پایا ہے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)۔  
ابو اسحق سے مروی ہے کہ حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس تلوار کی مانند تھا؛ تو انہوں نے کہا نہیں بلکہ وہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا۔ یعنی تلوار میں بھی چمک تو ہوتی ہے لیکن پھر بھی سیاہی کلیتہً زائل نہیں ہوتی لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس سیاہی کی طرف ذرہ بھر میلان سے بھی منزہ و مبرا تھا۔ نیز تلوار کے ساتھ تشبیہ میں چہرہ انور کی طولانی کا بھی تو ہم پیدا ہو سکتا تھا حالانکہ وہ چودھویں کے چاند کی طرح گول تھا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہا رویت شیئا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجہہ میں نے حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں پایا چہرہ تاباں یوں معلوم ہوتا کہ اس میں سورج رواں دواں ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رویت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حلة حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلہوا احسن فی عینی من القمر میں نے نازنین خلق صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ وھارمی دار لباس میں ملبوس دیکھا اور ادھر چاند اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا میں کبھی ماہتاب آسمانی کو دیکھتا تھا اور کبھی حبیب رحمانی کو دیکھتا تھا بالآخر میری نگاہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ وہ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہا رویت احداً فی حلة حمراء مرجلا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان لہ شعر قریب من المنکبہ میں نے کسی شخص کو جو سرخ وھاریدار حلقہ زیب تن کیے ہوئے ہو اور تازہ گنگھی کیے ہوئے ہو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور آپ کے بال مبارک کندھوں کے قریب تھے۔ (اخرجہ البخاری والمسلم)۔  
سعید جبربری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں

عہ یہ صرف حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ سبھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اعتقاد و نظریہ یہی ہے مگر حبیب پاک کا ذکر کرتے وقت فرحت و سرور اور لذت و کیف کے حصول پر تشبیہ کرتے ہوئے کہا فلہو عندی الخ اور احسن ہونے کی عین ظاہر ہے کہ چاند کی چاندنی عالم محسوس میں اثر انداز ہے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پر تو جمال عالم ظاہر و باطن دو نور کریم والا ہے پھر چاند کبھی روشنی دیتا ہے اور کبھی کلیتہً آنکھوں سے اوجھل ہو کر ہماری راتوں کو تاریک بنا دیتا ہے مگر ان کے انوار ہر وقت نگاہ حقیقت بین سے عالم کو منور کرتے دکھائی دیتے۔

نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ کا شرف دیدار حاصل کیا اور اب روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی شخص ایسا موجود نہیں جو آپ کی زیارت سے مشرف ہو اور یعنی صحابہ کرام میں سے میں نے عرض کیا آپ کا علیہ مبارک تو مجھے بتائیے، تو انہوں نے فرمایا۔ کان ابیض ملیحاً مقصداً۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفید چمکیلی رنگت والے تھے اور جاذب و دلکش اور درمیانہ قد اور جسد اطہر بھی درمیانی حالت پر تھا نہ بہت بھاری اور بالکل چھریا۔

حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم دور سے سب لوگوں سے زیادہ جمیل اور جاذب و دلکش لگتے اور قریب سے دیکھیں تو سب سے واضح ترین اور حسین معلوم ہوتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں معلوم ہوتے تھے گویا کہ چاندی سے ڈھالے گئے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجہاً و انورہم نوناً۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھے اور حسین و جمیل چہرہ انور کے لحاظ سے اور رنگت کے اعتبار سے سب سے زیادہ نورانی اور چمکیلے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کے حلقہ اور دائرہ کی مانند تھا۔

محمد بن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کا علیہ مبارک مجھے بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا اے بیٹے نور دینہ ریت الشمس طالعة۔ اگر تو آپ کو دیکھتا تو تجھے یوں معلوم ہوتا جیسے سورج طلوع ہو رہا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لو یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل ولو یقوم مع شمس قط الاغلب ضوء الشمس ولو یقوم مع سراج قط الاغلب ضوءہ علی ضوء السراج۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہیں تھا، جب آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کے چہرہ انور کی چمک و دمک اور ضیاء و نورانیت سورج کی ضیاء و نورانیت پر غالب آجاتی اور جب کبھی چراغ کے ساتھ کھڑے ہوتے تو آپ کی ضیاءیں چراغ کے نور پر غالب آجاتیں۔

فائدہ جلیلہ:- امام سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۶۸ پر حکیم ترمذی کے حوالہ سے دہائی لکھی ہے:

# تیسواں باب

## پسینہ مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے بستر پر آرام فرماتے۔ ایک دفعہ آپ تشریف لائے اور بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ ان کو اگر کسی نے بتلایا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گھر تشریف لا کر محو استراحت ہیں۔ وہ جب حاضر ہوئیں تو آپ کے پسینہ مبارک سے ان کا بستر چمڑے کا بنا ہوا بچھونا تر ہو چکا تھا اور عرق آلود۔ انہوں نے اپنے قیمتی ساز و سامان والا تھیلہ کھولا اور اس میں سے خوشبوداری شیشیاں اور بوتلیں نکالیں۔ پسینہ مبارک کو کپڑے کے ذریعے بچھونے سے اٹھائیں اور ان شیشیوں میں پھوڑیں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک کھلی تو فرمایا کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ نرجو حرکتہ لصبیانا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ اس انوکھی خوشبو کو جب بچوں پر لگائیں گے اللہ تعالیٰ انہیں بابرکت فرمائے گا۔

واقیہ حضرت ذکوان کی روایت درج فرمائی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ سورج کی روشنی میں نظر آتا تھا اور نہ چاند کی چاندنی میں لہریں لہا، ظل فی شمس ولا قمر اور فرمایا کہ ابن ربیع نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ذکر فرمایا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور یہ کہ آپ نور تھے لہذا جب دن کی روشنی یا چاند کی چاندنی میں چلتے تو سایہ نظر نہیں آتا تھا اور بعض نے اس پر دعاء نور یعنی واجعلنی نوراً۔ اے اللہ مجھے مجھ نور بنا دے، سے استدلال کیا ہے۔ حضرت عثمان کا بارگاہ نبوی میں انک کے متعلق مشورہ کے موقع پر عرض کرنا اللہ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑنے دیا۔ علامہ فی نے اپنی بعیر میں ص ۳۵ جلد ۳ پر نقل فرمایا اور شیخ محقق نے مدارج جلد ثانی ص ۱۶۱ پر فرمایا کہ حکیم تریقی نے حضرت ذکوان سے سورج اور چاند کے اندر سایہ نہ ہونے کی روایت نقل کی ہے اور ساتھ ہی فرمایا ان بزرگوں پر تعجب ہے کہ چراغ کا ذکر نہیں کیا حالانکہ سایہ چراغ کی روشنی میں بھی نظر نہیں آتا تھا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما طیبہ میں سے نور بھی ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا کیونکہ نور محض ایسا نام نہیں جس کے تحت کوئی معنی اور حقیقت جلوں گرنہ ہو۔ مولوی رشید احمد ریلو بندی نے امداد السلوک میں نقل کیا ہے کہ آپ کا سایہ نہ ہونا نواز اور شہرت کے ساتھ ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت، بریلوی قدس سرہا فرماتے ہیں،

سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

نور ہے سایہ نور کا ہر عضو نور کا

آپ نے فرمایا تم نے صحیح سوچا ہے اور درست کہا ہے۔ رواہ مسلم۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زنگت مبارک چمکی اور آپ کا  
پسینہ مبارک نولہ ابدار کی مانند تھا جبکہ قطرات کی صورت میں دھل جاتا تھا،

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسینہ مبارک  
چہرہ نور پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے نولہ ابدار اور خوشبو کے لحاظ سے وہخالص کستوری سے زیادہ پاکیزہ  
اور مہک والا ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التیجۃ والثناء کے پسینہ مبارک کے قطرات  
چمک دمک میں موتیوں کی مانند تھے اور خوشبو و مہک کے لحاظ سے کستوری کی مانند۔

حبیب بن ابی حردہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے باپ کے ساتھ تھا جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رحم کرنے کا حکم فرمایا جب انہیں پتھر لگے (تو وہ حالت دیکھ کر) میں خوفزدہ ہو گیا تو  
حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی نعل مبارک میں لے لیا۔ آپ کی  
نعل مبارک سے پسینہ بہا تو وہ کستوری کی مانند خوشبودار تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس  
میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے اور میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ آپ میری معاونت  
فرمادیں۔ آپ نے فرمایا مالی تعاون تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ فی الحال میرے پاس کوئی شے موجود نہیں ہے۔ البتہ کل  
میرے پاس آنا اور ایک کھلے منہ والی بوتل اور درخت کی ایک چھوٹی سی لکڑی ہمراہ لانا۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے  
ہیں کہ آپ نے اس لکڑی کے ساتھ اپنی کلائیوں سے پسینہ پونچھنا شروع فرمایا اور شیشی میں جمع فرمائے لگے حتیٰ کہ  
وہ شیشی بھر گئی۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو لے جا اور گھروالوں سے کہنا جب خوشبو لگانے کا ارادہ ہو تو اس  
لکڑی کو بوتل میں ڈبو کر بدن پر لگائیں (ان کے لیے یہ عظیم خوشبو ثابت ہوگی) جب اس گھروالے اس  
خوشبو کو بدن پر لگاتے تو سب اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگتے اور اس گھروالوں کا نام ہی مطہین پڑ گیا یعنی  
خوشبودار لوگ۔



# اکتیسواں باب

## مہر نبوت

جدید بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے میری خالہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں لے گئی اور عرض کیا کہ میرا یہ بھانجا درو مند ہے اور بتلا درو والم۔ آپ نے اپنا دست اقدس میرے سر پر پھیرا اور میرے لیے دعائے برکت فرمائی۔ آپ نے وضو فرمایا تو میں نے آپ کے وضو والے پانی سے قدرے پانی پیا اور آپ کی پشت اقدس کی طرف کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت کو دیکھا جو آپ کے کندھوں کے درمیان تھی اور حجلہ عروس کی گھنڈی کی مانند تھی اس روایت کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے محمد بن عبداللہ اور حاتم کے واسطے سے اسی طرح نقل کیا ہے اور حجلہ سے مراد وہ چھوٹا سا گھر ہے جو قبہ کی مانند ہوتا ہے اور اس کو پردوں سے مستور کر دیا جاتا ہے اور اس کا دروازہ اس کا ہمجنس ہوتا ہے اور اس پر گھنڈیاں لگائی جاتی ہیں اور اسی معنی پر معمول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اعزوا النساء یلزمنا الحجال۔ عورتوں کو اس طرح عزت و وقار عطا کرو کہ وہ حجلہ جات کو لازم کر لیں اور ابراہیم نے حمزہ اور حاتم کے واسطے سے جو روایت کی ہے اس میں رزا لجلہ کا لفظ موجود ہے اس تقدیر پر حجلہ ایک قسم کا پزیدہ ہے اور رزا اس کے انڈے کو کہتے ہیں لہذا حاتم نبوت کو حجلہ کے انڈے سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ابوسلیمان خطابی نے بعض سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کہ سرخ رنگ کا ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا جیسے کہ شتر مرغ کا انڈا۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے ابو یزید میرے قریب ہو اور میری پیٹھ کو ہاتھوں سے ملو میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کی پیٹھ مبارک کو ملا تو میری انگلیاں خاتم نبوت پر چا لگیں۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ خاتم نبوت کیا تھی؟ تو انہوں نے فرمایا چند بالوں کا گچھا تھا۔

ابونضرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم نبوت کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کی پشت اقدس پر ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کی بارگاہ اقدس میں حاضر

ہوا۔ آپ اس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہم نشین تھے۔ پش پھر کر پھلی طرف ہو گیا تو آپ میرے مقصد اور ارادہ کو جانپ گئے تو آپ نے چادر مبارک پیٹھ پر سے ذرا نیچے سر کا دی۔ تو میں نے خاتم نبوت کی جگہ کندھے مبارک کے قریب مٹھی کی مانند ابھرا ہوا گوشت دیکھا جس کے ارد گرد سیاہ بال تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرف دیدار حاصل کیا اور آپ کے ساتھ روٹی اور گوشت تناول کیا۔ یا شریک کھانے کا تذکرہ کیا، فرماتے ہیں میں بعد ازاں عیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت اقدس کی طرف پھرا حتیٰ کہ میں نے خاتم نبوت کو دیکھا جو کندھوں کے درمیان تھی مگر بائیں کندھے کے منتہا پر موجود ملائم حصہ کے قریب جو کہ مٹھی کی مانند ابھرے ہوئے گوشت سے تھی اور اس پر سیاہ بال تھے۔

ابومعویہ بن قرقہ کہتے ہیں کہ میں بارگاہ مصطفوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوا اور میں نے اذن طلب کیا کہ مجھے گریبان کے اندر ہاتھ ڈال کر خاتم نبوت کو مس کرنے کی رخصت مرحمت فرمائی جائے جب کہ آپ مجھے دعا و خیر و برکت سے بھی نواز رہے تھے۔ میں نے اپنا ہاتھ گریبان کے اندر داخل کیا اور آپ نے دعا اسی طرح جاری رکھی اور اس میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوئی تو میں نے خاتم نبوت کو بائیں کندھے کے منتہا پر ابھرے ہوئے گوشت پارہ کی شکل میں محسوس کیا۔

# ابواب صفات معنویہ صلی اللہ علیہ وسلم

## باب اول

### اخلاق حمیدہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ انس سمجھدار اور عقلمند بچہ ہے آپ اس کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرمادیں۔ فرماتے ہیں میں نے آپ کی سفر و حضر میں (مقدور بھر) خدمت کی سعادت حاصل کی بخدا آپ نے مجھے کسی کام کے متعلق جو میں نے کر دیا کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا۔ اور جو کام میں نے نہیں کیا اس کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔

رواہ البخاری والمسلم،

ابو عبد اللہ جدلی سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ کیسے تھا؟ آپ نے فرمایا آپ سب لوگوں سے احسن اخلاق کے مالک تھے۔ نہ طبعاً نہ بتکلف فحش گوئی کی طرف میلان تھا نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لعن و طعن اور سب و شتم کبھی نہ فرماتے اور نہ ہی فحش کلام زبان اقدس پر کبھی آتا۔ کبھی ناراضگی پیدا ہوتی تو فرماتے تریب جبینہ اس کی چین خاک آلود ہو یعنی وہ بارگاہ خداوندی میں سر بسجود ہو اور عبادت کا عادی بن جائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اسی آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے جو سارے کے سارے قریش سے تھے۔ بخدا میں نے کبھی کسی شخص کا چہرہ اتنا حسین نہیں دیکھا جس قدر کہ اس دن قریش کے ان نونہالوں کا حسن و جمال تھا۔ عورتوں کا ذکر چل نکلا تو انہوں نے اس کے متعلق بڑی طویل گفتگو کی۔ حبیب خدا علیہ التیجۃ والثناء نے بھی ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان کو منع نہ فرمایا بلکہ ان کے ساتھ اس گفتگو میں شامل رہے حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش آپ سکوت فرماتے اور ان کے ساتھ استقدر خوش طبعی

کا مظاہرہ نہ فرماتے۔

سماک سے مروی ہے کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کیا تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! آپ اکثر سکوت اور خاموشی اختیار فرماتے رکھتے اور بہت کم ہنستے۔ آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے پاس اشعار کا اور دوسرے امور کا ذکر کرتے اور ہنستے مگر آپ صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تشریف لائے اور ان کے پاس دو بچیاں بیٹھی دف بجاری تھیں اور یہ عید قربان کا موقع تھا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے ہوئے آرام فرماتے تھے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ان بچیوں کو زجر و توبیخ فرمائی تو صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کپڑا منہ مبارک سے ہٹایا اور فرمایا اے ابو بکر ان کو اپنے حال پر رہنے دیجئے کیونکہ یہ عید اور خوشی کے دن ہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا مظاہرہ اس طرح دیکھا کہ حبشی لوگ مسجد کے سامنے کھلی جگہ پر (جنگ کی تیاری کے سلسلہ میں نیزوں کیساتھ) کھیلتے تھے۔ آپ مجھے اپنی ردا اقدس (چادر مبارک) سے ڈھانپے رہتے اور میں ان کا کھیل دیکھتی رہتی اور جب تک میں خود بیٹھ نہ جاتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کھڑے رہتے۔ (امام بخاری و مسلم)۔

خارجہ بن زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک جماعت اہل اسلام کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ہمیں رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء کی احادیث مبارکہ سناؤ۔ انہوں نے فرمایا جب ہم آپ کی مجلس پاک میں موجود ہوتے ہوئے دین کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہماری تطیب قلوب کے لیے اس کا ذکر فرماتے اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ اس ذکر میں شریک ہوتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسن خلق میں نائق تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دنیا کا کوئی فرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسن خلق میں برابری نہیں کر سکتا۔ آپ سب سے زیادہ اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔

جب کبھی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے آپ کو بلا یا یا ازواج مطہرات میں سے کسی نے پکارا تو آپ نے جواب میں لبیک فرمایا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ انک لعلی خلق عظیم۔

یقیناً اے حبیب آپ خلق عظیم پر حاوی و غالب ہیں اور مقتدر و مختار۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلسلہ ازدواج میں منسلک ہو جانے کے بعد گھر میں گڑ لایوں کے ساتھ کھیلا کرتی اور میری بہیلیاں میرے ساتھ کھیلا کرتیں جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں تو کھیل چھوڑ کر چھپ جاتیں۔ آپ ان کو چھپی ہوئی نگاہوں سے نکال کر باہر لاتے (اور میرے ساتھ کھیلنے کا حکم دیتے) تو وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کو (راہ چلتے مل جاتے تو ان کے ساتھ کھڑے رہتے اور جب تک وہ صحابی الگ نہ ہوتے) اور رخصت نہ لیتے، آپ اس سے الگ نہیں ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے قریب سے گزرتے تو ان کو سلام سے مشرف فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گدہ ہوا اور ہم بھی بچے تھے آپ نے فرمایا اے بچو تم پر سلام ہو۔

## دوسرا باب

### شان علم و عفو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ کے کفار و مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونا بن جائے اور مکہ مکرمہ کے سارے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں یہ علاقہ میدانی اور ہموار ہو جائے تاکہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔

(آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا) تو حکم ہوا اگر چاہو تو ان کو مہلت دو اور آہستگی سے کام لو اور اگر چاہو تو ہم ان کا مطالبہ پورا کر دیں گے لیکن اس کے بعد اگر کفر کریں گے تو ان کو پہلی امتوں کی طرح

ف۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں

تیری خلق کو حق نے جمیل کیا تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا تھا تیرے خالق من و لدا کی قسم

ہلاک کر دیا جائے گا۔ آپ نے عرض کیا نہیں میں ان کے ساتھ نرمی اور بڑبڑاری سے کام لیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت طفیل بن عمرو بن عبدوس رضی اللہ عنہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (میں نے قبیلہ دوس کو دعوتِ اسلام دی ہے مگر انہوں نے انکار کر دیا ہے اور خدا و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے لہذا ان کے لیے تباہی کی دعا فرمادیں آپ قبلہ رو ہوئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا دوسی ہلاک ہو گئے مگر سر ایاغ و کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاکت کی دعا کی بجائے دعائے رشد و ہدایت سے نوازتے ہوئے فرمایا اللہم اهدنا دوسا و ائت بھو۔ اے اللہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور انہیں میرے پاس لے آ (آپ کی دعائے مبارک قبول ہوئی اور قبیلہ دوس کے ستر گھرانے مدینہ طیبہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ سید عالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دراز گوش پر سواری فرمائی جس پر اکاف یعنی لکڑی سے بنی زین ڈالی گئی تھی (جیسے کہ اونٹ کے لیے پالان) اور اس پر فد کی کبیل تھا اور آپ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار فرمایا جبکہ آپ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مزاج پر سی کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ دوران سفر آپ کا گذر ایک ایسی مجلس پر ہوا جس میں طے جلعے لوگ بیٹھے تھے چند مسلمان، کچھ مشرکین اور یہود بھی تھے اور ان میں عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی موجود تھا اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی جب اہل مجلس کو سواری کے قدموں سے اڑنے والی غبار نے ڈھانپ لیا تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک کو ڈھانپتے ہوئے نیچے کی طرف جھکایا پھر کہا ہم پر گرد و غبار نہ اڑاؤ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام فرمایا۔ فرار کے اور پھر سواری سے اتر پڑے۔ ان کو دعوتِ اسلام دی اور قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ عبد اللہ بن ابی نے کہا جو کچھ آپ کہتے ہیں اگر یہ حق ہے تو اس سے اچھی کوئی بات نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہماری مجالس میں اگر ہمیں تکلیف نہ دیا کرو۔ اپنی قیامگاہ کی طرف تشریف لے جائیں جو ہم میں سے وہاں آجائے اس کو بیان کر دینا۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور آپ ہماری مجلس میں تشریف لاویں اور ہمیں تلاوت قرآن سے محفوظ فرمادیں کیونکہ ہم اس امر کو پسند کرتے ہیں اور محبوب رکھتے ہیں۔

اس اختلاف رائے کے اظہار پر یہود و مشرکین اور اہل اسلام کے درمیان باہم تلخ کلامی تک نوبت پہنچ گئی۔ قریب تھا کہ ایک دوسرے پر حملہ کر دیں مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ٹھنڈا کرتے اور خاموش کرتے رہے حتیٰ کہ وہ چپ ہو گئے۔

پھر آپ سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو فرمایا اے سعد کیا تم نے سنا نہیں جو کچھ ابو جباب یعنی عبداللہ بن ابی نے کہا ہے۔ اس نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس سے درگزر فرمادیں اور اس کو معذور رکھیں بجز اللہ تعالیٰ نے جو مقام رفیع اور مرتبہ بلند آپ کو عطا کر رکھا ہے وہ ہمارے وہم و گمان اور فکر و قیاس سے بھی بالاتر ہے (اس قماش کے کمینہ لوگوں کی بدزبانی سے آپ کے منصب خدا وادہیں کیا فرق پڑتا ہے) اس شخص کے غیظ و غضب کی وجہ یہ ہے کہ اس آبادی والوں نے آپ کی تشریف آوری سے قبل یہ صلاح بنا رکھی تھی کہ اس کو اپنا سردار بنا لیں اور اس کے سر پر تاج سیادت رکھیں اور اکلیل قیادت اس کے سر پر باندھیں مگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اس منصوبہ کو اس حق و صداقت کے ذریعے ختم کر دیا جو آپ کو عطا فرمایا ہے تو وہ اس پر غیظ و غضب سے بھر گیا اور حسد کی آگ میں جل رہا ہے چنانچہ آپ نے اس سے درگزر فرمادیا۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی مرثد صیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے عرض کیا گیا۔ آپ تشریف لے گئے اور جب نماز پڑھنے کے ارادہ سے اس کی نعش پر کھڑے ہوئے تو میں آگے آکر سینہ اقدس کے مقابل کھڑا ہو گیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی پر نماز جنازہ پڑھنے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کلمات دل آزار کہے اور گستاخی و بے لوبی کی انتہا کر دی رہیں اس کی بدزبانی و بدکلامی اور انسادت و بے ادبی کے ایام شمار کرتا جا رہا تھا اور آپ بسم فرما رہے تھے حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اس کے ایسے واقعات ایذا رسانی بیان کر ڈالے مگر آپ نے فرمایا اے عمر آگے سے ہٹ جائیے اور نماز جنازہ پڑھنے دیجئے کیونکہ مجھے ابھی اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ اس معاملہ کو میری مرضی و اختیار پر چھوڑا گیا ہے اور میں نے استغفار کو ہی اختیار کیا ہے اور نماز جنازہ ادا کرنے کو ہی ترجیح دی ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے۔ استغفر لہو اولاً تستغفر لہو وان تستغفر لہو سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہو۔ ان منافقین کے لیے استغفار کرو یا نہ کرو اور خواہ ستر مرتبہ بھی استغفار کرو ان کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائے گا اور ہرگز نہیں بخشے گا۔

اگر بالفرض مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنے پر ان کو بخش دیا جائے گا تو میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کے لیے تیار ہوتا۔ (لیکن چونکہ مغفرت تو بہر حال نہیں ہونی لہذا میں اس مشقت کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں)۔

بہر حال آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے مگر اس کے دفن سے فارغ ہوئے (تب واپس ہوئے) فرماتے ہیں تعجب ہے میرے لیے اور میری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس جسارت و جسارت پر حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے والے ہیں۔

بخدا آپ تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّا تَبَدَّلَ لَكَ تَقْوَىٰ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِن هُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
وما توادھم فاسقون۔ (التوبہ ۸۴)

ترجمہ: ان منافقین میں سے جو شخص بھی فوت ہو جائے اس پر ہرگز نماز نہ پڑھیں نہ اس کے لیے دعا رحمت کریں اور نہ ہی اس کی قبر پر پائے رحمت رکھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور وہ اسی فسق اور نافرمانی کی حالت میں مرے۔  
جب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں تو پھر آپ نے اپنی پوری حیات طیبہ و نبویہ میں کسی منافق پر نہ نماز پڑھی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔

عہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ ادا فرمائی اور بعد میں منع کا حکم نازل ہوا پہلے اس کی ممنوعیت وارد نہیں تھی لہذا آپ کا یہ فعل البیاض باللہ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی نہیں تھی کہ اس پر کسی قسم کی زہر و تویخ یا تنبیہ و تہدید کی نوبت آتی جیسا کہ بعض اذہان فاسدہ میں اس قسم کا توہم پیدا ہوتا ہے حرمت خمر سے قبل شراب پینے والے کیا نگاہ شرع میں مجرم تھے؟ علیٰ ہذا القیاس لہذا یہ توہم لغو و باطل ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ادا فرمانے کے بعد منع فرمایا کہ آئندہ ان میں سے کوئی مرے تو یہ سلوک ان کے ساتھ نہ فرماؤں پہلے منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا اس میں کوئی خاص حکمت و مصلحت تھی جب تک وہ پوری نہیں ہوئی اس تخیر کو ختم نہیں کیا گیا اور وہ حکمت یہ تھی کہ ابن ابی کی بدترین دشمنی کے باوجود حرمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ چہانہ و کریمانہ سلوک دیکھ کر ایک ہزار منافق عبد اللہ بن ابی کی قوم کا مخلص مومن بن گیا اور نفاق سے توبہ کر گیا جیسا کہ فتح الباری اور عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۵۴۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۲۷ پر تصریح موجود ہے۔

۳ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم تھا کہ میں ستر سے زیادہ مرتبہ بھی استغفار کروں تو بھی یہ بخشا نہیں جائے گا تو معلوم ہوا نماز ادا کرنا محض اپنی شان رحمت کا اظہار تھا اور مروت و حسن سلوک کا اور بعد ازاں یہ رواداری



حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ کے موقع پر جبکہ آپ حدیبیہ میں قیام فرما تھے اصل مکہ کے اسی آدمی مسلح ہو کر پہاڑ سے نیچے اترے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بے خبری اور بے اتفاقی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک حملہ کریں مگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ و جدال کے ان کو پکڑ لیا اور ان کے خلاف کارروائی نہ فرمائی (عفو و درگزر سے کام لیا) تو اللہ تعالیٰ نے یہ ہیبت کریمہ نازل فرمائی۔

هُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَايْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَدَانِ أَظْفَرِ كَرِيمٍ۔

اور ظاہری طور پر ایسی مروت وغیرہ کا اظہار بھی منسوخ فرما دیا گیا لہذا اس کو آپ کے غیر مستجاب الدعوات ہونے پر دلیل بنانا لغو ہے کیونکہ اعلان خداوندی کے بعد کہ میں ہرگز ان کو نہیں بخشوں گا۔ اس قسم کی امید رکھ کر استغفار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی علی الخصوص جبکہ آپ خود فرما رہے ہیں کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں اس سے بھی زیادہ استغفار کرتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اس کی مغفرت و بخشش کی کوئی امید نہیں تھی۔

۴۴ الشرب العزت نے آپ کو ایسے لوگوں کے حق میں دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان کی قبر پر کھڑے ہونے سے بھی اگر آپ کی دعائیں کوئی اہمیت نہ ہوتی اور قدم اقدس میں یمن و برکت غایت درجہ کی نہ ہوتی تو منع نہ کیا جاتا معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی دعائیں رد کرنا اور جہاں ان کا قدم کرامت و رحمت پڑے وہاں ذممت عذاب عقاب بھیجا بھی مناسب نہیں ہے اور حتمی و قطعی تقدیر کا خلاف بھی ممکن نہیں اسی لیے ایسے مواقع پر دعائیں کرنے اور قدم رنجہ فرما ہونے سے منع فرما دیا گیا امر خداوندی یہ ہے کہ حبیب تمہاری رحمت عامہ کا تقاضا تو یہی ہے کہ ایسے بدترین دشمنوں کو بھی محرم کرم نہ رکھو مگر ہماری آپ سے جو محبت ہے اس کا بھی تقاضا ہے کہ ایسے مجرموں کو قطعاً معاف نہ کریں جو محبوب خدا کی عظمت و توقیر کا بھی خیال نہ رکھیں اور ہر وقت اندرسانی کے درپے رہیں۔

۴۵ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان میں سے جو مر جائے اس پر نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر قدم نہ رکھیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو منافقین کا علم تھا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کون کون شخص منافق ہے تو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے گریز اور قبر پر قدم رکھنے سے اجتناب ممکن نہیں ہے اور یہی معنون و معنوم دوسری آیت کریمہ سے واضح ہے۔

لَتَعْرِفَنَّهُمْ لَبِيمًا هُوَ وَلِتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ۔ آپ ضرور بالضرور ان کی پیشانیاں دیکھ کر انہیں جان لیں گے اور ان کے انداز گفتگو سے ان کو پہچان لو گے۔

ترجمہ: یہ صرف الشرب العزیز کی قدرت کاملہ کا کرشمہ تھا کہ اُس نے بطن مکہ میں تم پر سے اُن کے دست ظلم و تعدی کو دور رکھا اور تمہارے دست مکافات کو ان سے دور رکھا بعد اس کے کہ تمہیں ان پر ظفر مند اور کامیاب فرادیا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کسی خادم کو مارا نہ ہی کسی عورت کو اور نہ ہی اپنے ہاتھ مبارک کو مارنے اور زرد کو ب کرنے میں کسی جگہ استعمال فرمایا نہ ہی آپ نے ایذا اور تکلیف دینے پر انتقامی کارروائی فرمائی ہاں جب کبھی اللہ تعالیٰ کے محرمات کی ہتک کی گئی تو پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام لیا اور اس جرمِ عظیم کے مرتکب کو بہر حال کیفر کر دیا تک پہنچایا اور جب کبھی آپ کو دو امور کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اُمت پر سہولت پیدا کرنے کے لیے اور ان کو مشقت سے بچانے کے لیے آسان ترین امر کو ہی اختیار فرمایا لیکن جہاں تک گناہ کا تعلق ہے تو آپ اس سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ اجتناب اور تقویٰ سے کام لینے والے تھے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور دنیاوی اشیاء ناراض نہیں کرتی تھیں جب حق پر تعدی کی جاتی تو پھر آپ کے عیظ و غضب کے آگے کوئی شے ٹھہر نہیں سکتی تھی جب تک کہ اس کا بدلہ نہ لے لیتے نہ آپ اپنی ذات کے لیے ناراض ہوتے تھے اور نہ ہی اس کے لیے بدلہ لیتے تھے۔

حضرت محبوبہ محبوبہ خدا علیہ وعلیہا التحیۃ والثناء سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کیا آپ پر اُحد کے دن سے بھی کوئی سخت ترین دن آیا ہے جس میں آپ کو نکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہو تو آپ نے فرمایا میں نے تمہاری قوم قریش سے ایسے کئی دن دیکھے ہیں اور ان میں سب سے سخت اور مشکل ترین دن عقبہ کا دن تھا جب کہ میں نے طائف میں جا کر اپنے آپ کو عبد کلال کے بیٹوں پر پیش کیا اور ان سے دین اسلام قبول کرنے کو کہا اور تبلیغ اسلام میں معاونت و نصرت کے لیے کہا مگر انہوں نے میری دعوت کو قبول نہ کیا بلکہ اوباش اور آوارہ لوگوں کو میری ایذا رسانی پر مامور کر دیا جنہوں نے مجھے پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا میں انتہائی غمگینی کی حالت میں جدھر منہ آیا چل دیا۔ اور جب قرن ثعالب میں پہنچا تو طبیعت میں افاقہ ہوا۔ اور رنج و الم اور درد و غم سے طاری ہونے والی مدہوشی ختم ہوئی۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ ایک بادل سا مجھ پر سایہ فلک ہے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے مجھ کو پکار کر کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب اور ردِ عمل سنا اور دیکھا ہے اور آپ کی طرف پہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں۔ اتنے میں پہاڑوں پر مامور فرشتہ نے مجھے ندا دی اور سلام پیش کرنے کے

بعد کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سنا ہے اور میں ملک الجبال ہوں مجھے آپ کی طرف بجا گیا ہے تاکہ جو چاہیں مجھے حکم فرمادیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور اہل طائف کو ان کے درمیان پس کر اور مسل کر رکھ دوں۔

سرور عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے افراد پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے (لہذا میں تجھے یہ حکم نہیں دیتا۔ ع)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ نجرا نی چادر جس کا کنارہ موٹا اور سخت تھا اوڑھے ہوئے تھے، پیچھے سے ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ چادر کا کنارہ گردن مبارک پر لگنے سے خراش آگئی اور اس پر نشان نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا مَرُّ لِي مِنْ هَذَا الَّذِي عِنْدَكَ - اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ کے پاس ودیعت ہے اس میں سے میرے لیے (دیے جانے کا) حکم فرمادیں۔

رحیم و کریم نبی اس کی طرف متوجہ ہوئے (اور اس کی اس جرأت و جسارت کے باوجود) ہنس دیے اور اس کے لیے مال عطا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب حنین کا دن تھا اور آپ اس جنگ میں ہاتھ آنے والے مال غنیمت کو تقسیم فرمانے لگے تو آپ نے بعض افراد کو دوسروں پر ترجیح اور فوقیت دی۔ اقرع بن حابس کو سوا دنٹ عطا فرمائے اور عبید بن حصن کو بھی اتنا ہی مال عطا فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس اشرف عرب میں سے چند لوگوں کو دوسروں پر عطا اور قسمت میں فوقیت دی۔

تو ایک آدمی نے کہا بخدا یہ ایسی تقسیم ہے جس میں عدل سے کام نہیں لیا گیا اور نہ اس میں اللہ تعالیٰ کی

عہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اہل طائف کا اتنی بڑی گستاخی و بے ادبی اور تکلیف دہانہ دینے کے باوجود نبی رحمت آپ کے بے اختیار ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ عفو و درگزر اور رحم و کرم کی وجہ سے ان کے حق میں عذاب کا ارادہ نہیں فرمایا۔ اس قسم کے واقعات سے عجز ثابت کرنے والوں اور بے بسی و مجبوری کا توہم کرنے والوں کے لیے مقام عبرت ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں

نجدی اس نے تم کو مصلحت دی کہ اس دنیا میں ہے کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی باذن اللہ آپ کے زیر حکومت ہیں اور غلام امر اور بندگان حکم والہ اللہ۔

رعنا مندی مد نظر رکھی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنا تو کہا کہ میں ضرور بالفرد بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع دوں گا چنانچہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں شخص یوں کہہ رہا تھا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ ایذا اور تکلیف پہنچانی گئی مگر انہوں نے صبر سے کام لیا لہذا میں بھی صبر سے کام لیتا ہوں اور ان اخلاق عالیہ میں ان پیغمبران کرام کی موافقت کرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا، مشرکین اور اعداؤں پر اللہ تعالیٰ سے ہلاکت کی دعا فرمائیں تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

انی لہم البعث لنا وانا ما بعثت رحمة۔ مجھے لعنت بھیجنے والا عذاب میں مبتلا کرانے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ سزا پا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو سب عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر کعبہ مبارکہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور اس کی دونوں جانب ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اے اہل مکہ تم کیا کہتے ہو اور تمہارا میرے متعلق کیا گمان ہے؟ کہ میں اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ تو انہوں نے متفقہ طور پر کہا ہم یہی کہتے اور سمجھتے ہیں کہ آپ کریم و رحیم بھائی ہو اور چچا زاد سوائے رحم و کرم کے اور کیا سلوک کرو گے تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا تو آپ نے فرمایا میں آج اسی طرح اعلان عفو و درگزر کرتا ہوں۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے متعلق کیا تھا۔

لا تریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین۔

آج کے دن تم پر کوئی سختی و تشدد نہیں اور نہ زبرد و تویخ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے وہ سب سے زیادہ رحم و کرم فرمانے والا ہے۔

پھر وہ دکھائے یوں نکلے جیسے کہ ان کو قبروں سے نکالا گیا ہو ان میں نئی زندگی آگئی، اور پھر زمرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن ابی امیہ و البسفیان و عمارت بن شام کی طرف آدمی بھیجا۔ میں نے سوچا آج اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دشمنان خدا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کاروائی کا موقع عطا فرمایا اور انہیں کیفر کروا تک پہنچانے کی قدرت دی ہے مگر حبیب وہ حاضر ہوئے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا میری اور تمہاری حالت وہی ہے جس طرح

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو فرمایا تھا، لا تشریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا و لحاظ کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز آ گیا اور اپنے عزم میں ناکام ہو گیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قاسم کنز رحمت حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے بعد وہ چاندی لوگوں میں تقسیم کرنی شروع کی جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں تھی تو ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے لیے افسوس ہے اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون شخص دنیا میں عدل کرنے والا ہوگا۔ اگر بالفرض میں عدل اٹھانے سے کام نہ لوں تو میں (العیاذ باللہ) سخت رسوائی اور خسران سے دوچار ہوں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں کیونکہ یہ منافق ہے۔ سر اٹھو و مغفرت اور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ اللہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کر دیتا ہوں (اور جو لوگ غلو ص دل سے حلقہ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں وہ دشمنان دین کے اس زہریلے پروں پگتہ سے متاثر ہو کر دین سے محروم نہ رہ جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں بھڑا سا سونا اور چاندی لائے گئے تو آپ نے انہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کرنا شروع فرمایا۔ ایک بدوی آدمی اٹھا اور کہنے لگا بخدا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عدل کرنے کا حکم دیا ہے مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ (غور باللہ) تم عدل نہیں کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے اور کون تیرے ساتھ میرے سوا عدل کرے گا۔ جب وہ لوٹا تو اپنے فرمایا اس کو نرمی اور حسن سلوک کے ساتھ میری طرف لاؤ۔

بنز بن حکم اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے بھائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے پڑوسیوں نے جو کچھ لیا ہے وہ مجھ پر لازم ہے اور میں ضامن ہوں لہذا انہیں چھوڑ دو۔ آپ نے چہرہ مبارک ان سے پھیر لیا۔ اس نے (غصہ کی حالت میں اور جفا و طبع کے پیش نظر کہا) لوگ تو کہتے ہیں تم لغی و فساد سے منع کرتے ہو۔ پھر تم اس پر رضامندی کیسے ظاہر کر رہے ہو اور اس کو برداشت کیسے کر رہے ہو، آپ نے فرمایا اگر میں اس طرح کرتا ہوں (العیاذ باللہ) تو اس کا بوجھ مجھ پر ہے تم پر تو نہیں ہے۔ پھر فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اوتار خرید فرمایا اور اس کے عوض ذخیرہ کی کھجوروں میں سے ایک دستق یعنی چھ من ادا فرمانے کا عہد کیا۔ جب کھجوریں

لائے تو کھجوروں کو دیکھا تو وہ ختم ہو چکی تھیں اور گھر میں کوئی ایسی جنس موجود نہیں تھی۔ آپ اعرابی کی طرف تشریف لے گئے اور اُسے فرمایا اے بندہ خدا ہم نے تجھ سے اونٹ خریدا اور اس کے عوض ذخیرہ کردہ کھجوروں میں سے ایک وسق ادا کرنے کا عہد کیا اور ہمارا خیال یہ تھا کہ کھجوریں ہمارے پاس ہیں مگر کھجوریں تو ختم ہو چکی تھیں تو اعرابی نے کہا اس عہد شکنی اور غدر پر افسوس ہے لوگوں نے اس کو تھپڑ مارے اور کہا کہ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کہہ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو چھوڑو۔ اسے بالکل کچھ نہ کہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی بارگاہ بکیں پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے کسی امر میں امداد و تعاون حاصل کرے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کچھ عطا فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے؛ اس نے کہا نہیں اور آپ نے کسی خوبی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اہل اسلام ناراض ہوئے اور اس کو اس جبارت پر سزا دینے کے لیے اٹھے۔ آپ نے اشارہ فرمایا کہ رُک جاؤ اور اپنے آپ پر کنٹرول کرو۔ پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور اس اعرابی کی طرف آدمی بھیج کر اس کو اپنے دولت کدہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا اور مزید عطیہ دیا تو وہ راضی ہو گیا اور اس نے تعریف و توصیف پر مشتمل کلمات عرض کیے، آپ نے فرمایا تم نے ہم سے سوال کیا ہم نے جو کچھ مناسب سمجھا دیا اور پھر تو نے اس کے ردِ عمل میں جو کچھ کہا وہ تجھے معلوم ہی ہے اور اہل اسلام تیرے ان کلمات کو سن کر سخت غضبناک ہو چکے ہیں اگر تو مناسب سمجھے اور پسند کرے تو جو کلمات یہاں کہہ رہا ہے وہ ان کے سامنے بھی کہہ دے تاکہ ان کے دلوں میں تیرے خلاف جو غیظ و غضب ہے وہ دور ہو جائے تو اُس نے عرض کیا ہاں میں ان کے سامنے یہ کلمات کہوں گا۔

جب دوسرے دن صبح ہوئی یا اسی دن پچھلے وقت وہ شخص حاضر ہوا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ ساتھی بھوکا تھا ہمارے پاس آیا اور سوال کیا ہم نے اس کو عطا کیا مگر اُس نے جو کہا وہ تمہارے علم میں ہے۔ پھر اس کو ہم نے گھر پر بلایا اور مزید عطا کیا۔ اس نے کہا کہ میں راضی ہو گیا ہوں۔ پھر اس کی طرف توجہ فرمائی اور دریافت کیا کیا معاملہ ایسے ہی ہے؛ اعرابی نے کہا جی حضور! اللہ تعالیٰ آپ کو اہل اور عشرت قبیلہ کی طرف سے احسن جزا عطا فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور اس اعرابی کی مثل و کیفیت اس طرح ہے جیسے کہ ایک آدمی کی اونٹنی جو اس سے بھاگ نکلی۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے تو وہ اور زور سے بھاگی اور بہت دور نکل گئی تو اونٹنی والے نے کہا مجھے اور میری اونٹنی کو اپنے حال پر چھوڑو اور تم اپنی راہ لو۔ میں تمہاری نسبت اس پر زیادہ رفیق

ہوں لہذا اس کو اپنے احسان اور نرمی سے قابو کر لوں گا، تو وہ اونٹنی کے آگے سے آیا زمین سے چند تنکے گھاس پھوس کے اُس کے سامنے کیے وہ آئی اور بیٹھ گئی۔ اُس نے پالان اس پر رکھا اور اس پر اچھی طرح جم کر بیٹھ گیا اور غلبہ پالیا۔ میں بھی اگر تمہیں نہ روکتا اور اس کو تمہارے ہاتھوں میں دے دیتا جب اس نے وہ کلمات کہے تھے تو تم اس کو قتل کر دیتے اور یہ العیاذ باللہ آگ میں داخل ہو جاتا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا آپ نے چند دن اسی وجہ سے تکلیف محسوس فرمائی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور ایک دھاگے پر چند گرہیں لگائی ہیں۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے وہ اشیاء جو جادو میں استعمال کی گئی تھیں ان کو نکالا اور آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے ان گرہوں کو کھولنا شروع کیا تو چونہی ایک گرہ کھولتے تو آپ کو بلاسا سکون محسوس ہوتا جب ساری گرہیں کھل گئیں تو آپ بالکل صحت یاب ہو گئے اور اتنے جلدی کہ گویا دوڑ کے ذریعے بندھن تھی جو کھولنے پر فوراً ختم ہو گئی۔ آپ نے کبھی اس یہودی کے سامنے اس کا تذکرہ فرمایا اور نہ ہی کبھی اس کے چہرے کو قہر و غضب کے ساتھ دیکھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی نہ تو اپنے کبھی مجھ پر غصہ فرمایا اور زود کوب کیا نہ زبرد تو سب فرمائی اور نہ ہی چہرہ اقدس پر ایسے آثار نمودار ہوئے اور نہ چین بچیس ہوئے۔ نہ ہی کبھی یہ اتفاق ہوا کہ آپ نے کسی کام کا حکم دیا ہو اور میرے سستی کا مظاہر کرنے پر عتاب فرمایا ہو۔ اگر کبھی اہل خانہ میں سے کوئی عتاب فرماتا تو آپ فرماتے انہیں کچھ نہ کہو۔ اگر اس امر کی تقدیر ازل میں ہو چکی ہو تو ہو جاتا جب یہ مقدر ہی نہیں تھا تو کیونکر ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زید بن سعید کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ میں نے تمام علامات نبوت کو چہرہ مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء میں جان پہچان لیا ہے۔ صرف دو علامتیں ہیں جو میں نے ابھی تک نہیں آزمائیں اور ان کا جائزہ نہیں لیا۔ ایک یہ کہ آپ کا علم جہل جاہل پر سبقت لے جاتا ہے اور غالب آجاتا ہے۔ دوسری یہ کہ شدت جہل آپ کے علم اور بردباری میں اضافہ کرتی ہے آپ غیظ و غضب میں نہیں آتے۔

فرماتے ہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا تا کہ آپ سے میل جول رکھوں اور آپ کے علم اور تحمل کا اندازہ لگاؤں۔ آپ ایک دن باہر نکلے اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے تو آپ کے پاس ایک بددی سا آدمی حاضر ہوا جس نے عرض کیا یا رسول اللہ بنی فلان کا قبیلہ اہل اسلام کا قبیلہ بن چکا ہے۔ اور میں نے ان کو یہ کہا تھا کہ اگر اسلام لاؤ گے تو تمہارے رزق بڑی فراخی کے ساتھ تمہارے پاس آئیں گے اور

اب ان کو سخت قحط سالی اور شدت محنت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور مجھے ڈریس ہے کہ کہیں (العیاذ باللہ) اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ اگر مناسب سمجھو تو ان کے پاس امداد و اعانت کے طور پر کوئی شے ارسال فرما دو۔

زید بن سعید کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں تم سے اتنے درہم و دینار کے بدلے ایک دست خرید لوں گا اور اسی دینار میں نے پیشگی آپ کو دے دیے جو آپ نے اس شخص کے حوالے فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ دینار جلدی ان کے پاس لے جا اور ان کو فائدہ پہنچا اور فقر و فاقہ سے مستثنیٰ کر دے۔

ابھی آپ کے ایفاء عہد کا وقت نہیں پہنچا تھا کہ میں دو تین دن پہلے ہی آپ کے پاس پہنچ گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں سے کسی کے جنازہ کے لیے جماعت صحابہ میں نکلے تو میں نے آپ کی چادر مبارک کو پکڑ کر بڑے زور سے کھینچا حتیٰ کہ چادر آپ کے کندھے سے گر گئی اور ساتھ ہی میں نے ترشرونی اور تشد و آمیز لب و لہجے میں کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم میرا قرض ادا نہیں کرو گے بخدا جہاں تک مجھے معلوم ہے تم بنی عبدالمطلب سارے ہی ٹال مٹول سے کام لینے والے ہو۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے میرا یہ سلوک دیکھا تو غیظ و غضب سے ان کے کندھوں کا گوشت رز نے لگا وہ اپنے اعصاب پر کنٹرول کرنے میں ناکام ہو چکے تھے اور فلک مستدیر کی مانند لرزہ بر اندام تھے مجھے کہنے لگے۔ اے دشمن خدا کیا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام کر رہا ہے اور ایسی بدکلامی اور ادب و نیاز سے دور بلکہ بے حیائی اور مخاضمت سے بھرپور کلام کر رہا ہے جس کو میں اپنے کانوں سے سُن رہا ہوں۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے ان کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر وہ امر مانع نہ ہوتا جس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو تیرا سر مجھ سے سبقت لے جا چکا ہوتا یعنی میں کب کا تجھے ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی سکون کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے

پھر آپ مسکرائے اور فرمایا اے عمر میں اور یہ شخص ایک دوسرے امر کے زیادہ حق دار تھے اور ضرور تمند تمہارا حق تو یہ تھا کہ مجھے حسن لیاگی کا مشورہ دیتے اور اس کو حسن طلب کا (تم نے اس پر الٹا سختی شروع کر لی ہے) جاؤ اور اس کو اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع یعنی دو من کھجوریں مزید دے دینا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا قرضہ ادا کر دیا تو دو من کھجوریں زائد دیں میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا مجھے رسول اکرم خلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تیرے ساتھ میں نے جو منازعت اور سخت کلامی کی تھی اس کے عوض مزید اتنی کھجوریں دوں۔

میں نے ان سے کہا مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے فرمایا نہیں تم کون ہو اور کیا تعریف ہے؟ میں نے کہا۔



میں زید بن سبیر ہوں۔ علماء یہودیوں سے عظیم عالم؛ حضرت عمر نے کہا۔ میں نے کہا وہی بالکل وہی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر تجھ جیسے صاحب عقل و علم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سلوک پر اور اس انداز کلام پر کس امر نے برا نگیختہ کیا۔ میں نے کہا بات دراصل یہ تھی کہ علامات نبوت میں سے کوئی ایسی علامت نہیں رہ گئی تھی جسکو میں نے آپ کے چہرہ اقدس اور ذات مبارکہ میں دیکھ نہ لیا ہو اور یقین کامل اور معرفت تامہ حاصل نہ کر لی ہو۔ جب سے میں نے ان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ صرف دو علامات رہ گئی تھیں جن کو میں ابھی تک آزما نہیں سکا تھا۔ اول یہ کہ آپ کا علم و تحمل جہل جاہل پر غالب و سالب ہے ثانی یہ کہ آپ کو لوگوں کی شدت جہل غیظ و غضب کی بجائے زیادہ علم و تحمل اور جوصلہ بردباری پر آمادہ کرتی ہے تو میں نے یہ دو علامتیں آزمائی ہیں۔

اے عمر بن الخطاب میں تمہیں گواہ بنانا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوں اور اسلام پر بطور دین کے خوش ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور ان کا امتی ہونے پر خوش ہوں اور میں تمہیں اس امر پر بھی گواہ بنانا ہوں کہ میرا ادھامال اللہ تعالیٰ کے لیے (صدقہ) ہے جو امت محمدیہ پر صرف ہوگا کیونکہ میں ساری امت سے زیادہ مال رکھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ساری امت کا نام نہ لو بلکہ بعض کا کیونکہ تم ساری امت پر خرچ کرنے سے قاصر ہو تو میں نے کہا بلکہ بعض پر خرچ کروں گا۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں واپس پہنچے اور حضرت زید نے عرض کیا۔ اشهد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبداً ورسولہ۔ آپ پر ایمان لائے اور آپ کے دعویٰ رسالت و نبوت کی تصدیق کی شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور بہت سارے غزوات میں آپ کے ساتھ شریک ہوئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے کہا کہ میں تورات میں بیان کردہ صفات نبویہ میں سے بھی دیکھ چکا صرف آپ کے علم و بردباری کا مشاہدہ اور تجربہ نہیں کر سکا تھا۔ چنانچہ میں نے آپ کو ایک مدت معینہ کے لیے تیس دینار بطور قرض دیے ابھی مدت مقررہ میں ایک دن باقی تھا کہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرا حق پورا ادا کریں کیونکہ تم بنی عبدالمطلب ٹال مٹول اور پس و پیش سے کام لینے والے ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے یہودی کیا پاگل تو نہیں ہو گیا؛ بخدا اگر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ ہوتے تو میں تیرا سر قلم کر دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ سے درگزر فرمائے اے ابا حفص میں تمہاری طرف سے اس سے مختلف سلوک اور برتاؤ کی ضرورت تھی۔ مجھے واجب الاوارق قرض کی ادائیگی کا مشورہ دیتے

اور اس کو حق لے کر دلانے میں مددگار ثابت ہوتے کیونکہ وہ اس امر کا زیادہ حاجتمند تھا۔ وہ یہودی کتلبے کہ میرے جہل اور احمقانہ سلوک نے آپ کے علم و عمل میں اضافہ کیا نہ کہ غیظ و غضب میں۔

پھر آپ نے فرمایا ہے یہودی تیری مقرر کردہ مدت کل پوری ہوگی اور تیرا قرض واجب الادا ہوگا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے اب انھیں فلاں باغ کی طرف کل جانا جس کا مطالبہ اس نے پہلے دن کیا تھا اور اس سے اس کا قرض ادا کرنا۔ اگر راضی ہو جائے تو بہترین سے مزید اتنے اتنے صاع دے دینا اور اگر وہاں سے اپنے قرض کا عوض وصول کرنے پر رضامند نہ ہو تو پھر فلاں باغ سے اس کا قرض ادا کرنا اور اتنے اتنے صاع مزید بھی دینا تاکہ جو تغلیظ و تشدید تم نے اس سے کی ہے اس کا کفارہ ہو جائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کو حسب الارشاد اس باغ میں لائے جس کا پہلے دن اس کی طرف سے مطالبہ ہوا تھا وہ وہیں سے اپنا حق وصول کرنے پر رضامند ہو گیا تو آپ نے حسب فرمان نبوی اس کا قرض وہاں سے ادا کر دیا اور جتنے اضافے کا آپ نے حکم دیا وہ بھی ادا کر دیا۔

جب یہودی نے ان کھجوروں پر قبضہ کر لیا تو کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ بخدا سے عمر مجھے اس سلوک پر جو تم نے دیکھا اور سخت ناراضگی کا اظہار کیا صرف اور صرف اس چیز نے برکتیجیہ کیا کہ میں آپ کی جملہ علامات نبوت کو پرکھوں جو کہ تورات میں مذکور تھیں اور صرف یہی علامت پرکھنی باقی تھی۔ تو میں نے آج کے دن ان کے علم و حوصلہ اور تحمل و بردباری کو آزمایا۔ اس وصف کمال کو بھی علامات تورات کے بالکل مطابق پایا اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ یہ کھجوریں اور میرے تمام مال کا نصف سب فقرا و مساکین کے لیے صدقہ ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض فقرا کو (کیونکہ سب فقرا پر خرچ کرنا تمہارے بس کا روگ نہیں ہے) چنانچہ اس نے بعض فقرا پر خرچ کرنے کا عہد کیا۔ اور اس یہودی کا سارا گھرانہ مشرت باسلام ہو گیا ماسوا ایک بوڑھے کھوسٹ کے جس کی عمر سو سال تھی وہ کفر پر اڑا رہا۔ (تعود بالشہ من سود الحاتمنا

## تیسرا باب

نامناسب امور کی اطلاع

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی صحابی دوسرے صحابی کے متعلق کوئی ایسی بات میرے علم میں نہ لائے (جو مجھے ناراض کرنے اور کینید خاطر

کرنے کا موجب بنے، کیونکہ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میں تمہاری طرف نکلوں تو میرے دل میں کسی کے خلاف کوئی بات نہ ہو بلکہ میرا سینہ اور دل غیظ و غضب وغیرہ سے محفوظ ہو۔

فرماتے ہیں آپ کی بارگاہ اقدس میں مال آیا۔ آپ نے اس کو تقسیم فرمایا۔ اس دوران میں دو آدمیوں کے آجا جو باہم گفتگو کر رہے تھے اور ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور دار آخرت کو مد نظر نہیں رکھا۔

فرماتے ہیں میں تیزی کے ساتھ آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور صورت واقعہ آپ سے عرض کی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے کوئی صحابی دوسرے صحابی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے اور میں نے فلاں فلاں شخص کو ایسے ایسے کہتے سنا ہے۔ آپ کا چہرہ نور عفتہ کی وجہ سے سُرخ ہو گیا اور فرمایا مجھے ایسے امور میں معاف رکھو (میں کوئی انتقامی کارروائی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں) کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ ایذا اور تکلیف پہنچانی گئی مگر آپ نے صبر سے کام لیا۔

## پوچھا باب

### شفقت و مدارات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جب نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو لمبا کروں گا مگر کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے۔ تو یہ جانتے ہوئے کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی وجہ سے سخت پریشانی ہوگی یہیں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو اس کو طویل کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ اس امر کو ناپسند اور مکروہ سمجھتے ہوئے کہ اس کی والدہ کو مشقت میں نہ ڈالوں اور زیادہ پریشان نہ کروں۔

یہ روایت امام بخاری کے مفردات میں سے ہے اور پہلی پر بخاری و مسلم متفق ہیں۔ حضرت زبید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گرو چٹائی کا ایک پردہ مسجد کے اندر بنایا جن دنوں آپ اعتکاف بیٹھے تھے، آپ نے چند راتیں اس کے اندر نماز

تراویح ادا فرمائی حتی کہ آپ کی آواز سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے (جو کہ آپ کی اقتدار میں نماز ادا کرتے تھے) پھر ایک رات آپ کی آواز نہ سنائی دی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے گمان کیا کہ آپ سوئے ہوئے ہیں تو بعض نے کھنگھارنا شروع کیا تاکہ آپ ان کی طرف نکلیں تو آپ نے فرمایا۔ میں نے تمہاری کارروائی کو مسلسل دیکھا سنا اور محسوس کیا (مگر میں باہر نہ نکلا اور تمہیں نماز ادا نہ کرائی) کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں نماز تراویح تم پر فرض نہ کر دی جائے اور اگر فرض کر دی جاتی تو تم اس کی ادائیگی کی ہمت نہ کر سکتے۔ لہذا اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرو۔ کیونکہ بہتر نماز وہی ہے جو کہ گھر کے اندر ادا کی جائے ماسوا فریضہ کے کہ اس کا مسجد میں ادا کرنا بلکہ باجماعت ادا کرنا واجب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرا باپ کہاں ہے، جنت میں یا جہنم میں۔ آپ نے فرمایا جہنم میں! جب اس کی پریشانی کو دیکھا تو فرمایا ان ابی داباک فی النار۔ میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں۔ اس روایت کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفار قریش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لیے کوہ صفا کو سونا بنا دے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا واقعی ایمان لے آؤ گے، انہوں نے عرض کیا ہاں! حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کا ارادہ فرمایا تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ کو ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا ان کے لیے سونا بن جائے گا۔ لیکن اس کے بعد اگر کوئی کفر کرے گا تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا جیسا کہ جہاں میں سے کسی کو بھی نہیں دیا اور اگر آپ چاہیں تو میں ان کے لیے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں تو آپ نے عرض کیا بلکہ توبہ و رحمت کا دروازہ ہی کھولا جائے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک جوان آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

ف پہلے اس امر پر تنبیہ گذر چکی ہے کہ اسلام الہدیین و متاخرین میں مختلف فیہ ہے اور اس میں فقہ مذہب متاخرین کا ہے کہ جملہ آباد ایدار بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام و توحید پر تھے۔ لہذا اس روایت میں توجہ لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ علی تقدیر اسحمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی داباک فی النار میں ابی سے چچا والا معنی مراد لیا ہے اور لفظ اب کا اطلاق چچا پر مجازاً آتا ہے جیسے کہ کلام مجید میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد نے اسماعیل علیہ السلام کو ان کے آباد میں نما کرتے ہوئے عرض کیا قالوا انقلبنا علیک والہا آبادک ابراہیم واسماعیل واسحاق الہا واحدا۔

میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی رحمت دی جائے۔ حاضرین مجلس اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو سخت زحمت و توبیح کی اور کہا ایسی ہیودہ کوئی سے باز آ۔ (ورنہ تجھے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔) آپ نے اس کو فرمایا میرے قریب آ۔ وہ قریب ہوا تو فرمایا کیا تو مان کے لیے بھی زنا کار ہونا پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں بخدا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا سبھی لوگ اس امر کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تو اس برائی کو اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا ہرگز نہیں پسند کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا اور قربان کرے۔ آپ نے فرمایا لوگوں میں سے کوئی بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اس کو پسند نہیں کرتا۔ آپ نے پوچھا کیا یہ امر قبیح اپنی بہن کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو بخدا میں ہرگز اس امر کو بھی پسند نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی بہنوں میں یہ قباحت پائی جائے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تو اس برائی کو اپنی پھوپھی کے لیے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں بخدا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا فرمائے۔ آپ نے فرمایا سبھی لوگ اپنی پھوپھیوں کے حق میں اس کو پسند نہیں کرتے۔ آپ نے استفسار فرمایا کیا تو یہ خرابی اپنی خالہ کے اندر پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا بخدا یا رسول اللہ نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی خالادوں کے لیے اس قبیح امر کا ارتکاب پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ نے اپنا دست شفقت و عفو اس پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اللہم اغفر ذنبہ و طہر قلبہ و حصن فرجہ۔ اے اللہ اس کا گناہ معاف فرما۔ اس کے دل کو پاک صاف فرما اور اس کی شرمگاہ کو ارتکاب سیئات سے محفوظ فرما۔ اس کے بعد وہ جوان کسی بھی برائی کی طرف مائل نہیں ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو کہ ابراہیم علیہ السلام سے حکایت سے تلاوت فرمایا۔ رَبِّ انہدنا کثیرا من الناس من تبعنی فانما منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ اے میرے رب تبارک و تعالیٰ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے تو ان میں سے جو شخص میری اتباع کرے وہ مجھ سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے اور احکام کی خلاف ورزی تو بیشک تو غفور رحیم ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی التباؤ آرزو کو یاد کیا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزيز الحكيم اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے تو بیشک تو عزیز و غالب ہے اور صاحب حکمت ہے۔ ان دونوں عظیم و جلیل پیغمبروں کی امت پر شفقت اور نظر عنایت کو ملاحظہ کیا تو اپنے ہاتھ باریک گاہ خدا کی

میں اٹھائے اور عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما۔ میری امت کی مغفرت فرما اور آپ بہت روئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا اے جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرو تمہارے روئے کا موجب و باعث کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ خود بہتر جاننے والا ہے۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور سبب دریافت کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی کہ مجھے امت عاصی کا غم کھائے جا رہا ہے اور ان کے لیے رورہا ہوں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آپ کا جواب عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل جا کر ان سے عرض کرو کہ ہم تمہیں امت کے معاملہ میں راضی کریں گے اور کسی طرح کی پریشانی اور مشقت میں نہیں ڈالیں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بارگاہ مصطفویٰ میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پشاب کرنے لگ گیا۔ تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سرزنش کی اور اس حرکت سے باز آنے کو کہا۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قطع بول اور پشاب روکنے کی مشقت میں نہ ڈالو اصحابہ نے اس سے تعرض ترک فرما دیا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر فرمایا کہ یہ مساجد پشاب اور غلاطت کے لائق نہیں ہوتیں بلکہ یہ مقدس مقامات اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوت کلام مجید کے لیے ہوتے ہیں اور آپ نے ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ڈول بھر کر لایا تو اسے پشاب والی جگہ پر پلٹنے کا حکم دیا (تاکہ اس جگہ سے بو وغیرہ زائل ہو جائے اور لوگوں کو اس جگہ سے نفرت نہ ہو) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں غاضبی کا اذن طلب کیا اور آپ نے اذن دینے کا حکم بھی فرمایا اور ساتھ ہی اس شخص کی حقیقت حال واضح کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ اپنی برادری اور قبیلہ کا بدترین آدمی ہے۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے اس کے ساتھ کلام میں بڑی نرمی کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اس کے اندر آنے سے قبل تو آپ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا۔ مگر بعد ازاں اس کے ساتھ نرم سلوک فرمایا اور نرم لب و لہجہ میں کلام فرمایا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بروز قیامت سب سے بدتر وہ شخص ہے جس کو لوگ اس کی فحش گوئی اور بدکلامی کی وجہ سے ترک کر دیں (جو میں نے قبل ازیں کہا وہ بیان حقیقت تھا تاکہ لوگ اس سے مغالطہ میں نہ پڑیں اور جو بعد ازاں تھا یہ میرا مقضائے طبیعت تھا تاکہ کوئی شخص بھی استفادہ سے محروم نہ رہے)۔

ف حضرت بریلوی فرماتے ہیں اللہ کی خدمت میں بھی نرم و مہکوار روئے کے مصطفیٰ نے درسا دیا۔

مسعود بن الحکم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب منظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز ادا کی ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے دوران نماز رحمک اللہ کہہ دیا۔ لوگوں نے مجھے قہر آلود لگا ہوں سے دیکھا اور اپنی رائوں پر ہاتھ مار کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے چپ رہنے کو کہہ رہے ہیں تو میں خاموش ہو گیا نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں نے آپ سے بہتر تعلیم دینے والا کوئی معلم نہیں دیکھا۔ آپ نے نہ مجھے مارا اور نہ ناراضگی کی بلکہ صرف اتنا فرمایا کہ عام لوگوں کے ساتھ عام حالت میں جو کلام کی جاتی ہے وہ حالت نماز میں کرنی درست نہیں ہوتی۔ نماز صرف تمہید اور تکبیر کا نام ہے۔

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی رحیم اور نرم دل تھے ہم آپ کی خدمت میں بیس دن رات ٹھہرے۔ آپ نے ہمارے چہرے دیکھ کر اندازہ فرمایا کہ ہم گھروں کے لیے اہل ہو گئے اور سخت شائق۔ آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ ہم نے اپنے پیچھے گھروں میں کون کون لوگ چھوئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے اندر نماز کو اور دین کو قائم کرنا اور اس کی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام یا قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی شخص تین دن تک حاضر بارگاہ نہ ہوتا تو آپ اس کے متعلق دریافت کرتے اگر غائب ہوتا تو اس کو دعائے خیر سے نوازتے اور اگر موجود ہوتا تو اس کے ہاں دیکھ بھال کے لیے تشریف لے جاتے اور اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے۔

## پانچواں باب شان حیا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کنواری پر وہ نشین عورتوں

عہ یہ امر ذہن نشین رہے کہ نماز کے آداب بھی تدریجی طور پر آہستہ آہستہ سکھائے گئے اسی لیے اعرابی کو کلام کرنے کے باوجود اعادہ کا حکم نہیں دیا گیا اور صحابہ کرام نے اشاروں سے جو کچھ سمجھایا یہ بھی بعد میں نسخ کر دیا گیا ان فی الصلوٰۃ شغلاً لہذا اب کسی کو اشاروں و کتابوں سے کچھ سمجھانا بھی نماز کے لیے مفہوم مطلق ہے۔

سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ اور جب آپ کسی چیز کو پسند نہ فرماتے تو ہم آپ کے چہرہ اقدس سے معلوم کر لیتے۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجسم حیا، صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر زردی دیکھی یعنی  
زرد رنگ شوخ کپڑے دیکھے تو اس امر کو پسند نہ فرمایا اور فرمایا تم نے اس شخص کو کیوں نہ کہا کہ اس زردی کو  
دھو ڈالے اور یہ رنگ دور کر دے اور آپ براہ راست کسی شخص کے سامنے ایسی بات نہ فرماتے جس کو آپ  
پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ دوسروں کے ذریعے سے ارشاد فرماتے۔

حبیبہ حبیبہ خدا علیہ وعلیہا التیجۃ والنساء سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی  
طرف سے کوئی بات پہنچتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو آپ اس کو نہ جلاتے کہ تو نے ایسے ایسے کہا ہے۔  
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الامیاء صلی اللہ علیہ وسلم بہت شرمیلے تھے۔ آپ  
سے جس چیز کا سوال کیا جاتا وہ ضرور عطا فرمادیتے۔

## چھٹا باب

### تواضع و انکساری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی باہم گالی گلوچ پر اتر آئے مسلمان  
نے قسم کھاتے ہوئے کہا والذی اصطفیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی العالمین۔ اس خدا بزرگ  
دبرتر کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب اہل جہان پر فوقیت دی اور ان کو اپنی محبوبیت کے لیے  
چن لیا تو یہودی نے اس کے مقابلے میں والذی اصطفیٰ موسیٰ علی العالمین کہہ دیا۔ مسلمان  
یہودی پر سخت ناراض ہوا اور اس کو تھپڑ دے مارا۔ یہودی رسول خدا علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا حقیقت  
حالی عرض کی۔ آپ نے مسلمان شخص کو بلایا اور واقعہ دریافت کیا تو اس نے زرد کو ب کا اقرار و اعتراف کر  
لیا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو آپ پر فضیلت دی اور ان کو عالمین سے فائق و برتر کہا۔ جن میں آپ  
بھی داخل ہیں تو مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کو مارا۔

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ لوگ قیامت کے دن  
بیہوش ہو جائیں گے تو میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا میں  
اس کا اپنے طور پر فیصلہ نہیں کر سکتا کہ آیا وہ بھی بے ہوش و مدہوش ہوئے تھے اور مجھ سے قبل ان کو افاقہ ہو گیا۔



یا وہ ان لوگوں میں داخل ہوں گے جو اس عشی اور مدہوشی سے اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمادئے ہیں علیہ  
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو  
یہ بات زیبا نہیں ہے کہ وہ میرے متعلق کہے میں حضرت یونس بن مثنیٰ علیہ السلام سے افضل ہوں یا اپنے  
متعلق کہے کہ میں ان سے بہتر ہوں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مدح و  
ثناء میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے کہ نصاریٰ نے اپنے نبی کے معاملہ میں حد سے تجاوز کیا (اور ان کو منصب  
نبوت سے منصب الوہیت تک اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے تک جا پہنچایا) (البیاض بالشد) میں صرف اللہ تعالیٰ  
کا عبد ہوں۔ لہذا یہ کہو۔ عبد اللہ ورسولہ یعنی نہ خدا کہو نہ خدا کا بیٹا کہو اور نہ خدائی صفات سے موصوف و  
متصف تسلیم کرو۔

علہ جزوی فضیلت کلی فضیلت کو مستلزم نہیں ہوتی لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدہوشی اور بیہوشی سے محفوظ رہنا سرور انبیاء  
علیہ السلام پر افضل ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ رہا یہ امر کہ آپ نے موسیٰ علیہ السلام پر آپ کو فوقیت دینے سے منع فرمادیا ہے تو یہ  
تواضع اور انکاری کے پیش نظر ہے۔ یا آپ کو افضل الخلق ہونے کا علم بعد میں عطا کیا گیا اور آپ نے اس کا اعلان بعد میں فرمایا  
مقصد ایسی تفصیل سے منع فرمانا ہے جو موجب نزاع و اختلاف ہے۔ یا ایسے انداز سے افضلیت بیان کرنا جن سے دوسرے  
انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان لازم آتی ہو اور یا اصل نبوت و رسالت میں افضلیت بیان کرنے سے منع فرمایا کیونکہ نبی ہونے  
میں سبھی انبیاء علیہم السلام برابر ہیں اگرچہ لوازمات اور خصائص نبوت میں تفاوت موجود ہے الغرض افضلیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
کلام مجید اور احادیث صحیحہ صریحہ سے مبرہن ہے اور یہ اجماعی مسلک ہے اس کے مخالف اگر روایت آئے تو اس کی تاویل واجب و لازم  
ہے خاتم النبیین ہونا، رحمتہ للعالمین اور مبعوث الی الخلق کافہ ہونا، شیخ محترم صاحب مقام محمود ہونا ایسے کمالات ہیں جن میں کوئی  
آپ کے ساتھ شریک اور مشابہ و مثال نہیں ہے لہذا آپ کی جملہ انبیاء علیہم السلام پر افضلیت شک و شبہ سے بالاتر ہے ۱۲۔

عہ و لنعم ما قال البوصیری ۵

واحکو بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

دع ما ادعتہ النصارى فی نبیہم

حد فیعرب عنہ نا حلق بفسد

فان فضل رسول الله لیس لنا

یعنی جو کچھ نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا ہے وہ نہ کہہ اور اس کے علاوہ جو شرف و فضل اور عزت و  
عظمت ثابت کر سکتا ہے ثابت کر کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا و افضل و شرف کی کوئی حد نہیں ہے کہ کوئی صاحب زبان  
اپنی زبان و کلام سے اس کو ظاہر کر سکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ فسئلہ ما بالسنوۃ الی قطن ایدایہن تملوات فرمایا جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کی حکایت ہے (شاہ مصر کو کہا کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے (میرے دیدار کے موقع پر) اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ آیا وہ میری برادرت و پاکدامنی کی گواہی دیتی ہیں یا نہیں؟)

تو بطریق تواضع ارشاد فرمایا اگر میں یوسف علیہ السلام کی طرح قید خانہ میں آنا عرصہ رہ چکا ہوتا اور پھر مجھے اس طرح بلایا جاتا تو میں فوراً بادشاہ کا حکم مان کر باہر آجاتا اور عذرتا خیر تلاش نہ کرتا۔  
حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا گیا جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو کیا کرتے آپ نے فرمایا آپ گھر والوں کے ضروری امور سرانجام دیتے اور جو نہی نماز کا وقت ہوتا مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز ادا فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے آپ کو نذر دیتے ہوئے کہا یا محمد یا سیدنا و ابن سیدنا و خیرنا و ابن خیرنا تو آپ نے فرمایا اے لوگو ایسے انداز خطاب و نذر اور ایسے القاب استعمال نہ کیا اور دوسرے قصیدہ میں فرماتے ہیں :-

ان من معجزاتک العجز عن وصفک اذ لا یحداہ الاحصاء

وکیف یشوعب الکلام ثنا یا ک وھل تنزع البجار الد لار

توجہ: آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ خلق خدا آپ کی کما حقہ تعریف و توصیف سے عاجز ہے کیونکہ وہ اوصاف و کمالات گنتی و شمار میں آسکتے ہی نہیں اور کلام خلق کیسے آپ کی ثناؤں کا احاطہ کر سکتی ہے؟ کیا کبھی ڈول سمندروں کو خالی کر سکے ہیں؟ تو پھر آپ کے اوصاف و کمالات جو سب سمندروں سے زائد ہیں وہ زبان سے کیسے بیان کر کے ختم کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری

لیکن رضائے حستم سخن اس پہ کر دیا

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

خالق کا بندہ خلق کا آفا کہوں تجھے صلی اللہ علیک وسلم

عہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تبلیغ حق کا موقع مل رہا تھا لہذا انہیں بھی جلد از جلد باہر آجانا چاہیے تھا مگر جب تک آپ کی برادرت ظاہر نہ ہوتی تبلیغ صحیح معنوں میں موثر ثابت نہیں ہو سکتی تھی اس لیے تحقیق حال کی طرف ان کو توجہ دلانی جب مقصد پورا ہو گیا تو باہر تشریف لائے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اظہار حق اور دعوت الی اللہ کی اہمیت تھی لہذا آپ نے فرمایا کہ میں اپنی ذات کو مد نظر رکھے بغیر اس موقع سے جلد از جلد فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور تبلیغ حق میں ذرہ بھر توقف روانہ نہ رکھتا کذا قال المدثر۔

کر و اور شیطان تمہیں ہوائے نفس اور گمراہی میں نہ ڈالے میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا عبد ہوں اور اس کا رسول۔ بتدائیس اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ تم مجھے میرے مقام سے بلند مقام تک لے جاؤ (اس میں عاجزی و انکساری کی تعلیم ہے)۔

حبیبہ حبیبہ خدا علیہ وعلیہا التیمۃ والثناء سے عرض کیا گیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے فرمایا آپ (گھر میں تشریف لاتے) کان بشر من البشر یعنی عام لوگوں کی طرح اپنے کام میں مصروف ہوتے اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال کرتے۔ ان کی صفائی پاکیزگی اور نظافت کو ملاحظہ فرماتے۔ بکریوں کا دودھ خود نکالتے اور اپنے کام خود انجام دیتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں ایسے ہی کام کاج کرتے جیسے کہ تم میں سے کوئی ایک کرتا ہے۔ اپنے جوتے خود سینتے اور اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے۔

حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے بید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کی کھدائی کے دوران دیکھا کہ آپ خود خندق کھود رہے ہیں اور مٹی کو خندق سے باہر منتقل فرما رہے ہیں مٹی سے آپ کا جسد اطہر ڈھک چکا ہے حتیٰ کہ پیٹ مبارک کی سفیدی مٹی کی تہ میں پوشیدہ ہو چکی ہے اور دیکھنے والوں کو نظر نہیں آتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں بنفس نفیس شمولیت فرماتے۔ مریضوں کی عیادت اور علاموں کی دعوت بھی قبول فرماتے، دراز گوش پر سواری سے بھی نفرت نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو بھی یہ اعزاز بخشتے۔ میں نے ایک دن آپ کو ایک دراز گوش پر سوار دیکھا جس کی لگام بھجور کی چھال سے تیار کی گئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمایا کیا تو اس امر کی گواہی دیتا ہے۔ ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔ اس لڑکے نے باپ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا جو کچھ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں وہ کہہ دے اور اعتراف توحید و رسالت کرے۔ چنانچہ اس نے کلمہ شہادت

ف۔ کان بشر من البشر کا مقصد نہ نفس بشریت کا اثبات ہے کیونکہ اس سے سوال ہی نہیں تھا اور نہ عام لوگوں کی مانند عامی شخص ہونے کا بیان مطلوب و مقصود ہے (العیاذ باللہ) نہ نبوت و رسالت اور دوسرے خدا و اہم مقامات کا انکار لازم آتا بلکہ آپ کا مقصد صرف یہ ہے کہ گھر کے اندر بھی آپ کسی طرح اپنی بڑائی اور خدا و عظمتوں کا اظہار نہیں فرماتے تھے اور چھوٹے موٹے کام خود کرتے تھے حتیٰ کہ ازواج مطہرات کے ہوتے ہوئے اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال اور ان کو ٹانگے لگانے میں بھی عاجزی سمجھی اور یہی دوسروں کو اس کام کا حکم دیتے اور کان بشر من البشر کی جگہ دوسری روایت میں یصنع کما یصنع احدکم فی بیتہ سے اس معنی کی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ فافہم و تدبر (عبداللہ شریف)

پڑھ لیا اور فوت ہو گیا تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھو اور اس کو اپنے قبرستان میں دفن کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر مجھے کراغ یعنی جانور کے گھٹنوں سے نچلے حصے والے گوشت کے کھانے کی دعوت بھی دی جائے تو میں اس کو قبول کرنے سے گریز نہیں کروں گا اور اس دعوت کو نظر استحقار نہیں ٹھکراؤں گا اور اگر مجھے بھیڑ بکری کا بازو بھی بطور ہدیہ پیش کیا جائے تو میں اس کے قبول کرنے میں عار نہیں سمجھوں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور جب آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھتے تو قیام نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شان تواضع اور انکساری کے پیش نظر اس کو پسند نہیں فرماتے۔

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو فرمایا بخدا آپ کے دو تکرہ کے دروازے لوگوں پر بند نہیں کیے جاتے تھے اور نہ آپ کے آگے دربان کھڑے ہوتے تھے (جس طرح ملک و سلاطین کے درباروں میں کھڑے ہوتے ہیں) اور نہ ہی صبح کے کھانے کے وقت اور نہ ہی شام کے کھانے کے وقت برتن یکے بعد دیگرے رکھے اور اٹھائے جاتے یعنی آپ بیک وقت متعدد انواع و اقسام کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔

آپ کھلی جگہ تشریف رکھتے جہاں ہر ایک بہولت حاضری دے سکتا تھا۔ زمین پر تشریف فرما ہوتے اور آپ کا کھانا بھی زمین پر (دستر خوان لگا کر) رکھا جاتا۔ موٹے اور کھردرے کپڑے زیب تن فرماتے اور طرز گوش پر بھی سواری فرمایا کرتے اور اپنے پیچے غلاموں اور نیاز مندوں کو بھی سوار فرمایا کرتے اور کھانا تناول فرمانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے اور بخدا آپ اس کو اپنی عظمت کے منافی نہیں سمجھتے تھے۔

قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ کے سامنے کھڑا ہوا (اور خدا و ادا شان و شوکت اور رعب و دبدبہ ملاحظہ فرمایا) تو لرزنے لگ گیا نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہون علیک فانی لست ملکا انما انا ابن امرؤ من قریش کانت تاكل القديدا۔ آرام و سکون سے کام لے اور گھبراہٹ میں نہ پڑ۔ میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ یعنی ان کے عادات و اطوار تکلف و تصنع اور بطش و مواخذہ جیسے امور مجھ میں نہیں ہیں میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو کہ خشک گوشت کھایا کرتی تھی (اگرچہ ایک ماہ کی مسافت پر دور بیٹھے ہوئے شاہان روم و فارس

ہیبت خدا واد سے لرزہ براندام ہیں)۔ ف

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کی عقل میں ذرا فتور سا تھا۔ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ میں نے کچھ گزارشات پیش کرنی ہیں اور وقت عطا فرمادیں، آپ نے فرمایا اے ام فلاں جس راہ پر چاہے کھڑی ہو جانا اور جو کہتا ہو کہہ لینا میں کھڑا رہوں گا اور تیری باتیں سنتا رہوں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الگ وقت عطا فرمایا اور علیحدگی میں اس سے سرگوشی فرماتے رہے حتیٰ کہ اس نے اپنا مدعا بیان کیا اور رخصت ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ کی بچیوں میں سے کوئی بچی بھی آکر اگر عرش نشین بنی کا دست اقدس پکڑ لیتی تو آپ اس کا ہاتھ نہیں جھٹکتے تھے حتیٰ کہ وہ جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مساکین اور یتیموں اور عورتوں کے ساتھ چلنے اور ان کی ضروریات پوری کرنے سے نفرت کرتے اور نہ ہی اسے اپنی خدا داد بڑائی کے منافی سمجھتے۔ حضرت قدامہ ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفیدی ماٹل اونٹنی پر سوار ہو کر جبرہ کو کنگریاں مارتے ہوئے دیکھا۔ آپ کے آگے سے لوگوں کو نہا نکا جا رہا تھا اور نہ ان کو مارا پیٹا جا رہا تھا اور نہ ہی ہٹو ہٹو کا اعلان کیا جا رہا تھا۔

حضرت نصر بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء کو دراز گوش پر سواری فرماتے ہوئے دیکھا جس کو رسا ڈالا ہوا تھا اور زین و اکاف اس پر نہیں تھی صرف قصبہ جوڑ میں تیار شدہ چادر اس پر تھی۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اپنے پیچھے سوار فرمایا۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم چند عورتوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ آپ بچوں کو سلام فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان تشریف فرما ہوتے (بغیر اس کے کہ آپ کے لیے کوئی امتیازی سند ہوتی یا لباس میں کوئی قائدانہ اور شاہانہ انداز ہوتا) اگر کوئی اجنبی شخص حاضر ہوتا تو وہ پوچھے بغیر معلوم نہ کر سکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں کون ہیں (اگرچہ چہرہ اقدس کی تابانیاں اور انوار سب سے نمایاں ہوتے تھے) ہم نے آپ سے

گدا اگر تو اضع کند خوئے اوست  
وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں۔

ف۔ تو اضع زگردن فلان کوست  
وہ علو کہ گم ہیں نسبتیں

البتہ کی آپ ایسی مند اور نشہ نگاہ بنانے کی اجازت دیں کہ اجنبی آدمی آئے تو اس کو بغیر سوال کیے معلوم ہو جائے تو آپ کی اجازت اور رضامندی سے ہم نے مٹی کا اونچا چبوترہ سا بنایا آپ اس پر تشریف فرما ہوتے اور ہم آپ کے ارد گرد نیچے بیٹھتے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے آپ اوٹ لگا کر کھانا تناول فرماویں۔ اس میں آپ کے لیے زیادہ آسانی رہے گی تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں تو ایسے کھاؤں گا جیسے کہ بعید اور غلام کھاتے ہیں اور ایسے بیٹھوں گا جیسے بعید اور غلام بیٹھتے ہیں (شاہوں اور ناز پروردہ لوگوں کی طرح نہ بیٹھوں گا اور نہ ان کی طرح کھاؤں گا)۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے کہا بے شک تمہارا رب تبارک و تعالیٰ تمہیں سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے۔ ان شئت نبیا عبد و ان شئت نبیا ملکا۔ اگر چاہو تو نبی عبد بنو اور چاہو تو بادشاہ نبی۔ میں نے بطور مشورہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تو اضع سے کام لیں۔ تو میں نے کہا میں نبی عبد بننا پسند کرتا ہوں۔ ف

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ذکر خدا فرماتے اور بے مقصد بات بہت کم کرتے (بلکہ اس کے قریب ہی نہ جاتے) نماز کو لمبا فرماتے اور خطبہ میں اختصار فرماتے اور اس امر سے نفرت اور تکبر کا اظہار نہ کرتے کہ مساکین اور بیوہ عورتوں کے ساتھ چلیں اور ان کی ضرورت کو پورا فرماویں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ہاجرین کی ایک جماعت (اہل صفہ) میں بیٹھا تھا اور وہ کپڑے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ذریعے ستر اور پردہ حاصل کر رہے تھے اور ایک

ف۔ من تواضع اللہ رفعہ اما۔ جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند مقامات اور مرتبہ عالیہ پر فائز فرماتا ہے آپ نے عبدیت اختیار فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ حکومت و سلطنت عطا فرمائی کہ ملک سلیمان علیہ السلام بھی اس کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا اور آخرت میں مقام محمود پر فائز ہونا اور جملہ اولین و آخرین اور انبیاء مرسلین کا آپ کے زیر سایہ ہونا اور آپ کی شفاعت اور نظر عنایت کا محتاج ہونا ہر اہل ایمان کو معلوم ہے۔

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بروست ختم ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

مگر مکن ہے موسم سرما ہو اور سردی کے بچاؤ کے لیے ایک دوسرے سے مل کر بیٹھے ہوں یوں کپڑوں کی کمی کو پورا کر رہے ہوں۔

شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم سمجھی غور سے اس کی تلاوت و قرأت کو سن رہے تھے۔ سید کل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے میری امت میں ایسے (عابد و زاہد) لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے تاکہ اپنے آپ کو ہمارے ساتھ برابر کریں اور ہم گداؤں کو شہنشاہ کونین کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہو۔

(گدایاں را ازین معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں با ما ست امروز)

پھر آپ نے فرمایا اے فقرا! مہاجرین تمہارے لیے قیامت کے دن نور نام اور ضیاء کامل کی بشارت ہے۔ تم اغنیاء صحابہ رضی اللہ عنہم سے آدھا دن یعنی پانچ سو سال قبل جنت میں پہنچو گے۔

## ساتواں باب

### رحمت مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: متشرکوں کے لیے ہلاکت کی دعا فرمادیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: میں لعنت کرنے اور ہلاکت آفرینی کے لیے مسبوت نہیں ہوا بلکہ سرِ ایا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں سرِ تاپا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوں جو بطور ہدیہ و کرامت اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہے۔

میں (ابن الجوزی) کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا صفت رحمت میں انحصار (یعنی یہ اعلان کہ میں مجسم رحمت ہوں اور سرِ ایا رحمت ہی ہوں) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے تائید و تقویت حاصل کیے ہوئے ہے۔

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

# آٹھواں باب

## جلالیت بصورت رحمت و نعمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ میں تیرے کرم و فضل پر امید رکھتے ہوئے تجھ سے یہ عہد لیتا ہوں جس میں تو ہرگز خلاف نہیں فرمائے گا۔ میں شان بشریت اور اس کے لوازمات و مقتضیات سے بھی موصوف ہوں۔ لہذا اگر جلال میں کسی مسلمان کو مجھ سے ایذا پہنچے۔ خفگی یا سختی ہو جائے تو اس کی تکلیف کو اس شخص کے حق میں حجت و کرم سے تبدیل فرما اور سبب تطہیر و تزکیہ اور بروز قیامت موجب ترقی درجات اور باعث قربت بنا تاکہ اس وجہ سے تو اس کو اپنے قرب سے مشرف فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم بچی تھی ربیہ کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا ارے تو وہی ہے اتنی بڑی ہو گئی ہے تیری عمر بڑی نہ ہو اور پیام عمر دازنہ ہوں۔ جوں ہی نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ کلمات اس بچی نے سنے تو روٹی ہوئی ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس لوٹی۔ انہوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے یہ دعا کی ہے کہ تیری عمر دازنہ ہو اب میں تو زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتی اور یقیناً جلد ہی مر جاؤں گی۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بڑی عجلت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں حتیٰ کہ اپنا دوپٹہ بھی پوری طرح سر اور بدن پر لپیٹ نہیں پائی تھیں کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ آپ نے دریافت فرمایا اے ام سلیم کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ نے میری یتیم بچی کے متعلق یہ دعا کی ہے کہ اس کی عمر دازنہ ہو اور وہ جلدی مر جائے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا۔ اے ام سلیم تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا عہد و پیمان ہے؟ میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں باقی لوگوں کی طرح کبھی راضی اور خوش ہوتا ہوں اور کبھی ناراض اور غضبناک ہو جاتا ہوں۔ لہذا جس شخص کے خلاف میری زبان سے دعا نکلے اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو اس کو اپنے فضل و کرم سے اس شخص کے حق میں بروز قیامت موجب

ف۔ و لنتم ما قال سعدی

بیداد تو عدل است جفائے تو کرامت

دشنام تو خوشتر کہ ز بیگانہ دعائے



ترکیہ و طہارت بنانا اور ذریعہ ترقی درجات اور باعث تقرب بارگاہ قدس۔

ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شراب خوری کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متعلقہ افراد پر لعنت فرمانا زجر و توہین کے لیے ہے (اور اگر لعنت فرما کر جو زجر و توہین کے لیے موضوع و متعین ہے) یہ واضح کیا جائے کہ وہ متعلقہ افراد کے لیے رحمت ہے تو لعنت کرنے کا مقصد بھی ختم ہو جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی غیب لازم آئے گی اور شارع علیہ السلام کے حق میں ایسی ترغیب دینا ناممکن ہے بلکہ محال۔ ہاں اگر اس معنی میں اس کو رحمت تصور کر لیا جائے کہ جس امتی کو معلوم ہو جائے کہ اس فعل پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے تو وہ شخص اس موجب لعنت فعل سے انتہائی درجہ گریزا ہوگا اور متنفر و بیزار اور سرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تہدید سرزنش اس کے لیے تاثر ہونے اور طالب عفو و مغفرت ہونے کا باعث بنے گی تو اس لحاظ سے لعنت کو رحمت کہا جاسکتا ہے کیونکہ لعنت فرمانا اس کے لیے باعث اور موجب رحمت بن گیا اور سبب ندامت و توبہ بنا جو کہ مستجاب و مستوجب رحمت ہے تو یہ مجازی اطلاق اسمیہ الشی باسم الملوئل الیہ کے قبیل سے ہو جائے گا۔

ف۔ قول اس توجیہ کا ایک تو سیاق کلام یعنی انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر و اعضب کما یغضب الرجل سے کوئی تعلق نہیں غیر شرعی امور کے تکرار پر ناراض ہونا ہر اہل ایمان کے لیے لازم و فرض ہے چہ جائیکہ خود صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم اور یہاں عام بشری تقاضاؤں اور بشری لوازمات کا ذکر ہو رہا ہے نہ کہ بالخصوص اہل ایمان کے ایمانی تقاضوں کا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں حالت غضب میں اس شخص کے لیے ایسے کلمات کہ جاؤں جو اس کا اہل نہیں ہے فایما احد دعوت علیہ من امتی لیس لہا باہل۔ تو ان کو رحمت و قربت سے تبدیل فرمانا اور جو لوگ محرمات کے مرتکب ہیں اور وہ یہود و النستہ احکام خدا و رسول صلی علیہ وسلم کی خلاف درزی کرنے والے تو لامحالہ ایسی تغلیظ و تشدید اور زجر و توہین کے اہل ہیں لہذا اس توہیم کی یہاں گنجائش ہی نہیں تاکہ اس کے ازالہ کے لیے سیاق و سباق سے صرف نظر کر کے ایسی توجیہ بارہ کی جائے۔

علاوہ ازیں جو لوگ ایسے امور کے مرتکب نہیں ہوئے اور ان کے حق میں ایسے کلمات زبان نبوت سے سرزد ہو گئے ہیں ان کے حق میں یہ مجازی معنی تو متحقق نہیں ہے اور جمع بین الحقیقۃ والجاز خلاف تحقیق ہے تو اس عہد کے تحت انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا اور جن کو پہنچا وہ محض توبہ و استغفار کی وجہ سے پہنچا تو اس عہد و پیمانہ کا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا قائل حق التامل حتی یظہر لك ان الحق فی عکس ما قال ابن عقیل و اقداب الجوزی۔ محمد اشرف عفا اللہ عنہما

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تہمید کے حق میں یہ کلمات صادر ہونے کے بعد اس کا پریشان ہونا اور یہ کہنا نا لائق

# نواں باب

## شانِ جو دو کرم

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی شئی طلب کی گئی ہو (اور موجود ہونے کے باوجود آپ نے جواب لفظی میں دیا ہو)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جو دو کرم تھے اور آپ جملہ اوقات کی نسبت رمضان المبارک میں جو دو کرم کا اظہار بہت زیادہ فرماتے جبکہ جبرئیل امین علیہ السلام آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے اور حامل وحی ہر رات رمضان المبارک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن مجید کا دور اور تکرار فرماتے فرماتے ہیں نبی خدا علیہ التحیۃ والثناء بارانِ رحمت کے ساتھ بھی ہوئی ہواؤں کی نسبت بھی زیادہ جو دو کرم تھے عہ

لا یکبر سنی ابداً۔ اب تو میری عمر قطعاً بڑی نہیں ہو سکتی اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ اور صحابیات تو درکنار ان کی اولاد صغار اور ان کے زیر کفالت یتیم بچوں بچیوں کا بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ایمان و اعتقاد تھا کہ آپ کی زبان اقدس سے جو بات نکلتی ہے وہ تیر قضا دین کر اور نرجمان کلمہ کنہین کر نکلتی ہے اور ام سلیم رضی اللہ عنہا کا یتیمہ کی زبانی یہ کلمات سن کر اتنی شدید گھبراہٹ کے عالم میں حاضر ہونا اور اظہار اضطراب کرنا ان کے عقیدہ کی بھی وضاحت کر رہا ہے اگرچہ آپ نے واضح فرمادیا کہ زبانِ نوح محاورات کے متعلق یہ بات نہیں ہے بلکہ وہاں میں نے اللہ تعالیٰ سے دوسرا عہد لے رکھا ہے ہاں البتہ جو اہل ہوں گے ان کلمات کے یا بالارادہ صادر ہوں تو واقعی اس طرح ہیں تیر قضا بھی ہیں اور کن کی کنجی بھی۔ یہاں سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو شب دروز حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مستجاب الدعوات ثابت کرنے کے درپے ہیں اور آپ کی دعاؤں کو بارگاہ خداوندی میں انتہائی غیر اہم سمجھتے ہیں (العیاذ باللہ) اور آپ کو مستجاب الدعوات ماننے والوں پر زبانِ طعن دراز کرتے رہتے ہیں۔

عہ ان ہواؤں کا جو دو سخا صرف عالم ظاہر سے متعلق ہوتا ہے اور وہ بھی وقتی طور پر فائدہ پہنچاتی ہیں اس میں دوام نہیں ہوتا۔ مگر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا جو دو کرم ظاہر و باطن اور اجساد و ارواح اور جمیع عوالم پر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آغاز بھی انہیں کی بدولت اور تربیت و پرورش اور حیات و بقا بھی انہیں کی بدولت ہے لہذا رباعِ مرسد کے ساتھ تشبیہ نطق بیان کی تنگی کے پیش نظر ہے اور محض فہم عوام کے لیے۔ کذافی عمدۃ القاری۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اسلام کے زمانہ میں جس شے کا سوال کیا جاتا آپ ضرور عطا فرماتے۔ ایک شخص آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس کو صدقہ کی بھٹی بکریوں سے بھری وادی عطا کر دی۔ وہ اپنی قوم کی طرف لوٹا اور ان سے کہا اے میری قوم حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آنا بخشے ہیں اور عطا کرتے ہیں کہ آپ کو اپنے فقر و فاقہ کا سرے سے اندیشہ ہی نہیں ہوتا۔

حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جنین سے واپسی کے موقع پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اعراب اور بدوی لوگ آپ کو چمٹ گئے۔ ہر ایک ان میں سے عطا کا سائل و طلبگار تھا حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو دھکیلتے دھکیلتے ایک خاردار درخت تک جا پہنچایا جس سے آپ کی چادر مبارک اٹک گئی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا میری چادر میری طرف لاؤ اور فرمایا کیا تم مجھ پر نخل کا اندیشہ کرتے ہو اگر ان جھاڑیوں کی گنتی و شمار کے مطابق بھی سونا میرے پاس ہوتا تو میں لامحالہ اسے تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ تم مجھے نہ نخل پاؤ گے نہ غلط بیانی اور کذب سے کام لینے والا اور نہ ہی جبان و بزدل۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کے سامنے کھجوروں کا ڈھیر سا تھا تو فرمایا۔ اے بلال یہ کیسا ہے۔ عرض کیا کھجوریں ذخیرہ کر رکھیں ہیں (تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں) تو فرمایا تجھے اس امر کا خوف نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے آگ بھڑکے اور دوزخ گرم کیا جائے۔ انہیں حنرج کر دو اور مالک عرش کی طرف سے فقر و فاقہ اور قلت کا خوف ہرگز نہ کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لیے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔

حضرت ہارون بن زباب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم میں ستر ہزار درہم پہنچے اور یہ مال تمام اموال سے زیادہ تھا جو کسی وقت بھی آپ کی بارگاہ اقدس میں لائے گئے۔ آپ نے ان کو چٹائی پر رکھا۔ پھر تقسیم فرمانے لگے اور جو سائل بھی آیا اس کو عطا فرمایا حتیٰ کہ سبھی تقسیم فرمایا اور ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔

# دسواں باب

## کمال شجاعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے حسین تھے اور سب سے شجاع و دلیر اور سب سے زیادہ جواد و کریم۔ مدینہ منورہ کے اندر (خونناک آوازہ سن کر) گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ لوگ اس طرف نکلے جدھر سے آواز آئی تھی مگر کیا دیکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے آرہے ہیں اور حضرت ابو طلحہ کے ننگی پیٹھ گھوڑے پر سوار ہیں اور تلوار مبارک گردن اقدس میں جمائل کی ہوئی ہے اور اس خونناک آواز کی تحقیق و تسلی کر کے آرہے ہیں اور لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کوئی بات نہیں گھبراؤ نہیں اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے متعلق فرمایا ہم نے اس کو روانی میں دریا کی مانند پایا ہے اور یہ درحقیقت دریا کی مانند ہے (حالانکہ قبل ازیں سست رفتار تھا اور تکلیف دہ چال چلتا تھا مگر آپ کی سواری فرمانے کی برکت سے چال ہموار ہو گئی اور رفتار تیز ہو گئی ہے۔

تو مراد دل وہ دلیری ہیں      روباہ خورش خواں و شیریں ہیں

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے بنی قیس کے ایک آدمی نے سوال کیا تم حنین کے دن میدان جنگ سے بھاگ نکلے تھے تو انہوں نے فرمایا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے بلکہ آگے بڑھ کر واد شجاعت دیتے رہے (پھر پیچھے ہٹنے والوں کا عذر بیان کرتے ہوئے فرمایا) قبیلہ ہوازن کے لوگ سخت تیر انداز تھے اور جو تیر پھینکتے وہ نشانے پر گرتا لیکن بایں ہمہ ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ میدان چھوڑ گئے ہم اموال غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے پھر پلٹ کر تیر بوسانے شروع کر دیے (اس لیے وقتی طور پر اہل اسلام ذرا پیچھے ہٹے) میں نے اس موقع پر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ اور ابوسفیان بن الحارث رضی اللہ عنہ اس کی لگام تھامے ہوئے ہیں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر یہ رجز ہے۔

انا النبی لا کذب      انا ابن عبد المطلب

میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں اور میں عبد المطلب جیسے شجاع و بہادر کا لہنت جگر ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے آپ کو میدان بدر میں دیکھا کہ ہمارے شیر دل صفت شکن مجاہد بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت

دشمن کے قریب تھے اور اس دن آپ سب لوگوں سے جرأت و دلیری میں اور بسالت و شجاعت میں بڑھے نظر آ رہے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جنگ کی آگ زوروں پر ہوتی اور خوب بھڑک رہی ہوتی اور دونوں جنگجو فریق ایک دوسرے سے برس برس پیکار ہوتے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لیتے اور ان کے دامن میں آکر اپنا بچاؤ کرتے۔ آپ سے زیادہ دشمن کے قریب کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔ حضرت برار بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بخدا جب جنگ کی آگ بھڑکتی تو ہم دامن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں پناہ ڈھونڈتے اور ہم میں سے بڑا بہادر وہی ہوتا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ صف قتال میں رہتا۔

## گیارہواں باب

### مزاح اور خوش طبعی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل بادیہ میں سے زاہر نامی ایک شخص بادیہ میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جو چیزیں وہاں دستیاب ہوتی تھیں۔ ہدیہ پیش کرنے حاضر ہوتا تو وہ اپسی پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے تحائف سے نوازتے، آپ فرماتے زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اسکے شہری۔ ایک دن وہ بازار میں اپنا مال فروخت کر رہا تھا تو آپ اس کے ہاں تشریف لائے اور اس کی بخیری میں پیچھے سے آکر اس کو سینہ اقدس سے لگایا تو اس نے کہا کون ہے؟ چھوڑو۔

جب ذرا توجہ دی اور دھیان سے کام لیا تو سمجھ گیا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جب جان لیا تو پھر مقدور بھر جہد اور سعی و کوشش کرنے لگا تاکہ جہاں تک ہو سکے اپنی پشت کو رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس کے ساتھ جٹائے رکھا اور زیادہ سے زیادہ برکت و فیض حاصل کرے۔

ظاہری طور پر اس کی شکل و صورت کوئی اتنی خوب نہیں تھی بلکہ غلاموں کی طرح لگتا تھا تو آپ فرمانے لگے یہ عبد اور غلام مجھ سے خریدنے والا کوئی ہے؛ وہ عرض کرنے لگے جب تم اس غلام کو بیچ دو اور اپنے لیے قبول نہ کرو تو پھر یہ غلام کھوٹے سکے کی مانند بے قدر و قیمت ہو گا اس کو کون لے گا؛ اس وقت بکیں نواز اور غریب پرور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کھوٹا نہیں اور نہ بے قدر و قیمت

یایوں فرمایا۔ لیکن تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا قیمتی ہے اور کیوں نہ ہو نگاہ نبوت میں جو قیمتی پتھر ہے وہی ہے طور جہاں پر گئی نگاہ تیری

وہی چین ہے جہاں مسکرا دیا تو نے  
حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ایک سفر کے دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور اس وقت میں کم عمر لڑکی تھی نہ بدن بھاری تھا اور نہ کوئی زیادہ گوشت ہی بدن پر تھا۔ آپ نے لوگوں کو فرمایا تم آگے نکل جاؤ۔ جب وہ دور جا چکے تو فرمایا آؤ میں تمہارے ساتھ دوڑوں، میں ساتھ دوڑی اور آپ سے دوڑ میں سبقت لے گئی۔ آپ خاموش رہے کافی دن گزرے مجھے وہ واقعہ بھول گیا ادھر میرا بدن بھاری ہو گیا اور گوشت چڑھ گیا پھر ایک سفر میں بہراہی کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے لوگوں کو فرمایا آگے نکل جاؤ۔ وہ آگے نکل گئے تو فرمایا آؤ مل کر دوڑیں ہم مل کر دوڑے تو آپ مجھ سے سبقت لے گئے اور پھر منتے ہوئے فرمایا یہ اس دن کا بدل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطور مزاح فرمایا۔  
یاذا الاذنین۔ اے دو کانوں والے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بہلانے کے لیے اپنی زبان مبارک باہر نکالتے تھے جب وہ زبان مبارک کی سُرخی دیکھتے تو ادھر راغب ہوتے اور اُسے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی مزاح اور خوش طبعی کرنے والا نہیں دیکھا۔

ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مزاح کرتا ہوں مگر اس دوران بھی میری زبان حقیقت ترجمان سے حق ہی نکلتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ مجھے سواری کے لیے اونٹ عطا فرماؤ۔ آپ نے اس کو فرمایا ہم اونٹنی کے بچے پر بچے سوار کریں گے اور وہ سواری کے لیے مہیا کریں گے تو وہ چلانے لگا یا رسول اللہ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا کوئی ایسا اونٹ ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو جو بھی دیں گے وہ کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک بڑھیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی اور کسی چیز کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا اور ساتھ ہی بطور مزاح فرمایا کہ کوئی بڑھیا جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا آپ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور

اس عورت نے زار و قطار رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ واپس ہوئے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ عورت اس وقت سے رو رہی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا ہاں ہاں کوئی بڑھیا بڑھا پے کی حالت میں جنت کے اندر داخل نہیں ہوگی بلکہ ان کو جو ان بنا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ انا انشاء لہن انشاء فجعلنہن ابکاراً عرباً اتراً ابیۃ ہم ان کو از سر نو پیدا کریں گے اور اٹھائیں گے خوب اٹھانا پس کریں گے ان کو باکرہ اور نوخیز ناز و انداز والی اور اصحاب یمن کے لیے ہم عمر اور حالانکہ وہ بوڑھی تھیں جن کی آنکھوں سے پانی بہتا تھا اور مواد علیظ آنکھوں میں مجتمع ہو جاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو ابو عمیر کو غمناک پایا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا ابو عمیر غمگین و حزنین کیوں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا اس کا پرندہ نغیر (جس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا) مر گیا ہے تو آپ نے روئے سخن اس کی طرف پھیرتے ہوئے فرمایا۔ یا ابا عمیر ما فعل النغیر، اے ابو عمیر نغیر کا کیا ہوا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ خوش گفتار اور خوش طبعی فرمانے والے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز گفتگو مزاجیہ ہوتا تھا۔ عہ

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کافی مزاج اور خوش طبعی فرمانتے اور فرماتے کہ اللہ رب العزت صحیح اور درست مزاج کرنے والے پر مواخذہ نہیں فرماتا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں میں جو کچھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنتا تھا اس کو سپرد قلم کر لیتا اور صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیتا تاکہ محفوظ رہے۔ مجھے قریش نے اس سے منع کیا اور کہا تو جو کچھ سنتا ہے لکھ لیتا ہے حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کبھی حالت غضب اور ناراضگی میں ہوتے ہیں (اور کبھی مزاج و خوش طبعی فرمانتے ہیں) میں نے ان کے کہنے پر لکھنا ترک کر دیا اور سید الانبیاء صلی اللہ

عہ اگر اس طرح — خوش طبعی مزاج اقدس میں نہ ہوتی تو خدا وادھیبت اور رعب و دبدبہ اور شان و شکوہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل ہر وقت لرزتے رہتے اور زہرہ گداز رہتے لہذا یہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کا ان پر خصوص کرم تھا کہ آپ اس انداز سے ان کے ساتھ پیش آتے تاکہ ان پر ہر وقت مرحوبیت کا عالم طاری نہ رہے۔

علیہ وسلم سے اس کے متعلق عرض کیا تو آپ نے فرمایا لکھو اور ضرور لکھو مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرے منہ مبارک سے ہر وقت حق ہی صادر ہوتا ہے خواہ جمالی حالت ہو یا جلالی۔

خوات بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انظران میں قیام پذیر ہوا۔ خیمہ سے باہر نکلا تو چند عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ میں ان کی گفتگو وغیرہ سے بہت متاثر ہوا۔ واپس خیمہ میں آیا مینے چادروں کا جوڑا نکالا ایک کو تہ بند بنایا۔ دوسری کو اوپر اوڑھا اور پھر ان کے پاس باتوں کے چسکا میں جا بیٹھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو مجھے ان کے پاس بیٹھا دیکھ کر فرمایا اے ابو عبد اللہ تو ان کے پاس کیوں بیٹھا ہے؟ میں آپ سے خوفزدہ ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا اونٹ وحشی ہے اور بھاگ جانے والا ہے اس کے لیے قید و بند یعنی رستا تلاش کر رہا ہوں تاکہ باندھنے کی صورت نکل سکے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور میں آپ کے پیچھے چلنے لگا۔ آپ نے اوپر والی چادر اتار کر رکھی اور پیلو کے درختوں میں قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ استنجا اور وضو فرمایا پھر واپس تشریف لائے تو فرمایا۔

اے ابو عبد اللہ تیرے اونٹ کی وحشت و نفرت اور بھاگ نکلنے والی خصلت بد کا کیا ہوا؟

خوات کہتے ہیں میں جلد از جلد مدینہ منورہ پہنچا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری (شرمندگی کی وجہ سے) ترک کر دی جب کافی دن گذر گئے تو میں نے مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے خلوت تنہائی کی ایک ساعت مقرر کر لی تاکہ میں اکیلا نماز ادا کر سکوں۔ ایک دن میں مسجد میں نماز ادا کرنے حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج مطہرات کے گھروں سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے آکر نماز پڑھنی شروع فرمائی اور دو رکعت ادا فرمائی مگر مختصر انداز میں اور میں نے دیدہ دانستہ نماز کو طویل کر دیا تاکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ آپ نے بھی میرے ارادہ کو بھانپ لیا اور فرمایا اے ابو عبد اللہ نماز جتنی لمبی کرنی ہے کر لے اٹھ کر جانے والا میں بھی نہیں ہوں جب تک تیری نماز ختم نہ ہو لے اور سلام نہ پھیر لے۔

میں نے تہیہ کر لیا کہ بخدا آج میں ضرور بالفور آپ کی بارگاہ میں معذرت کروں گا اور آپ کا دل ٹھنڈا کر دوں گا۔ نماز سے فارغ ہوا سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا السلام علیک یا ابا عبد اللہ تیرے اونٹ کی سرکشی کا کیا ہوا تو میں نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اس کی سرکشی اور وحشت اس دن سے ختم ہو گئی ہے جس دن سے تمہارے دامن میں پناہ لے لی ہے اور مشرف اسلام سے مشرف ہو گیا ہوں۔ تو آپ نے دو مرتبہ یا مین مرتبہ فرمایا رحمک اللہ پھر اس کے بعد آپ نے کبھی بھی مجھے وہ بات یاد نہ دلائی۔



# ابواب آداب وسیرت مصطفویہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

## باب اول

### طہارت کے لیے ہاتھوں کا استعمال

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ مبارک طہارت اور کھانے کے لیے تھا اور بائیں ہاتھ مبارک بیت الخلا میں جانے کے وقت اور استنجا کے وقت استعمال فرماتے۔

## دوسرا باب

### چھینکنے کا طریقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز مبارک پست رکھتے اور چھینک آنے سے پہلے ہی جب اس کی آمد کا احساس ہوتا تو کپڑے سے اپنے منہ مبارک کو ڈھانپ لیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو چہرہ اور ڈھانپ لیتے اور اس کی آواز کو مقدور بھر کم رکھنے کی سعی فرماتے۔

## تیسرا باب

### اعتزاز کا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

جب کوئی شئی لیتے تو دائیں ہاتھ سے اور عطا فرماتے تو دائیں ہاتھ سے اور ہر عزت و عظمت والے کام اور فعل خیر کا آغاز دائیں جانب سے فرماتے۔

## چوتھا باب

### بیٹھنے کی کیفیت

قیلہ بنت مخمر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اس طرح بیٹھے ہوئے دیکھا جیسے قرص یا یعنی سیٹ مبارک رانوں سے چٹا کر سراقدرس کو جھکائے ہوئے۔ فرماتی ہیں میں نے جب آپ کو اس حالت خشوع و خضوع میں دیکھا تو میں خوف و خشیت سے لرزہ بر اندام ہو گئی اور کانپنے لگ گئی۔

## پانچواں باب

### بیٹھنے کے انداز

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات مجلس شریف میں تشریف فرما ہوتے تو تھکان دور کرنے کے لیے احتیاء والی صورت اختیار فرما لیتے یعنی گھٹنے مبارک کھڑے کر کے دو نو ہاتھ مبارک پندلیوں پر جمع کر کے ان کا سہارا لے کر بیٹھے جس طرح بعض لوگ دستار یا اور کوئی کپڑا کمر اور پندلیوں کے گرد لپیٹ کر اس کا سہارا لے کر بیٹھے ہیں۔

## چھٹا باب

### سہارے سے بیٹھنا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب

کہ آپ ایک تکیہ کو بائیں جانب رکھ کر اس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

## ساتواں باب

### گدی اور پیٹھ کے بل لیٹنا

حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبید بن عاصم سے راوی ہیں کہ انہوں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد شریف میں پیٹھ مبارک اور گدی کے بل لیٹے دیکھا اور آپ نے ایک پاؤں مبارک کو دوسرے پاؤں مبارک پر رکھا ہوا تھا یعنی ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرے کو گھٹنے پر رکھا ہوا تھا۔

## آٹھواں باب

### کیفیت تکلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطاب و کلام عموماً ہر جملہ تین مرتبہ دہرائے تاکہ سامعین کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو ہر کلمہ کو تین مرتبہ بیان فرماتے اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لاتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے یعنی طلب اذن کے لیے داخل ہونے کے بعد اور رخصت ہوتے وقت مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ سلام فرمانے پر اندر آنے کی اجازت نہ ملتی تو دوبارہ سلام فرماتے پھر بھی اجازت نہ پاتے تو تیسری بار سلام فرماتے اور اس کے بعد اذن نہ ملتا تو واپس تشریف لے جاتے۔

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری مانند تیزی اور

ف۔ اس طرح لیٹنے سے آپ نے منع بھی فرمایا ہے جب کہ کشف ستر اور شرم گاہ کے کھلنے کا اندیشہ ہو اور بیان جواز کے لیے خود اس پر عمل پیرا ہو کر بھی دکھلایا اور دونوں پہلو جواز و عدم جواز کے واضح فرمائے۔ ۱۲۔

روانی کے ساتھ کلام نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ اس طرح کلام فرماتے کہ ہر کلمہ الگ الگ ہوتا اور سننے والا اس کو اچھی طرح ضبط اور یاد رکھ سکتا تھا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ سید بنی آدم و آدم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامعین میں سے کوئی شخص اگر آپ کی جملہ باتوں اور کلمات طیبات کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء کے طرز گفتار اور انداز کلام کی خبر دو تو انہوں نے فرمایا آپ بلا مقصد و ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ آپ کا سکوت اور خاموشی طویل ہوتی۔ آپ کا آغاز کلام اور اس کا اختتام منہ مبارک کی جانبوں اور کناروں سے ہوتا یعنی ہر کلمہ کی ادائیگی مکمل طور پر ہوتی اور مخارج پر زبان کا اعتماد پوری طرح ہوتا اور آپ کا کلام مبارک جو امع الکلم پر مشتمل ہوتا یعنی مختصر کلمات ہوتے مگر معانی و مطالب کے سمندر ایک ایک کلمہ میں سمٹے ہوتے نیز کلمات میں باہمی مناسب فاصلہ ہوتا (تا کہ سامعین اچھی طرح سن سمجھ سکیں اور یاد رکھ سکیں) نہ الفاظ ضرورت سے زیادہ ہوتے اور نہ ادائیگی مقصد میں قاصر (بلکہ حق بلاغت ادا کرتے ہوئے ایسی گفتگو فرماتے کہ بالکل مقصد پر منطبق ہوتی)۔

حضرت ام مہدی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سکوت اختیار فرماتے تو چہرہ اقدس سے وقار و عظمت اور جلال و ہیبت جھلکتی اور کلام فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ پروئے ہوئے موتیوں کا ہار ہے جو نیچے ڈھلک رہا ہے اور کلام و گفتگو میں شہد کا سا مٹھاس نہ کلام اتنا قلیل اور مختصر کہ مطلب کی ادائیگی مشکل ہو اور فہم مقصود میں نخل اور نہ اتنا طویل کہ غیبر ضروری کلمات پر مشتمل ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جب کلام فرماتے تو سامنے کے دانت مبارک سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوتا۔

ف اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ  
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زبان نہیں  
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تكلم رثي كالنور يخرج من بين ثناياه عه

## نوال باب

### دوران تکلم دست اقدس کی کیفیت

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اشارہ فرماتے تو ساری ہتھیلی کے ساتھ اشارہ فرماتے اور جب تعجب کا اظہار فرماتے تو کف دست کو اٹھاتے اور باطنی حصہ اپنے منہ مبارک کی جانب پھرتے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا باطنی حصہ مارتے اور جب حالت جلال میں ہوتے تو منہ مبارک پھیر لیتے۔

## دسوال باب

### منبر شریف

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر شریف کس لکڑی سے بنا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا غور سے سنو بخدا میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس لکڑی سے بنایا گیا ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کس کا بنایا ہوا ہے اور کس دن بنایا گیا اور جس دن سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

عہ یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجسم نور ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ وہاں اقدس سے نکلتا ہوا نور امر محسوس تھا جو آنکھوں سے دیکھا جاتا تھا اور بشریت کا حجاب و نقاب حالت تکلم میں الگ ہوتا تو اس کا مشاہدہ ہو جاتا اس سے بشریت کا اس نور مجسم پر محض حجاب و نقاب ہونا بھی واضح ہو گیا اور یہی اکابرین ملت کا عقیدہ ہے شیخ اجل محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ دے صلی اللہ علیہ وسلم از فرق تا قدم ہمہ نور بود اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بود سے صحیح کس را مجال نظر و لوراک حسن وے ممکن نہ بود۔ مدارج النبوت جلد اول ص ۱۹۱ و ص ۱۹۲۔ ہمیشہ جو ہر دے فوری بود کہ انتقال کرو در اصلاب آباد و ارحام امہات تا انتقال بصلب عبداللہ و آمنہ سلام اللہ علیہما اجمعین۔

اس پر تشریف فرما ہوئے تھے میں نے اُس دن آپ کا شرف دیدار بھی حاصل کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاریہ عورت کی طرف آدمی بھیجا جس کا ایک غلام بڑھئی تھا وہ لکڑی کا کام کرتا تھا اور فرمایا کہ اپنے غلام سے کہو کہ میرے لیے چند لکڑیوں کو جوڑ کر منبر بنا دے تاکہ بوقت خطاب اور تبلیغ اس پر بیٹھوں۔

اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ قابہ (جگہ کا نام ہے جہاں درخت عام تھے) کی طرف گیا اور اُس درخت کو کاٹا جس کو طرفاد کہا جاتا ہے اور تین درجات پر مشتمل منبر تیار کیا۔ چنانچہ اس انصاریہ عورت نے تیار ہونے کے بعد وہ منبر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُس کو اس جگہ رکھوایا جس میں اب تم دیکھ رہے ہو اور وہ پہلا دن تھا جس دن آپ اس پر تشریف فرما ہوئے (اور خطاب فرمایا جب نماز ادا کرنے کا وقت آیا تو آپ نے منبر تشریف پر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ فرمائی پھر رکوع بھی وہیں فرمایا اور سجدہ کرنے کے لیے آپ لٹے پاؤں چل کر منبر سے اترے اور زمین پر سجدہ فرمایا اور لوگوں نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ پھر آپ منبر پر قیام فرما ہوئے اور تمام رکعات میں یہی طریقہ اختیار فرمایا حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا اے لوگو! میں نے آج یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ تم عملی طور پر بھی مجھ سے نماز کا طریقہ سیکھ لو۔ میری نماز کی حالت و کیفیت عین حالت نماز میں دیکھو اور میری اقتدا کرو (کیونکہ زبانی اور عملی دونوں طرح پر تعلیم دینا زیادہ موثر ہوتا ہے اور موجب ضبط و حفظ)

## گیارہواں باب

### فصاحت و بلاغت

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب اہل عرب میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ میری تادیب و تربیت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور خوب تادیب و تربیت فرمائی ہے۔ میں نے بنی سعد جیسے فصیح و بلیغ قبیلہ میں پرورش پائی اور میں جوامع الکلم مبعوث ہوا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ ہم سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں حالانکہ آپ تعلیم و تربیت کے لیے کہیں باہر تشریف نہیں لے گئے آپ نے فرمایا کہ بنی اسماعیل کی زبان اور لغت مٹ چکی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس وہی زبان اور

نفت لے آئے اور میں نے اس کو محفوظ کر لیا اور ضبط کر لیا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فصیح ترین لوگوں میں سے تھے۔ آپ کلام فرماتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل زبان کو پتہ نہ چلتا کہ اس کا مقصد کیا ہے جب تک کہ آپ خود اس کی خبر نہ دیتے اور وضاحت نہ فرماتے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرب کے فصحاء و بلغاء سے کوئی ایسا نوکھا اور نیا حکم نہیں سنا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہ سنا ہو۔ اور میں نے آپ کو طبعی موت مرنے کی ترجمانی ان الفاظ (ما ت حنت الفدا) کے ساتھ کرتے ہوئے سنا حالانکہ کسی اور فصیح و بلیغ سے اس مفہوم کی ادائیگی ایسے حسین انداز سے سننے میں نہیں آئی۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کلام سر اسر حکمت ہے اور عین فصاحت آپ کے کلمات جامع کے بحر ناپیدا کنار سے چند نادر جو اہر ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ایا کد و خضراء الدامن۔ اپنے آپ کو کوڑا کرکٹ اور غلاطوں کے ڈھیروں پر اگنے والے پودوں سے دور رکھو جن کا ظاہر تو دلفریب ہے مگر اصل اور ضمیر انتہائی رومی اور باطن قابل نفرت۔

۲۔ ان مما ینبت الربیع لما یقتل حبطاً او یسلم۔ موسم بہار جن چیزوں کو ختم دیتا ہے ان میں بعض ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں جو کھانے والے کو (بطاہر لذیذ اور دلکش معلوم ہوتی ہیں) اور وہ کم میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیتی ہیں اور یا ہلاکت کے کنارے پہنچا دیتی ہیں۔

۳۔ لا یلدغ المؤمن من مخر مرتین۔ کامل ایماندار ایک بل سے دوبارہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

۴۔ الناس کاسنان المشط۔ لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں۔

۵۔ والمرء کثیر باخیه۔ تنہا آدمی اپنے بھائی سے مل کر جماعت بن جاتا ہے۔

سورہ انبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انصار کے حرص و آرزو سے دور ہونے سے فریفتگی اور جان نثاری کے خدایات سے بھرپور ہونے پر واو دینے کے انداز میں فرمایا۔

۶۔ انکو لتقلون عند الطمع وتکثرون عند الفزع۔ تم طمع کے وقت گنتی و شمار میں کم ہوتے ہو۔ اور میدان حرب و قتال میں بہت کثیر تعداد۔

۷۔ خیر المال مہرۃ ما ثورۃ ادسکتہ ما بورة۔ بہترین مال نفیس ترین بکیر ہے اور یا تابیر اور پونڈ کاری کیے ہوئے کھجور کے خوشوں میں سے ایک خوشہ۔

۸۔ خیر المال عین شاهدة لعین نائمة۔ بہترین پونجی وہ آنکھ ہے جو خود بیدار ہے اور خواب

غفلت آنکھوں کو دیکھنے والی (اور عبرت پکڑنے والی ہے)

۹۔ من بظاہر عملہ لہو لیسرع بہ نسبہ۔ جس کے عمل نے اس کو سست رو بنا دیا ہے اس کا نسب اسے تیز رو اور گامزن نہیں بنا سکتا۔

۱۰۔ جبکہ الشیئی یعنی ویسوی تیرا کسی شئی سے غایت درجہ محبت کرنا تجھے اس کے عیوب دیکھنے سے اندھا کر دے گا اور نقائص سننے سے بہرہ۔

۱۱۔ کل الصيد فی جوت الفراء۔ جملہ صید اور شکار حمار وحش کے پیٹ میں ہیں یعنی یہ اکیلا سب شکاروں پر بھاری ہے۔

۱۲۔ القناعة مال لا ینفد۔ قناعت غیر فانی دولت ہے اور ناقابل نفاذ و زوال۔

اور اس قسم کے جو اہر پارے حد و شمار سے باہر ہیں اور کتب احادیث و سیران سے بھر لو پر ہیں۔

## بارہواں باب

### فارسی کلمات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو غزوہ خندق کے موقع پر فرمایا۔ اٹھو جابر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لیے کھانا تیار کیا ہے۔ فقد صنع لکم جابر سوراً۔

ابوالعباس ثعلب فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی کلمہ زبانِ اقدس پر جاری فرمایا کیونکہ سور فارسی میں دعوت کے کھانے پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

مجاہد علیہ الرحمۃ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میرے پیٹ میں درد تھا۔ تو فرمایا۔ اشتکیت درد اشتکیت درد۔ تجھے درد کی شکایت ہے۔ تجھے درد کی شکایت ہے۔ نماز ادا کرو کیونکہ وہ ہر مرض کی دوا ہے اور ہر تکلیف میں موجب شفا ہے۔

علامہ ابن الجوزی مؤلف کتاب فرماتے ہیں یہ حدیث علما نقل کے نزدیک پایہ صحت تک نہیں پہنچی۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فارس سے تعلق نہیں رکھتے تھے کہ ان کے ساتھ فارسی۔



کلمات استعمال کیے جاتے البتہ حضرت مجاہد فارس سے تعلق رکھتے ہیں لہذا یہ کلمات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کلام کرتے وقت استعمال کیے تھے اور جس نے اس کو مرفوع کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کی ہے تو وہ وہم کا شکار ہوا ہے۔ اس روایت کو ابراہیم بن البراء نے ابو ذر اور رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ارشاد فرمایا۔ لیکن ابراہیم ثقات کی طرف نسبت کر کے موضوع روایات نقل کرتا ہے لہذا اس کا اعتبار بھی نہیں کیا جاسکتا۔

## تیرھواں باب

### استعمال شعر

حضرت برادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خندق کے موقع پر مٹی خندق سے منتقل کرتے ہوئے دیکھا۔ گردوغبار نے آپ کے پیٹ مبارک کی سفیدی کو ڈھانپ لیا تھا اور آپ کی زبان اقدس پر (حضرت عامر بن کوثر رضی اللہ عنہ کے) یہ اشعار تھے

اللہم ولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

اے اللہ اگر تیری ہدایت اور رہنمائی شامل حال نہ ہوتی تو ہم نہ کبھی راہِ راست پاسکتے اور نہ صدقات اور نماز ادا کرتے۔

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاعدام ان لا قینا

پس ہم پر سکینت نازل فرما جو ہمارے لیے موجب تسکین بنے اور دشمنوں سے ڈر بھڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔

والمشکون قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ ابینا

مشرکین نے ہم پر بغاوت و سرکشی کی ہے اور جب وہ ہمیں فتنوں میں ڈال کر دین حق سے برگشتہ کرنے کی سعی ناپاک کرتے ہیں تو ہم ان کی خواہشات فاسدہ پوری کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے

موقع پر فرمایا (جب کہ آپ آگے بڑھ کر جملہ فرما رہے تھے) یہ

انا النبی لا کذب - انا ابن عبد المطلب

میں برحق نبی ہوں اور میرا دعویٰ نبوت کذب و غلط بیانی پر مبنی نہیں ہے اور میں عبد المطلب جیسے نامور اور بہادر اور دلیر کا لخت جگر اور نور نظر ہوں۔

حضرت جنذب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی مبارک پر پتھر لگا اور خون آلود ہو گئی تو آپ نے فرمایا ہے

هل انت الا اصبع دمیت و فی سبیل اللہ مالقت

تو فقط ایک انگلی ہے جو خون آلود ہوئی ہے (اور میں تو ساری جان مع جسم قربان کرنے کو تیار ہوں اور گھبراہٹ و پریشانی کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ) تجھے جو تکلیف پہنچی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہی تو پہنچی ہے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موقع کی مناسبت سے اشعار بطور ضرب المثل زبان اقدس پر جاری فرماتے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار زبان اقدس پر جاری فرماتے اور ان کے قول سے یا تیک بالاخبار من لہ تزود کو بالعموم پڑھتے یعنی تجھے خبریں وہ شخص لا کر دے گا جس کو تو نے یہ زاد اور ذخیرہ مہیا نہیں کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کلمات کسی بھی شاعر کی زبان پر کسی بھی وقت جاری ہوئے ان تمام سے زیادہ سچا اور واقع کے مطابق بید کا یہ قول ہے

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل (دکل نعیو لا محالة زائل)

غور سے سُنو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا پذیر ہے (اور تمام تر نعمتیں بہر حال زائل ہونے والی ہیں) اور امیر بن ابی الصلت اگرچہ خود مشرف باسلام نہیں ہوا مگر اس کے شعر قریب ہے کہ مشرف اسلام سے مشرف ہوں یعنی مطالب و مفاسد کے لحاظ سے وہ نظریہ اسلام کے قریب تر ہیں۔

## چودھواں باب

### سماعت اشعار

عمر بن شریک اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے

پچھے سواری پر بٹھایا اور دریافت فرمایا کہ تجھے امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں سے کوئی شعر یاد ہے تو میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا سنائیے تو میں نے سو شعر آپ کو سنائے۔  
حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے

بلغنا السماء مجدنا وجدودنا  
وانا لمرجو فوق ذلك مظهراً  
ہم اپنی مجد اور بزرگی کے لحاظ سے آسمان تک جا پہنچے اور ہم اس سے اوپر جائے ظہور کی امید رکھتے ہیں۔

تو آپ نے فرمایا اے ابولسلیٰ وہ منظر اور جائے ظہور کون سی ہے اور کہاں ہے؟ تو میں نے عرض کیا جنت! فرمایا ہاں انشاء اللہ پھر میں نے کہا  
ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ  
اور نہیں ہے کوئی بھلائی علم و حوصلہ میں جبکہ اس کے ساتھ ایسی تیز و ہارتلواریں نہ ہوں جو اس کے زلال کو لچھٹ اور مکدر ہونے سے نہ بچائیں۔

حلیم اذا اور د الامر اصدر  
اور جہل اور حماقت میں بھی کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے جبکہ ایسا حلیم اور حوصلہ مند موجود نہ ہو جو شر و فساد کا رخ خیر اور صلاح کی طرف نہ موڑ دے۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے اور اس کو شکست و ریخت سے محفوظ فرمائے۔

حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ کعب بن زہیر سمیت تبدیل کر کے اور اپنے آپ کو چھپا کر حاضر ہوا۔ جب کہ اس کو اطلاع ملی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں وعید اور تہدید فرمائی ہے پہلے تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کعب بن زہیر کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور بتایا انہوں نے اپنی دستار سے اپنے منہ کو ڈھانپا ہوا تھا۔ انہوں نے عرض کیا یہ شخص آپ کے ساتھ بیعت اسلام و ایمان کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھایا اور اس کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔ تب کعب نے دستار کو منہ سے ہٹایا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہ تمہارے دامن عفو و کرم میں پناہ پکڑنے والوں کی جگہ ہے۔ میں کعب بن زہیر ہوں (سابقہ

غلطیوں سے تائب ہو کر شرف اسلام حاصل کر چکا ہوں اور سایہ کرم میں پناہ حاصل کر چکا ہوں، انصار ہجوم کر کے آگئے اور اس کو سخت سست کہا کیونکہ وہ قبل از اسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کیا کرتا تھا مگر قریش (مہاجرین) نے اس کے ساتھ نرم گفتار اور حسن سلوک سے کام لیا اور اس کے اسلام لانے کو پسند کیا اور نگاہِ عزت و قدر کے ساتھ دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امان دے دی تو انہوں نے آپ کو اپنے مدحیہ اشعار سنائے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی تھی اور یہ مجموعہ قصیدہ بانس سعاد کے نام سے معروف ہے کیونکہ اس کا مطلع اس تشبیہ سے شروع ہوتا ہے۔

بانس سعاد نقلی الیوم متبول متیب عندھا لو کشف مکبول

میری محبوبہ سعاد جُدا ہو گئی ہے لہذا میرا دل آج کے دن نساو اور اک و علم میں مبتلا ہے وہ اسی کے ہاں مرضِ عشق کا شکار ہے اور اس کے ہاں قیدی جس کو نہ مرضِ عشق سے شفا ملی ہے اور نہ قیدی ہی سے رہائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اولاد سے زکریٰ صرف کر کے حاصل کیا اور بقول ابان یہ وہی چادر مبارک تھی جس کو بعد میں خلفاء عیدین کے موقع پر اوڑھتے تھے اور برکت حاصل کرتے تھے۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے لوگوں نے اشعار سنائے جن میں حضرت عباسؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت حسان، حضرت منار اور اسد بن زینم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے بہت سے حضرات شامل ہیں جن کو میں نے کتاب الاشعار میں ذکر کیا ہے۔

## پندرہواں باب

### طرز اور کیفیتِ رفتار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی شے پر ٹیک لگا کر اور سہارے کر چل رہے ہوں یعنی آگے کی طرف میلان دیکھ کر۔

لقیط بن صبرہ اپنے باپ حضرت صبرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر حاضر ہوا۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتے تھے مگر ہم نے آپ کو حضرت صدیقہ کے ہاں موجود نہ پایا۔ تھوڑی دیر گزری تو آپ تشریف لے آئے اور چلنے کا انداز یوں تھا کہ پاؤں زمین پر سے پوری قوت کے ساتھ اٹھاتے اور اوپر والا حصہ بدن آگے کی طرف مائل محسوس ہوتا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدل چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا کہ آپ بلندی سے اتر رہے ہیں اور میں نے حسن رفتار کے ساتھ حسن جسامت اقدس اور جمال سراپا کا مشاہدہ کیا تو یقین ہوا کہ آپ جیسا حسین پہلے کبھی دیکھا ہے اور نہ پھر کبھی دیکھا جاسکتا ہے۔ لہذا قبلہ ولا بعدہ مثله صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں اور جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورا بدن اقدس ہی ادھر پھیر لیتے (محض منہ مبارک اور آنکھوں کو ادھر ادھر نہیں پھیرتے تھے) آپ کی نظرس بالعموم نیچی رہتیں اور آسمان کی طرف اٹھنے کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتیں آپ کے دیکھنے کا انداز بالعموم ملاحظہ ہوتا یعنی کنکھیوں سے دیکھنا۔

خود پیچھے چلتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے آگے چلنے کا حکم ہوتا اور جو شخص بھی آپ سے ملاقات کرتا تو آپ اس کو پہلے سلام دیتے اور اس کے سلام کا انتظار نہ فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک تھا۔ آپ کے ساتھ پیدل چلتا تو آپ مجھ سے نبقت لے جاتے اور جب دوڑتا تو بھی آگے بڑھ جاتے (گویا کہ نہ چلتے بنتی اور نہ دوڑتے) میں نے دل میں سوچا اور اندازہ لگایا کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور مسافتوں کی طولانی سکرط جاتی ہے یہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفتار میں تیز کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم اپنے آپ کو ساتھ رکھنے کے لیے

عہ جس کو صوفیہ کرام طئی مکان سے تعبیر فرماتے ہیں، یہ رفتار تو عادت کے مطابق تھی اور فرقا عادت کے طور پر چلے تو جبرئیل ورفیق بھی ساتھ نہ دے کے اور نہ ارواح انبیاء

مشقت میں ڈالتے اور سخت جدوجہد کرتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی قسم کی مشقت نہ اٹھاتے اور نہ طبیعت اقدس پر کوئی گرانی اور کلفت محسوس ہوتی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں پر پاؤں رکھے جا رہے ہوں یعنی کوئی آپ کے آنا قریب چل رہا ہو سبھی لوگ ساتھ دینے سے قاصر رہتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر نکلتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے آگے چلتے اور آپ کی پشت مبارک کو ملائکہ کے لیے چھوڑ دیتے تاکہ وہ بلا روک ٹوک آپ کے پیچھے چل سکیں اور ازدحام خلق سے انہیں تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک موقع پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلے چلا اور اپنے طور پر یہ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ آپ سے پسند یا ناپسند فرماتے ہیں۔ آپ نے مجھے ہاتھ مبارک سے پکڑا اور اپنے برابر کر لیا تو میں نے جان لیا کہ آپ پیچھے چلنے کو پسند نہیں فرماتے۔

## سولہواں باب

### شانِ تبسم

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری قوت سے ہنستے نہیں دیکھا تاکہ میں آپ کے لہوات (حلق میں ٹٹکے ہوئے گوشت پارہ) کو دیکھ سکوں آپ کا ہنسنا بالعموم تبسم کی صورت میں ہوتا۔ (اخریجہ البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن الحارث بن جبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو تبسم فرماتے نہیں دیکھا یعنی آپ سب سے زیادہ تبسم فرماتے تھے تاکہ ہیبت خدا واد سے ہر وقت صحابہ مرعوب ہی نہ رہیں۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے حتیٰ کہ آپ کی آخری ڈاڑھیں مبارک نمایاں ہو گئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ضحک فرمایا حتیٰ کہ اٹکی

ڈاڑھیں مبارکہ نمودار ہو گئیں عہ

حضرت حسین بن زبید کلبی فرماتے ہیں میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی زور سے ہنستے نہیں دیکھا بلکہ صرف تبسم پر اکتفا فرماتے۔

حضرت امام حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا آپ کا سارا ضحک تبسم ہی ہوتا تھا۔ اور مسکراتے تو دانت مبارک اولوں کے دانوں کی طرح آبدار اور ترموزانہ اور انتہائی سفید اور شفاف نظر آتے۔

ہشام بن عروہ اپنے باپ عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی اونٹنی پر سوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے آیا اس نے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلب مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں بیٹھے تھے جن میں نعیمان بھی موجود تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نعیمان کو فرمایا تیرے لیے افسوس ہے (تو کس طرح آرام سے بیٹھا ہے) اس اعرابی کی اونٹنی کتنی فریب تھی اور ہمیں گوشت کھانے کا بہت ہی اشتیاق ہے اگر تو اسے ذبح کر دیتا (تو کتنا اچھا ہوتا) اور اگر تو اس کو ذبح کر دے تو ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تاوان ادا کر دیں گے اور گوشت بھی کھالیں گے۔ حضرت نعیمان نے کہا اگر میں ذبح کر دوں تو تم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دو گے اور آپ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہم قطعاً ایسا نہیں کریں گے۔

حضرت نعیمان اٹھے نیزہ اس کے سینہ کے قریب حلقوم میں مارا اور وہاں سے چل دیے۔ راستہ میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے گڑھا کھود رکھا ہے اور اس سے کچھ مٹی باہر نکال دی ہے تو انہوں نے کہا اے مقداد مجھے اس گڑھے میں چھپا دے اور اوپر کوئی شئی دے دے اور کسی کو میرے متعلق ہرگز نہ بتلانا کیونکہ میں نے ایک سنگین غلطی کی ہے۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

اعرابی نے اپنی اونٹنی کو دیکھا تو وہ ذبح ہو چکی تھی وہ چلایا اور شور و غل مچایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور دریافت فرمایا یہ حرکت کس نے کی ہے؟ حاضرین مجلس نے عرض کیا نعیمان نے! آپ نے دریافت فرمایا وہ کدھر ہے؟ انہوں نے کہا اس سمت گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف چلے اور

عہ بالعموم تبسم فرماتے اور بعض اوقات ہنسی بھی نیز بعض نے صرف حالت تبسم کا مشاہدہ فرمایا اور بعض نے حالت ضحک کا بھی لہذا روایات میں باہم کوئی منافات اور اختلاف نہیں ہے۔

آپ کے ساتھ حضرت حمزہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت مقداد تک پہنچے تو استفسار فرمایا کہ کیا تم نے نیمان کو دیکھا ہے؟ وہ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا ضرور بتلاؤ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا میرے علم میں نہیں! اور ساتھ ہی گڑھے کی طرف اشارہ کر دیا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر سے پروہ ہٹایا اور فرمایا۔ اے عہد شکن اور غدر پیشہ تجھے اس حرکت پر کس چیز نے برا نگیختہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا مجھے یہ مشورہ حضرت حمزہ اور ان کے ساتھیوں نے دیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو راضی فرمایا (اور اس کو اپنی طرف سے بدلہ عطا فرمایا) اور ان کو حکم دیا کہ اس مذبحہ اونٹنی کو اپنے کام میں لاؤ تو انہوں نے اس کو کھا لیا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیمان کے اس فعل و عمل کو یاد فرماتے تو ہنس دیتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈالیں آخر تک نمودار ہو جاتیں۔

حضرت جسری بن عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں جب سے مشرف بہ اسلام ہوا ہوں مجھے کبھی بھی آپ نے مجلس اقدس میں حاضری سے نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھا تو بسم اور ضحک فرمایا۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کی حکایت بیان فرمائی جو سب سے آخر میں آگ سے نکالا جائے گا اور اس کو جنت میں داخل کر کے کہا جائے گا۔ جنتی جنت تجھے درکار ہے اتنی طلب کر لے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق جب مانگ چکے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ جنتی تو نے مانگی ہے وہ بھی تجھے دی جائے گی اور پوری دنیا کی وسعت سے میں دس گنا زاد بھی۔ تو وہ عرض کرے گا تسخر بی وانت الملك۔ اے اللہ تعالیٰ تو بادشاہ ہو کر اور احکم الما کمین ہو کر میرے ساتھ تسخر اور استہزاء فرماتا ہے۔ (کہاں میں گنگار اور سب سے کتر و کتر اور کہاں اتنی عظیم عطا و بخشش) تو آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی آخری ڈالیں مبارک بھی حاضرین مجلس پر نمایاں ہو گئیں۔

ان جملہ احادیث سے اور ان کے علاوہ بہت سی احادیث سے بالعموم آپ کا بسم پر اکتفا فرمانا ثابت ہوتا ہے اور بہت کم ضحک فرمانا اور ہنسنا لیکن قطعاً ثابت نہیں البتہ ایک روایت جو

سے باہم عہد و پیمان کے باوجود حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی بتلادیا اور حضرت مقداد نے بھی اشارہ کر کے ان کی مجزی کر دی حالانکہ عہد شکنی تو درست نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایفاد عہد حق نیمان تھا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر صحیح صورت حال بتلانا حق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور جب حق رسول اور حق غیر میں تضادم لازم آئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق مقدم ہوتا ہے لہذا ان پر حقیقت حال عرض کرنا فرض واجب تھا اور انحقا و کتمان حرام و ناجائز فافہم۔



حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ ان سب کے خلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میرے پاس تین آدمی آئے جو ایک عورت سے پیدا ہونے والے لڑکے میں جھگڑا کرنے والے تھے اور ان میں سے ہر ایک اس کے متعلق یہ دعویٰ کرتا تھا کہ یہ میرا لڑکا ہے کیونکہ انہوں نے دور جاہلیت کی قباحت اور عادت قبیحہ کے مطابق، اس کے ساتھ طہر واحد میں زنا کیا تھا۔ تو میں نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ جس کے نام قرعہ نکلا میں نے لڑکا اُسکے حوالے کیا اور اُسی کا بیٹا قرار دیا اور دوسرے دو آدمیوں کو ویت و خونبہا کی دو تہائی عطا کر دی۔ جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو یہ صورت حال آپ سے عرض کی۔ آپ اس زور سے ہنسنے لگے کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک زور سے زمین پر مارا اور پھر فرمایا تم نے ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ فرمایا یا یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس فیصلہ کو پسند فرمایا ہے۔

لیکن یہ حدیث پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی اور اس میں راویوں کی جو جماعت ہے وہ سبھی مجروح ہے اور قابل اعتراض اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر ثابت نہیں کہ آپ بسم سے تجاوز فرماتے تھے (او آپ کا فحک اور ہنسنا بھی بسم کے قریب ہوتا تھا کیونکہ اس میں کوئی خاص آواز سنی نہیں دیتی تھی)۔

## سترھواں باب

### پسندیدہ کلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ بیماریوں میں تعدی ہے اور نہ بدذالی (موثر حقیقی محض اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب اس کے قبضہ قدرت میں مغلوب و مقهور ہیں چہ جائیکہ جو اسباب بھی نہ ہوں ان کو موثر مستقل تسلیم کر لیا جائے جیسے کہ اہل جاہلیت کا زعم فاسد تھا) اور فرمایا کہ مجھے نیک فال اچھی لگتی ہے اور بھلی معلوم ہوتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا فال کیا ہے؟ تو فرمایا اچھا کلمہ۔ یعنی سفر پر نکلتے وقت مثلاً کسی سے سالم و غانم کا لفظ سنا تو یہ نیک فال ہوگی (آخر جہ البخاری والمسلم)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مقصد کے لیے گھر سے نکلتے تو آپ کو یہ بات پسند ہوتی کہ کسی کی زبانی یا دشت یا نیج سماعت فرمائیں یعنی اے مقصود تک راہ پانے والے۔ اے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونے والے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال اختیار فرماتے اور بُری فال نہ لیتے اور اچھے نام پسند فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا اور پسندیدہ کلمہ میری زبان سے سُننا جو آپ کو بھلا معلوم ہوا تو اس پر اظہارِ پسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا۔ اخذنا نالک من نیک ہم نے تیری نیک فالی تیرے منہ اور تیری زبان سے وصول کر لی ہے۔

## اکھارھواں باب

### نا پسندیدہ نام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برے نام اپنے اور حسین ناموں سے تبدیل فرمادیتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عاصیہ کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

## انیسواں باب

### تحفے اور ہدیے

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کو شرف قبولیت بخشے اور اس پر جوابی طور پر انعام بھی عطا فرماتے اور اس سے بہتر تحفہ عطا فرماتے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں بخدا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مہینہ مہینہ اس حال میں گذرنا کہ ان کے ہاں روٹی نہیں ملتی تھی۔ عرض کیا گیا اے ام المؤمنین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا تناول فرماتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پڑوسی انصارتھے اور ان کا کچھ دودھ ہوتا تھا وہ اس سے بارگاہِ نبوی میں ہدیہ بھیجا کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری طرف بھیڑ بکری کے پاؤں کا گھٹنے سے نچلا حصہ بھی ہدیہ کیا جائے تو میں ضرور قبول کر لوں گا اور اگر میری ایسے ہی گوشت کے ساتھ دعوت کی جائے تو میں ضرور قبول کر لوں گا یعنی اس ہدیہ اور دعوت کو اس کے معمولی ہونے کی بنا پر رد کر کے ہدیہ پیش کرنے والوں اور دعوت دینے والوں کی دل شکنی نہیں کروں گا۔

## بیسواں باب

### مشاورت

ام المؤمنین حبیبہ حبیبہ خداحضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا یعنی آپ سب سے زیادہ مشورہ فرمانے والے تھے۔

## اکیسواں باب

### بوقت بارش آپ کا معمول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر بارش برسی اور ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے

ف۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی تھا و شاورہم فی الامور ان کے ساتھ ہر معاملہ میں مشورہ کرو اور جب آپ کسی امر کا حکم کر لو تو پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے کر گزرو۔ فاذا عنزمت فتوکل علی اللہ آپ کا مقصود اس مشاورت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمانا تھا اور مشورہ کی اہمیت بتانا کہ جس ذات اقدس کا براہ راست خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اور ہر وقت وحی نازل ہو رہی ہے وہ مشورہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تو دوسروں کے لیے بطریق اولیٰ مشورہ کرنا ضروری ہے۔ نیز جو لوگ اپنے آپ کو عقل کل سمجھ بیٹھے ہیں ان کے لیے سلمان عبرت و نصیحت بھی مہیا کرنا مقصود تھا۔

هذا والله ورسوله اعلم

www.marfat.com

آپ نے اپنے سر مبارک سے کپڑا ہٹا دیا حتیٰ کہ بارش کے قطرات سر اقدس پر پڑے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس طرح کیوں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا تازہ شاہکار ہے اور اس کا تعلق رب کریم جل و علی کے ساتھ تازہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بارش نازل ہونے لگتی تو اپنے سروں سے کپڑے ہٹا دیتے (اور بارش کے قطرات اپنے سروں پر لیتے) اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ تازہ تازہ ہمارے رب تبارک و تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی ہے اور عظیم برکت کی مالک ہے۔

## بایسواں باب

### مشکوٰۃ مجالس سے پینا

حضرت صفیہ بنت حبیب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب اقدس و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں اعتکاف فرماتے تھے۔ میں رات کے وقت زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوئی، بات چیت کرنے کے بعد اٹھی اور گھر کو لوٹی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی میرے ساتھ اٹھے تاکہ مجھے مسجد کے دروازے تک پہنچائیں اور الوداع کریں۔ ان کا مسکن ان دنوں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے دار میں تھا، ہم دونوں مسجد کے دروازے پر کھڑے تھے، کہ اس دوران دو انصاری جوان وہاں سے گذرے جب حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے گذرے آپ نے فرمایا: ذرا ٹھہریئے۔ یہ عورت جو میرے ساتھ کھڑی ہے یہ میری زوجہ صفیہ بنت حبیب ہے۔ انہوں نے آپ کے اظہار برادرت پر ازراہ تعجب سبحان اللہ کہا یعنی کیا ہم آپ کے متعلق یہ گمان کر سکتے تھے کہ آپ نے نفی تممت اور اظہار برادرت کے لیے اس طرح فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم، وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او شیئاً۔  
بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور وساوس میں مبتلا کر دیتا ہے اور مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں بھی اس طرح کی کوئی شئی نہ ڈال دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک زوجہ کے ساتھ تشریف فرماتے تھے کہ ایک آدمی کا وہاں سے گذر ہوا تو آپ نے فرمایا اے فلاں یہ میری

بیوی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کسی اور کے متعلق تو اس طرح کا خیال دل میں لاسکتا تھا مگر آپ کے متعلق تو قطعاً اس قسم کا خیال نہیں کر سکتا تھا (لہذا اظہار برادرت کے لیے یہ طریقہ اختیار فرمانے کی کیا ضرورت تھی) تو آپ نے فرمایا کہ شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے (اور وساوس میں مبتلا کر دیتا ہے) پہلی روایت بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے اور یہ آخری روایت صرف مسلم شریف میں مروی ہے۔

## تیسواں باب

### رضا اور جفا

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ نور یوں چمکتا دکھائی دیتا گویا وہ محیط قمر ہے اور اس کا دائرہ۔  
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے تو آپ کا چہرہ نور سرخ دکھائی دیتا۔  
 حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو آپ کا چہرہ اقدس بتا دیتا کہ یہ امر آپ کو پسند نہیں ہے۔  
 حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور غم و غصہ سخت ہوتا تو آپ اپنی داڑھی مبارک کو زیادہ مس فرماتے۔

## چوبیسواں باب

### میل جول

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے ماموں حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے دریافت

ف۔ ان روایات سے ظاہر ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر و باطن ایک تھا اور چہرہ اقدس قلبی کیفیات کا مینہ دار تھا اور ہی صبح قبح کی علامت ہے اور کامل ایماندار کی اور جس میں حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصلت مبارک کی جھلک نظر نہیں آتی۔ اندر کچھ ہوتا ہے اور ظاہر کچھ تو گویا وہ علی نفاق کا شکار ہے۔

کیا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف نکلتے اور ان سے ملتے تو آپ کا طرز عمل کیا ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی زبان اقدس کو صرف مقصد کی بات اور ضروری کلام میں استعمال فرماتے ورنہ خاموشی اختیار فرماتے رکھتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے الفت و محبت فرماتے اور ان کو متفر نہیں کرتے تھے۔ ہر قوم کے سردار اور رئیس کی عزت فرماتے اور اسی کو اس قوم پر بعد از اسلام امیر اور والی بناتے۔ عام لوگوں سے پر حذر رہتے اور الگ تھگ مگر کسی کو اپنی خوش گفتاری اور خوش اخلاقی سے محروم نہیں فرماتے تھے بلکہ ہر ایک سے خندہ پیشانی کے ساتھ ہمیش آتے اور اپنے صحابہ کی خبر گیری فرماتے اور پرسش احوال۔ لوگوں سے ان کے درمیان دائر معاملات کے متعلق دریافت فرماتے۔ خوب اور درست امر کو درست قرار دیتے اور اس کی تائید و تقویت فرماتے اور غلط و بیجا امر کی قباحت بیان فرماتے اور اس کا ابطال و ازالہ اور اس کے وہن و منصف واضح فرماتے۔ آپ کے معاملات میں اعتدال اور میانہ روی ہوتی اور افراط و تفریط والا اختلاف نہیں ہوتا تھا۔ آپ تعادل شعاری کو اپنے قریب نہیں پھینکتے دیتے تھے تاکہ کہیں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی غفلت کا شکار نہ ہو جائیں اور اس طرف میلان پیدا کر لیں۔

ہر قسم کی صورت حال سے بچنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ نہ حق میں کوتاہی اور تقصیر سے کام لیتے اور نہ ہی حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ آپ کے قریب رہتے تھے وہ سب سے افضل اور بہتر تھے اور ان میں سب سے افضل آپ کے نزدیک وہی تھا جس کی ہمدردی اور خلوص ہر ایک کے لیے عام تھا۔ ان سب میں سے آپ کے نزدیک عظیم مرتبت و منزلت کا مالک وہی تھا جو سب سے زیادہ ہمدردی و عنواری اور لوگوں کے بوجھ اٹھانے میں حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے والا تھا۔ جب بھی آپ اٹھے تو زبان اقدس پر ذکر خدا جاری ہوتا اور جب بھی کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو زبان اقدس ذکر باری تعالیٰ سے تروتازہ ہوتی اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس کی انتہا ہوتی وہاں ہی آخر میں بیٹھ جاتے اور میر مجلس بننے اور صدر نشین ہونے کی کوشش نہ فرماتے اور اسی کا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیتے۔ ہر ہمنشین کو اس کا حصہ و نصیبہ مرحمت فرماتے اور آپ کا ہمنشین کبھی یہ محسوس نہیں کرتا تھا کہ مجھ سے زیادہ بھی آپ کے ہاں کوئی عزت و کرامت والا ہے جو شخص آپ کی مجلس اقدس میں بیٹھتا یا کسی حاجت و مقصد کے لیے آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا تو آپ اپنے آپ کو اس کی خاطر پسند بنائے رکھتے تا وقتیکہ وہ خود نہ لوثتا آپ اس کو چھوڑ کر نہیں جاتے تھے۔ جو شخص آپ سے سوال کرتا اور کوئی چیز مانگتا تو آپ سوال پورا فرماتے اور پھر لوثتے۔ یا انتہائی نرم انداز میں معذرت کے ساتھ رخصت فرماتے آپ کی فراخ دلی اور حسن خلق سب کو دامن کرم و عنایت میں لیے ہوئے تھا حتیٰ کہ آپ سب کے باپ بن چکے تھے اور حق و انصاف میں سبھی اعلیٰ و ادنیٰ آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی مجلس مبارک علم و حیا اور صبر و امانت -

کی مجلس تھی۔ نہ اس میں آٹنے بلند کیے جاتے تھے۔ اور نہ ہی اس میں ہتک عزت و حرمت کی جاتی تھی۔ آپ کی مجلس مبارک میں حاضری دینے والے اور آپ کے ہم نشین تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ ایک دوسرے پر رحم کھاتے اور ہمدردی و عنقراری کا مظاہرہ فرماتے۔ تواضع اور انکساری سے کام لیتے بڑوں کی تعظیم و توقیر کرتے اور چھوٹوں پر رحمت و شفقت فرماتے۔ حاجتمند کو دوسروں پر ترجیح اور فوقیت دیتے اور غریب الوطن اور مسافر و پردیسی کی حفاظت اور دیکھ بھال فرماتے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت ہند سے کہا آپ کی عادت مبارکہ اور سیرت طیبہ اپنے ہم نشینوں اور مصاحبوں کے ساتھ کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا آپ ہر وقت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ اخلاق و عادات میں نرمی اختیار فرماتے۔ پہلو اور جانب کو ان کے لیے نرم رکھتے یعنی نرم دلی اور شفقت و رافت سے پیش آتے۔ نہ ہی ذرہ بھر کسی کی عیب جوئی فرماتے اور نہ ہی زیادہ مدح سرائی۔ جس چیز کی آپ کو خواہش نہیں ہوتی تھی اس سے عمداً بے توجہی و بے التفاتی کا اظہار فرماتے۔ آپ سے امیدیں وابستہ کرنا یا ناامیدی اور نامرادی کا شکار نہیں ہوتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین امور سے اپنے آپ کو دور رکھا، جھگڑنے۔ زیادہ کلام کرنے یا دنیا کا زیادہ تذکرہ کرنے اور غیر ضروری اور بے مقصد گفتگو سے اور لوگوں کو بھی تین امور سے دور رکھا۔ کسی شخص کی مذمت نہیں فرماتے تھے اور نہ عیب لگاتے اور نہ کسی کی عیب جوئی فرماتے اور نہ عیوب و نقائص معلوم کرنے کی کوشش فرماتے اور صرف وہی کلام فرماتے اور حکم دیتے جس میں ثواب اور اجر کی امید رکھتے۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سروں کو یوں جھکا کر دم بخود ہو کر بیٹھے گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور اجنبش ہوئی تو فوراً اڑ جائیں گے۔ جب آپ سکوت فرماتے تب وہ کلام کرتے۔ ان کے ہاں کسی بات میں جھگڑا نہیں کرتے تھے اور بحث و مباحثہ میں نہیں پڑتے تھے جو شخص آپ کی مجلس اقدس میں کلام کرتا تو سبھی خاموشی کے ساتھ اس کو سنتے تا آنکہ وہ اپنے کلام سے فارغ ہو جاتا۔ ان سب کی بات وہی ہوتی جو پہلے کی ہوتی یعنی اختلاف و نزاع سے دور رہنے کی سعی فرماتے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنستے جس سے کہ وہ ہنستے اور آپ بھی اس امر سے اظہارِ تعجب فرماتے جس سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اظہارِ تعجب فرماتے۔ غریب الوطن اور اجنبی شخص سوال اور استفسار میں جفاکاری اور سخت لب و لہجہ سے کام لیتا تو اس پر صبر فرماتے حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے لوگوں کو کھینچ کر آپ کی بارگاہ میں لاتے تاکہ وہ کھل کر سوال کریں اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جواب سے مشرف فرمادیں اور مخلص صحابہ بھی

طرح استفادہ کریں اور فیض یاب ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جب کسی بھی ضرورت مند کو دیکھو تو اُسے یہاں لایا کرو۔ آپ کسی کے کلام کو قطع نہیں فرماتے تھے جب تک کہ وہ حق سے تجاوز نہ کرتا اگر تجاوز کرتا تو اس کی بات کاٹتے اور اُسے ٹوکتے یا اٹھ کر چلے جاتے تاکہ خود بخود اس کو اپنے کلام کی قباحت و ناپسندیدگی معلوم ہو جائے۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث اور روایت کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ایک عرصہ تک مخفی رکھا۔ جب میں نے بیان کی تو معلوم ہوا کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہی حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے اس کو دریافت کر لیا تھا اور میں نے ان کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے جانے اور حرمِ سرا سے باہر قدم رنجہ فرما ہونے کی کیفیات کے متعلق بھی دریافت کر رکھا تھا۔

حضرت حسین سید الشہداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرمِ سرا اور دولتکدہ میں تشریف فرما ہونے کے بعد اعمال و اشغال کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان اوقات کے تین حصے فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور عبادت کے لیے، دوسرا حصہ اہل خانہ کے لیے اور تیسرا حصہ اپنے آرام و سکون اور ضروری امور کے لیے۔ پھر اپنے مخصوص حصہ کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان مشترک فرما دیتے لیکن صرف خواص اس وقت حاضری دیتے اور آپ خواص پر یہ اعما و اور بھر سار کھتے کہ وہ میرے علوم اور تعلیمات کو عوام تک پہنچائیں گے اور آپ ان سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رکھتے تھے (جس کے بیان کرنے میں ان کے لیے کسی طرح کا کوئی فائدہ ہوتا) جو وقت آپ نے امت کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ اس میں آپ کی سیرت مبارکہ اور عادت کریمہ یہ تھی کہ اہل فضل کو ان کے فضل اور برتری کے مطابق تزیین و دینے اور فوقیت دیتے۔ کسی کی ایک ضرورت ہوتی۔ کسی کی دو حاجتیں ہوتیں اور کوئی بہت زیادہ حوائج لے کر حاضر ہوتا۔ آپ ان کے ساتھ مشغول و مصروف رہتے اور انہیں بھی ان امور میں مشغول و مصروف رکھتے جو ان کے لیے موجب اصلاح و فلاح ہوتے۔ ان سے ضروریات و حاجات دریافت فرماتے۔ پھر انہیں مناسب اور موزوں طریق کار کی اطلاع و خبر دیتے اور آپ فرماتے۔ یبلغ الشاهد الغائب۔ حاضرین کو چاہیے کہ جو غائب ہیں انہیں بھی ان احکام اور اہم امر کی تبلیغ کریں۔ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک پیش کرنے سے قاصر ہے تم اس کی حاجت و غرض مجھے بتلاؤ۔ کیونکہ جو شخص کسی بادشاہ اور حاکم وقت کو ایسے آدمی کی حاجت و ضرورت سے آگاہ کرتا ہے جو خود اپنی حاجت اور غرض پیش کرنے سے قاصر ہے اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو ثابت قدم رکھے گا۔ ایسے لوگ ہماری مجلس میں داخل ہوتے ہیں۔ درانحالیکہ وہ قوم کے لیے حاجات و ضروریات کا انتظام و انصرام کرنے والے ہوتے ہیں اور جب تک علوم اسرار سے فیضیاب نہیں ہو لیتے اور ان کی اپنی ضروریات



پوری نہیں ہو جاتیں وہ اس مجلس سے الگ نہیں ہوتے اور جب نکلتے ہیں تو لوگوں کے لیے دلیل خیر اور ہادی و رہنما بن کر نکلتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ جو او و کریم تھے اور وسیع القلب اور محبت و دلیل میں سب سے زیادہ صادق۔ نرم پہلو اور نرم دل اور سب سے زیادہ اکرم باعتبار عشرت و قبیلہ کے جو آپ کو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا اور جو شخص آپ کے ساتھ میل جول رکھتا اور جان پہچان پیدا کر لیتا تو آپ سے محبت کرنے لگتا۔ جو شخص بھی ان کی تعریف و توصیف کرنے لگتا وہ اس اقرار و اعتراف کے بغیر مدح و ثنا کو ختم نہیں کرتا تھا۔

لو اقبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
میں نے آپ سے قبل آپ کی مثل و نظیر دیکھی اور نہ ہی آپ کے بعد

## پچیسواں باب

### میدان و قسم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قسم یہ تھی۔  
لا و مقلب القلوب۔ صورت حال یوں نہیں ہے۔ مجھے دل میں انقلاب اور تبدیلی پیدا فرمانے والی  
ذات اقدس کی قسم ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ  
لانیۃ الحوض اکثر من عدد نجوم السماء کواکبھا فی اللیلۃ المصیبة۔ مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے  
قبضہ قدرت میں میری جان ہے حوض کوثر کے جام اور پیالے آسمان کے ان نجوم و کواکب سے بھی زائد ہیں  
جو آندھی اور باد و باران وغیرہ سے خالی رات میں نظر آتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ و التناذیر کی قسم لا و استغفر اللہ تعالیٰ  
معاذ اللہ لیے نہیں ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔

ف۔ رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ نہیں ہے دوسرا آئینہ نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

# چھبیسواں باب

## کلام بربرخواست مجلس

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جب صحابہ کرام علیہم الرضوان جمع ہوتے اور آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو زبان اقدس پر یہ مقدس کلمات جاری فرماتے۔  
سبحانک اللہم و بجدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک۔

حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیہ الصلوٰۃ والسلام جیات طیبہ طاہرہ کے آخری ایام میں مجلس برخواست ہونے لگتی اور اٹھنے لگتے تو فرماتے۔ سبحانک اللہم و بجدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اب آپ ایسے کلمات و روزبان بناتے ہیں جو قبل ازیں نہیں سنتے تھے؛ آپ نے فرمایا یہ کلمات طیبات مجلس میں جو فرو گذاشت ہو جائے اس کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔

# ابواب زہد رسول ﷺ

## باب اول

### دنیا سے اعراض اور بے التفاتی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر آرام فرما ہوتے تو اس کے اثرات اور نشانات جسداطہر پر نمایاں نظر آتے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ہمیں اطلاع دیتے تو ہم نرم ترین بھوننا آپ کے لیے بچھاتے تاکہ یہ تکلیف نہ ہوتی اور جسداطہر چٹائی سے اس طرح متاثر نہ ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا تعلق اور اُسے مجھ سے کیا واسطہ میری اور دنیا کی حالت یوں ہے جیسے ایک سوار نے سخت گرم دن کے اندر سفر کیا اور دوران سفر ایک درخت کے نیچے قیلوہ کیا پھر کوچ کر گیا اور درخت کو چھوڑ گیا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کی وادی بطنیا کو سونا بنا کر مجھ پر پیش کیا۔ میں نے عرض کیا نہیں اے میرے رب کریم! مجھے یہ سونا درکار نہیں ہے، بلکہ میں ایک دن بھوکا رہوں گا اور دوسرے دن پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ جب کھاؤں گا تو حمد و شکر بجالاؤں گا اور جب خالی پیٹ ہوں گا تو تیری بارگاہ بے نیاز میں سرعجز و نیاز جھکاؤں گا۔ تضرع و زاری کروں گا۔ اور دعا کروں گا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے دو گدے اور بچھولے بنائے جن کے اندر کھجور کا جالی والا چھلکا تھا اور خوشبو دار گھاس جو سرکنڈا کی مانند ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا سے کیا غرض اور دنیا کو مجھ سے کیا واسطہ و تعلق۔ میری اور دنیا کی حالت و کیفیت یوں ہے جیسے راہرو مسافر دوپہر کو آرام و سکون حاصل کرنے کے لیے تھوڑی دیر ایک درخت کے نیچے لیٹتا ہے اور قیلوہ کرتا ہے جب سایہ

ف۔ یہ حالت و کیفیت صرف آپ کی نہیں بلکہ سبھی کی ہے مگر امام الانبیاء و الامم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو کے اور اپنا عمل ہمارے سامنے رکھ کر ہمیں سبق دیا ہے کہ اس سرا کو منزل نہ سمجھ بیٹھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ڈھلتا ہے تو اپنی منزل کی طرف چل دیتا ہے اور پھر کبھی لوٹ کر اس طرف نہیں آتا۔

## دوسرا باب

### شانِ قناعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے۔ اللھم اجعل رزق آل محمد قوتاً۔ اے اللہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق محض قوت کی حد تک ہو جس سے رشتہ جیات برقرار رہے (یعنی ناز و نعم میں پروردہ لوگوں جیسے انواع و اقسام کے کھانوں سے دور رکھا) اخرجہ البخاری والمسلم۔  
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی رات کا کھانا صبح کے لیے بچا کر نہ رکھا اور نہ صبح کا رات کے لیے اور نہ ہی کوئی شے جو بڑا بڑا بناتے نہ دو کرتے نہ دو تھمدا اور نہ ہی دو اوڑھنے والی چادریں اور نہ ہی دو جوتے اور نہ ہی کبھی گھر میں قارغ دیکھے گئے یا تو کسی مسکین کو جو تاسی کر دے رہے ہوتے یا بیوہ اور بے آسرا عورتوں کو کپڑے سی کر دے رہے ہوتے۔

## تیسرا باب

### اشیاء کا ذخیرہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اوقات و ایام کے لیے ذخیرہ نہیں کیا کرتے تھے (بلکہ اللہ تعالیٰ کی رزاقیت و رب العالمین پر مکمل اعتماد اور بھروسہ فرماتے اور یہ یقین رکھتے کہ جو کل کا دن لائے گا وہ کل کی روزی بھی ساتھ ہی لائے گا۔

# چوتھا باب

## روایاتِ ذخیرہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنو النضیر کے اموال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مال غنمی تھے۔ جن پر اہل اسلام نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ ہی اونٹ یعنی بغیر جنگ و جدال اور حرب و قتال کے ہاتھ آئے تھے اور وہ اموال نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص تھے۔ آپ ان میں سے اہل بیت اور اہل خانہ کا ایک سال کا خرچہ نکال کر جو باقی بچتا اس کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہتھیار اور سواریاں حاصل کرنے میں خرچ فرماتے۔

حضرت ابن عیینہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مجھے معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کیا تم نے اس شخص کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال یا اس سے کم و بیش کا نفقہ ذخیرہ کر رکھے۔ اس وقت فوراً تو مجھے کوئی حدیث یاد نہ آئی مگر بعد میں وہ حدیث یاد آئی جو زہری رضی اللہ عنہ نے حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام بنو النضیر کی کھجوروں کا پھل فروخت فرماتے اور اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کا نفقہ بچا لیتے۔

یہ روایت اور پہلی حدیث ایک ہی ہے اور معنی و مفہوم میں پوری طرح یکسانیت موجود ہے اور بخاری و مسلم دونوں اس پر متفق ہیں (لہذا اس کی صحت میں بھی کلام نہیں)۔

لہذا یہاں سائل کو سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے کہ پہلے باب میں مروی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذخیرہ نہیں فرماتے تھے اور اس سے ذخیرہ کرنا ثابت ہو رہا ہے تو ان میں تطبیق و موافقت کیسے پیدا کی جائے گی؟ تو جواب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ذات کے لیے ذخیرہ نہیں فرماتے تھے اور اہل خانہ کے اخراجات آپ پر واجب الادا تھے۔ لہذا ان کی ادائیگی کے لیے ذخیرہ فرماتے (گویا وہ ذخیرہ آپ اپنے لیے نہیں کرتے تھے اور نہ آپ کا اپنا ہوتا تھا بلکہ ازواج مطہرات کے والے کو دیا جاتا اور وہ ان کا ذخیرہ ہوتا)۔

# پانچواں باب

## نقعات و اخراجات

زید بن سلام کہتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ ہوا زنی یعنی ابو عامر نے بیان کیا کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہم عن رسول خدا سے ملا اور ان سے عرض کیا اے بلال مجھے بتلائیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی صورت کیا تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شئی ذخیرہ نہیں کر رکھی تھی بلکہ زمانہ بعثت سے لے کر آخر وقت تک میں ہی جملہ اخراجات اور نقعات کا انتظام و انصرام کیا کرتا تھا۔

جب کوئی مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ ننگے بدن ہوتا تو آپ مجھے حکم فرماتے میں اس کے لیے کوئی شئی قرض لیتا اور چادر وغیرہ خریدتا اس کو پہناتا اور کھلتا رختی کہ ایک دن ایک مشترک مجھ سے ملا اور کہا میرے پاس بہتیرا مال ہے لہذا اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے جو کچھ درکار ہو مجھ سے قرض لے لیا کرو۔ میں نے ایسے ہی کیا۔

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں وضو کر کے اذان کے لیے کھڑا ہوا تو وہ مشترک تاجروں کی ایک جماعت کے ہمراہ اپہنچا اور مجھے دیکھ کر کہا اے حبشی! میں نے کہا بیک۔ اس نے سخت کلامی اور تغلیظ و تشدید سے کام لیا اور کہا جانتا ہے مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا، قریب الاحتمام ہی ہے۔ اس نے کہا صرف چار دن باقی ہیں اور اگر قرض ادا نہ کیا تو میں اس کے بدلے تجھے پکڑ لوں گا۔ کیونکہ میں نے جو کچھ تجھے دیا ہے وہ نہ تیری کرامت و عزت کے پیش نظر دیا ہے اور نہ ہی تیرے نبی و رسول کی خاطر بلکہ میرا صرف اور صرف یہ مقصد تھا کہ تو قرض لے کر واپس تو کر نہیں سکے گا، لہذا تجھے اپنا عبد اور غلام بنا لوں گا اور جیسے کہ پہلے تو بھیر بکریاں چرایا کرتا تھا پھر تجھے اسی کام پر لگا دوں۔

مجھے اس کی حقارت آمیز گفتگو سے سخت قلق و اضطراب دامنگیر ہوا جیسے کہ ہر شخص کو ایسے کلمات سن کر ہوتا ہے حتیٰ کہ جب عشاء کی نماز پڑھ لی گئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حرم سرا میں تشریف لے گئے میں در دولت پر حاضر ہوا اور اندر حاضر ہونے کی اجازت کا طلبگار۔ اجازت ملنے پر اندر حاضر ہوا اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ یا رسول اللہ وہ کافر و مشرک جس کے متعلق میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں اس سے قرض لیتا ہوں۔ اس نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے اور نہ آپ کے پاس قرض ادا کرنے کے لیے کوئی شئی موجود ہے اور نہ ہی میرے پاس۔ لہذا وہ شخص مجھے رسوا کرے گا اور شرمسار مجھے اجازت فراہم

تاکہ میں ان قبائل میں سے کسی قبیلہ کے ہاں چلا جاؤں جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مال نہ عطا فرمادے جو میرے اٹھائے ہوئے قرضے کی ادائیگی میں کفایت کر سکے میں ان کے ہاں ٹھہرا ہوں۔

میں رسول معظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اٹھ کر اپنے گھر پہنچا۔ اپنے نیزے اور تلوار کو اپنے پاس اٹھا کر رکھا اور جوتے سر کے قریب رکھ کر مشرق کی جانب منہ کر کے لیٹ گیا تاکہ جوں ہی صبح صادق ہو گھر سے نکل جاؤں جب بھی آنکھ لگتی فوراً جاگ اٹھتا۔ جب دیکھتا ابھی رات باقی ہے تو پھر سو رہتا حتیٰ کہ صبح کا سفید نمونہ ہوا تو میں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ ناگاہ ایک شخص یا بلال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتا ہوا بھاگا آ رہا تھا یعنی اے بلال بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دو۔

میں گھر سے چلا۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ چار اونٹنیاں ساز و سامان سے لدی ہوئی موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرے لیے بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضے کی ادائیگی کے لیے ساز و سامان بھیج دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالایا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تیرا گزر ان چار اونٹیوں پر نہیں ہوا (جو باہر دروازہ پر بٹھائی ہوئی ہیں) میں نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں؟ ارشاد ہوا وہ اور جو کچھ ان پر ہے وہ سب تیرے لیے ہے۔ میں نے دیکھا تو ان پر پہننے کے کپڑے تھے اور خور و نوش کا سامان تھا جو فدک کے یس نے بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ نے حکم فرمایا اٹھو اور اپنا قرض فوراً ادا کر دو۔

میں نے حسب الارشاد ان سے کچھ سامان اتارا اور پھر ان کو باندھ کر صبح کی اذان کا ارادہ کیا جب نماز ہو گئی تو بیعت کی طرف نکلا اور اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال کر بلند آواز سے اعلان کرنے لگا جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے قرض لینا ہے وہ اپنا قرض وصول کر لے۔ میں اس ساز و سامان کو بیچ کر آپ کا قرضہ ادا کرتا رہا حتیٰ کہ اہل مدینہ کا آپ پر کوئی قرض باقی نہ رہا اور میرے پاس اسی یا ساٹھ درہم باقی بچ گئے۔

میں مسجد شریف میں حاضر ہوا دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے جواب سلام کے بعد دریافت فرمایا جو کچھ تیرے حوالے کیا تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا جس شخص کا قرض واجب الادا تھا سب ادا ہو چکا۔ کیا کچھ بچا بھی؟ آپ نے دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا جی حضور تقریباً دو دینار کی مالیت بچ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بھی خرچ کر کے مجھے ان سے راحت و سکون دینا کرو۔ جب تک ان کو خرچ کر کے میرے لیے اطمینان و سکون کا سامان متیا نہیں کرو۔ میں اپنے اہل خانہ میں سے کسی کے ہاں بھی نہیں جاؤں گا (بلکہ میں بیٹھا رہوں گا) کوئی شخص ایسا نہ آیا جس کو وہ درہم دینا دیتا۔ چنانچہ آپ اس دن گھر تشریف نہ لے گئے۔ رات مسجد میں ہی گزار دی اور اگلا دن بھی۔ حتیٰ کہ

جب دن ڈھل گیا تو دو سو آئے میں نے ان کے لیے لباس اور خوراک کا انتظام کر کے اس بقایا رقم کو ختم کر دیا جب عشا کی نماز ادا فرمائی تو مجھے پکار کر فرمایا جو کچھ تیرے پاس بقایا تھا اس کا کیا ہوا میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے چھٹکارا اور راحت عطا فرمادی ہے تو آپ نے اللہ اکبر کہا اور حمد باری تعالیٰ بجالائے کہ مبادا مجھے موت اور وفات اس حال میں آجائے کہ میرے ہاں یہ درہم و دینار موجود ہوں پھر آپ اپنے دولتگاہ کی طرف متوجہ ہوئے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آپ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے ہاں تشریف لے گئے انہیں سلام فرماتے ہوئے اپنی خواب گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نفقات اور اخراجات کا حال جس کے متعلق تو نے دریافت کیا تھا۔

## چھٹا باب

### معیشت نبوی

ابوحازم فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بار بار دیکھا کہ وہ اپنی انگلیوں سے تین کے ساتھ اشارہ فرما کر کہتے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل و عیال پوری دنیوی زندگی میں تین دن مسلسل گندم کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے دنیا فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا۔

سماک بن حرب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دوران خطبہ لوگوں کو دنیوی مال و متاع اور اسباب راحت و عیش میسر آنے کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ افقر اور زہد اختیار کیے باعث سارا دن بھوک سے گزار دیتے بسا اوقات کم قیمت کھجوریں بھی بظاہر دستیاب نہیں ہوتی تھیں جن سے آپ پیٹ مبارک پُر فرمائیے۔

حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا آپ نے روزانہ بغلت سے وصال تک نہ چھاننی کو دیکھا اور نہ ہی چھانے ہوئے آٹے کی روٹی تناول فرمائی۔ میں نے عرض کیا تو پھر اس جو کے آٹے کے ساتھ کیا کرتے تھے جس سے روٹیاں پکاتے تھے اس کے ان چھنے آٹے کی روٹی



کیسے کھائی جاسکتی تھی، تو فرمایا بس پھونک مار دیتے جو جھان اڑ گیا اڑ گیا باقی آٹے کے ساتھ ہی پک جاتا۔ اور کھایا جاتا۔ ف

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر خندق کھودنے کے دوران تین دن اس حال میں گذر گئے کہ انہوں نے بالکل کھانا تناول نہیں فرمایا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں خندق میں ایک سخت پتھر چٹان کی طرح کا نمودار ہو گیا ہے (جو ہماری تمام تر جدوجہد اور سعی و کوشش کے باوجود ٹوٹنے کا نام نہیں لیتا لہذا اب آپ ہی اس کو توڑیں، آپ نے فرمایا اس پر پانی چھڑکو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پانی چھڑکا آپ تشریف لائے۔ بیچہ یا گینتی ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر تین ضربیں اس پر لگائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت کے ٹیلے کی مانند نیچے بہنے لگا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں میں نے آپ کی طرف عوز سے دیکھا تو آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ آخر جب بخاری و المسلم حضرت عروہ رضی اللہ عنہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا دیکھتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی چولہا نہیں جلتا تھا۔ میں نے عرض کیا اے خالہ جان! تو پھر تم کس چیز پر گزارا کرتے؟ آپ نے فرمایا پانی اور کھجوروں پر۔

محبوبہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عروہ کو فرمایا اے بھانجے بخدا ہم یکے بعد دیگرے تین چاند دیکھتے مگر اس دوران سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ پھر اتنا عرصہ تم زندہ کیسے رہتے تھے؟ اور کس چیز پر گزارا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا۔ ہماری زندگی کا دائرہ دار پانی اور کھجوروں پر تھا۔ البتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسی انصار تھے۔ اور کتنے ہی اچھے پڑوسی تھے وہ! ان کے شیردار جانور ہوتے۔ وہ ان میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا کرتے تھے۔

نوفل بن ایاس ہذلی کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک بڑا پیالہ

ف۔ قبضہ میں جس کے ساری خدائی اس کا بھونا ایک چٹائی  
نظروں میں کتنی سیج ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم  
کھانا جو دیکھو جو کی روٹی ان چھپتا آتا روٹی موٹی  
وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم

جس میں گوشت اور روٹی تھی لے کر حاضر ہوئے۔ جب وہ آپ کے سامنے رکھا گیا تو آپ رو دیے۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ آپ نے اور آپ کے اہل نے جو کی روٹی بھی سیر ہو کر نہیں کھائی (اور ہمارے خد و نوش کا حال اب یہ ہے تو) میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی بہتری کے لیے باقی نہیں رکھا گیا (بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں ہم اپنی اخروی نعمتیں دنیا میں ہی نہ کھا رہے ہوں) اور وہاں پہنچیں تو کہہ دیا جائے تم اپنے حصّہ کی نعمتیں دنیا میں ہی کھا چکے ہو یہاں تمہارا کوئی حصّہ نہیں ہے۔

ہفان بن کاہل فرماتے ہیں مجھے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ ہمیں ایک رات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر سے بکری کا بازو بطور ہدیہ بھیجا گیا۔ بخدا میں اس کو پکڑ رکھتی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کاٹتے اور آپ میرے لیے روک رکھتے اور میں کاٹتی۔

میں نے عرض کیا اے ام المومنین کیا چراغ کے بغیر ہی اس کو کاٹ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اگر چراغ جلانے کے لیے زیتون دستیاب ہوتا تو اسے کھا ہی لیتے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ماہ کامل گذر جاتا جس میں نہ وہ روٹی پکاتے اور نہ ہی ہنڈیا چولھے پر چڑھاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں جو کی روٹی اور پرانی چربی لے کر حاضر ہوا جس کا ذائقہ بدل چکا تھا اور میں نے آپ کو فرماتے سنا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صبح و شام کے لیے صرف ایک صاع (تقریباً چار سیر) طعام موجود ہے اور آپ کے اہل خانہ نو گھروں پر مشتمل تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا آپ بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ آپ نے فرمایا بھوک کی شدت ہے (جو کھڑے ہو کر نماز ادا نہیں کرنے دیتی) میں رو دیا آپ نے فرمایا ابو ہریرہ رونے کی بات نہیں روئیے مت۔ جب بھوک میں مبتلا شخص رضا الہی اور قضا رباری پر صابر و شاکر ہو اور اس کو ثواب آخرت کی خاطر طبیب خاطر برداشت کرے تو بروز قیامت اسے بھوک کی تکلیف نہیں ہوگی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روٹی کا ٹکڑا لے کر بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسا ٹکڑا ہے اے فاطمہ؟ آپ نے عرض کیا میں نے روٹی پکائی تھی (اور بغیر آپ کی خدمت میں پیش کئے) ساری روٹی خود کھانا طبیعت نے گوارا نہیں کیا لہذا یہ حصّہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ تین دن کے بعد یہ پہلا کھانا ہے جو تیرے باپ کے منہ تک پہنچا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ التیمۃ والثناء کا وصال ہوا تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے بدلے گروی پڑی تھی جو کہ آپ نے اپنے اہل و عیال کے کھانے کے لیے خرید فرمائے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ کی زرہ مبارک ابو شعمہ یہودی کے ہاں گروی پڑی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک یہودی کی طرف بھیجا جو گندم بیچ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے کہنا ہمیں دو کپڑے دے۔ جب بھی کچھ مال آگیا ہم قیمت ادا کر دیں گے۔ یہودی نے لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت جاری رکھی اور میری طرف توجہ نہ دی۔ جب ادھر سے فارغ ہوا اور وہ مشغولیت ختم ہوئی تو مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے نہ کھیتی باڑی ہے اور نہ مال مویشی وہ ہمیں قرض کہاں سے دیں گے اور کس طرح ادا کریں گے؟

میں واپس آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہودی کا جواب آپ کو عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے۔ اگر وہ کپڑے ہمیں دے دیتا تو میں اس کی قیمت ادا کرتا اور دوسرے لوگوں سے بہتر طریقہ پر ادا کرتا۔ پھر فرمایا۔ اگر آدمی پیوند لگا کپڑا استعمال کر لے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ امانت میں خیانت کرے اور اسے کھائے۔

# ابواب طہارت و عبادت

## باب اول

### بیت الخلاء جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے۔

اللهم انى اعوذ بك من الجنۃ والجنات۔

اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں۔ ذکور و انات جنیت جنات سے ت

## دوسرا باب

### بیت الخلاء سے نکلنا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے: اغفر انک۔ اے اللہ میں تیری مغفرت و بخشش کا طلبگار ہوں

ف۔ اگرچہ قضاء حاجت بشری تقاضا کے تحت لابدی امر ہے اور اس سے چارہ نہیں لیکن اس دوران ذکر خدا تعالیٰ سے رکھنا ضروری ہے تو اس غیر ارادی اور بلا عمد صادر ہونے والی تقصیر اور کوتاہی پر بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمایا کرتے تھے اور اس میں امت کے لیے ذکر خداوندی پر تاکید اکید ہے کہ کسی بھی موزوں وقت میں اسے ترک نہ کرنا چاہیے اور غفلت میں مبتلا نہ ہونا چاہیے۔

ف۔ اس دعا سے مقصود اظہار عبودیت اور تواضع ہے ورنہ آپ کو جملہ عوالم پر باذن اللہ تصرف و تسلط حاصل تھا نیز تعلیم امت بھی مقصود ہے کہ جب سرور عالم و عالمیان علیہ السلام ان سے تقوٰہ و تحفظ کے لیے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں تو ہمیں بھی لامحالہ دعا کرنی چاہیے۔

# تیسرا باب

## زمین کا احترام

حبیبہ حبیبہ خدایہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کو بیت اللہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتی ہوں اور پھر آپ کے بعد جو بھی داخل ہوتا ہے تو وہ آپ کے لپٹن اقدس سے نکلنے والی کسی شے کا نام و نشان نہیں دیکھتا (اس کی کیا وجہ ہے) آپ نے فرمایا اے عائشہ تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دے رکھا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے فضلات مبارکہ کو نگل جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت سے فارغ ہو کر غائط (بیت الخلا) سے باہر نکلتے تو میں بعد میں اندر داخل ہوتی مگر کوئی چیز نظر نہ آتی میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہمارے اجساد اور ابدان اہل جنت کے ارواح کی صفات و کیفیات پر پیدا کیے گئے ہیں ہم سے جو کچھ باہر آتا ہے اسے زمین نگل جاتی ہے اور نگاہ خلق سے پوشیدہ کر لیتی ہے ۷

۷۔ (اما علمت) کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ایسے مقام پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں وضاحت امر کا بیان مقصود ہو اور اس کا سوال و استفسار سے مستغنی ہونا اگرچہ مخاطب کو معلوم نہ بھی ہو اور اس کے مقابل انک لائڈری (تجھے معلوم نہیں) استعمال کیا جاتا ہے جہاں ایک امر کے فی نفسہ معنی ہونے کا اور غیر ظاہر ہونے کا بیان مقصود ہو خواہ مخاطب کو معلوم ہی کیوں نہ ہو جیسے وما یدریک لعلما یزکی اویذاً لوفتنہ الذکرى حالانکہ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کا صاحب ایمان و ایقان ہونا معلوم تھا اور اس کا نصیحت حاصل کرنے کے لیے متاہل و مستعد ہونا آپ کے علم میں تھا۔

۸۔ محنتی نے ان روایات کو بیدار صحت اور کتاب و سنت کے حائق سے تصادم و مناقض اور بدیہات عقل کے منافی قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم اسے کوئی آیت یا حدیث نظر آئی جس میں زمین کو براز انبیاء نہ نکلنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسکو کس نے بتایا کہ مقام انبیاء وہی ہے جو تم بد اہت عقل سے جان لو اور اس کو نظر و فکر کی تکلیف دے بغیر حالانکہ نظر عقل اور فکر و دہم اور خیال و گمان خلق سے مقام انبیاء علیہم السلام علی الخصوص مقام بیدار اسل امام الکمل صلی اللہ علیہ وسلم ارفع و اعلیٰ ہے تو محنتی صاحب اپنے آپ کو پتا نہیں کسی ارفع و اعلیٰ معیار پر فائز سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں نظر عقل میں تو اس کی حکمت واضح ہے کہ براز ظاہر زمین پر موجود ہو تو کوئی شخص بھی دیکھ کر نفرت کا اظہار کر سکتا ہے اور اس طرح جناب نبوت میں اسادت و بلے ادبی کا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بھی قضاے حاجت فرمائی زمین نے اس کو اپنے اندر جگہ دی اور نگل لیا۔

از نکاب لازم آئے گا نیز یہ فضلات کا نگاہِ خلق سے مخفی رہنا مردت کے قبیلہ سے ہونے کی وجہ سے مناسب بلکہ لازم ہے شہاب ص ۲۵۳  
لہذا اس مبارک کو ہی ختم کر دیا گیا اور پیشاب میں یہ صورت حال نہیں ہوتی فوراً زمین میں جذب ہو جاتا ہے اور بوجہ غیرہ تو نہ پاخانہ سے آتی تھی اور نہ ہی پیشاب سے بلکہ اس جگہ سوائے کستوری وغیرہ جیسی خوشبو کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

شیخ محقق مدارج جلد اول ص ۲۵ پر فرماتے ہیں۔ فالح میثدازاں بوسے خوش۔ اور بعض صحابہ سے روایت نقل فرما کر آخر میں فرمایا  
دیدم در انجا کلوخ پس گزتم آنہارا ویا فتم آنہارا را کھ طیبہ الغرض بول اور براہ میں جسم و جرم کے ظہور و عدم ظہور کے لحاظ سے فرق واضح ہے لہذا احکام میں بھی فرق پیدا فرما دیا ایک کے متعلق زمین کو نگل جانے کا حکم دیا اور دوسرے کے متعلق نہیں دیا اور بعض روایات میں دونوں کا حکم ایک جیسا معلوم ہوتا ہے یعنی زمین بامر خداوندی دونوں کے نگلنے کی پابند ہے اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیشاب مبارک کو پیالہ لکڑی کے پیالہ میں کیا گیا تھا کہ زمین پر نیز آپ نے کمال تنزہ کے پیش نظر حجرہ مبارکہ میں پیشاب سے اجتناب فرمایا کیونکہ وہ محل نزول ملائکہ۔ اور مقام نزول وحی ہے اور جائے عبادت خداوندی لہذا اس کا ظاہر و باطن فضلات سے منزہ ہونا چاہیے اگرچہ وہ پاک ہی کیوں نہ ہوں کذا قال الشہاب اقول جیسے کہ نصاب وہن پاک ہے مگر مسجد کو اس سے پاک رکھنا ضروری ہے لہذا پیالہ میں پیشاب فرمانا نہ طہارت فضلات کے منافی ہے اور نہ زمین کے فضلات کو نگلنے کے نیز متعدد محدثین کرام نے ان روایات کو نقل فرمایا ہے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ان کو شمار فرمایا اور ملتی الامتہ بالقبول صحت روایت کی دلیل ہوتی ہے لہذا اس قسم کی روایات کو موضوع اور ناقابل اعتبار قرار دینا قطعاً غلط ہے۔ ملاحظہ ہو مدارج جلد اول ص ۲۵ شفا شریف ص ۲۵۳۔ نسیم الریاض جلد اول ص ۲۵۳۔ شرح شفا علی القاری جلد اول ص ۲۵۳۔ علامہ علی قاری اور علامہ خفاجی نے ابن وحیہ کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس کو امام ابن سعد نے نقل کیا ہے۔ فرمایا سندہ ثابت دھوا قوی مافی هذا الباب یعنی اس کی سند ثابت ہے اور اس باب میں مردی روایات میں سب سے قوی روایت یہ ہے اور جب صحت متن ثابت ہو جائے تو بعض طرق کا صنف مضر نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں محدثین کی بحث صحت روایات کے متعلق محض تحقیق و تصحیح اسناد سے متعلق ہوتی ہے اور یہ ایک صناعتی اور اصطلاحی امر ہے اس سے انکا مقصود استبعاد متن یا اس کا استحالة بیان کرنا نہیں ہوتا۔ شیخ اجل فرماتے ہیں صاحب مواہب لدنیہ نے ابو الفرج نردانی سے نقل کیا ہے آنچه دریں احادیث آمدہ قطرہ البیت از دریاے فضل نبی نثار و اندک بیت از لبیا آنچه کرم گردانید پروردگار حبیب خور و در فیح گردانیدہ است بدان مرتبت و منزلت اور او سخنان محدثان بر حکم صناعتی است کہ در تحقیق و تصحیح اسناد و از مذہب بہت استبعاد و استحالة آن عاٹا لہذا بالغرض کسی محدث نے ان روایات اور کسی قسم کی دوسری روایات کے متعلق بحث کی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بدابہت عقل ان کو محال سمجھتی ہے اور باطل محض نعوذ باللہ من هذا الجرودۃ۔

## پوتھا باب

### وضو اور غسل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھوتے اور وضو کا برتن ایسا ہوتا تھا جس میں دو رطل یعنی ایک سیر پانی سما سکتا تھا اور ایک صاع پانی کے ساتھ آپ غسل فرماتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ السلام ایک صاع پانی سے غسل فرماتے اور ایک مدّ سیر پانی سے وضو فرماتے۔

## پانچواں باب

### ہر نماز کیلئے وضو

عمر بن عامر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضو جدید فرماتے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا عمل کیسے ہوتا تھا، تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک ہی وضو سے نمازیں ادا کرتے رہتے جب تک وضو قائم رہتا اور حدت طاری نہ ہوتا۔  
(الفرقبا خراجہ البخاری)

## چھٹا باب

### ایک ہی وضو سے متعدد نمازیں

سیمان بن بريدہ اپنے باپ حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے الگ وضو فرمایا کرتے جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ نے وضو فرمایا اور نہیں پر مسح فرمایا اور چند نمازیں

ایک ہی وضو کے ساتھ ادا فرمائیں۔  
 حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ آپ نے آج ایسا عمل فرمایا ہے  
 جو پہلے نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمر میں نے عمداً اور ویدہ دانستہ ایسا کیا ہے۔ (تاکہ علی طور پر بھی  
 تمہیں تعلیم دوں کہ وضو واحد سے متعدد نمازیں ادا کرنا درست ہے)

## ساتواں باب

### مسواک کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے  
 مسواک کرنے کا حکم اس قدر تاکید کے ساتھ کیا گیا کہ میں نے گمان کیا کہ اس کے متعلق مجھ پر قرآن مجید کی سورت  
 میں احکام نازل ہوں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ مبارک کو مسواک سے  
 اچھی طرح مزین فرماتے۔

## آٹھواں باب

### نخنین پر مسح

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھا اور  
 ایک سنہ میں رفاقت کے شرف سے مشرف۔ آپ نے قضاء حاجت فرمائی اور جیسے نماز کے لیے وضو کیا  
 جاتا ہے اس طرح وضو فرمایا اور نخنین پر مسح فرمایا۔ (اخرجہ البخاری والمسلم۔)



# نواں باب

## کیفیت غسل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہانے کا پانی حاضر کیا اور غسل والے برتن میں ڈالا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے پانی لے کر بائیں پر ڈالا اور دو تو ہاتھوں کو دھویا۔ پھر زیناف حصہ کو دھویا۔ پھر بائیں ہاتھ مٹی پر ملا اور اسے دھویا۔ پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر چہرہ اقدس کو دھویا بعد ازاں سر اقدس پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے سرک کر اپنے پاؤں کو دھویا۔

# ابواب صلوٰۃ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

## باب اول

### کیفیت صلوٰۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کا افتتاح و آغاز سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الما غیرک سے فرماتے۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے یا ہم گفتگو کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر آگیا تو حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے تم سب سے زیادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت نماز یاد اور محفوظ ہے میں نے آپ کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا کہ بکیر تحریر کے وقت اپنے دونوں ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے اور جب رکوع فرماتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر اچھی طرح جماتے پھر اپنی پیٹھ مبارک کو ہموار فرماتے جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے حتیٰ کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر حصہ اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آتا اور جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو زمین پر اس انداز سے رکھتے کہ نہ تو ان کو زمین پر بالکل بچھا کر فرش کی مانند بناتے اور نہ بالکل ہی اوپر اٹھائے رکھتے اور دونوں پاؤں مبارک کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب منوجہ کرتے اور جب دو رکعت ادا کرنے کے بعد تشہد میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں مبارک کو بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں مبارک کھڑا رکھتے۔

(انرجہ البخاری و المسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر فرماتے (قرأت کے اعتبار سے) اور تمام و مکمل فرماتے (رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ کے لحاظ سے یا طلی لسانی کے پیش نظر طویل قرأت بھی مختصر معلوم ہوتی تھی لہذا مجموعی طور پر تمام و مکمل بھی ہوتی تھی اور دوسروں کی نسبت انتہائی مختصر بھی۔ حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز کا آغاز فرماتے تو بکیر تحریر کے لیے دونوں ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر بلند فرماتے اور یوں ہی جب رکوع فرمانے لگتے یا رکوع سے سر اقدس اٹھاتے وقت البتہ دونوں سجدوں کے

درمیان ہاتھ مبارک نہیں اٹھاتے تھے اور نہ ہی سجدہ پر جاتے وقت اور نہ سجدہ سے اٹھتے وقت، عہد  
 عبداللہ بن قاسم فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے تو آپ  
 نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت علی طور پر نہ دکھلاؤں۔ ہم نے عرض کیا  
 ہاں کیوں نہیں، انہوں نے تکبیر کہی پھر قرائت فرمائی بعد ازاں رکوع فرمایا۔ دونوں ہاتھوں کو حالت رکوع میں  
 گھٹنوں پر رکھا حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہو گئی۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر قائم ہو گیا۔ پھر  
 سجدہ فرمایا حتیٰ کہ ہر عضو اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر قائم ہو گئی۔ پھر سر اٹھایا اور دوسرا سجدہ بھی پہلے کی طرح ادا کیا دوسری  
 رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں عمل کیا تھا۔ پھر فرمایا ایسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

## دوسرا باب

### فرض نمازوں میں مقدار قرائت

حضرت ابوہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیات

۵۔ رفع یدین کے متعلق بھی روایات وارد ہیں اور رفع یدین نہ کرنے کے متعلق بھی اور دونوں طرح کا عمل صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین  
 سے بھی مروی و منقول ہے۔ روایات دونوں طرف صحیح ہیں لہذا محض ترجیح والی صورت باقی رہ جاتی ہے علامہ ابن امام نے  
 فتح القدیر میں اور حضرت فتح اہل نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یا تو ترک رفع کی روایات ناسخ ہیں اور رفع یدین والی منسوخ چونکہ  
 نماز کے سب واجبات و فرائض اور سنن و آداب یکبارگی بیان نہیں فرمائے گئے تھے بلکہ تدریجاً ان کو باندھا گیا حتیٰ کہ پہلے نماز  
 میں کلام بھی کر لی جاتی تھی۔ سلام کا جواب بھی دے دیا جاتا تھا مگر بعد میں اس کو منوع قرار دیا گیا اسی طرح ظاہر ہی ہے کہ ابتدا میں  
 رفع یدین کا حکم تھا اور بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر بن الخطاب اور دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم  
 کا رفع یدین نہ کرنا حالانکہ وہ ہر وقت حاضر بارگاہ ہوتے تھے اور احوال مصطفوی پر ان کی نظر رہتی اور ان کے حفظ و ضبط میں  
 کوشاں رہتے تھے، نسخ مگر واضح دلیل ہے اور باپھر ان روایات میں جب باہم تعارض ہے اور عمل صحابہ و تابعین بھی مختلف ہے۔  
 تو اس طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل نماز میں سکون ہے نہ کہ بار بار ہاتھوں کو حرکت دینا لہذا ترک رفع یدین والی روایات راجح  
 ہیں اور مطابق اصل۔ مزید تشریح کے لیے ترمذی شریف، عمدۃ القاری، شرح البخاری، للعلامة العینی، موطا امام محمد، طحاوی شریف  
 فتح القدیر وغیرہ ملاحظہ فرمادیں۔

سے سو آیات تک تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ظہر و عصر یعنی سری نمازوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے۔ ہم نے پہلی دو رکعت میں آپ کے قیام کا اندازہ تیس آیات کی قرأت و تلاوت کے برابر اور پچھلی دو رکعت میں اس سے نصف قرأت کے برابر اندازہ لگایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ان کو سورہ مبارکہ والمرسلات عرفاً پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا تو نے مجھے یہ سورۃ یاد دلادی۔ یہ وہ آخری سورت ہے جو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں تلاوت کرتے سنا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے اس میں والتین والزیتون کی تلاوت فرمائی۔

## تیسرا باب

### استغفار

وزار جو کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ کی طرف لکھا کہ مجھے تحریری طور پر اس امر کی اطلاع دو جو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد سنا ہو اور دیکھا ہو۔ تو انہوں نے یہ لکھا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ فرماتے ہوئے سنا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ لہ الملك، ولہ الحمد، وهو علی کل شیء قدیور۔ اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطى لما منعت ولا ینفع ذا الجند منک الجند۔ (اخرج البخاری والمسلم)

حضرت ثوبان جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں فرماتے ہیں کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر منہ مبارک قبلہ سے پھیرنے کا ارادہ فرماتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے پھر فرماتے۔

اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔

# چوتھا باب

## دن میں نفل

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی محافظت اور پابندی کسی نفل نماز پر نہیں فرماتے تھے جتنی کہ فجر کی دو رکعت پر محافظت و مداومت فرماتے تھے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں ایک مہینہ قیام فرما رہے ہیں نے آپ کو دیکھا کہ جوں ہی سورج ڈھلتا آپ کے ہاتھ میں اگر پوری دنیا کا کام و انتظام ہی کیوں نہ ہوتا آپ اس کو ترک فرما دیتے اور اگر آپ سوئے ہوئے ہوتے (تو یوں معلوم ہوتا) کہ آپ کو کسی نے پکڑ کر اٹھا دیا ہے اور بیدار کر دیا ہے۔ آپ غسل فرماتے یا وضو فرماتے۔ پھر چار رکعت نماز نفل ادا فرماتے جن کو پوری طرح تمام و مکمل فرماتے اور حسن ادائیگی کا اہتمام فرماتے اور ہر رکن میں پوری طرح تمکن اور سکون و اعتدال سے کام لیتے۔

میں نے ان کے متعلق دریافت کیا کہ ان پر مداومت اور ان کے لیے اتنا اہتمام آپ کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا آسمان اور جنتوں کے دروازے اس وقت کھولے جاتے ہیں اور وہ دروازے اس وقت تک بند نہیں کیے جاتے جب تک یہ نماز پڑھی جاتی ہے تو میں اس امر کا امیدوار ہوں کہ میری طرف سے اس ساعت میں میرے رب کریم کی بارگاہ میں یہ خیر اور نیکی صعود کرے اور اس کی بارگاہ قبولیت تک پہنچے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعت اور نماز فجر سے قبل دو رکعت ادا فرماتے اور کسی بھی حال میں ترک نہ فرماتے۔ (الفرد باخراجه البخاری)

حضرت عبداللہ بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے قبل چار رکعت میرے گھر میں ادا فرماتے اور پھر مسجد کی طرف تشریف لے جاتے اور نماز ادا کرتے پھر میرے گھر مراجعت فرما ہوتے اور دو رکعت ادا فرماتے۔ نماز مغرب مسجد میں ادا فرماتے پھر میرے گھر قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعت ادا فرماتے جب عشا کی نماز پڑھا کر واپس تشریف فرما ہوتے تب بھی دو رکعت ادا فرماتے۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۰۰)

# پانچواں باب

## بروز جمعہ نمازِ فجر کی قراءت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نمازِ فجر میں الم تنزیل اور هل اُتی کی تلاوت فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

## چھٹا باب

### بعد نماز فرض مسجد میں بیٹھنے کا التزام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبید کریم علیہ السلام نمازِ فجر ادا فرما کر طلوع آفتاب تک مسجد میں ہی اپنی جائے نماز پر جلوہ فرما رہتے (اور بعد از طلوع وارفتاع آفتاب دو رکعت ادا فرما کر باہر تشریف لاتے) (انفروا بخرابہ المسلم)

## ساتواں باب

### نمازِ چاشت

حضرت ابو یاسی سے مروی ہے کہ مجھے کسی نے نہیں بتلایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ چاشت ادا فرماتے دیکھا ہے۔ صرف حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقعہ پر ان کے ہاں تشریف لائے۔ غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نمازِ چاشت ادا فرمائی۔ میں نے آپ کو اس قدر خفیت اور مختصر نماز ادا کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ البتہ آپ رکوع و سجود مکمل طور پر ادا فرماتے تھے یعنی صرف قراءت میں اختصار تھا اور تسبیحات رکوع و سجود میں۔ (خریج البخاری و المسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ چاشت چار رکعت

ادا فرماتے اور جس قدر اس میں اضافہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا اضافہ بھی فرمالتے۔ (الفرد بہ المسلم)  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی ایک کے ہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ سے عرض کیا گیا کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز چاشت ادا فرمایا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے آپ کو صرف اسی دن ادا کرتے دیکھا ہے  
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ ضحیٰ یعنی نماز چاشت اس تسلسل کے ساتھ ادا فرماتے کہ ہم خیال کرتے آپ اس کو اب ترک نہیں فرمائیں گے اور آپ ترک فرماتے تو کسی کسی دن گذر جاتے ہم یہ سمجھتے اب آپ ادا ہی نہیں فرمائیں گے۔

## آٹھواں باب

### نوافل شبانہ اور قیام لیل

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کونسا عمل زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھا؟ تو آپ نے فرمایا عمل دائم اور تسلسل میں نے عرض کیا آپ کس وقت صلوٰۃ لیل کے لیے اٹھتے؟ تو انہوں نے فرمایا جب مرغ کی اذان سنتے اور وہ آدھی رات کے وقت اذان دیتا تھا،

حضرت خدیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو اچھی طرح مسواک سے منہ مبارک کو اندر سے ملتے اور رگڑتے۔ (الخریہ البخاری والمسلم)  
 حضرت صدیقہ عقیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حبیب خدا علیہ السلام رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دو خفیف اور مختصر رکعت کے ساتھ آغاز و افتتاح فرماتے۔ (الفرد باخراجه مسلم)  
 (ایک قول یہ ہے کہ یہ دو رکعت شکرانہ وضوء التیمۃ الوضوء ہوتی تھیں اور دوسرا یہ کہ نماز تہجد میں سے ہوتی تھیں)

ف۔ آپ نے صرف اپنے دیکھنے کی نفی فرمائی ہے لہذا دوسرے حضرات کی روایات اور اس روایت میں کوئی منافات نہیں۔ نیز تعداد رکعات میں بھی یہی صورت ہے جس نے جس قدر دیکھا بیان فرمادیا۔

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ مجھے ربیعہ جرشہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوتے تو کیا پڑھتے اور افتتاح و آغاز کس چیز سے کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ اللہ اکبر دس مرتبہ الحمد للہ پڑھتے دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ لا الہ الا اللہ و زبان فرماتے اور دس مرتبہ استغفار فرماتے اور اللھم اغفر لی و اھدنی و ارزقنی دس مرتبہ پڑھتے اور دس مرتبہ فرماتے اللھم انی اتوذبتک من الضیق یوم الحساب۔ (اسے اللہ میں تجھ سے روز حساب کی تنگی سے پناہ مانگتا ہوں)۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دن عبادت کے لیے مخصوص فرماتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آپ کا عمل دائمی اور مسلسل ہوتا اور تم میں سے کون ان اعمال کی طاقت رکھتا ہے جن کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں طاقت و قدرت تھی۔

ابو سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا آپ رمضان المبارک اور دوسرے مہینوں میں رات کے وقت گیارہ رکعت سے زیادہ نفل ادا نہیں فرماتے تھے۔ پہلے چار رکعت ادا فرماتے اور ان کی ادائیگی میں وہ حسن ہوتا اور قرأت و تسبیحات اس قدر طویل کہ بس کیا پوچھتے ہو؟ پھر چار رکعت ادا فرماتے پس ان کے حسن و طولانی کے متعلق مت پوچھئے۔ پھر تین رکعت (وتر) ادا فرماتے ملے

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر ادا کرنے سے قبل سو جاتے ہیں پھر اٹھنے پر نماز ادا فرماتے لگتے ہیں حالانکہ ہمیں آپ کے خراٹوں کی آواز سنائی دیتی ہے) تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ میں اپنے متعلق یہ عقیدہ رکھنا ہوں اور جزم و یقین کہ میری صرف آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے ورنہ میں سو گیا لہذا مجھے نیند نہ تو ادائیگی وتر سے مانع ہو سکتی ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹنے سے بے خبر کر سکتی ہے!۔

۱۔ اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ وتر کی رکعات تین ہیں اور ایک سلام سے ادا کی جائیں اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے اسبع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اسرین۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعت ہیں اور صرف آخر میں سلام پھیرا جائے۔ امام طحاوی نے مدینہ منورہ کے فقہاء سب سے سعید بن مسیب، عمرو بن زبیر، قاسم بن محمد، ابو بکر بن عبد الرحمن، خارجی بن زید، سعید بن عبد اللہ و سلیمان بن یاسر سے یہی نقل کیا ہے اور وتر کے تین رکعت ہونے کی روایت نسائی شریف میں موجود ہے اور مستدرک حاکم میں اور جسے علامہ ابن الجوزی نے ذکر کیا ہے وہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔



عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کتنی اور کیسے ادا فرماتے تھے؛ تو آپ نے فرمایا۔ آپ رات کو (بعض اوقات) جمع وتر نو رکعت ادا فرماتے اور آپ رات کا بہت بڑا حصہ نماز ادا کرنے میں صرف فرماتے کبھی بجاالت قیام اور کبھی بیٹھ کر قرأت فرماتے جب قرأت حالت قیام میں فرماتے تو رکوع و سجود بھی اس حالت میں فرماتے یعنی قیام سے رکوع و سجود کی طرف انتقال فرماتے اور اگر قرأت بجاالت جلوس وقوع فرماتے تو (بعض اوقات) رکوع و سجود بھی اسی حالت میں فرماتے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں ضعف اور ثقل طاری ہو گیا تو آپ نوافل شب میں بیٹھ کر قرأت فرماتے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قرأت کرانا چاہتا۔ جب سورہ میں سے تیس یا چالیس آیات رہ جاتیں تو آپ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور بقیہ آیات کی تلاوت قرأت فرماتے۔ پھر رکوع و سجود فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لیے قیام فرماتے تو یہ کلمات طیبہ زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

اللہم لك الحمد انت نور السموات والارض ومن فيهن - ولك الحمد انت قيم السموات والارض ومن فيهن ولك الحمد انت الحق وعداك حق ولقاؤك حق والجنة حق والنار حق والساعة حق والنيون حق ولحمد (صلى الله عليه وسلم) حق اللهم لك اسلمت وعليك توكلت وبك امنت واليك امنت وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفر لي ما قدمت وما آخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت الموتر لا اله الا انت ولا اله غيرك -

توجہ۔ اے اللہ تیرے لیے حمد و ثنا ہے تو آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیانی جملہ اشیاء کو اور فضا کو منور فرمانے والا ہے اور تیرے لیے ہی حمد ہے تو آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے اسے برپا اور قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے لیے حمد ہے تو حق ہے اور قائم و دائم۔ تیرا وعدہ حق ہے تیری لقا حق ہے جنت و دوزخ اور قیامت حق ہیں۔ سب انبیاء علیہم السلام بالعموم اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بالخصوص برحق ہیں۔ اے اللہ میں نے صرف تیری اطاعت کی ہے اور تجھ پر اعتماد و بھروسا اور فقط تیری الوہیت پر ایمان لایا ہوں۔ میرا رجوع اور بازگشت صرف تیری طرف ہے اور تیری توفیق و اعانت سے اعدا دین کے ساتھ خاصمت کرتا ہوں اور جملہ تصفیہ طلب امور کا فیصلہ بھی پرچھوڑتا ہوں۔ لہذا میرے لیے پہلے اور پچھلے خفیہ و علانیہ امور کی مغفرت فرما

(جو تیری نگاہ اقدس میں موزوں و مناسب نہ ہوں) تو ہی سبقت عطا فرمانے والا ہے اور (مقام قرب سے) پیچھے ہٹا دینے والا۔ لا الہ الا انت ولا الہ غیرک۔

حضرت کریم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات گزاری۔ میں گدے کی چوڑائی (عرض) والی جانب لیٹا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی (طول) والی جانب آرام فرما ہو گئے۔ حتیٰ کہ جب رات آدھی ہوئی یا اس سے ذرا پہلے یا پیچھے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور چہرہ اقدس کو مل کر نیند کے اثرات کو دور فرمانے لگے۔ پھر آپ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں پھر ایک پرانے مشکیزہ کی طرف بڑھے اور اس سے وضو فرمایا اور خوب وضو فرمایا پھر نماز میں مصروف ہو گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اٹھا اور میں نے بھی وہی طرز عمل اپنایا جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر میں آپ کے ساتھ (بائیں جانب) کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر ذرا ملا اور مجھے پیچھے سے کھینچ کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا، پھر آپ نے دو دو رکعت ادا فرمائی شروع کیں۔ جب دس رکعت ہو گئیں تو پھر وتر ادا فرمائے اور بعد ازاں گدے پر لیٹ گئے جب مؤذن نے حاضر ہو کر نماز کے لیے عرض کیا تو آپ نے دو خفیف سی رکعتیں (سنت فجر) ادا فرمائیں۔ پھر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز فجر ادا فرمائی۔

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے یہ دعا مانگی۔

اللہم اجعل فی قلبی نوراً و فی سمعی نوراً و فی بصری نوراً و عن یمنی نوراً و عن شمالی نوراً و اما می نوراً و خلفی نوراً و اجعل لی نوراً۔

ترجمہ۔ اے اللہ میرے دل میں نور پیدا فرما اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما میری آنکھوں میں نور پیدا فرما اور

ف۔ دعا حبیب بارگاہ مجیب میں خصیت پذیر تو ہونہیں سکتی لہذا لامحالہ ان اعضاء مبارکہ اور ذات مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے نورانی بنا دیا اور آپ کی ہر جانب کو بھی لہذا سمع و بصر کے ادراک میں سب امت بلکہ سب انبیاء و رسل سے ممتاز ہو گئے اور ذات اس قدر نورانی ہو گئی کہ سایہ ہی باقی نہ رہا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم کرنے پر بگڑنے والے حضرات کو یہاں غور کرنا چاہیے۔ اور اپنی مذہبی حرکات سے باز آنا چاہیے۔ نیز یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جن میں آپ کے نور کا سب سے اول مخلوق ہونا ثابت ہے کیونکہ آپ نے نور علی نور کیسے جانے کی دعا فرمائی اور حقیقت کے نور می ہونے کے ساتھ ساتھ لباس بشری اور حجاب بدنی کے بھی نورانی بنائے جانے کی دعا فرمائی۔

میرے دائیں بائیں آگے اور پیچھے نوری پیدا فرما اور میرے لیے نور پیدا فرما۔ (اور بعض روایات میں واجعلنی نوراً ہے یعنی مجھے نور بنا)۔

حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھا۔ میں نے آپ کی نماز شب اور نماز تہجد کا مشاہدہ کرنے کے لیے تاک لگا رکھی تھی۔ آپ نے نماز عشاء ادا فرمائی۔ پھر سو گئے جب آدھی رات ہو گئی تو بیدار ہوئے اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں۔ بعد ازاں مسواک فرمائی اور وضو کیا اور دو رکعت ادا فرمائیں۔ میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان کا قیام طویل تھا یا رکوع و سجود پھر آرام فرما ہو گئے۔ بعد ازاں بیدار ہوئے پھر وہی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں۔ مسواک فرمائی اور وضو فرما کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر آرام فرما ہو گئے۔ بعد ازاں بیدار ہو کر حسب سابق عمل فرمایا اور آپ کا یہ عمل اسی طرح وقفہ وقفہ سے جاری رہا حتیٰ کہ آپ نے گیارہ رکعت مکمل فرمائیں۔

زید بن خالد حبشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے (اپنے دل سے یہ عہد کیا کہ میں آج) رات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ یل کا حضور بالضرور مشاہدہ کروں گا۔ میں نے آپ کی دہلیز کو یا آپ کے خیمہ کو سادہ و تکیہ بنایا (اور لیٹ گیا) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی مگر مختصر پھر دو رکعت جو انتہائی طویل تھیں۔ پھر دو رکعت ادا فرمائیں جو ان سے مختصر تھیں۔ پھر دو رکعت جو ان سے بھی مختصر تھیں اور بعد ازاں دو رکعت ادا فرمائیں جو پہلی دو سے بھی مختصر تھیں۔ پھر نماز وتر ادا فرمائی اور اس طرح سے تیرہ رکعت نماز ادا فرمائی۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے متعلق مختلف روایات وارد ہیں بعض میں سات رکعت۔ بعض میں نو رکعت اور بعض روایات میں گیارہ رکعت اور تیرہ رکعت کا ذکر ہے۔ لیکن ان میں کوئی مخالف و تعارض نہیں ہے۔ بعض اوقات آپ تعداد رکعت کم فرماتے (اور قرأت میں طوالت فرمادیتے) اور بعض اوقات قرأت میں اختصار فرماتے اور تعداد رکعات بڑھا دیتے (یا تھکان وغیرہ نہ ہوتی اور وقت وسیع ہوتا تو رکعات زیادہ ادا فرماتے اور اگر وقت میں کمی ہوتی یا بدن اقدس میں تھکان وغیرہ کے اثرات محسوس ہوتے تو تعداد رکعات میں کمی فرمادیتے) آپ کی تھکان کو بھی امت پر رحمت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

## نوال باب

### تہجد میں طوالت قیام

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد

ادا کی۔ آپ نے سورہ بقرہ شروع فرمائی میں نے سوچا آپ سو آیات تلاوت فرما کر رکوع فرمادیں گے مگر آپ قرأت فرماتے رہے۔ میں نے خیال کیا سورہ بقرہ تک تلاوت فرمادیں گے اور پھر رکوع کریں گے مگر آپ نے سورہ نساء شروع فرمادی حتیٰ کہ اس کو ختم فرمایا۔ پھر آل عمران تلاوت فرمائی اور آپ ترسیل و ترسیل کے ساتھ قرأت فرماتے رہے اور جب ایسی آیت مقدسہ پر پہنچے جس میں تسبیح کا حکم ہوتا تو تسبیح بھی ادا فرماتے اور جب ایسی آیت مقدسہ تلاوت فرماتے جس میں سوال اور طلب حاجت کا ذکر ہوتا تو سوال فرماتے اور حاجت طلب فرماتے اور جہاں تو خود اور پناہ خداوند تبارک و تعالیٰ طلب کرنے کا ذکر ہوتا تو پناہ طلب فرماتے پھر آپ نے رکوع فرمایا اور سبحان ربی العظیم پڑھنا شروع فرمایا اور آپ کا رکوع بھی قیام کے قریب تھا۔ پھر رکوع سے سر اقدس بلند فرمایا۔ سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور قومہ میں تقریباً اتنی دیر قیام فرمایا جتنی دیر رکوع میں مصروف رہے پھر سجدہ فرمایا اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے اور آپ کا سجود بھی قیام کے قریب قریب تھا۔

حضرت ابو وائل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔ آپ نماز میں قیام فرما رہے (اور قرأت فرماتے چلے گئے) حتیٰ کہ میں نے برا ارادہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے کیا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں نے جس بڑے امر کا ارادہ کیا تھا وہ یہ تھا کہ میں بیٹھ جاؤں (اور بیٹھ کر نماز ادا کروں) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت قیام میں رہیں عہ

ف: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کرنے سے جب عاجز آ گیا تو میں نے بیٹھنے کا ارادہ کیا مگر یہ بہت برا ارادہ تھا لہذا اس کو عملی جامہ نہ پہنایا حالانکہ نقلی نماز بیٹھ کر ادا کرنا جائز ہے اگرچہ اس پر نصف اجر و ثواب ملتا ہے مگر جو ازیں کلام نہیں تو اس امر کو جو شرعاً جائز ہے برا کیوں کہا اور اس پر عمل کیوں نہیں کیا تو وہ صرف اور صرف اس لیے کہ اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حالت قیام میں رہیں تو محبوب خدا سر انبیاء علیہ التحیۃ و التناؤ کی جناب عزت مآب میں بے ادبی اور اسادت بنے گی۔ لہذا قیام کو ہی ترجیح دی اور بیٹھنے کا ارادہ ترک فرمادیا۔ کذا فی حاشیہ البخاری جلد اول ص ۱۵۳۔ وعمدۃ القاری شرح البخاری جلد ۱ ص ۱۸۴ و کذا فی فتح الباری و المستطانی۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں قیام فقط سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لیے کیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فائدہ اس لیے نہ اٹھایا کہ محبوب کریم علیہ السلام کی شان اقدس میں ناخوشی و بے ادبی نہ لازم آئے اور دوسری طرف نام نہاد توحید کے علمبرداروں کا حال یہ ہے کہ نماز میں سرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ مبذول کرنا گدھے اور سیل کے خیال میں مستغرق ہونے سے بدرجہا برا جانتے ہیں۔ (غوفو باللہ)

(ملاحظہ ہو صراطِ مستقیم، مولفہ مولوی اسماعیل دہلوی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب صلوات لیل ادا فرماتے تو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو کر پھٹ جاتے۔ فرمائی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت و بخشش کا اعلان فرما چکا ہے اور آپ کے صدقہ میں تو آپ کے پہلوں اور پھلوں کے ذنوب و آثام اور لغزشات و زلات کی معافی کا اعلان فرما دیا ہے اور مغفرت کا مترادف سنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا اسے عائشہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (اس کا کرم جتنا بڑھتا جائے گا میرا سربنیز اسی قدر خم ہوتا چلا جائے گا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کرم و عنایت کا اظہار کرے اور میں اس کی عبادت میں کمی و کوتاہی شروع کروں)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے اندر ایک خواہش پیدا فرمائی ہے اور میری خواہش قیام لیل اور نماز تہجد ہے۔ حضرت منیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے اور سوزش معلوم ہوتی۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ آپ قیام لیل میں اس قدر مشقت اٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ عنایت آپ کے لیے اعلان مغفرت اور مترادف بخشش سنا دیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ افلا اکون عبداً شاکراً کیا میں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا علیہ التمجید والثناء نے درود کی تکلیف محسوس فرمائی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کا اثر دیکھتے ہیں۔ (اس کا موجب اور باعث کیا ہے) تو آپ نے فرمایا جو کچھ درود و تکلیف دیکھ رہے ہو اس کے باوجود میں نے گذشتہ رات میں ابتدائی سات طویل ترین سورتیں نماز میں تلاوت فرمائی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی اور مجاہدہ و ریاضت فرمائی کہ آپ پرانے ٹیکیزہ کی مانند ہو گئے (ریاضت و مشقت نے بدن اقدس کو ضعیف اور کمزور کر دیا اور بدن کا تماسک اور گوشت کا ہڈیوں سے ربط و تعلق نرم پڑ گیا اور برہا پے کے اثرات نظر آنے لگے)۔

## دسواں باب

### تمام رات ایک ہی آیت کی تلاوت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ایک ہی آیت کریمہ تمام رکعات نوافل میں تلاوت فرمائی۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک رات نماز ادا فرمائی اور صبح صادق ہونے تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے اور رکوع و سجود فرماتے رہے اور وہ آیت مقدسہ یہ تھی۔  
ان تعدبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور تیرے ہاتھوں مغلوب و مقہور اور اگر معاف فرما دے اور بخشش سے نواز دے تو اس کا اہل ہے کیونکہ تو غالب اور حکمت والا ہے، جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ساری رات صبح تک یہ آیت تلاوت فرماتے رہے اور اسی کے ساتھ رکوع و سجود فرما کر رکعات مکمل فرماتے رہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے حق شفاعت طلب کیا اور اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ حق عطا فرما دیا ہے اور یہ شفاعت انشاء اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو نصیب ہوگی جو شرک و کفر سے بچنے رہا اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا۔

## گیارہواں باب

### صفت قرأت اور کیفیت تلاوت

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رات کو اپنے مکان کی چھت پر ہوتی اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت و قرأت کی آواز سنا کرتی۔

ابن ابی نیکہ رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کلمات کو الگ الگ کر کے ادا فرماتے تھے الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر وقف فرماتے پھر الرحمن الرحیم پڑھ کر وقف فرماتے۔

حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نقلی نماز میں بیٹھ کر قرات فرماتے اور ایک چھوٹی سورت پڑھتے مگر ترتیل وترتیل کے ساتھ اس طرح ادا فرماتے کہ وہ لمبی سورتوں سے بھی لمبی ہو جاتی۔

یعنی بن ملک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات اور نماز کے متعلق سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا آپ لوگوں کو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کرنے سے کیا غرض؟ (یہ سوال تب کروا کر آپ کی کیفیت صلوٰۃ معلوم کر کے اس کی مانند نماز ادا کر سکو اور جب تمہارے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے تو پھر پوچھنے سے کیا مطلب آپ نماز ادا فرماتے پھر سو جاتے اور جبنا وقت نماز میں صرف ہوتا تھا اتنی دیر سوتے رہتے۔ پھر جتنی دیر آرام فرماتے اتنا وقت نماز میں استعمال فرماتے پھر اتنی دیر آرام فرماتے جتنی دیر نماز ادا فرماتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔ پھر انہوں نے آپ کی قرات کی حکایت نقل فرمائی تو وہ ہر کلمہ الگ الگ ادا فرما رہی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات اتنی بلند ہوتی کہ اس کو جو لوگ حجرہ مبارکہ اندر گھر میں ہوتے وہ سماعت فرما لیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات کبھی بلند آواز سے ہوتی تھی اور کبھی آہستہ آواز کے ساتھ۔

## بارہواں باب

### حسن صوت

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا۔ اس کو حسن صوت سے بھی مشرف فرمایا اور تمہارے نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوب روئے تھے اور حسن صوت کے مالک۔

## تیرھواں باب

### اوقات ختم قرآن

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن سے کم وقت میں قرآن مجید ختم نہیں فرماتے تھے۔

## پودھواں باب

### دعا بعد از ختم قرآن کریم

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید ختم فرماتے تو کھڑے ہو کر دعا مانگتے۔

## پندرھواں باب

### اوقات وتر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصے میں نماز وتر ادا فرمائی کبھی اول حصے میں کبھی وسط میں لیکن زندگی مبارک کے آخری ایام میں اپنے وقت سحر کے قریب وتر ادا فرماتے۔ (بخاری و المسلم)

ابو عبد الرحمن ابن ابی نعیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر میں تین سورتیں سبح اسم ربك الاعلیٰ قل یا ایہا النکافرون اور قل هو اللہ احد تلاوت فرماتے اور جب سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سبحان الملك القدوس، سبحان الملك القدوس، سبحان الملك القدوس فرماتے اور تیسری دفعہ آواز مبارک کو بلند فرماتے اور ایک روایت میں انہی سے مروی ہے کہ تیسری مرتبہ اس کلمہ



میں تطویل فرماتے۔

ابو عبد الرحمن بن ابی نعیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربك الاعلیٰ، قل یا یہا انکافرون، قل هو اللہ احد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے ساتھ وتر ادا فرماتے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت نماز وتر ادا فرماتے تھے۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ دوسری میں قل یا یہا انکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو اللہ احد کی تلاوت فرماتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت ادا فرماتے رہتے اور آخر میں ایک رکعت کا اضافہ فرما کر جفت کو دتر بنا دیتے۔ (خریجہ البخاری والمسلم)

## سوگھواں باب

### تہجد کے فوت ہونے پر طرز عمل

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد اگر کسی عارضہ کے تحت یعنی نیند کے غلبہ یا درود و الم اور مرض کی وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کو زوال سے قبل بارہ رکعت ادا فرماتے۔

## سترھواں باب

### نماز تراویح

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے

رمضان المبارک میں بیس رکعت علاوہ وتر کے ادا فرمائیں۔ اے

## اٹھارہواں باب

### نماز تراویح کو خوفِ فرضیت کے تحت ترک فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں نماز ادا فرما رہے تھے میں اگر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے متعدد آدمی اگر آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے گئے حتیٰ کہ ہم ایک جماعت بن گئے جب آپ نے ہماری موجودگی کا اور آپ کی اقتدار کرنے کا احساس فرمایا تو نماز میں اختصار فرمایا۔ پھر اٹھ کر اپنی قیامگاہ میں تشریف لے گئے اور وہیں نماز ادا فرمائی ہمارے ہاں نماز نہ پڑھی۔

صبح ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ہماری اقتدار کو آج رات جان لیا تھا اور ہماری موجودگی کو محسوس فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اسی وجہ سے تو میں نے نماز میں اختصار کیا اور الگ جا کر نماز پڑھنے لگا۔

عہ۔ بیس رکعت تراویح والی مذکورہ بالا روایت ابو شیبہ راوی کی وجہ سے محدثین کے نزدیک ضعیف ہے مگر ضعف راوی اور ضعف سند علی الاطلاق ضعف تن کو مستلزم نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ سند ضعیف ہو مگر متن صحیح اور درست ہو جیسا کہ ترمذی شریف میں متعدد روایات کے متعلق امام ترمذی ضعف کا حکم بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی تصریح فرماتے ہیں کہ سبھی علما اور اباب علم کا مذہب مختار یہی ہے اور اس روایت کی بحسب المعنی صحت پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع واضح دلیل ہے۔ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیس رکعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتیں تو ان کا انہیں اختیار کرنا اور صحابہ کرام میں سے کسی کا آپ پر اعتراض نہ کرنا منظور نہیں ہو سکتا تھا۔ نیز جب ضعیف روایت متعدد ضعیف طرق و اسناد سے مروی ہو تو وہ قوی بن جاتی ہے اور درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے تو جس کی تائید کوئی ضعیف روایت نہیں بلکہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کر رہا ہو اور توارث اہل اسلام اور جمیع ازمان و اعصار میں اہل ایمان کا بیس رکعت پر اتفاق اور ان پر عمل پیرا ہونا اس کی تصدیق کر رہا ہو اسکی صحت کا انکار ممکن نہیں ہے لہذا اسی بہانے ایک متفق علیہ راستہ کو چھوڑ کر نیا راہ تلاش کرنا اور اہل اسلام میں تفریق و انتشار پیدا کرنا قطعاً غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا** جو مومنین کی راہ سے الگ راہ اختیار کرتا ہے ہم اُسے ادھر ہی پھیر دیں گے جہنم کی راہ ہے اور پھر جہنم کی دہکتی آگ میں اس کو ڈالیں گے اور وہ بہت بڑا ٹھکانا ہے۔ **وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَا عَلَىٰ مَرْفَأِ الْقَلْحِ**۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے قریب مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی۔ بعض صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔ صبح ہوئی تو لوگوں میں رات باجماعت نماز ادا کرنے کا تذکرہ ہونے لگا۔ تو دوسری رات پہلی کی نسبت زیادہ تعداد میں لوگ جمع ہو گئے۔ آپ دوسری رات مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتدار میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے باہم اس کا تذکرہ کیا تو تیسری رات اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے نماز ادا فرمائی۔ حاضرین نے بھی آپ کی معیت میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔ چوتھی رات ہوئی تو اتنے لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد میں سما نہیں سکتے تھے اور مسجد کی وسعت ان کے لینے ننگ ہو گئی مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے۔ صحابہ عرض کرنے لگے۔ الصلوٰۃ یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ! نماز کے لیے باہر تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں۔ مگر آپ ان کی طرف نہ نکلے حتیٰ کہ صبح ہوئی تو نماز فجر کے لیے تشریف لائے۔ نماز ادا کرنے کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھا اور پھر فرمایا۔ بعد از حمد و ثنائے باری! عور سے سنو اور یقین رکھو آج رات تمہارا عمل اور حال مجھ پر مخفی نہیں رہا لیکن میں اس لیے باہر نہیں نکلا اور تمہیں نماز ادا نہیں کرانی کیونکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں تم پر اس کو فرض و لازم نہ کر دیا جائے اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ اور اس میں قصور و کوتاہی کر کے مجرم و گنہگار بن جاؤ۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز تراویح کی طرف ترغیب دیتے تھے اور قیام رمضان کی طرف خصوصی توجہ دلاتے تھے۔ بغیر اس کے کہ ان کو اس کا پابند بناہیں اور ان کو لازمی امر فرماویں بلکہ فرماتے۔ من قام رمضان ایماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه۔ جو شخص رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان کے ساتھ اور ثواب باری تعالیٰ حاصل کرنے کی خاطر قیام کرے گا۔ اور نماز تراویح ادا کرے گا اس کے تمام پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

## انیسواں باب

### سجود شکر

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی آپ کوئی ایسی خبر سنتے یا لیا امر مشاہدہ فرماتے جو آپ کی مسرت اور خوشی کا موجب ہوتا تو آپ سجدہ شکر ادا فرماتے۔ ف

ف۔ امام الائمہ سراج الامم حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس حدیث میں نماز شکرانہ مراد ہے اور سجود چونکہ جزو نماز ہے لہذا نکل نماز کو جزو الے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دراصل مسنون نماز شکرانہ ہے نہ فقط سجود۔

# ابواب روزہ

## باب اول

### ماہانہ روزے اور افطار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب نفلی روزے رکھتے تو اس طرح رکھتے کہ دیکھنے والا کہتا کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے اور مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے اور آپ روزے رکھنا ترک فرماتے تو اس طرح ترک فرماتے کہ دیکھنے والے کہتے بخدا اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے آپ افطار اور ترک کا ارادہ ہی نہیں رکھتے اور جب ترک فرماتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتے اور آپ نے رمضان المبارک کے علاوہ مسلسل پورا مہینہ روزے نہیں رکھے جب سے آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ہر ماہ میں آپ اس قدر روزے رکھتے کہ ہم دل ہی دل میں کہتے کہ اب آپ افطار نہیں فرمائیں گے اور جب آپ افطار فرماتے اور روزے رکھنا بند فرماتے تو ہم خیال کرتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور رات کے جس حصے میں بھی کوئی شخص آپ کو نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا وہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھ سکتا تھا اور جو شخص آپ کو رات کے کسی حصے میں سوئے ہوئے دیکھنا چاہتا تو وہ آپ کو محرابِ راحت دیکھ سکتا تھا یعنی آپ نہ ساری رات نیند فرماتے اور نہ ہی ساری رات بیدار رہتے۔

کیوں نہ اس مبارک عادت کو معجزہ سے تعبیر کیا جائے۔

## دوسرا باب

### ماہانہ تین روزے

حضرت عبدالشہین مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ پہلے تین دن کے روزے رکھتے۔

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے پوچھا کون سے ایام صیام کے لیے مخصوص فرماتے؟ تو انہوں نے فرمایا آپ اس امر کا اہتمام نہیں فرماتے تھے اور پروا و دھیان نہیں رکھتے تھے کہ کن ایام کے روزے رکھیں۔

حضرت عبدالشہین عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ تین دن روزے رکھتے تھے۔ ہر ماہ کا پہلا سوموار پھر اس سے متصل جمعرات پھر اس سے متصل جمعرات۔

## تیسرا باب

### پیر اور جمعرات کا روزہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صیام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ صیام کے لیے سوموار اور جمعرات کے دن کی تخری فرماتے اور خصوصی دیکھ بھال اور اہتمام۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ متعدد ایام مسلسل صیام میں مصروف رہتے حتیٰ کہ گمان کیا جاتا کہ آپ مسلسل روزے رکھتے چلے جائیں گے اور روزے ترک فرما دیتے حتیٰ کہ یوں گمان ہوتا کہ آپ سرے سے روزے رکھیں گے ہی نہیں۔ ماسوا و دونوں کے ہفتہ میں سے اگر صیام میں آجاتے تو فیہا ورنہ بالخصوص ان دنوں میں روزے ضرور رکھتے رہیں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مسلسل روزے رکھتے ہیں حتیٰ کہ افطار اور ترک صیام بعد معلوم ہوتا تھا اور افطار و ترک پر آتے ہو تو روزے رکھنا بعد معلوم ہوتا تھا ماسوا و دونوں کے اگر ان صیام میں آجائیں تو ٹھیک ورنہ آپ الگ ان کے روزے اہتمام سے رکھتے ہو۔ آپ نے

فرمایا کہ میں نے عرض کیا سو موہار اور خمیس (جمعرات) تو آپ نے فرمایا کہ یہ دو دن ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل بارگاہ رب العالمین میں ایسے موقع پر پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال عباد ہر سو موہار اور جمعرات (خمیس) کو بارگاہ رب العالمین میں پیش کیے جاتے ہیں اور میں اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ جب میرے اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش کیے جائیں تو میں روزہ دار ہوں۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء سو موہار اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔

## چوتھا باب

### شعبان المعظم کے روزے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام سال کے مہینوں میں اتنے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ ماہ شعبان میں رکھتے۔ آپ تقریباً سارے ماہ شعبان کے روزے رکھتے۔ (بخاری و المسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام شعبان المعظم میں روزے رکھتے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے کہ شعبان میں رکھتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کسی مہینے میں اس کثرت سے روزے نہیں رکھتے جتنے کہ شعبان میں رکھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا یہ ایسا مہینہ ہے جو رجب و رمضان کے درمیان ہے (اور قرب رمضان کی وجہ سے اس میں روزے رکھنے سے) عام لوگ غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں بندوں کے اعمال بارگاہ رب العباد میں پیش کیے جاتے ہیں۔ لہذا میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال جس وقت بارگاہ خداوندی میں پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسلسل دو ماہ روزے

رکھتے نہیں دیکھا ماسوا شعبان ورمضان کے آپ شعبان کو رمضان المبارک کے ساتھ ملا کر روزے رکھتے تھے  
امام ترمذی فرماتے ہیں یہ اسناد صحیح ہے۔

## پانچواں باب

### صوم وصال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال شروع فرمایا۔  
جب میں نہ شام کو افطار فرماتے اور نہ صبح سحری کھاتے، تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کا شرف اتباع  
حاصل کرنے کے لیے صوم وصال شروع کر لیا۔ تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو صوم وصال رکھتے ہیں،  
اور میری مماثلت و مشابہت اختیار کرتے ہیں، انکم لستم مثلی یقیناً تم میری مانند نہیں ہو۔ بخدا اگر یہ مہینہ ابھی  
اختتام پذیر نہ ہوتا تو میں صوم وصال کو اتنا طویل فرماتا کہ متعمق لوگ اپنے تعمق کو چھوڑ دیتے اور ہر معاملہ میں اتباع کی  
سعی کرنے والے اس سے گریز کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا تو لوگوں نے

عہ شعبان المنظم میں اکثر حصہ روزے رکھنا مراد ہے مگر بعض روایات میں بطور مبالغہ اس کو کل شعبان سے تعبیر کر دیا گیا ہے لہذا  
یہ روایات ان روایات کے منافی نہیں ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ رمضان المبارک کے علاوہ پورا مہینہ روزے نہیں  
رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عام روایات ان روایات کے پیش نظر مخصوص ہوں یعنی شعبان کے علاوہ دوسرے  
مہینوں کا حال یہ تھا کہ پورا مہینہ آپ ان میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

یہ روایات صحاح سنہ اور دیگر کتب احادیث میں مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہیں جن کی  
صحت میں کلام ممکن ہے اور ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت سے امتیازی مقام اور امتیازی حیثیت صاف ظاہر ہے  
جب صحابہ مقررشی بلکہ چچے اور چچا زاد بھائی، سرور اور داماد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نہیں تو اور کون ان کی مانند ہو سکتا ہے۔  
لہذا برابری اور مشابہت کا دعویٰ کرنا سخت بے ادبی ہے اور بارگاہ نبوت میں جسارت ہے اور کمال اسانوت۔

سوال۔ علامہ ابن جوزی کی روایت کے مطابق آپ کو دن میں اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا تھا تو سرے سے روزہ ہی نہ رہا اور  
دوسری روایات میں ابیت یطعمنی ربی ویسقینی ہے یعنی میں رات میں بسر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا

بھی شوق و اتباع میں صوم وصال شروع کر لیا۔ آپ نے فرمایا۔

انی لست مثلكم، انی اظل یطعمنی ربی ویسقینی۔

بیشک میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔ میں دن کو رب تبارک و تعالیٰ کے ہاں ہوتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے اور تمہیں یہ شرف و کرامت حاصل نہیں لہذا تم ایسے طویل ترین روزے رکھنے کی ہمت نہیں رکھتے لہذا ایسے معاملات میں میرے ساتھ مماثلت کی کوشش نہ کیا کرو۔

ہے تو اس تقدیر پر وصال صوم اور اس کا تسلسل ختم ہو گیا بلکہ عام معتاد و معهود روزہ والی صورت بن گئی پھر مشیت کی نفی اور مماثلت کی منوعیت کا کوئی معنی نہیں رہے گا۔

جواب۔ محدثین کرام نے اس سوال کے مختلف وجوہ سے جواب دیے ہیں۔ اولے۔ روزہ کو توڑنے کا موجب معتاد کھانا پینا ہے اور جو خرق عادت اور شان اعجازی کے طریقہ پر ہو وہ ناقض صوم نہیں ہے خواہ دن میں ہی کیوں نہ ہو۔ دوم۔ یہاں حقیقی کھانا پینا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا لازم یعنی قوت و طاقت کا عطا کیا جانا مراد ہے بغیر اس کے کہ آپ کوئی چیز تناول فرمادیں لہذا اب بھی روزہ کا تسلسل و وصال منقطع ہونا لازم نہیں آئے گا۔

سوم۔ اس کھلانے پلانے سے مقصود سیری اور سیرابی پیدا فرمانا ہے یعنی اللہ تعالیٰ میرے اندر کوئی چیز کھائے پئے بغیر سیری اور سیرابی پیدا فرمادیتا ہے اور مجھے بھوک پیاس محسوس نہیں ہوتی اور محض قوت و طاقت عطا فرمانے سے سیری و سیرابی لازم نہیں آتی۔ لہذا دوسرے اور تیسرے جواب میں فرق واضح ہو گیا۔

چہارم۔ یہاں محسوس کھانا پینا مراد ہے اور نہ ہی سیری و سیرابی کا عطا کرنا وغیرہ کیوں کہ روح صوم تشنگی ہے اور جوع اور نہ ہی قوت و طاقت مراد ہے کیونکہ صوم سے مقصود ریاضت بدن اور اس کی تضعیف ہے بلکہ مختار یہ ہے کہ طعام و شراب سے روحانی غذا مراد ہے یعنی حصول معارف، لذات مناجات اور فیضان لطائف الہی جو دل اقدس پر وارد ہوتے تھے اور انکی بدلت غذائے جمانی اور اس کے لوازم سے استغنا حاصل ہو جاتا تھا اور اس امر کا مجازی محبتوں اور حسی مسرتوں میں تجربہ و مشاہدہ کیا جا چکا ہے تو پھر محبت حقیقی اور مسرت معمولی اور وہ بھی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور الشرب العزت کے درمیان تو وہاں بھوک و پیاس کے احساں کا کیا امکان ہو سکتا ہے۔ کذا قال ایشیح فی اشقۃ اللغات جلد دوم ص ۸۶۔



## چھٹا باب

### روزہ افطار کرنے کی اشیاء

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب ادا فرمانے سے پہلے چند تازہ کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار فرماتے اور اگر وہ نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں کے ساتھ افطار فرماتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی نوش فرماتے۔

## ساتواں باب

### دُعائے افطار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی گھر میں روزہ افطار فرماتے تو فرماتے۔

افطر عندکوا الصائمون واکل طعامکم الابرار وصدت علیکم الملائکۃ۔  
تمہارے ہاں روزہ دار لوگ روزہ افطار کریں۔ تمہارا کھانا ابرار اور متقی لوگ کھائیں اور تم پر ملائکہ صلوات ورحمت بھیجیں۔

## آٹھواں باب

### رمضان المبارک کا عشرہ اخیرہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تمام رات جاگتے اور اہل خانہ کو بھی جاگاتے اور مباشرت ازواج سے اجتناب فرماتے اور وصال شریف تک آپ کا عمل اسی طرح رہا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان شریف کا آخری عشرہ آجاتا تو آپ اپنی چادر (تہ بند) کو سخت کر کے باندھتے یعنی اپنی ازواج مطہرات سے الگ رہتے۔

## نواں باب

### اعتکافِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے اور آپ کا یہ عمل مسلسل رہا حتیٰ کہ آپ نے دارفانی سے دارجاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔

## دسواں باب

### عید الفطر اور کھانا

عبداللہ بن زید اپنے باپ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے جب تک کچھ تناول نہ فرما لیتے۔ اور عید اضحیٰ کا دن ہوتا تو کوئی چیز کھائے بغیر عید گاہ تشریف لے جاتے اور جانور ذبح فرماتے تو اس سے کھانے کا آغاز فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم جب تک عید الفطر کے دن چند دانے کھجور جو کہ طاق ہوتے تناول نہ فرما لیتے تو عید گاہ تشریف نہ لے جاتے۔

## گیارہواں باب

### نیزہ اٹھانا

نجاشی نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹا نیزہ بطور تحفہ و ہدیہ پیش کیا تھا وہ نیزہ عیدین کے

موقع پر آپ کے آگے آگے (خدا م اٹھا کر) لے چلتے۔ (تاکہ بطور سترہ کام دے۔ موذی جانور سامنے آئے تو اسے قتل کیا جا سکے۔ ڈھیلے وغیرہ اکھیڑنے پڑیں تو اس ضرورت میں کفایت کرے۔ وغیرہ ذالک من الفوائد۔)

## بارھواں باب

### تکبیراتِ عیدین

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے موقع پر بارہ تکبیریں کہیں۔ سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور نہ نماز عید سے پہلے آپ نے نماز پڑھی اور نہ ہی اس کے بعد۔ علیہ

## تیسرہواں باب

### عید گاہ اور تبدیلیٰ راہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید گاہ سے نکلتے تو

علیہ تکبیراتِ عیدین میں روایات مختلفہ وارد ہیں جو روایت ابن جوزی نے نقل فرمائی ہے یہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور ائمہ ثلاثہ کا مختار یہی ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں زائد تکبیرات تین تین ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مختار ہے۔ ابو داؤد شریف میں سعید بن العاص سے منقول ہے کہ میں نے ابو موسیٰ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تکبیرات عید کے متعلق دریافت کیا تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا چار تکبیریں مثل تکبیرات جنازہ کے ادا فرماتے یعنی حکیر افتح وزوائد اور حضرت حذیفہ نے ان کی تصدیق فرمائی نیز اختلاف روایات جب ثابت ہو گیا تو اقل مراتب کو ترجیح ہوگی کیونکہ تکبیرات زوائد اور رفع یدین خلاف مہود ہے لہذا اقل مرتبہ پر اکتفا راجح ہوگا۔ کذا فی اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۶۴۴۔

اس راستہ کے علاوہ راستہ اختیار فرماتے۔ جس پر عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف ایک راہ سے تشریف لے جاتے اور دوسری راہ سے مراجعت فرماتے۔

۴۔ راستہ تبدیل فرمانے کی مختلف حکمتیں اور مصلحتیں بیان کی گئی ہیں۔

اول۔ ہر دو راستے اور اس کے ساکن بروز قیامت گواہ بن جائیں۔

دوم۔ اظہار شاعر اسلام و اظہار ذکر خدا۔

سوم۔ کفار و منافقین کو غیظ و غضب میں ڈالنا۔

چہارم۔ ہر دو راہ کے ساکنین اہل اسلام کو جمال باکمال کے دیدار سے مشرف فرمانا اور ان کے سوالات کا جواب دینا اور ان کو تعلیم و ارشاد سے مشرف فرمانا وغیرہ وغیرہ لیکن شیخ اجل فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ سب احتمالات ہیں جو ہر شخص نے اپنے فہم و فکر کے مطابق استنباط کیے ہیں اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور عقول خلق انحال نبویہ کے اسرار و حکم اور مصالح و رموز کے ادراک سے قاصر ہیں۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۴۲

# ابواب حج و عمرہ

## پہلا باب احرام حج

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت سے قبل کئی حج ادا فرمائے مگر بعد از ہجرت صرف ایک حج ادا فرمایا۔ جس کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذی الحلیفہ میں احرام باندھا اور جب آپ کی اونٹنی آپ کے سوار ہونے کے بعد کھڑی ہوئی تو آپ نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا۔

## دوسرا باب

### تلبیہ نبوی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تلبیہ مبارک یہ تھا۔ لبیک اللہم لبیک ، لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لاشریک لک۔ میں تیری بارگاہ اقدس میں بار بار حاضری دینے والا ہوں۔ اے اللہ میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ تیرے لیے کوئی شریک نہیں ہے میں تیری خدمت اقدس میں بار بار حاضر ہونے والا ہوں۔ بے شک حمد و ثنا تیرے لیے ہے اور نعمت اور ملک صرف تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔

عہ۔ چونکہ سب حجاج اللہ تعالیٰ کی دعوت پر حج کے لیے حاضر ہوتے ہیں جس کا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے کرایا۔

”اذن فی الناس بالحج الایہ“ اور جتنی بار کسی نے اس آواز کو سنا تھا اور لبیک کہا تھا اتنی ہی بار اس کو سعادت حج نصیب ہوگی۔

لہذا اس دعوت کی اجابت پر دلالت کے لیے دور بلائے ہوئے مہمان ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے لبیک اللہم لبیک کلمہ

کلمات اختیار فرمائے گئے۔ کذا قال ابن المنیر۔ فتح الباری جلد ثالث ص ۳۲۵۔

# تیسرا باب

## دُعائے یومِ عرفہ

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین دُعا عرفہ کے دن کی دُعا ہے اور جملہ کلاموں اور مجھ سے پہلے تشریف لانے والے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اقوال سے بہترین کلام اور قول یہ ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیدر۔

عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول معظم شفیع امت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن پچھلے پہر امت کی مغفرت و بخشش کے لیے دُعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے آپ کی دُعا قبول کرتے ہوئے سب کو بخش دیا ہے ماسوا ظالم کے میں اس سے حق مظلوم بہر حال وصول کروں گا اور اس کو کفر کردار تک پہنچاؤں گا۔

آپ نے عرض کیا اے میرے رب کریم اگر تو چاہے تو مظلوم کو اس کی مظلومیت کے عوض اپنے خزان غیب سے بدلہ عطا فرما دے اور ظالم کو عفو و مغفرت سے نواز دے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت تو اس دُعا کی قبولیت کا اعلان نہ فرمایا۔ جب صبح آپ منزل پہنچے تو آپ نے پھر دُعا فرمائی۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس دُعا کو بھی شرف قبولیت بخشنے کا اعلان فرمایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر بستم یا ضحک فرمایا تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یہ وقت اور یہ مقام ایسا ہے جس میں آپ کی شان عجز و انکسار اور اظہار عبودیت تو اضع کے پیش نظر ضحک اور بستم آپ سے بعید تھا تو اس کی حکمت و مصلحت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ ہنستے مہکتے رکھے آپ کو کس چیز نے ہنسنے اور مسکرانے پر برا لگنے کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا کو قبول کر لیا ہے اور میری امت کے جملہ ذنوب و آثام سے ورگزر فرما دیا ہے تو اس نے مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنی شروع کر دی اور اپنی دِل و ہلاکت کو پکارنا شروع کر دیا۔ میں اس کا یہ فعل اور حسرت دارمان دیکھ کر منہس پڑا۔“

## چوتھا باب

### قربانی کا جانور خود ذبح کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قربانی کو اپنے دست اقدس سے ذبح فرمایا اور اس پر تکبیر کہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دو سینگ دار سیاہ رنگ مینڈھے قربانی دیتے تھے میں نے دیکھا کہ ذبح کرتے وقت آپ ان کے پہلوؤں پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ اور بسم اللہ اکبر پڑھتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگ دار سیاہ نام خصی مینڈھے قربان کیے۔ ایک کو آگے لائے بسم اللہ اکبر کے بعد کما اللہ منک والیک عن امتی و عن من شہداک بالتوحید و شہدالی بالبلاغ۔ اسے اللہ جانور اور اس کے ذبح کرنے کی توفیق تیری طرف سے ہے اور یہ صدقہ و ہدیہ تیری طرف ہے۔ میری امت کی طرف سے اور ان کی طرف سے جنہوں نے تیری توحید کی شہادت دی اور میرے لیے ابلاغ احکام رسالت کی گواہی دی۔

پھر دوسرے جانور کو آگے لائے اور بسم اللہ اکبر کے بعد فرمایا اللہ منک والیک عن محمد و آل محمد اسے اللہ جانور کی عطا اور اس کے ذبح کرنے کی توفیق تیری طرف سے ہے اور تیرا ہی عطا کردہ مال تیری بارگاہ میں ہدیہ کے طور پر حاضر ہے۔ میری طرف سے اور میری آل کی طرف سے۔

## پانچواں باب

### طواف اور استلام حج اسود

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا طواف فرمایا اور حجر اسود کا پیڑھے سرے والی چھتری کے ساتھ استلام کیا یعنی تعظیم و تکریم کی اور چھتری کو اس سے لگا کر اس کا بوسہ لیا۔

پھر آپ چاہ زمزم کی طرف تشریف لائے جہاں آپ کے چیرے بھائی پانی کھینچ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی پانی دو۔ پانی کا ڈول آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ اور فرمایا۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ خود پانی کھینچنا عبادت سمجھ لیں گے اور تمہارے ہاتھ سے یہ منصب سقایۃ پھین لیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ ڈول کھینچتا اور چاہ زمزم سے پانی نکالتا پھر آپ نے وہاں سے نکل کر صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔

## چھٹا باب

### استلامِ رکنِ میمانی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رکن میمانی کو بوسہ دیتے اور اپنا رخسار اس پر رکھتے۔

## ساتواں باب

### سعی صفا و مروہ

جسبہ بنت ابی تجرۃ فرماتی ہیں کہ میں نے ہندی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھانکا جبکہ آپ صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھے کہ معاً آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی یہ حکم فرمایا۔ سعی کرو اور دوڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو لازم فرمایا ہے اور میں نے دیکھا کہ تیز رفتاری کے ساتھ دوڑنے کی وجہ سے آپ کی چادر مبارک جدا اظہر کے گرد گردش کر رہی تھی اور بل مبارک کی سفیدی نظر آرہی تھی نیز نینپڑلیوں سے اوپر کے حصے کی سفیدی بھی صاف دکھائی دیتی تھی۔

## آٹھواں باب

### رمی جمار

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کو



کنکریاں مارتے وقت تلبیہ کہا۔ اسے سات کنکریاں یکے بعد دیگرے ماریں اور ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر فرمایا۔

## نواں باب

### اندرون کعبہ داخل ہونا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے جمیع اطراف و جوانب میں دعا مانگی اور اندرون نماز پڑھے بغیر باہر تشریف لائے اور کعبہ مبارکہ کے سامنے دو رکعت ادا فرمائی اور فرمایا یہی قبلہ ہے اور ہمیشہ کے لیے قبلہ رہے گا۔ (خرجہ البخاری والمسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، اور حضرت عثمان بن ابوظلمہ رضی اللہ عنہ تھے بڑی دیر تک آپ کے رفقاء نے آپ پر دروازہ بند کیے رکھا۔ جب دروازہ کھولا گیا تو پہلا اندر جانے والا شخص میں تھا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملا اور دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز ادا فرمائی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ صدف اول کے تین ستونوں میں سے دو کو ایک طرف اور ایک ستون کو دوسری طرف رکھتے ہوئے درمیان میں نماز ادا فرمائی۔ مگر میں ان سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز ادا فرمائی۔

## دسواں باب

### خطبہ حجۃ الوداع

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے لہذا ان کی روایت راجح ہے اور آپ کا بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ نیز حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے مگر انہوں نے کہا ہے کہ آپ نے بیت اللہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تو انہوں نے پڑھتے نہ دیکھا۔ لہذا انہوں نے اپنی دانست کے مطابق نفی فرمائی مگر حضرت بلال کو صرف ادھر ہی توجہ تھی اور احوال و افعال مصطفوی پر پوری نظر تھی۔ لہذا ان کا قول راجح ہوگا جیسا کہ مسلم قانون ہے کہ نافی و مثبت میں سے مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا راجح یہی روایت ہے اور بیت اللہ شریف کے اندر نماز پڑھنا سنت ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! یہ کونسا دن ہے تو انہوں نے عرض کیا یہ حرمت والادن ہے یعنی دس ذوالحجہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا شہر ہے؟ انہوں نے عرض کیا بلد حرام مکہ مکرمہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے تو انہوں نے عرض کیا۔ ذوالحجۃ المبارکہ۔

آپ نے فرمایا یقین رکھیے کہ تمہارے اموال، خون اور عزتیں باہم ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں۔ اور واجب الاحترام جیسے کہ اس دن کی حرمت و عزت اس حرمت والے مہینہ اور عزت و کرامت والے شہر میں ان طہیات کو بار بار دہرایا پھر سراسر اقدس کو آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے؟ تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ یسبح الشاہد الغائب۔ جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو یہ احکام پہنچائیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ لا ترجعوا بعدی کفار ایضاً بعضکم رقاب بعض تم میں سے کوئی شخص میرے بعد دین اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے تاکہ اسلام پر ثابت قدم اور راسخ العقیدہ لوگ ان کو قتل کر دیں اور ارتداد کی سزا دیں یا میرے بعد نعمت اسلام اور اخوت اسلامیہ کی ناشکر گزاری نہ کرنا اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا باہم جنگ و جدال پر نہ اتر آنا۔

حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دوسرے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا یقین رکھیے کہ مکہ کو کرامت و حرمت اور عزت و عظمت صرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے نہ کہ لوگوں نے، لہذا کسی بھی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے یہ حلال نہیں ہے کہ اس میں خونریزی کرے۔ یا یہاں کے خورد و درختوں اور پودوں کو کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتال کو سنبھالتے ہوئے اپنے لیے رخصت ثابت کرنا چاہے تو اسے کتنا۔ اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذن اور رخصت دی تھی اور تمہارے لیے رخصت نہیں فرمائی اور میرے لیے بھی ایک دن کی ایک ساعت میں رخصت قتال اور جنگ و جدال تھی۔ اب پھر اس شہر کی عزت و حرمت اسی طرح بحال ہو چکی ہے جیسے کہ کل تھی۔ فلیسبح الشاہد الغائب۔ جو یہاں حاضر ہیں وہ میرا یہ فرمان غیر حاضر لوگوں تک پہنچادیں۔

ابو نصر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے ان حضرات صحابہ نے بیان فرمایا۔ جنہوں نے میدان منیٰ میں آیام تشریق کے اندر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا۔ آپ اس وقت اونٹ پر سوار یوں ارشاد فرما رہے تھے۔ اے لوگو! آگاہ رہو اور غور سے سنو۔ تمہارا رب ایک ہے اور غور سے سنو کہ تمہارا باپ ایک ہے دل کے کان کھول کر سنو کہ عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر (محض نسب و نسل یا وطن اور علاقہ کے لحاظ سے) کوئی فضیلت نہیں ہے اور اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔ کیا میں نے حق تبلیغ ادا نہیں

کر دیا اور فریضہ رسالت سے سبکدوش نہیں ہو گیا ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں وہ غائب لوگوں کو بھی میرا یہ پیغام اور فرمان پہنچادیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول معظم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا اور اپنے حکام و امراء کی اطاعت کرنا تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ گے اور ابدی راحت و سکون پا لو گے۔

## گیارہواں باب

### تذکرہ حج

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حج سے متعلق تفصیلات سے آگاہ کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نو سال کا عرصہ مدینہ منورہ میں قیام فرما رہے اور آپ نے حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ سو بیس سال آپ نے اعلان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کرنے والے ہیں (لہذا جس نے آپ کی معیت میں شرف حج حاصل کرنا ہو وہ حج کے لیے نکلے یہ اعلان سنتے ہی مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ جن میں سے ہر ایک کا ارادہ یہ تھا کہ وہ افعال حج میں آپ کی اقتدار کرے اور آپ کی اتباع میں آپ جیسے افعال حج بجالائے۔

ہم آپ کے ساتھ سفر حج میں نکلے جب ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ نے مسجد میں نماز ادا فرمائی پھر ناقہ قصوار پر سوار ہوئے حتیٰ کہ مقام بیدا پر آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر بلند ہوئی تو میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو آپ کے آگے پیچھے وہاں اور بائیں جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی سوار اور پیادہ حجاج ہی نظر پڑتے تھے۔ آپ نے توحید باری اور تلبیۃ حج کے ساتھ آواز بلند فرمائی اور لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملك لا شریک لک۔ پڑھا اور تمام راہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیۃ پڑھنے کا التزام کیے رکھا حتیٰ کہ ہم بیت اللہ شریف کے پاس پہنچے آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ اور زمین چکر کر و کعبہ رمل کی صورت میں اور چار پیدل چلتے ہوئے لگائے پھر مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور آیت مبارکہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی

کی تلاوت فرمائی۔ تب دو رکعت نفل ادا فرمائے پھر حجرِ اسود کی طرف متوجہ ہوئے اور اُسے چوما۔

پھر صفا کی جانب جو دروازہ تھا اس سے صفا کی طرف نکلے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ ان الصفا والمرۃ من شعائر اللہ۔ بے شک صفا و مروہ پہاڑیاں رب کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر فرمایا طوافِ سعی میں آغاز وہاں سے کرو جس کے ساتھ کلام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یعنی کوہ صفا ذکر میں مقیم ہے لہذا طوافِ سعی کی ابتداء بھی اس سے کرو۔

پہلے آپ کوہ صفا پر چڑھے حتیٰ کہ بیت اللہ شریف نظر آنے لگا تو قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور کبریائی بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ انجز وعدہ و نصر عبدہ و هزم الاحزاب وحدانۃ۔

پھر آپ مروہ کی طرف اترے (حتیٰ کہ جب آپ کے قدم مبارک بطنِ واوی میں پہنچے (تو سعی فرمائی) اور جب بلندی کی طرف چڑھنے لگے تو پھر آہستہ چلنا شروع فرمایا، اور اسی طرح عمل فرمایا جیسے کہ صفا پر عمل فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ جب مروہ پر آخری طواف تھا تو آپ نے فرمایا اگر مجھے پہلے اس امر کا سامنا ہوتا (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حکم کا نزول ہوتا) جس کا بعد میں سامنا کرنا پڑا اور اب اس کا نزول ہوا ہے تو میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور نہ لاتا۔ اور احرامِ حج کو انفعالِ عمرہ ادا کر کے کھول دیتا (اور دوبارہ یومِ ترویہ میں احرامِ حج باندھتا اور تمہارے ساتھ عملی طور پر موافقت کرتا لیکن ہدایہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے میں احرام کو نہیں کھول سکتا تم احرام کھول دو یہ تمہارا عمرہ بن گیا اور حج کے لیے پھر ترویہ کے دن احرام باندھنا)

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا عمرہ حج کے ایام میں ادا کرنا صرف اس سال کے ساتھ مخصوص ہے یا ہمیشہ کے لیے ان دنوں عمرہ ادا کرنا جائز کر دیا گیا ہے (اور دورِ جاہلیت کے برعکس جس میں ان ایام کے اندر عمرہ ادا کرنا بہت بڑا گناہ تصور کیا جاتا تھا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں داخل فرما کر اور ان میں تشبیک پیدا کر کے فرمایا کہ عمرہ حج کے ایام میں اس طرح داخل ہو چکا ہے۔ دو مرتبہ اس طرح فرمایا اور پھر فرمایا صرف اس سال کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہی حکم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے تشریف لائے تھے اور ان کے ہمراہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی اور ہدیٰ بیت اللہ کے لیے جانور تھے۔ انہوں نے آکر دیکھا تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا احرام کھول چکی تھیں اور زنگدار کپڑے زیب تن فرما چکی تھیں اور سرمہ وغیرہ لگایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس حالت کو خلافِ شرع سمجھتے ہوئے اظہارِ ناپسندیدگی کیا تو آپ نے کہا مجھے میرے باپ نے اس فعل کا حکم دیا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ جب تم نے ارادہ حج کیا تھا تو کیا کہا تھا انہوں نے عرض کیا میں نے یوں کہا تھا۔ اللہم انی اهل بما اهل بہ رسولک۔ میں اسی امر کے ساتھ احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا۔ آپ نے فرمایا تو پھر میرے ساتھ قربانی کے جانور میں اور احرام کھولنا میرے لیے دوست نہیں ہے لہذا تم بھی حالت احرام پر رہو اور جو اونٹ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہمراہ لائے تھے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے لیے لائے تھے ان کی مجموعی تعداد سو تھی۔

الغرض سبھی لوگ ارشاد نبوی کے مطابق احرام سے باہر آگئے اور قصر کیا (سر کے بال چھوٹے کرائے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ صحابہ کرام جن کے ساتھ ہدی کے جانور تھے صرف وہی حالت احرام پر رہے۔ پس جب یوم ترویہ (آٹھویں ذوالحجہ) آگیا تو سب نے حج کا احرام باندھا اور منیٰ کی طرف متوجہ ہوئے وہاں پہنچ کر پانچ نمازیں طہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر ادا فرمائیں۔ پھر تھوڑی دیر بٹھڑے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ آپ نے بالوں سے بنے ہوئے خیمہ کے متعلق حکم دیا تو وہ مقام غمرہ پر نصب کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے غمرہ کی طرف چلے تو قریش کو یہ یقین تھا کہ آپ بالوں سے بنے ہوئے مشر حرام کے پاس قیام فرمائیں گے جیسے کہ قریش زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے۔ مگر آپ وہاں سے آگے نکل گئے۔ حتیٰ کہ عرفہ میں تشریف لائے تو مقام غمرہ پر قبہ نصب کیا جا چکا تھا آپ نے وہاں پڑاؤ ڈالا جب دن ڈھلا تو قصوا، پرپالان رکھنے کا حکم دیا۔ سوار ہو کر لطن وادی میں تشریف لائے اور لوگوں کو خطا کیا۔ بے شک تمہارے خون اور مال باہم ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے کہ اس دن کی حرمت اس مہینہ اور اس شہر میں۔ غور سے سنو امور جاہلیت کی ہر چیز میرے قدموں سے پامال ہے۔ دور جاہلیت کے خون اور قتل معاف ہیں اور ان کا بدلہ لینا ناجائز اور پہلا قتل جسے میں معاف کرتا ہوں اور اپنے عزیزوں میں سے ربیعہ بن حارث کا قتل اور خون ہے جو کہ بنی سعد میں پرورش پا رہا ہے تھے اور ان کو ہذیل نے قتل کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے ربا اور سود معاف ہیں اور پہلا سود جس کو میں معاف کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے کیونکہ وہ بھی معاف ہے اور ساقط۔

عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے ساتھ لیا اور کلمہ اللہ کے ساتھ ان کے فروج کو حلال سمجھا اور تمہارے حقوق جو ان پر لازم ہیں ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ جس کو تم پسند نہ کرو اس کو تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں اور تمہارے بستروں پر قدم نہ رکھنے دیں۔ اور وہ اگر ایسا کریں تو ان کو سزا دو اور مارو مٹیو مگر ایسی ضرب نہ لگاؤ جس کے اثرات ظاہر ہوں یعنی اس سے زخم آئے یا پٹی وغیرہ ٹوٹ جائے اور ان کے حقوق جو تمہارے ذمہ واجب الادا ہیں وہ ان کی خوراک اور پوشاک ہے جو معروف طریقہ پر ادا کی جانی

چاہئے اور عدل و انصاف کے ساتھ۔

اور میں تمہارے اندر سرِ حشمہ ہدایت چھوڑ کے جا رہا ہوں اگر اس کے دامن سے وابستہ رہو گے تو سرگز گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور تم سے میرے متعلق سوال کیا جائے گا تو تم کیا کہو گے اور کیا جواب دو گے۔

سب حاضرین نے عرض کیا ہم سب گواہی دیں گے کہ آپ نے فریضہ رسالت کو ادا کیا اور حق نصیحت اور ہمدردی پوری طرح ادا فرمایا اور جملہ احکام خداوندی ہم تک پہنچا دیے۔ اس موقع پر آپ نے شہادت والی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر پھر لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے کہا۔ اللھم اشہد۔ اللھم اشہد۔ اللھم اشہد۔ اے اللہ ملاحظہ فرمائے۔ دیکھ لے اور گواہ ہو جا کہ میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے اور میری امت اس کی گواہی دے رہی ہے۔

پھر آپ نے اذان کا حکم دیا تو اذان کہی گئی۔ پھر اقامت ہوئی۔ آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر اقامت کہی گئی اور آپ نے اظہر کے وقت میں نماز عصر ادا فرمائی اور ان کے درمیان کوئی نماز ادا نہیں فرمائی۔ بعد ازاں سوار ہو کر آپ موقف میں تشریف فرما ہوئے اور قصوار کا بطن اور سینہ صحرات (پتھروں اور چٹانوں) کی طرف متوجہ کیا اور ریتیلے ٹیلوں کا سلسلہ جس کو جبل شاہ کہا جاتا ہے آپ کے سامنے تھا اور قبلہ کی طرف متوجہ تھے اور غروب آفتاب تک آپ نے وہاں قیام فرمایا جب قرص آفتاب غائب ہو گیا اور اس کی زردی بھی تھوڑی بہت غائب ہو گئی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا اور وہاں سے مزدلفہ کی راہ لی۔ آپ نے ناؤ تھوڑا کی مہار کو اتنا کھینچ رکھا تھا کہ اس کا سر پالان کے اگلے سرے سے ٹکرا رہا تھا۔ اور آپ دائیں ہاتھ مبارک سے اشارہ فرما کر لوگوں کو حکم دے رہے تھے۔ اے لوگو آہستہ چلو، آہستہ چلو۔ جب آپ کسی پہاڑی پر چڑھنے لگتے تو اونٹنی کی مہار کو ذرا اٹھیلایا چھوڑ دینے حتیٰ کہ آپ مزدلفہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہاں (وقت عشا میں) نماز مغرب اور عشا کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمایا اور ان کے درمیان نوافل وغیرہ ادا نہیں فرمائے پھر آپ آرام فرما ہو گئے حتیٰ کہ صبح صادق طلوع ہوئی اور جب آپ پر صبح صادق واضح ہوئی اور عام صحابہ کو نمایاں طور پر محسوس نہیں ہوتی تھی تو آپ نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔

پھر آپ قصوار پر سوار ہوئے حتیٰ کہ شعر حرام کی طرف تشریف لائے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دُعا فرمائی اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پڑھتے رہے اور وہیں قیام فرما رہے حتیٰ کہ صبح کا سفیدہ اچھی طرح نمودار ہو گیا۔ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سوار فرمایا حتیٰ کہ بطن عسریں قدم رنج فرما ہوئے تو اپنی سواری کو ذرا تیز فرمایا۔ پھر وہ درمیانہ راستہ اختیار

فرمایا جو کہ حجرہ کبریٰ کی طرف جاتا ہے حتیٰ کہ اس حجرہ کے پاس تشریف لائے جو درخت کے پاس ہے۔ اسے سات کنکریاں ماریں اور ہر ایک کنکری کے ساتھ اللہ اکبر فرماتے ان کلکریوں میں سے ہر ایک حذف ریزہ کی مانند تھی اور بطن وادی میں کھڑے ہو کر آپ نے انہیں مارا۔ پھر آپ منحر (قربانگاہ) کی طرف متوجہ ہوئے اور تریٹھ اونٹ اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح فرمائے اور بقایا (سینتیس) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمائے اور انہوں نے انکو ذبح فرمایا (منحر فرمایا) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنے ہدایا میں شریک فرمایا۔ پھر ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر سنڈیا میں ڈالنے اور پکانے کا حکم دیا۔ چنانچہ حسب الارشاد پکائے جانے کے بعد دونوں مقدس مستیوں نے ان ٹکڑوں اور بوٹیوں کو تناول فرمایا اور شور بانوش فرمایا۔

پھر آپ وہاں سے سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لائے اور طواف افاضہ فرمایا اور نماز ظہر مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی۔ پھر آپ بنی عبدالمطلب کے ہاں (چاہہ زمزم) پر تشریف لائے جبکہ وہ پانی کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے تو انہیں فرمایا اے بنی عبدالمطلب پانی کھینچو اور پلاؤ۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری سنت پر عمل کرنے کے خیال سے لوگ تم پر غالب نہ آجائیں اور ڈول تمہارے ہاتھوں سے چھین ہی نہ لیں تو میں خود تمہارے ساتھ پانی کھینچتا۔ انہوں نے آپ کو ایک ڈول پانی کا پیش کیا تو آپ نے اُس سے پانی نوش فرمایا (الفردیہ المسلم)

## بارہواں باب

### عمر وں کا تذکرہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد از ہجرت صرف ایک حج ادا فرمایا اور چار عمرے ادا فرمائے۔ ایک حدیبیہ والا عمرہ (جس کا احرام وہیں کھولنا پڑا) دوسری بار مدینہ طیبہ سے ذوالحجہ میں ادا فرمایا۔ تیسرا عمرہ جمرانہ کے مقام پر غنائم حنین تقسیم کرنے کے موقع پر کیا۔ اور چوتھا وہ ہے جو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا گیا۔ عہ

عہ دوسرا عمرہ تصابیح ذوالقعدہ میں ادا ہوا جس طرح کہ پہلا اور تیسرا ذوالقعدہ میں وقوع پذیر ہوئے اور صرف ایک عمرہ ذوالحجہ میں ادا کیا گیا جو کہ حج کے ساتھ ادا کیا گیا۔ لہذا روایت مندرجہ بالا میں دوسرے عمرہ کے بیان میں تحریف وقوع پذیر ہو گئی ہے۔

وہذا واللہ ورسولہ اعلم

# ابواب

خوف و خشیت نبوی تضرع و زاری اور حزن و بکا، فکر و تامل، ورع و تقویٰ  
استغفار و توبہ اور آمال اور آرزوؤں میں کمی و کوتاہی کے بیان میں

## باب اول

### خوف و تضرع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کا عمل اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی آپ کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت و عنایت اور فضل و کرم کے ساتھ ڈھانپ لے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوگا (مض) اس کا عمل نجات دلا دے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا عمل بھی (آسا پاکیزہ ہونے کے باوجود) آپ نے فرمایا ہاں میرا عمل بھی! مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان مغفرت و رحمت کے ذریعے دامن عفو و کرم میں لے لے اور ساتھ ہی ہاتھ مبارک سراقہ پر رکھ کر محل نزول رحمت کی طرف اشارہ فرماتا۔

مطرف بن عبد اللہ اپنے والد گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز ادا کرتے وقت دیکھا اور آپ کے سینہ مبارک میں اس طرح ابال اور جوش محسوس ہوتا تھا جیسے کہ نڈی چولے پر رکھی ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میرے گھر تشریف لانے کی باری تھی مگر آپ گھر میں تشریف فرما نہیں تھے (میں آپ کی تلاش میں نکلی) کیا دیکھتی ہوں کہ آپ سجدہ کی حالت میں لیوں پڑے ہیں جیسے زمین پر رکھا ہوا کپڑا اور لیوں فرما رہے ہیں۔

سجدتك سوادى و خيالى و آمن بك فوادى - رب هذه يد اى وما جنيت بها على نفسى يا عظيماً



يُرْجَى لِكُلِّ عَظِيمٍ اِغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيمَ۔

تیری بارگاہ بے نیاز میں میرا شخص وجود اور وجود خیال سجدہ ریز ہے اور میرا قلب و جگر تجھ پر صدق و اخلاص سے ایمان لایا ہے۔ اے میرے رب کریم یہ میرے ہاتھ ہیں جو تیری جناب میں سوال و طلب کے لیے دراز ہیں، اور یہ میرے بوجھ ہیں جن کو میں نے ان ہاتھوں سے اپنے اوپر ڈال رکھا ہے۔ اے وہ عظیم ذات جس کی عظیم مقاصد کے لیے پناہ ڈھونڈی جاتی ہے اور حصول مقاصد میں امید رکھی جاتی ہے میرے عظیم بوجھوں کو ہلکا فرما۔

پھر آپ نے فرمایا بیشک جسٹل علیہ السلام نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں یہ کلمات کہوں جو تم نے مجھ سے سُنے ہیں لہذا تم بھی سجدہ میں ان کو کہا کرو۔ کیونکہ جو شخص بھی سجدہ میں گر کر یہ کلمات کہتا ہے تو اس کے سر اٹھانے سے قبل اس کی مغفرت و بخشش ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اامت کی کلفت و مشقت کو نظر رکھتے ہوئے عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل فرمایا تو لوگوں میں سے بعض نے اس سے اجتناب کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بات اور اجتناب و کراہت کا علم ہوا تو آپ ناراض ہوئے حتیٰ کہ چہرہ اقدس سے غضب کے آثار نظر آنے لگے پھر فرمایا:-

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس امر سے اعراض کرتے ہیں اور بے رغبتی جس کی مجھے رخصت دی گئی ہے بخدایں ان سب سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ علم رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت میرے اندر ہے

## دوسرا باب

### بادل اور آندھی سے اضطراب

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل اور آندھی دیکھتے تو پریشانی کے اثرات آپ کے چہرہ النور پر محسوس ہوتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لوگ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو اس امید پر خوشی مناتے ہیں کہ بارش ہوگی اور میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ محبہ اضطراب اور بے چینی بنے ہوتے ہیں اور چہرہ النور سے ناپسندیدگی کے اثرات محسوس ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا اے عائشہ میرے لیے اس امر کا اطمینان رکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اس میں عذاب نہیں

ایک قوم کو آندھی کے ساتھ عذاب دیا گیا اور ایک قوم نے عذاب دیکھا تو کہا یہ سامنے نظر آنے والا بادل ہے۔ جو ہم پر برسے گا اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گا لیکن وہ عذاب خداوندی تھا جس نے ان کو نصیحت و نابود کر دیا۔

## تیسرا باب

### گرج اور چمک کے موقع پر کلمات طیبات

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رعد اور گرج کی آواز سنتے اور بجلی گرنے کی آواز سماعت فرماتے تو یوں فرمایا کرتے تھے۔  
اللہم لا تقتلنا بغضبک ولا تهلکنا بعد اذک وعافنا قبل ذالک۔ اے اللہ ہمیں اپنے غضب کے ساتھ قتل نہ فرما اور نہ اپنے عذاب کے ساتھ ہلاک فرما اور اس سے پہلے ہی ہمیں عفو و عافیت سے ہمکنار فرما۔

## چوتھا باب

### خوف و حزن اور فکر و خیال

حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ہند بن ابی ہالہ سے ناقل ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل حزن و ملال میں مبتلا رہتے اور راحت و سکون آپ کو حاصل نہیں ہوتا تھا اور ہمیشہ فکر مند رہتے۔

عہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے باوجود ماکان اللہ یعد بہم و انت فیہم (اللہ تعالیٰ کو یہ شایان نہیں کہ تمہارے ہونے ان کو عذاب دے اس اضطراب کی وجہ سے یہ ہو سکتی ہے کہ علامات عذاب دیکھ کر آپ پر وہ تصور غالب آجاتا۔ نیز اللہ تعالیٰ کی شان لا ابالی اور بے بازاری اور بعض غیر مصرح فیود اور شرائط کے پیش نظر اس امر کا امکان باقی تھا لہذا آپ پر یہ اثرات ظاہر ہوتے علی الخصوص آپ رحمۃ للعالمین ہونے کے ساتھ ساتھ بالمؤمنین روف رحیم کا منصب خداوندی رکھتے ہیں تو لامحالہ جہاں سے معمولی اندیشہ امت کے حق میں تکلیف و پریشانی کا ہوتا تو آپ سرایا اضطراب بن جاتے۔

# پانچواں باب

آہ و بکاہ

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر شفقت و رأفت کے تحت بیان کیا ہے کہ آپ نے اُمت کے حق میں اللہ تعالیٰ سے التجار کی اور روئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں ضرور تمہیں اُمت کے معاملے میں راضی کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن پاک پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ کی خدمت میں کیسے پڑھنے کی بیعت رکھتا ہوں حالانکہ وہ آپ پر نازل ہوا اور جیسے قرأت و تجوید کا حق ہے وہ آپ ہی ادا فرما سکتے ہیں، آپ نے فرمایا ضرور پڑھیے کیونکہ یہ امر مجھے بہت پسند ہے کہ میں دوسروں کی زبانی (حدیث محبوب) اور تلاوت کلام پاک سنوں میں نے سورہ نساء تلاوت کی اور جب اس آیت مبارکہ پر پہنچا۔ فکیف اذا جننا من کل امة بشہید وجنابک علی اھولاء شہیداً۔ وہ کیسا منظر ہوگا اور وہ کیسی حالت ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ (نبی اُمت) لائیں گے اور آپ کو ان سب پر شہید اور گواہ بنائیں گے تو آپ نے فرمایا بس کافی ہے تجھے میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ اخریہ البخاری والمسلم

مطرف اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ کے سینہ اقدس اور اندرون جسد میں رونے کی وجہ سے ایسا جوش اور ابال محسوس ہوتا تھا جیسے کہ دیگ جوشاں چولھے پر چڑھی ہو۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے ام المؤمنین مجھے وہ عجیب ترین امر بتلاؤ جو تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہو۔ تو آپ رو پڑیں اور فرمایا آپ کے جملہ امور و افعال اور اعمال و اخلاق عجیب تھے۔

آپ ایک رات میرے ہاں تشریف لائے حتیٰ کہ جب میرے ساتھ لحاف میں لیٹے اور آپ کا جسد اطہر میرے جسم سے مس ہوا تو فرمایا اے عائشہ کیا مجھے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو تو میں نے عرض کیا مجھے آپ کا قرب خداوندی پسند ہے اور جو تمہیں پسند ہے وہی مجھے پسند اور محبوب ہے۔

آپ گھر میں کھڑے ایک مشکیزہ کی طرف متوجہ ہوئے (اور وضو فرمایا) مگر زیادہ پانی استعمال نہ فرمایا پھر کھڑے ہو کر قرآن مجید تلاوت فرمانے لگے اور رونے لگے حتیٰ کہ آنسو مبارک اس فراوانی سے بہنے لگے کہ آپ کے سینے کو تر فرادیا۔

پھر آپ نے دائیں پہلو اور جانب کا سہارا لیا اور وایاں ہاتھ مبارک دائیں رخسار کے نیچے رکھا اور روتے رہے حتیٰ کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تاکہ نماز کے وقت اور جماعت کے متعلق عرض کریں۔ آپ کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا آپ رو رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب پہلوں اور پھلوں کے گناہ کی مغفرت کا دنیا میں اعلان فرادیا ہے اور بخشش کا مژدہ سنا دیا ہے؛ تو آپ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (اور جتنا اس کا کرم عمیم اور احسان عظیم مجھ پر ہے اس کے مطابق شکر ادا نہ کروں) پھر فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں نہ روؤں حالانکہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آیت کریمہ نازل فرمائی ہے۔ اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الْاٰیة لے شک آسمان و زمین کی تخلیق میں اور گردش لیل و نہار میں عقل والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ پھر فرمایا اس شخص کے لیے آنسو ہے جس نے اس کو پڑھا مگر اس میں غور و فکر نہ کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے میدان بدر والی رات دیکھا کہ ہم میں سے کسی نے قیام نہیں کیا اور رات کو نوافل ادا نہیں کیے تھے۔ صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے نماز ادا فرما رہے تھے اور رو رہے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک سفر تھا تو آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور روئے اور اس قدر روئے کہ روتے روتے زمین پر گر گئے۔ آپ نے بیس مرتبہ اس آیت مقدسہ کو پڑھا اور ہر بار اس کثرت سے روئے کہ زمین پر گر گئے اور آخری مرتبہ مجھے سنرایا۔ (لقد خاب من لعیر حمہ الرحمن الرحیم) وہ بہت ہی غائب و غاسر ہوا۔ جس کو رحمن و رحیم نے اپنے رحم و کرم سے محروم رکھا۔

سلمہ مخزومی فرماتے ہیں جب حضرت زید بن عاصہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور آپ کو ان کے شہید ہونے کا بذریعہ کشف علم ہو گیا اور میدان جنگ کا مشاہدہ فرماتے ہوئے مدینہ منورہ میں ان کے شہید ہونے کی اطلاع دے دی، تو آپ راہ پر چل رہے تھے کہ حضرت زید کی صاحبزادی نے آپ کو دیکھ لیا اور آپ کے سامنے آکر زار و قطار رونے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحیفات اور گلو گیر آواز ذرا بلند ہوئی۔ بعض صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا

ہے؟ آپ نے فرمایا ہذا شوق الجیب الی جیبہ۔ یہ ایک حبیب کا دوسرے حبیب کی طرف شوق و اشتیاق ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور وہ جان جان آفریں کے سپرد کر رہے تھے۔ آپ نے اپنے لخت جگر اور نور نظر کی یہ حالت دیکھی تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا آنکھیں آنسو برس رہی ہیں۔ دل غم و اندوہ اور حزن و ملال میں مبتلا ہے اور ہم زبان پر صرف وہی کچھ لاتے ہیں جس پر ہمارا رب تبارک و تعالیٰ راضی ہو اور ہم اسے ابراہیم یقیناً تیرے فراق کی وجہ سے غمزدہ ہیں اور انتہائی غمگین۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کی خدمت میں آدمی بھیجا کہ میرا بیٹا حالت موت میں ہے۔ ہماری حالت رنج و الم پر رحم کھاتے ہوئے ہمارے ہاں قدم رنج فرما دیں تاکہ آپ کی موجودگی سے ہمیں سہارا ہو جائے اور غم و اندوہ میں کمی ہو جائے تو آپ نے یہ فرماتے ہوئے آدمی کو واپس بھیجا۔

ان الله ما اخذ وله ما اعطى وكل شيىء عنده باجل مستيى۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا فرمایا اور ہر چیز اس کے ہاں ایک معین اصل اور مدت کے ساتھ ہے۔ انہوں نے دوبارہ قسمیں اور واسطے دے کر آدمی بھیجا کہ آپ ضرور بالفرض تشریف لائیں تو آپ اٹھے اور آپ کے ساتھ دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اٹھ کر چلے۔ جب وہاں پہنچے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں وہ بچہ پیش کیا گیا اور اس کی سانس اکٹری ہوئی تھی اور سینہ میں ہی گردش کر رہی تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو چشمے رواں ہو گئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (مض آنسوؤں کا بہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے بلکہ یہ) رحمة جعلها الله في قلوب عباده وانما يرحم من عباده الرحماء۔ رحمت و رافت ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رحم و کرم کرنے والوں کو اپنے رحم و کرم سے مشرف فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے تشریف لائے۔ ان کے اہل و عیال ان کے گرد احاطے کیے ہوئے کھڑے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا ان کی وفات ہو گئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں (آپ نے ان کی تکلیف اور منظر موت اور دنیا سے کوچ کی حالت کا خیال فرمایا) تو آپ رو پڑے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آپ ان کے جنازہ پر تشریف لائے اور ان کے چہرہ سے کپڑا ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور کافی دیر تک روتے رہے پھر

ان کو چار پانی پر رکھ کر اٹھایا گیا تو آپ نے فرمایا۔ طوباک یا غثمان لوطسک الدنیا ولوطسہا۔ اے عثمان تیرے لیے مبارک ہے نہ دنیا نے تمہیں استعمال کیا اور نہ تم نے دنیا کو اور دنیا میں رہ کر اس سے الگ تھلگ رہے۔

میرہ بن معبد کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل جاہلیت تھے اور بت پرست اور اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں قتل کیا کرتے تھے۔ میری ایک بیٹی تھی میں جب بھی اسے بلاتا تو وہ میرے بلانے پر بہت خوش ہوتی۔ میں نے ایک دن اس کو بلایا تو وہ میرے پیچھے پیچھے چلی تو میں چلتا رہا حتیٰ کہ اپنے گھر سے ذرا فاصلہ پر ایک کنواں تھا اس پر پہنچ گیا اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر کنوئیں میں پھینک دیا اور ہمیشہ کے لیے نگاہوں سے اوجھل کر دیا اور اس کے آخری کلمات جو میرے کانوں میں پہنچ کر سنائی دے رہے تھے وہ یہ تھے یا ابتاہ یا ابتاہ۔ اے اباجان اے اباجان کہہ رہی تھی (مگر میرا پتھر سے بھی زیادہ سنگین دل

ذرا بھرتا شرنہ ہوا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سن کر رو دیے حتیٰ کہ آپ کے آنسو مبارک اچھل پڑے۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے اس کو کہا تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن و ملال میں ڈال دیا ہے۔ تو اس نے جواب میں کہا تم کوئی بات مت کرو آپ خود دریافت فرمائیں گے کہ کس چیز نے آپ کو غمگین کیا ہے۔

حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اپنی بات دوبارہ دہراؤ اور مجھے سناؤ۔ اس نے دوبارہ وہ قصہ سنایا تو آپ اس قدر آبدیدہ ہوئے کہ آنسوؤں نے آپ کی داڑھی مبارک کو تر کر دیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت اور زمانہ جاہلیت اور زمانہ کفر کے اعمال سے درگزر فرما دیا ہے۔ اب نئے سرے سے نیک اعمال اور صالح افعال کرو۔

حضرت ثابت بن سرح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات مبارکہ میں سے ایک دعا مبارک یہ تھی۔

اللہم اجعل لی عینین ھطالتین تبکیان بذروف الدموع وتشفقان من خشیتک قبل ان یصیر الدمع دھماً والاضواء جمرأ۔ اے اللہ مجھے ایسی دو آنکھیں عطا فرما جو زور سے برسنے والی ہوں اور برستے آنسوؤں کے ساتھ روئیں اور تیرے عذاب و عتاب سے خوفزدہ ہوں پہلے اس کے کہ آنسو خون بن جائیں اور داڑھی انکار سے یعنی عذاب نار میں مبتلا ہونے سے قبل اس عذاب کا اور اور خوف دل میں پیدا ہو جائے تاکہ آنکھیں آنسوؤں کے ذریعے اس آگ کو بجھالیں اور اس کا ملاحظہ کرنے سے پہلے ہی اس کے بچاؤ کی تدبیر کر لیں۔

## چھٹا باب

درع و احتیاط، تقویٰ اور پرہیزگاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی راہ پر اور کبھی بستر پر پڑی) کھجور کو ملاحظہ فرماتے اور فرماتے اگر یہ اندیشہ اور خطرہ نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کی ہوگی تو میں ضرور اس کو کھا لیتا (اور محض اس لیے اس سے نفرت اور اجتناب نہ فرماتا کہ یہ ایک کھجور ہے اور گرمی پڑی ہے) (خرجہ البخاری والمسلم۔  
عمر بن شعیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے کہ اپنے نیچے بستر پر ایک کھجور پائی اسے اٹھا کر کھا لیا۔ پھر آپ رات کے آخری حصہ میں بستر پر لوٹنے لگے حتیٰ کہ بعض ازواج مطہرات (جن کے ہاں آپ تشریف فرما تھے وہ) اس صورتحال سے گھبرائیں۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے پہلو کے نیچے ایک کھجور پائی پس اسے کھا لیا تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں یہ صدقہ کی کھجور نہ ہو۔

## ساتواں باب

آمال اور آرزوؤں میں کمی اور کوتاہی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک لونڈی سو دینار کے ساتھ ایک مہینہ کی مہلت پر خرید فرمائی تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کیا تعجب نہیں کرتے ہو۔ اسامہ سے جس نے ایک مہینہ کی مہلت اور مہلت پر لونڈی ادھاری خریدی ہے (گویا یہ ایک مہینہ تک زندہ رہنے کا امیدوار ہے) بیشک اسامہ بہت طویل آرزو رکھتا ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب بھی میں آنکھ چھپکتا ہوں تو مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ کہیں پلکیں اکٹھی ہونے سے پہلے ہی میری جان قبض کر لی جائے اور میں جب بھی کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھاتا ہوں تو مجھے گمان گذرتا ہے کہ نگاہ نیچی کرنے سے پہلے میری جان قبض کر لی جائے گی اور میں جب بھی کوئی رقم منہ میں ڈالتا ہوں تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوتا ہے کہ اسے پیٹ تک نہیں پہنچا سکوں گا اور اس سے نفع اندوز نہیں ہو سکوں گا بلکہ عین ممکن ہے کہ یہی رقم گلے میں اٹک جائے اور موجب موت بن جائے (یعنی ہر وقت اور ہر لحظہ موت سر پر کھڑی محسوس ہوتی تھی۔ اور کسی لمحہ اس سے غافل نہیں

ہوتے تھے اگرچہ آپ کو باذن اللہ اور باعلام اللہ وقت وصال معلوم تھا کہ جب تک دین اسلام مکمل نہیں ہو جاتا اور اچھی طرح راسخ نہیں ہو جاتا میری وفات نہیں ہوگی۔

پھر فرمایا اے نبی آدم اگر تم عقل رکھتے ہو تو اپنے کو اموات میں شمار کرو۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس (موت قیامت اور عذاب و ثواب) کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے وہ لامحالہ آنے والا ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ملائکہ کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پشاپ فرماتے تو مٹی پر مسح فرما لیتے ہیں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی تو آپ سے بالکل قریب ہے اور وہاں پہنچنے میں کوئی خاص وقت بھی نہیں لگے گا تو آپ فرماتے مجھے کیا پتا ہو سکتا ہے میں وہاں تک نہ پہنچ سکوں۔

## اکھواں باب

### توبہ و استغفار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو اور اس سے مغفرت و بخشش طلب کرو کیونکہ اس کا محبوب ہونے کے باوجود میں اس کی جناب میں ہر دن سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم مجلس نبوی میں حاضر ہوتے تھے اور آپ وقفہ وقفہ سے دب اغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم پڑھتے رہتے اور شمار کرتے تو مجموعی طور پر آپ کی استغفار سو بار تک جا پہنچتی تھی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت اور افرا فی پھر سو مرتبہ اللھم اغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم کہا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایک دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ اقدس میں توبہ کرتا ہوں۔

سعید بن ابی بردہ اپنی سند کے ساتھ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ہمارے ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درانحالیکہ ہم بھی بیٹھے ہوئے اور موجود تھے۔ تو آپ نے فرمایا کوئی صبح طلوع نہیں کرتی مگر میں اس میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں۔



# ابواب

## محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوات کے بیان میں باب اول

دُعا کے وقت ہاتھ پھیلاتا

ابنتہ الحسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارگاہِ خداوندی میں دُعا اور زاری فرماتے تو اپنے ہاتھ بلند فرماتے (اور آگے پھیلاتے) جیسے کہ مساکین کھانا طلب کرتے وقت ہاتھ پھیلاتے ہیں اور دستِ سوال و طلب دراز کرتے ہیں۔

## دوسرا باب

صبح و شام دُعا فرمانا

حضرت عبدالشہین عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام ان دعاؤں کو ضرور زبانِ اقدس پر جاری فرماتے اور کبھی بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔

اللهم انى اسئلك العفو والعافية فى دينى و دنيائى و اهلى و مالي - اللهم استر عوراتى و آمن روعاتى - اللهم احفظنى من بين يدى و من خلفى و عن يمينى و عن شمالى و من فوقى و اعوذ بظنك ان اغتال من تحتى -

ترجمہ :- اے اللہ میں تجھ سے عفو و عافیت کا سوال کرتا ہوں اپنے دین اور دنیا میں اور اہل و مال میں اے اللہ میرے عیوب پر پروردگار اور مجھے خوف زدہ کرنے والے امور سے امن و اطمینان عطا فرما۔ اے اللہ مجھے سامنے سے اور پیچھے سے پیش آنے والی بلیات سے محفوظ فرما اور دائیں بائیں سے اور اوپر سے بھی میں

تیری عظمت کے وسیلہ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ نیچے سے کسی آفت اور ہلاکت میں مبتلا کیا جاؤں یعنی زمین میں دھنسنے سے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابزمی اپنے باپ سے راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام اس طرح فرماتے تھے ہم نے صبح کی ہے فطرت اسلام پر اور کلمہ اخلاص پر اور دین نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو کہ فطرت سلیمہ کی بدولت روز اول سے ہی باطل سے دین حق کی طرف مائل ہونے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت فرماتے لے اللہ تیرے فضل و کرم سے ہم نے صبح کی اور تیرے ہی فضل و کرم سے شام کی ہے اور تیری عنایت و مہربانی سے ہی زندہ ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے دلداریا سے دارِ آخرت کی طرف رخت سفر باندھیں گے اور تیری طرف ہی بازگشت ہے اور رجوع۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب شام ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

”امیننا وامسئ الملک اللہ۔“

ہم نے شام کی اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے بھی شام کی یعنی وقتِ شام میں پہنچا اور اسے پایا۔  
والحمد للہ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير  
رب اسالك خیر هذه اللیلة وخیر ما بعدھا واعوذ بک من شر ما فی هذا اللیلة وشر ما بعدھا۔  
توجہ :- اے میرے رب کریم میں تجھ سے اس رات کی خیریت اور اس کے بعد آنے والے اوقات کی خیریت کا طلبگار ہوں اور میں تجھ سے اس رات کے اندر جو شر ہے اس سے اور اس کے بعد آنے والے شر و رے سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

رب اعوذ بک من الکسل و السوء الکبر، رب اعوذ بک من عذاب فی النار و عذاب فی القبر  
توجہ :- اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کسل اور سستی سے بڑھاپے کی مشقت سے اور آفت سے۔ اے میرے رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عذاب نار سے اور عذاب قبر سے۔

اور جب صبح ہوتی تو بھی اسی طرح فرماتے۔ امیننا و اصبح الملک اللہ۔ ہم نے صبح کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ملک نے صبح کی ہے۔

# تیسرا باب

## کرب و بلا کے موقع پر دعاء مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرب و بلا اور رنج و الم کے موقع پر یوں دعا فرماتے۔

لا الہ الا اللہ العظیم الحلیم۔ لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم۔ لا الہ الا اللہ رب السموات و رب الارض۔ رب العرش اکبر۔

# چوتھا باب

## دعوات مبارک

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں لگا کرتے تھے۔

اللہم اغفر لی خطیاتی و جہلی و اسراف فی امری۔ و ما انت اعلم بہ منی اللہم اغفر لی جدی و ہزلی

و خطی و عمدای و کل ذلک عندی، اللہم اغفر لی ما قدمت و ما اخرت و ما اسررت و ما اعلنت

و ما انت اعلم بہ منی، انت المقدم و انت المؤخر و انت علی کل شیء قدير۔

اے اللہ میرے لیے میری خطائیں اور لاعلمی میں صادر ہونے والے امور اور حدود سے تجاوز معاف فرما۔

اور ہر وہ امر جو تو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ اے اللہ میرے بالا راہہ صادر ہونے والے امور سے درگزر فرما۔

اور غیبا راہی طور پر صادر ہونے والے امور سے بھی یا مزاح کی صورت میں اور ہر نوع کی تقصیرات

مجھ میں موجود ہیں۔ اے اللہ جو کچھ میں پہلے کر چکا ہوں وہ (اگر خطا و غیبرہ پر مشتمل ہے تو معاف

فرما اور جو آئندہ سرزد ہوگا اسے بھی بخش دے۔ جو پوشیدہ طور پر کیا ہے یا علانیہ اسے بھی نظر انداز فرما۔

اور جو میرے خیال میں نہیں ہے مگر تیرے علم میں ہے اور تو اسے میری نسبت اچھی طرح جانتا ہے اس سے

بھی چشم پوشی فرما۔ تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے (اور لوگوں کو شرف و فضل میں مقدم فرمانے والا ہے اور

مؤخر فرمانے والا) اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللھم انی اعوذ بک من فتنة النار وعذاب النار وفتنة القبر وعذاب القبر، ومن شر فتنه الفقر، واعوذ بک من المسيح

الدجال، اللھم اغسل خطایای بيماء الثلج والبرد، ونقّ قلبی من الخطایا كما نقیت الثوب الابيض من الدنس

وبعد بینی دین خطایای کہا باعدت بین المشرق والمغرب اللھم انی اعوذ بک من الکسل والهمم والمأثم والمغرم۔

اے اللہ میں تجھ سے فتنہ جہنم اور عذاب نار سے پناہ مانگتا ہوں۔ فتنہ قبر اور اس کے عذاب سے اور فتنہ فقر کے شر سے اور میں تجھ سے تیری ذات والا کے وسیلہ سے مسیح و جال کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولوں جیسے منزہ اور پاکیزہ پانی اور آب رحمت سے صاف اور اجلا فرما اور میرا دل گناہوں کی میل کھیل سے اس طرح صاف ستھرا فرما جیسے کہ تو نے سفید کپڑے کو دس اور میل سے پاک پیدا کیا اور بنایا میرے درمیان اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا بعد اور دوری پیدا فرما جتنی کہ مشرق و مغرب کے درمیان پیدا فرمائی ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے سستی اور انتہائی بڑھاپا سے پناہ مانگتا ہوں اور گناہ و قرض سے پناہ کا طلبگار ہوں۔ یہ اور اس سے پہلی روایت بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من العجز والکسل والجبن والهمم والبخل وعذاب القبر، اللھم آت نفسی تقواھا

وزکھا انت خیر من زکاھا، انت ولیھا ومولاھا، اللھم انی اعوذ بک من قلب لا یخشع، ونفس لا تشیع

وعلو لا ینفع، ودعوة لا یتجاب لها۔

اے اللہ میں تیری ذات اقدس سے عجز و کسل اور جبن و ہم و اور بخل سے پناہ طلب کرتا ہوں اور عذاب قبر سے۔ اے اللہ میرے نفس کو اس کے لائق اور شایان شان تقویٰ عطا فرما اور اس کا تزکیہ و تطہیر فرما تو ان سب سے افضل و برتر ہے جو اس کا تزکیہ کر سکتے ہیں تو اس کا ولی ہے اور مددگار و معاون۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں لیے دل سے جو خشوع سے خالی ہو اور لیے نفس سے جو سیر نہ ہو اور لیے علم سے جو نفع نہ دے اور ایسی دعا سے جو مستجاب و مقبول نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من البرص والجنون والجذام وشتی الاستقام۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ برص و جنون اور جذام و دیگر استقام و امراض میں مبتلا ہونے سے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات یوں فرماتے تھے۔

یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔

اسے دلوں میں تبدیلی پیدا فرمانے والے اور دلوں پر تصرف و تسلط کے مالک میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ اور قائم رکھ۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ایمان لایا چکے ہیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اس پر بھی تو کیا آپ اس پر خوف کھاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں! بے شک قلوب خلق اللہ رب العزت کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو جیسے چاہے الٹ دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیہ کلمات زبان اقدس سے ادا فرماتے۔ اللہم اغفر لنا ذنوبنا وظلمنا وھزنا ووجدنا واعدنا وکل ذلك عندنا، اللہم انی اعوذ بک من غلبۃ الذین وغلبۃ العدا وشماتۃ الاعداء۔

اسے اللہ ہمارا ظلم اور تعدی معاف فرما اور جو کچھ سنجیدگی سے سرزد ہوا یا بطور مزاح جو عدا کیا اور ان اقسام میں سے ہر ایک قسم ہمارے اندر موجود ہے۔ اسے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں۔ غلبہ دین، غلبہ اعداء اور دشمن کی شہادت اور خوشی سے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات طیبات کو بطور دعا زبان حق ترجمان پر جاری فرماتے۔

اللہم طہرنی بالتلیج والبرد والماء البارد، اللہم طہر قلبی من الخطایا کما طہرت الثوب الابيض من الدنس وبعاد بینی و بین ذنوبی کما باعدت بین المشرق والمغرب، اللہم انی اعوذ بک من قلب لا ینفخ و نفس لا تشبع ودعاء لا یسبح وعلی لا ینفخ۔

اسے اللہ مجھے آب رحمت کے ساتھ پاک صاف فرما جو کہ نزاہت و طہارت میں بروت۔ اولوں اور پلٹے پانی کی مانند ہے۔ اسے اللہ میرے دل کو ذنوب و آثام سے اس طرح پاک و صاف فرما جیسے کہ تو نے سفید کپڑے کو میل کھیل سے پاک پیدا فرمایا۔ میرے درمیان اور گناہوں کے درمیان اس قدر دوری پیدا فرما جتنی کہ تو نے مشرق

۵۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا تو اپنے دل کو ثابت رکھنے کے لیے کی ہے مگر صاحب عرض کرتے ہیں کیا آپ کو بارے متعلق اندیشہ ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دعا تعلیم امت کے لیے تھی تاکہ آپ کی اتباع میں وہ بھی اس طرح دعا کریں اور یہی آپ نے جواب میں صراحت فرمادی کہ ہاں مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے لہذا جملہ دعوات نبی کریم علیہ السلام جہاں اظہار عبودیت کے لیے ہیں وہاں بنیادی مقصد تعلیم امت ہے بلکہ ان کے لیے تاکید کی مقصود ہے کہ جب محبوب خدا ایسی دعائیں کرتے ہیں تو ہمیں بطریق اولیٰ کرنی چاہئیں۔

و مغرب کے درمیان دوری پیدا فرمائی ہے۔ اے اللہ میں تیری ذات اقدس کی پناہ لیتا ہوں ایسے دل سے جس میں خوف و خشیت اور خشوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہو نہ والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو شرف پذیرانی اور قبولیت سے مشرف نہ ہو اور ایسے علم سے جو نفع دینے والا نہ ہو۔

حضرت ابو الیصر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان سات دعوات کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا کرتے تھے۔

اللهم انى اعوذ بك من الهم، واعوذ بك من التردى، واعوذ بك من العنوا والطرقت والحرق والهدام، واعوذ بك ان يتخبطنى الشيطان عند الموت واعوذ من ان اموت فى سبيلك مذبذباً، واعوذ بك من ان اموت لديقاً۔

اے اللہ میں تیری ذات والا کی پناہ لیتا ہوں۔ بڑھاپے اور انتہائی لاغرئی سے اور بلندیوں سے پستیوں کی طرف گرنے سے پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیری پناہ ڈھونڈتا ہوں غم و اندوہ سے اور پامال ہونے اور روزے جانے سے اور دب کر مرنے سے اور اس امر سے بھی کہ شیطان بوقت موت مجھے بے راہ کر دے اور راہ حق سے دور میں اس سے بھی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیری راہ میں جہاد کرتے وقت پیٹھ پھیرے ہوئے مروں اور اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ ڈسا ہو امروں۔

قیس بن عباد سے مروی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی اور انتہائی ایجاز و اختصار سے کام لیا لوگوں نے اس امر کو ناپسند کیا تو انہوں نے فرمایا کیا میں نے رکوع و سجود مکمل طور پر ادا نہیں کئے۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا (سہا قرأت کے لحاظ سے اختصار تو میں نے اس میں ایسی دعا مانگی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے۔

اللهم بعلبك الغيب وقد اتك على الخلق احبني ما علمت الحياة خيراً لى، وتوفنى اذا كانت الوفاة خيراً لى، اسألك خشيتك فى الغيب والشهادة، وكلمة الحق فى الغضب والرضى، والقصد فى الفقر والغنى، ولذات النظر الى وجهك وشوقاً الى لقاءك، واسألك نعيماً لا ينفد، وقرّة عين لا تنقطع، واعوذ بك من كل ضرار مضرة وفتنة مضله، اللهم زينا بزينة الايمان واجعلنا هداة مهتدين۔

اے اللہ اپنے علم غیب اور قدرت علی الخلق کے وسیلہ سے مجھے اتنے وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ تیرے علم میں حیات میرے لیے بہتر ہو اور مجھے وفات دے جب میرے حق میں وفات بہتر ہو۔ میں تجھ سے تیرا خوف اور خشیت طلب کرتا ہوں۔ غیب میں بھی اور حضور میں بھی اور حالت غضب و رضاء دونوں میں کلمہ حق ادا کرنے کی توفیق اور فقر و غنا میں درمیانہ رومی طلب کرتا ہوں۔ تیری ذات اقدس کو دیکھنے کی لذت آشنائی اور شوق تبار سے درد آشنائی میں تجھ سے ایسی نعمتیں طلب کرتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور ایسی آنکھ کی ٹھنڈک اور راحت جو منقطع نہ ہو۔ میں تیری پناہ

ڈھونڈتا ہوں۔ ہر نقصان وہ امر سے اور گمراہی میں ڈالنے والے فتنہ سے، اے اللہ ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ فرما اور ہمیں ہدایت یافتہ بنا اور ہدایت کرنے والے رہنا بنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔

رب اعنی ولا تغن علی، وانصرنی ولا تنصر علی، وامکر لی ولا تمکر علی واهدنی ویسر لی الہدای، وانصرنی علی من بغی علی، رب اجعلنی لک شاکراً، لک ذاکراً، لک رهاً، لک مطوعاً، لک محبتاً، لک اواہاً منیباً، رب تقبل توبتی، واغسل حوبتی، دلجب دعوتی، وثبت حجتی، وشداد لسانی، واهد قلبی، واسئل سخیمۃ قلبی۔

اے رب تبارک و تعالیٰ میری امداد فرما اور میرے خلاف اعانت نہ فرما۔ میری نصرت فرما اور میرے خلاف نصرت نہ عطا کر۔ میرے لیے تدبیر فرما اور میرے خلاف تدبیر نہ فرما۔ مجھے ہدایت کاملہ سے سرفراز فرما اور میرے لیے ہدایت کو سہل اور آسان فرما۔ میری ان لوگوں پر مدد فرما جو مجھ سے بغاوت کرنے والے ہیں اور مجھ پر ظلم و ستم ڈھانے والے۔ اے میرے رب کریم مجھے اپنا شکر گزار بندہ بنا اور صرف تیرا ذکر کرنے والا اور تجھ سے ڈرنے والا اپنا اطاعت گزار۔ اپنی جناب میں فروتنی اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرنے والا۔ اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے والا اور رجوع پذیر۔ الٰہی میری توبہ قبول فرما۔ میرے گناہ کو دھو ڈال۔ میری دعاؤں کو شرف قبولیت سے مشرف فرما۔ میری دلیل نبوت کو ثابت و راسخ فرما۔ میری زبان کو سدا و اور پختگی نصیب فرما۔ میرے دل کو ہدایت پر ثابت و قائم فرما اور میرے دل کی شدت و سختی اور کینہ و رمی سلب فرما۔

حضرت عروہ بن نوفل سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آپ یہ دعا فرماتے۔

اللہم انی اعوذ بک من شر ما عملت ومن شر ما لو اعمل۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں اپنے اعمال کے شر سے اور جو عمل نہیں کیا اس کے شر سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔

اللہم اصلح لی دینی الذی ہو عصمة امری، واصلح لی دنیاى التي فیہا معاشی، واصلح لی آخرتی التي

الیہا معادی، واجعل الحیاة زیادة لی فی کل خیر، واجعل المات راحة لی من کل شر۔

اے اللہ میرے لیے دین کی اصلاح فرما جو کہ میرے جملہ امور و معاملات کا موجب انعام ہے اور باعث

انتظام اور میرے لیے میری دنیا کی اصلاح و درستگی فرما جس میں میری گذران ہے۔ میری آخرت کی اصلاح فرما

جس کی طرف میری بازگشت ہے اور میری زندگی کو امور خیر میں زیادتی اور کثرت کا موجب بنا اور میری موات کو

میرے لیے امور شر سے حصول راحت کا ذریعہ بنا۔

حضرت عبداللہ بن محمد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ دعا بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک ہے۔

اللھو انی اعوذ بک من زوال نعمتک، وتحول عافیتک، وفجاة نعمتک، وجبیح سخطک۔

اے اللہ میں تجھ سے تیری نعمت کے زوال پذیر ہونے اور منقطع ہونے کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری عافیت کے برگشتہ ہو جانے کی اور اچانک تیری گرفت اور اتقافی کلزائی کے نزول سے۔ اور جملہ ناراضگی والے اسباب سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اعوذ بک من الھم والحزن والعجز والکسل والجبین والبخل وضلع الدین وغلبة الرجال۔

اے اللہ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں غم و حزن سے اور عجز و کسل سے، بزدلی اور بخل سے اور فرض کے غلبہ اور لوگوں کے غلبہ سے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اللھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت، وما اسررت وما اعلمت، وما انت اعلم بہ منی، انت المقدم و انت المؤخر لا الھ الا انت۔

اے اللہ میرے لیے مغفرت فرما ان ذنوب کی جو میں نے زمانہ ماضی میں کئے یا آئندہ ہوں جو خفیہ طور پر سرزد ہو گئے یا اعلانیہ صادر ہوئے اور جو میرے علم میں نہیں ہیں اور تو ان کا میری نسبت زیادہ علم رکھنے والا ہے تو ہی شرف و فضل عطا کر کے کسی کو مقدم فرمانے والا ہے اور کسی کو مؤخر کرنے والا ہے نہیں ہے معبود برحق مگر صرف تو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرمایا کرتے تھے۔

اللھو انی اعوذ بک من الفقر والعلة والذلة، واعوذ بک ان اظلم او اظلمو۔

اے اللہ میں تجھ سے فقر اور احتیاج خلق سے پناہ طلب کرتا ہوں اور بیماری و دولت سے اور میں اس سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ کسی کو نشانہ ظلم بناؤں یا ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بالعموم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے۔

اللھم آتانی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة، وقنا عذاب النار۔

اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں بھی نیکی اور حفاظت عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں عذابِ نار سے محفوظ فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پناہ مانگتے تھے ملیات و شدائد



کی مشقت سے اور شقاوت و بدبختی کے لاحق ہونے سے اور قضا خداوندی کے قہر و جبر اور مشقت و شدت میں ڈالنے سے اور اعداء و بدکیش لوگوں کی خوشی سے یعنی ایسی حالت کے درپیش ہونے سے جو ان لوگوں کی خوشی کا موجب بنے۔

تنبیہ: قبل ازیں عرض کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوات طیبات تعلیم امت کے لیے ہیں اور ان میں مکمل عبودیت اور غایت تواضع کا اظہار مطلوب و مقصود ہے۔ علی الخصوص مغفرت ذنوب کی دعاؤں میں کیونکہ بالاجماع سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تعدد صغائر سے بھی محفوظ ہیں چہ جائیکہ کبائر۔ لہذا ان میں خلافت اولیٰ والنسب امور مراد ہیں جو کہ منصب مصطفوی کے لحاظ سے ذنوب کے ضمن میں شمار کر لیے گئے کیونکہ حسنات الابرار سیئات المقربین ایک مسلم قانون ہے۔ نیز قول باری تعالیٰ لیغفر لک اللہ الایۃ میں بھی یہی تاویل ہے یا یہ مقصد ہے کہ جن کو تم ذنوب سمجھتے ہو یا آئندہ سرزد ہونے پر ذنوب سمجھو تم کسی کے متعلق بھی آپ سے باز پرس نہیں کریں گے لہذا یہاں محض اپنے فضل و کرم کا اظہار مقصود ہے۔ اور یا یہ مقصد ہے کہ اصل نبی تم ہو اور سب اولین و آخرین تمہارے امتی اور ذنوب امت کے متعلق نبی جو ابدہ تو ہے لیکن تمہاری خاطر ہم پہلوں اور پھلوں بھی کے گناہ معاف کر دیں گے لہذا تمہاری طبع اقدس پر کوئی گزرتی نہیں ہونی چاہیے اسی لیے لیغفر لک۔ فرمایا گیا۔ ورنہ اگر آپ کے ذنوب کی مغفرت بیان کرنی مقصود ہوتی تو یغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر فرمایا جاتا۔ هذا والله ورسوله اعلم۔ کذا قال المحدثون ارباب السیر والمفسرون۔

# ابواب

## گھریو سامان

### باب اول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار پائی پر آرام فرماتے تھے جو کہ کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی پٹی سے بنی ہوئی تھی۔ آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ٹکیرہ تھا۔ جو کھجور کی جالی سے بھرا ہوا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے حاضر خدمت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا پہلو بدلا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ کے پہلوؤں اور کھجور کی پٹی کے درمیان کوئی کھونا وغیرہ حائل نہیں ہے اور کھجور کی پٹی کے نشانات پہلوئے اقدس پر نمایاں طور پر نظر آرہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے۔ آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کونسا امر رلا رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا بخدا میں صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسریٰ و قیصر سے بہت عزت و کرامت والے ہیں اور دنیا کے اندر جس حال میں زندگی گزار رہے ہیں وہ ہر ایک کو معلوم ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس حال میں ہیں جو میرے سامنے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن خطاب رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ دنیا ان کے لیے ہو اور آخرت صرف ہمارے لیے۔ عرض کیا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا یقیناً حقیقت اسی طرح ہے۔

عمر بن مہاجر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا متاع بیت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک کمرے میں رکھا ہوا تھا جس کی وہ ہر دن زیارت کیا کرتے تھے اور جب قریش ان کے ہاں جمع ہوتے تو انہیں اس مکان میں لے جاتے اور اس ساز و سامان کی طرف منہ کر کے فرماتے یہ میراث ہے اس ہستی مقدس کی جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہیں کرامت و عزت سے مشرف فرمایا ہے۔

عمر بن مہاجر فرماتے ہیں کہ اس سامان کی تفصیل یہ ہے کہ ایک چار پائی تھی جو کھجور کی پٹی سے بنی ہوئی تھی اور ایک چمڑے کا ٹکیرہ تھا جس کا اندرون کھجور کی جالی تھی۔ ایک پیالہ اور کپڑا۔ چکی۔ ترکش جس میں چند تیر تھے اور کبیل مبارک تھا جس میں اطیب الطیبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے پسینہ اقدس کے قطرات لگے تھے جن کی بدولت وہ

کستوری کو بھی شرمندہ کرتا تھا۔

ایک شخص بیمار ہوا اور قریب المرگ ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ پسینہ اقدس والی جگہ کو تھوڑا سا بھگو کر نچوڑنے اور اس کی ناک میں ڈالنے کی اجازت دیں اتہوں نے اجازت دے دی اور اس کی ناک میں وہ قطرات ڈالے گئے تو وہ فوراً تندرست ہو گیا۔

## دوسرا باب

### چٹائی مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک چٹائی تھی جس کو رات کے وقت دوران اعتکاف حجرہ کی صورت میں ارد گرد کھڑا فرما لیتے اور پردہ بنا لیتے اور اس کے اندر نماز ادا فرماتے۔ دن میں اس کو بچھا دیا جاتا جس پر آپ تشریف فرما رہتے اور حاضرین کو شرف زیارت و دیدار سے مشرف فرماتے۔

## تیسرا باب

### کرسی مبارک

حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ آپ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے لوہے کے تھے۔ ابو رفاعہ غزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت خطبہ دے رہے تھے میں نے عرض کیا ایک غریب الوطن اجنبی آدمی اپنے دین کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے خطبہ ترک فرما دیا اور میرے قریب تشریف لائے۔ پھر ایک کرسی لائی گئی جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر ان سے بہرہ ور فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دیے تھے۔ ابو عبد الرحمن نے اپنی حدیث میں حمید کا قول نقل

کیا ہے کہ میرے خیال میں اس شخص نے کرسی کے جو پائے دیکھے وہ سیاہ لکڑی کے تھے اور لکڑی نئی تھی جو چمک  
کی وجہ سے لوہا معلوم ہوتی تھی۔ ابن قتیبہ نے اس روایت کو ذکر فرمایا۔ اُتی بکرسی من خلب۔ والخلب اللیف  
یعنی کھجور کی جالی سے بنی ہوئی کرسی لائی گئی۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں اگر حمید راوی سے یہ منقول نہ ہوتا کہ اس کے  
پائے خشب جدید یعنی سیاہ نئی لکڑی کے تھے تو زیادہ مناسب یوں تھا من لیف قوائمہ من جدید یعنی  
ایسی کرسی لائی گئی جو کھجور کی جالی سے بنی ہوئی تھی اور اس کے پائے کھجور کی شاخوں سے تھے۔

## چوتھا باب

### بستر مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بستر چمڑے کا تھا  
جس کے اندر کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر جس پر رات کو آرام فرماتے  
چمڑے کا گدا تھا جس میں کھجور کی شاخیں بھری ہوئی تھیں۔

حبیبہ حبیبہ خدایا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک انصاری عورت میرے ہاں آئی۔ رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم کا بچھونا دیکھا جو ایک کبیل تھا جس کو دوسرا کیا ہوا تھا۔ گھر گئی اور وہاں سے ایک گدا بھیجا جس کو اُدن سے بھرا ہوا  
تھا۔ حبیبہ خدایا صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اس گدے کو دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں  
انصاری عورت آئی تھی اس نے حضور والا بچھونا دیکھا تو اسے میرے پاس بھیج دیا تاکہ آپ اسے نیچے بچھائیں۔ آپ نے  
فرمایا اسے واپس کر دو۔ میں نے (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ حکم وجہی نہیں ہے محض اولویت کے لیے ہے) اسے واپس نہ کیا  
اور اس کا میرے گھر میں ہونا مجھے پسند تھا۔ آپ نے اُس کے واپس کرنے کا دوبارہ پھر سب بارہ حکم دیا اور فرمایا اے عائشہ  
اسے واپس کر دو بخدا اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔ تب میں نے اس  
کو لایا۔

بیچ زیاد عارفی کہتے ہیں میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک عراقی وفد میں حاضر ہوا۔

عد فوالله لو شئت لاجری الله على جبال الذهب والفضة۔

تو آپ نے ہم میں سے ہر فرد کے لیے ایک کبیل مہیا کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ اس پر سوئیں، آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے امیر المؤمنین اہل عراق کا خیال کرو جو کہ لوگوں کے سردار ہیں ان کی پوری پوری عزت و توقیر فرمادیں۔ آپ نے فرمایا میں انہیں ایک ایک کبیل سے زیادہ قطعاً نہیں دوں گا۔ اے حفصہ مجھے یہ تو بتلائیے تم نے کونسا نرم ترین بچپوتا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھا کر دیا تھا۔ آپ نے کہا ایک کبیل مہلد (اونی جس کو بنے بغیر منجد کر کے تیار کیا جاتا ہے) ہر رات آپ کے لیے بچھایا کرتی تھی جو ہمیں خیر سے ہاتھ لگا تھا۔ ایک رات میں نے اس کے چارتہ کر دیے۔ تو آپ نے دوسری رات فرمایا۔ اے حفصہ اسے پہلے کی طرح بچھاؤ کیونکہ گذشتہ رات اس کی ملائمت اور نرمی نے سونے کے بعد مجھے نماز سے روک دیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے بہا دیے۔ پھر فرمایا بخدا میں انہیں ایک کبیل سے زیادہ نہیں دوں گا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے زاوی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بابل سے بنا ہوا کبیل تھا جس کے ہم دو تہ بناتے تھے اور آپ اس پر آرام فرماتے۔ ایک رات میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر اس کے چارتہ کر دیے جائیں تو زیادہ ملائم ہو جائے گا اور آپ زیادہ آرام سے سو سکیں گے۔ لہذا اس کے چارتہ کر دیے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے دریافت فرمایا۔ رات میرے لیے کیا بچھایا تھا۔ میں نے عرض کیا وہ آپ کا پہلا بچپوتا ہی تھا مگر ہم نے اس کے چارتہ کر دیے تاکہ آپ کے لیے دراز زیادہ ملائم ہو جائے آپ نے فرمایا اسے اپنی پہلی حالت پر ڈالو کیونکہ اس کی نرمی اور ملائمت نے آج رات میری نماز میں رکاوٹ ڈالی ہے۔

## پانچواں باب

### لحاف مبارک

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور لحاف کا ایک کنارہ آپ پر تھا اور دوسرا کنارہ ان پر تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مہمان ٹھہرا (اس وقت آپ چھوٹے بچے تھے) آپ ایک کبیل لے آئیں جو زمین پر ڈالا اور اسے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے لیے بچایا۔ پھر آپ ایک چوٹا سا کپڑا لائیں جس کو بچپونے کے سر ہانے رکھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا ادا فرما کر تشریف لائے۔ بچپونے پر پہنچے تو اس کپڑے کو اٹھایا جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے وہاں رکھا تھا۔ اس کو باندھا اور دو نوکڑے اتار کر لٹکا دیے۔ پھر اس بچپونے پر حضرت میمونہ کے ساتھ لحاف میں آرام فرما ہو گئے۔

## چھٹا باب

### تکیہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس کے اندر کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بکس پناہ میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چٹائی پر آرام فرماتے تھے جس نے آپ کے پہلوئے اقدس میں نشان ڈال دیے تھے اور آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی جالی بھری ہوئی تھی۔

## ساتواں باب

### تکیہ پر سہارا لینا اور اوٹ رگانا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں تشریف فرما دیکھا کہ آپ تکیہ پر سہارا لگائے ہوئے تھے جو آپ کی بائیں جانب پڑا تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے جبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مصوّر تکیہ پر اوٹ لگائے ہوئے دیکھا۔

# آٹھواں باب

## چادر مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر آدم و بتی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوسیدہ پالان پر حج فرمایا جس پر ایک سوتی چادر تھی (جس کے کناروں پر بٹے ہوئے دھاگے تھے) جس کی قیمت چار درہم کے برابر بھی نہیں تھی

# نواں باب

## خیمہ اقدس

عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا جبکہ آپ اپنے چمڑے کے قبہ اور خیمہ میں تشریف فرما تھے۔

# ابواب لباس شریف

## باب اول

قمیص مبارکہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کپڑوں میں سے قمیص زیادہ پسند تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سوتی قمیص تھا جس کی لمبائی ذرا کم تھی اور آستینیں بھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا قمیص زیب تن فرماتے تھے جو کٹمنوں سے اوپر ہوتا تھا اور اس کی آستینیں انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بٹمنوں والا قمیص نہیں بنایا گیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر دو کپڑے تھے جو موٹے اور کھردرے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے دو نو کپڑے موٹے ہیں اور کھردرے پسینہ آتا ہے تو دونوں آپ پر بھاری اور گراں ہو جاتے ہیں۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس زیادہ مرغوب تھا۔ تو انہوں نے فرمایا حبرہ یعنی مینی حاشیہ دار چادر۔ (الخرجہ البخاری والمسلم۔)

## دوسرا باب

جیبہ مبارکہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت اپنا منہ مبارک دھویا۔ پھر اپنی کلائیوں سے شامی جیبہ مبارکہ کی آستینیں الگ کرنے کی کوشش فرمائی اور اوپر چڑھانے



کی جو کہ تنگ سروں والی تھیں (جب وہ تنگی کی وجہ سے اوپر نہ ہو سکیں تو) آپ نے ہاتھ مبارک نیچے سے نکال لیے اور ان کو دھویا۔

یزید بن ہارون کتھر میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے ہمارے لیے جبہ مبارک نکالا تاکہ ہمیں زیارت کر ائیں جس کے بٹن اور کٹھے ریشم سے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اعدا سے ملاقات کیا کرتے تھے۔

حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شام سے ایک جبہ اور خفین کا جوڑا بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے ان دونوں کو زیب تن فرمایا حتیٰ کہ دونوں بچھٹ گئے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جبہ صوف انمار سے تیار کیا گیا تو آپ جتنے اس جبہ پر خوش ہوئے اتنے اور کسی کپڑے سے خوش نہیں ہوئے۔ آپ اسے ہاتھ لگاتے اور فرماتے دیکھو یہ کتنا خوبصورت ہے۔ حاضرین مجلس میں ایک اعرابی بیٹھا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے عطا فرمادیں تو آپ نے فوراً اتار کر اس کو عطا فرمادیا۔

## تیسرا باب

### تہبند مبارک اور کبیل شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے ایک منقش کبیل میں نماز ادا فرمائی نماز کے دوران ان اعلام و نقوش پر نظر پڑی تو آپ نے نماز کے فوراً بعد فرمایا یہ کبیل ابو جہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دو اور ان کا

ف۔ انرجہ لطیفہ پر ذرا سا اثر بھی فوراً نمایاں ہو جاتا ہے جیسے آئینہ سانس سے بھی متاثر ہو جاتا ہے لہذا جو ہستی تمام خلق خدا سے لطیف تر اور پاکیزہ تر ہے کبیل سے متاثر ہونا مستبعد نہیں ہے علامہ عینی نے اس حدیث کے تحت فرمایا کہ اس میں امت کے لیے بھی تہبند ہے کہ وہ نماز کے اندر اس قسم کی حالت سے اجتناب و احتراز سے کام لیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام باذراع البصر واطنی ہے تو جو ان کی طرف التفات نہیں فرماتے وہ ان کبیل کے اعلام سے انسان کا خوف کیونکر محسوس فرما سکتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی طباع بشری کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی تجرود و ذہانیت صورت ثانیہ میں باذراع البصر واطنی کا مقام رفیع حاصل ہوتا ہے اور صورت اولیٰ میں اتنی قلیل چیز بھی اثر انداز ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور مقصود تعلیم امت ہے لہذا طباع بشری کا تقاضا ظاہر فرما کر ان کی ہدایت کا سامان فراہم فرمایا۔ (عمدة القاری جلد ۲ ص ۱۹۴)

سادہ کبل میرے پاس لے آؤ کیونکہ یہ کبل نماز میں اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور خشوع و خضوع میں خفض کا موجب بن سکتا ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبیبہ حبیب خدا علیہ التیمۃ والثناء نے ہمیں طبع کبل دکھایا اور ایک موٹی چادر اور فرمایا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں ہی وصال ہوا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور آپ نے بالوں سے بنا ہوا کبل زیب تن فرما رکھا تھا جس پر بالاتوں کی تصاویر تھیں۔

سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کی طرف کفار کے ساتھ نفلگو کرنے کے لیے بھیجا۔ ابان بن سعد نے ان کو اپنی پناہ اور امان میں لیا اور کہنے لگا اے چارو بھائی میں تمہیں خشوع و خضوع کی حالت میں دیکھ رہا ہوں اور چادر بہت اوپر چڑھائے ہوئے ہو۔ جیسے تمہاری قوم فخر و نماز کے طور پر چادروں کو لٹکاتی ہے اور زمین پر گھسیٹتی ہے تم اس طرح کیوں نہیں لٹکاتے تو آپ نے فرمایا۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدھی پنڈلیوں تک چادر باندھتے ہیں لہذا میں بھی ان کی اتباع کا پابند ہوں۔

اشعث ابن سلیم سے منقول ہے کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سنا اور انہوں نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ میں پیدل چل رہا تھا۔ اچانک میرے پیچھے سے ایک انسان گویا ہوا۔ اپنی چادر اُچی رکھو کیونکہ اونچا رکھنا موجب طہارت ہے اور کپڑے کے زیادہ عرصہ تک باقی رہنے کا موجب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ سیاہ رنگ سی چادر ہے (جس میں سفید اور سیاہ دھاریاں ہیں۔ اُس نے کیا مٹی ہونا ہے اور میلا) آپ نے فرمایا کیا تیرے لیے میری ذات میں صحیح اقتدار اور پیروی نہیں ہے؟ میں نے دیکھا تو آپ کی چادر مبارک پنڈلیوں کے نصف حصہ تک تھی۔

## چوتھا باب

### حلم مبارک

عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلم (تہ بند اور اوپر اڑھنے کی چادر) تائیس اونٹنیوں کے عوض خریدار پھر اُسے زیب تن فرمایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ دھاری دار

حذیب تن کیے ہوئے دیکھا اور کسی شخص کو ایسے حلیوں میں نہیں دیکھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے حسین ہو۔

## پانچواں باب

### دھاری دار چادر مبارک

سلیم بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان تشریف فرما تھے اور ایک چادر سے احتبا فرمایا ہوا تھا یعنی گھٹنے مبارک کھڑے کر کے چادر کو کمر اور گھٹنوں کے گرد لپیٹ رکھا تھا اور اس کے سروں پر بٹے ہوئے دھاگے آپ کے قدموں پر لگ رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چادر زیب تن فرمائی تو میں نے عرض کیا یہ آپ کے جسد اطہر پر کتنی خوب لگ رہی ہے آپ کی رنگت مبارک کی سفیدی اس کی سیاہی سے اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی سے مل کر ایوں نظر آرہی ہیں جیسے سیاہ بادل کے درمیان سورج چمک رہا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ پر نجران کی بنی ہوئی چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سُرخ چادر مبارک تھی جس کو عبیدین کے موقع پر زیب تن فرماتے۔

حضرت ابو رثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو دیکھا جبکہ آپ دو سبز رنگ کی چادریں جسم النور پر اوڑھے ہوئے تھے۔

## چھٹا باب

### عامہ مبارک

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ

مکر میں داخل ہوئے تو آپ نے سیاہ دستا مبارک باندھی ہوئی تھی۔

خالد خدائے منقول ہے کہ مجھے ابو عبد السلام نے خبر دی کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دستا مبارک کیسے باندھتے تھے تو انہوں نے فرمایا ایک کنارہ دو کندھوں کے درمیان لٹکاتے اور اس کو گولائی میں سر اقدس کے گرد لپیٹتے اور آخری حصہ کو پشت اقدس کی جانب اس میں اطمینان دیتے۔

نافعؓ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دستا مبارک باندھتے تو اس کے دونوں کناروں کو کندھوں کے درمیان پشت اقدس کی طرف لٹکاتے۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کرتے تھے۔

## ساتواں باب

### ٹوپی مبارک

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سفید رنگ شامی ٹوپی دیکھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر وہ ٹوپی استعمال فرماتے جس کے کنارے لمبے ہوتے تھے (اور کانوں تک پہنچ جاتی تھی) اور گھرمیں ہوتے ہوئے وہ ٹوپی استعمال فرماتے جو اوپر چڑھی ہوئی ہوتی تھی یعنی شامی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ٹوپیاں تھیں۔ ایک سفید رنگت مصری، دوسری یمنی چادروں کے کپڑے سے بنی ہوئی اور تیسری کانوں والی ٹوپی جس کو آپ سفر میں زیب تن فرمایا کرتے۔

عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے کا شرف حاصل کیا اور دیکھا کہ آپ کی تین ٹوپیاں ہیں۔ مصری، شامی اور ایک کانوں والی۔

# آٹھواں باب

## اوپر اڑھنے والی چادر مبارک

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک چار ہاتھ لمبی تھی۔ اڑھائی ہاتھ چوڑی تھی اور آپ کا سبز رنگ کا کپڑا تھا۔ جس کو وفود کی آمد پر آپ استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس لباس میں دنوں کی طرف تشریف لجاتے تھے وہ ایک اوپر والی چادر ہوتی تھی اور ایک سبز تہ بند جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ اور ایک بالشت ہوتی تھی۔ وہ آج بھی خلفاء کے پاس ہے جسے وہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اڑھتے ہیں وہ بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس کی ایک جانب دوسرا کپڑا لگایا گیا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے حتیٰ کہ جب درمیان میں پہنچے تو پیچھے سے ایک اعرابی نے آپ کی چادر مبارک کو کھینچا جو کہ مولیٰ اور کھڑی تھی تو اس کی خراش سے گردن مبارک سرخ ہو گئی

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جب کہ آپ پر زعفران میں رنگے ہوئے دو کپڑے تھے نیز اڑھنے والی چادر اور عامہ مبارک۔

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ نجاشی رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عریضہ لکھا کہ میں نے آپ کا نکاح آپ کی قوم میں سے ایک عورت کے ساتھ کر دیا ہے جو کہ آپ کے دین پر ہے یعنی ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور میں نے آپ کی بارگاہ میں ایک جامع اور مکمل ہدیہ پیش کیا ہے۔ قمیص، شلوار، دو سادہ خفین اور ایک طیلسان۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین استعمال فرمائے دوران وضو ان پر مسح فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر طور پر قناع استعمال فرماتے تھے یعنی سراقہس پر عامہ کے نیچے ایک کپڑا رکھتے جو دستار مبارک کو تیل وغیرہ سے محفوظ رکھتا اور آپ کثرت سے تیل استعمال فرماتے اور وہ کپڑا یوں معلوم ہوتا گویا کہ وہ تیل نکالنے والوں کا کپڑا ہے۔

# نواں باب

## شلوار مبارک

قیس کہتے ہیں میں نے اور مخرمہ عبدی نے ہجر سے کپڑا لیا اور مکہ مکرمہ بیچنے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور شلوار خرید فرمائی اور ہاں ایک وزن کرنے والا تھا جو اجرت لے کر اسباہ کا وزن کرتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا جب تو وزن کرے تو دراز زیادہ راجح اور وزنی رکھنا یعنی اجرت اور قیمت کو تاکہ فروخت کرنے والوں کا فائدہ ہو جائے۔

## دسواں باب

### صوف اور اون کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا لباس زیب تن کیا اور پیوند لگا ہوا جو استعمال فرمایا کھردر لباس پہنا اور شمع کو تناول فرمایا۔ ہم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ شمع سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا ان چھنے جو کے آٹا سے تیار کردہ روٹی جو پانی کا گھونٹ پئے بغیر حلق سے نیچے نہیں اترتی۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونی لباس اور کپڑے استعمال فرماتے۔ اپنے جوئے کو خود پیوند لگاتے اور قمیص وغیرہ کو بھی خود پیوند لگاتے۔ دراز گوش کو بھی اپنے مرکب ہونے کا شرف بخشے اور ارشاد فرماتے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی میرے ساتھ اس کا ربط و تعلق نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن اون کا جبہ استعمال فرمایا جب پسینہ آیا تو اون کی بو محسوس فرمائی لہذا اسے اتار پھینکا۔

## گیارھواں باب

### میسر لباس کا استعمال

جلیس بن ایوب سے منقول ہے کہ صلت بن راشد جناب محمد بن سیر بن رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آتے اور انہوں نے اون کی تہ بند اور اونی جیبہ پہن رکھا تھا۔ ان کو دیکھ کر ابن سیر بن رحمۃ اللہ علیہ نے نفرت کا اظہار کیا اور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ لوگ اون پہنتے ہیں اور دلیل و ثبوت کے طور پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا حوالہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اونی لباس استعمال فرمایا حالانکہ مجھے ایسے حضرات نے روایت کی ہے جن کو قطعاً مستہم نہیں کیا جاسکتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتی لباس زیب تن فرمایا۔ یعنی چادریں اور ٹھیس اور ہمارے نبی کریم علیہ السلام کی سنت اتباع و اطاعت کی زیادہ حق دار ہے بہ نسبت سنت عیسویہ کے۔

## بارھواں باب

### جدید لباس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نیا لباس استعمال فرمانا ہوتا تو جمعہ سے شروع فرماتے۔

## تیسرہواں باب

### لباس اور دُعا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیا لباس پہننے لگتے تو پہلے اس کا نام لیتے یعنی تمیص۔ ازار، عمامہ یا ردا اور فرماتے۔ اللهم لك الحمد كما سوتنيه اسالك خيره وخير ما صنع له واعوذ بك من شره وشر ما صنع له۔

اے اللہ تیرے لیے حمد و ثنا ہے جیسے کہ تو نے اپنے فضل و کرم سے یہ (قیص یا چادر وغیرہ) مجھے پہنائی ہے۔  
ایسے ہی اس کی خیر و برکت سے مشرف فرما اور جس مقصد کے لیے اُسے بنایا گیا ہے اس کی خیر و برکت سے نواز اس  
کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور جس مقصد کے لیے اس کو بنایا گیا ہے اس کے شر سے۔

## چودھواں باب

### خفین کا استعمال

ابن بریدہ اپنے باپ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نجاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے  
بارگاہ مصطفویٰ میں دو سیاہ رنگ ساوہ خفین کا ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے ان کو پہنا اور ان پر مسح فرمایا اور نماز ادا فرمائی۔

## پندرھواں باب

### نعل مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے اگلے حصے میں  
انگلیوں کے درمیان آکر تھامسک اور مضبوطی سے پاؤں میں برقرار رکھنے کا فائدہ دینے کے لیے دو زمام اور تسمے تھے جو  
کہ قبالہ کہلاتے تھے۔

مطرف بن عبد اللہ شخیر فرماتے ہیں۔ مجھے ایک اعرابی نے بتلایا کہ میں نے تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے جوتے میں پونید لگے دیکھے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتا مبارک میں  
اگلی جانب دو زمام اور قبالے تھے۔

عبید بن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں آپ کو رنگے ہوئے چمڑے  
کی جوتی پہننے دیکھتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتے استعمال فرماتے دیکھا



جو رنگے ہوئے چمڑے سے بنے ہوئے تھے اور آپ ان میں وضو فرماتے تھے۔  
 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گائے کے چمڑے  
 سے بنے ہوئے جوتے پہنے دیکھا جن کو پیوند لگے ہوئے تھے۔  
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جوہا مبارک  
 پہنتے تو دائیں جانب سے آغاز فرماتے اور جب اتارتے تو بائیں جانب سے شروع فرماتے۔

# ابواب مبارک سواریاں

## باب اول

### گھوڑے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد سب سڑوں سے زیادہ گھوڑے پسند تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سب گھوڑوں سے زیادہ محبوب و مرغوب گھوڑا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ ہوتا جس کا داہاں پاؤں سفید ہوتا اور ناک پر سفیدی ہوتی۔ اضمار کیا ہوا ہوتا اور رنگت زرد سرخی مائل ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا تھا جس کو مرتجز کہا جاتا۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں پہلا گھوڑا جو فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آیا اس کو سکب کہا جاتا تھا (یعنی انتہائی تیز رفتار گویا کہ اس کی رفتار تیز رفتار پانی کے بہاؤ کی طرح ہے) دوسرا گھوڑا وہ تھا جس کو حسن صوت یعنی خوش آوازی کی وجہ سے مرتجز کہا جاتا (گویا وہ میدان جنگ میں مجاہدوں کی طرح رجز کہنے والا ہے) یہ وہ گھوڑا تھا جس کو آپ نے ایک اعرابی سے خرید فرمایا (اور ابھی قبضہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ انکاری ہو گیا) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی خریداری کے متعلق آپ کے حق میں گواہی دی (حالانکہ وقت خرید میں موجود نہیں تھے اور عرض کیا آسمان اور آخرت کی خبروں میں ہم آپ کی سچائی پر ایمان رکھتے ہیں تو زمین کی خبر پر ایمان و یقین کیوں نہ رکھیں اور آپ نے اکیلے خزیمہ کی گواہی دو آدمیوں کے برابر قرار دیدی) تیسرا گھوڑا الزانامی تھا۔ چوتھا گھوڑا جو باپ اور ماں کی طرف سے عمدہ ہونے کی بنا پر طرف کہلاتا۔ پانچواں گھوڑا جو رنگت کی سرخی کی وجہ سے درد (گلاب کا پھول) کہلاتا۔ چھٹا گھوڑا وہ تھا جس کو نجیف کہا جاتا اور بعض اس کو لحیف کا نام دیتے ہیں یعنی اپنے دم سے زمین کو یا اپنے پچھلے حصہ کو پوشیدہ کر لینے والا اور بعض حضرات نے آپ کے ایک گھوڑے کا نام یسوب بھی بتلایا ہے۔

# دوسرا باب

## اونٹ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اونٹنی تھی جس کو عضباء کہا جاتا تھا اور کوئی سواری اس سے آگے نہیں نکل سکتی تھی ایک اعرابی اپنے جوان اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس کے ساتھ مقابلہ میں دوڑایا تو اس کا اونٹ سبقت لے گیا صحابہ کرام علیہم الرضوان پر یہ امر گراں گذرا ان کے چہروں پر پریشانی کے اثرات دیکھ کر آپ نے دریافت فرمایا تمہیں کیا ہے؟ عرض کیا عضباء سے یہ اونٹ سبقت لے گیا ہے۔ (اس وجہ سے غمگین ہیں) آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے اپنے ذمہ یہ امر لیا ہوا ہے کہ امور دنیا میں سے جس کو انتہائی عروج اور ترقی عطا فرماتا ہے اس کو پستی اور زوال میں مبتلا فرماتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر سوار مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک سرخ اونٹ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوا ہشام بن عمرو اپنے والد حضرت عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ناقل ہیں کہ جب جنگ بدر کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر کی طرف نکلے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنی بیوی یعنی آپ کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کی خدمت کے لیے چھوڑا جو کہ بیمار تھیں اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی مدینہ منورہ میں چھوڑا تو وہ بیٹھے تھے کہ ناگاہ انہوں نے تکبیر کی گونج سنی دیکھا کہ حضرت زید بن عمار رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جد عار پر سوار ہیں اور وہ (اہل مدینہ کو خوشخبری دیتے ہوئے) کہہ رہے ہیں کہ فلاں فلاں کا قتل ہو گئے اور فلاں فلاں قید کر لیے گئے۔

قصواء، عضباء اور جد عادیہ تینوں نام ایک ہی ناقہ مبارکہ کے ہیں۔ ابن ناصر نے ثعلب سے نقل کیا ہے کہ یہ محض نام ہیں اور ان کا معنی لغوی موجود و متحقق نہیں تھا اور سعید بن مسیب لغوی مناسبت کے تحقق و ثبوت کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اس کے کان پرے ہوئے تھے (لہذا عضباء کہتے تھے) اور جس کے کان کلاٹے ہوئے تھے جد عار کہلاتی تھی اور کانوں کے اوپر والے تھے کاٹ کر بائیک کیے گئے تھے لہذا قصواء کہتے تھے ریا پیدائشی طور پر ایسے تھے اور تمثیل و تشبیہ کے طور پر یہ اسامہ اطلاق کیے گئے تھے۔

# تیسرا باب

## خچر

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں جنگ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور وقتی طور پر بعض مسلمان پیچھے ہٹے اور صفیں ٹوٹ گئیں اور مجاہدین مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئے جہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم برسریکا رہتے وہاں آپ کے ساتھ صرف میں تھا یا ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہم آپ سے جدا نہ ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے جس کو قزوہ ابن نفاذ نے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

اصبح بن نباتہ سے منقول ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نردان میں خوارج کے ساتھ جنگ کی اور انہیں قتل کیا تو آپ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار تھے۔ ابن جوزی نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے خچر کو شہا اور دلدل کہا جاتا۔

# چوتھا باب

## دراز گوش

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دراز گوش پر سوار ہوا جس کو عقیقہ (ٹیالی رنگت والا) کہا جاتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز گوش پر سوار دیکھا جس پر اکاف ڈالا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دن اور بنو النضیر کے خلاف کاروائی کے دن دراز گوش پر سوار تھے جس پر اکاف تھا اور اس کی لگام کھجوری تھی۔

فگدھوں اور دراز گوش پر ڈالی جانے والی زین پلان (کلماتی ہے جیسے گھوڑوں پر ڈالی جانے والی زین) کہلاتی ہے۔

# پانچواں باب

## زین

ابو عبد الرحمن قمری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں موسم گرما کے گرم ترین دن جنگ حنین میں حضور علیہ السلام کے ساتھ حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے بلال میرے گھوڑے پر زین ڈالو تو انہوں نے ایک زین نکالی جو باریک بندہ کی صورت میں تھی۔

## چھٹا باب

### سوار ہوتے وقت دعائیں

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت زیارت کی جبکہ آپ کی خدمت میں سواری لائی گئی۔ آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو فرمایا بسم اللہ۔ اور جب اس پر چم کر بیٹھ گئے تو فرمایا۔ الحمد لله الذي سخر لنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون۔ اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر فرمایا اور ہم اپنی قوت سے اس کے قریب ہونے کے بھی قابل نہیں تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، پھر تین بار اللہ اکبر فرمایا اور تین بار الحمد لله کہا پھر فرمایا۔ سلحانك لا اله الا انت قد ظلمت نفسي فاغفر لي۔ پھر آپ نے ضحک فرمایا اور منہ ہی آپ کے ہونٹوں پر کھیلنے لگی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضحک کا موجب و سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت اس وقت اپنے بندہ پر خوش ہوتا ہے جب وہ اغفر لی کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یقین ہو چکا ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہ بخشنے والا نہیں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔

# ساتواں باب

## سوار ہونے کی کیفیت

بشام رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجۃ الوداع کے موقع پر سیر اور رفتار کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی رفتار سے سواری کو چلاتے تھے اور جب کشادہ جگہ آجاتی اور بھیڑ و ازدحام نہ ہوتا تو پوری قوت سے سواری دوڑاتے۔

# ابواب غلام اور خدم

## باب اول

### آزاد کردہ غلام

اسلم جن کی کنیت بورافعؓ ہے۔ احمر جن کی کنیت ابو عییبؓ ہے۔ اسامہ بن زیدؓ۔ افلحؓ۔ النہؓ۔ امینؓ۔ ثوبانؓ۔ ذکوانؓ جن کو مہران اور طہمان بھی کہا جاتا ہے۔ رافعؓ۔ رباحؓ۔ زید بن حارثہؓ۔ زید بن لویؓ۔ سابقؓ۔ سالمؓ۔ سلمان الفارسیؓ۔ ابو کبشہ سلیم دوسیؓ۔ ابو کندید سعیدؓ۔ شقرانؓ جن کا نام صالح ہے۔ ضمیرہ بن ابی ضمیرہ۔ عبد اللہ بن اسلم۔ عبید بن عبد الغفار۔ فضالہ میمانیؓ۔ کیسانؓ۔ مہرانؓ۔ ابو عبد الرحمنؓ اور بقول ابراہیم حربیؓ یہی حضرت سفینہ ہیں۔ البتہ دوسروں کے نزدیک حضرت سفینہ کا نام رومان ہے۔ مدعمؓ۔ نافعؓ۔ ابو بکرہ یفیعؓ۔ نبیہؓ۔ واقد۔ وردانؓ۔ ہشام۔ یسار۔ ابواشیلہ۔ ابوالحمراء۔ بورافع جو کہ بھی کے والد ہیں۔ ابوالسمعؓ۔ ابو ضمیرہؓ سعد ابو عبید اور کہا گیا ہے کہ عبید ابو مویبہ جو کہ مزینہ سے ہیں (وہ بھی آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں) ابو واقدؓ۔ کرکرہؓ۔ مابورؓ۔ ابولبابہؓ۔ ابولقیطؓ۔ ابو ہند مولدی۔

## دوسرا باب

### آزاد کردہ لونڈیاں

ام امین جن کا نام برکت ہے۔ ام مویبہ خنزہ۔ رضوی۔ ریحانہ۔ سلمیٰ۔ ماریہ۔ میمونہ بنت سعد۔ میمونہ بنت ابی عییب۔ ام ضمیرہ۔ ام عیاش (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

# تیسرا باب

## خدا م

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احرار صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی غلاموں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ خدمت کی جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خاص طور پر داخل ہیں۔

قاسم بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے پھر آپ کے آگے آگے چلتے جب آپ قیامگاہ اور مجلس شریف میں پہنچتے اور نعلین شریفین اتارتے تو آپ ان کو اٹھا کر اپنی آستینوں میں ڈال لیتے اور آپ کو چھری پیش کرتے جب آپ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو پھر جوتے مبارک پاؤں میں پہناتے۔ آپ کا عصا لے کر آگے آگے چلتے حتیٰ کہ آپ حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتے۔ علامہ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی آپ کی بہت زیادہ خدمت کیا کرتے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المال کے خازن و نگران تھے۔ حضرت مغیرہ نے بھی آپ کی خدمت سرانجام دی اور بے شمار لوگوں نے لیکن مخصوص ترین خدام میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے۔ بعض یہودیوں نے بھی آپ کی خدمت سرانجام دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا ماہتاب نبوت آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے (اور اس کو اسلام لانے کی تلقین کی اس نے باپ کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا اس نے کہا اطع ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں اس کی اطاعت کر اور اس پر عمل پیرا ہو تو وہ مشرف باسلام ہو گیا اور اس طرح اس کریم نے اس کی حقیر خدمت کا عظیم و جزیل انعام عطا فرمایا)



# ابواب شیاہ زیبا لاش

## باب اول

### انگوٹھی مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی صحابہؓ نے بھی آپ کی اتباع میں انگوٹھیاں بنوائیں اور پہن لیں۔ آپ نے اپنی انگوٹھی کو اتار کر پھینک دیا تو صحابہؓ نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار کر پھینک دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اسے استعمال فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا اس نے مجھے آج کا دن تم سے غافل کر دیا ہے۔ کبھی اس پر نظر پڑتی ہے اور کبھی تمہاری طرف اٹھتی ہے پھر اسے اتار کر پھینک دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی جس کا نگیں اندر کی طرف رکھتے تھے۔ آپ نے اسے اتار پھینکا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو اتار پھینکا۔ پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ آپ اس کو بطور نمونہ استعمال فرماتے تھے اور پہنتے نہیں تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا ہے۔ لہذا کوئی شخص انگوٹھی بنو کر اس پر یہ کلمات مبارک کہ نہ کرے (تا کہ التباس و اشتباہ پیدا نہ ہو اور امور سلطنت میں خلل اندازی کا امکان نہ رہے) (اخر جہ البخاری والمسلم)

عہ اس روایت میں خاتما من ورق (چاندی کی انگوٹھی) وارد ہے مگر بعض راویوں کی طرف سے وہم ہے جو انگوٹھی آپ نے اتار کر پھینکی تھی وہ سونے کی تھی۔ پہلے سونا پہننا حرام نہیں تھا جب اس کی تحریم نازل ہوئی تو آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا اور اگلی روایتیں بھی چاندی کی انگوٹھی کا ہیہ کے لیے آپ کے دست اقدس میں ہونا بلکہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں ہونا ثابت ہے لہذا یہ وہم راوی ہے اور مراد سونے کی انگوٹھی ہے۔

کذا قال الامام النووی وغیرہ من الشارحین والمحققین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی سے بنا ہوا تھا۔ انفرادیہ الامام البخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بتوائی۔ جو آپ کے ہاتھ مبارک میں تھی اور وصال شریف کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور بعد ازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی اسکا نقش محمد رسول اللہ تھا اور مسلم نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ انگوٹھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی پھر اریس والے کنوئیں میں گر گئی اور حضرت ذوالنورین کی ہر نکلن کوشش کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہ مل سکا اور اس میں وہی تاثیر تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں تھی جب تک وہ باقی رہی انتظام سلطنت درست رہا اور جوں ہی وہ غائب ہوئی تو نظام سلطنت میں شکست اور پجنت کا عمل دخل شروع ہو گیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی پتھر تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا نقش محمد رسول اللہ تھا (جو تین سطروں میں لکھا گیا تھا) محمد رنجی، سطر۔ رسول (درمیانی) سطر اور لفظ اللہ (اوپر والی سطر میں کندہ تھا)۔

## فصل

اس امر میں روایات مختلفہ وارد ہیں کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی مبارک دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ یا بائیں میں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام اپنی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے مگر اس روایت کے راوی محمد بن عباد ہیں جو کہ ضعیف ہیں اور دوسرے راوی ابن میمون ہیں جو قابل اعتماد شخص نہیں ہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں وہ ذاہب الحدیث ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے گویا کہ میں آپ کے بائیں ہاتھ مبارک میں پہنی ہوئی انگوٹھی کی سفیدی اور چمک اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرات حسین رضی اللہ عنہم سبھی بائیں ہاتھ میں انگوٹھیاں پہناتے تھے۔

# دوسرا باب

## خضاب

عثمان بن عبداللہ بن مویہب سے منقول ہے کہ ہم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس بال دکھلائے جن پر ہندی اور روم کا خضاب تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بال مبارک ہندی اور روم سے رنگتے تھے اور آپ کے بال مبارک کندھوں تک پہنچتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم حنا اور روم سے خضاب لگاتے اور ارشاد فرماتے بالوں کی سفیدی تبدیل کر لیا کہ وکیونکہ یہودی بالوں کو سفید ہی رکھتے ہیں اور خضاب نہیں لگاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے صرف ہندی کو بطور خضاب استعمال فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی تو میں نے آپ کو دیکھا کہ داڑھی مبارک کو ہندی لگانی ہوئی تھی اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے زرد رنگ خضاب لگایا۔ عبید اللہ بن جریج سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمن میں دیکھتا ہوں کہ آپ زرد رنگ خضاب استعمال فرماتے ہیں؛ تو آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زرد رنگ خضاب استعمال فرماتے دیکھا ہے لہذا میں بھی پسند کرتا ہوں کہ زرد رنگ ہی استعمال کروں۔

(بخاری و المسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو معفران اور اس سے رنگا کرتے تھے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بال مبارک سفید تھے وہ زیادہ تر کپٹیوں پر تھے اور ٹھوڑی مبارک کے ارد گرد گویا کہ سفید بال مبارک چاندی کی تاریں تھیں جو سیاہ بالوں کے درمیان چمکتی دکھائی دیتی تھیں اور جب آپ ان کو زرد رنگ دیتے اور اکثر ایسے ہی ہوتا تو وہ سونے کی تاروں کی طرح دکھائی دیتے تھے۔

عہ۔ اس ایک پودا ہے جو زمین میں ہوتا ہے اور اس سے زرد رنگ حاصل ہوتا ہے۔

**سوال:** اگر یہ کہا جائے کہ روایات میں باہم اختلاف کیوں ہے کسی میں ہندی سے خناب لگانے اور کسی میں دسمہ دھنا اور کسی میں زروزنگ کرنے کا ذکر ہے؟

**جواب:** یہ اختلاف اختلاف احوال پر مبنی ہے کبھی ایک طرح کا خناب استعمال فرمایا جاتا تو کبھی دوسری طرح کا۔  
**سوال:** یہ بھی روایات میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خناب لگایا ہی نہیں۔ جیسے کہ۔  
 حضرت ثابتؓ سے منقول ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خناب کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا آپ نے خناب استعمال نہیں فرمایا۔

زیادہ مولائے سعد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خناب لگایا تو انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ اس کا ارادہ بھی نہیں فرمایا آپ کے بالوں کی سفیدی صرف عنقہ (یعنی ٹھوڑی مبارک) بچلے ہونٹ کا درمیانی حصہ، اور ناصیہ (سامنے والے بالوں) میں تھی اور اگر میں چاہتا تو سارے بال شمار کر سکتا تھا جو سفید تھے (لہذا اتنے قلیل بالوں پر خناب لگانے کی کیا ضرورت تھی؟)  
 بشر مولائے مازنین سے منقول ہے کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خناب لگایا تھا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں آپ کے مبارک بالوں کی سفیدی محتاج خناب تھی ہی کب؟  
 ٹھوڑی سی مقدار سفیدی کی عنقہ اور ناصیہ میں تھی جس کو گنا جاسکتا تھا۔

**الجواب:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت سوال میں نقل کی گئی ہے اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔  
 اول یہ کہ آپ سے مختلف روایات منقول ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک رنگے ہوئے دیکھے۔ محمد بن عقیل بن ابی طالب فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خناب لگایا تو انہوں نے کہا میرا یہ خیال نہیں ہے؛ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے جن پر زردی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ان کو زرد فرمایا کرتے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جہاں ان سے خناب لگانے کی نفی ہے وہاں ماری کا لفظ ہے یعنی میرا خیال اور ظن یہ نہیں ہے لہذا اس میں اظہار یقین نہیں ہے۔ نیز جہاں لم یخضب (آپ نے خناب نہیں لگایا) کے الفاظ وارد ہیں تو یہ بھی نفی پر مشابہت ہے اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مثل عبد اللہ بن عمر۔ ابو رثہ۔ عبد اللہ بن زید صاحب اذان رضی اللہ عنہم۔ نے اس امر کے جزم و اذعان کا اعلان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خناب لگنا ہے۔ اور جہاں اثبات و نفی میں تعارض و تخالف ہو تو اثبات کو تقدیم و ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی جواب امام احمد رضی اللہ عنہ نے دیا جب کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خناب نہیں لگایا۔ یہی روایت حضرت سعد اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی تو اس کا راوی و اقدمی ہے جس کی امام احمد رحمہ اللہ نے تکریب فرمائی۔

ہے اور یہی فرماتے ہیں وہ ثقہ نہیں ہے اور ابو زرعہ فرماتے ہیں وہ امارت وضع کیا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں ان کی شہادت نفی پر ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

## تیسرا باب کنگھی کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر طور پر پانی کے ساتھ اپنے سر اقدس اور داڑھی مبارک کے بال تر فرما کر کنگھی فرماتے اور ان کو الگ الگ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب رات کو بستر پر لیٹتے تو آپ کی سواک پانی اور کنگھی آپ کے پاس رکھے جاتے جب بھی اللہ تعالیٰ آپ کو بیدار فرماتا تو آپ سواک فرماتے اور وضو کر کے کنگھی فرماتے۔

## چوتھا باب ہانگ نکالنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہل کتاب اپنے بالوں کی ہانگ نہیں نکالتے تھے اور ویسے ہی ہلکے رہتے تھے اور مشرکین مکہ ہانگ نکالا کرتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی حکم نہیں دیا جاتا تھا آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے پہل ہانگ نکالے بغیر بال پیچھے ہٹا دیتے۔ بعد ازاں آپ نے ہانگ نکالی۔

# پانچواں باب

## تیل کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سر اقدس پر تیل وغیرہ لگایا کرتے تھے اور اسے تر رکھتے اور داڑھی مبارک کو لنگھی فرما کر بال پھیلا کر رکھتے اور انہیں اکٹھا نہیں فرماتے تھے۔

## چھٹا باب

### آئینہ دیکھنا

حضرت انس سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں اپنے چہرہ اقدس کی طرف دیکھتے تو فرماتے۔ الحمد للہ الذی حسن خلقی وخلقى وذلان منى ما شان من غیرى۔ اس خدائے بزرگ و بزرگ کے لیے حمد ہے جس نے میری تخلیق کو حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور میرے اخلاق کو تہذیب و تربیت سے زینت بخشی اور مجھ میں موجب زینت و زیبائش امور کو پیدا فرمایا جب کہ دوسروں میں موجب شین اور عیب امور کو خلق فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ میں جب چہرہ انور کو دیکھتے تو فرماتے۔ الحمد لله الذی سوتى خلقى فعدله وكرم صودرة وجهى وحسنها وجعلنى من المسلمين۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میری تخلیق کو راست اور درست فرمایا اور حالت اعتدال پر پیدا فرمایا اور میرے چہرہ کو کرامت و عزت سے نوازا اور اُسے حسن و جمال سے آراستہ فرمایا اور مجھے تابعداروں اور طاعت گزاروں سے بنایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں نگاہ فرماتے تو زبان اقدس پر یہ کلمات طیبہ جاری فرماتے۔ اللہم کما احسنت خلقى فحسن خلقى۔ اے اللہ تو نے جس طرح میری خلق کو جمیل کیا ہے ایسے ہی میرے خلق کو حسین بنا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غزوات کے موقعہ پر سامان سفر تیار کرتی تھی اور آپ کے لیے تیل لینگھی۔ آئینہ سرمہ دانی اور مسواک تینچی اور کھلانے کا آلہ مہیا کرتی تھی۔ محبوب محبوب خدا علیہ وعلیہا التیمتہ والثناء سے مروی ہے کہ سات چیزوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر

میں ترک نہیں فرماتے تھے۔ بوتل۔ کنگھی۔ آئینہ۔ سرمہ دانہ۔ مسواک۔ قینچی۔ جسم کھلانے والا آلہ۔ جس کو مروی کہا جاتا ہے۔

## سائواں باب

### ریش مبارک

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کو طول و عرض سے کاٹتے تھے۔

## آٹھواں باب

### مونچھیں کاٹنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شوارب (مونچھیں) کاٹتے تھے۔

حضرت ابو عبداللہ انقرضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں کاٹتے تھے اور ناخن مبارک بھی تراشتے تھے قبل اس کے کہ خطبہ جمعہ کے لیے تشریف لے جائیں۔

## نواں باب

### استعمال نوره (پوڈر)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کی صفائی کے لیے پوڈر کو زیر ناف

ف۔ قطع شوارب میں سنت یہ ہے کہ ہونٹ کا اوپر والا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بال اسے چھپانہ سکیں۔ کناروں کا باقی رکھنا جائز ہے۔

(کذا فی التعلیق و احیاء العلوم وغیرہ)

حصہ پر اپنے دست اقدس سے ملتے۔

حبیب ابن ابی ثابت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بالوں کی صفائی کے لیے طلا استعمال فرماتے اور مرتب دو بصورت پوڑ تو پوشیدہ حصہ پر خود اور دیگر جسم اقدس پر ازواج مطہرات مل دیتی تھیں۔  
ابو معشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بعض ازواج مطہرات نے آپ کو نوزہ لگایا اور زیناف حصہ پر خود آپ نے اسے ملا۔

زیاد بن کلیب سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نوزہ کے ساتھ طلا کیا جب نواف کے قریب پہنچا تو وہ رک گیا اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلا د فرمایا۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نوزہ کے ساتھ طلا نہیں فرماتے تھے اور جب بال زیادہ ہو جاتے تو آپ حلق فرماتے یہ روایت پھلی روایات سے متصادم ہے اور ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک نے جو دیکھا بیان کیا اور ہر ایک صورت مختلف مواقع پر وقوع پذیر ہوئی۔

## دسواں باب

### خوشبو کا استعمال اور پسندیدگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دل میں اللہ کی طرف سے عورتوں اور خوشبو کی محبت پیدا کی گئی ہے (نہ کہ محض میری طبیعت اس کی متقاضی ہے یا نفسانیت العیاذ باللہ) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک (اور دل کا سرور اور سکون و قرار) صرف نماز میں رکھا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کوئی کستوری وغیر ایسا نہیں سونگھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور مغرب و معطر ہو لہذا آپ خوشبو لگانے کے محتاج نہیں تھے محض اس کی سنیت واضح کرنے اور اکمل سے اکمل درجہ طیب و پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے اسے استعمال فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ پاکیزہ نکلتے والے تھے میں نے کوئی خوشبو کستوری ہو یا عنبر ایسی نہیں سونگھی جو آپ کی نکلتے سے پاکیزہ ہو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو مس کیا تو وہ ایسے لگا گویا وہ عطار کا عطر دان تھا۔



حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک عطر دان تھا جس سے خوشبو لگاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عود کی خوشبو سب خوشبوؤں سے زیادہ محبوب اور پسند ترین تھی۔

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ آپ کستوری و عنبر کی درمیانی خوشبو استعمال فرماتے جس میں تیزی اور شوخی نہیں ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں طیب اور خوشبو پیش کی گئی ہو اور آپ نے اس کو قبول نہ کیا ہو۔

# إجاب

طعام اور کیفیت تناول

## باب اول

دسترخوان

حسن بن مہران سے مروی ہے کہ میں نے حضرت فرقد رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور آپ کے دسترخوان پر کھانا کھایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خوان (درا اونچی میز جس پر امیر لوگ کھانا رکھ کر کھاتے ہیں) استعمال فرمایا اور نہ سکرۃ (ڈونگما) اور نہ ہی آپ کے لیے میدہ کی ملائم روٹی تیار کی گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت انس سے یہ روایت کی۔ سے پوچھا گیا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کس چیز پر تناول فرمایا کرتے تو انہوں نے فرمایا سفرہ پر یعنی چمڑے کے دسترخوان پر۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف رکھتے اور زمین پر ہی (دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرماتے۔

## دوسرا باب

پیالہ

حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا پیالہ مثل تلاب تھا جس کو چار حلقے (کنڈے) لگے ہوئے تھے۔

# تیسرا باب

## روٹی کی کیفیت و مہیت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مالک بن خزائن خداوندی صلی اللہ علیہ وسلم کئی راتیں مسلسل خالی پیٹ سو جاتے اور آپ کے اہل خانہ کے پاس بھی کھانے اور کھلانے کی کوئی چیز موجود نہ ہوتی اور عام طور پر جوگی روٹی میسر آتی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں جوگی روٹی بھی نہ بچتی یعنی پیٹ بھر میر نہ ہوتی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ آیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میدہ کی روٹی تناول فرمائی تو انہوں نے فرمایا (جہاں تک چشم ظاہر کا تعلق ہے اور اسباب عادیہ کا) تو آپ نے (اپنی حیات طیبہ میں) اسکو دیکھا ہی نہیں تناول فرمایا تو اور بات ہے۔ ان سے عرض کیا گیا کیا تمہارے ہاں آٹا چھانسنے کے لیے چھلنیاں ہوتی تھیں تو انہوں نے فرمایا نہیں ہمارے پاس یہ نہیں ہوا کرتی تھیں تو آپ سے عرض کیا گیا پھر جوگی کے آٹا کے ساتھ کیا کرتے تھے (چھانسنے بغیر تو اس کی روٹی کھانی بہت ہی مشکل ہوتی ہے) انہوں نے فرمایا پھونک مار لیا کرتے تھے جو چھان اڑ گیا اور باقی گوندھ کر پکا لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خوان پر کھانا رکھ کر تناول نہیں فرمایا اور نہ ہی میدہ کی روٹی تناول فرمائی یہاں تک کہ آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف منتقل ہوئے۔

## چوتھا باب

### پسندیدہ سبزیاں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب ترین کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سبزیاں اور ترکاریاں تھیں۔

# پانچواں باب

سرکہ بطور سالن

حضرت عبدالمتدین عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سرکہ انتہائی پسندیدہ سالن تھا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کوئی چیز ہے؟ میں نے عرض کیا اور تو کچھ نہیں صرف سوکھی روٹی ہے اور سرکہ ہے تو آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ وہ گھرانہ فقر کا شکار نہیں ہوتا ہے اور نہ اداام و سالن سے خالی جس میں سرکہ موجود ہو۔

## چھٹا باب

ککڑی کا استعمال

ربیع بنت مویز سے مروی ہے فرماتی ہیں مجھے معاذ بن عمرو نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال دے کر بھیجا جس کے اوپر چھوٹی چھوٹی بالوں والی ککڑیاں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو پسند فرماتے ہیں جب وہ کھجوریں اور ککڑیاں تھال میں لے کر حاضر ہوئی تو آپ کی بارگاہ میں سونے چاندی کے ٹکڑے پڑے تھے جو بحرین سے آپ کی خدمت میں پہنچے تھے آپ نے مٹھی بھر کر رویم مجھے بھی مرحمت فرمایا۔

## ساتواں باب

کدو کا استعمال

حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک درزی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا پکایا اور آپ کو دعوت دی میں آپ کے ساتھ اس کھانے میں شریک تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں جو کئی روٹی پیش کی اور شوربا جس میں کدواں

نشک گوشت تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالہ سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے ہیں تو اس دن سے میں کدو پسند کرنے لگ گیا اور مجھے اس سے پیار سا ہو گیا۔

ابوطالوت سے منقول ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کدو تناول فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ ارے کدو کی بیل تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہونے کی وجہ سے مجھے کتنی ہی محبوب اور پیاری لگتی ہے۔

## آٹھواں باب

### گھی اور پنیر کا استعمال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں گھی پنیر اور سوسمار دگوہ پیش کی گئی۔ آپ نے گھی اور پنیر کو تناول فرمایا اور سوسمار کے متعلق فرمایا۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو میں نے کبھی نہیں کھایا کوئی چاہے تو کھالے چنانچہ اسے آپ کے دسترخوان پر اور آپ کے سامنے کھایا گیا۔ (مگر خود آپ نے اسے نہیں کھایا۔)

## نواں باب

### حلوہ کا استعمال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک کھجور کی خرید بہت پسندیدہ تھی جس کو حلوہ کہا جاتا ہے۔

عہ بعض روایات میں گڑ کے کھانے سے نہی دارو ہے جیسا کہ ابو داؤد شریفین میں مروی ہے لہذا احناف کے نزدیک اس کا کھانا ممنوع ہے اور یہ روایت منوع ہے۔ محمد اشرف۔

## دسواں باب

### شرید سے محبت

عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف آدمی بھیجا کہ آپ خود تشریف لائیں اور اپنے موالی (آزاد کردہ غلام خدام) میں سے بھی جن کو ہمراہ لانا چاہیں لے آویں چنانچہ وہ تشریف لائے اور ہم بھی ان کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت سعید سے فرمایا: ہمارے پاس شرید بنا کر لاؤ۔ کیونکہ سب کھانوں میں سے زیادہ پسندیدہ کھانا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شرید ہی تھا گوشت کے شوربا میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر اور انہیں اچھی طرح گلا کر تیار کیا ہوا کھانا شرید کہلاتا ہے،

## گیارہواں باب

### اکٹھے دوکھانے

حضرت سہل بن سعد سادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تریبوز کو کھجور کے ساتھ ملا کر تناول فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تریبوز اور کھجور کو ملا کر تناول فرماتے دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تریبوز اور کھجوریں ملا کر کھانا پسند تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام دائیں ہاتھ سے کھجوریں تناول فرما رہے تھے اور تریبوز آپ کے دوسرے ہاتھ میں تھا اور آپ دو ٹوکو ملا کر تناول فرما رہے تھے اور سب پھلوں اور میوہ جات سے زیادہ پسندیدہ آپ کے نزدیک یہی پھل تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول ثقلین نبی الطہین صلی اللہ علیہ وسلم تریبوز کو کھجوروں سے ملا کر کھاتے اور خیاری یعنی لکڑی کو نمک کے ساتھ۔

## بارھواں باب

### گوشت اور پسندیدہ اعضاء

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے کہ آپ کی خدمت اقدس میں گوشت لایا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو بوٹی اچھی نظر آتی، وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ سب سے اچھا گوشت بیٹھ کا گوشت ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گوشت لایا گیا اور جانور کا بازو اٹھا کر آپ کو پیش کیا گیا کیونکہ وہ آپ کو بہت پسند تھا۔

ابو عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہنڈیا پکائی اور آپ کو اگلے پاؤں کا گوشت بہت ہی پسند تھا لہذا میں نے وہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ دوسرا بازو مجھے دے میں نے وہ پیش کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اور بازو مجھے دے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے اگلے پاؤں کتنے ہوتے ہیں، یعنی دو ہی تو تھے جو میں نے پیش کر دیے ہیں تو آپ نے مزید حکم کیسے دیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کرتا رہتا اور میرے طلب کرنے پر ہنڈیا سے نکالتا رہتا تو بازو اور اگلے پاؤں کا گوشت نکلتا ہی رہتا جب تک میں طلب کرتا رہتا (مجھے یہ نہیں دیکھنا چاہیے تھا کہ بکری کے اگلے بازو کتنے ہوتے ہیں بلکہ یہ دیکھنا تھا کہ طلب فرمانے والا کون ہے اور ان کو دینے والا کون؟)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے ثنانے کا گوشت جتنا پسند تھا اتنا اور کوئی عضو پسند نہیں تھا۔

## تیرھواں باب

### خشک گوشت کا استعمال

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خشک گوشت

## پودھواں باب

بھنے ہوئے گوشت کو تناول فرمانا

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔

## پندھواں باب

مرغ کے گوشت کو تناول فرمانا

زہدم جرمی سے منقول ہے کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ان کا کھانا آگیا اور اس میں مرغ کا گوشت بھی تھا۔ حاضرین مجلس میں بنی تیم اللہ کا ایک فرد بھی موجود تھا وہ دسترخوان کے قریب نہ ہوا تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آگے بڑھو اور کھاؤ کیونکہ میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔

## سولہواں باب

لحم جبارمی کو تناول فرمانا

عمر بن شعیب نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ میرے دادا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جباری (کونج) کا گوشت کھایا۔



## سترھواں باب

### ناپسندیدہ اشیاء کا تناول نہ فرمانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنی خالہ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں سوہمار (گوہ) کا گوشت رکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے جب تک یہ نہ عرض کیا جاتا کہ یہ کیسا کھانا ہے لہذا عورتوں میں سے بعض نے کہا کیا تم آپ سے عرض نہیں کرتیں کہ یہ کونسا کھانا ہے جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ سوہمار کا گوشت ہے تو آپ نے اس کو ترک فرما دیا اور نہ کھایا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کیا یہ حرام ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں لیکن یہ ایسا طعام ہے جو میرے آبائی وطن میں نہیں تھا لہذا طبعاً اس سے کراہت و نفرت محسوس کرتا ہوں۔ تو حضرت خالد فرماتے ہیں میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھایا (آپ نے مجھے کھانے سے منع نہیں فرمایا)۔

(اخرجہ البخاری والمسلم)

ابوالشیخ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمایا اے قوم محارب اللہ تعالیٰ تمہاری نفرت دامن اور فرمائے۔ مجھے عورت کا دودھ اور دودھ مت پلانا بلکہ مردوں نے جو دودھ دوبا ہو وہ پلانا۔

عسکری فرماتے ہیں کہ عورتوں کا جالوزوں سے دودھ نکالنا عربوں کے نزدیک عیب سمجھا جاتا تھا اور وہ اس کو عار سمجھتے تھے اور مقام ہجو میں اس عیب کو ذکر کرتے تھے اور انہوں نے اس قسم کے ہجو یہ اشعار کہے ہیں۔

كَمْ عَمَّةٍ كَفَّ يَاجْرِيْدٌ وَخَالَئَةٌ  
فَدَعَاءٌ قَدْ حَلَبْتُ عَلَى عِشْقَادِي

اے جبریر تیری کتنی ہی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں جن کے ہاتھ دودھ نکالتے نکالتے ٹیڑھے ہو چکے ہیں وہ میری اونٹنیوں کا دودھ بھی دوہتی رہی ہیں۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کا نکالا ہو اور وہ ان کے حیف و نفاس میں مبتلا رہنے کی وجہ سے ناپسند فرمایا ہو اور اس قول کی تائید حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے لطیف تر اور پاکیزہ تر تھے۔ آپ مشکیزہ کے وہلنے سے پانی نوش نہیں فرماتے تھے اور کھلے پھر لے والے مرغ وغیرہ کا گوشت تناول نہیں فرماتے تھے اگرچہ اس کو حرام بھی نہیں فرماتے تھے اور زہری فرماتے ہیں کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم قاذورات کو استعمال نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی مرغ کو جب تک اسے پابند رکھ کر دانہ و نکانہ کھلایا جاتا۔ زہری فرماتے ہیں کہ قاذورہ سے مراد قابل نفرت اشیاء ہیں اور گویا مقصد یہ ہے کہ آپ نجاست وغیرہ کھانے والے جانوروں سے پرہیز فرماتے تھے جب تک کہ ان کو پاکیزہ اشیاء نہ کھلائی جاتیں اور کبھی قاذورہ کا اطلاق فعل قبیح پر بھی کیا جاتا ہے اور اسی پر مبنی ہے قول حضور علیہ السلام کا من اقی شیئا من ہذا القاذورات یعنی جو شخص ان امور قبیحہ میں سے کسی امر کا مرتکب ہو۔

## اکھارہواں باب

بدبودار اشیاء سے اجتناب

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھاتے تو بچا ہوا کھانا حضرت ابو ایوب انصاری کے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن آپ کی بارگاہ اقدس میں ایک پیالہ سالن کالایا گیا جس میں لسن تھا آپ نے بغیر کھائے اس کو حضرت ابو ایوبؓ کے پاس بھیج دیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا حرام تو نہیں لیکن میں اس کی بو کو ناپسند کرتا ہوں (تم اس کو کھا لو) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو چیز آپ کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے (الفردیہ الامام البخاری)۔

## انیسواں باب

جمار (کھجور کا نوخیز خوشہ) تناول فرمانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کا نوخیز خوشہ (جو ابھی سفید اور انتہائی ملائم ہوتا ہے) تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔

## بیسواں باب

حلوے اور شہد کو پسند فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حلوے اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔

## اکیسواں باب

خشک کھجوریں تناول فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک کھانا کھجوریں نہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین طعام عجوہ کھجوریں تھیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برتن کی قریب ترین اور سامنے والی جانب سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے مگر جب کھجوریں پیش کی جاتیں تو پھر آپ کا ہاتھ مبارک سارے برتن میں گردش کرتا۔

حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام ہمارے ہاں تشریف لائے میرے باپ نے آپ کی خدمت میں خشک کھجوریں اور سوپ (ستو) پیش کیا۔ آپ نے کھجوریں کھانا شروع فرمائیں اور گٹھلیاں بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں (شہادت والی اور درمیانی) پر رکھتے رہے اور پھر انہیں پھینک دیا۔

## بائیسواں باب

انگور تناول فرمانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوروں کا خوشہ بطور خزا

استعمال فرماتے دیکھا یعنی خوشتر کے دانے یکے بعد دیگرے منہ مبارک میں ڈالتے اور اس کی شاخ کو پیچھے کھینچ لیتے۔

## تیسواں باب

### تازہ کھجور کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تازہ کھجوریں پیش کرتا تو آپ ان کو تناول فرماتے اور آخری حصہ کو ترک فرما دیتے (جس پر خشک چھلکا ہوتا ہے اور شاخ سے وابستہ ہوتا ہے) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجوروں کے موسم میں ان کے ساتھ افطاری کرنا پسند فرماتے اور اگر رطب نہ ہو تو پھر تمرات یعنی خشک کھجوروں کے ساتھ افطاری فرماتے اور طاق عدد استعمال فرماتے یعنی تین یا پانچ یا سات۔

## چوبیسواں باب

### تازہ پھل اور آپکی کیفیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں تازہ کھجوریں پیش کی جاتیں تو دعا فرماتے اے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے ہمارے شہر مدینہ میں برکت عطا فرما اور ہمارے پیالوں (مد کیلو) اور صاع (تقریباً چار کیلو) میں برکت عطا فرما اور اس برکت کو دوگنا فرما۔ پھر وہ پھل مجلس اقدس میں حاضر بچوں میں سب سے چھوٹے بچے کو عطا فرماتے۔

## پچیسواں باب

### خبیص کا استعمال

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم مرید یعنی کھجوریں سکھانے

کے مقام کی طرف نکلے۔ ناگاہ دیکھا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اونٹنی کی مہار پکڑے آرہے ہیں جس پر آٹا لکھی اور شہد لدا ہوا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ اونٹنی بٹھا دو۔ انہوں نے اسے بٹھا دیا۔ پھر ہتھیا طلب فرمائی اور اس میں لکھی، شہد اور آٹا ڈال دیا۔ پھر اس کے نیچے آگ جلانے کا حکم فرمایا حتیٰ کہ وہ آٹا بھن گیا اور علوہ تیار ہو گیا۔ تو فرمایا اسے کھاؤ۔ اور خود بھی اس سے تناول فرمایا اور بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔

## پھیسواں باب

### بوقت تناول تین انگلی کا استعمال

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انگلیوں یعنی انگوٹھے، شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی کے ساتھ تناول فرماتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ درمیانی پھر شہادت والی اور پھر انگوٹھے کو چاٹ رہے تھے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور اپنے ہاتھ مبارک کو کسی رومال یا تولیہ وغیرہ کے ساتھ صاف نہیں فرماتے تھے۔ تا وقتیکہ چاٹ نہ لیتے۔ انقروہ المسلم۔

## سائیسواں باب

### اپنے آگے سے کھانا

عبدالحکمؓ سے منقول ہے کہ مجھے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے کھاتے ہوئے دیکھا جبکہ میں نوخیز بچہ تھا میں کبھی برتن کے ایک حصے سے کھاتا تو کبھی دوسرے حصے سے تو آپ نے فرمایا۔ اے بچے! اس طرح مت کھاٹے، کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تناول فرماتے تھے تو آپ کا ہاتھ مبارک سامنے والے حصے سے ادھر ادھر بجاؤں نہیں کرتا تھا۔

## اٹھائیسواں باب

تناول کے وقت بیٹھنے کا طریقہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں کھجوریں پیش کی گئیں۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ اشدت جوع کی وجہ سے بصورت اقعار بیٹھ کر آپ ان کو تناول فرمانے لگے۔ یعنی سرین کے بل بیٹھ کر اور ہنڈلیاں مبارک اور ران مبارک کھڑے کر کے۔

## اٹھائیسواں باب

ٹیک اور سہارے سے پرہیز

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا میں تو ہرگز اوٹ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ (بخاری شریف)

## تیسواں باب

اظہار مذمت سے پرہیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا جب کھانا پیش کیا جاتا اگر خواہش ہوتی تو تناول فرمالتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (ازہرہ الشیخان)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام کسی طعام کی مذمت نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی مدح فرماتے تھے

# اکیسواں باب

## اشیاء صدقہ سے پرہیز

بہزبن حکیم اپنے والد گرامی کے واسطے سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا صدقہ نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے اور نہ ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بارگاہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کوئی چیز لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یہ صدقہ ہے۔ آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد فرمایا تم اسے کھاؤ اور خود اسے تناول نہ کرو۔ وہ دوبارہ کوئی چیز لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے دیکھا کہ آپ اموال صدقہ کو تناول نہیں فرماتے۔ یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔ آپ نے خود بھی اسے تناول فرمایا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی کھانے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے بھی اسے کھایا۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آفتاب رسالت ماہتاب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو صدقہ کی وصولی کے لیے بھیجا۔ اس نے حضرت ابو رافع کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا صدقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے لیے حرام ہے اور قوم کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام قوم کے حکم میں ہوتا ہے (اور چونکہ تو میرا آزاد کردہ غلام ہے لہذا تیرے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ اس لیے فراہمی زکوٰۃ کے لیے تم نہیں جا سکتے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس کے متعلق دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر عرض کیا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے۔ تم اسے کھاؤ اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو آپ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھاتے۔

ابو الوفا علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ صدقہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے حرام کیا گیا ہے کہ وہ معرفت کے قبیل سے ہے جو کہ مسکنت کا مقتضی ہے اور لوگوں کی دست نگرانی کا لہذا خاندان نبوت کو اس سے محفوظ کر دیا گیا۔ کہ ان کے ہاتھوں پر کسی کا ہاتھ (بوقت عطا) بند ہو۔ اور ہدیہ آپ کے لیے مباح قرار دیا گیا کیونکہ

ہدیہ تحیہ اور تحفہ ہے اور تحائف و ہدایا میں حکم خداوندی یہ ہے کہ جو تمہاری خدمت میں ہدیہ لایا گیا ہے اس سے بہتر ہدیہ اور تحفہ دو اور گھرانہ نبوت مکارم اور اخلاق عالیہ کا گھر ہے اور طلب مزید کے لیے لوگوں کی رغبت اور امیدوں کا مرکز (اور یہ عظمت شان کی دلیل ہے اور اٹا لوگوں کی دست نگرانی اور محتاجی کی دلیل لہذا خاندان نبوت کے معنی و قاسم ہونے کی

## تیسواں باب

### بعد از طعام حمد الہی

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھا کر فارغ ہوتے اور آپ کا دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ فرماتے۔ الحمد لله جدا کثیراً طیباً مبارکاً فیہ غدیہ مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے بے شمار اور بابرکت تعریفیں جنہیں نہ تو کما حقہ ادا کیا جاسکتا ہے نہ چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ ان سے بے نیاز رہا جاسکتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین۔ حمد و ثنا ہے خدا کے بزرگ و برتر کے لیے جس نے ہمیں کھلایا۔ پلایا اور اپنا اطاعت گزار بنایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھانے کے لیے بلایا، ہم آپ کے ساتھ دو لنگدہ پر حاضر ہوئے۔ جب آپ نے کھانا تناول فرمایا اور دست اقدس دھو لیے تو فرمایا۔ الحمد لله الذی یطعم ولا یطعم۔ من علینا نهدانا و اطعمنا وسقانا و کمل بلاء حسن بلانا۔ الحمد لله غیر مودع ولا مکفور ولا مستغنی عنہ ربنا۔ الحمد لله الذی اطعم من الطعام و سقی من الشراب و کسى من العری و هدای من الضلالتہ و بصتر من العمی، الحمد لله الذی فضلنی علی اکثر من خلق تفصیلاً الحمد لله رب العالمین۔

ترجمہ :- حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جو کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا۔ ہم پر احسان فرمایا پس ہمیں ہدایت سے نوازا اور ہمیں کھلایا اور پلایا اور ہر آزمائش میں ہمیں کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے در الخالیکہ وہ ترک کی جانے والی نہیں ہے۔ نہ اس کا پورا حق ادا کیا جاسکتا ہے اور نہ کفران اور ناشکری اور نہ اس سے استغناء ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ اے رب ہمارے۔ اس اللہ جل شانہ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں طعام کھلایا۔ پانی پلایا اور برہنگی کے بعد پوشاک پہنائی اور راہ راست دکھلائی۔ بینائی سے سرفراز فرمایا اور اندھا پن دور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے مجھے بہت سی مخلوق پر فضل و شرف اور سرفرازی و سر بلندی کے ساتھ مشرف فرمایا۔ الحمد لله رب العالمین۔



حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے اور پیتے تو فرماتے۔  
الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وسوغه وجعل له مخرجاً۔ اس خدا تعالیٰ کے لیے حمد ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور  
اسے ہمارے لیے خوشگوار بنایا اور اس کے فضلہ کے نکلنے کے لیے راستہ بنایا۔

---

# ابواب مشروبات

## باب اول

### استعمال شربت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقام سقیاء سے شربت لایا جاتا تھا (کیونکہ مدینہ منورہ کے عام کنوؤں کا پانی نمکین اور کھاری تھا۔ صرف چند کنوئیں شیریں پانی والے تھے،

## دوسرا باب

### رکھا ہوا پانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک قبیلہ کے ہاں ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ نے پانی طلب فرمایا اور پانی کی ایک نالی قریب ہی تھی تو آپ نے فرمایا اگر رات کا بھر کر رکھا ہوا باسی پانی ہے تو بہتر ورنہ ہم یہاں سے پی لیں گے۔ (بخاری شریف)

## تیسرا باب

### ٹھنڈا پانی

عبادہ بن ولید نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری خادم تھا جو پرانے مشکیزوں میں پانی بھر کر اور کھجور کی شاخوں کے ساتھ لٹکا کر آپ کے لیے ٹھنڈا کرتا۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا میٹھا پانی بہت مرغوب تھا۔

## چوتھا باب

### مشروبات کے لیے برتن

عیسیٰ بن طہمان نے ثابت سے ناقل ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے لکڑی کا موٹی اور چوڑی تہ والا پیالہ ہمارے سامنے رکھا جس کو لوہے کی تاروں سے جوڑا گیا تھا اور فرمایا کہ اے ثابت یہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے (جس میں کہ آپ پانی وغیرہ نوش فرمایا کرتے تھے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اس پیالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے مشروبات پلائے ہیں۔ پانی، نمبید، شہد اور دودھ۔

محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے گھر لکڑی کا پیالہ دیکھا۔ انہوں نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ پیالہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی وغیرہ پیتے تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اسکندریہ کے بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شیشے کا ایک پیالہ بطور ہدیہ پیش کیا تھا آپ اس سے مشروبات پیا کرتے۔

## پانچواں باب

### دودھ کا استعمال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب مشروبات سے زیادہ پسندیدہ مشروب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دودھ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے کھانے عطا فرمائے تو چاہیے کہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بجالائے۔ اللهم بارک لنا فیہ وابدنا فیہ ما ہو خیر منہ۔ اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور اس کے بدلے ہمیں اس سے بہتر عطا فرما اور جس کو اللہ تعالیٰ دودھ عطا فرمائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس طرح کہے۔ اللهم بارک لنا فیہ وانا منہ۔ اے اللہ ہمارے لیے اس میں برکت

عطا فرما اور اس کی نسبت زائد عطا فرما یعنی یہاں اس کی نسبت بہتر طلب نہ کرے، کیونکہ ہمارے علم میں دودھ کے علاوہ کوئی ایسا مشروب نہیں ہے جو ماکول و مشروب دونوں کی طرف سے کفایت کرنے والا ہو، لہذا سب سے بہتر ہی ہے۔

## چھٹا باب

بنیذ اور اس کی کیفیت

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم صبح کے وقت فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بنیذ بناتے یعنی کھجوریں پانی میں بھگو رکھتے تو آپ اسے پچھلے وقت نوش فرماتے اور پچھلے وقت آپ کے لیے بنیذ بناتے جس کو آپ صبح استعمال فرماتے۔

## ساتواں باب

ستو کا استعمال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ میں دودھ شہد اور ستوپلایا کرتا۔ نیز بنیذ اور کھنڈ پانی۔

## آٹھواں باب

پینے کی کیفیت

ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دانتوں پر مسواک چوڑائی والی سمت میں فرماتے تھے یعنی دائیں بائیں نہ کہ اوپر نیچے اور پیتے وقت یوں پیتے گویا مشروب کو چوس رہے ہیں اور

فرماتے کہ اس طرح پینا خوشگوار ہے اور سود مند اور تیزی کے ساتھ بے دریغ و بے تماشاً پینا گرائی اور فساد  
معدہ کا موجب

## نوال باب

### برتن میں تین بار سانس لینا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پیتے وقت تین مرتبہ سانس  
لیتے بظاہر ترجمہ الفاظ حدیث یتنفس فی الاثناء کا یوں بنتا ہے کہ برتن میں سانس نکالتے تھے لیکن صحیح معنی وہی ہے  
جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے (اور سرور انبیاء علیہ السلام کی حدیث قولی اور عمل سے یہی امر ثابت ہے)۔  
حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جب بھی کوئی شخص برتن کے  
ساتھ منہ لگا کر پیئے تو برتن کے اندر سانس نہ نکالے نیز ہمارے اس قول کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت انس سے  
منقول ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ایک گھونٹ بھرا اور برتن الگ کر دیا۔ پھر لسم اللہ  
پڑھی ایک گھونٹ بھرا پھر برتن منہ مبارک سے الگ فرمایا پھر لسم اللہ پڑھی۔ ایک گھونٹ بھرا اور برتن کو الگ فرما دیا۔ حتیٰ کہ  
پینے سے فارغ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کوئی مشروب استعمال فرماتے تو تین بار  
سانس لیتے اور ہر حمد باری تعالیٰ بجالاتے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے۔

## دسواں باب

### بیٹھے اور کھڑے مشروبات کو نوش فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر بھی پیا اور کھڑے ہو  
کر بھی جوتے اتار کر بھی نماز ادا فرمائی اور پہن کر بھی اور سلام پھیرنے کے بعد کبھی دائیں جانب پھرے تو کبھی بائیں جانب  
دنا کہ کسی ایک صورت کا التزام امت کے لیے موجب کلفت نہ بنے لہذا وسعت پیدا فرمادی۔

# گیارہواں باب

## صحابہ کرام اور تبرک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پلاتے وہ عرض کرتے یا رسول اللہ کاش آپ پہلے پی لیتے تو آپ فرماتے: "ساقی القوم آخرهم شرباً" قوم کو پلانے والے کا حق یہ ہے کہ وہ خود آخر میں پیئے۔

# بارہواں باب

## تبرک تقسیم فرمانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور انبیاء علیہ وسلم السلام ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ کے لیے گھر میں پالی پوسی ہوئی بکری کا دودھ نکالا اور گھر میں موجود کنوئیں سے ٹھنڈا پانی نکال کر اس کو دودھ میں ملا کر ٹھنڈا کیا۔ پھر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھا تھا اور دوسری جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک سمت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب آپ نے نوش فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنا بچا ہوا تبرک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں تو آپ نے اعرابی کو عطا فرماتے ہوئے اس کی حکمت بیان فرمائی اور فرمایا حکمین (فلا مین) دایاں پھر دایاں و علی ہذا یعنی عطاء و بخشش میں دایاں جانب سے آغاز و ابتداء کرنی چاہیے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشروب لایا گیا آپ نے اس سے پیا۔ دایاں جانب ایک اعرابی لگا بیٹھا تھا اور بائیں جانب شیوخ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے آپ نے اس لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اجازت دیتا ہے کہ میں یہ مشروب ان اکابر صحابہ کو دے دوں تو اس نے عرض کیا واللہ لا اذکر نصیبی منك احداً۔ بخدا میں آپ سے ملنے والے حصہ و نصیب پر کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیتا آخرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن ذرا جھٹکے کے ساتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

(دونوں روایات بخاری و مسلم میں منقول ہیں)

## ابواب

## نیند اور استراحت

## باب اول

## رات کی کیفیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو (لوگوں کے قصص و واقعات جو افسانوی انداز میں یکے بعد دیگرے نقل ہوتے چلے آتے ہیں میں سے) ایک قصہ و حکایت بیان فرمائی تو اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہم میں سے ایک نے کہا یہ واقعہ خرافات جاہلیت میں سے ہے۔ تو آپ نے فرمایا جانتے ہو حدیث خرافہ کیا ہے؟ قبیلہ مخزوم کا ایک آدمی تھا جس کو جن گرفتار کر کے لے گئے تھے وہ عرصہ دراز تک ان میں رہا۔ پھر انہوں نے اس کو وطن اور قبیلہ کی طرف لوٹا دیا۔ جو عجیب اور انوکھے امور اس نے وہاں دیکھے وہ لوگوں کو بیان کرتا تو لوگ کہتے یہ گفتگو اور حدیث، حدیث خرافہ ہے یعنی یہودہ اور بے اصل۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ اسی قسم کی حکایات میں سے حدیث ام زرع بھی ہے جو کہ معروف و مشہور ہے اور کتب حدیث میں منقول جو کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی۔

## دوسرا باب

## مکان کی چھت پر تشریف لیجانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم گرمیوں کا آغاز ہوتا تو جمعہ کی رات کو چھت پر چڑھتے (اور راتوں کو اوپر آرام فرماتا شروع فرماتے) اور سردیوں کا آغاز ہوتا تو جمعہ کی رات ہی سے اوپر سونا ترک فرماتے اور مکان کے اندر آرام فرماتے۔

## تیسرا باب

سونے سے پہلے وضو

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی حاجت ہوتی اور سونے کا ارادہ فرماتے تو اسنجا فرماتے۔ بعد نماز کے وضو کی طرح وضو فرماتے اور پھر آرام فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

## چوتھا باب

نیند کے وقت سرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے ہر رات آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے اور ہر آنکھ میں تین سلائیاں لگاتے تھے۔

## پانچواں باب

بستر مبارک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کا بستر استراحت جس پر رات کو آرام فرماتے تھے چمڑے کا بنا ہوا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

## چھٹا باب

بستر پر آنے کی کیفیت

ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو ہر رات



آپ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ دو نو ہتھیلیاں جمع فرما کر ان میں قل هو اللہ احد - قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس - پڑھ کر پھونک مارتے۔ پھر جہاں تک ہاتھ مبارک پہنچانے ممکن ہوتے آپ جہاں پر ان کو پھیرتے۔ آغاز سر اقدس اور چہرہ النور اور سامنے والے حصہ بدن سے فرماتے اور تین مرتبہ اسی طرح عمل فرماتے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر کی طرف متوجہ ہوتے اور اس پر سونے کا ارادہ فرماتے تو یہ کلمات طیبہ زبان اقدس پر جاری فرماتے۔

اللہ ورب السموات السبع ورب الارضین قدسا ورب کل شیء خالق الحب والنوی منزل التوراة والانجیل  
والزبور والعرقان، اعوذ بک من شر کل شیء انت اخذ بنا حیثہ، انت الاول فلیس قبلك شیء وانت الاخر فلیس  
بعدک شیء وانت الظاہر فلیس فوقک شیء، وانت الباطن فلیس دونک شیء اقض عنی الدین واغننی من الفقر۔

ترجمہ: اے اللہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کے مالک جو تقدس محض اور پاکیزگی مطلق ہے اور اے رب اور مالک ہر شے کے دانوں اور گٹھلیوں کو پھاڑ کر پودوں میں تبدیل فرمانے والے تورات و انجیل اور زبور و قرآن کو نازل فرمانے والے میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ جملہ اشیاء کے شر و ایذا سے جو کہ تیرے قبضہ قدرت میں ہیں تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں ہے تو ہی آخر ہے۔ تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے۔ ظاہر فقط تو ہے تجھ سے زیادہ ظاہر کوئی شے نہیں ہے اور باطن اور مخفی کتبہ ذات کے لحاظ سے بھی فقط تو ہی ہے۔ تجھ سے زیادہ کوئی مخفی نہیں ہے۔ میرے قرضے ادا فرما اور مجھے احتیاج خلق سے مستغنی فرما۔

## ساتواں باب

### نیند کی کیفیت

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر کی طرف راغب ہوتے تو دائیں پہلو لیٹتے۔ پھر فرماتے۔

اللہم انی اسلمت نفسی الیک ووجہت وجہی الیک والیجات ظہری الیک، رغبۃ وراہبۃ  
الیک لا ملجاء ولا منجی منک الا الیک، امنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی  
ارسلت۔

ترجمہ: اے اللہ میں نے اپنی جان کو تیرے پہلو کیا اور تیرے والے کو دیا ہے اور تیرے

کو تیری طرف متوجہ کیا اور تیری ذات ہی میری پشت پناہ ہے۔ تیری عطا و بخشش میں رغبت کرتے ہوئے اور تیری گرفت سے ڈرتے ہوئے۔ تیرے علاوہ نہ کوئی جائے پناہ ہے اور نہ کوئی محل نجات و خلاص۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل فرمائی اور اس نبی اقدس کی ذات پر جس کو تو نے منصب رسالت سے سرفراز فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے یہ کلمات طیبات پڑھے اور پھر سو گیا اگر اس رات فوت ہو جائے تو دین نطرت پر وفات پائے گا۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب خواب گاہ پر تشریف لاتے تو فرماتے الحمد لله الذی احیانا بعد ما ماتنا والیہ النشور۔ اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے حمد ہے۔ جس نے ہمیں وصال کے بعد یعنی نیند میں قبض ارواح کے بعد حیات اور بیداری سے مشرف فرمایا اور سب مخلوق کی اسی کی طرف بعد از وفات بروز محشر اٹھ کر حاضر ہے۔

## آٹھواں باب

### بیداری کے بعد کی دعائیں

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بیدار ہوتے تو فرماتے الحمد لله الذی احیانا بعد ما ماتنا والیہ النشور۔ اللہ تعالیٰ کے لیے حمد و ثناء ہے جس نے ہمیں نیند کے بعد بیداری سے بہرہ ور کیا اور سب مخلوق کا اسی کی طرف حشر نشتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے ہاں رات گزار دی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر استراحت فرما ہوئے۔ حتیٰ کہ جب آدھی رات ہوئی یا ذرا اس کے قریب تو آپ بیدار ہوئے، چہرہ اقدس اور مبارک آنکھیں دونوں ہاتھوں سے مل کر نیند کے اثرات کو زائل کرنا شروع کیا۔ پھر سورہ آل عمران کی دس آخری آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر وضو کیا اور نماز شروع فرمائی۔

شمر بن عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت سفر میں دیکھا تو دل میں یہ عہد

نوٹ :- یہاں سہراوی ہے یا وہم ناسخ و کاتب دراصل روایت یوں ہے کہ جب چشم اقدس خواب نوشیں سے بیدار ہوتی تب یہ کلمات طیبات زبان اقدس پر جاری ہوتے اور مضمون دعا بھی اسی امر پر دلالت کرتا ہے اور خواب بن جوڑی نے اگلے باب میں یوں ہی روایت درج کی ہے۔

کیا کہ آج رات میں ضرور بالضرور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت صلوٰۃ کا ملاحظہ و مشاہدہ کروں گا۔ جب آپ نے نماز عشا ادا فرمائی تو خوابگاہ میں لیٹ گئے۔ کافی دیر استراحت فرما رہے۔ پھر بیدار ہوئے تو نگاہ اقدس آسمان کی طرف اٹھائی اور رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سِوَاكَ لَا تَخْلُقُ الْمِيعَادَ تَحْتَ تِلَاوَتِ فَرْمَانِي۔

## نواں باب

### چشم مبارک اور قلب اطہر

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر ادا فرمانے سے قبل سو جاتے ہیں (میں خراٹوں کی آواز سنتی رہتی ہوں پھر اٹھ کر وتر ادا فرماتے ہیں اور دو رکعت فجر اور جماعت بھی کراتے ہیں مگر وضو نہیں فرماتے حالانکہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) تو آپ نے فرمایا "بَاعَالِشَّةِ اِنْ عَيْنِي تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔" اسے عائشہ بے شک میری دونوں آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے وہ نہیں سوتا اور جو نیند وضو توڑتی ہے وہ ایسی نیند ہے جس میں دل بھی سو جائے اور کمال غفلت طاری ہو جائے لہذا میرا وضو محض نیند کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا۔

سوال: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ہماری نیند کے ساتھ آنکھوں کے انطباق اور بندش میں شریک و مساوی ہے اور عدم سماع میں بھی حتیٰ کہ آپ نماز فجر کے وقت میں البیلہ تقریس کے اندر سو رہے اور سوج کی دھوپ سے آپ بیدار ہوئے تو پھر ہماری اور آپ کی نیند میں کیا فرق ہے؟

جواب: علامہ ابن عقیل رحمہ اللہ تاملنے نے اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ نیند دو امر پر مشتمل ہے اول راحت جسد و بدن اور ثانی غفلت قلب و باطن۔ امر اول میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مشارک ہیں لیکن امر ثانی میں ممتاز و مختلف آپ کا دل اقدس بیدار رہتا احلام فارغہ اور اضغاث سے محفوظ تھا اور نیند کی حالت میں بھی وحی کو اخذ اور ضبط کرنے والا۔ امت کی مصیبتوں اور بہتریوں میں بیداری کی مانند متفکر۔ آپ کا دل اقدس حالت نیند میں بھی مقاصد تخلیق و بعثت سے غافل نہیں رہا لہذا آپ کا وضو نیند کے باوجود نہیں ٹوٹتا تھا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت وحی میں ایک استغرائی حالت طاری ہو جاتی تھی اور آپ کا انفعات حاضرین بلکہ عالم دنیا سے بھی منقطع ہو جاتا اور آپ ایک دوسرے جہان کی طرف منتقل ہو جاتے حالانکہ ایسی حالت کسی امتی پر طاری ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں بھی اپنی محافظت فرمانے والے تھے۔ اور

امور طبیعیہ کے غلبہ سے اور اعضاء و مخارج کے استرخا سے محفوظ تھے اور اس وقت ہم سے غائب ہو کر ایک عظیم حالت کی طرف مائل ہوتے اور مستغرق اور اللہ تعالیٰ اس حالت میں جو اسرار و رموز چاہتا آپ پر منکشف فرماتا تو جیسے آپ کی یہ حالت بظاہر عوام الناس کی حالت غشی کے مشابہ ہے مگر حقیقت میں کوئی نسبت ہی نہیں لہذا احکام جداگانہ ہیں اسی طرح آپ کی نیند بظاہر عوام الناس کی طرح ہے لیکن درحقیقت قطعاً کوئی مماثلت و مشارکت نہیں ہے۔ لہذا احکام بھی جداگانہ ہیں۔

الغرض سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند امرثانی کے لحاظ سے عوام کی طرح نہیں ہے۔ رہا شبہ لیلۃ القدر میں سوتے رہنے کا تو اس کا جواب دو وجہ سے ہے۔

وجہ اول :- اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تصرف فرما کر قلب بیدار پر نیند کی حالت طاری فرمادی تاکہ حالت سو و غفلت اور نیند وغیرہ میں رہ جانے والی نمازوں کو قضاء کرنے کا عملی نمونہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے آجائے اور یہ صورت حال ایسی ہے جیسے کہ پانی آپ کے لیے موجود نہیں تھا اور وضو کرنا ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے پانی نازل فرمائے یا زمین سے پیدا فرمانے کی بجائے حکم تمسم نازل فرمایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعاء باران کے لیے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ نہ اٹھائے جیسے پانی کے فقدان سے مقصود تشریح حکم تمسم تھا اسی طرح یہاں بھی مقصود تشریح حکم قضا تھا لہذا خرق عادت کے طور پر دل اقدس پر یہ حالت طاری کر دی گئی ورنہ اصلی حالت دل النور کی بیداری تھی نہ کہ نیند وجہ دوم :- دل اقدس اس حالت میں بھی بیدار تھا مگر اس پر ایسے علوم و معارف منکشف کر دیے گئے جن میں منہمک اور مستغرق ہو کر حقوق ظاہر سے تعطل لازم آگیا۔ کیونکہ باطن اخذ علوم و معارف میں مشغول تھا اور مجازی عشق و محبت میں بلکہ دیگر امور میں اس طرح ہوتا رہتا ہے کہ قلوب باطن ان میں پوری طرح مستغرق ہو کر اعمال و ارکان ظاہر سے معطل ہو جاتے ہیں جیسے کہ کسی مغلوب الحال شخص کا قول ہے۔ فواللہ ما ادری اذا ما ذکر تھا

اشتین صلیت العشاء ام ثمانیا۔

بخدا جب میں محبوب کو یاد کرتا ہوں تو مجھے کوئی پتا نہیں چلتا کہ میں نے نماز عشاء اور رکعت ادا کی ہے یا آٹھ رکعت (توجیب یاد کرنے والے محب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہوں اور یاد کیے جانے والا محبوب الشرب الغزت ہو تو پھر طلوع آفتاب وغیرہ کی طرف التفات اور دھیان کیونکر ہو سکتا تھا)

ف۔ تقریباً یہی مضمون و مفہوم اعلیٰ قاری علیہ الرحمہ نے حضرت ابن العربی سے نقل کر کے ہوئے فرمایا۔ ان نسی عن الصلوٰۃ نبأ د من النسی اشتغل وان نام بقلبه و نفسہ علی اللہ اقبل۔ مرقاة جلد ثانی ص ۱۷۸۔ اگر آپ نماز کو بھولے تو نماز سے زیادہ اہم امر میں مشغول ہوئے اور اگر پڑھتے تو قلب و روح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی تجلیات

## دسواں باب

روئے مصطفیٰ (خواب)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرمانے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوتے اور دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو عرض کرتا اور آپ اس کی تعبیر میں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ارشاد فرماتے۔

ایک دن آپ نے ہم سے دریافت کیا کہ آج رات تم میں سے کسی نے خواب دیکھا؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا لیکن میں نے تو آج رات دو آدمیوں کو خواب میں دیکھا جو میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک کھلی فصایا ہموار زمین کی طرف لے گئے۔ ہمارا ایک آدمی کے قریب سے گزر ہوا۔ اس کے سر پر ایک اور شخص اپنے ہاتھ میں ایک نوکدار خنجر لیے کھڑا ہے جس کو اس شخص کے ایک جترے میں داخل کر کے گڈمی تک چیر دیتا پھر وہاں سے نکال کر دوسری جانب داخل کرتا اتنے میں پہلا جتر اٹل جاتا اور اس کا رخ مندل ہو جاتا تو وہ پھر اس کو اسی طرح چیر دیتا میں نے دریافت کیا یہ کون ہے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں میں ان کے ساتھ چل دیا تو ناگاہ ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو گڈمی کے بل لیتا ہوا ہے اور ایک دوسرا شخص اس کے سر پر گول مٹھی بھر پھر لے کر کھڑا ہوا ہے اور اس کے سر پر اس پتھر کو مارتا ہے سر پھٹ جاتا ہے اور وہ پتھر پھٹتا ہوا آگے نکل جاتا

ذات میں مستغرق۔

اور یہی مضمون شیخ محقق نے ادا کرتے ہوئے فرمایا نعم دل بیدار است ولیکن تو اندکہ اور احوالے شہودے دست و ہد کہ دران مستغرق گرد و درازا سوائے شہود و از جمع صور و معانی زایل و غافل گرد و چنانچہ در بعض احوال و در حالت وحی نیز مثل ایسی حالت روئے میدا پس باعث نسیان و غفلت نوم قلب نباشد بلکہ طریقان حالت عظیم کہ خبر خدا رب العزت کسے آزاد اندر  
(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۴۴)

توجہ: ہاں یہ امر مسلم ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اقدس حالت نیند میں بیدار رہتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس پر ایسی حالت شہود طاری ہو جائے کہ اس کی وجہ سے شاید حقیقی کے علاوہ تمام محسوسات اور صور و معانی سے زہول اور بے التفاتی لاحق ہو جائے جیسے کہ بعض اوقات بیداری کے باوجود حالت وحی میں یہی کیفیت رونما ہو جاتی لہذا غفلت اور بے توجہی اور سو نسیان کا باعث دل اقدس کی نیند نہیں بلکہ ایک ایسی عظیم حالت کا طاری ہونا کہ جس کو اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا

ہے۔ جب وہ پتھر کو اٹھانے کے لیے جاتا ہے تو اتنے میں وہ پھٹا ہوا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا سر پھر درست ہو جاتا ہے وہ پھر اسے مارتا ہے اور سر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور پتھر لڑھکتا ہوا دوسری طرف نکل جاتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری تھا۔ میں نے ان دونوں ساتھیوں سے پوچھا یہ کون ہے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔

میں ان کے ساتھ آگے چلا تو ناگاہ ایک مکان نظر آیا جو نیور کی مانند تھا اوپر کا حصہ تنگ اور نیچا کشادہ اس کے نیچے آگ جلائی جا رہی تھی اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں جب آگ لڑے بوش پر آتی تو وہ اوپر اٹھ جاتے حتیٰ کہ قریب ہوتا کہ وہ باہر نکل آئیں اور جب نرم پڑتی تو نیچے چلے جاتے۔ میں نے استفسار کیا یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔

میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہر ہے جس میں پانی کی جگہ خون بہ رہا ہے اس میں ایک شخص تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے جس کے سامنے پتھروں کا ڈھیر ہے جو نہر میں ہے وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جب کنارے کے قریب پہنچتا ہے کہ باہر نکلے تو کنارے پر موجود شخص ان پتھروں میں سے ایک پتھر اس کے منہ میں پھینک دیا گیا تو وہ اپنی سابقہ جگہ پر لوٹ جاتا ہے اور یہ سلسلہ بھی اسی طرح جاری رہا۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا آپ آگے چلیں۔ میں وہاں سے آگے نکلا تو ایک سرسبز و شاداب باغ نظر پڑا۔ جس میں ایک بہت ہی عظیم اور بلند و بالا درخت موجود ہے اس کے تنے کے ساتھ ایک بزرگ تشریف فرما ہیں اور ان کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اور دوسری جانب دیکھا تو ان کے قریب ہی ایک شخص موجود ہے جو آگ جلا رہا ہے اور اس کے گرد دوڑ رہا ہے۔ وہ دونوں مجھے لے کر اس درخت پر چڑھنے لگے اور مجھے ایک گھر میں داخل کیا۔ پھر دوسرے گھر میں جو پہلے کی نسبت افضل و برتر تھا۔ اور انتہائی حسین و خوش منظر جس میں بوڑھے۔ ادھیڑ اور نوجوان ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔

میں نے ان ساتھیوں سے کہا تم نے آج ساری رات مجھے پھرایا گھمایا بتلائیے تو سہی یہ جو کچھ دیکھا ہے یہ کیا ہے انہوں نے کہا ہاں ضرور بتلاتے ہیں۔

وہ پہلا شخص جو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبرے چیرے جا رہے ہیں تو یہ جھوٹا شخص ہے جو صبح اٹھتے ہی ایک عظیم جھوٹ بولتا اور اس سے نقل ہوتے ہوتے پورے جہان میں پھیل جاتا۔ تو جو سلوک آپ نے اس کے ساتھ ہوتے ہوئے دیکھا ہے قیامت تک اس کے ساتھ یونہی ہوتا رہے گا۔ پھر بروز شتر اللہ تعالیٰ جو چاہے گا اسکے ساتھ سلوک فرمائے گا۔ دوسرا شخص جو آپ نے لیٹا ہوا دیکھا تو یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا مگر وہ رات کو سوایا اور قرأت کر کے اس کا حق ادا نہ کیا اور دن کو اس پر عمل پیرا نہ ہوا اس کے ساتھ بھی یہ سلوک قیامت تک کیا جائے گا جو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

وہ تنور جس میں آپ نے ننگے مرد اور عورتیں دیکھیں تو زنا کار مرد اور عورتیں ہیں (اور وہ تنور عذاب نار کا محل و مرکز ہے

اور برزخی دوزخ)

جو شخص آپ نے نہر میں غوطے کھاتے ہوئے دیکھا تو یہ سود خوار ہے (جو دنیا میں لوگوں کا خون پیتا تھا اب اسی

میں غرق ہو رہا ہے)

لیکن وہ شیخ اور بزرگ جو سبزہ زار میں موجود عظیم درخت کے نیچے آپ نے دیکھا تو وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ

الصلوة والسلام ہیں اور جو بچے ان کے ارد گرد بیٹھے تھے یہ لوگوں کی بچپن میں فوت ہو جانے والی اولاد سے۔ اور وہ شخص

جس کو آپ نے آگ جلاتے اور اسے بھڑکاتے ہوئے دیکھا تو وہ دوزخ کا دار و نہ مالک ہے اور وہ آگ جہنم کی آگ ہے۔

وہ مکان جس میں آپ پہلے داخل ہوئے وہ عام مومنین کا دار ثواب ہے اور دوسرا مکان جس میں بعد ازاں داخل

ہوئے وہ شہیدوں کا دار ثواب اور جنت ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

پھر مجھے کہا کہ ذرا اپنا سرا قدس بلند فرمائیے تو ناگاہ مجھے بادلوں کی طرح ایک بلند منزل نظر آئی تو انہوں نے کہا کہ یہ

ہے تمہارا آخری ٹھکانا میں نے کہا پھر مجھے اجازت دیکھے تاکہ میں اپنے مکان اور دار ثواب میں داخل ہو کر اسے اپنی

طرح دیکھ لوں تو انہوں نے کہا ابھی آپ کے اعمال باقی ہیں جن کی تکمیل نہیں ہوئی جب ان کی تکمیل ہو جائے گی تو

پھر آپ اس میں داخل ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے

کہ ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا ہے میں نے اس سے پیا اور خوب سیر

(ف) اس حدیث پاک سے عذاب برزخ کا تحقق و ثبوت واضح ہو گیا۔ نیز اس کا جسم و روح دونوں پرورد بھی واضح ہو گیا۔ کیونکہ بقول

سے سر کا پھوڑا جانا یا خنجر سے جڑوں کا چیرا جانا جسم سے ہی متعلق ہو سکتا ہے نہ کہ فقط روح سے (کذا قال الامام العلامة السیوطی

فی شرح الصدور وغیرہ من المحدثین)

(ف) علم عالم مثال میں دودھ کی صورت میں ہے اور مناسبت واضح ہے کہ علم غذائے روح ہے۔ اور دودھ غذائے جسم علم کے

بغیر تربیت روح نامکن اور دودھ کے بغیر مبدؤ ولادت میں جسم کی تربیت نامکن۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو پیا اور وہ علم تھا تو گویا آپ نے علم کو پیا۔ لہذا علم کو تدریجی طور پر پڑھنے والے اور آہستہ

آہستہ ترقی کرنے والے اس ہستی کے ساتھ کیا ماملت و مشارکت کا دعویٰ کر سکتے ہیں جو یکدم علوم کو پینے والے ہیں اور لدنی علوم سے

بہرہ ور ہونے والے ہیں۔

۳۔ علم شریعت تو بذریعہ وحی اور جبرئیل امین تدریجی طور پر نازل ہوا تھا تو جو اس طرح عطا کیا گیا وہ لامحالہ علم ہمارا رہنما ہے اور

ہو کر پیا حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ سیرانی کے اثرات میرے ہاتھوں اور پاؤں کے ناخنوں سے باہر نکل رہے ہیں پھر میں نے باقی بچا ہوا دودھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیدیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی۔ آپ نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے۔ بخاری شریف

علم طریقت و حقیقت اور بطون الاشیاء کا علم لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریعت اور علم حقیقت و اسرار کا جامع ہونا اور دونوں علموں کے لیے بزرخ ہونا ثابت ہو گیا۔

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اس علم سے تھوڑا سا حصہ ملا اور دسترخوان فیض و کرم سے اک نوالہ جو دو عطا سے نوازا گیا تو وہ محدث و مہم بن گئے اور ان کی زبان ترجمان حقیقت بن گئی اور سکینہ خداوندی ان کی زبان سے بولنے لگی اور سب صحابہ اور اہل عقول میں سے ان کو یہ فوقیت حاصل ہوئی کہ فہم و دانش اور علم و حکمت کے دس حصوں میں سے نو حصے ان کو عطا ہو گئے تو جس نے وہ پیالہ سیر ہو کر پیا تھا ان کے علوم و معارف کا اور حقائق اشیاء و لواظن خلق پر عبور و اطلاع کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے اور ان کی زبان اقدس حقیقت ترجمان کیوں نہ ہوگی دہا بنطق عن الہوی و ساری مخلوق پر علم و حکمت اور فہم و فراست میں فائق کیوں نہیں ہونگے۔

۵۔ وہ دودھ جو در حقیقت علم تھا اس کی سیرانی صرف پیٹ مبارک اور لطن اقدس تک محدود نہ رہی بلکہ پورا جسد اطہر اور بدن اقدس سیراب ہوا حتیٰ کہ پاؤں کے ناخن اور ہاتھوں کے ناخن بھی اس سے بہہ رہے بلکہ پردہ بشریت کے اندر علم کی ذراوانی کا عالم یہ ہو گیا کہ وہ باہر چھلکتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ عالم علوم ہی نہیں اور صرف عارف اسرار و رموز ہی نہیں ہیں بلکہ عم غفران اور سرِ پاپ علم ہیں اور علم ہی علم اور معرفت ہی معرفت ہیں۔

۶۔ علم تابع حیات ہے جہاں حیات ہے وہاں علم ہے جہاں حیات نہیں وہاں علم نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ مجسم حیات ہیں اور سرِ پاپ زندگی و زیست ہیں لہذا انتقال روح اقدس موجب موت جسد اطہر نہیں ہو سکتا بلکہ جسد اطہر بھی روح النور کی طرح سرسبز حیات ہے بلکہ حیات بخش ہے کبھی خشک ستون سے لگ جائے تو اس میں جان پیدا ہو جاتی ہے بلکہ عقل و شعور بھی فہم و فراست بھی اور درد و فراق بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ کبھی لٹکریاں ہاتھ میں آتی ہیں تو وہ تسبیح خوان بن جاتی ہیں اور کبھی صدیق کی جاتی ہوتی جان واپس کر دیتا ہے۔ اور کبھی لعاب دہن ابوقنادہ کی مردہ زخمی آنکھ کو حیات نو عطا فرماتا ہے۔

علامہ علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی خوب تشریح فرمائی ہے اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ص ۲۹۷ جلد ۱ میں خوب داد تحقیق دی ہے۔

وغیر ذلک من الدلائل والشواہد۔ هذا والله در رسول اعلم  
(محمد اشرف عفا اللہ عنہ)



حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سردی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے خواب میں چند شخص مختلف سائز کی قمیصیں پہنے ہوئے دیکھے۔ ان میں بعض کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض کی ذرا نیچے جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حاضر کیے گئے تو ان پر اتنی لمبی قمیص دیکھی کہ وہ اُسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے چل رہے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے اس کی کیا تبصیر و تاویل فرمائی تو آپ نے فرمایا۔ دینِ اہل حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو اجتماعِ عکبیت میں ایک کھلے میدان دیکھا جہاں ایک کنواں ہے اور وہ اس سے پانی پینے کے متمنی ہیں ابو بکر آگے بڑھے اور انہوں نے ایک ڈول بلکہ دو ڈول نکالے اور ان کے ڈول کھینچنے میں نرمی اور آہستگی تھی اور قوت و شدت کا مکمل مظاہرہ نہیں تھا اللہ تعالیٰ ان کے لیے مغفرت فرمائے۔ پھر وہ ڈول عمر بن الخطاب نے اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ غربِ اعظم ڈول ہاں گیا میں نے لوگوں میں سے کسی کو اس قدر حاذق اور ماہر کامل نہیں دیکھا جو ان کی مانند عمل کر کے دکھائے اور لوگوں کو اتنا عظیم ڈول کھینچ کھینچ کر پلائے اور مظاہرہ قوت و قدرت بھی ہو اور پلانے میں جلدی اور سرعت بھی ہو حتیٰ کہ سبھی لوگ سیراب ہو گئے اور جس طرح سیر اور سیراب اونٹ اپنا صلتوم اور سر زمین پر رکھ کر مستی میں پڑا ہوتا ہے اسی طرح سبھی لوگ مستی میں عوامِ دستراحت ہو گئے۔ (بخاری و مسلم) ف

ف۔ قیص عبارت دین سے ہے جس طرح قیص انسان کو محیط ہوتی ہے اور سردی و گرمی کے عذاب سے بچاتی ہے اسی طرح دین بھی دیندار کا احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے اور اس کو عذابِ نار و زہر سے بچاتا ہے اور ان کی قیص کا لمبا ہونا ان کے دین میں کامل و اکمل ہونے کی دلیل ہے اور اس کا گھسیٹنا اثرات و نشانات دین کے باقی رہنے کی علامت ہے۔ علاقوں کا نفع کرنا اور ان میں مساجد اور علمی مراکز کا قیام نیز تراویح کا باجماعت جاری کرنا وغیرہ وغیرہ ایسے امور ہیں جو ان کے وصال کے بعد لوگوں کے لیے نشانِ راہ ہیں اور موجب ہدایت اور احب و ثواب۔

ف۔ کنواں عبارت ہے خلافت و حکومت سے اور ڈول بھر بھر کر پلانا لوگوں کی سیاست۔ دیکھ بھال اور ان کے حوائج و ضروریات مینا کرنا اور اس کا غرب بن جانا وسعتِ سلطنت کی بنا پر استقامی ذمہ داریوں کے بڑھ جانے سے عبارت ہے اور ان کا سیراب ہو کر لیٹ رہنا مکمل کفایت اور ہر خوف و خطر سے بے فکری کی علامت ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دو ڈول کھینچنا مدتِ خلافت کی قلت کی طرف اشارہ ہے اور کھینچنے میں ضعف سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد ارتدادِ عرب اور چھوٹے مدعیانِ نبوت کے خروج اور مانعینِ زکوٰۃ کے معاملہ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے جو استقامی امور میں قدم قدم پر رکاوٹ بننے لگے مگر انہوں نے آہستہ آہستہ قابو پایا اور کشتیِ اسلام کو اس بھنور سے بچاؤت نکال کر داخلی استحکام بخش دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گویا اپنے آپ کو اس حال میں دیکھتا ہوں کہ کنوئیں سے پانی کھینچ کر خالص سیاہ بھیتروں کو پار رہا ہوں اور کچھ ایسی بھیتروں کو جو ٹیائے رنگ کی ہیں ناگاہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول میرے ہاتھ سے لے لیا اور ایک بلکہ دو ڈول کھینچے۔ ان کے کھینچنے میں ضعف تھا اللہ تعالیٰ ان کے لیے مغفرت فرمائے۔ اتنے میں عمر بن الخطاب آگئے انہوں نے وہ ڈول ہاتھ میں لیا تو وہ غریب بن گیا۔ انہوں نے پوری قوت اور سرعت سے اس کو کھینچ کر لوگوں کو اور بھیتروں کو سیراب کر دیا اور ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر جا کر آرام کرنے لگا۔ میں نے کسی حاذق کامل اور ماہر کامل کو ایسا عمل کرتے نہیں دیکھا جو انہوں نے کر دکھایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ سیاہ نام بھیتروں اہل عرب ہیں اور ٹیالی تمہارے عجمی بھائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا یعنی سویا ہوا تھا پھر بیدار کر کے معراج کے لیے عالم بالا کی طرف بلا یا گیا اور اس موقع پر جنت میں

تنبیہ: یہ حدیث پاک اور اس مضمون کی دوسری روایات حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی خلافت پر نص ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی الہی ہوتے ہیں نہ کہ محض خیالات و ادھام۔

ڈول کھینچنے کی ترتیب میں وصال و وفات کی ترتیب کی طرف اشارہ ہے اور حکومت اسلامیہ چلانے کی مثال پانی پلانے کے ساتھ ہے کہ اس طرف اشارہ کیا ہے کہ پانی سے حیات اجساد و اجسام ہے اور اس نظام حکومت اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد صرف نفوس و ارواح ہے۔ اور صرف دنیا میں نہیں آخرت میں بھی حیات ہے۔ ان الدار الآخرة لہی الحيوان۔

نیز پہلی روایت اور اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے بعد حضرت ابوہریرہ صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت جنت کی طرف واضح اشارہ موجود ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب وحی الہی ہوتے ہیں لہذا یہ اللہ تعالیٰ کے اعلام وحی سے ان کے خلیفہ برحق ہونے کی طرف اشارہ ہے اور جس کنوئیں سے جن لوگوں کو جو پانی سرور و عالم صلی اللہ علیہ وسلم پار ہے تھے ان دونوں حضرات نے وہیں سے وہی پانی اسی ڈول کے ساتھ پلایا ہے لہذا ان کی خلافت کا ظل نبوت و رسالت ہونا واضح ہو گیا۔ والحمد لله علی ذالک۔

یہاں سے خلافت بلا فصل کے دعاوی کی لغویت اور بطلان واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ من کنت مولاه فلی مولاه کا معنی خلافت و حکومت نہیں ورنہ ادھر یہ وحی و الامام ہو اور سب صحابہ کے سامنے اس کا بیان ہو اور دوسری طرف وہ اعلان۔ لہذا اس حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محبوب ہونے کا بیان مطلوب ہے جس کا میں محبوب ہوں اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت کرنی چاہیے اور یہ مطلب ہے کہ جس کا میں محب ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے محب ہیں نہ کہ عدو اور دشمن لہذا جس طرح میرا تعلق باجرین و انصار سے ہے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی وہی تعلق ہے۔ هذا والله رسولہ اعلم۔

داخل ہوا، اور ایک عورت کو دیکھا جس سے انوار پھوٹ رہے تھے اور ایک محل کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ محل کس کا ہے؟ تو ملائکہ نے کہا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا۔ روئے سخن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے تمہاری غیرت کا خیال آیا تو وہاں سے واپس ہو گیا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی اس خادمہ کے ہاں تشریف از رانی سے میں کیسے غیرت کر سکتا تھا (میں خادم اور غلام بیدام اور میری یہاں کی بیوی بھی آپ کی لونڈی اور جنتی بیوی بھی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں دار عقبہ بن رافع میں ہوں اور میرے پاس ابن طاب کی کھجور ولی میں سے کھجوریں لائی گئیں۔ میں نے اس کی تاویل و تعبیر یہ کی ہے کہ ہمارے لیے دنیا میں رفعت اور سر بلندی ہے اور دار آخرت میں حسن عاقبت ہے۔ جیسے کہ لفظ عقبہ اور رافع اس کی طرف مشعر ہے) اور یہ کہ ہمارا دین طیب و پاکیزہ ہو گیا اور منافقین کے نفاق سے معاذین کے عناد سے اسے کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس کھجوروں کی ایک ٹوکری لائی گئی میں نے ایک کھجور منہ میں ڈال کر چبائی تو اس میں ایسی گٹھلی تھی جس نے مجھے تکلیف دی میں نے اسے پھینک دیا پھر دوسری کو منہ میں ڈال کر چبایا تو اس میں بھی گٹھلی تھی جس نے مجھے ایذا اور تکلیف دی اسے بھی پھینک دیا۔ پھر تیسری منہ میں ڈالی تو چبانے پر اس کی گٹھلی سے بھی تکلیف اٹھانی پڑی اسے بھی پھینک دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ اس کی تعبیر بیان کروں۔ آپ نے اجازت بخشی تو انہوں نے کہا آپ نے جن لوگوں کو جہاد پر بھیجا ہے وہ صحیح و سالم رہیں گے اور مال غنیمت لے کر واپس ہوں گے۔ وہ ایک شخص سے ملیں گے اور اس کو قتل کرنا چاہیں گے تو وہ ان سے آپ کے ذمہ کا واسطہ دے گا تو اسے چھوڑ دیں گے۔ پھر دوسرے کو ملیں گے اور جب اس کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کریں گے تو وہ بھی ان کا واسطہ دے گا لہذا اس کو چھوڑ دیں گے اور پھر تیسرے سے ملائی ہونے پر بھی یہی صورت حال پیش آئے گی آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے درست تعبیر کی ہے۔ مجھے فرشتے نے ابھی ابھی اس لشکر کا یہ حال بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک رات بارگاہ نبوی میں کافی دیر تک معروف گفتگو رہے اور سلسلہ کلام دراز کیا۔ پھر صبح آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ آج رات مجھ پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام مع امم پیش کیے گئے۔ کوئی نبی گذرنا جس کے ساتھ صرف تین امتی ہوتے کسی کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے اگر معراج منامی۔ روحانی اور جسمانی تسلیم کی جائے تب اس روایت کی عنوان کے ساتھ مطابقت ظاہر ہے ورنہ ظاہر ہے کہ بیداری میں رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی سیر فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان کو دیکھا اور ان کی جنتی بیوی کو۔

ہوتی۔ بعض ایسے بھی نظر سے گذرے جن کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گذرے جن کے ساتھ بنی اسرائیل کی عظیم جماعت تھی جو از وحام کیے ہوئے تھے جو مجھے بہت عجیب اور بھلے معلوم ہوئے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کے ساتھ بنی اسرائیل ہیں۔

میں نے دریافت کیا میری امت کدھر ہے، تو مجھے کہا گیا دائیں طرف دیکھو میں نے دیکھا تو سبھی ٹیلے لوگوں سے بھرے نظر آئے اور مجھ سے پوچھا گیا کیا راضی ہو گئے؟ میں نے عرض کیا اے میرے رب میں راضی ہوں۔ تو فرمایا گیا کہ ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے مومن کمال ہیں جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

سرور عالم محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اگر ہمت ہو سکے تو ستر ہزار میں شامل ہونے کی سعی کرو اور اگر اس سے قاصر رہو تو پھر ال ظراب اور بلند ٹیلوں پر بیٹھنے کا شرف حاصل کرنے والوں سے بنو اور اگر اس سے بھی قاصر رہو تو پھر ال آفاق سے بنو۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ میری امت نے جملہ آفاق کو بھر رکھا تھا اور جدھر نگاہ اٹھتی تھی امتیوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا نظر آتا تھا اور میں نے ان کو ایک دوسرے میں گھستے دیکھا، حضرت عکاشہ بن محسن اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! عافروا میں اللہ تعالیٰ مجھے ان ستر ہزار میں داخل فرما دے جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے۔ آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی یہ پھر سلسلہ گفتگو جاری رہا تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے خیال میں یہ ستر ہزار کون لوگ ہیں؟ ہم نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور تا وقت وفات شرک کی آلائشوں سے طوٹ نہ ہوئے تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو امراض و عوارض میں گھر جاتے ہیں تو علاج و معالجہ کے لیے نہ آگ کے داغ لگواتے ہیں نہ رقیہ اور دم کراتے ہیں اور نہ بدفالی پکھلتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ ساری زمین کے خزانے مجھے عطا کر دیے گئے۔ اسی دوران میرے ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن رکھے گئے وہ دونو مجھ پر بہت ثقیل اور گراں گذرے اور انہوں نے مجھے غلگین کر دیا۔ فوراً مجھے وحی کی گئی ان کو پھونک مارو میں نے پھونک مارنی تو وہ اڑ گئے۔ میں نے ان کی تعبیر یہ کی ہے کہ وہ کذاب اور جھوٹے و عویدار نبوت پیدا ہوں گے اور وہ میری دو

ف۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انہی الخواص کی توحید یہ ہے کہ اسباب مادیہ و روحانیہ بھی سے صرف نظر کر کے محض مسبب کی ذات پر نظر رکھیں اگرچہ عوام کیلئے ان اسباب کا اختیار کرنا جائز ہی کیوں نہ ہو لہذا خواص کا حکم عوام پر لگانا جس طرح غلط ہے اور عالم اسباب کے مصالح و مفاد کے منافی اسی طرح اسباب میں فرق کرنا مادی کو جائز رکھنا اور روحانی کو شرک قرار دینا بھی غلط ثابت ہوا۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں عالم حکیم داد و دادیں یہ کچھ نہیں ممدود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے۔ (محمد اشرف)

جانہوں پر ظاہریوں کے جن کا مصداق اسود غنی صاحب صنعا بنا اور مسلمہ کذاب صاحب یمامہ (اول الذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے پہلے ہلاک ہو گیا آپ نے شان اعجازی اور خداوند نور نظر سے اس کی حالت دیکھ کر تبتلا دی اگرچہ اس کی اطلاع آپ کے وصال کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے پر مدینہ منورہ میں پہنچی اور مسلمہ کذاب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہلاک ہوا اور دونوں کی ہلاکت امتیوں کے ہاتھوں ہے لہذا یہ گویا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی اثر ہے اور آپ کی پھونک کا نتیجہ ہے۔

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد گرامی سے روایت فرمائی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت دیکھی جس کے بال پرانڈہ تھے وہ مدینہ منورہ سے نکل کر حبشہ یعنی حنفہ میں جا کر قیام پذیر ہو گئی تو میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ مدینہ منورہ کی و باء حنفہ کی طرف منتقل ہو گئی (اور آپ نے جو دعا فرمائی تھی ”وانقل حاما الی الجحفة“ اسے اللہ مدینہ منورہ کی و باء حنفہ کی طرف منتقل فرما دے اس کی اجابت و قبولیت کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشاہدہ کرا دیا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خواب استراحت میں تھا کہ مجھے خزان و دنیا کی چابیاں عطا کی گئیں حتیٰ کہ انہیں میرے ہاتھ میں رکھ دیا گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان کے ہاں تشریف لے جاتے وہ آپ کو کھانا پیش کرتی اور وہ حضرت عباہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ایک دن آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے کھانا پیش کیا اور پھر آپ کا سر اقدس دیکھنے لگیں آپ وہیں سو گئے پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے فمک کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کی ایک جماعت کو دیکھا ہے جو رانا خدا میں جہاد کرنے کے لیے سمندر کے وسط میں بیڑے پر سوار ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے گویا کہ بادشاہ ہیں جو تخت سلطنت و حکومت پر بیٹھنے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائی اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں داخل فرما دے۔ آپ نے فرمایا ”انت منهم“ تو ان میں سے ہے۔ پھر سر اقدس تکبیر استراحت پر رکھا اور مجھ کو خواب ہوئے۔ بھٹوڑی و پیر کے بعد پھر حشم نیم خواب باز ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کس وجہ سے آپ مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھ پر میری امت کی ایک جماعت پیش کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں جیسے کہ آپ نے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمائی اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں داخل فرمائے۔ آپ نے فرمایا تو پہلی جماعت

ف۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں کہ مالک کونین ہیں گویا کچھ رکھتے نہیں۔ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں۔

میں سے ہے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کمان و قیادت میں بھری جنگ پر روانہ ہونے والے لشکر کے ساتھ نکلیں اور سمندر سے نکلنے وقت سواری پر سوار ہوتے ہوئے گریں اور داخل رحمت خداوندی ہو گئیں (اس طرح سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب الاذعان پورا ہو گیا اور ان کی خواہش و تمنا برآئی اور وجہ شہادت پر فائز ہو گئیں ان کا مزار ساحل سمندر پر ہے اور لوگ وہاں جا کر استسقاء کی دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں باران رحمت سے نوازنا ہے۔ کذافی شروح البخاری۔ ف

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے آج رات بہت عجیب واقعہ دیکھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔

میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ شیاطین نے اس کے گرد گھیرا ڈالا ہوا ہے تو اس کے اعمال میں سے ذکر الہی مجسم ہو کر اس کے پاس آگیا اور اس نے ان کے ہاتھوں سے اُسے نجات دلائی۔

ایک اور امتی کو دیکھا کہ ملائکہ عذاب اسے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ اس کی نماز مجسم صورت میں اس کے پاس پہنچ گئی اور ان کے ہاتھوں سے اس کو نجات دلائی۔

تیسرے شخص کو دیکھا کہ پیاس سے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور جب کبھی کسی حوض کی طرف پانی پینے کے لیے جاتا ہے تو اس کو روک دیا جاتا ہے پھر اس کا روزہ متجم شکل میں اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کو پانی پلایا اور سیراب کر دیا۔ چوتھے امتی کو دیکھا کہ وہ تنہا پھر رہا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی متعدد ٹولیاں مٹی ہوئی ہیں مگر وہ جس حلقے میں بیٹھنے کے لیے قریب ہوتا ہے اس کو دور ہٹا دیا جاتا ہے تو اس کا غسل جنابت اور اس حکم خداوندی کی خلوص دل سے تعمیل مجسم ہو کر اس کے پاس آگئی اور اس کے ہاتھ کو پکڑ کر میرے حلقے میں میرے پہلو میں لا کر بٹھلایا۔

پانچویں شخص کو دیکھا کہ اس کے آگے پیچھے، دائیں اور بائیں اوپر اور نیچے ظلمت ہی ظلمت ہے اور وہ اس میں متحیر و

ف۔ اس حدیث مبارک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والے حالات کا علم باعلام اللہ تعالیٰ واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضرت ام حرام بالخصوص پہلی جماعت میں سے ہیں پھلی سے نہیں زینر حضرت عکاشہ اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہما والی روایات سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اعتقاد و عقیدہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی واضح ہو گیا کہ اگر آپ دُعا فرمادیں تو جو ان میں داخل نہیں وہ بھی داخل کیا جاسکتا ہے اور آپ نے اس عقیدہ پر انکار اور رد نہ فرما کر اس کی حقانیت اور صحت پر ہر تصدیق ثبت فرمادی۔ والحمد للہ تعالیٰ سہ

تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی  
نقطہ ایک اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی

سرگرداں ہے کہ اس کے حج و عمرہ نے آکر اسے ظلمت کے گھیرے اور اس سرگردانی و حیرانی کے بھنور سے نکال کر نور و ضیاء میں داخل کر دیا۔

چھٹے شخص کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کلام کرتا ہے مگر لوگ اس سے کلام نہیں کرتے تو اس کی خصلت صالحہ صلہ رحمی متشکل ہو کر اصل ایمان کے پاس آئی اور کہا اے گروہ اہل ایمان اس سے کلام کرو اور قطع کلامی والے عذاب میں اس کو مبتلا نہ کرو کیونکہ وہ صلہ رحمی کرنے والا تھا چنانچہ انہوں نے کلام کرنا بھی شروع کیا اور اس سے مصافحہ بھی کیا ساتویں شخص کو دیکھا کہ وہ آگ کے شعلوں اور شراروں سے بچنے اور اپنے منہ کو بچانے کے لیے اپنے ہاتھوں کا سہارا لے رہا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں کو منہ کے جلنے اور جھلنے کے لیے ڈھالی بنائے ہوئے ہے تو اسی دوران اس کا صدقہ پہنچ گیا جو اس کے سر پر سایہ فلک ہو گیا اور اس کے چہرہ کے لیے حجاب و مائل ہو گیا۔

آٹھویں شخص کو دیکھا کہ دوزخ کے فرشتے اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور دوزخ میں پھینکنے کے لیے کوشش کر رہے ہیں کہ فوراً اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پہنچ گئے اور انہوں نے اس کو ملائکہ عذاب کے ہاتھوں سے رہائی دلائی اور ملائکہ رحمت کے حوالے کر دیا۔ وہ ان کے ساتھ مل کر امن و سکون میں آگیا۔

یہ نے اپنی امت میں سے نویں شخص کو دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان حجاب مائل ہے تو اس کا حسن خلق آگیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ خداوندی اور حریم قدس میں داخل کر دیا۔

دسویں فرد کو دیکھا کہ اس کا صحیفہ اعمال بائیں جانب مائل تھا اور صرف اشقیاء میں شامل ہونے ہی والا تھا کہ اس کا خوف خدا اس کی مدد کو پہنچ گیا اور صحیفہ بائیں جانب سے لے کر دائیں ہاتھ میں تھا دیا اور اصحاب یمن اور سعادت مند لوگوں کے زمرہ میں شامل کر دیا۔

گیارھویں شخص کو دیکھا کہ اس کا اعمال صالحہ والا پلٹا ہلکا ہو گیا ہے اور اعمال سیئہ والا پلٹا بھاری ہو رہا ہے کہ فوراً اس کی اولاد صنار اسکی مدد کو پہنچی اور ترازو کے اس پلٹے کو بھاری کر دیا۔

بارھویں امتی کو دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے پہنچا ہے تو فوراً اس کی اعانت و امداد کے لیے اس کا عذاب باری سے خوف کھانا متبسم ہو کر پہنچ گیا اور جہنم کے کنارے سے ہٹا دیا اور دور کر دیا۔

تیرھویں آدمی کو دیکھا جو جہنم کی پشت پر رکھی ہوئی بل پر کھڑا لڑ رہا ہے جیسے کہ کھجور کی شاخ سخت آندھی میں کانپتی ہے۔ تو اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اس کی نجات اور خلاص کا موجب بن گیا اور اس کا دل کا سکون و قرار بن گیا اور وہ اطمینان کے ساتھ بل سے گزرنے لگا۔

چودھویں آدمی کو دیکھا کہ وہ پھیلا سے بچوں کی طرح گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل رینگتا ہوا گذر رہا ہے اور کبھی

نیچے ٹک جاتا ہے۔ پھر سنبھل کر اسی طرح چلنے لگتا ہے۔ پھر ٹک جاتا ہے وہ اسی عالم کرب و بلا میں تھا کہ اس کا میری ذات اقدس پر بھیجا ہو اور دو متحجم و متشکل ہو کر اس کی مدد کو بلجا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر اٹھ کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ پھر وہ پل کو فوراً عبور کر گیا۔

پندرہویں شخص کو دیکھا جو جنت کے دروازوں تک پہنچ چکا ہے مگر اس پر دروازے بند کر دیے گئے ہیں اور داخل ہونے سے روک دیا گیا ہے کہ اچانک اس کی شہادت توحید و رسالت پہنچ گئی اور کلمہ لا الہ الا اللہ نے اس کی اعانت کی جنت کے دروازے کھول دیے اور اس کو اندر داخل کر دیا۔



# ابواب طب نبویؐ

## باب اول

### امراض و عوارض

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے نقل فرماتے ہیں کہ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کرتا تھا، مجھے آپ کی فقاہت پر تعجب نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لخت جگر اور نور نظر اور نہ ہی مجھے جناب کے علم شعر، علم تاریخ اور علم وقائع پر تعجب ہوتا ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں اور اپنے دل میں کہتا ہوں کہ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں اور یہ علوم ان کے گھر کے ہیں۔ اگر مجھے تعجب ہوتا ہے تو آپ کے علم طب پر ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عمر شریف کے آخری ایام میں بیمار تھے اور وفود عرب ہر طرف سے آتے اور بارگاہ نبوی میں حاضری دیتے اور مختلف دوائیں اور طریقے مانگتے۔ بیان کرتے اور میں ہی وہ علاج کیا کرتی تھی اسوجہ سے مجھے علم طب میں یہ مہارت حاصل ہو گئی ہے۔

## دوسرا باب

### سحر (جادو)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ہودنی زلیق کے ایک آدمی نے جس کو بسید بن عاصم کہا جاتا تھا جادو کیا اور اس کا اثر اس قدر ہوا کہ آپ کو خیال گذرنا کہ میں نے یہ کام کر لیا ہے۔ حالانکہ آپ نے کیا نہیں ہوتا تھا اور یہ محض خیال ہوتا تھا کہ جزم و یقین،

ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ پھر ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں پتا چلا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف اجابت بخشا ہے اور جو کچھ میں نے طلب کیا ہے وہ عطا فرما دیا ہے اور جو۔

دریافت کیا ہے وہ بتلا دیا ہے۔

میرے پاس دو فرشتے بشری شکل میں آئے ایک میرے سر ہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی جانب، جو پاؤں کی جانب بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا اس ہستی کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے دوبارہ دریافت کیا کس نے جادو کیا ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا بلید بن اعصم نے؛ کس چیز پر یہ سحر کاری اور جادو گری کا عمل کیا ہے؟ تو جواب دیا کنگھی اور تنگھی کرنے سے نکلنے والے بالوں اور نر کھجور کے خوشہ پر جو ٹول ہوتا ہے اس میں جو پاؤں کی جانب تھا اس نے پھر دریافت کیا کہ یہ اشیاء کہاں ہیں جن پر جادو کا عمل کیا گیا ہے۔ تو دوسرے نے جواب دیا کہ ذروان والے کنوئیں میں۔ ف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں اس کنوئیں پر تشریف لائے (اس کو نکلوا یا) پھر گھر واپس تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ! اس ویران کنوئیں کا پانی یوں تھا جیسے مندی کا زلال اور اس کی وجہ سے سرخ ہو جانے والا پانی اور اس کے ارد گرد جو کھجوریں تھیں وہ بھیانک اور ڈراؤنی شکل کی وجہ سے یوں معلوم ہوتی تھیں جیسے کہ شیاطین کے سر۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس کو قتل نہ کر دیں (جس نے آپ کو ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے) آپ نے فرمایا۔ نہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے شفاء عطا فرمادی ہے اور میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں پر شر و فساد مسلط کیا جائے اور ان اشیاء کو بھی ظاہر نہیں کیا جن پر سحر کاری کی گئی ہے تاکہ یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں میں اس قسم کا رجحان نہ پیدا ہو جائے اور انہیں سحر کاری اور جادو گری کا طریقہ نہ معلوم ہو جائے، لہذا آپ نے حکم فرمایا کہ ان اشیاء کو زمین میں دبا کر نگاہ عوام سے پوشیدہ

ف۔ سحر اور جادو کے فی الجملہ اثر انداز ہوجانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے شیخ المحققین عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا سحر کار اور جادو گروں کے نزدیک یہ امر مسلم اور محقق ہے کہ ساحر پر سحر کا اثر نہیں ہوتا اور چونکہ یہود بے بہود اور دیگر مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر ہونے کا طعن دیا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسد اطہر میں تاثیر سحر ظاہر فرما کر ان کے کذب دعویٰ اور بطلان اتہام کو ظاہر فرمایا اور اپنے محبوب کریم علیہ السلام کی ان عیوب سے نزاہت و برأت کا اظہار فرمایا۔

شرح سفر السعادت ص ۴۷۱۔

نیز اس میں قیامت تک آنے والے اہل اسلام کی بھلائی اور بہتری بھی مقصود تھی کہ اگر کسی کو ایسا عارضہ لاحق ہو تو جن آیات مبارکہ مؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک سے اثر سحر دور کرنے کے لیے نازل فرمایا۔ ان سے توسل کرے اور ان کے ساتھ دم کرے تو انشاء اللہ شفا یاب ہو جائے گا۔ آپ کی ذات سے اتہام سحر زائل ہوا اور امت کو سحر کاری اور جادو سے تحفظ اور امان کا سامان حاصل ہو گیا و لنعم ما قیل فعل الحکیو لا یغلوا من الملکۃ۔

چشم بداندیش تو یہاں لاعلمی اور بے بسی کے اثبات کی فکر میں رہے گی اور نیاز مند اہل اخلاص ان کے حکم و مصالح پر نظر رکھیں گے۔

## تیسرا باب

### سنگیاں لگوانا اور خون نکلوانا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دروسر یا کسی ایسی تکلیف کے پیش نظر سراققدس میں سنگیاں لگوائیں جبکہ آپ حالت احرام میں تھے (بخاری و مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مرتبہ سنگیاں لگواتے تھے۔ ایک مرتبہ کندھے پر اور دو مرتبہ گردن کے دونوں جانب دو رنگوں پر جن کو اخذ جانے لگا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراققدس میں سنگیاں لگواتے اور اس عمل کو ام مفیث کا نام دیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنگیاں لگوانے والے کی اجرت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طیبہ رضی اللہ عنہ سے سنگیاں لگوائیں اور اس کے لیے اپنے خازن کو دو صاع طعام دینے کا ارشاد فرمایا اور ان کے موالی سے گفتگو فرمائی اور سفارش کی کہ اس پر عامد خراج میں کمی کریں چنانچہ انہوں نے تحقیق کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم جتنی بھی دو ایسے استعمال کرتے ہو ان سب سے افضل حجامت ہے یعنی سنگیاں لگوانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے اور آپ نے قدم اتک کی پشت پر سنگیاں لگوائیں۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگیاں لگوائیں اور مجھے اجرت ادا کرنے کا حکم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چاند کی سترہ انیس اور اکیس کو سنگیاں لگواتے

تھے۔

# چوتھا باب

ہندی سے علاج

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گیا کرتی تھی آپ کو کوئی زخم آتا یا دانے وغیرہ نکلتے تو آپ مجھے اس پر ہندی لگانے کا حکم دیتے۔

---

# ابواب النکاح

## باب اول

### محبت ازواج

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی اشیا میں سے خوشبو اور عورتیں میرے لیے پسندیدہ بنائی گئی ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور سرور قلب فقط نماز میں رکھا گیا ہے۔ علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو اور عورتوں سے محبت بیان کرتے وقت جنتِ ارضیٰ فرمایا ہے اور حبیبیت نہیں فرمایا تو یہاں سے بیان عذر مقصود ہے اور اپنے اختیارات سے دنیوی امور کی طرف میلان و رغبت کی نفی کرنا مقصود ہے کہ یہ محبت میرے دل میں پیدا کی گئی ہے اور خالق عالم نے اپنی حکمت و مصلحت کے پیش نظر اسے تخلیق فرمایا ہے نیز سرور قلب اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آثار عبودیت جس قدر نماز میں ظاہر ہوتے ہیں دوسری عبادات میں ظاہر نہیں ہوتے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ ابن عقیل کا کلام اور ان کا بیان فرمودہ سبب تحبیب اور اس کا فلسفہ مجھے پسند نہیں ہے بلکہ اس سے بہتر وجہ اور موجود ہے لہذا اس کی تردید اور دوسرے سبب کے بیان کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صواب اور صحیح وجہ ازواج و نساء کی محبوبیت کی یہ ہے کہ جب موصدین اور خدا پرست لوگوں کی ایجاد و تخلیق کیلئے امر توالد و تناسل کو عظیم و جزیل قرار دیا گیا تو آپ کے دل میں عورتوں سے نکاح و ازواج کی محبت پیدا فرما کر ان لوگوں کے خیال و عقیدہ اور مصنوعی زہد و تقویٰ کا رد اور نسخ فرمایا جو ازواج کو عبادت باری تعالیٰ میں نخل اور مقام قرب سے دوری اور بعد کا موجب سمجھتے ہوئے بتسل اور رہبانیت کو اختیار کرنا لازم اور ضروری سمجھتے تھے تاکہ آپ کی حالت و کیفیت جو سب اہل عالم حتیٰ کہ رسل و انبیاء کے احوال و کیفیات سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ دوسرے لوگوں کے احوال کے لیے ناسخ ہو جائے جو آپ کی حالت و کیفیت کے منافی و مخالف ہیں۔

رہا خوشبو کے پسندیدہ ہونے کا معاملہ تو یہ عبادت حق اور ملاقات خلق کے آداب مستحسنہ میں سے ہے اور نماز کو امور دنیا میں سے شمار فرمایا حالانکہ وہ امور آخرت سے ہے کیونکہ وجود و تحقق اور کسب و ایجاد کے لحاظ سے امور دنیا میں سے ہے اگرچہ اجر و ثواب کے اعتبار سے امور آخرت میں سے ہے۔

## دوسرا باب

### امّات المؤمنین

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کا تفصیلی بیان گذر چکا ہے۔ ان کا وصال نبوت کے ساتویں سال ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ دسویں سال معراج اور نمازوں کی فرضیت سے قبل اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں فرمائی۔ وہ اپنے خدا و اموال کثیرہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فرماتی تھیں اور آپ وصال کے بعد بھی ان کی عزت و تکریم فرماتے تھے اور ان کی سیلیوں کے پاس ہدایا اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ام ازفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وایہ اور ان کو کنگھی وغیرہ کرنے والی حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے اس کا اعزاز و اکرام کیا اور فرمایا یہ ہمارے پاس (حضرت) خدیجہ کے زمانہ جیات میں آیا کرتی تھی اور حسن عہد، ایمان کے شعبوں میں ایک عظیم شعبہ ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا اور کہا میرا بیٹا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اونٹ کو اپنی سواری کا شرف بخشے والا جن امور میں مجھ پر فضیلت دیا گیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کی زوجہ ان کے لیے امور دین میں مدد و معاون ثابت ہوئی اور میری زوجہ میری خطا اور لغزش کا موجب بن گئی۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ اس روایت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس بیوی کی ثناء اور منقبت حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی زبان اقدس پر جاری ہوئی وہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں اور عنقریب یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انبیاء سابقین علیہم السلام پر خدا واد شرف و فضل کے بیان میں مرفوع طور پر ذکر کی جائے گی (اقول بلکہ قبل ازیں مذکور ہو چکی ہے)۔

### ام المؤمنین حضرت سوودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

وہ پہلے سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں دونوں شرف اسلام سے مشرف ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی ان کے خاوند انتقال فرما گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت میں لے کر ام المؤمنین ہونے کا شرف بخشا نیز ان کو دار ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا شرف بخشا۔ جب ان کی عمر شریف زیادہ ہو گئی تو آپ نے طلاق دینے

کا ارادہ فرمایا انہوں نے عرض کیا (مجھے عمر کے اس حصے میں اور کوئی خواہش نطیانی درپیش نہیں ہے میں صرف بروز قیامت آپ کی ازواج میں شمار ہونے کی تمنا رکھتی ہوں اور آپ کی بیویوں میں اٹھائے جانے کی) لہذا آپ مجھے طلاق نہ دیں اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو مہبہ کر دی (چنانچہ آپ نے ان کی تمنا کو بر لاتے ہوئے اور ان کی آرزو کو شرمندہ تکمیل کرتے ہوئے ارادہ طلاق ترک فرمایا۔

### ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت نکاح فرمایا تو آپ کی عمر شریفینچھ سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو عمر شریف نو سال تھی ان کے علاوہ کسی باکرہ اور کنواری عورت سے آپ نے شادی نہیں فرمائی۔ انہیں نو سال کا عرصہ آپ کی خدمت گزار اور معیت کا شرف حاصل رہا (اور عمر شریف اٹھارہ سال تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم داغ مفارقت ظاہری دے گئے،

### ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ پہلے حضرت خنیس بن خذافہ کے نکاح میں تھیں اور ان کے ساتھ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی وہ فوت ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ایک موقع پر آپ نے انہیں ایک طلاق دے دی تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دی ہوئی طلاق سے رجوع کر لیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور قیام کرنے والی ہیں یعنی نماز تہجد ادا کرنے والی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے صرف طلاق دینے کا ارادہ ہی فرمایا تھا طلاق نہیں دی تھی۔

### ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام مبارک ہند ہے باپ کا نام ابو امیہ سہل ہے یہ پہلے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان کی معیت میں حبشہ کی طرف ہجرت کی وہ ہجرت کے چوتھے سال انتقال فرما گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا۔

### ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان کا اسم شریفین رطلہ بنت ابی سفیان ہے۔ عبید اللہ بن عرش کی زوجیت میں تھیں مائیںوں نے حبشہ کی طرف

ہجرت کی اودھیاں نصرانی مذہب اختیار کر لیا آپ نے حضرت عمرو بن امیہ صمیری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا تاکہ ان کا نکاح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیں۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا وکیل بنایا اور انہوں نے آپ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔

### ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ حضرت زید بن عاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ عدت گزرنے کے بعد نکاح فرمایا (اور متبنی کی بیوی کے ساتھ نکاح حرام ہونے کے عقیدہ جاہلیت کو عملی طور پر باطل کر دیا)۔

### ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

وہ پہلے طفیل بن عاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اس نے طلاق دے دی تو ان کے بھائی عبیدہ بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا وہ میدان بدر میں شہید ہو گئے تو آپ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور ان کی عزت افزائی فرمائی۔

### ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

غزوہ بنی المصطلق میں قیدیوں کے زمرہ میں آئیں اور تقسیم کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آگئیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ عقد مکاتبت کیا یعنی مقررہ رقم ادا کرنے کی صورت میں آزاد کر دینے کا عہد کیا یہ بلرگاہ بنوی میں حاضر ہو کر امداد کی طلب گار ہوئیں۔ آپ نے ان کا بدل کتابت ادا فرمادیا اور پھر ان کو شرف زوجیت سے مشرف

عہ۔ مولوی حسین علی ماں بھیری دیوبند نے بلقہ المیران ۱۹۶۵ء میں لکھا کہ آپ نے ان کے ساتھ عدت کے اندر نکاح فرمایا جو قطعاً غلط ہے اور خلاف واقعہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو کہ مسلم شریف وغیرہ میں مروی ہیں کہ عدت گزرنے پر آپ نے ان سے نکاح فرمایا اور یہی تصریح معززین کرام نے فرمائی ہے۔ اور یہی حنفی مذہب کا معتق ہے کیونکہ خلوت صحیحہ ثابت ہو جائے تو عدت لازم آجاتی ہے چہ جائیکہ زنا اور مباشرت متحقق ہو۔ کلام مجید میں ہے فلما تفضی زینباً منها وطلّٰہا فاجناکھا جب (حضرت) زید رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنی حاجت کو پورا کر لیا تو ہم نے ان کا نکاح آپ سے کر دیا۔ لہذا یہ قول صرف باطل ہی نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خلاف شرع کے ارتکاب کا الزام اور بہتان بھی ہے۔ نوذباللہ من ذالک۔

(محمد اشرف)



سرایا۔

## ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حبیب رضی اللہ عنہا

ان کا خاوند کنانہ بن ربیع خیبر کے موقع پر قتل ہو گیا اور انہیں قیدی بنا لیا گیا بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (نسبی فوقیت و برتری اور ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہونے کے ناطے) ان کو اپنے لیے منتخب فرمایا (اور ان کے مشرف بہ اسلام ہو جانے پر ان کو آزاد فرما دیا) اور ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور ان کا حق مہران کی آزادی قرار پایا۔

## حضرت ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا

انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر سے قیدی بنا لیا۔ پھر ان کو آزاد فرما کر اپنے نکاح میں لیا اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے ساتھ مباشرت و جماعت مکہ مکین کے تحت فرماتے تھے اور ان کو آزاد نہیں فرمایا تھا۔

## ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مقام سرف پر ہوا اور وہیں پر زفاف بھی ہوا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ازلی فیصلہ ہی تھا کہ ان کا وصال بھی وہیں ہوا جہاں کہ زفاف ہوا تھا یعنی مقام سرف میں۔

ان کے علاوہ چند عورتوں کے ساتھ آپ نے نکاح فرمایا لیکن زفات کی نوبت نہیں آئی تھی جن میں ایک کلابیہ بی بی جن کا نام بعض کے نزدیک فاطمہ ہے اور بعض عمرہ بتاتے ہیں اور بعض کے نزدیک عالیہ ہے۔

اسی طرح اسماء بنت نعمان، قتیلہ بنت قیس، میکہ بنت کعب، ام شریک، خولہ، شراف، یسلی بنت حطیم اور غفاریہ رضی اللہ عنہن کے ساتھ نکاح ہوا مگر زفات نہیں ہوا۔

اور بعض کے ساتھ خطبہ ہوا اور دعوت نکاح دی گئی مگر نکاح تک نوبت نہیں آئی تھی اور ان ناموں میں اور فقط نکاح یا فقط خطبہ پائے جانے میں اختلاف ہے جس کو پوری وضاحت کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب تلخیص فہوم اہل الاثر میں بیان کیا ہے۔

اور بعض عورتیں آپ پر نکاح کے لیے پیش کی گئیں مگر آپ نے ان کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ فرمایا اور اس سے

انکار فرمایا۔

# تیسرا باب

## سرسری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لونڈیوں کو آزاد کیے بغیر ان کے ساتھ ملک یمن کے تحت مباشرت و مجامعت فرمائی۔ ایسی لونڈیاں سرسری کہلاتی ہیں ان میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں مقوقس نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ دوسری ریحانہ بنت زید رضی اللہ عنہا ہیں جن کا ذکر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ضمن میں کیا جا چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ سرسری تھیں۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چار ایسی لونڈیاں تھیں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا، حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا جو قید ہو کر آئی تھیں اور چوتھی وہ لونڈی جو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ کو مہر کی تھی۔

ابوالوفاء علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ عورتیں عقد میں لانا اور امت کی نسبت آپ کے لیے زیادہ تعدا میں بیویاں مباح کیا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے تجرد و تفرد کو اختیار نہیں فرمایا ورنہ ازواج مطہرات کی طرف قطعاً التفات نہ فرماتے اور صرف عبادت میں مصروف رہتے۔

## چوتھا باب

### قوتِ قوائے جسمانی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیفیت عطا کیے گئے تھے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس روایت کو نقل فرما رہے تھے۔ عرض کیا گیا کیفیت کیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: جماع و مباشرت کی قدرت کاملہ۔

فاسیح ممتنع فرماتے ہیں کہ جن مواضع و مقامات کی حقیقت کما حقہ اور اک کرنے سے کوتاہ اندیشیوں کے عقول قاصر و محجوب ہیں ان میں سے ایک نظام تعدد ازواج اور کثرت مباشرت ہے جس کو وہ نقصان اور تنزل پر محمول کرتے ہیں اور لہو و لعب کے قبیل سے شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ نقصان فہم کی دلیل ہے اور رہبانیت کی طرف میلان کی بلکہ کثرت نکاح و جماع میں جہاں فقط نسل اور دوام نوع انسانی جیسے عظیم منافع ہیں وہاں حفظ صحت و برکت خداوندی سے متنع بھی اس میں ہے اور حقیقت حال کا بنور جائزہ لیا جائے تو فعل و انفعال اور تاثیر و اثر کا مکمل ظہور و ظہور عالم کی علت غائیہ ہے جس قدر نکاح و جماع اور تولید و ناسل میں ہے اور کہیں نہیں ہے اور سید الانبیاء کا عمل اس پر واضح دلیل ہے اور سند و حجت تامہ کاملہ مدارج ص ۲۶

# پانچواں باب

## بوقت خاص پر وہ کا اختیار فرمانا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کسی بھی حالت میں میری نگاہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی زوجہ کے پاس مباشرت کے لیے جاتے اور قربان و جماع فرماتے تو سراقہ پر پردہ ڈالے ہوئے ہوتے اور کپڑا سراقہ پر لٹکائے ہوتے یہی نگاہ اور نہ ہی آپ کی نگاہ پر وہ خاص پر پڑتی۔

## چھٹا باب

### ازواج مطہرات کو مشرف فرمایا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن میں سبھی ازواج مطہرات کو خلوت خاص سے نوازا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات کی ساعت واحدہ میں جمیع ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جانے اور انہیں خلوت خاص سے مشرف فرماتے جو گیارہ کی تعداد میں تھیں آپ سے پوچھا گیا کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی طاقت اور قدرت تھی؟ تو آپ نے فرمایا ہم آپس میں سرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت و قدرت پر گفتگو کرتے تھے تو کہتے تھے کہ آپ تیس آدمی کی قوت و طاقت عطا کیے گئے ہیں۔

ف شیخ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی مدارج النبوت جلد اول ص ۲۴ پر فرماتے ہیں بعض روایات میں چالیس مرد یعنی قوت کی تصریح موجود ہے اور ان میں کوئی مخالفت و تعارض نہیں ہے کیونکہ عدد اقل عدد زائد کے لیے نافی نہیں ہوتا اور مراد ان سے چالیس مرد یعنی جن میں سے ہر ایک کی قوت دنیا کے سوا آدمی جتنی ہوگی تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہری جسمانی قوت چار ہزار آدمی جتنی ہے اور وہانی قوت کا تو اندازہ ہی کیا ہو سکتا ہے کہ آپ نے سورج کو الٹی حرکت دینے وقت گردش سموات کو روک دیا بلکہ ان کو بھی الٹا پھیر دیا جیسے کہ فلاسفہ کا نظریہ ہے کہ گردش آنتاب گردش سموات کے تابع ہے، اور ادھر عیش و تنم کی حالت یہ ہے کہ ہرگز سیر ہو کر نہیں کھایا اور باہموم ہوگی روٹی پر قناعت فرمائی اور اکثر اوقات پانی اور کج روں پر گزار لیا اور بایں ہمہ چہرہ اقدس پر رونق و حسن و جمال اور رنگ مبارک کی شفافیت اور نورانیت حیرت انگیز ہوئی تھی تو معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم اعجاز تھا اور آپ کی قوت و قدرت محض قدرت الہی سے تھی اور دائرہ اسباب عادیہ سے خارج تھی۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت امام سلمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی زوجہ محترمہ سے مباشرت فرمانے لگتے تو اپنی آنکھیں بند فرمائیے۔ مگر کوڑھانپ لیتے اور اس زوجہ محترمہ کو فرماتے۔ سکون و تسرار اور عصمت و وقار کا دامن تھامے رہیے۔

## ساتواں باب ایک ہی غسل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سبھی ازواج مطہرات سے مقلدیت کے بعد ایک ہی غسل فرماتے۔

## آٹھواں باب ایک ایک غسل

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سبھی ازواج مطہرات کے ساتھ یکے بعد دیگرے مباشرت فرمائی۔ اور ہر بار غسل فرمایا۔ جب آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ ایک ہی غسل پر کیوں اکتفا نہیں فرماتے ہر بار تکلف کیوں فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ یہ زیادہ پاکیزہ اور اطیب ہے۔

## نواں باب حسن سلوک

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حبشی لوگ آنے اور وہ عید کے دن مسجد کے ساتھ احاطہ میں خالی جگہ پر لوگ کھیل سے عید کی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں نے اپنا سر آپ کے کندھے پر رکھا اور ان کا کھیل دیکھنے لگی حتیٰ کہ تھک کر وہاں سے لوٹی آپ نے مجھے لوٹ جانے کا حکم نہیں دیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم حلو الپند فرماتے نیز شہد کو محبوب رکھتے اور جب نماز عصر ادا فرماتے تو سبھی ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کو سلام فرماتے خیر و عاقبت دریافت فرماتے اور ضروریات معلوم کر کے پورا فرماتے۔ ایک دفعہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے ہاں تشریف لے گئے تو پہلے

کی نسبت آپ زیادہ دیر وہاں ٹھہرے۔ میں نے سبب دریافت کیا تو مجھے بتلایا گیا کہ ان کو اپنی برادری کی ایک عورت نے شہد کا ڈبہ بطور ہدیہ بھیجا ہے اور انہوں نے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا ہے اس لیے زیادہ دیر وہاں ٹھہر گئے تو میں نے دل میں سوچا کہ کوئی حیلہ گرمی کریں (کیونکہ شہد کا ڈبہ تو دیر سے ختم ہو گا تو اس عرصہ دراز میں محبوب کے دیدار اور شرف صحبت سے وہ تو مشرف رہیں گی اور ہم پوری طرح استفادہ نہیں کر سکیں گی)

میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ہاں تشریف لائیں گے۔ عرض کرنا یا رسول اللہ آپ نے مغایرہ (ایک قسم کی گوند ہے) استعمال فرمائی ہے آپ فرمائیں گے نہیں تو عرض کرنا کہ پھر یہ بو کیسی آتی ہے۔ آپ فرمائیں گے مجھے حصہ نے شہد پلایا ہے تو تم کہنا کہ پھر اس کی مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہو گا اور اس وجہ سے یہ بو محسوس ہوتی ہے اور میں بھی اسی طرح عرض کروں گی اور اے صفیہ تم بھی اسی طرح عرض کرنا۔

جب آپ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے دل میں ارادہ کر لیا کہ حقیقت حال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دوں (حضرت سودہ فرماتی ہیں) اور قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے قریب تھا کہ میں آپ کو آگاہ کر دیتی لیکن اسے عائشہ تمہارے ڈر سے خاموش رہی اور عرض نہ کیا حالانکہ جب آپ دروازہ پر پہنچ چکے تو اس وقت تک یہی ارادہ تھا کہ جب قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے مغایرہ کا استعمال فرمایا ہے؛ آپ نے فرمایا نہیں تو میں نے عرض کیا یہ بو کیسی آرہی ہے؛ آپ نے فرمایا کہ مجھے حصہ نے شہد کا شربت پلایا ہے تو میں عرض کیا اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ تشریف لائے تو فرماتی ہیں میں نے بھی اسی طرح عرض کیا۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے بھی اسی طرح عرض کیا جب دوسرے دن آپ حضرت حصہ کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا میں آپ کو شہد کا شربت نہ پلاؤں آپ نے فرمایا نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی نے عرض کیا بخدا ہم نے آپ کو شہد جیسی پسندیدہ چیز سے محروم کر دیا ہے تو فرماتی ہیں میں نے اس سے کہا کہ چپ رہو۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کسی معاملہ پر گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا تم جس کو چاہو حکم تسلیم کر لو جو تمہارے درمیان فیصلہ کرے کیا (حضرت) ابو عبیدہ بن الجراح (رضی اللہ عنہ) کو فیصلہ مانتی ہو میں نے عرض کیا وہ کبھی بھی آپ کے خلاف اور میرے حق میں فیصلہ نہیں دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ (حضرت) عمر بن الخطاب کو ثالث تسلیم کر لو میں نے عرض کیا نہیں مجھے ان سے ڈر لگتا ہے آپ نے فرمایا شیطان بھی ان کے خدا اور رب جلال سے خوفزدہ ہے۔ اچھا تو کیا (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حکیم پر ارضی ہو؛ تو میں نے عرض کیا ہاں! آپ نے ان کے

پاس آدمی بھیجا وہ حاضر ہوئے تو فرمایا میرے اور ان کے درمیان اس معاملہ میں فیصلہ کیجئے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں فیصلہ کروں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ تم ضرور فیصلہ کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا آغاز کیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میانہ روی اور اعتدال سے کام لیں! تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میرے منہ پر تھپڑ مارا کہ میرے ناک اور نتھنوں سے خون بنے رگا اور کہنے لگے لا ابا لک و نہ ہو باپ تمہارے لیے اور کون اعتدال اور میانہ روی سے کام لے گا اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کام نہیں لیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے اس طرح کا فیصلہ تو تم سے طلب نہیں کیا تھا۔ پھر آپ اٹھے اور اپنے ہاتھ مبارک سے میرے منہ اور کپڑوں سے خون دھویا اور صاف کیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب مجھے غصہ آجاتا اور غضبناک ہوتی تو آپ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرماتے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهَا ذَنْبَهَا وَاذْهَبْ غَيْظَ قَلْبِهَا وَاَعِدْهَا مِنَ الْفِتَنِ "اے اللہ ان کی فروگذاشت سے درگزر فرما اور بخش دے اور ان کے دل سے غیظ و غضب دور فرما اور ان کو ابتلاء و آزمائش سے محفوظ فرما۔"

## دسواں باب

### تاویب ازواج

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلاء اور ازواج مطہرات سے علمدگی کے سبب میں تین قول ہیں۔  
 ۱۔ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس قسم کے نفقات اور اخراجات کا مطالبہ کیا تھا جو آپ کے ہاں متیا نہیں تھے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں خلوت فرمائی جبکہ آپ موجود نہیں تھیں۔ جب ان کو واپسی پر یہ صورت حال معلوم ہوئی تو اظہار حزن و ملال کرنے لگیں آپ نے ان کو خوش کرنے کے لیے فرمایا میں آئندہ ان کے نزدیک نہیں جاؤں گا اور ان سے الگ تعلق رہوں گا، لیکن یہ بات اور کسی کو نہیں بتلانا مگر لشبری کمزوری کے تحت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا بیٹھیں اور اس راز کو راز نہ رکھ سکیں۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کی بارگاہ میں ہدیہ لایا گیا تو آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا انہوں نے واپس کر دیا۔ آپ نے ان کے حصہ میں اضافہ فرما کر پھر ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے پھر اسکو واپس

کر دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ آپ نے عدل و انصاف کا تقاضا پورا کر دیا ہے اگرچہ میری طرف سے اس ہدیہ کو واپس کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مرتبہ کی مالک نہیں ہو بلکہ اس سے بہت کمتر ہو کہ میرے کسی عمل پر اظہار ناپسندیدگی کرو۔ میں ایک ماہ تک تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن اپنی بیوی پر سخت ناراض ہوا تو اس نے بھی جوابی طور پر کچھ بولنا شروع کیا میں نے اس کی جوابدہی کو اچھا محسوس نہ کیا۔ تو اس نے کہا میرا جواب تو تم نہیں سن سکتے اور اس کو سخت برا مناتے ہو حالانکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن (جن میں آپ کی بیٹی بھی شامل ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح گفتگو کر لیتی ہیں اور صبح سے شام تک سلام و کلام بھی ترک کیے رہتی ہیں۔

میں یہ بات سنتے ہی حفصہ کے پاس گیا اور ان سے دریافت کیا کہ واقعی تم ایسا کرتی ہو۔ ان کے اثبات میں جواب دینے پر میں نے کہا تم صبح سے شام تک آپ کے ساتھ کلام وغیرہ ترک کیے رہتی ہو۔ انہوں نے کہا ہاں! میں نے ان سے کہا۔ تَدَاخَابَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ هِنَكُنَّ وَخَسِرْنَا مِنْ أَحَدَا كُنَّ أَنْ يَنْضَبَ اللَّهُ بَعْضُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ تَدَا هَلَكَتْ۔

تحقیق وہ شخص خائب و خاسر ہوا جس نے یہ حرأت کی کیا تم میں سے کسی کو اس امر کا اطمینان اور یقین ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے اللہ رب العزت ناراض نہیں ہوگا اگر ایسا ہوا تو وہ عورت ہلاک ہوگئی۔ پھر میں نے حضرت حفصہ سے دریافت کیا جبکہ وہ رو رہی تھیں کہ آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے۔ آپ اس بلاخانہ پر تشریف فرما ہیں اور ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کیے ہوئے ہیں اور آپ نے ان پر ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے یہ قسم اٹھائی تھی کہ میں ایک دہائی تک ان سے خلوت نہیں کروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے اجازت کے طلبگار ہوئے اور دوسرے لوگ آپ کے دروازے پر مجتمع تھے مگر انہیں اجازت نہ ملی۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اجازت طلب کرنے کے لیے در اقدس پر حاضر ہوئے مگر انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ بعد ازاں ان دونوں حضرات کو اندر آنے کی اجازت ملی تو آپ اندر گئے اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے ارد گرد بیٹھی تھیں اور آپ بھی چپ چاپ بیٹھے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میں ضرور ایسا کلام کروں گا جس سے امید ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑیں گے چنانچہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی نرمی، ماکرم نوازی اور بردباری نے ان کو یہ حرأت بخشی ہے، اگر میری بیوی دختر زید مجھ سے اس طرح کا مطالبہ کرتی اور نفقات و اخراجات طلب کرتی تو میں اسے گردنوں ہاتھوں

سے اس کا گلاب دیتا اور پھر جان کے ڈر سے وہ کبھی ایسا مطالبہ نہ کرتی ایسا بات سنتے ہی آپ ہنس پڑے۔ حتیٰ کہ وارٹھیں بیکر چمکتی نظر آئیں اور فرمایا ان کو تو دیکھو میرے گرد بیٹھی ہیں اور مجھ سے خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

فرداً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ کی طرف اٹھے تاکہ ان کو سزا دیں اور سزائش کریں کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہیں جو کچھ درکار ہو ہم سے لو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ایسی تکلیف نہ دینا، تو محبوب کریم علیہ السلام نے ان کو منع کر دیا کہ ان کو سزا نہ دو اور آپ کی ازواج مطہرات نے عرض کیا بخدا ہم آپ سے اس کے بعد کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس نہیں ہوگی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آیت نخبیر نازل فرمادی یعنی آپ اپنی بیویوں سے فرما دو اگر تمہیں حیات دنیا اور اس کی زیب و زینت درکار ہے تو آؤ میں تمہیں مطلوبہ اشیاء مہیا کر دوں اور چھوڑ دوں اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کی ضرورت ہے اور ان سے تعلق ہے تو پھر صبر و رضا کا کام لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہاں اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

آپ نے ابتداً حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی اور فرمایا میں تیرے سامنے ایک امر کا اظہار و انکشاف کرنے لگا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ توجلدی سے کوئی فیصلہ نہ کرے بلکہ اپنے والدین سے صلاح و مشورہ کر کے فیصلہ کرنا۔ انہوں نے عرض کیا وہ کیا امر ہے؟ آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ لَكُمْ إِذَا جَاءَ سَأْرًا جَمِيلًا وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالذَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا۔

تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے متعلق میں والدین سے مشورہ کروں؟ (اور دنیا کی زیبائش اور آرام و سکون کی خاطر آپ جیسے محبوب کو چھوڑ دوں اور علیحدگی اختیار کروں یہ کیسے ممکن ہے) بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں اور انہیں ترجیح دیتی ہوں۔ البتہ میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے جواب کو دیگر ازواج مطہرات پر مخفی رکھیں اور اس کا تذکرہ نہ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے مشقت میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے سہولت پیدا کرنے والا اور خیر کی تعلیم دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ مجھ سے جو بھی بیوی تمہارے جواب کے متعلق دریافت کرے گی میں ضرور اس کو تاؤں گا (مسلم شریف) ف

ف۔ ازواج مطہرات کے عزیز دنیا کرنا آپ کا فرض ہے مگر منصب نبوت اور اہل بیت نبوت کا معاملہ الگ ہے۔ ان کو دنیا کی طرف میلان و رغبت نمایاں نہیں تھی لہذا ان کے ساتھ آپ نے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سلوک فرمایا کہ دنیا اور اس کی سہولیات و دیکار



# گیارہواں باب

## اولادِ مصطفیٰ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں نبوت کے اعلان سے قبل حضرت قاسم رضی اللہ عنہ متولد ہوئے اور انہی کے ساتھ آپ نے اپنی کنیت ابوالقاسم اختیار فرمائی پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعد ازاں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا تولد ہوا۔ اعلان نبوت کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تولد ہوا جن کو طیب و طاہر کہا گیا اور اس لقب سے لقب کیا گیا ان سب کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ کی اولاد امجاد میں سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو عاص بن وائل سمی نے کہا (نعوذ باللہ) کہ ان کی اولاد زریبہ فوت ہو گئی ہے لہذا یہ ابتر ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اے محبوب تمہارا نذر ختم ہو سکتا ہے اور نہ ہی اولاد منقطع ہو سکتی ہے۔ نہ

ہیں تو لوہے کی پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اللہ تعالیٰ اور دارِ آخرت سے تمہارا تعلق نہیں ہوگا اور اگر ان سے تعلق چاہتی ہو تو پھر دنیا سے فانی اموال اور ساز و سامان کی طرف میلان طبع ہرگز نہیں ہونا چاہیے یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جب ازواجِ مطہرات کا نفقہ واجب ہونے کے باوجود ان کی تربیت و تہذیب اس انداز میں کی جا رہی ہے تو آپ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا جن کا نفقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ ہے اس قدر اہتمام کیے فرما سکتے ہیں کہ ہزاروں دینار سالانہ آمدنی والے علاقے فدک ان کو مہرب کر دیں اور ان کے قبضہ میں دیدیں اور اللہ تعالیٰ بھی اسی حکم پر فوری عمل درآمد کا تقاضا کرتے ہوئے فرمائے۔ آت ذالقرنیٰ حقہ۔

اگر کوئی غیر مسلم اس تفریق اور امتیازی سلوک کو دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف کے متعلق کیا تصور قائم کرے گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یوں آپ محض گزارہ کے لیے اخراجات جملہ اہل قرابت کو مہیا فرماتے تھے جن میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا حصہ بھی ہوتا تھا اور یہی عرض حضرت صدیق نے بھی کی تھی کہ آپ کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ انما یا کل آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من هذه الاموال۔ صرف ضروری اخراجات اس مال سے مہیا کیے جاتے تھے اور وہ اب بھی اسی طرح مہیا کیے جائیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فدک تقسیم نہ فرما کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نظریہ و عقیدہ اور عمل و کردار کی توثیق و تائید فرمادی۔

روحانی اولاد کا مدد و حساب ہو گا نہ جسمانی اولاد کی گنتی اور شمار ہو گا اگر نسل منقطع اور بے نام و نشان ہے تو صرف اس کی ہے جو آپ سے عداوت و دشمنی اور کینہ و بغض رکھنے والا ہے۔

حضرت جبریلین مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو وہ دو سال کے تھے اور محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کی ایک لونڈی تھی جن کا نام سلیمی تھا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے معاملہ میں کفالت کرتی تھیں اور خدمت کرتی تھیں آپ کے کیلئے سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ ذبح کیا کرتی تھیں اور اولاد میں ایک ایک سال کا وقفہ ہوتا تھا اور اولاد کی رضاعت کا انتظام و اہتمام ان کی ولادت سے قبل ہی فرمالتی تھیں۔

ابو بکر بقی فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک طیب و مطیب اکٹھے متولد ہوئے اور توام تھے اور طاهر و مطہر بھی بطن واحد میں پیدا ہوئے مگر یہ خیال درست نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی القاب ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے تھے۔

ف۔ احادیث مبارکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ثابت ہوتی ہیں اور قرآن مجید کی رو سے بھی تین سے کم ہونا ممکن نہیں ہے کہ جمع کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جو کم از کم تین پر اطلاق کیا جاتا ہے یا ایھا النبی قل لا ذوات و نباتک و نساء المؤمنین الایۃ لہذا صرف ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تسلیم کرنا اور دوسریوں کا انکار کرنا ظلم عظیم ہے امت کی بیٹیوں کو آپ کی بیٹیاں کہہ دینے میں کوئی خاص حرج نہیں کیونکہ وہ روحانی اولاد تو ہیں ہی مگر آپ کی اولاد کو غیر کی اولاد قرار دینا تو ذوالشہدہ اس اولاد کی بھی تنقیص ہے اور آپ کے حرم محترم کی بھی اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی شدید ترین ایذا رسانی ہے اور احادیث و اشارت کلام مجید کے ساتھ بھی مذاق ہے العیاذ باللہ یہ عذر کہ حضرت عثمان امتی ہیں ان کے عقید میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں کیسے آسکتی ہیں تو جواب اس کا واضح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امتی ہیں ان کے عقید میں حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کیونکر آگئیں۔ علاوہ ازیں جن کی غلامی اور اطاعت کے انبیاء و مرسلین پابند ہیں تو من بہ و لنتہنہ اور ان پر ایمان لائے بغیر ان کے لیے کوئی چارہ نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امت سے نکال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جس بہرہ روی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اس سے بڑھ کر دشمنی کیا ہو سکتی ہے (العیاذ باللہ) حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے متعلق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی۔ اگر موسیٰ کلیم علیہ السلام حیات طیبہ ظاہرہ کے ساتھ زندہ ہوتے تو انہیں بھی صاحب تورات اور صاحب معجزات مشکاثرہ ہونے کے باوجود اور منصب کلیبی پر فائز ہونے کے باوجود میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا جس محبوب کریم کی اتباع و غلامی سے موسیٰ کلیم علیہ السلام کو چارہ نہیں ہے اور کون ان سے روگردانی کر سکتا ہے۔

پھر جس نے قرآن مجید اور سرکار و عالم کی شریعت کو اختیار کر لیا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صدق دل اور اخلاص قلب سے پڑھ لیا وہی امتی ہے لیا کوئی بدبخت کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلمہ نہیں تھا یا وہ اس قرآن کو یا اس شریعت کو تسلیم نہیں کرتے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

تیسرے فرزند آپ کے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم ہیں جو کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے وہ سولہ ماہ تک زندہ رہے اور ایک قول کے مطابق اٹھارہ ماہ تک بقید حیات رہے (پھر ان کا بھی وصال ہو گیا) صاحبزادوں میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سب سے بڑی ہیں جن کا وصال آٹھ ہجری میں ہوا۔ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا اور ہجرت کے سترھویں مہینہ میں جنگ بدر کی فتح کے بعد ان کا وصال ہوا اور ان کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا عقد تزویج ہوا جن کا وصال نو ہجری میں ہو گیا۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا تولد اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ہوا اور صحیح یہ ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی ہیں اگرچہ ابن بکارتے کہا ہے کہ سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ف

ف۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد پاک کو بچپن میں ہی دنیا سے اٹھایا گیا کیونکہ اگر وہ زندہ رہتے اور منصب نبوت پر فائز نہ ہوتے تو ان پر بھی طعن کیا جاتا کہ حضرت ابراہیم علیہما السلام کی اولاد منصب نبوت پر فائز ہوئی اور حضرت اسحق کی اولاد حضرت یعقوب علیہما السلام کی اولاد بھی اسی منصب پر فائز ہوئی مگر ان میں سے کوئی اس منصب کا اہل نہیں نکلا تو بالذات اور پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بھی طعن لازم آتا اور اگر نبوت عطا فرمائی جاتی تو سرکارِ دو عالم پیغمبرِ آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب خاتم النبیین میں فرق لازم آتا لہذا ان کو بچپن ہی میں دار فانی سے دار بقاء کی طرف بلا لیا گیا۔

بخاری شریف میں اسماعیل سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن ابی اونی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔

اذیت ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مات صغیراً ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نبیاً عاش ابنہ ولكن لا نبی بعدہ جلد ثانی ص ۹۱۵ کیا تم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تو انہوں نے کہا ہاں وہ بچپن میں دارِ آخرت کی طرف کوچ فرما گئے اور اگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور ازل کے فیصلہ میں آپ کے بعد نبی ہونا ہوتا تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا تھا لہذا نرینہ اولاد امجاد کو بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔

(معاشرہ صفاء اللہ تعالیٰ)

# ابواب سفر

## باب اول

### یوم سفر

عبدالرحمن بن کعب رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر کا ارادہ فرماتے تو خمیس (جمعرات) کے علاوہ کم ہی کسی دن سفر کا آغاز فرماتے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمیس کے دن کو پسند فرماتے اور اس میں سفر کرنا مستحب سمجھتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور خمیس کو سفر کرنا پسند فرماتے اُسے اولیٰ والنسب سمجھتے۔

## دوسرا باب

### دُعائے سفر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا آغاز فرماتے لگتے تو فرماتے۔

اللهم انت الصاحب في السفر والخليفة في الاهل، اللهم اني اعوذ بك من الفتنة في السفر والكآبة في المنقلب، اللهم اقبض لنا الارض وهون علينا السفر۔

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو ہی رفیق اور صاحب ہے سفر میں اور قائم مقام ہے اہل اور مال میں۔ الٰہی میں سفر کی تکالیف میں سے مدد چاہتا ہوں اور وہی پر غم و پریشان ہونے سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دے اور سفر کو آسان فرما۔

حضرت عبدالشہین برحق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا فرماتے۔

اللہم انی اعوذ بک من دعثار السفر، وکآبۃ المنقلب، والحور بعد الکور، ودعوة المظلوم، وسوء

المنظر فی الاہل والہمال۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے سفر کی صعوبتوں اور واپسی پر غم و پریشانی سے نجات طلب کرتا ہوں اور ترقی کے بعد تنزل اور اضافہ کے بعد نقصان سے پناہ طلب کرتا ہوں اور مظلوم کی بددعا سے اور اہل و مال میں ناپسندیدہ اور ناسابل برداشت منظر دیکھنے سے پہلے اہل کا ذکر فرماتے اور پھر مال کا۔ (مسلم شریف)

حضرت عبدالشہین عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سواری پر سوار ہوتے اور سفر کا آغاز فرماتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور پھر فرماتے۔ سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا لہ مقربین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ پاک ہے وہ ذات اقدس جس نے ہمارے لیے ایک سواری کو سخر فرمایا اگر اس کی تسخیر نہ ہوتی تو ہم کبھی ان کے قریب نہ آسکتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں پھر فرماتے۔

اللہم انی اسألك فی سفری هذا البرؤ والتقویٰ ومن العمل ما تری، اللہم ہوون علینا السفر واطولنا البعید

اللہم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاہل، اللہم امحبنا فی سفرنا واخلقنا فی اهلنا۔

ترجمہ: اے اللہ میں تجھ سے اپنے اس سفر میں بر و تقویٰ کا طلبگار ہوں اور ایسے اعمال کا جو تجھے پسند ہوں۔ اے اللہ ہم پر اس سفر کو آسان فرما اور اس کی مسافت اور دوری کو ہمارے لیے لپیٹ دے اور سمیٹ دے۔ اے اللہ تو ہی صاحب ہے سفر میں اور محافظ و نگران۔ ہے اہل میں۔ اے اللہ سفر میں ہمیں اپنی مصاحبت سے مشرف فرما اور اہل میں قائم مقامی اور محافظت و نگرانی کے ساتھ۔

علی بن ربیعہ سے منقول ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہوں۔ جب اس کی رکاب میں پاؤں رکھا تو کہا بسم اللہ اور جب اس پر سوار ہو کر سیدھی طرح بیٹھ گئے تو فرمایا۔ الحمد للہ سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا لہ مقربین۔ وانا الی ربنا لمنقلبون پھر تین بار الحمد للہ کہا اور تین مرتبہ اللہ اکبر پھر فرمایا۔ سبحانک لا الہ الا انت قد ظلمت نفسی فاغفر لی۔ اے اللہ تو پاک ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے لہذا میرے لیے مغفرت فرما۔

پھر آپ ہنسنے لگے تو میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ کسی سبب سے ہنس رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح عمل فرمایا جس طرح میں نے کیا ہے پھر آپ ہنسنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسنے لگے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بند سے پر اس وقت راضی ہوتا ہے جبکہ

عرض کرتا ہے رب اغفر لی اور فرماتا ہے کہ میرے بندے کو یقین ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی بخشے والا نہیں ہے

## تیسرا باب

### الوداعی طریقہ

حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس شخص کو جو سفر کا ارادہ کرتا اُسے فرماتے میرے قریب آؤ میں اس طرح تجھے وداع کروں جیسے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وداع فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم الوداع فرماتے تو یہ دعا دیتے۔ اَسْتُوِعِ اللهُ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ فِيں اللہ تعالیٰ کے ہاں ودیعت رکھتا ہوں تیرے دین کو امانت و دیانت کو اور خاتمہ اعمال کو (اور اس سے بڑھ کر کوئی امانت کی حفاظت کرنے والا نہیں ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو الوداع فرماتے تو یہ دعا دیتے۔ زودك الله التقوى وغفر ذنبك ولقائك الحيرحيث توجهت۔ اللہ تعالیٰ تجھے تقویٰ پر سزگاری کا زاد اور احسانیت فرمائے تیرے گناہ معاف فرمائے اور تو جہاں بھی جائے اور جدھر بھی توجہ کرے۔ تجھے خیر و عافیت سے ہمکنار کرے۔

## چوتھا باب

### کیفیت سفر

حضرت امام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ میری موجودگی میں ان سے محبوب کریم علیہ السلام کی حجۃ الوداع کے موقع پر کیفیت سیر اور رفقاء کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ آپ کی کیفیت سیر یہی کہ سواری کو درمیانہ دوڑاتے اور جب کھلی اور کشادہ جگہ میر ہوئی تو پوری قوت سے دوڑاتے۔

# پانچواں باب

## پڑاؤ کے وقت دُعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر پر تشریف لے جاتے یا ویسے سفر فرماتے اور کسی جگہ رات ہو جاتی تو فرماتے۔

ربی وربک اللہ، اعوذ باللہ من شرک وشر ما فیہ وشر ما دبت علیک، اعوذ باللہ من شر کل اسد وبعود وحقیۃ وعتقرب، ومن شر ساکنی البلد، ومن شر والدی واولد۔

اسے زمین تیرا اور میرا رب اور مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے تیرے اور جو کچھ تجھ میں ہے یا تجھ پر چلنے والا ہے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ہر شیر اور سیاہ سانپ کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں اور ہر سانپ اور بچھو اور شہر و قصبہ کے ساکنین کے شر و فساد سے اور ہر جھٹنے والی شئی اور جنم لینے والی شئی کے شر و فساد سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ یعنی شیطان اور اس کی ذریت سے۔

# چھٹا باب

## دُعا سحر گاہی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور سحر کا وقت ہوتا تو

فرماتے۔ سمع سامع محمد اللہ وحسن بلائہ علینا ربنا صابجینا و افضل علینا، عاوذ اب اللہ من النار۔

ترجمہ: سن لیں سننے والے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو اور ہم پر اس کے حسن بلاء اور اچھی آزمائش کو اسے رب ہمارے ہمیں اپنی رفاقت سے مشرف فرما اور ہم پر فضل فرما۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عذاب نار سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

## ساتواں باب

### سواری پر نماز نفل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر نماز ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو قبلہ کی طرف توجہ فرماتے اور منہ مبارک اوپر پھیرتے اور نماز کے لیے تکبیر کہتے پھر سواری کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے، وہ جدھر بھی متوجہ ہوتی آپ نماز ادا فرماتے رہتے اور اسے جاری رکھتے۔

## آٹھواں باب

### سفر سے واپسی کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے لوٹتے خواہ حج و عمرہ کا ہو یا یاغزوہ و جہاد کا توجہ بلند می پر چڑھتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر فرماتے اور بعد ازاں لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لا الہ الا اللہ والحمد والہو علی کل شیء تیر۔ ایبون تائبون، عابدون لربنا حامدون، صدق اللہ وعده ونصر عبده، وهزم الاحزاب وحده۔ صرف اللہ تعالیٰ معبود ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے لک اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر ممکن شے پر قادر ہے، ہم لوٹنے والے، رجوع کرنے والے، اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے عبد خاص کی امداد فرمائی اور تمام گروہوں کو تنہا شکست دی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے مراجعت کا ارادہ فرماتے تو فرماتے۔ ایبون تائبون لربنا حامدون اور جب گھر میں داخل ہوئے تو فرماتے۔ اوباً اوباً لربنا توياً لا یفادریلنا حوباً رجوع ہے رجوع اپنے رب کی طرف در انحالیکہ ہم اس کی جناب میں توبہ کرنے والے ہیں۔ وہ ہم پر کوئی گناہ نہیں چھوڑے گا (بلکہ سچی معاف فرما دے گا۔ یہ تعلیم امت ہے)



## نواں باب

### سفر سے واپسی پر عمل

حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس مدینہ منورہ میں دن کو چاشت کے وقت تشریف لاتے تو آتے ہی مسجد میں قدم رنجہ فرماتے اور دو رکعت نماز ادا فرما کر وہیں بیٹھ رہتے تا کہ امتحان دیدار جو فراق کے لمحات گن گن کر گزارتے رہے اور بیتابی سے بجزیرت واپسی کے منتظر رہے وہ جمال جہاں آرا سے اپنی نگاہوں کو ٹھنڈا کریں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر وہیں تشریف رکھتے جس قدر کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ لوگوں کے احوال دریافت فرمادیں اور ان کے سوالات کا جواب عنایت فرمادیں اور ان کو سلام کرنے اور بارگاہ اقدس میں حاضری دینے کا موقعہ بخشیں۔

## دسواں باب

### سفر سے واپسی کا وقت

حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اہل خانہ کے ہاں تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ چاشت کے وقت یا پچھلے پھر مدینہ منورہ میں رونق افزوز ہوتے۔

# ابواب سامان جنگ

## باب اول

### تلوار

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن بطور مال غنیمت حاصل فرمائی اور اسی کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن خواب دیکھا کہ میں نے اپنی تلوار کو لہرایا ہے تو وہ اگلی جانب سے ٹوٹ گئی ہے اور اس کی تعبیر اہل اسلام کا شہید ہونا اور تکلیف و شدت میں مبتلا ہونا تھا۔ پھر میں نے اس کو دوبارہ لہرایا تو وہ جڑ گئی اور پہلے کی نسبت بہتر ہو گئی اور اس کی تعبیر تھی فتح مذی سے ہمکنار ہونا اور اہل ایمان و اسلام کا مجتمع ہو جانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا نام ذوالفقار تھا (کیونکہ اس پر دندانے تھے) ابن عاصم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حضرت علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ہمیں رسول خدا علیہ السلام کی تلوار دکھائی جس کے قبضہ کا اوپر والا حصہ چاندی سے بنا ہوا تھا اور جن دو حلقوں میں حائل تھا وہ بھی چاندی کے تھے۔ میں نے حائل کو کھینچا تو وہ کمزور اور بوسیدہ ہو چکا تھا یہ تلوار دراصل نبی بن الحجاج سہمی کی تھی اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اپنے قبضہ میں لیا اور اپنے لیے پسند فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔

## دوسرا باب

### زرہ مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ مبارک کا نام ذوالفضول تھا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ہمیں

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ دکھلائی جو کہ میاں تھی اور باریک حلقہ وار جب اس کے حلقوں کو پکڑا جاتا اور ٹٹکائی جاتی تو  
سکڑ جاتی اور جب چھوڑ دی جاتی تو پھیل جاتی حتیٰ کہ زمین کو چھونے لگتی۔  
حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ میں دو حلقے  
چاندی کے تھے۔

حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے دن دو زرہیں تھیں جن کو آپ  
نے باہم جوڑا ہوا تھا۔

## تیسرا باب

### تو دمبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ مبارکہ میں تشریف  
لائے تو آپ کے سر اقدس پر لہے کا خود تھا۔

## چوتھا باب

### کمان مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کو حج کے  
دن اور سفر میں قوس و کمان پر اوٹ لگائے اور سہارا لیے کھڑے ہو کر خطاب فرماتے۔

## پانچواں باب

### نیزہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ایک نیزہ یا عصا تھا جس کے

سرے پر سلاخ تھی اس کو زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا اور آپ کو سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے۔

## پھٹا باب

### نیزہ خورد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا سا نیزہ تھا جو زمین میں گاڑا جاتا تھا اور آپ اس کو سترہ بنا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے (اور ان کے آگے سترہ نہیں ہوتا تھا آپ کا سترہ ان کے لیے بھی سترہ بن جاتا) اور آپ حالت سفر میں اس طرح کرتے تھے اسی لیے بعد والے امر اور حکام نے بھی اس سنت کو اپنایا اور سفر میں ایسے نیزے ساتھ رکھے ابن یزید سے منقول ہے کہ مجھے نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھاتا کہ آپ سے دریافت کروں کہ آیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حربہ یعنی چھوٹے نیزہ کو بطور سترہ نماز میں استعمال فرماتے تھے آپ نے فرمایا ہاں خیبر کے موقع پر آپ نے اسے استعمال فرمایا۔

## ساتواں باب

### پرچم مبارک

عبداللہ بن بریدہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم (علم) سیاہ رنگ کا تھا اور آپ کا لوا یعنی چھوٹا جھنڈا سفید رنگ تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سفید رنگ کا تھا اور آپ کا علم سیاہ رنگ کا تھا جس کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سیاہ رنگ پالانوں والے نقوش و صورتوں سے منقش اور مصور کبیل سے تیار کیا گیا تھا۔

یونس بن عبید مولیٰ محمد بن القاسم سے منقول ہے کہ مجھے محمد بن قاسم نے حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق ان سے دریافت کروں کہ وہ کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ

سیاہ رنگ تھا اور اس کو سیاہ کبیل سے تیار کیا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک سیاہ تھا اور آپ کا پرچم سفید رنگت والا تھا جس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

حضرت حن بھری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم فخرِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک عقاب کی طرح سیاہ تھا اور اُسے اس لقب سے پکارا جاتا تھا۔

## آٹھواں باب

### چھڑی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبور کی شاخوں کو پسند فرماتے تھے اور کوئی نہ کوئی شاخ ضرور آپ کے ہاتھ مبارک میں ہوتی تھی۔ ایک دن آپ مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں ایک شاخ نخل تھی آپ نے مسجد کی دیوار پر قبلہ کی سمت میں لعاب دہن دیکھا تو اُسے اسی چھڑی سے کھرچ دیا۔

حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور آپ کے ہاتھ مبارک میں چھڑی تھی (جس پر اوٹ لگائی جاتی ہے اور وہ تہی گاہ تک بلند ہوتی ہے اور خطبا اس کے ساتھ بوقت خطبہ اشارہ کرتے ہیں)۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بقیعِ غرقہ میں یعنی قبرستان میں تشریف فرما تھے اور آپ کے دستِ اقدس میں چھڑی تھی جس کو نخرہ کہا جاتا ہے۔ آپ وہاں بیٹھے اور سرِ اقدس کو جھکایا اور اس چھڑی کے ساتھ زمین کو کھرچنے لگے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھڑی تھی جو آجکل خلفاء کے پاس ہوتی

ہے۔

# نوال باب

## عصا مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عصا پر سہارا لینا اور اوٹ لگانا اخلاق انبیاء اور عبادت مرسلین  
علیم السلام سے ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک تھا جس پر تکیہ لگاتے اور لوگوں کو بھی عصا رکھنے اور اس  
پر تکیہ و سہارا لینے کا حکم فرماتے۔ ف

ف۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

عصائے کلیم اتر دھائے غضب تھا

گردن کا سہارا عصائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

# ابواب غزوات

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستائیس غزوات میں شمولیت فرمائی جن میں سے نو کے اندر قتال فرمایا۔ بدر، احد، مرسیع، خندق، قرظہ، خیبر، فتح مکہ اور حنین و طائف اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ نے بنو النضیر میں قتال فرمایا اور غزوہ وادی القریٰ اور غابہ میں بھی۔ اب ہم آپ کے جملہ غزوات کی طرف لطیف اشارات کرتے ہیں اور ان کا اجمالاً ذکر کرتے ہیں۔

## باب اول

### دعائے جہاد و غزوہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ غزوہ پر نکلتے تو فرماتے۔ اللھم انت عضد ی و انت نصیری و بک اقاتل۔ اے اللہ تو ہی میرا دست و بازو ہے اور نصیر و مددگار اور تیری مدد سے ہی میں قتال کرتا ہوں اور تیرے اعداء سے جہاد کر کے ان کا قلع قمع کرتا ہوں۔

## دوسرا باب

### غزوۃ البواہر و دان

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا آغاز فرمایا اور یہ ہجرت کے بارہویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ آپ کا علم اور پرچم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور اس غزوہ میں صرف مہاجرین کو آپ نے ساتھ لیا اور کوئی انصاری شریک نہیں تھا۔ مقام البواہر تک آپ تشریف لے گئے اور قریش کے قافلہ کار راستہ روکنا مقصود تھا مگر ان سے ملاقات نہ ہو سکی اور دشمنوں کے کید و مکر سے آپ محفوظ رہے اور البواہر کے سردار عتشی بن عمرو صغری کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باہم عہد و پیمان کیا کہ میں بنی صغریہ کے خلاف جنگ نہیں لڑوں گا اور وہ ہمارے خلاف جنگ

ہیں حصہ نہیں لیں گے اور تحریری طور پر عہد کیا گیا۔ اس غزوہ کے دوران آپ پندرہ دن مدینہ طیبہ سے دور رہنے کے بعد واپس تشریف لائے۔

## تیسرا باب

### غزوہ بواط

یہ غزوہ ربیع الاول تشریف میں ہجرت کے تیرھویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ کا لواء اور علم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا اور مدینہ منورہ میں آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔ دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر قریش کے ایک قافلہ کار استروکنا چاہتے تھے جس میں سو قریشی شریک تھے۔ اور امیہ بن خلف بھی تھا اور اٹھائی ہزار اونٹ اس قافلہ کے ہمراہ تھے۔ آپ مقام بواط تک پہنچے جو کہ رضوی کے ایک طرف چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلہ پر مشتمل ہے اور بواط اور مدینہ منورہ میں چار منزل کا فاصلہ ہے اس دفعہ بھی دشمنوں سے ملاقات اور ٹھہیر نہ ہوئی اور مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## چوتھا باب

### کرز بن جابر کی طلب میں نکلنا

یہ غزوہ بھی ہجرت کے تیرھویں ماہ وقوع پذیر ہوا کرز بن جابر نے مدینہ منورہ کے مال مویشی لوٹ لیے جو باہر چرتے پھرتے تھے اور ان کو ہانک کر لے گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تلاش کرنے اور قابو کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا حتیٰ کہ وہادی سفوان تک پہنچے جو کہ بدر کے ایک طرف ہے مگر وہ نہ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور آپ واپس تشریف لائے۔



# پانچواں باب

## غزوہ ذی القیسر

یہ غزوہ ہجرت کے سولہویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ مع اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیس اونٹوں کو ساتھ لے کر جن پر دن باری باری سوار ہوتے تھے اس غزوہ پر روانہ ہوئے۔ اس موقع پر بھی قریش کے ایک قافلہ تجارت کا راستہ روکنا مقصود تھا جس میں ابوسفیان تھا اور کافی مال و متاع لے کر شام سے واپس آ رہا تھا جب عسیرہ کے مقام پر پہنچے جہاں سے مدینہ منورہ نو برید کے فاصلہ پر تھا تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان اپنے قافلہ کو لے کر ساحلی راہ سے نکل گیا ہے (اور اس کو بھی معلوم ہو گیا کہ قافلہ پر حملہ ہونے والا ہے لہذا اس نے مکہ مکرمہ میں قریش کو اطلاع بھیج دی اچنانچہ قریش اپنے قافلہ کا دفاع کرنے کے لیے نکلے اور غزوہ بدر وقوع پذیر ہو گیا۔

# چھٹا باب

## غزوہ بدر

ابوسفیان کے ساتھ قریش کے اموال و اسباب تھے جن کے ساتھ وہ ان کے لیے تجارت کرتا تھا اور اس قافلہ میں آدمیوں کی تعداد کم تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور قریش کے یہ اموال اپنے قبضہ میں کر لینے کا حکم فرمایا جب ابوسفیان کو اس کا علم ہوا تو اس نے صفصم بن عمرو کو مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا تاکہ قریش کو فوراً اپنے اموال کی حفاظت کرنے کے لیے نکلنے پر آمادہ کرے۔ وہ مکہ میں پہنچا تو اس نے اپنے اونٹ کے کان وغیرہ کاٹ دیے اور اپنا کرتہ پھاڑ دیا اور چلا چلا کر کہہ رہا تھا۔ اے گروہ قریش! اپنے نافرمانے مشک کو قابو میں رکھو اور اسے ضائع ہونے سے بچاؤ۔ تمہارے اموال ابوسفیان کے ساتھ ہیں جن پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی حملہ آور ہو چکے ہیں۔ میرے خیال میں تم ان کو پانہیں سکو گے۔ الغوث الغوث فریاد کو پہنچو۔ فوراً امداد کو پہنچو۔

قریش نے فوراً تیاری کی اور تیزی کے ساتھ نکلے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے صفصم کی آمد سے تین رات قبل خواب دیکھا جس نے ان کو سخت گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

کیا اور ساتھ ہی کہا کہ مجھ اس خواب کی رو سے تمہاری قوم میں کسی شر اور فساد کے رونما ہونے کا اندیشہ ہے۔  
میں نے خواب یہ دیکھا ہے کہ ایک اونٹ سوار آکر وادی البطح میں پھرا ہے اور اس نے بلند آواز کے ساتھ پکار کر کہا ہے۔ اے آلِ غدرتین دن کے اندر اپنے مقتل اور جائے ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ تو لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے۔ پھر وہ سوار مسجد میں داخل ہو گیا اور لوگ اس کے پیچھے چل رہے تھے۔ پھر اس کا اونٹ اسے لے کر کعبہ پر چڑھ گیا اور وہاں بھی اعلان کیا۔ اے آلِ غدرتین دن کے اندر اپنے مقام ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ پھر اس کا اونٹ اسے لے کر کوہ ابوقیس پر چڑھا اور وہاں بھی یہی اعلان کیا۔

پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر نیچے لڑھکا دیا۔ وہ نیچے لڑھکنے لگا حتیٰ کہ جب پہاڑ کے دامن میں پہنچنے والا تھا تو وہ زور سے پھٹ پڑا اور کہ کے گھروں اور مکانوں میں سے کوئی مکان اور گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خواب سن کر فرمایا، واقعی یہ بہت ڈراونا اور بھیانک خواب ہے اس کو چھپائے رکھو اور عام لوگوں کو بیان نہ کرو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے ابو جہل سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا اے بنی عبدالمطلب یہ عورت تم میں کب سے نبی بن گئی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کیسے اور کیوں؟ اس نے کہا یہ جو عاتکہ نے خواب بیان کیا ہے! کیا تم اس پر خوش نہیں ہوئے تھے کہ تمہارے مردوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اب عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں پھر اس نے کہا اگر تین دن گزر گئے اور کوئی واقعہ رونما نہ ہوا تو ہم تمہارے متعلق مشہور کریں گے کہ تمہارا گھرانہ اہل عرب میں سب سے زیادہ جھوٹا گھرانہ اور خانوادہ ہے (نور بالند)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے انکار کیا کہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے کوئی خواب دیکھا ہے بنی عبدالمطلب کی عورتوں میں سے کوئی بھی ایسی عورت باقی نہ رہی جس نے میرے پاس آکر یہ شکوہ نہ کیا ہو کہ تم نے ابو جہل کو اپنے مردوں کے حق میں طعن و تشنیع کا موقع دیا اور اب یہ عورتوں کو بھی معاف نہیں کر رہا اور ان کی بھی ہتک کر رہا ہے۔ میں نکلا تاکہ ابو جہل سے تعرض کروں اور اس کو کفر کردار تک پہنچاؤں مگر جو نبی اس نے مجھے دیکھا تو روپوش ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ یہ اس سے خوفزدہ ہو گیا ہے کہ میں کہیں اس کے ساتھ گالی گلوچ نہ کروں اور اسی دن اس نے مصمّم بن عمرو کا وہ آوازہ سنا۔

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے نکلنے اور میدان جنگ کی طرف بڑھنے کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کلام کیا اور خوب کلام فرمایا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بہت اچھا خطاب فرمایا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ جہاں بھی آپ کو جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ آپ چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں اور ہم اس طرح نہیں کہیں گے

جس طرح حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کی امت بنی اسرائیل نے کہا تھا۔

اذھب انت وربک فقاتلا اناھنا قاعدون۔ تم جاؤ اور تمہارا رب جا کر قتال کرو ہم تو نہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو بڑوں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ برک العقاد (جو کہ حبشہ کے علاقہ میں شہر ہے) تک چلیں تو ہم آپ کے ساتھ رہیں گے اور وہاں تک کے لوگوں کے خلاف جہاد کریں گے اور قوت و طاقت کا مظاہرہ کریں گے۔ بزدلی کا مظاہرہ نہیں کریں گے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی دعائے خیر سے نوازا اور پھر ارشاد فرمایا مجھے مشورہ دو اور آپ انصار کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے تب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا جہاں آپ چاہتے ہیں تشریف لے چلیں اس ذات اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں لے کر سمندر کے کنارے پہنچ جائیں اور آپ سمندر میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی ضرور بالضرور آپ کے ساتھ سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے اور ہم جنگ کے وقت صبر و استقامت سے کام لیں گے اللہ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیں۔

تب آپ نے فرمایا چلو اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو اور تمہارے لیے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو میں سے ایک طائفہ اور جماعت کا وعدہ دیا ہے اور بخدا میں قوم قریش کے مقامات قتل و ہلاکت کو گویا ابھی اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ چلے حتیٰ کہ بدر کے قریب پڑاؤ ڈالا اور وہاں آپ کے لیے ایک چھپر اور سایہ دار جگہ بنا لی گئی جس میں آپ تشریف فرما ہوئے اور قیام پذیر رہے۔

ابوسفیان بیچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور قریش جو جنگ کرنے کے لیے نکل چکے تھے ان کو بھی پیغام بھیجا کہ تمہارے اموال صحیح و سالم تمہارے گھر پہنچ چکے ہیں لہذا واپس آ جاؤ۔ لیکن ابوہل نے کہا۔ بخدا جب تک ہم میدان بدر میں نہیں پہنچ لیں گے واپس نہیں ہوں گے اور میدان بدر میں ہر سال میلہ لگتا تھا اور بازار لگتے تھے۔ وہاں تین دن ٹھہرس گے۔ اونٹ فوج کریں گے اور انواع و اقسام کے کھانے کھائیں گے اور شراب پیئیں گے۔ ہماری لونڈیاں گائیں بجائیں گی رقص اور ناچ کریں گی۔ اہل عرب ہماری جزات و شجاعت کے قہقہے سنیں گے اور ہمیشہ ہم سے خوفزدہ رہیں گے جب ابوسفیان کو یہ جواب ملا تو اس نے کہا اے افسوس میری قوم پر یہ عمر بن ہشام یعنی ابوہل کی جہالت و حماقت ہے پھر وہ خود بھی ان کے ساتھ آطا اور چل کر بدر میں آ پہنچا۔

عمیر بن وہب نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے کہا میں (مدینہ منورہ) کے لوٹوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ سواروں کو نہیں بلکہ خالص موت کو اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کا سوائے تلواروں کے کوئی اٹھنا بچھو تا نہیں ہے بخدا ان میں سے کوئی شخص قتل نہیں ہوگا جب تک تم میں سے کسی شخص کو قتل نہ کر لے اور اگر وہ تم میں سے اپنی گنتی کے مطابق قتل کر دیں تو اس کے بعد زندگی اور جینا کس خیر اور بھلائی کا حامل ہوگا۔ عمیر کی یہ گفتگو سن کر عتبہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ابوہل نے کہا کیا تو بزدل ہے اور تیرے پیچھڑوں میں ہوا بھرنی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلام اور جھنڈے تیار فرمائے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں ہاتھ مبارک دعا کے لیے دراز فرمائے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اللھم ان تھلك هذه العصابة لا نقبدا فی الارض۔ اے اللہ اگر یہ میرے غلصین کی جماعت ہلاک ہو گئی اور ان کی خصوص مدد فرمائی گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں ہو سکے گی اور اسی طرح آپ دعا کرتے رہے اور خدائے قدوس سے امداد و نصرت طلب فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کی چادر مبارک کندھوں پر سے گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبر حاضر ہوئے۔ چادر مبارک اٹھا کر آپ کے مقدس کندھوں پر ڈالی اور پھلی طرف سے آکر آپ کو سینے سے لگا کر عرض کیا۔ اے نبی خدا۔ اے حبیب اللہ یہ دعائیں اور ندائیں اور واسطے جو آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیے ہیں وہ کافی ہیں وہ یقیناً آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا۔

صفت مشرکین سے عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ نکلے اور اس کا بیٹا ولید اور مبارزت طلب کی انصاریں سے تین جوان مقابلہ پر نکلے انہوں نے کہا ہمیں تم سے کوئی عرض نہیں ہے ہماری لڑائی اپنے قریشی بھائیوں سے ہے لہذا وہ میدان میں نکلیں پھر ان میں سے ایک نے پکار کر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف ہمارے ہم کفو اور برادری کے آدمی بھجو۔ آپ نے حضرت عبیدہ، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو فوری طور پر میدان جنگ میں پہنچنے کا حکم دیا تو اس وقت اس ٹولی نے کہا اب برابر کے باعزت لوگوں سے مقابلہ ہے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو دعوت مبارزت و قتال دی۔ حضرت حمزہ نے شیبہ کو جہنم واصل کیا۔ حضرت علی نے ولید کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اور عتبہ نے ایک دوسرے پر وار کیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا تو وہ حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے عتبہ پر ٹپٹ کر حملہ فرمایا اور اس کو ٹھکانے لگا دیا۔ پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف چلے اور گھمان کارن پڑنے لگا۔ سرور عالم فخر عرب و عجم محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی مٹھی اٹھائی اور قریش کی طرف پھینکے ہوئے فرمایا۔ شاہت الوجوہ۔ یہ چہرے قتیح اور بد صورت ہو گئے۔

ف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف و خشیت اور حضرت صدیق اکبر کی طائیت سے بظاہر تو ہم ہو سکتے ہیں کہ انہیں رسالت اللہ علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ پر ذوق زیادہ تھا۔ العیاذ باللہ تو سبیل اور ابن العربی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حضرت صدیق مقام رجا میں تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف میں اور یہ آپ کے جلال خداوندی اور اس کی شان لا ابالی کے عرفان کامل کی دلیل و برہان کامل ہے۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتقائے اللہ تھا کہ آپ کی دعا اور وسیلہ بارگاہ خداوندی میں متجاہد ہے لہذا آپ نے ان کی تقویت قلوب اور تسکین نفوس کے لیے اس قدر بہتال اور زاری سے کام لیا کیونکہ یہ جنگ کا پہلا موقع تھا لہذا ان کی تقویت قلوب اور تسکین نفوس ضروری تھی اور جب حضرت صدیق تھے آپ کی دعا اور زاری کو دیکھ کر اجابت دعا اور فتح و نصرت کا یقین ظاہر کیا تو آپ کو حصول مقصد کا یقین ہو گیا لہذا بہتال و زاری کو ختم کر دیا بلکہ اعلان فرمایا یہ منہم الجمع دیوتون اللہ برفکار کا یہ جتہ اور گردہ غمغریب تکت کھائیگا اور پٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا۔ کذا فی حاشیۃ البخاری جلد ثانی ص ۵۶۳ و شروع البخاری وغیرہ۔ محمد اشرف رضا المدینہ۔

پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا حملہ پوری قوت سے کرو۔

اسی دوران آسمان سے ملائکہ اترنے لگے پہلے ایک آندھی سی آئی اور پھر ختم ہو گئی۔ پھر دوسری آندھی اور بعد ازاں تیسری آندھی اور جھکڑا سا محسوس ہوا۔ پہلی دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ نازل ہوئے۔ دوسری مرتبہ میکائیل علیہ السلام اور تیسری مرتبہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ایک ایک ہزار جماعت لے کر پہنچے اور اس میدان میں ملائکہ کی علامات نورانی دستاریں تھیں جو سرخ، سبز اور زرد رنگ معلوم ہوتی تھیں اور وہ چتے گھوڑوں پر سوار تھے اور مشرک بھی ان گھوڑوں کا ہنہانہ سنتے تھے۔ (اگرچہ کوئی چیز ان کو نظر نہیں آتی تھی) جب اہل ایمان کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے دوڑتے تو ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اس کا سر الگ ہو چکا ہوتا اور کافر زمین پر گر کر ڈھیر بن چکا ہوتا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عظیم فتح نصیب فرمائی اور کافروں کو عبرتناک شکست سے دوچار فرمایا۔

قریش کے روساء میں سے ستر قتل ہو گئے اور ستر کو قیدی بنا لیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ چیرے بھائی ہیں اور قریشی رشتہ دار، میرا خیال یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے اور ان کو آزاد کر دیا جائے۔ ہمیں اس مال سے تقویت حاصل ہو جائے گی۔ اور ہو سکتا ہے یہ مشرف باسلام ہو جائیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا۔ بخدا میری رائے وہ نہیں ہے جو حضرت ابو بکر صدیق نے دی ہے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ فلاں شخص جو میرا قریبی ہے وہ میرے حوالے کر دتا کہ میں خود اس کو قتل کروں اور عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دوں تاکہ اسے قتل کر لیں اور حضرت حمزہؓ کو فلاں شخص جو ان کا بھائی ہے اس کے قتل کا حکم دیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لیے کوئی نزم گوشہ نہیں ہے اور ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کفار و مشرکین کے سر غتے ہیں اور ان کے رہبر و رہنما لہذا ان کا ٹھکانے لگانا بہت ضروری ہے۔ محبوب کریم علیہ السلام نے (ازلی فیصلہ اور تقدیر الہی کے مطابق) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو شرف پذیرائی بخشے ہوئے ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا فیصلہ فرما دیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں میدان بدر میں صفت قتالی کے اندر کھڑا تھا جب دائیں بائیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں تو دو نوخیز انصاری جوانوں کے درمیان ہوں، میرے دل میں یہ تمنا اور آرزو پیدا ہوئی کہ اسے کاش میں ان کی بجائے اور مضبوط اور توانا آدمیوں کے درمیان ہوتا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک نے مجھے کہا اے چچا کیا ابو جہل کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں! تمہارا اس سے کیا کام ہے اور کیا غرض! اس نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول خدا صیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مسیحا جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میں اس سے اتنے وقت تک الگ نہیں ہوں گا جب تک خود شہید نہ ہو جاؤں یا اس کو

جنم حاصل نہ کروں دوسری جانب سے دوسرے جوان نے دریافت کیا کہ ابو جہل کو جانتے ہو اور پہلے کی مانند اپنے جذبات عشق مصطفوی کا مظاہرہ کیا اور دشمنان مصطفیٰ علیہ التمجید والثناء کے ساتھ قلبی غیظ و غضب اور شدت و سختی کا اظہار کیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ابو جہل لوگوں میں گردش کرتا اور چکر گاتا ہوا نظر آیا تو میں نے ان دونوں شیعہ نبوت کے پروانوں اور عظمت مصطفیٰ کے پاسبانوں سے کہا۔ کیا اس شخص کو ریکھتے نہیں ہو یہ ہے وہ بد بخت جس کا پتہ تم لوچھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی وہ شاہین کی طرح اس پر شکار پر چھٹے اور پک جھپکنے کی ریر میں اس پر وار کر کے اس کو داخل جنم کر دیا اور ٹھنڈا کر دیا۔ محبوب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ان کو بدترین دشمن کے ٹھکانے لگا دینے کا مشورہ سنایا اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے ان کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا۔ ہاں تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے کیونکہ ہر ایک نے اس کو کاری زخم لگایا ہے لیکن ابو جہل کے سازد سامان کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن الجوح کے حق میں کیا اور معاذ بن عمرو کو اس میں شریک نہ فرمایا کیونکہ قتل میں درحقیقت موثر وار حضرت معاذ بن عمرو کا تھا، (بخاری مسلم)

حضرت ابو عبیدہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابو جہل کے پاس پہنچا وہ ہلاکت کے قریب تھا اور اس کا پاؤں شدید زخمی تھا اور وہ تلوار ہاتھ میں لے کر اس وقت بھی اپنا دفاع کر رہا تھا اور لوگوں کو اپنے آپ سے دور رکھے ہوئے تھا۔ میں نے اس کو پکڑا اور اس کا سر قلم کر دیا اور قتل سے پہلے اسے کہا۔ اے دشمن خدا الحمد للہ کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے رسوا اور ذلیل کیا۔ اس نے کہا (اپنی فرعونیت کا عجب مظاہرہ کیا) کیا ہو ایک آدمی کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ میں نے اس پر اپنی تلوار سے وار کرنا شروع کیا مگر تلوار کوئی خاص کار آمد نہیں تھی بمشکل اس کا ہاتھ زخمی ہوا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ میں نے اس تلوار کو اٹھا کر اس کا سر قلم کر دیا۔ پھر میں خوشی خوشی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور گویا میں زمین سے اُپر اٹھا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ میں نے آپ کو اس دشمن کی ہلاکت اور تباہی کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ الذی لا الہ الا هو؟ کیا اس خدا کی قسم کھا کر یہ خبر دے رہے ہو جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اس کلام مبارک کو تین مرتبہ دہرایا میں نے عرض کیا اس خدا کی قسم کھاتے ہوئے عرض کر رہا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ آپ اٹھے اور پیدل چلتے ہوئے اس کے اوپر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا الحمد للہ الذی احزاک یا عدا اللہ۔ اس خدا نے قدوس کے لیے حمد ڈٹا ہے جس نے اے دشمن خدا تجھے ذلیل و رسوا کیا۔ پھر ارشاد فرمایا یہ اس امت کا فرعون تھا۔

حضرت عطیہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قتال بدر سے فارغ ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے گھڑے پر سوار تھے۔ زرہ جسم اقدس پر بجائے ہوئے تھے اور نیزہ ہاتھ میں تھامے ہوئے اور سر مبارک گرو وغبار سے اٹا ہوا تھا۔ عرض کیا اے ستودہ صفات اور محمود خصال اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ آپ سے جہ امت ہونا کیا آپ مجھ پر راضی ہیں اور ہماری اس خدمت سے خوش ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں ہاں میں راضی ہوں بالکل راضی ہوں تب وہ واپس تشریف لے گئے۔

## ساواں باب

### مقتولین بدر ویران گڑھے میں

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صنادر قریش میں سے چوبیس مرداروں کو بدر کے ویران اور پید کتوں میں پھینکنے کا حکم دیا اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کسی قوم پر غالب آتے تو میدان جنگ میں تین دن تک قیام فرما رہتے (تاکہ جلادت و جرات کا اظہار بھی ہو) اور مجاہدین اور ان کی سواریاں آرام و سکون بھی حاصل کر لیں اور محل نعمت میں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بھی ادا کیا جائے، جب تیسرا دن ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر پالان رکھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ چلے اور آپ کے صحابہ آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ انہوں نے یہ سوچا تھا کہ آپ کسی اپنی ذاتی حاجت کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں لیکن آپ اس کتوں کے کنارہ پر جا کر کھڑے ہو گئے اور ان مرداروں اور ان کے آباء کا نام لے کر پکارنے لگے یا فلاں ابن فلاں اور یا فلاں ابن فلاں کیا تمہیں یہ بات اچھی لگ رہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہو، ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت اور فتح مندی کو برحق پایا ہے کیا تم نے بھی اللہ کا وعدہ عذاب اور وعید ار کو برحق پایا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ما تکلم من اجساد لا ارواح لہا، یہاں آپ ایسے مردار اجساد سے کیا کلام فرما رہے ہیں جن میں ارواح تو ہیں ہی نہیں۔ ذہن وہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں تو ان سے کلام کرنے اور انہیں خطاب کرنے سے کیا فائدہ؟ انہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والذی نفسی بیداً ما انتم باسمع لما اقول منہو مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری کلام اور گفتگو کو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔ (بلکہ جس طرح تم سن رہے ہو وہ بھی اسی طرح سن رہے ہیں) قتادہ نے ان کے سماع کی مدار اور علت و سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حیات اور زندگی دے دی اور سننے سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمادی۔ تاکہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو سنیں اور ان کو سرزنش ہو اور زلت و رسوائی حاصل ہو اور غیظ و غضب خداوندی کا اظہار ہو اور ان کو حسرت و ندامت حاصل ہو۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے جس سے اہل قلب کتوں، کفار و مشرکین کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نداء و خطاب کا علم اور سماع و فہم اور ادراک و شعور ثابت ہو رہا ہے اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ میت دفن کر کے لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بقیع کی زیارت کرتے وقت خطاب فرمانے اور سلام دینے سے بھی سماع سلام و کلام اور فہم و ادراک اور شعور و احساس کا واضح ثبوت ملتا ہے کیونکہ اگر مردہ مستحکم، بختانہ ہو تو اسے سلام دینا اور خطاب کرنا غیر معقول، عبث اور بے فائدہ ہے اور جناب رسالت آپ علیہ السلام جنت اور بے فائدہ اسد کے لڑکے اور غیر معقول افعال و اعمال

# آٹھواں باب

## غزوه بنی قینقاع

یہ غزوه ہجرت کے بیسویں ماہ نصف شوال میں وقوع پذیر ہوا۔ بنی قینقاع یہودی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصالحت اور عہد و پیمانہ کر رکھا تھا مگر غدر سے کام لیا اور عہد کو توڑ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کارروائی فرمائی۔ اور ان کی سرکوبی کے لیے لشکر لے کر چلے، آپ کا علم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے ان کے علاقہ میں پہنچ کر ان کا محاصرہ فرمایا تو وہ بے بس ہو کر آپ کے علم پر قلعہ بندی توڑنے اور باہر آنے پر رضامند ہو گئے۔ آپ نے فیصلہ یہ فرمایا کہ تمہارے جملہ اموال میرے ملک میں ہیں اور میرے مجاہدین کی ملکیت میں اور تمہارے بیوی بچے تمہارے ملک میں ہیں۔ مجاہدین ان کو لوٹایا اور غلام نہیں بنائیں گے۔ اس غزوه پر روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ

کے ارتکاب سے منزه و برتر ہیں لہذا واضح ہو گیا کہ مشرکین و کفار جب سُن اور سمجھ سکتے ہیں تو اہل اسلام و ایمان بطریق اولیٰ اعلیٰ الخوص صالحین و شہداء اور صدیقین و کاملین خصوصاً انبیاء و مرسلین اور خصوصاً سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام لہذا انکار سماع اموات و اہل قبور لغو و باطل ہے اور ان احادیث صحیحہ صریحہ اور متفق علیہ کے خلاف، شیخ محقق فرماتے ہیں بالجملہ کتاب و سنت ملو و مشحون اند باخبار و آثار کہ دلالت می کنند بر وجود علم مر موتی را بدینا و اہل آن پس منکر انشور آن را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔ اشعة اللمعات جلد سوم ص ۲۲۲۔ مختصر یہ ہے کہ کتاب و سنت ایسے دلائل سے بھر پور ہیں جو موتی اور اہل قبور کے دنیا اور اہل دنیا سے متعلق علم و ادراک پر دلالت کرتے ہیں لہذا ان کے ادراک و علم کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو ان اخبار و روایات سے بے خبر ہو یا منکر دین ہو۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر باشد در الحاد برون او شبہ نیست فتاویٰ عزیزیہ جلد اول ص ۹۱، ۹۲ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اموات کے ادراک و شعور کا انکار بالفرض کفر نہ بھی ہو تو اس کے الحاد اور بیہوشی و غفلت و گمراہی میں ذرہ بھر شبہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت قتادہ کے قول میں اس تخصیص پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہے کہ صرف اہل قلب سُن سکتے تھے اور کوئی نہیں سُن سکتا یا یہ محض بطریق اعجاز سُن رہے تھے اور بغیر معجزہ و کرامت کے نہیں سُن سکتے بلکہ اس میں مدار سماع و ادراک بیان کی گئی ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جملہ اموات کی طرف ان کے ارواح لوٹائے جاتے ہیں اور ایک مخصوص ربط و تعلق ارواح و اجساد میں پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے الم عذاب یا لذت ثواب محسوس کرتے ہیں اور جب یہ مدار عام اموات میں متحقق ہے تو اس پر مدار سماع و ادراک بھی جملہ اموات میں متحقق ہوگا واللہ رسولہ اعلم۔ اس موضوع پر ہم نے تفصیلی بحث جلال الصدوق فی سماع اہل القبور میں کی ہے یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ (محمد اشرف)



وسلم نے مدینہ منورہ میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا۔ ف

## سوال باب

### غزوة سويق

یہ غزوة ہجرت کے بائیسویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اس موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔

اس غزوة کا موجب یہ تھا کہ ابوسفیان نے میدان بدر میں ذلت آمیز اور عبرتناک شکست کھانے کے بعد ایہ قسم کھا رکھی تھی کہ میں کوئی چکنائی والی چیز استعمال نہیں کروں گا (گھی، زیتون وغیرہ) جب تک کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں سے بدلہ نہ لے لوں۔ چنانچہ وہ اس قسم کو پورا کرنے کی غرض سے مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا۔ دو آدمیوں کو شہید کر ڈالا اور چند مکانوں کو آگ لگا دی اور اس طرح بزعیم خویش اسنے اپنی قسم پوری کر لی اور بھاگ کھڑا ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ اس کے تعاقب میں نکلے۔ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا تو پاؤں سر پر رکھ کر بھاگے اور اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ساز و سامان پھینکنے لگے۔ حتیٰ کہ سويق (بھنے جوڑوں کے آٹے) کی بوریاں بھی پھینکتے جا رہے تھے۔ چنانچہ اہل اسلام نے ان کو اٹھالیا اور واپس ہوئے جب کہ ابوسفیان بھاگ نکلنے میں کامیاب رہا۔

## سوال باب

### غزوة فرقة الكدر

یہ غزوة ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تیسویں مہینہ میں واقع ہوا۔ اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ف۔ یہ خلافت دینی اور نیابت عارضی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر ختم ہو جاتی تھی۔ لہذا اس سے نہ حضرت ابولبابہ کی خلافت مطلقہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی دوسرے صحابہ کی خلافت مطلقہ پر جن کو وقتاً فوقتاً شرف نیابت بخشا گیا لہذا جن حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس عارضی نیابت و خلافت کو علی الاطلاق خلافت و حکومت کی دلیل بنا لیا ہے ان کا یہ استدلال قطعاً بے بنیاد ہے۔ فاقم (محمد شرف)

نے حضرت عبدالشہین ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کے ساتھ اس مہم پر روانہ ہوئے آپ کا لوا مبارک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس غزوہ میں اہل اسلام کامیاب رہے اور تقویٰ پانچ صد اونٹ مال غنیمت کے طور پر ہاتھ لگے اور پھر مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے۔

## گیارہواں باب

### غزوہ غطفان

یہ غزوہ ہجرت کے پچیسویں مہینہ میں واقع ہوا۔ اس موقع پر اپنے فرمایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قبیلہ غطفان کی بھاری جمیعت اہل اسلام کے خلاف کارروائی پر تلی ہوئی ہے۔ آپ جو ابی کاروانی کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نکلے تو وہ بھاگ گئے۔ واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرماتے (اور دوسرے صحابہ بھی ادھر ادھر سایہ دار درختوں کے نیچے قیلولہ کر رہے تھے) کہ غورث بن حارث آگیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا اب آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ (آپ نے اس صعب ترین اور انتہائی سنگین صورت حال میں رب تبارک و تعالیٰ کی نصرت و امداد پر توکل اور بھروسے سے کام لیتے ہوئے فرمایا) میرا رب تبارک و تعالیٰ مجھے تیرے ہاتھ سے بچانے والا ہے (اتنا سنتا تھا کہ غورث کے ہاتھ کا پینے لگے۔ اور بدن رز نے رگڑ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر فرمایا۔ اب بتلاؤ مجھے میرے ہاتھ سے بچانے والا کون ہے؟ تو اس نے کہا سوائے جناب والا کی کرم گزتری اور عفو و درگزر کے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں ہے تو آپ نے اس سے درگزر فرمادیا، اور وہ اسلام لے آیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خیر و عافیت سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے۔

## بارہواں باب

### غزوہ بنی سلیم

یہ غزوہ ہجرت نبویہ کے تالیسویں ماہ ذی قعدہ کے قریب وقوع پذیر ہوا اور اس کا موجب یہ تھا کہ آپ کو اطلاع ملی

کہ نبی سلیم کی ایک جماعت وہاں موجود ہے جو بڑے عزائم رکھتے ہیں۔ آپ ان کی سرکوبی کے لیے نکلے تو وہ منتشر ہو گئے۔

## تیرھواں باب

### غزوہ احد

جب میدان بدر سے شکست کھا کر بھاگ نکلنے والے مشرک مکہ مکرمہ پہنچے تو وہ قافلہ سامان تجارت کا دارالندو کے دروازہ پر قوت پایا جو بوسفیان اپنے ہمراہ شام سے لایا تھا اور اہل اسلام کے حملہ سے بچا کر مکہ مکرمہ پہنچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اشراف قریش بوسفیان کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے دلوں کی خوشی اور آنکھوں کی ٹھنڈک اسی میں ہے کہ اس ساز و سامان کی منفعت سے ایک لشکر کی تیاری کریں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف کارروائی کرے اور شکست کا بدلہ لے۔

بوسفیان بولامیں پہلا شخص ہوں جو اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں۔ اور سبھی بنو عبدمناف میرے ساتھ ہیں اس قافلہ میں ہزار اونٹ تھے جو کہ ساز و سامان سے لہے ہوئے تھے اس کو بچا تو بچا اس ہزار دینار جمع ہوئے جس شخص کا اس مال تجارت میں حصہ تھا اس کو اس کا سرمایہ لوٹا دیا گیا اور منافع کو الگ کر لیا گیا اور تمام اہل عرب کو جنگ کی تیاری اور میدان جنگ کی طرف نکلنے کے لیے دعوت دی گئی اور اس پر بھی اتفاق ہو گیا کہ عورتیں بھی ہمراہ ہونی چاہئیں تاکہ وہ ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی گرفتاری اور ذلت کا واسطہ دے کر اور بدر کے مقتولین کا واسطہ دے کر شدید ترین جنگ لڑنے اور سخت ترین کارروائی کرنے پر برا بھلا کہیں۔

چنانچہ قریش تین ہزار کی تعداد میں نکلے۔ ان کے ساتھ ابو عامر راہب تھا۔ سات سوزہ پوش۔ دو سو گھوڑے۔ تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ یہ لشکر چلتا ہوا ذوالخلیفہ کے مقام پر پہنچا۔

مدینہ منورہ میں صورتحال یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حنییر رضی اللہ عنہ چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پہرہ دے رہے تھے اور دوسری جگہوں پر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ کی نگرانی اور حفاظت کر رہے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں ہی دشمن کا انتظار کیا جائے اور یہیں جو ابی کارروائی کی جائے مگر بعض نوجوان حضرات جو بدر میں شمولیت نہیں کر سکے تھے۔ اور جذبہ شہادت سے سزدار تھے ان کی رائے یہی تھی کہ باہر نکل کر جنگ لڑ لی جائے تاکہ ہمیں مرتبہ شہادت مل سکے۔ آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی۔ پھر صحابہ کرام علیہم السلام کو دعا و نصیحت فرمائی اور متعدد بھرسی واجتہاد کا امر فرمایا۔ پھر نماز عصر ادا

فرمانی اور گھر تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے آپ کو لباس جنگ پہننے میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے دست بندھوائی۔ لباس پہنایا چنانچہ لوگوں کی صفیں بندھ گئیں تو آپ باہر تشریف لائے جب کہ آلات حرب اور سامان قتال ہمراہ تھا۔ خود سر پر رکھا ہوا تھا۔ تلوار حائل کی ہوئی تھی اور ڈھال کو پس پشت لٹکایا ہوا تھا اور تین علم بندھے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا پھر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ کان کو گلے میں لٹکایا اور اس کا درمیانی حصہ دست اقدس میں لیا اور مجموعی طور پر شخص زرہ پوش تھے۔

اس موقع پر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اپنے تین سوساتھیوں کے ساتھ علمدہ ہو گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف سات سو مجاہدین رہ گئے۔ آپ احد پہاڑ اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور صفوف مجاہدین کو ترتیب دیا اور پچاس تیر انداز پہاڑ کے ایک درہ پر مقرر فرمائے۔

مشرکین نے اپنی صف بندی کرتے ہوئے خالد بن ولید کو ابوجہل بھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے اور مشرکین کے ساتھ تھے، مہینہ پر مقرر کیا اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر اور گھوڑ سواروں کی قیادت صفوان بن امیہ کے سپرد کی اور ساتھ ہی ان کی عورتوں نے دف بجا کر گانا شروع کیا اور سپاہیوں کو جرات دلانے لگیں اور کہنے لگیں۔

۱۱) نحن بنات طارق - غنشی علی التارق + والمسلم فی المفارق - ۲ - ان تقبلوا لعائق وان تدبروا انفارق۔

فراق غیر وامق

ترجمہ :- ہم طارق کی بیٹیاں ہیں جو کہ نرم و نازک بچھونوں اور گدوں پر چلنے والی ہیں۔ کستوری سے ہماری مانگیں ہلکی رہی ہیں۔ اگر آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تم سے معاف کریں گی اور تمہیں پیار سے گلے لگائیں گی اور اگر پیٹھ پھیر دو گے تو تم سے جدا ہو جائیں گی اور پھر تمہیں کبھی منہ نہیں لگائیں گی اور ایسی جدائی اختیار کریں گی کہ محبت و تعلق کا ادنیٰ اثر نہ بھی برقرار نہیں رکھیں گی جب اہل اسلام نے بھرپور حملہ کیا تو مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمان مال غنیمت لوٹنے لگے اور تیر اندازوں کی جس جماعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درہ پر مقرر کیا تھا وہ بھی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے۔

جوں ہی خالد بن ولید نے درہ کو خالی دیکھا تو گھوڑ سوار جماعت کے ساتھ حملہ کر دیا اور عکرمہ نے بھی اس کا ساتھ دیا چنانچہ اہل اسلام کی صفیں ٹوٹ گئیں اور ابلیس لعین نے اعلان کیا کہ (نوذ بالش محمد صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے ہیں۔ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ ثابت قدمی سے جنگ لڑتے رہے اور آپ کے سامنے والے چار دانت مبارک میں سے ایک نچلے دانت مبارک کا کنارہ ٹوٹ گیا۔ ابن قثم نے پتھر مارا تھا جس سے دانت مبارک بھی ٹوٹا۔ ناک مبارک زخمی ہوا اور جب اقدس پر چوڑا آئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن خلف پر نیزہ کا وار فرمایا اور وہ اس زخم سے ہلاک ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ البتہ تحقیق میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں

ادربائیں دو شخص دیکھے جو سفید لباس زیب تن کیے ہوئے تھے اور آپ کا سخت ترین دفاع کر رہے تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کا جب کنارہ ٹوٹا اور چہرہ اقدس زخمی ہوا تو آپ چہرہ اقدس سے خون کو پونچھتے ہوئے فرما رہے تھے۔

کیف یفلح قوم نضبوا وجه نبيهم بالدم وهو يدعوهم الى الله تعالى۔

وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون آلود کیا حالانکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

ليس لك من الامر شي اويتوب عليهم اولعذابهم فانهم ظالمون۔ (مسلم شریف)

آپ کے لیے امر کو میں سے کوئی شئی ثابت نہیں ہے (لہذا یہ معاملہ خالقِ قدیر کے سپرد فرماتے ہوئے صبر سے کام لیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب میں مبتلا کرے کیونکہ وہ بہت بڑے ظلم پیشہ ہیں اور جنفاکیش۔ ف البوشر مازنی سے مروی ہے کہ میں احد کے دن حاضر تھا جبکہ ابھی فوجیں تھاریں نے ابنِ قمنہ کو دیکھا کہ وہ تموار لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر کھڑا تھا اور آپ اپنے کندھے کے بل ایک گڑھے میں گر چکے تھے جو آپ کے سامنے تھا اور لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ میں نے چیخا چلانا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھا۔ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ کو گود میں لیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

ابن یوسف قریابی سے منقول ہے کہ مجھے یہ خبر اور روایت موصول ہوئی ہے کہ بن لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک توڑا تھا ان کا جو بچہ بھی پیدا ہوا اس کا دانت اسی طرح ٹوٹا ہوا ہوتا تھا (اگرچہ وہ مشرف باسلام ہو چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانی جانے والی ایذا اور تکلیف کا بدلہ اسی طرح لیا جاتا رہا اور وہ نشان ان میں برقرار رکھا گیا،

زبیر بن بکر سے منقول ہے کہ امیہ بن خلف بدر میں قتل ہو گیا تھا اور اس کا بھائی ابی بن خلف اس دن قید کر لیا گیا تھا۔ جب اس کا ندیہ دے کر اس کو چھڑایا گیا تو اس نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرے پاس ایک گھوڑا ہے جس کو روزانہ مکئی کا ایک فرق (پیمانہ) ڈال رہا ہوں تاکہ اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں (العیاذ باللہ) تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ف۔ لفظ امر کو بھی نبی کے مقابل استعمال ہوتا ہے کہیں معنی نفل اور کہیں ایجاد و تخلیق کے معنی میں پہلے دو معانی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کرنا ممکن نہیں کیونکہ آپ امر و نافی بھی ہیں اور فرائض رسالت و عبودیت کو بجالانے والے لہذا یہاں فقط امر کو میں و ایجاد کی نفی ہے اور ان کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرماتے کی تلقین۔ فانم محمد اشرف

نے اس کو فرمایا (تو مجھے بالکل قتل نہیں کر سکتا) بلکہ انشاء اللہ عزیز میں تجھے قتل کروں گا۔

جب جنگ احد کا دن تھا اور مسلمان وقتی طور پر پسپا ہو کر احد کی گھاٹی کی طرف پھر گئے۔ ابی بن خلف نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو شدید ترین حملہ کیا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ فرمایا اور آپ کے پاس ایک نیزہ تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دست اقدس میں لیا اور ابی بن خلف کو چنبر والی ہڈی کی جگہ مارا وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ مشرکین نے اس کو اٹھایا اور کھڑا کر دیا۔ جب کہ وہ درد سے کرا رہا تھا اور آواز ایسی کھتی جیسے ذبح کے وقت جانور آواز نکالتا ہے مشرکین کہنے لگے۔ تجھ پر کوئی خوف و خطر نہیں ہے۔ اس نے کہا کیا انہوں نے مجھے کہہ نہیں دیا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اٹھایا حتیٰ کہ مر الظہران میں مکہ سے چند میل کی مسافت پر جہنم واصل ہوا۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امیہ بن خلف سے کہا میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ تجھے قتل کرنے والے ہیں۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کے قتل میں جو روایات وارد ہیں ان کے اندر تعارض و تناقض کا جواب یہ ہے کہ امیہ کو آپ نے میدان بدر میں قتل فرمایا اور ابی بن خلف کو میدان احد میں اور یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ امیہ کو دراصل آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قتل فرمایا اور اسی کی آپ نے خبر دی لیکن سبب امر ہونے کی بنا پر اس قتل کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

حضرت برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احد کے دن جو پاس تیر انداز درہ پر مقرر فرمائے تھے ان پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا جب تک میں تمہیں خود نہ بلاؤں اور اگر دیکھو کہ ہم فحیاب ہو چکے ہیں اور قوم کفار پر غالب آچکے ہیں تب بھی اپنی جگہ پر ڈٹے رہنا تا وقتیکہ میں آدمی بھیج کر تم کو نہ بلاؤں جب اہل اسلام نے کفار کے لشکر کو پا کر دیا اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے حتیٰ کہ میں نے قسم بخدا کفار کی گانے بجانے والی اور ان کو جرأت دلانے والی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ پر چڑھنے کے لیے چادریں اوپر اٹھا کے بھاگ رہی تھیں اور ان کی پنڈلیاں اور بازیاں نظر آرہی تھیں تو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا چلو مال غنیمت لوٹو اور اسے جمع کرو۔ تمہارے ساتھی غالب آچکے ہیں۔ اب یہاں کھڑے ہو کر انتظار کرنے کا کیا مطلب تو حضرت ابن جبیر نے فرمایا کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول گئے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ضرور اپنے ساتھیوں کے پاس چلیں گے اور اموال غنیمت جمع کریں گے اور ان کے حصول میں توقف نہیں کریں گے۔ جب نیچے اترے اور صحابہ کے ساتھ آئے تو کفار نے پلٹ کر حملہ کر دیا، اور اہل اسلام اچانک جوابی کارروائی سے حیران رہ گئے اور فوری طور پر صف بندی نہ کر سکے اور ادھر ادھر منتشر ہو کر رہ گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف بارہ شخص رہ گئے یعنی دوسرے حضرات دوسری جگہوں پر لڑ رہے تھے جبکہ بعض میدان کو چھوڑ بھی گئے تھے۔ الغرض کفار نے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو

شہید کر دیا اور بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو چالیس کفار کو زک پہنچائی تھی جن میں سے ستر قتل ہو گئے تھے۔ اور ستر قیدی بنا لیے گئے تھے۔

ابوسفیان نے وقتی کامیابی پر اترتے ہوئے بلند آواز سے پکار کر تین مرتبہ پوچھا کیا قوم مسلم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جواب دینے سے منع فرما دیا پھر اس نے پوچھا کیا قوم مومنین میں ابو بکر بن ابی قحافہ ہیں؟ تین مرتبہ اس سوال کو بھی دہرایا پھر تین مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کیا جب جواب نہ ملا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ سبھی قتل ہو گئے ہیں اور اسے قوم قریش تمہاری آئندہ کے لیے کفایت کر دی گئی ہے یعنی یہ آخری جنگ ثابت ہوئی ہے۔ اب مسلمان العیاذ باللہ ختم ہو کر رہ گئے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر ضبط نہ کر سکے اور فرمانے لگے۔ اے دشمن خدا بخدا تو جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جن کا نام لے کر تو نے سوال کیا ہے وہ بھی زندہ ہیں اور تیری سرکوبی کے لیے باقی ہیں۔ اس نے کہا آج میری سرکوبی نہیں کی اور مجھے خداوند مشکلات میں مبتلا نہیں کر سکے (تو آئندہ کیا کریں گے) اور پھر اعلیٰ اعلیٰ حیل کار جز پڑھنے لگا۔ اے ہبل بت تو سر بلند ہوا ہے ہبل بت تو سر بلند ہو کہ تیرے پجاری اور عبادت گزار سر بلند ہو گئے اور کامیاب و کامران ہو گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس کو جواب نہیں دیتے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ اس طرح کہوا اللہ مولانا ولا مولیٰ لک۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ناصر اور مددگار ہے اور تمہارے لیے کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔ ف

ع۔ ابوسفیان کے اس جملہ ہولاً، قد قتلوا وقد کفیتوہم سے یہ بات واضح ہے کہ کفار و مشرکین کی نگاہوں میں رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دونوں حضرات کا مقام کیا تھا یہی کہ وہ زندہ ہیں تو اسلام باقی ہے اسی لیے ان کے متعلق سوال کیا اور جواب نہ ملنے پر اس کو کفر کی دائمی فتح قرار دیا کفار و مشرکین کی رائے اور نظریہ و خیالی تو یہ ہے۔ اگر اسلام کے دعویٰ ان کی عظمت کو نہ جانیں اور نہ پہچانیں تو بہت ہی انوس کا مقام ہے؛ محمد اشرف۔

ف، ابوسفیان نے قبل از اسلام اس قہندی پر اترتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا حکم ادا کرنے کی بجائے اپنے ہبل بت کی سر بلندی کا نعرہ بلند کیا اور اس کامیابی کو اس کی کامیابی دسر بلندی قرار دیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کبھی اللہ تعالیٰ کا نام تو لے لیتے تھے مگر دراصل اپنا کار ساز و حاجت روا صرف اپنے معبودانِ باطلہ کو ہی قرار دیتے تھے نہ کہ ان کو واسطہ و وسیلہ مانتے تھے۔ لہذا اہل اسلام کے اعتقاد تو تسل و استعانت کا کفار کے ہاں قطعاً کوئی تصور نہیں ملتا۔ مزید تحقیق شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ عزیزہ جلد ۱۰۰ پر ملاحظہ فرمادیں۔ اجلاء الصمد ص ۱۰۰ پر محمد اشرف غفرلہ

## پتو دھواں باب

### غزوه حمراء الاسد

یہ غزوه ہجرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بتیسویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب اہل اسلام اُحد سے لوٹے تو رات کو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے رہے جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کریں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا امر فرما رہے ہیں اور جو لوگ کل جنگ میں شامل تھے صرف وہی ہمارے ساتھ کفار کے تعاقب میں نکلیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوه پر اس حال میں نکلے کہ چہرہ اقدس زخمی تھا اور ہونٹ مبارک بھی زخمی حمراء الاسد کے مقام پر شکر کوٹھڑا ڈالنے کا حکم دیا جب اوسفیان کو اہل اسلام کے تعاقب کا علم ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا اور دل میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے ضرب کاری لگانے کا جو خیال فاسد کیا تھا اس کو علی جامہ پہنانا تو درکنار اپنی جان بچانے میں عافیت سمجھی تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## پندرھواں باب

### غزوه بنی النضیر

یہ غزوه ہجرت کے ستریسویں سال وقوع پذیر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنو النضیر کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ ان دو شخصوں کی دیت کے معاملہ میں امداد لینے کے لیے بات چیت کی جن کو آپ نے امان دی تھی اور عمر بن امیر نے ان کو قتل کر دیا تھا تو انہوں نے کہا ہم ضرور آپ کی اعانت کریں گے۔

عمر بن جماش نے کہا میں مکان کی چھت پر چڑھ جاتا ہوں جس کی دیوار کے سایہ میں آپ بیٹھے ہیں اور اوپر سے پتھر گرا کر آپ کو الیاذ باللہ قتل کر دیتا ہوں رسول اسلام بن مشکم نے کہا ایسا ہرگز نہ کرو ورنہ ان کو تمہارے اس بُرے ارادہ سے آگاہ کر دیا جائے گا اور پھر تمہارے خلاف سخت کارروائی کریں گے اور تمہیں کوئی ٹھکانہ نہیں ملے گا وہ باز نہ آیا اور اس بُرے ارادہ کی تکمیل کے لیے مکان پر چڑھا، ادھر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطلع کر دیا گیا۔ آپ فوراً مدینہ طیبہ پہنچے اور ان کی طرف آدمی بھیجا کہ فوری طور پر میرے شہر سے نکل جاؤ۔ دس دن کی ہمت ہے۔ اس میں تیاری کر لو اور ساز و سامان



لے جانے کا بندوبست کر لو۔

جب عبداللہ بن ابی منافق کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ جلد وطنی اختیار نہ کرنا کیونکہ میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں کچھ میری قوم سے اور کچھ دوسرے لوگوں میں سے جو تمہاری ہر طرح مدد کریں گے۔ علاوہ انہیں بنو قریظہ اور قبیلہ غطفان کے تمہارے حلقہ بھی ہیں جو امداد و تعاون میں کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔ چنانچہ جنی نے اس طمع پر کہ اتنے لوگ ہماری مدد کرنے والے ہیں، ہمیں کون اپنے گھروں سے نکال سکتا ہے، نکلنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنو النضیر کے خلاف کارروائی کے لیے ان کے علاقہ کی طرف نکلے۔ آپ کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ بنو النضیر قلعہ بند ہو گئے اور اندر سے تیرا در پتھر پھینکنے لگے۔ ان کی امیدوں کے برعکس بنو قریظہ نے مدد کی بلکہ الگ تھلگ رہے اور نہ ہی عبداللہ بن ابی امداد کو پہنچا بلکہ انہیں ذلیل رسوا کیا اور نہ غطفانی حلیف ہی کام آئے۔ آپ نے ان کا محاصرہ کیا۔ ان کے کھجوروں کے باغات کاٹنے شروع کر دیے گئے تو انہوں نے مصالحت کے لیے سلسلہ جینائی کی اور کہا ہم آپ کے علاقہ جات سے نکل جاتے ہیں۔ چنانچہ چھ سو اونٹوں پر قبنا سازو سامان لے جا سکتے تھے لے کر وہاں سے نکل گئے (اور جس کم جہاں پاک کے مصداق وہ علاقہ ان مجسمہ شرف و فساد لوگوں سے پاک ہو گیا) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمایہ تم نکل جاؤ تو تمہاری جان بخشی کر دی جائے گی اور جو کچھ تمہارے اونٹ اٹھا سکیں گے وہ سامان بھی ساتھ لے جانے کا اختیار ہو گا۔ البتہ سامان جنگ اور آلات حرب ساتھ نہیں لے جا سکتے چنانچہ آپ نے ان سے پچاس زبہیں، پچاس خود تہین سو چالیس تلواریں اپنے قبضہ میں لے لیں جو خالص آپ کا حق تھیں یعنی ان کو مجاہدین میں بطور مال غنیمت تقسیم نہیں فرمایا بلکہ ان کو بیت المال میں مجاہدین کی جنگی ضروریات پوری کرنے کے لیے رکھوا دیا تاکہ بوقت ضرورت ضرورت مندوں کو ان سے استفادہ کا موقع مل سکے۔

## سولہواں باب

### غزوہ بدر الموعود

اس غزوہ کا باعث یہ تھا کہ ابوسفیان جب احد سے لڑتا تو اس نے کہا اس سال کے اخیر پر تمہارا اور ہمارا مقابلہ بدر صغریٰ کے مقام پر ہو گا۔ جب وقت موعود قریب آیا تو ابوسفیان نے جنگ کے لیے نکلنا پسند نہ کیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو صحابہ کی معیت میں مقام موعود پر پہنچ گئے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ان کا سامان تجارت بھی تھا اور بدر صغریٰ بازار تھا جو فقط قبضہ کا چاند دیکھنے پر لگ جاتا اور اس میں خرید و فروخت ہوتی۔ انرض صحابہ کو ساتھ لے کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے

جبکہ آپ کا علم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ ذوالقعدہ کے ابتداء میں وہاں حسب سابق بازار قائم ہوا اور اس میں خرید و فروخت ہوئی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے نفع اٹھایا۔

ادھر ابوسفیان مکہ مکرمہ سے نکلامر الظہران پہنچ کر واپس ہو گیا اور کہا یہ قحط اور خشکی والا سال ہے (لہذا ہم اس میں جنگ و جدال نہیں کر سکتے)

مجاہد رضی اللہ عنہ نے قول باری تعالیٰ۔ الذین قال لھو الناس ان الناس قد جمعوا الکوہ (جن کو لوگوں نے کہا کہ قریش مکہ نے تمہارے خلاف بڑی تیاری کر رکھی ہے) کی تفسیر میں کہا کہ تیاری کرنے والوں سے مراد ابوسفیان ہے جس نے کہا تھا۔ ے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا اور ہمارا مقابلہ میدان بدر میں ہو گا جہاں تم نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کیا تھا بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے وعدہ کے مطابق چلے حتیٰ کہ بدر میں پڑاؤ ڈالا اور بازار لگنے کا موقع بھی اتفاق سے وہی تھا (تو وہاں تجارت کی اور منافع حاصل کر کے مراجعت فرما ہوئے) اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فانقلبوا بنعمة من اللہ وفضلہم مسؤوؤ۔ پس رسول خدا علیہ السلام اور ان کے صحابہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل و احسان سے مالا مال ہو کر مراجعت فرما ہوئے جبکہ انہیں کوئی تکلیف اور پریشانی کن صورت حال سے دوچار نہ ہوا پڑا یہاں فضل سے مراد تجارت سے حاصل ہونے والے منافع ہیں۔ جہاں سے یہ منفعیتیں حاصل کر کے لوٹے وہ مقام بدر صغر کا ہے۔

## سزھواں باب

### غزوه ذات الرقاع

یہ غزوه ہجرت کے سزھویں مہینہ میں واقع ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ قبیلہ انمار نے آپ کے ساتھ حرب و قتال کے لیے متعدد جماعتیں جمع کر رکھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور صحابہ کرام کی معیت میں انمار کے مقام ذات الرقاع میں آپہنچے۔ اس پہاڑ پر چڑھے مگر وہاں سو اچند عورتوں کے اور کسی کو موجود نہ پایا (باقی سب لوگ بھاگ گئے تھے) لہذا انہیں قیدی بنا لیا گیا اور مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔ اس غزوه کو اسی پہاڑ کی نسبت سے غزوه ذات الرقاع کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں سزخ سیاہ اور سفید قطعات تھے جو گلیم درویش کی مانند مختلف بیوندوں کا مرقع تھا۔

اور ایک قول یہ ہے کہ عورت بن الحارث اسی غزوه میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا جبکہ آپ اکیلے درخت کے نیچے قبیلہ فرار ہے تھے اور کہا تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؛ (تفصیلی واقعہ گزر چکا ہے)

## اٹھارھواں باب

### غزوہ دومتہ الجندل

یہ غزوہ ہجرت کے انچاسویں ماہ یعنی پانچویں سال کے آغاز میں وقوع پذیر ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ اس مقام پر ایک بڑی جمعیت موجود ہے جو ہرگز گنہگار پر ظلم و ستم کرتی ہے تو آپ ہزار آدمی کی بھاری جمعیت کے ساتھ اس طرف نکلے اور مدینہ منورہ میں سابع بن عرفطہ کو نائب بنایا۔ ان کے مویشیوں اور چرواہوں پر اچانک حملہ فرمایا جو بھاگ گئے بھاگ گئے باقی قید کر لیے اور جانور بھی اپنے قبضہ میں فرمایا اور مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

## انیسواں باب

### غزوہ مریع

سیر بنی مصطلق کے ایک کنواں کا نام ہے اور ان کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا جس نے رسول پاک علیہ افضل الصلوات کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے شکر تیار کر رکھا تھا لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکی سرکوب اور دفاعی کارروائی کیلئے نکلے تھوڑی دیر کے لیے صرف تیروں کا تبادلہ ہوتا رہا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یکبارگی سے بھرپور حملہ کرنے کا حکم دیا۔ تو دشمن کے دس آدمی قتل ہو گئے اور دوسرے قیدی بنا لیے گئے اور مسلمانوں میں سے صرف ایک شخص نے حسام شہادت نوش کیا۔ آپ نے ان کے مردوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور ساتھ ہی ان کی اولاد و عیال کو جو کہ دوسو گھروں پر مشتمل تھے اور ان کے چار پائے بھی اپنے قبضہ میں کر لیے جو مجموعی طور پر دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں تھیں۔

بنی المصطلق کے انہی قیدیوں میں جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بھی قید ہو کر آئیں اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئیں۔ اور ایک قول کے مطابق خالص ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے حکایت بنا دیا۔ یعنی رقم مقررہ ادا کر دیا اور میری طرف سے آزاد ہو جاؤ۔ انہوں نے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر بل کتابت میں تعاون کی اپیل کی۔ آپ نے ان کی طرف سے وہ رقم ادا کر دی اور ان کو آزاد فرما کر ان کو شرف زوجیت سے مشرف فرمایا اور ام المومنین ہونے کا اعزاز بخشا جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ صورت حال دیکھی تو سبھی قیدی اس قبیلہ کے آزاد کر دیے اور

کہنے لگے اب یہ لوگ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرسرای خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ہم ان کو کس طرح قیدی بنائے رکھیں ان کو لونڈیاں اور غلام بنائیں؟ لہذا ان میں سے جس کے پاس کوئی فرد تھا بھی کو آزاد کر دیا گیا۔ اس لحاظ سے اپنے قبیلہ کے حق میں ان سے بڑھ کر کوئی عورت خیر و برکت اور عزت و عظمت کا موجب نہیں بن سکی۔

## یسواں باب

### غزوہ خندق

اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النضیر کو بلاد وطن کر دیا تو ان کے اشراف و روسا کی ایک جماعت مکہ مکرمہ پہنچی قریش کے پاس حاضر ہوئے اور ان کو اہل اسلام کے خلاف جنگ کے لیے نکلنے کا مشورہ دیا اور اپنی طرف سے بھی ان کے ساتھ مل کر جنگ لڑنے کا یقین دلایا پھر وہاں سے چل کر قبیلہ عطفان کے پاس پہنچے اور بنو سلیم سے بھی طائفات کی جنگ کے عزم اور عہد و پیمان کے بعد وہاں سے نکلے۔

قریش نے جنگ کے لیے تیاری کی اور ہر ضروری ساز و سامان مہیا کیا جو افراد جمع ہوئے ان کی تعداد چار ہزار تھی جن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے اور ڈیڑھ ہزار اونٹ۔ دارندہ میں علم باندھا گیا اور پھر وہاں سے ابو سفیان کی قیادت میں یہ لشکر اہل حق کے ساتھ محاذ آرائی کے ارادہ فاسدہ کے ساتھ نکلا۔

مرا نظر ان کے تمام پر بنو سلیم میں سے سات سو کی جمعیت ان کے ساتھ آئی اور بنو اسد بھی ان کے ہمراہ نکلے اور قبیلہ فزارہ کے لوگ بھی جو کہ ہزار کی تعداد میں تھے اور قبیلہ اشجع میں سے چار صد افراد اور بنو مرہ میں سے چار سو افراد نکلے۔ الغرض مجموعی طور پر غزوہ خندق میں شامل ہونے والے کفار و مشرکین کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی اور مختلف قبائل کے اجتماع کی وجہ سے اس کو غزوہ احزاب بھی کہا گیا۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے کہ مبارک سے چلنے کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور ان سے مشورہ لیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لشکر کے ہمراہ جو کہ تین ہزار نفوس پر مشتمل تھا دامن سلع میں پڑاؤ ڈالا۔ خندق کھودنے کا کام چھ دن میں مکمل ہو گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کھودنے اور مٹی کو باہر منتقل کرنے میں مصروف ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہمیں رسالت اب علیہ افضل الصلوٰۃ نے خندق کھودنے کا حکم فرمایا تو خندق کے ایک حصے میں ایک سخت پتھر رونا ہوا جو انھا سخت تھا کہ اس میں کھدائی کے آلات اثر انداز نہیں ہو سکتے

تھے ہم نے بارگاہِ نبوی میں اس کے متعلق عرض کیا تو آپ تشریف لائے۔ جب اس کو دیکھا تو چادر مبارک اتار کر رکھی اور گنتی ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی جس سے تیسرا حصہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور فرمایا۔

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام واللہ انی لا بصر قصورہا الحجر الساعة۔ اللہ اکبر مجھے شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں بخدا میں شام کے سُرخ محلات کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

پھر دوبارہ ضرب لگائی اور دوسری تہائی کو ریزہ ریزہ فرما دیا اور فرمایا۔

اللہ اکبر اعطیت مفاتیح فارس واللہ انی لا بصر القصر الابيض من المدائن۔ اللہ اکبر مجھے فارس کی چابیاں دے دی گئی ہیں بخدا میں مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔

پھر تیسری مرتبہ ضرب لگائی۔ نعرہ تکبیر بلند فرمایا اور فرمایا۔

اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لا بصر ابواب صنعاء من مکانی هذه الساعة۔ مجھے یمن کی چابیاں سونپ

دی گئی ہیں اور بخدا میں صنعاء کے دروازے اپنی اس جگہ پر کھڑے ہو کر اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

سیرت نگار فرماتے ہیں کہ خندق کی جنگ کے موقع پر اہل اسلام پر سخت خوف طاری تھا۔ بعض لوگ جن کے دلوں

میں مرض نفاق تھا انہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ بال بچوں اور اہل وعیال کے متعلق خطرہ درپیش تھا اور اموال و امتہ اور مال

منال بھی معرض خطر میں تھے اور مشرکین نے خندق کی تنگ جگہ کو عبور کرنے کی کوشش شروع کر دی تاکہ گھوڑوں سمیت اس

میں کود جائیں۔ چنانچہ ایک جماعت خندق عبور کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی۔ جن میں عمر بن عبدود بھی تھا۔ اس نے مقابلہ و

مبارزت کے لیے لکارا حالانکہ ستر سالہ بڑھا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے اور اسے ہلاک کر کے جہنم

واصل کر دیا۔

صبح کو عظیم لشکر ترتیب دیا جس میں خالد بن ولید بھی تھے اور رات تک جنگ و جدال کو جاری رکھا اور اس دن رسول خدا صلی

اللہ علیہ وسلم نماز ظہر اور عصر ادا نہ فرما سکے اور کفار کے متعلق فرمایا۔ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی نماز عصر سے مشغول کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو یالیوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو آگ سے بھرے۔

اس غزوه کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام کا تیرہ چودہ شب و روز محاصرہ کیا گیا اور ایک روایت یہ

ہے کہ چوبیس دن رات محاصرہ برقرار رہا۔ نعیم بن مسعود اسلام لائے۔ نئے وہ قریش اور قریظہ کے درمیان پر لگے اور ان کے عہد و پیمان

کو ختم کر دیا اور باہمی اختلاف پیدا کر دیا اور ساتھ ہی سخت زور دار آمدی چلنے لگی جس سے سردی ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی

نیچے اڑ گئے اور ساز و سامان کا نام و نشان نہیں ملتا تھا۔ الغرض بدحواسی کے عالم میں قائدِ اہزاب ابوسفیان نے کہا تمہارے

لیے یہ کوئی ٹھہرنے کے قابل جگہ نہیں ہے۔ اونٹ اور گھوڑے بھوک سے مر رہے ہیں۔ بنو قریظہ نے عہد و پیمان نبھانے

سے انکار کر دیا ہے اور ہم جس آمدی اور سخت ہوا کا شکار ہیں وہ تم خود دیکھ رہے ہو۔ لہذا کوچ کرو کیونکہ میں تو کوچ کرنے والا

ہوں۔ (چنانچہ نصرت خداوندی شامل حال ہوئی اور استقامت اہل اسلام کام آئی اور دشمنین کا کام و نامراد ہو کر واپس ہوئے اور اس کے بعد کبھی انہیں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی، اس غزوہ میں تین کافر و مشرک جہنم واصل ہوئے اور چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

## ایسواں باب

### غزوہ بنو قریظہ

جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے بھاگ نکلنے کے بعد گھر واپس ہوئے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم فرماتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلو میں ان کی طرف جا رہا ہوں اور ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دوں گا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سرکار ابد قرار علیہ السلام غزوہ احزاب سے فراغت پا چکے تو غسل فرمانے کے لیے مقام غسل میں داخل ہوئے ہی تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپہنچے اور عرض کیا کیا آپ نے ہتھیار تار لیے ہیں؟ فرشتوں نے تو ابھی ہتھیار نہیں اتارے اور ہاں میں بنو قریظہ کی طرف جا رہا ہوں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ گویا میں دروازے کی دروازہ اور شکاف سے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھ رہی ہوں جن کے سر اقدس کا گردوغبار نے احاطہ کیا ہوا تھا یعنی گردوغبار سے اٹا ہوا تھا۔

علماء فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ سبھی بنو قریظہ کی طرف چلو اور کوئی شخص بھی راستے میں نماز عصر ادا نہ کرے بلکہ سبھی بنو قریظہ میں جا کر ادا کریں۔

آپ نے مدینہ منورہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور خود تین ہزار جانثاروں کی جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ان کا انتہائی سخت محاصرہ فرمایا۔ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آدمی بھیجا کہ ابو لہب رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف بھیجیں۔ آپ نے ان کو بھیج دیا۔ انہوں نے مشورہ طلب کیا کہ اگر ہم قلعہ بندی ختم کریں اور ان کے حکم پر اتر آئیں تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا، انہوں نے ہاتھ سے گلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر وہ سخت نادم ہوئے اور کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیانت کی ہے چنانچہ اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ نازل نہ فرمائی وہ اسی ستون کے ساتھ بندھے رہے۔

پھر وہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قلعہ سے اتر آئے (کہ آپ جو بھی چاہیں ہمارے متعلق فیصلہ فرمادیں) آپ نے ان کے متعلق

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا چنانچہ مردوں کے ہاتھ کندھوں پر باندھ کر ان کو ایک طرف روک دیا گیا اور عورتوں، بچوں کو دوسری طرف اور ان کا ساز و سامان اور مال و متاع جمع کیا گیا جو بندرہ ستولوار تین سوزرہ، دو ہزار نیروں اور پانچ لوسہ اور لکڑی وغیرہ کی ڈھالوں پر مشتمل تھا اور اونٹ جو کہ پانی کھینچنے کے کام آنے والے تھے۔

قبیلہ اوس چونکہ ان کا حلیف تھا لہذا انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ نبوت قریظہ ہمیں سببہ فرمادیں اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد فرمادیں۔ آپ نے ان کا معاملہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس اوس کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے قبیلہ اس طرح کیا کہ جن لوگوں نے بھی آپ کی مخالفت میں احزاب کا ساتھ دیا اور ان کا تعاون کیا ہے ان سب مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ ان کے مویشی مال غنیمت بنائے جائیں اور بچوں عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں۔ بنی کریم علیہ السلام نے فرمایا اے سعد تم نے ان کے متعلق وہی حکم دیا۔ ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے ان کے متعلق حکم دیا۔ تیری قضاء و قضاء باری تعالیٰ کے عین مطابق ہے۔

## بایسواں باب

### غزوہ بنی لحيان

یہ غزوہ بھی ربیع الاول میں ہجرت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے چھٹے سال وقوع پذیر ہو یہ لوگ قبیلہ غفار کے پہلو میں رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر چڑھائی فرمائی تو وہ پہاڑوں میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔ بعد ازاں رسول کریم علیہ السلام مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

## تیسواں باب

### غزوہ غابہ

یہ غزوہ بھی ربیع الاول چھ ہجری میں واقع ہوا اور اس کا باعث یہ تھا کہ عیینہ بن حصن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چراگاہ میں موجود شیردار اور قریب الولادت اونٹنیوں پر اچانک حملہ آور ہوا اور ان کو ہانک کر لے چلا اور ان کے نگر ان کو قتل کر دیا۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثہ کی اطلاع ملی اور فریادی آپ کے پاس پہنچے تو آپ حضرت عبد اللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ حضرت سعد بن عبادہ کو تین سو مجاہدوں کے مدینہ منورہ کی نگرانی پر مامور فرمایا اپنا علم حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور ان سے فرمایا چلے میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔

اور جب عبید بن جحش اور اس کے ساتھیوں نے لوٹ مار کی تھی اس وقت سے حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ پیادہ ان کے تعاقب میں تھے اور ان پر تیر برساکر ان کو بدحواس کر دیا تھا۔ سبھی اونٹنیاں بھی چھڑالیں اور بہت سارا دوسرا سامان بھی ان کو پھینک دینے پر مجبور کر دیا اور جہاں بھی پانی پینے لگتے تیروں کی بارش کر کے بھگا دیتے (جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے تو عرض کیا یا رسول اللہ وہ سبھی سخت پیاسے ہیں اور کہیں پانی پر گرے پڑے ہوں گے۔ لہذا حکم دین تاکہ ان کا تعاقب کیا جائے) آپ نے فرمایا اے سلمہ تم اپنے جانوروں کے مالک بن چکے ہو لہذا اب ان پر نرمی اور رحم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے درگزر کرو اور آپ وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف واپس ہو گئے۔

## چوبیسواں باب

### غزوہ حدیبیہ

ہجرت کے چھٹے سال رسول کریم علیہ السلام نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عمرہ کے لیے نکلنے کا حکم فرمایا تو وہ تیزی کے ساتھ عمرہ کی تیاری کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود صحابہ کرام کی معیت میں عمرہ کے ارادہ سے مدینہ منورہ سے نکلے۔ آپ نے اپنے ساتھ ماسوا تلواروں کے اور کوئی ہتھیار نہ لیا اور تلواریں بھی میانوں میں مستور و محجوب تھیں اور اپنے ہمراہ قربانی کے جانور تھے۔ نماز ظہر ذوالحلیفہ میں ادا فرمائی۔ پھر بیت اللہ کے لیے ہدیہ کیے جانے والے جانور طلب فرمائے۔ ان پر حفاظت کے لیے بڑی چادریں ڈالنے کا حکم دیا۔ اور کوہان کی دائیں جانب نیزہ سے دراز خم لگا کر اور اس ہتھکے کو خون آلود کر کے ان کا اشعار کیا اور علامتی نشان لگایا۔ پھر ان کے گلے میں چمڑے کے تسمے اور فلادے ڈالے۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے جانوروں کا اشعار کیا۔ مجموعی طور پر ہدیہ بیت اللہ کے طور پر لائے جانے والے اونٹ ستر کی تعداد میں تھے جن میں ابو جہل کا وہ اونٹ بھی تھا جو جنگ بدر میں مال غنیمت کی صورت میں ہاتھ لگا تھا۔ آپ نے احرام باندھا اور تلبیہ کا آغاز فرمایا۔ صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتداء میں احرام پینے اور تلبیہ پڑھا۔

مشرکین مکہ کو جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو راستے میں ہی روکنے کا بخت ارادہ کر لیا اور لشکر جمع کر کے مقام بلحہ پر پڑاؤ ڈال دیا اور دو سو شاہسوار کراع عتیم پر بھیج دیے اور ایک دوسرے



سے قریب رابطہ اور تعلق قائم کر لیا (تاکہ بوقت ضرورت مدد کو پہنچ سکیں)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خوف ادا فرمائی اور منازل سفر طے کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب پہنچ گئے (حتیٰ کہ جب اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ مکرمہ اور قریش پر اترنا تھا) تو آپ کی اونٹنی مبارک بیٹھ گئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو اٹھانے کے لیے اپنے علاقہ کے رسم و رواج کے مطابق حلّ حلّ کہہ کر اس کو اٹھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور اس پر تشدید و تغلیظ کی مگر اس نے نہ لٹھنا تھا نہ ہی اٹھی۔ صحابہ نے عرض کیا اس اونٹنی کو بیٹھے کا روگ اور عادت لاحق ہو گئی ہے جو جانوروں میں سخت عیب شمار ہوتا ہے) آپ نے فرمایا نہیں حقیقت حال یہ نہیں ہے بلکہ اس کو اس ذات اقدس نے یہاں روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو مکہ مکرمہ سے دور روک دیا تھا۔

پھر آپ نے فرمایا غور سے سن لو بخدا قریش مکہ مجھ سے آج جس فعل و عمل کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمت باری تعالیٰ کی تنظیم و تکویم ہوگی تو میں ان کے ساتھ وہی معاملہ کرتے کو تیار ہوں گا اور اس قسم کے مطالبات کے پورا کرنے میں مجھے تامل نہیں ہوگا (یہ کہہ کر) آپ نے اونٹنی کو ڈانٹا اور اٹھنے کے لیے اشارہ فرمایا تو وہ فوراً گھڑی ہو گئی تو آپ جس راہ پر تشریف لارہے تھے اسی پر واپس چلنے لگے حتیٰ کہ لوگوں کو حدیبیہ کے ایسے مقام پر اترنے کا حکم دیا جہاں بارانی پانی کو جمع کرنے کے لیے کھودے گئے گڑھوں میں سے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا اور اس میں قلیل سا پانی تھا۔ آپ نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور اس میں گاڑ دیا تو وہ جاری کنویں کی مانند پانی کے ساتھ اُبلنے لگا اور سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو سیراب کر دیا اور وہ چلو بھر بھر کر اس سے پانی نکالنے لگے۔

اتنے میں بدیل بن ورقاء حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا میں آپ کی قوم کے پاس لے آ رہا ہوں جنہوں نے اپنے ادا بشوں کو اور جو بھی ان کا کہنا ماننے کو تیار ہوا۔ ان سب کو جمع کر رکھا ہے جن کے ساتھ ایسی اونٹنیاں ہیں جو چھوٹے چھوٹے بچوں والی ہیں یعنی شیر دار نیز عورتیں اور بچے بھی ساتھ ہیں اور وہ اس امر پر قسم کھاتے ہیں کہ جب تک ہماری جمیعت نیست و نابود نہیں ہو جائے گی۔ ہم آپ کو بیت اللہ تک پہنچنے نہیں دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کے ساتھ قتال کرنے نہیں آئے۔ ہم تو صرف اللہ تعالیٰ کے اس گھر کا طواف کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اگر کوئی ہمیں اس سے روکے گا تو پھر ہم قتال سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ بدیل نے واپس جا کر قریش کو صورتحال کی خبر دی۔ انہوں نے دوبارہ عروہ بن مسعود کو بھیجا۔ اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی طرح کلام کیا اور آپ نے اسی طرح جواب دیا، اس نے جا کر قریش کو آپ کا جواب سنایا۔ تو انہوں نے کہا اس سال تو ہم انہیں بہر حال واپس کریں گے۔ البتہ اگلے سال آئیں جرم کعبہ میں داخل ہوں اور طواف کریں (تو ہمیں اعتراض نہیں ہوگا)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اہل مکہ کی طرف روانہ فرمایا تاکہ مصالحت کی کوشش کریں، مگر ان کے تعلق آپ کو یہ اطلاع ملی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ نے (ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بیعت لی جو ایک درخت کے نیچے وقوع پذیر ہوئی اور بیعت الرضوان کے مبارک نام سے معروف و مشہور ہوئی۔

بعد ازاں انہوں نے صلح کا پختہ عزم کر لیا اور باہمی تحریری عہد نامہ طے پا گیا جس کا مضمون یہ تھا :-

یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان مصالحت ہوئی، دو نو فریق نے اس امر پر اتفاق کیا کہ دس سال تک جنگ بند کر دی جائے، لوگ امن و سکون سے رہیں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں۔ نہ کسی کا مال و متاع سرقہ کیا جائے گا اور نہ ہی کسی کو قیدی بنایا جائے گا اور ایک دوسرے کے راز لوگوں پر فاش نہیں کیے جائیں گے اور جو شخص بھی قریش کے ساتھ عقد و عہد میں شریک ہونا چاہے اس کو اختیار ہوگا۔ نیز ان میں سے جو شخص اپنے سرپرستوں کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے تو آپ اسے واپس کر دیں گے اور اگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی شخص (العیاذ باللہ قریش کے مذہب پر واپس آجائے تو وہ اس کو واپس نہیں کریں گے اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مع اپنے اصحاب کے اس سال بغیر عمرہ کیے واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال ان ساتھیوں کے ہمراہ اگر یہاں اقامت گزریں ہو سکتے ہیں اور عمرہ ادا کر سکتے ہیں۔ نیز جنگ کے آلات اور اسلحہ کو بھی ہمراہ نہیں لائیں گے۔ علاوہ مسافروں کے ہتھیاروں کے یعنی علاوہ تلواروں کے جو کہ اپنی اپنی میانوں میں محبوب دستور ہوں گی۔ اس عہد نامہ پر ابو بکر، عمر، عثمان، عبدالرحمن، سعد، ابو عبیدہ اور محمد بن سلمہ و جو طیب (رضی اللہ عنہم) گواہ ہیں اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کو تحریر کیا :-

یہ عہد نامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور اس کا ایک نسخہ سہیل بن عمرو کے پاس۔

ابھی عہد نامہ کی تحریر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ (جو کہ اسلام لانے کی پاداش میں قید کر دیے گئے تھے) قید سے آزاد ہونے اور بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، پاؤں میں بیڑیاں موجود تھیں انہیں میں اچھلتے ہوئے مکہ مکرمہ سے مدینہ تک کا فاصلہ طے کر کے وہاں پہنچے تو سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق معاہدے کی رو سے واپسی کا مطالبہ کرتا ہوں اور پاس عہد کی امید رکھتا ہوں چنانچہ آپ نے ان کو واپس فرما دیا۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قربانی کے اونٹوں کو ذبح فرمایا اور آپ پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ انا فتحنا لک فتحاً جبیناً۔ بیشک ہم نے آپ کے لیے فتح مبین کا بندوبست فرما دیا ہے۔

## پچیسواں باب

### غزوة خیبر

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و النبی و النبی کی طرف نکلے جب اچانک صبح کے وقت یہود خیبر نے آپ کو مع اپنے مجاہدین کے اپنے شہر میں موجود پایا تو فوراً اپنے قلعہ جات کی طرف پناہ لی اور ان میں داخل ہو کر اپنا تحفظ کرنے کی کوشش کی اور

اہل اسلام کے ساتھ دفاعی جنگ شروع کی۔ اس جنگ میں اتالیس یہودی کام آئے اور پندرہ مسلمان جام شہادت نوش کر گئے اور آپ نے ان کے تمام قلعوں کو ایک ایک کر کے فتح کر لیا۔ مرحب جو ان کا نامی گرامی پہلوان تھا میدان مبارزت میں آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا اور اس قلعہ کی فتح آپ کے ہاتھوں ہوئی۔

## پھیسواں باب

### فتح مکہ

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح مکہ کی تیاری فرمائی تو اپنے اس اقدام کو مخفی رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: "اللہم خذ علی البصرہم فلا یردنی الا بختہ" اے اللہ ان کی نگاہوں کو اپنی گرفت میں لے لے۔ انہیں مغل فرما دے حتیٰ کہ وہ مجھے اچانک اس وقت دیکھیں جب میں ان کے سروں پر پہنچ جاؤں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف و اکناف میں جمیع عرب کی طرف آدمی بھیجے جن میں قبائل اسلم و غفار، مزینہ و جہینہ اور اشجع و سلیم شامل تھے اہل اسلام کی اس غزوہ میں مجموعی تعداد دس ہزار تھی۔ آپ نے مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو خلیفہ و نائب مقرر فرمایا اور بروز بدھ مدینہ منورہ سے آغاز سفر فرمایا جبکہ رمضان المبارک کے دس دن گذر چکے تھے۔ اور مقام قدید پر پہنچ کر پرچم اور علم باندھے قریش کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام کی کوئی اطلاع نہ مل سکی۔ انہوں نے ابوسفیان کو اہل اسلام کے متعلق معلوم حاصل کرنے کے لیے بھیجا اور ان کے عزائم و مقاصد معلوم کرنے کے لیے۔ اور ساتھ ہی اسے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تیری ملاقات ہو جائے تو ان سے ہمارے لیے امان طلب کرنا۔ چنانچہ ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاد کی معیت میں نکلا تو اس کی نگاہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر پڑی۔ اچانک اپنے قریب موجود اتنے عظیم لشکر کو دیکھ کر تینوں سخت گھبرائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو فرمایا اسے ابوخطلہ (کنیت ابوسفیان ہے) اس نے کہا بسک آپ نے فرمایا یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو دس ہزار جاں نثاروں کو ہمراہ لیے یہاں موجود ہیں (اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو حلقہ بگوش رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن جاؤ اور ان کی غلامی قبول کر لو) چنانچہ ابوسفیان مشرف باسلام ہو گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پناہ میں آ گئے۔ آپ ان کو مع ان کے ساتھیوں کے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں لے گئے وہ دونوں بھی وہاں مشرف اسلام سے مشرف ہو گئے اور سر اٹھو کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کو یہ اعزاز بخشا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اسے بھی امان ہے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے دو اہلے بند کر لے (اور اہل اسلام سے تعرض نہ کرے) اسے بھی امان ہے۔

ابوسفیان نے حضرت عباس سے کہا تمہارے بھتیجے کا ملک عظیم بن گیا ہے اور ان کی سلطنت بہت ہی وسیع ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا افسوس ہے تیرے لیے یہ ملک و سلطنت نہیں ہے بلکہ نبوت و رسالت ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مجاہدین کو قتال و حرب سے منع فرمادیا۔ البتہ چھ آدمیوں اور چار عورتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ مردوں میں سے عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن اسود، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، معیس بن صبابہ، حویرث بن نعید اور ابو عبداللہ بن ہلال بن حطل تھے۔ عکرمہ بھاگ گیا تھا اس کی بیوی حضرت ام حکیم بنت عارث رضی اللہ عنہا نے اس کے لیے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے امان طلب کی آپ نے اس کو امان دے دی عبداللہ بن سعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا لہذا انہوں نے اس کے لیے بارگاہ نبوی میں امان دینے کی اپیل کی جس کو آپ نے قبول فرمایا۔ باقی سب کو قتل کر دیا گیا۔ معیس کو قبیلہ بن عبداللہ بن رضی اللہ عنہ نے قتل کیا حویرث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ٹھکانے لگایا اور ابو عبداللہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہنم داخل کیا۔ جن عورتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا وہ یہ تھیں ہند بنت عتبہ، سارہ مولاہ عمرو بن ہاشم، قریبہ، فرتہ، ہند شرف اسلام سے مشرف ہو گئی۔ سارہ اور قریبہ کو قتل کر دیا گیا اور فرتہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

رسول کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے لشکر کی کفار و مشرکین کے لشکر سے کہیں بھی ٹڈ بھڑ نہ ہوئی البتہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ مع جمعیت قریش کے خندمہ کے مقام پر آنا سامنا ہو گیا اور انہوں نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا۔ ہتھیار نکال لیے اور تیر بھی پھینکے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو لٹکارا اور جوانی کا روانی کا حکم دیا۔ چنانچہ انہوں نے سخت جوانی حملہ کر کے قریش میں سے چوبیس افراد کو قتل کر دیا اور ہزیمت میں سے بھی چار اشخاص کو ٹھکانے لگا دیا۔ جب قائد سرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس امر کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا کیا میں نے قتال سے منع نہیں کیا تھا، تو عرض کیا گیا۔ حضرت خالد سے انہوں نے چھڑ چھڑ کی تھی اور حملہ آور ہو گئے تھے انہوں نے محض جوانی اور دفاعی کارروائی کی ہے۔

نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مقام حجون پر خیمہ نصب کیا گیا اور آپ خدا داد غلبہ و قدرت کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ انداز سے داخل ہوئے۔ اہل مکہ میں سے بعض برضا و رغبت اسلام لائے اور بعض ناچار می و مجبوری کی وجہ سے آپ نے اپنی اڑٹنی پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کے گرد طواف کیا، اس وقت کعبہ مبارکہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کیے گئے تھے۔ آپ جب بھی کسی بت کے قریب سے گذرتے تو اپنے ہاتھ مبارک کی چھڑی سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور فرماتے۔ جاد الحق و زھق الباطل "حق اگیا ہے اور باطل بھاگ گیا ہے تو وہ بت منہ کے بل گر پڑا۔ ان سب اوثان و اصنام میں بڑا بل تھا جو کہ کعبہ مبارکہ کے بالمقابل تھا (اس کو اسی شان اعجازی سے گرا کر اور ٹکڑے کر کر باہر پھینکے کا حکم دیا) بعدہ مقام ابراہیم کی طرف تشریف ارازی فرمائی اور اس کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔

پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عنان بن ابی طلحہ کی طرف بھیجا تا کہ کعبہ مبارکہ کی چابی لے آئے وہ چابی لے آئے آپ نے اسے اپنے ہاتھ مبارک میں لیا۔ باب کعبہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر عثمان بن ابی طلحہ کو بلا کر چابی ان کے حوالے فرمادی اور ارشاد فرمایا: "خذوها یا بنی ابی طلحہ خالداة تالداة لا یزعهما منکوا الا ظالموا" اے ابو طلحہ کی اولاد اس چابی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے ہاتھوں میں لے لو اور سوائے ظالم کے اور کوئی شخص یہ چابی تم سے چھیننے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اور چاہے زمزم کا منصب سقایۃ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمادیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن آٹھ رکعت نماز چاشت ادا فرمائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر کے لیے کعبہ مکرمہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی۔ سبھی بت توڑ دیے گئے اور حرم کعبہ کو اس نجاست سے پاک و صاف کر دیا گیا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مبارکہ کی طرف چلے اور طواف و رکعات طواف سے فارغ ہو کر کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں کو خطاب و لتوازی سے مشرف فرمایا۔ انصار نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس ہستی مکرمہ کو اپنی قوم پر رافت و رحمت نے اپنے شہر کی طرف رغبت اور قلبی میلان نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ اس لیے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں فرمائی اور ان کی ایذا رسانیوں کو نظر انداز کر دیا ہے لہذا عین ممکن ہے کہ اب واپس مدینہ منورہ تشریف نہ لائیں۔

اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی باہمی گفتگو پر مطلع فرمادیا، تو آپ نے ان سے فرمایا اے جماعت انصار تم نے یہ کہا ہے کہ اس جوان اور ہستی مکرمہ کو قوم کی رافت و رحمت اور شہر کی رغبت اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ طے کر دوں عہد کو نہ نبھاؤں اور واپس مدینہ طیبہ نہ آؤں تو اس وقت میں کون کھلاؤں گا؟ ایسے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عہد خاص ہوں۔ اور اس کا رسول ہوں۔ معاذ اللہ کہ میں عہد سے پھروں اور عہد شکنی سے کام لوں۔ المیہا مجیبا کو دالمات مما تکتو۔ میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری موت تمہاری موت یعنی زندہ رہوں گا تو تمہارے ساتھ اور دار آخرت کی طرف انتقال کروں گا تو بھی تمہارے ہاں۔ ف

الغرض انصار رضی اللہ عنہم نے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کرمنوازی اور فزہ پوری کو دیکھا اور اس دلتوازی خطاب کو سنا تو خوشی میں ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سیلاب اُٹھ آئے اور کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس کے آنسوؤں نے اس کے سینہ کو تر نہ کر دیا ہو۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ بخدا ہم نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف اور صرف

ف۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذر نبوت سے جان لیا کہ مسیبا وصال مدینہ منورہ میں ہو گا۔ اور انصار کو اس کی اطلاع بھی دے دی۔

اس خوف و خطر اور اندیشہ و فکر کے تحت کہ کہیں ہم سے یہ دولت کوئین چھین جائے اور ہم اپنے محبوب کو اہل مکہ کے حوالے کر کے سرایا جرمان بن کر واپس نہ جائیں۔ تو آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سچے ہو اور وہ جانتے ہیں کہ تم جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہو تمہارے دل میں بھی وہی ہے۔

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں سے بیعت اسلام لی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔

مکہ مکرمہ ماہ صیام سے دس روز قبل جمعہ کے دن فتح ہوا۔ پندرہ دن تک آپ نے وہاں قیام فرمانے کے بعد حنین کی طرف سفر فرمایا اور مکہ مکرمہ پر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تاکہ انہیں نمازیں پڑھائیں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تعلیم سنن اور فقہ پر مامور فرمایا تاکہ ان کو عبادت و اعمال کی تعلیم دیں۔

## تسائیسواں باب

### غزوة حنین

حنین ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے تین دن کی مسافت پر ہے اور وہاں قبیلہ ہوازن کے ساتھ یہ جنگ لڑی گئی۔ اس مناسبت سے اس کو غزوة حنین بھی کہتے ہیں اور غزوة ہوازن بھی۔

اس غزوة کا سبب یہ ہوا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا تو ہوازن اور ثقیف نے ایک دوسرے کے ساتھ آمدورفت شروع کر لی اور باہمی ربط و ضبط کی کوشش کرنے لگے۔ ایک دوسرے کو اہل اسلام کے خلاف جنگ و جدال پر اکسانے لگے۔ مالک بن عوف نصری نے ان کو یکجا ہونے پر آمادہ کر لیا اور اتحاد و اتفاق کے لیے راہ ہموار کی پچنانچہ انہوں نے اپنے جملہ مال و متاع بیوی بچوں اور لونڈیوں کو ساتھ لے کر ادطاس میں پڑاؤ ڈالا۔ اور ادھر ادھر سے لگے اور آمد و بھی ان کو بھیجے لگ گئی اور اپنے ساتھ درید بن صمہ کو بھی ادطاس کی طرف نکال لائے۔ حالانکہ وہ اندھا بھی تھا اور ایک سو تتر سالہ بوڑھا کھوسٹ جو چلنے پھرنے سے بالکل عاجز تھا بلکہ اس کو بالکی میں بٹھا کر ادھر ادھر لے جاتے تھے (ہوازن و ثقیف کے اس گٹھ جوڑ اور برے عزم و ارادہ کی حالت معلوم کر کے) رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہ ہزار کا لشکر جبار اپنے ہمراہ لے کر حنین کی طرف نکلے۔ وہاں پہنچ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی صف بندی فرمائی اور اپنے چھوٹے دل پر سواری فرمائی۔ اس دن آپ نے دونوں میں اور دو خود استعمال فرمائے۔

ہوازن اہل اسلام کے مقابلہ کے لیے سامنے آئے اور یکبارگی حملہ کیا جو انتہائی شدید اور سخت تھا۔ لشکر اسلام میں کھلبلی

بچ گئی اور وہ میدان سے بٹھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ اے اللہ اور اس کے رسول کے انصار اور مددگار میں اللہ تعالیٰ کا عبد خاص ہوں اور اس کا برحق رسول ہوں (اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد بہر حال ہمارے ساتھ ہے۔ بدل ہونے اور بزدلی کا مظاہرہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے) آپ ہوازن کے لشکر کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت فضل، حضرت ابوسفیان بن الحداد اور حضرت ربیع بن الحارث، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ رہے اور پوری طرح ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ لشکر اسلام پیچھے بٹھنے لگا اور مہاجرین و انصار میں سے اسی افراد آپ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور پیچھے بٹھنے والے بھی پیٹھ پھیر کر بھاگے نہیں تھے بلکہ صرف اسی قدم کے قریب پیچھے ہٹے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار اپنی جگہ پر کھڑے رہے اور ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا۔ آپ کی سواری نے آپ کو زمین کے قریب کر دیا اور آپ زمین سے ایک طرف بھٹک گئے۔ میں نے عرض کیا۔ ارفع رفق اللہ بلند ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو بلند فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے مٹی کی ایک مٹھی دو۔ میں نے کفِ خاک پیش کی تو آپ نے اسے کفار و مشرکین کی طرف پھینک دیا۔ اس مٹی نے سب کی آنکھوں کو بھر دیا اور اندھا کر دیا۔ پھر فرمایا۔ مہاجرین و انصار کدھویں، میں نے عرض کیا وہ آپ کے قریب ہیں۔ آپ نے لہذا فرمایا۔ ان کو آواز دو میں نے سب کو آواز دی اور رسول پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کا پیغام پہنچایا۔ تو وہ فوراً کھڑے ہوئے اور سنبھالے حاضر خدمت ہو گئے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کی تلواریں شعلے برسا رہی ہیں۔ فوراً لشکر کفار کے چمکے چھوٹ گئے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھا میں نے آپ کو دیکھا کہ میدان جنگ میں آپ اکیلے کھڑے تھے اور میرے اور ابوسفیان بن الحارث کے علاوہ کوئی شخص آپ کے ساتھ نہیں تھا۔ ہم نے آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضری کا التزام کیا اور آپ کا ساتھ کسی صورت بھی نہ چھوڑا۔ آپ اپنے خچر شہپر سوار تھے جو فروہ ابن نفاثہ جذامی نے آپ کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

جب اہل اسلام اور کفار کے درمیان آمناسا منا ہوا اور کفار کی سخت تیر اندازی کی وجہ سے اہل اسلام پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے، تو رسول عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو اڑا لگاتے ہوئے کفار کی طرف حملہ آور ہونے کے لیے بڑھنے لگے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں میں اس کی نگاہم تھا۔ ہونے تھا اور اسے مقدور بھروسہ رکھنے کی سعی کر رہا تھا۔ مگر آپ کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ کہ وہ کس قدر تیزی سے مشرکین کی طرف جا رہی ہے اور ابوسفیان آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے عباس اصحاب شجرہ یعنی بیت الرضوان سے مشرف ہونے والے صحابہ کو پکارو فرماتے ہیں میں بہت ہی جہیر الصوت اور بلند آواز تھا۔ میں نے پوری قوت سے آواز دی، کہاں ہیں اصحاب شجرہ جو ہنرمند ہیں نے یہ ندادی تو بخدا وہ آواز سنتے ہی کہنے لگے ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں یا لبیک یا لبیک۔ وہ اس طرح پٹ کر آئے جیسے گائے اپنے بچے کی آواز سن کر انتہائی تیزی کے ساتھ اس کے پاس پہنچتی ہے، سب مسلمان کفار کی طرف متوجہ

ہوئے اور حملہ آور، باہمی جنگ و جدال اور حرب و قتال جاری ہوا تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ اب جنگ کی بھٹی گرم ہوئی ہے اور اس کے شعلے بھڑکے ہیں۔ پھر چند کنکریاں منٹھی میں لے کر کفار کی طرف پھینکیں اور فرمایا۔ **اللَّهُمَّ مَوَادِّبِ الْكُفْبَةِ**۔ مجھے رب کعبہ کی قسم کفار شکست کھا گئے اور میدان کا رزار سے ناکام و نامراد ہو کر بھاگ نکلے۔

بخدا آپ کا کنکریاں مارنا اور یہ فرمانا تھا، میں نے دیکھا کہ ان کی تیزی و شدت ماند پڑنے لگی اور ان کا معاملہ اٹنے لگا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست فاش سے دوچار فرمایا (اور فرمان حبیب کو سچا کر دکھلایا) اور گویا میں اب بھی اس پیارے منظر کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ بھاگے جا رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تعاقب میں اپنی سواری کو دوڑا رہے ہیں۔

حضرت ابو عبد الرحمن فہری سے مروی ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا ہم سخت گرم دن میں چلتے رہے اور دوپہر کے وقت درختوں کے سائے میں فرادوم لیا۔ جو نہی سورج ڈھلایا میں نے ہتھیار مچھنے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے خیمہ میں تھے۔ السلام علیک یا رسول اللہ کہا اور عرض کیا کیا کوچ کا وقت ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت بلال کو پکارتے ہوئے فرمایا بلال! تو وہ ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے سے جس کا سایہ پرندے کے سایہ کی مانند تھا۔ تیزی کے ساتھ اٹھے اور عرض کیا۔ **لبیک وسعدیک وانا فداک**۔ میں حاضر خدمت ہنگامہ

کے لیے کمر بستہ اور میری جان آپ پر فدا ارشاد فرمائی۔ آپ نے فرمایا میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔ انہوں نے زین نکالی جسکی دونوں جانبیں اور پہلو کھجور کی جالی سے تیار کیے ہوئے تھے اور اس میں زیبائش و آرائش کا کوئی پہلو موجود نہیں تھا جب زین ڈال دی گئی تو آپ سوار ہوئے اور ہم بھی سوار ہو کر آپ کی معیت میں چلنے لگے۔ دشمن کے مقابل پھلے پہر اور رات کے وقت صاف آرا رہے (صبح ہوتے ہی ان کے سخت حملہ سے) اہل اسلام کے پاؤں وقتی طور پر اکھڑے تو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اللہ کے بندو میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول۔ پھر اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور زین سے ایک کف خاک اٹھائی جو لوگ میری نسبت آپ کے زیادہ قریب تھے انہوں نے مجھے بتلایا کہ آپ نے وہ خاک ان کفار کے منہ پر پھینکی اور فرمایا "شاهت الوجوه" یہ چہرے قہقہ ہو گئے "تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہزیمت اور شکست سے دوچار فرمایا۔

یعلی بن عطار کہتے ہیں کہ مجھے قبیلہ ہوازن کے جوانوں نے اپنے آباؤ کی زبانی بیان کیا کہ ہم سب کا حال یہ ہو گیا کہ ہماری آنکھیں اور منہ مٹی کے ساتھ بھر گئے اور ہم نے زمین و آسمان کے درمیان ایسی سخت اور مسلسل آواز سنی جیسے کہ زنجیر کو آہنی تھال پر گزاریں تو رگڑ سے آواز پیدا ہوتی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حنین کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا البوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ اور آپ کی زبان اقدس پر یہ جرت تھی۔

انا النبی لا کذاب  
انا ابن عبدالمطلب



میں برحق نبی ہوں اور یہ دعویٰ خلافت واقع نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب جیسے فوج اور دیگر شخص کا لخت جگر ہوں۔  
 یزید بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن زمین سے ایک مٹی خاک کی اٹھائی پھر اس  
 کف دست کو کفار کے سامنے کر کے وہ مٹی ان کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا "ارجعوا" لوٹ جاؤ۔ تو ان میں سے  
 جو بھی اپنے دوسرے کافر بھائی سے ملتا آنکھیں ملتا ہوا اور اس میں گرد و غبار اور حس و خاشاک پڑنے کی شکایت کرتے ہوئے ملتا  
 حضرت جبرین مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کفار کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے پہلے جبکہ ابھی زور و شور سے قتال  
 جاری تھا اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے، میں نے دیکھا کہ آسمان سے سیاہ کبل کی مانند کوئی چیز آئی ہے اور ہمارے  
 درمیان اور کفار کے درمیان گہری ہے ناگاہ سیاہ چوٹیوں سے وادی بھری ہوئی نظر آئی جو اس کے اطراف و جوانب میں  
 پھیلی ہوئی تھیں۔ اور مجھے اس امر میں ذرہ برابر شک نہ رہا کہ یہ ملائکہ ہیں (جو حق پرستوں کی امداد کے لیے نازل ہوئے ہیں)؛  
 بس ان کا اتنا تھا کہ قوم کفار دم دبا کر میدان کا زار سے بھاگ نکلی۔

علمائے فرماتے ہیں کہ اس دن جو ملائکہ نازل ہوئے انہوں نے سرخ زنگ کی دستاریں سرور پر باندھ رکھی تھیں  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح و نصرت کا پرچم لہراتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لائے (اور بے شمار مال و دولت مجاہدین  
 کے ہاتھ لگا اور مویشی بھی، عورتیں بچے لونڈیاں بھی کافی تعداد میں قیدی بنالی گئیں۔

وفد ہوازن بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰت میں حاضر ہوا اور یہ گزارش کی کہ ہم پر احسان فرمائیں اور جو کچھ ہم  
 سے لیا گیا ہے وہ سب واپس فرمادیں۔ وفد میں ایک آدمی بنو سعد بن بکر سے تعلق رکھتا تھا اور یہی وہ قبیلہ تھا جس میں رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم شیر خوارگی کے ایام میں رہے تھے اور حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا اس نے عرض کیا۔ اگر ہم حارث بن ابی شمر یا نعمان  
 بن منذر کو دودھ پلاتے تو اس کی مہربانی اور عنایت کے ضرور امیدوار ہوتے (اور آپ تو رسول خدا ہیں اور اکرم الاکرمین ہیں۔  
 لہذا آپ کی بارگاہ سے ناکام اور بے نیل مرام کیسے واپس ہو سکتے ہیں) پھر یہ شعر پڑھا

أُمنن علينا رسول الله في كرم  
 فانك المرء نرجوه وندخر

اے رسول خدا ہم پر احسان اور کرم فرمائیں۔ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں اور آپ ہی ہمارے

لیے ذخیرہ آخرت اور دولت سرمدی ہیں۔

مجم رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں، بچوں اور مال و متاع میں سے کوئی چیز تمہیں محبوب اور پسندیدہ ہے؟  
 (دونوں کی واپسی تو ممکن نہیں ہے۔ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا مگر تم نے ویر لگائی۔ اب مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے لہذا ایک شے  
 جو زیادہ پسندیدہ ہے وہ واپس کر دی جائے گی) انہوں نے عرض کیا۔ ہماری عورتیں اور بچے واپس کر دیے جائیں۔ آپ نے

جن سے اتنے کافروں کا وفد منہ پھریا۔ (اعلیٰ حضرت بریلوی)

۵ میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسے کنگریاں تھیں وہ

فرمایا جو کچھ ان میں سے میرے اور بنو عبدالمطلب کے قبضہ میں ہیں وہ تو تمہارے سپرد کرتا ہوں اور جو دوسرے لوگوں کے قبضہ میں چلے ہیں۔ ان کی واپسی کی صورت یہ ہے کہ جب میں نماز پڑھا لوں تو تم اٹھ کر کھڑے ہو جانا اور کنا کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے ہیں اہل اسلام کی طرف اور مسلمانوں کو وسیلہ اور شفیع بناتے ہیں بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے بچوں اور عورتوں کے حق میں تو میں اپنا حصہ تمہارے حوالے کر دوں گا اور مسلمانوں سے بھی تمہارے لیے سفارش کروں گا چنانچہ حسب الارشاد وہ نماز کے اختتام پر اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانِ فرمودہ طریقتِ توسل و شفاعت کو بروئے کار لائے۔

آپ نے فرمایا میرا اور بنو عبدالمطلب کا حصہ تمہارے حوالے ہے۔ اوھر باحرین نے عرض کیا جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں ہے جو چاہیں تعزف فرما دیں اور انصار نے بھی اسی طرح عرض کیا۔

غزوہ حنین سے جو کچھ اہل اسلام کے ہاتھ لگا۔ اس کی تفصیل یوں ہے۔ قیدی چھ ہزار افراد تھے۔ اونٹ چوبیس ہزار، بھیڑ بکریاں چالیس ہزار اور سولہ ہزار درہم چاندی۔ آپ نے ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کو سولہ صد درہم چاندی اور سو اونٹ عنایت فرمائے۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی مطالبہ کیا تو آپ نے ان کو اتنی ہی چاندی اور اونٹ عنایت فرمائے پھر انہوں نے اپنے بیٹے یزید بن ابی سفیان کے متعلق عرض کیا تو قاسم خزائن خداوندی نے ان کو بھی اتنا ہی مال عنایت فرمایا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عنایت فرمائے پھر دوبارہ انہوں نے مطالبہ کیا تو ان کو مزید بھی عطا و بخشش سے نوازا اور اسی طرح ایک جماعت کو عظیم عطیات اور جزیل انعامات سے نوازا تو ذوالحجہ تیسری بول اٹھا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کرو تم نے اس تقسیم میں عدل نہیں کیا (العیاذ باللہ) آپ نے فرمایا ہلاکت ہے تیرے لیے۔ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو جہاں میں عدل کرنے والا کون ہوگا؟

## اٹھائیسواں باب

### غزوہ طائف

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے حانف کی طرف توجہ ہونے تاکہ ثقیف کو اسکی سرکشی اور بدکرداری کا مزہ چکھائیں اور ہوازن سے گھٹے جوڑ کر کے اہل اسلام کے خلاف کاروائی کے منصوبے بنانے کی سزا دیں۔ ثقیف قلعہ بند ہو گئے اور سال بھر کے ضروری اہراجات کو قلعہ میں جمع کر لیا اور جنگ کی مکمل تیاری کر لی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ ثقیف نے قلعہ کے اندر سے اہل اسلام پر تیر پھینکنے شروع کر دیے۔ آپ نے اٹھارہ دن تک انکا محاصرہ فرمایا اور قلعہ توڑنے کے لیے منجنیق کو نصب فرمایا اور ساتھ ہی یہ اعلان فرمایا کہ جو شخص

قلعہ سے نیچے اتر آئے گا وہ حر اور آزاد ہوگا، اس اعلان پر چودہ پندرہ آدمی قلعہ سے اتر آئے جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ایک چرخہ کے ذریعہ سے اترے تھے اسی بنا پر ان کو ابو بکرہ کا لقب دیا گیا۔  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سال طائف فتح کرنے کا اذن نہ ملا۔ لہذا آپ مشیت مولا ازبمہ اولیٰ کے تحت بغیر جنگ لڑے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہو گئے۔

## انتیسواں باب

### غزوة تبوک

یہ غزوة نوحہ جری کو پیش آیا۔ اس کا موجب یہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ رومیوں نے بہت سے شکر اور عساکر جمع کر رکھے ہیں تاکہ اہل اسلام پر چڑھائی کریں اور ان کو اپنی چیرہ دستی اور ظلم و ستم کا نشانہ بنائیں اور ہر قتل نے اپنے سپاہیوں کو ایک سال کا پیشگی خرچہ مہیا کر دیا ہے اور قبائل جذام، لخم اور عاملہ و غسان بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے لگے دستے مقام بلقا تک پہنچا دیے ہیں۔

نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور سب اہل اسلام کو طلب فرمایا اور ان کو صاف طور پر بتلادیا کہ زمینوں کے خلاف جنگ لڑنی ہے لہذا مکمل تیاری کر لو۔ مکہ مکرمہ کی طرف بھی آدمی بھیجے اور دوسرے قبائل عرب کو دعوت جہاد دی۔ مگر سخت تھی۔ سفر طویل تھا۔ سواریوں کا مکمل انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاد کے شائقین جو بے سرو سامان تھے روٹے ہوئے حاضر ہوئے اور سواریوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا ”لا اجدا ما احملکو علیہ“ میرے پاس تو اتنی سواریاں موجود نہیں ہیں کہ میں تمہیں سوار ہونے کے لیے ویدوں (تو وہ آنسو بہاتے ہوئے واپس ہوئے)۔

بعض لوگ مختلف عوارض اور موانع کا عذر پیش کر کے جنگ میں شمولیت سے معذرت کرنے لگے۔ حضور اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پر محمد بن مسلمہ کو خلیفہ بنایا اور تیس ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل اسلام کا لشکر جباریکہ عازم تبوک ہوئے۔ آپ کے ساتھ دس ہزار گھوڑے اور اونٹ وغیرہ تھے۔ اس غزوة میں عبداللہ بن ابی ریس المناقین اور اس کے تمام ساتھیوں نے شمولیت سے احتراز کیا اور مدینہ منورہ میں ہی بیٹھے رہے اور غلص اہل ایمان میں سے تین حضرات ساتھ نہ جا سکے (اگرچہ کوئی خاص مانع ان کو درپیش نہ تھا اور تحلف کا ارادہ بھی نہ تھا) اور بعض حضرات وہ تھے جو عند اللہ اور عند اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم معذور تھے اور شریک جنگ ہونے کے قابل نہیں تھے الفرض آپ تبوک پہنچے۔ بیس روز وہاں قیام فرمایا اور بغیر جنگ و جدال واپس تشریف لائے۔

# تیسواں باب

## میدان جنگ میں علامتی نشان

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار اور امتیازی نشان اُمّت اُمّت ہوتا تھا۔ اور زبیر بن علی فرماتے ہیں کہ علامتی نشان یا مفسور اُمّت ہوتا تھا یعنی اے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد و تعاون پانے والے مجاہدین ان دشمنان خدا اور رسول کو ہلاک کرو اور اعلان کے لیے پیغام اجل بن کر ان پر ٹوٹ پڑو۔

سلب بن ابی صفرہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں جنہوں نے براہ راست رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ ارشاد سنا کہ اگر دشمن سے تمہاری ملاقات ہو تو مسلم و غیر مسلم اپنے دبیگانے میں امتیاز اور پہچان کے لیے حنم لا ینصرون تمہارا امتیازی نشان ہے۔

# ابواب

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرایا

جس جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف فرما ہوئے اسے غزوة اور جس کی کمانڈ کسی صحابی کے سپرد کی اور خود تشریف نہ لے گئے اسے سر یہ کہا جاتا ہے۔

## باب اول

### عدم شمولیت کا سبب

حضرت ابو سہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرا ہر جنگ میں شمولیت کرنا نخلص مومنین و مسلمین پر شاق نہ گزرتا تو میں کبھی بھی کسی سر یہ میں شمولیت ترک نہ کرتا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا۔ لیکن نہ میرے پاس اتنے وسائل ہیں کہ ان کو سواریاں وغیرہ مہیا کروں اور وہ میرے ساتھ چلیں اور نہ میرے بنیر چین سے وہ بیٹھ سکتے ہیں اور میری جدائی گوارا کر سکتے ہیں (لہذا مجبوراً مجھے ان کی دلجوئی کے لیے کبھی سرایا سے تخلف اختیار کرنا پڑتا ہے، جہاں تک جہاد کے ساتھ قلبی لگاؤ اور تعلق کا معاملہ ہے تو بخدا میں اس امر کو پسند کرتا ہوں اور دل و جان سے اس کا آرزو مند ہوں کہ میں راہِ خدا میں جہاد کرتے ہوئے قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ (بخاری و مسلم)

## دوسرا باب

### سرایا کی تعداد

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چھین سرایا روانہ فرمائے جن کا تذکرہ طوالت طلب ہے اور ان کا ذکر کر کے ہم طوالت کرنا مناسب نہیں سمجھتے اور غزوات کا ذکر صرف اس لیے کر دیا ہے کیونکہ وہ ایسا معاملہ تھا جس میں رسالت پناہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے بغض نفیس شمولیت فرمائی تھی۔

ابو الوفا ابن عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جاہل بے دین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکار کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے (اور انہوں نے قتل و غارت سے کام لیا) اور یہ اعتراض و اشکال لغو اور بیہودہ ہے۔ آپ دراصل دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ کے ساتھ مبعوث ہوئے (جن میں نہ خفا و ابہام تھا اور نہ شکوک و ادبام کی گنجائش) مگر جب بیدین لوگوں نے ضد و عناد اور جھوٹا استکبار سے کام لیا تو پہلی امتوں کی مانند عذاب الہی اور آسمانی آفات کا نشانہ بنانے کی بجائے ان کو میدان کارزار میں سبق دیا گیا (در نہ بدر و حنین میں ہزاروں فرشتوں کی آمد اور جنگ میں شمولیت کی ضرورت نہیں تھی صرف ایک فرشتہ ان کو ہمیشہ کے لیے بے نام و نشان کر دینے کے لیے کافی تھا)

## تیسرا باب

### فوجی کمانڈروں کو ہدایت

سلمان بن بریدہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب سر یہ اور ہمیشہ کچی صحابی کو کمانڈر بناتے تو اسے خوف خدا اور تقویٰ و پرہیزگاری کی ہدایت فرماتے اور ماتحت مسلمان فوجیوں کے متعلق بھی حسن سلوک کی نصیحت فرماتے۔ پھر ارشاد فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر و شرک کرنے والوں کو ٹھکانے لگاؤ۔ جہاد کے لیے نکلو مگر نہ اموال غنیمت میں خیانت کرنا اور نہ عہد شکنی اور عذر سے کام لینا۔ کوئی شخص اکیلا مل جائے تو اسے بھی قتل نہ کرنا اور میدان جنگ میں کام آنے والے کفار کا بھی مثلہ نہ کرنا یعنی ان کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا۔

جب اپنے دشمن مشرکین سے آمناسا منا ہو تو انہیں تین امور کی دعوت دینا اور وہ جس کو بھی قبول کر لیں اس کے مطابق ان سے سلوک کرنا اور فوری کارروائی سے گریز کرنا۔ پہلے پہل انہیں دعوت اسلام دینا اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کے اسلام کو قبول کرنا اور ان کو اپنا مومن بھائی سمجھتے ہوئے کسی طرح کا تعرض نہ کرنا اور انہیں دارمہاجرین یعنی مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دینا اور انہیں تبلا دینا کہ دارمہاجرین کی طرف منتقل ہونے کے بعد ان کو ہر وہ سہولت و منفعت حاصل ہوگی جو دوسرے مہاجرین کو حاصل ہوگی اور وہ تمام ذمہ داریاں بھی ان پر عائد ہوں گی جو دوسرے مہاجرین پر عائد ہیں۔ اگر وہ انتقال مکانی پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں تبلا تا کہ وہ اعراب اور دیہاتی اہل اسلام کی مانند ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام عام اہل اسلام پر جاری ہیں ان پر بھی جاری و ساری ہوں گے۔ مگر مال غنیمت اور فنی میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا تا وقتیکہ

وہ مجاہدین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل نہ ہوں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے اور اہل اسلام کی رعایا بن کر رہنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو اس پیش کش کو قبول کر لینا اور ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا۔ اور اگر وہ دونوں باتیں ٹھکرا دیں اور اسلام لانے یا جزیہ دینے سے انکار کریں تب ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اس کی امداد و نصرت پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے جہاد کرنا۔

جب تو کسی قلعہ کا محاصرہ کرے اور قلعہ بند لوگ تجھ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت اور ذمہ داری پر اترنے اور قلعہ سے نکلنے پر آمادہ ہوں تو اس عہد و پیمانہ کو ہرگز قبول نہ کرنا بلکہ انہیں اپنی اور اہل اسلام کی ضمانت اور ذمہ داری پر اترنے اور قلعہ بندی ختم کرنے کے لیے کہنا۔ کیونکہ اگر تم اپنے عہد میں غدور اور خلاف ورزی کا ارتکاب کرو تو وہ اس سے سہل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ضمانت میں خلاف ورزی اور خیانت کا ارتکاب کرو۔

جب تو کہیں اہل قلعہ کا محاصرہ کرے اور وہ تجھ سے حکم خداوندی پر اترنے اور قلعہ بندی ختم کرنے کا مطالبہ کریں تو ان کا یہ مطالبہ قبول نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر ان کو قلعہ سے اترنے کا وعدہ و عہد نہ دینا۔ کیونکہ تجھے کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے متعلق کیا حکم اور فیصلہ ہے؟ ہو سکتا ہے تو اس کے خلاف فیصلہ کر بیٹھے لہذا ان کو اپنے حکم اور اپنے فیصلہ پر اترنے اور قلعہ کھولنے کا حکم دے (کہ جو بھی ہم مناسب سمجھیں گے تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا)۔

## چوتھا باب

### امیر شکر کے نامناسب اقدام پر اظہار برأت

حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید سے تین امور میں اختیار دینا اور جس کو وہ چاہیں قبول کریں ان سے تعرض نہ کرنا۔ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اسلام بزورِ شمشیر نہیں پھیلا۔ ورنہ اسلام یا قتال دو ہی صورتیں ہوتیں۔ جزیہ والی شق سرے سے ختم کر دی جاتی لہذا دشمنانِ دین و اسلام کا یہ الزام کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے لغو اور باطل ہے۔ البتہ ملکِ اسلام میں دعوتِ بزورِ شمشیر ہوتی ہے اور یہ بھی ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی صورت میں وقوع پذیر ہونی جو سلطنتِ اسلام کو ایک آنکھ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اور العیاذ باللہ ہر وقت اس کو ختم کرنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے خلاف کارروائی کو ناجائز کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ اپنے ملک اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے ایسے اقدامات ضروری ہو جاتے ہیں۔

رضی اللہ عنہ کو جو جذیمہ کی طرف لشکر دے کر روانہ فرمایا۔ آپ نے انہیں دعوت اسلام دی۔ انہیں اسلما کمنانہ آیا۔ انہوں نے صبا ناصبانا کمننا شروع کر دیا (جس کا معنی ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نکلنا ہے) تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بعض کو قتل کرنا اور بعض کو قیدی بنانا شروع کر دیا اور مجاہدین میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی پھرو کر دیا۔ ایک دن انہوں نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا بخدا نہ میں اپنے قیدی کو قتل کرتا ہوں اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی شخص یہ اقدام کرے گا۔ حتیٰ کہ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور بارگاہِ نبوی میں باریابی نصیب ہوئی تو ہم نے یہ صورت حال آپ سے عرض کی آپ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں دو مرتبہ عرض کیا: "اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالد" اے اللہ میں تیری بارگاہ میں خالد بن ولید کے فعل و کردار سے برارت کا اظہار کرتا ہوں۔



# ابواب تبلیغی خطوط

## باب اول

### شاہ مقوقس کے نام

محبوب کریم علیہ السلام نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر شاہ مقوقس کی طرف بھیجا جب آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ ان سے وصول کیا اور جوابی خط لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کی بعثت ابھی باقی ہے اور پیغمبرِ آخر الزمان کا انتظار ہے اور میں نے آپ کے ایچی اور قاصد کی ضروری تعظیم و تکریم میں دریغ نہیں کیا۔

اور ساتھ ہی آپ کی بارگاہ میں چار ہیلے اور تحفے پیش کیے جن میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا عقیقہ نامی دراز گوش اور ایک خچر تھا جس کو دلدل کہا جاتا مگر حلقہ اسلام میں داخل نہ ہوا۔

حضرت حاطب واپس حاضر ہوئے تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے اپنے ملک و سلطنت پر نخل سے کام لیتے ہوئے اور اس کے لالچ میں اسلام سے گریز کیا ہے لیکن اس کا ملک باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے اس کے ہدیہ کو قبول فرمایا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے مخصوص فرمایا جنہوں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنم دیا اور غیر حجۃ الوداع سے واپسی پر فوت ہو گیا اور دلدل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت تک زندہ رہا۔

حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ میں) حدیبیہ سے مراجعت فرما ہوئے تو آپ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو مقوقس، امیر اسکندریہ کی طرف بھیجا اور ان کو ایک خط بھی دیا جس میں اسے دعوتِ اسلام دی گئی تھی۔ جب اس نے آپ کے گرامی نامہ کو پڑھا تو حضرت حاطب کے ساتھ خوش اسلوبی سے اور حسن سلوک سے پیش آیا اور وہ خط مبارک جس پر (محمد رسول اللہ والی) مہر لگی ہوئی تھی وصول کر کے ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ کر اپنی لوندی کے حوالے کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جواب بھی لکھا مگر حلقہ اہل اسلام میں داخل نہ ہوا اور بارگاہِ نبوی میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور لیفور نامی دراز گوش اور دلدل نامی خچر کا ہدیہ ارسال کیا یہ خچر بالکل سفید رنگ تھی اور پورے عرب میں اس کے علاوہ سفید رنگ خچر کا وجود نہیں تھا۔

مقوقس جانتا تھا (اہل کتاب سے پیغمبرِ آخر الزمان علیہ السلام کی صفات کمال اور اخلاق عالیہ اور علامات امتیازیہ من کما

اور یقین رکھتا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں لیکن اس کی قسمت میں سعادت ایمان و اسلام نہیں تھی لہذا ایمان نہ لایا۔  
حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے اس کے پاس پہنچے تو اس نے آپ کی حقانیت نبوت اور صدق رسالت کا اظہار کیا تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ جب بنی مالک کو ساتھ لے کر مقوقس کے پاس پہنچے تو اس نے دریافت کیا تم میرے پاس کیسے پہنچ گئے حالانکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی میرے اور تمہارے درمیان حائل تھے۔ انہوں نے کہا ہمیں خطرہ تو تھا لیکن ساحلی راہ پر چلتے ہوئے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور یہاں پہنچ گئے (ان کے بیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو مکالمہ ہوا وہ اس طرح ہے۔

مقوقس: تم نے ان کی دعوت پر کیا رد عمل ظاہر کیا؟

مغیرہ: ہم میں سے ایک شخص نے بھی ان کی اتباع نہیں کی۔

مقوقس: وہ کیوں اور کس لیے؟

مغیرہ: وہ ہمارے سامنے ایک نبی دین لائے تھے جس پر نہ ہمارے آباء اجداد کبھی عمل پیرا ہوئے اور نہ ہی حاکم وقت، اور ہم اپنے آباء اجداد کے دین پر ہیں۔

مقوقس: ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

مغیرہ: نو عمر اور نوجو لوگ ان کے دین میں داخل ہوئے اور اپنی برادری اور دوسرے قبائل عرب نے بہت سے مقامات پر ان کے خلاف جنگ لڑی کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے متبعین کا پلڑا بھاری رہتا اور کبھی دوسرے لوگوں کا۔  
مقوقس: کیا مجھے سچ بتاؤ گے کہ وہ تمہیں کس امر کی دعوت دیتے ہیں؟

مغیرہ: وہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور ہمارے آباء اجداد کے معبودات کو ترک کر دینے کا حکم دیتے ہیں اور نماز کا امر فرماتے ہیں اور زکوٰۃ دینے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

مقوقس: وہ نماز کیا ہے اور زکوٰۃ کیا ہے؟ کیا اس کا کوئی معروف و منہج وقت ہے اور کوئی حد اور نہایت ہے؟ جس کو پورا کرنے پر اس کا دُوب و لَزوم ختم ہو جائے؟

مغیرہ: اہل اسلام رات، دن میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں جن کے اوقات اور تعداد رکعات کو تفصیل سے مقوقس کو بیان کیا اور سونا میں مثقال ساڑھے سات تولہ کی مقدار کو پہنچے تو اس کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ دیتے ہیں اور دیگر اموال کے صدقات بھی بیان کیے۔

مقوقس: جب زکوٰۃ وصول کرتے ہیں تو اسے کہاں استعمال کرتے ہیں؟

مغیرہ: امرار سے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں اور فقرا پر صرف فرماتے ہیں۔

صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ ہمیشہ وفادار عہد کی تلقین فرماتے ہیں۔ سود، زنا اور شراب خوردگی کو حرام گردانتے ہیں اور جو جانور

غیر اللہ کے لیے ذبح کیے گئے ہوں ان کا گوشت تناول نہیں فرماتے۔

مقوقس: وہ برحق نبی ہیں جو سب لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور قبلی و رومی اگر حق و صواب پر کار بند ہوتے تو لامحالہ ان کی اتباع کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو اسی امر کا حکم دیا تھا جو اوصاف و اخلاق ان کے تم نے بیان کیے ہیں پہلے انبیاء کرام علیہم السلام بھی انہیں کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔ انجام کار وہ غالب آکر رہیں گے اور ان سے جدال و نزاع کرنے والے حلقہ ایمان و اسلام میں داخل ہو جائیں گے یا بے نام و نشان ہو جائیں گے۔ ان کا دین وہاں تک ظاہر و غالب ہو جائے گا جہاں تک اونٹ اور گھوڑے جا سکتے ہیں اور جہاں تک آبادیاں موجود ہیں اور قریب ہے کہ ان کی قوم جو آج دشمنی پر اتر رہی ہوئی ہے کل کو ان کے جان نثار غلام اور خادم بن جائیں اور نیزوں کے ساتھ ان کی طرف سے دفاع کریں۔

مغیرہ: اگر سارے لوگ ان کے دین میں داخل ہو جائیں تو بھی ہم ان کے دین کو قبول نہیں کریں گے۔  
مقوقس: سر کو جھٹکا دیتے ہوئے تم لہو و لعب میں مبتلا ہو اور تمہاری عقلیں غفلت کے پردوں میں ہیں۔  
اچھا یہ بتلائیے وہ اپنی قوم میں نسب کے لحاظ سے کیسے ہیں؟  
مغیرہ: وہ سب سے بہتر اور اعلیٰ نسب کے مالک ہیں۔

مقوقس: ایسے ہی حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی قوم میں اعلیٰ نسب کے مالک تھے اور ان کو نسبی فضیلت اور برتری دے کر اپنی اپنی اقوام کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ ان کا گفتگو میں انداز و اسلوب کیا ہے؟ راستبازی سے کام لیتے ہیں یا کبھی دروغ گوئی سے بھی؟

مغیرہ: وہ کلام میں صادق ہیں اور راستباز اور اسی وجہ سے ان کو امین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

مقوقس: اپنے معاملہ میں اچھی طرح غور و فکر سے کام لو اور ضد و عناد کو ایک طرف رکھ کر سوچو کہ جو شخص تمہارے ساتھ معاملات میں غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام نہیں لیتا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر کذب و افتراء کی جرات کیسے کرے گا؟  
ان کی اتباع کرنے والے لوگ کیسے ہیں اور کون ہیں؟

مغیرہ: ان کے متبعین محض نوزیر اور نوجوان لوگ ہیں شیوخ اور عمر رسیدہ لوگوں نے ان کی اتباع نہیں کی۔

مقوقس: مجھے مسیح علیہ السلام کی قسم ان سے پہلے انبیاء کے متبعین بھی نوزیر اور نوجوان لوگ ہی تھے۔ تو یہ بتلائیے یہود و مشرب (مدینہ منورہ) نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ان کے حلقہ ارادت اور غلامی میں داخل ہوئے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ اہل تورات ہیں اور آنے والے پیغمبر کے اوصاف و کمالات اور امتیازی علامات سے باخبر ہیں۔

مغیرہ: انہوں نے مخالفت کی تھی لیکن اہل اسلام نے ان کے خلاف کارروائی کر کے بعض کو قتل کر دیا ہے کچھ گرفتار۔

کر کے غلام بنالیے گئے ہیں اور دوسرے ادھر ادھر منتشر ہو گئے ہیں۔

مقوقس، وہ عاصد لوگ ہیں انہوں نے محض حسد کی بنا پر مخالفت کی ہے۔ غور سے سنو وہ لوگ اس نبی کی حقانیت کو اسی طرح جانتے ہیں جیسے کہ ہم جانتے ہیں۔

حضرت منیرہ فرماتے ہیں ہم اس کی مجلس سے اٹھے۔ درانحالیکہ ہم نے ایک ایسا کلام سن لیا تھا جس نے ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے مطیع اور فرمانبردار بنا دیا تھا۔ ہم نے سوچا کہ سلاطین و عمم ان کی تصدیق کریں اور ان سے خوفزدہ ہوں حالانکہ ان کا تعلق آپ کے ساتھ بہت دور کا ہے۔ اور ہم قریبی رشتہ دار ہیں اور قریب رہنے والے ہیں اور پھر بھی ان کے دین میں داخل نہیں ہو رہے حالانکہ وہ ہمارے گھروں میں آکر ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تے ہیں اور دعوت توحید و اخلاص دیتے ہیں۔

## دوسرا باب

### قیصر روم کے نام

مورخین کہتے ہیں کہ ایک دن قیصر روم صبح اٹھا تو سمحت معنوم تھا اس کے سپہ سالاروں اور قائدین عسا کرنے اس سے کہا۔ یہ آج غم و اندوہ اور غبار خاطر کیسا ہے؟ اس نے کہا میں نے آج رات خواب دیکھا کہ ختنہ کیے ہوئے لوگوں کا عالم اس علاقہ پر غالب آگیا ہے۔ انہوں نے کہا ہماری معلومات کے مطابق صرف یہودی ختنہ کرتے ہیں اور وہ تیرے ملک میں بطور رعایا ہیں اور زیر تسلط لہذا ان کو قتل کر دے۔

وہ اسی طرح رائے زنی کر رہے تھے کہ امیر بصری کا ایلچی ایک عربی شخص کو ہمراہ لیے ہوئے اسپینچا اور کئے لگا۔ اے بادشاہ سلامت یہ عربی شخص اپنے علاقہ میں عجیب امر کے حادثہ اور رونما ہونے کی خبر دیتا ہے۔

ہر قتل قیصر روم نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے دریافت کرو۔ اس کے علاقہ میں کونسا نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس نے کہا ہمارے ہاں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کر رہے بعض لوگ ان کے حلقہ اطاعت و ارادت میں داخل ہو گئے ہیں اور دوسرے مخالف ہو گئے ہیں اور ان کے درمیان بہت زیادہ جنگ و جدال شروع ہو چکا ہے اور میں نے ان کو اسی حال پر چھوڑا تھا (اب پتا نہیں انجام کیا ہوا ہے)۔

ہر قتل نے کہا اس کا لباس اتنا کر تحقیق کر دو کہ یہ شخص ختنہ شدہ ہے یا نہیں؟ جب اس کو برہنہ کر کے دیکھا گیا تو وہ ختنہ شدہ تھا۔ ہر قتل نے کہا جس مدعی نبوت کی اس شخص نے خبر دی ہے میرے خواب کی تعبیر وہی ہے۔ اسے اس کے کپڑے دے دو اور کو جہاں جانا ہے چلا جائے۔

پھر اپنے کمانڈر اور سپہ سالار اعظم کو بلایا اور کہا کہ بلا شام کی اچھی طرح چھان بین کر کے اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی فرد تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔

ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ان دنوں تجارت کے لیے علاقہ شام میں گیا ہوا تھا کہ اچانک قیصر روم کا سپہ سالار ہمارے پاس آ پہنچا اور کہنے لگا تم اس مدعی نبوت کی قوم سے ہو؟ ہم نے کہا ہاں! تو اس نے ہمیں اپنے ساتھ لیا اور قیصر کے دربار میں حاضر کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیصر روم کی طرف خط لکھا اور اسے دعوتِ اسلام دی۔ وہ خط حضرت وجیہ کلبی کے ذریعہ قیصر کے پاس روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ میرا یہ خط عظیم بھری کے حوالے کرنا تاکہ وہ اسے قیصر روم تک پہنچائے۔

قیصر ان دنوں اہل فارس پر فتح حاصل کر لینے اور فارسی لشکروں کو اپنے علاقہ سے مار بھگانے کی خوشی میں حمص سے بیت المقدس تک پیدل چل کر حاضر ہوا اور اب اسکے لیے قدم قدم پر قالین اور غالیچے بچھائے جا رہے تھے۔

ابن عباس فرماتے ہیں جب قیصر روم کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پہنچ گیا تو اسے پرٹھ کر کہنے لگا ایک شخص تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ جو ان کی قوم سے تعلق رکھتا ہو تاکہ میں اس سے اس رسول کے متعلق ضروری معلومات حاصل کروں۔ ابوسفیان بن حرب نے بتایا کہ میں چند قریشی جوانوں کے ہمراہ شام میں بغرض تجارت گیا ہوا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان معاہدہ امن طے پا چکا تھا۔ قیصر کا ایلچی میرے پاس آیا جو مجھے اور میرے ساتھیوں کو قیصر کے پاس لے گیا۔ اس نے دربار لگایا ہوا تھا۔ سر پر تاج سجایا ہوا تھا اور غطا و روم اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

ہمارے دربار میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے ترجمان سے کہا۔ ان سے دریافت کیجئے۔ ان میں سے کونسا شخص نسب میں اس رسول کے بہت قریب ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں۔ میں نے کہا سب سے زیادہ قریبی تو میں ہوں۔ اس نے دریافت کیا تمہاری کیا رشتہ داری ہے؟ میں نے کہا وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں اور اس جماعت میں میرے علاوہ بنی عبدمناف میں کوئی شخص تھا ہی نہیں!

قیصر نے مجھے کہا ذرا میرے قریب آؤ اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھانے کا حکم دیا۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہو کہ میں اس شخص سے رسولِ عربی کے متعلق چند سوالات کروں گا اگر یہ جھوٹا بولے تو اس کے جھوٹ کو ظاہر کرنا اور اس کی کذیب کرنا۔

ابوسفیان نے کہا بخدا اگر اس دن یہ شرم و جہانہ ہوتی کہ میرے ساتھی مجھ سے جھوٹ نقل کریں اور مجھے جھوٹا کہیں تو میں ضرور جھوٹ بولتا جبکہ وہ مجھ سے سوالات کر رہا تھا لیکن اس شرم کی وجہ سے کہ میں جھوٹا کہلاؤں گا۔ قیصر کو صحیح صحیح جواب دینے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق راست گوئی سے کام لینا۔

ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس سے دریافت کیجئے اس رسول کا تمہارے درمیان نسب کیا ہے؟

ابوسفیان: وہ ہمارے اندر بہت اعلیٰ نسب والے سمجھے جاتے ہیں۔

ہرقل: کیا ان سے پہلے قریب زمانہ میں کسی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا؟

ابوسفیان: نہیں کسی نے دعویٰ نبوت و رسالت نہیں کیا؟

ہرقل: کیا تم اس دعویٰ سے پہلے ان کو کذب اور غلط بیانی سے متہم کرتے تھے؟

ابوسفیان: نہیں ہم نے کبھی غلطی سے بھی ان کی طرف کذب اور دروغ گوئی کی نسبت نہیں کی۔

ہرقل: کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا امرار و رؤسار نے ان کی اتباع کی ہے یا غزبار و فقراد نے۔

ابوسفیان: صرف غزبار و رؤسار ان کے حلقہ غلامی میں داخل ہوئے ہیں۔

ہرقل: کیا ان کے متبعین بڑھتے ہی جا رہے ہیں یا ان میں کمی ہو رہی ہے؟

ابوسفیان: کم نہیں ہو رہے بلکہ بڑھتے جا رہے ہیں۔

ہرقل: کیا ان میں سے کوئی ان کے دین و مذہب سے نفرت اور ناپسندیدگی کی وجہ سے منحرف بھی ہوا ہے اور دین قبول کر کے مرتد بھی ہوا ہے (العیاذ باللہ)

ابوسفیان: نہیں دین سے بیزار ہو کر کوئی شخص بھی ان سے الگ نہیں ہوا۔

ہرقل: کیا وہ غدر اور عہد شکنی سے کام لیتے ہیں؟

ابوسفیان: نہیں ماضی میں تو ایسا نہیں ہوا۔ البتہ اب ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ امن طے پایا ہے دیکھیں اس میں کیا کرتے ہیں ہمیں خطرہ تو ہے کہ عہد شکنی کریں گے اور وفادار عہد نہیں کریں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے لیے بیان

نقص اور عیب کے لیے سوائے اس کلمہ کے اور کوئی کلمہ ممکن نہ ہو سکا صرف یہی جملہ استعمال کیا جس میں تردد اور اندیشہ

غدر کا اظہار تھا کیونکہ مجھے یہ خوف تھا کہ میرا جھوٹ سارے جہان میں مشہور ہو جائے گا۔

ہرقل: کیا تم نے ان کے ساتھ حرب و قتال اور جنگ و جدال کیا؟

ابوسفیان: ہاں سلسلہ حرب و قتال جاری رہا ہے۔

ہرقل: تمہاری باہمی جنگوں کا انجام کیا ہوتا رہا؟

ابوسفیان: ہماری لڑائیاں کئیوں کے ڈول کی مانند تھیں کبھی میدان کارزار ان کے ہاتھ میں رہتا اور کبھی ہمارے ہاتھ۔

ہرقل: وہ تمہیں کس چیز کا حکم فرماتے ہیں؟

الوسفیان! ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مٹھرنے سے منع کرتے ہیں اور ہمیں  
آباد و اجداد کے بتوں کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔ نماز ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور صدق و عفاف اور صلہ رحمی کا درس  
دیتے ہیں۔ دفا، عہد اور ادائیگی امانت کی تلقین فرماتے ہیں۔

ان سوالات کا میری زبانی جواب سننے کے بعد ہر قل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اسے میرے ان سوالات کا پس  
منظر اور ان کی حکمت و مصلحت بیان کرو۔

میں نے تجھ سے ان کے نسب کے متعلق سوال کیا جس کے جواب میں تو نے کہا کہ وہ ہمارے اندر اعلیٰ نسب کے مالک  
ہیں اور اس کا منصب و مقام یہی ہے کہ وہ اپنی قوم میں اعلیٰ و ارفع نسب والے ہوتے ہیں (تاکہ عالی نسب لوگ ان کی اطاعت  
سے نفرت و نخوت کا اظہار نہ کر سکیں،

میں نے یہ دریافت کیا تھا کہ ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا تھا جس کے جواب میں تو نے کہا کہ نہیں تو اگر کسی نے  
پہلے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ محض اس دعویٰ کی تقلید اور پیروی میں دعویٰ رسالت و نبوت کر رہے ہیں۔  
میں نے استفسار کیا تھا کہ آیا تم اس دعویٰ سے پہلے ان کو دروغ گوئی سے متہم کرتے تھے جس کے جواب میں تو نے کہا ہے  
کہ نہیں! تو مجھے اس امر کا یقین ہو گیا ہے کہ ان کے شایان شان یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے ساتھ تو دروغ گوئی روا نہ رکھیں اور  
اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں اور جھوٹ بولیں (بلکہ وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں)۔

میں نے یہ سوال کیا کہ آیا ان کے آباد و اجداد میں سے کوئی بادشاہ تھا جس کے متعلق تمہارا جواب نفی میں تھا تو اگر ان کے  
آباد میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں خیال کر سکتا تھا کہ دعویٰ نبوت کی آڑ لے کر یہ شخص اپنا آباؤی ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔  
میں نے تجھ سے یہ دریافت کیا کہ ان کی اتباع امر اور روسا کرنے کی ہے یا غریب و مساکین نے تو تو نے جواب میں کہا  
کہ بالعموم مساکین و فقراء نے ان کی اتباع کی ہے اور یہی لوگ رسل و انبیاء کی اتباع کرنے والے ہیں!

میں نے تجھ سے استفسار کیا کہ ان کے متبعین بڑھتے چلے جا رہے ہیں یا ان میں کمی واقع ہو رہی ہے تو اس کا جواب  
تو نے یہ دیا کہ وہ بڑھتے جا رہے ہیں! اور یہی حال ایمان و ایقان کا ہے کہ وہ روز بروز ترقی کرتا رہتا ہے تاکہ تمام و مکمل  
ہو جاتا ہے۔

میں نے تجھ سے یہ سوال کیا کہ آیا ان کے تبیین میں سے کوئی ان کے مذہب سے بیزار اور ناراض ہو کر ان سے خارج  
ہوا ہے یا نہیں؟ جس کے متعلق تو نے کہا کہ ایسا نہیں ہوا اور یہی حالت ایمان کی ہے جب اس کی بشارت و عطاوت  
دلوں کے اندر پوری طرح سرایت کر جاتی ہے اور ہر گز دریشہ میں سما جاتی ہے۔  
میں نے یہ معلوم کیا کہ آیا وہ عمد شکنی سے کام لیتے ہیں جس کا جواب تو نے نفی میں دیا اور یہی شان رسل کرام کا ہے کہ  
وہ خدا اور عمد شکنی سے منزہ و مبرئ ہوتے ہیں۔

میں نے تمہارے باہمی قتال و جدال کے متعلق دریافت کیا جس کا جواب تو نے اثبات میں دیا اور یہ انکشاف کیا کہ باہمی جنگ میں کبھی غلبہ ان کو حاصل ہوتا ہے اور کبھی تمہیں یہی حالت رسل کرام کی ہوتی ہے اول اقل آزمائش و ابستلار میں ڈالے جاتے ہیں اور انجام کار کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔

میں نے یہ پوچھا تھا کہ وہ کس چیز کا امر فرماتے ہیں جس کے متعلق تو نے انکشاف کیا کہ ہمیں اللہ و وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ شریک مٹھرانے سے منع کرتے ہیں اور اذنان و اصنام کی پرستش سے روکتے ہیں صدق و صفا کا امر فرماتے ہیں اور وفاء عہد اور ادائیگی امانت کا ارشاد فرماتے ہیں اور یہی نبی کی صفت و علامت ہے۔

مجھے یہ یقین تھا کہ ان صفات کے مالک پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہونے والے ہیں لیکن میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تمہارے اندر ظہور فرما ہوں گے اور بنی اسماعیل سے تعلق رکھنے والے ہوں گے جو کچھ تو نے بیان کیا ہے اگر وہ درست ہے تو عنقریب وہ اس علاقہ کے مالک و مختار اور فرمانروا بن جائیں گے جہاں میں اس وقت موجود ہوں رہنما اگر مجھے یقین ہوتا کہ اہل کتاب سے بچ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں (اور وہ مجھے ہلاک نہیں کریں گے) تو میں ان کی ملاقات اور بارگاہ اقدس میں حاضری کے لیے مقدور بھر سکتا اور اگر ان کے قدموں میں حاضری نصیب ہوتی تو ان کے قدم دھو کر حق غلامی ادا کرتا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ہر قل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی منگوایا اور اسے پڑھے گا حکم دیا جب پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں یہ مضمون تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من محمد عبد اللہ ورسولہ

الماہر قل عظیم الروم

سلام علی من اتبع الهدی۔ اما بعد فانی ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوتك اللہ اجرک مرتین، فان تولیت فعلیک اثم الاريسپین و "یا اهل الكتاب تعالوا الی کلمة سوا بیننا و بینکوا ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك به شیئاً ولا یخذ بعضنا بعضا ربا با من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے عبد خاص اور رسول برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ روم ہر قل کی طرف سلامتی ہے ان پر جنہوں نے دامن رشد و ہدایت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ بعدہ! میں تجھے دعوت اسلام پیش کرتا ہوں۔ اسلام لے آؤ بچ جا۔ اللہ تعالیٰ تجھے دوبرا اجر عطا فرمائے گا۔ اگر اسلام سے روگردانی کرے گا تو اپنے کفر کے گناہ کے ساتھ ساتھ اپنے تابعین کے کفر و شرک کا بوجھ بھی تجھ پر ہوگا اور اسے اہل کتاب آئیے ایسے کلمہ توحید و اخلاص کی طرف جو



ہمارے اور تمہارے درمیان ایک جیسا واجب القبول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بٹھرائیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایک دوسرے کو رب اور مالک و کار ساز حقیقی نہ قرار دیں۔ اگر وہ اعراض و روگردانی سے کام لیں اور حق کی طرف مائل نہ ہوں تو اسے اہل اسلام ان سے کیسے (خود ایمان نہیں لاتے تو نہ لائے) ہمارے متعلق تو صاف صاف گواہی دے دو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں اور اس کے حضور سر تسلیم خم کرنے والے۔

ابوسفیان نے کہا جب ہرقل نے اپنی گفتگو ختم کی تو ارداگر و موجود عطا و روم کی آوازیں بلند ہوئیں اور بہت ہی شور و شغب برپا ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں انہوں نے کیا کہا۔ ہمیں دربار سے باہر نکال دینے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ ہمیں باہر نکال دیا گیا جب میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باہر نکلا تو میں نے کہا ابن ابی کبشہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان بلند ہو گئی اور ان کا مقام بالاتر ہو گیا ہے۔ رومیوں کا سردار بھی (تمام تر جاہ و جلال و عجب و دبیر اور شان و شکوہ کے باوجود) ان سے خوفزدہ ہے تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا)

بجدا میں اس دن سے سراپا ضعف و ناتوانی بن گیا (اور سارے فخر و ناز اور غلبہ و کامیابی کے ادھام باطل ہو گئے) اور یہ یقین رکھنے لگا کہ ان کا امر غالب ہو کر رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل فرمادیا۔ حالانکہ پہلے قلبی رغبت اور طلب صادق موجود تھیں تھی بلکہ عداوت و دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ محض اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا اور مجھ اس سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔

امام زہری سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ مجھے نصاریٰ کے علماء میں سے ایک عالم نے بیان کیا کہ ہرقل کے پاس جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ آیا تو اس نے خط مبارک کو ران اور تہیگاہ کے درمیان چھپا کر رکھ دیا پھر رومیہ کے آدمی کی طرف خط لکھا۔ وہ شخص عبرانی خط کو جانتا تھا اور کتب سابقہ سے ہرقل کو خبر دیا کرتا تھا صاحب رومیہ نے اس کو جواب میں لکھا کہ واقعی وہ وہی بنی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہذا انکی اتباع کرو اور دل و جان سے ان کی تصدیق کرو۔

ہرقل نے عساکر روم کے قائدین کو محل میں طلب کیا وہ سبھی آپکے تو اس کے دروازے بند کر دیے گئے۔ پھر وہ غرغزادہ بالاخانہ سے ان پر ظاہر ہوا (اور وہ ان سے خوفزدہ تھا) انہیں کہا اے رومی لشکر کے قائدین میرے پاس اس ہستی کا خط آیا ہے جو کہ مجھے اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں اور وہ بخدا سچے نبی ہیں اور وہی پیغمبر آخر الزمان ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور جن کے اوصاف و کمالات کا اور آمد و بعثت کا تذکرہ اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ لہذا آئیے ان کی اتباع کریں ہماری دنیا آخرت سنور جائے گی اور دونوں جہان میں شہداء و مصائب سے محفوظ رہیں گے۔

وہ یہ کلام سنتے ہی فرد واحد کی مانند گدھے جیسی آواز نکالتے اور سینکٹے ہوئے دروازوں کی طرف دوڑے مگر وہ تو بند کیے جا چکے تھے۔ ہرقل نے ان کا رد عمل دیکھ کر کہا ان سب کو میری طرف لاؤ جب وہ لوٹ کر آگئے تو ان سے کہا اے

ومی لشکر کے قائدین میں نے جو کچھ کہا یہ محض تمہارا امتحان تھا اور دین کے معاملہ میں تمہاری ثابت قدمی اور تہلب معلوم کرنے کے لیے کہا ہے اور میں تمہاری صلابت اور حمیت دینی دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں۔ تو وہ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور حسبِ عادت تعظیم و تکریم ادا کر کے چل دیے۔

حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خط مبارک دے کر قیصر روم کی طرف بھیجا اور وہ دمشق میں موجود تھا میں نے اسے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا تو اس نے مہر والی جگہ کو بوسہ دیا اور جس بچھوٹے اور غالیچے پر بیٹھا تھا اسی کے کنارے کے نیچے رکھ دیا۔ پھر آواز دی اور سپہ سالار، کمانڈر اور زعماء قوم حاضر ہو گئے۔ اس کے لیے تیکے جوڑ کر اپنی جگہ بنائی گئی چنانچہ اس پر کھڑے ہو کر اس نے خطاب شروع کیا اور چونکہ روم و فارس میں منبروں کا رواج نہیں تھا لہذا بوقت خطاب یہی طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔

خطبہ میں اس نے کہا کہ یہ اس نبی آخر الزمان کا خط مبارک ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں بشارت دی تھی جو کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے ہیں تو وہ گدھوں کی طرح ہینگنے لگے۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ خاموشی سے کام لو اور آرام و سکون سے سنو جب وہ چپ ہو گئے تو ان سے کہا میں نے صرف تمہاری آزمائش کے لیے یہ کہا ہے تاکہ دیکھوں کہ تم نصرانیت کی مدد کرنے اور اس کے غلبہ و برتری کے لیے کہاں تک جدوجہد اور سعی و اجتہاد سے کام لو گے۔ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن خفیہ طور پر ہرقل نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا اور ایک بہت بڑے مکان میں مجھے لے گیا جس میں تین سو تیرہ تصاویر تھیں جو کہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ و التسلیم کی تصاویر تھیں۔ اس نے مجھے کہا دیکھو تمہارے نبی کی صورت ان میں سے کونسی ہے؟ میں نے نبی کریم علیہ السلام کی صورت مبارک کو دیکھا تو کہا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے قیصر سے کہا یہ ہے وہ مبارک صورت اس نے کہا تو نے درست کہا ہے پھر دریافت کیا کہ ان کے دائیں پہلو پر کس کی تصویر و تمثال ہے؟ میں نے کہا آپ کی قوم میں سے ایک عظیم المرتبت فرد ہیں جنکو ابو بکر کہا جاتا ہے۔ تو یہ اُنکے بائیں کون ہے؟ اس نے دریافت کیا، میں نے کہا یہ بھی ان کی قوم کے عظیم الشان فرد ہیں انہیں عمر بن الخطاب کہا جاتا ہے ہرقل کہنے لگا ہم اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں کہ نبی الانبیاء و خاتم المرسلین علیہ السلام کے ان دو ساتھیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس دین کو مکمل فرمائے گا۔

جب میں واپس مدینہ منورہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور ہرقل کی اپنی کتب سے بیان کردہ خبر و روایت بیان کی تو حبیب کریم علیہ السلام نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا ہے اللہ تعالیٰ میرے ان دو بارانِ جان نثار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بدولت اس دین کو تمام و مکمل فرمائے گا اور ان کی بدولت سلسلہ فتوحات و وسعت پذیر ہوگا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں داخلی خلفتار اور فتنہ ارتداد و مانعین زکوٰۃ وغیرہ ختم کر کے مضبوط بنیاد فراہم کر دی جس پر فتوحات فاروقیہ کا عظیم الشان تھری تمیر ہوا۔

محمد بن اسحاق نے بعض اہل علم سے روایت کیا کہ ہرقل نے حضرت وحید رضی اللہ عنہ سے کہا بجز ا میں جانتا ہوں کہ تمہارے نبی فی الواقع نبی مرسل ہیں اور ان کی حقانیت و صداقت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اور یہی وہ نبی ہیں ہم جن کے انتظار میں آنکھیں فرس راہ کیے ہوئے تھے لیکن ایمان لانے کی صورت میں مجھے رومیوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ خطرہ نہ ہوتا تو میں ضرور ان کی اتباع کرتا۔

محمد بن اسحاق نے خالد بن سنان سے نقل کیا ہے کہ روم کے پرانے لوگوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ جب ہرقل نے شام سے قسطنطنیہ کی طرف عزم سفر کیا تو اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی اطلاع پہنچی۔ اس نے عظماء روم کو جمع کیا اور کہا میں تم پر ایک امر پیش کرتا ہوں۔ اس میں اچھی طرح غور و فکر کرو۔ انہوں نے دریافت کیا وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا بجز ا تم جانتے ہو کہ یہ شخص نبی مرسل ہے۔ انہی کا تذکرہ ہم اپنی کتابوں میں مرقوم و مسطور پاتے ہیں اور انکے صفات کمال اور علامات امتیاز و اختصاص کو جانتے ہیں تو آئیے ان کی اتباع کریں۔

انہوں نے کہا (تو اتنا عظیم المرتبت بادشاہ ہو کر) عربوں کا ماتحت ہو جائے گا۔ اس نے کہا ہم ہر سال ان کو ٹیکس دیتے رہیں گے اور ان کے غلبہ و تسلط کو کم کر دیں گے اور ان کے ساتھ نبرد آزمائی اور حرب و قتال سے بھی محفوظ رہیں گے انہوں نے کہا ہم عربوں کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و حقیر کریں بجز الیسا نہیں ہو سکتا۔

اس نے کہا میں انہیں سوریہ کا علاقہ دے دوں گا جس پر اہل اسلام کی حکومت قائم ہونے کا کتب سابقہ میں تفصیلی بیان

موجود تھا، یعنی فلسطین، اردن، دمشق، حمص اور درب سے ورے جتنا علاقہ ہے۔

انہوں نے کہا ہم قطعاً الیسا نہیں کریں گے۔ ہرقل نے کہا عوز سے سنو۔ بجز ا تم سمجھتے ہو کہ جب تم اپنے شہر میں محصور ہو کر رہ جاؤ گے تو تمہیں فتح مندی اور کامیابی حاصل ہو جائے گی (بخوشی تھوڑا علاقہ نہیں دو گے تو اہل اسلام اپنی فدا و اوقوت سے تمہارا سارا علاقہ لے لیں گے کیا وہ دن تمہارے لیے عزت کا دن ہوگا)

پھر اپنے خچر پر سوار ہو کر چل پڑا۔ جب مقام درب پر پہنچا تو شام کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے ارض سوریہ تم پر سلام ہو سلام و دواع پھر اپنے خچر کو ایڑ لگائی اور قسطنطنیہ میں داخل ہو گیا۔

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں ہرقل کی طرف قاصد بھیجے اور اسلام کی طرف دعوت دی۔

موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے کہ ہشام بن العاص، نعیم بن عبد اللہ اور ایک تیسرا شخص جس کا نام انہوں نے بیان کیا

ف۔ ای سعادت بزور بازو میت۔ تانہ بجز ا نے بخشندہ + اگر حبیب کریم کے فرمان اسلم تسلیم پر اعتقاد رکھتے ہوئے مشرف باسلام ہو جاؤ تو یقیناً اس کا بال بھی بیگانہ ہوتا۔ اور غالباً داتا نے اسرار و رموز علیہ السلام نے اس فرمان میں اسی قدر کوزائل فرما دیا تھا اور اسلام لانے کی صورت میں سلامتی کی ضمانت دیدی تھی۔

لیکن راوی بھول گیا، قیصر روم کی طرف زمانہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھیجے گئے۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں ہم جبلہ بن ایہم کے پاس غوطہ دمشق میں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ اس نے سیاہ کپڑے پہن رکھے ہیں اور اس کے آس پاس جتنی چیزیں ہیں وہ سبھی سیاہ ہیں۔ اس نے ہمیں دیکھ کر کہا میں نے یہ سیاہ لباس اس نذر کے تحت پہنا ہے کہ جب تک تمہیں اپنے علاقہ شام سے نکال باہر نہیں کروں گا یہ ماتمی لباس نہیں اتاروں گا۔ ہم نے کہا علم و حوصلہ سے کام لے اور اپنے اہل مجلس کو ذرا سنبھال رکھو اور ہمارے ساتھ تفرض سے روک رکھو۔ ہم تجھے صاف صاف بتلا دیتے ہیں۔ کہ ہم شام کا سارا علاقہ تجھ سے اور تیرے ملک اعظم سے چھین کر رہیں گے۔ انشاء اللہ ہمیں بخیر صادق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔

اس نے دریافت کیا کہ تم ہی گندم گول اور کالے لوگ ہو۔ ہم نے کہا ہمیں وہ لوگ ہیں۔ (رومی چونکہ سخت سفید رنگ ہیں لہذا عربوں کو کالے اور سیاہ فام سمجھتے ہیں) اس نے کہا تمہیں تم شام کے فاتحین نہیں ہو۔ ہم نے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں؟ جبلہ بن ایہم نے کہا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو دن کو روزے رکھیں گے اور راتیں قیام میں بسر کریں گے۔ ہم نے کہا بخدا وہ لوگ ہم ہی ہیں۔ جبلہ نے دریافت کیا تمہاری نماز کیسی ہے؟ ہم نے کیفیت صلوٰۃ اس کو بتائی تو اس کا رنگ اڑ گیا اور بدن پر سیاہی طاری ہو گئی حتیٰ کہ اس کا چہرہ یوں معلوم ہونے لگا جیسے ہنڈیا کا نچلا حصہ ہو۔

جبلہ بن ایہم نے ہمیں کہا اٹھو اور ہمیں بادشاہ اعظم کی طرف جانے کا حکم دیا۔ ہم بادشاہ کی طرف جانے لگے تو اس کا ایلچی ہمیں شہر کے دروازے پر ملا اور کہنے لگا اگر چاہو تو تمہارے لیے خچر مہتیا کر دیتے ہیں اور اگر گھوڑے پسند کرو تو تر کی گھوڑے پیش کر دیے جائیں گے۔ ہم نے کہا بخدا ہمیں نہ خچروں کی ضرورت ہے اور نہ گھوڑوں کی بلکہ ہم جس حالت میں ہیں اسی طرح بادشاہ کے پاس جائیں گے۔ اس نے واپسی اطلاع بھیجی کہ وہ کسی شئی کو بھی قبول نہیں کرتے تو اس نے پیغام بھیجا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ہم اونٹنیوں پر سوار ہو کر دستاریں سر پر باندھے تلواریں جمائل کیے ہوئے دربار شاہی کے قریب پہنچے جب دروازے پر پہنچ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بالا خانہ پر موجود ہے اس نے ہماری طرف دیکھا اور ہم نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ کر لا الہ الا اللہ کہا۔

موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے ہمیں یہ کلمہ کہنے کے بعد یوں معلوم ہوا کہ اس کا بالا خانہ یوں لرز رہا ہے جیسے کہ گھجور کا خوشہ ہوا کے پتھروں سے۔

بادشاہ نے ہماری طرف آدمی بھیج کر کہا کہ تمہیں یہ زیبا نہیں ہے کہ اپنا دین میرے ہاں اس طرح ظاہر کرو اور ہمیں اندر داخل ہونے کا اذن دیا۔ جب ہم داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چھت پر کھپونے کے اوپر بیٹھا ہوا ہے اور سرخ لباس پہنے ہوئے ہے اور اس کے ارد گرد جتنی اشیاء ہیں وہ سبھی سرخ ہیں اور روم کے سپہ سالار اور قائدین عساکر اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنے قاصد اور ایلچی کی معرفت ہمارے ساتھ کلام کرنا چاہا۔ ہم نے کہا بخدا ہم اس کے ساتھ

کلام نہیں کریں گے ہمیں تو بادشاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اگر بادشاہ خود ہمارے ساتھ بات چیت کرتا ہے تو ٹھیک (ورنہ ہم واپس چلے جائیں گے) چنانچہ اس نے ہمیں براہ راست گفتگو کی اجازت دے دی۔

جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ ہنسا اور وہ بذاتِ خود بہت ہی فصیح اللسان تھا اور عربی خوب سمجھتا تھا اور بول سکتا تھا۔ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ تو بخدا بالافغانہ کی چھت لرزنے لگ گئی اور قیصر نے اور اس کے مصاحبین نے سر اٹھائے قیصر نے کہا تمہارے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا کلام کونسا ہے؟ ہم نے کہا یہی کلمہ اس نے دریافت کیا یہی کلمہ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے کہا ہے ہم نے کہا ہاں۔

اس نے کہا یہ کلمہ جب تم اپنے اعداء اور مخالفین کے سامنے اپنے علاقوں میں کہتے ہو تو ان کے مکانوں کی چٹیں لرزنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہا نہیں بخدا یہ صورتحال تو ہم نے صرف پہلی دفعہ دیکھی ہے اور تو ہی اس کیفیت کے ساتھ متناز و مختص کیا گیا ہے۔ ہر قل نے کہا کتنا سچا کلمہ ہے یہ، تو یہ بتائیے جب تم شہروں کو فتح کرتے ہو تو کیا کہتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہم لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کہتے ہیں۔

ہر قل! تم لا الہ الا اللہ کہتے ہو اور اس کے ساتھ کسی شے کے شریک ہونے کی نفی کرتے ہو اور اللہ اکبر یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بڑا ہے کہتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہاں ہاں ہم اس کے توحید و تفرّد کا اور ہر شے سے بالاتر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

ہر قل! تمہیں مجھے ایسا تحیہ اور سلام دینے میں کیا مانع ہے جیسا تحیہ و سلام اپنے نبی کو پیش کرتے ہو۔

موسیٰ بن عقبہ! ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والا ہدیہ و تحیہ تو تیرے لیے درست نہیں ہے اور جو انداز تحیہ و تسلیم کا تمہارے ہاں ہے وہ ہماری شریعت میں حلال نہیں ہے تاکہ اس انداز میں تحیہ ادا کریں اور حق تعظیم بجالائیں۔

ہر قل! تمہارا ہا ہم تحیہ و سلام کیا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! اہل جنت والا سلام۔

ہر قل! کیا وہی سلام و تحیہ اپنے نبی کی بارگاہ میں بھی پیش کرتے ہو؟

موسیٰ بن عقبہ! ہاں وہی ہدیہ و سلام ان کی بارگاہ اقدس میں بھی پیش کرتے ہیں۔

ہر قل! تمہارا وارث کون بنتا ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! جو متوفی کا نسب میں زیادہ قریبی ہو۔

ہر قل! اور تمہارے بادشاہوں میں بھی طریقِ وراثت یہی ہے؟

موسیٰ بن عقبہ! ہاں بالکل یہی۔ احکامِ شرع میں شاہ و گدا سبھی برابر ہیں۔

ہر قل نے ہمارے لیے خوب خاطر تواضع اور باعزت مہمانی متیا کرنے اور بہترین رہائش کا بندوبست کرنے کا حکم دیا۔

ہم وہاں ٹھہرے تیسرے دن رات کے وقت ہیں بلوایا ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ تنہا بیٹھا تھا۔ اس نے ہم سے دوبارہ کلام کرنے کو کہا ہم نے دوبارہ سارہ گفتگو دہرا دی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا سنہری صندوق تھا جو عظیم منزل اور مکان کی طرح معلوم ہوتا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ ایک دروازہ کھول کر اس نے ایک سیاہ ریشمی ٹکڑا نکالا جس پر سفید رنگ میں ایک تصویر بنی ہوئی تھی۔ ہم نے دیکھا تو وہ ایک دراز قد شخص کی تصویر ہے جس پر بہت زیادہ بال ہیں۔ اس نے دریافت کیا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ ہم نے کہا نہیں تو اس نے کہا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ وہ تصویر اپنی جگہ پر رکھ کر اس نے دوسرے دروازہ کھولا اور وہاں سے بھی سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا جس پر سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کی تصویر ہے جس کا سر عظیم ہے اور بال بڑے گھنکرے جیسے کہ قبیلوں کے۔ کمر سے نچلا ہوا بہت بھاری ہے اور آنکھیں سرخ دھاری دار۔ اس نے دریافت کیا کیا انہیں جانتے ہو۔ ہمارے لاعلمی ظاہر کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے اسے اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد ایک اور دروازہ کھولا جس سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا اس پر سفید رنگ تصویر بنی ہوئی تھی اس نے ہم سے اس کے متعلق دریافت کیا ہم نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے۔ اس نے کہا بخدا یہ محمد رسول اللہ ہیں۔ واللہ اعلم اس کا مقصد کیا تھا وہ ایک بار اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا تمہیں تمہارے دین و ایمان کا واسطہ سچ بتلایا یہی تمہارے نبی ہیں؟ ہم نے کہا ہمیں ہمارے دین و ایمان کی قسم ہمارے نبی یہی ہیں گویا کہ ہم ان کو حالت حیات میں دیکھ رہے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ یہ دروازہ تو آخری تھا اور حضرت نوح علیہ السلام والی تصویر اور اس کے درمیان بہت زیادہ تضاد پر نہیں لیکن میں نے جلد از جلد تمہاری رائے معلوم کرنے کے لیے پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی تصویر تمہارے سامنے رکھ دی۔ اسے واپس اپنی جگہ پر رکھنے کے بعد اس نے دوسری تصاویر دکھائیں۔ ایک دروازہ کھولا جس میں سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا۔ اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی جس کے دونوں ہونٹ ذرا کڑے ہوئے تھے۔ آنکھیں گہری تھیں۔ دانت ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے اور درمیان میں ذرا بھی خلا نہیں تھا۔ داڑھی گھنی تھی اور تیوری چڑھائے ہوئے تھے۔ ہم سے دریافت کیا انہیں جانتے ہو۔ ہم نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک دوسرے شخص کی تصویر تھی جو ان کے مشابہ تھا البتہ سر کی گولائی اور آنکھوں کی ساخت میں ان سے مختلف تھا۔ ہرقل نے ان کا تعارف کراتے ہوئے کہا یہ ہارون علیہ السلام کی تصویر ہے۔

اس تصویر کو اپنی جگہ رکھ کر دوسرے دروازہ کھولا اور اس میں سے سیاہ رنگ ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں سرخ یا سفید تصویر تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درمیانہ قد آدمی ہے۔ ضعف بدن اور ڈبلے پن کی وجہ سے بوڑھی عورت کی مانند معلوم ہوتا ہے اس نے دریافت کیا اسے جانتے ہو ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اسے اپنے مقام پر رکھنے کے بعد دوسرے دروازہ کھولا اور اس سے ایک ریشمی ٹکڑا نکالا جس میں سفید تصویر بنی ہوئی تھی۔ غور سے دیکھا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے۔ جس کی دونوں پہلی ٹانگیں بہت لمبی ہیں اور بیٹھ چھوٹی ہے گویا کہ وہ سارے کا سارا پر وبال ہے اور ہونے اس کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔ ہم سے پوچھنے لگا جانتے ہو یہ کون ہیں۔ ہم نے نفی میں جواب دیا تو اس نے خود ہی بتلایا کہ

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے۔ بعد ازاں ایک دوسرا دروازہ کھولا۔ اس سے بھی حسب سابق تصویر نکالی۔ عورت سے دیکھا تو معلوم ہوا ایک نوجوان شخص ہے جس کی رنگت میں زردی نمایاں ہے۔ جبیں کشادہ ہے اور دائرہ منہ انتہائی خوبصورت۔ دریافت کیا کہ ان کو جانتے ہو ہم نے لا علمی ظاہر کی تو کہنے لگا یہ عیسیٰ بن مریم کی تصویر ہے۔ اسے اپنی جگہ پر رکھا اور اس صندوق کے اٹھالینے کا حکم دیا۔ ہم نے اس سے کہا یہ صورت جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اُسے تو ہم نے پہچان لیا۔ کیونکہ ہم نے آپ کی زیارت کی ہوئی تھی تو جو صورتیں ہم نے پہلے نہیں دیکھیں ان کے متعلق کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ واقعی یہ ان پیغمبران کرام کی صورتیں ہیں۔

اس نے کہا حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجار کی تھی کہ انہیں اپنی اولاد میں پیدا ہونے والے برہنہ کی صورت دکھائی جائے تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے ریشمی ٹکڑوں پر ان کی صورتیں رقم فرما کر حضرت آدم علیہ السلام کے حوالے فرمادیں۔ روزِ القریٰ نے آدم علیہ السلام کے حزانہ میں انہیں غروب شمس کے مقام پر پایا۔ پھر دانیال علیہ السلام نے ان صورتوں کے نقوش کو اجاگر کیا لہذا یہ بعینہ وہی تصاویر ہیں اور ان میں شک و تردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اگر میرا دل ملک سے باہر جانے پر بخوشی آمادہ ہو جاتا (تو میں ضرور نکلتا اور اس نبی آخسر الزمان کی اُمت میں داخل ہوتا) اور اس امر کی قطعاً پروا نہ کرتا کہ مجھے تم میں سے کسی مضبوط اور زور آور شخص کا غلام ہی کیوں نہ بننا پڑتا لیکن میں اس سے ناامید نہیں ہوں کہ ایک دن ضرور میرا دل اس پر بخوشی آمادہ ہو جائے گا۔

پھر ہمیں بہت ہی اچھا انعام و عطیہ دیا اور رخصت کر دیا۔

ہشام بن عاص سے مروی ہے کہ مجھے اور ایک دوسرے قریشی کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ہرقل پادشاہ روم کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں۔ ہم مدینہ منورہ سے نکلے اور غوطہ دمشق میں جبل بن ایہم کے پاس پہنچے۔ اس نے وہی تفصیل بیان کی جو پچھلی روایت میں بیان کی گئی ہے البتہ اس میں حضرت لوط، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل اور حضرت یوسف علیہم السلام کی تصاویر اور ان کی صفات کا بیان بھی ہے جب ہم واپس حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہرقل کے متعلق بتلایا تو وہ روپڑے اور فرمانے لگے وہ مسکین (دنیا کے نشے میں اپنی عاقبت تباہ کر رہا ہے) اگر اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اور بہتری کا ارادہ فرماتا تو وہ ضرور دولتِ اسلام و ایمان سے مالا مال ہو جاتا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نصاریٰ اور یہود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت اور مکمل حلیہ جانتے ہیں اور اپنی کتابوں میں ان تفصیلات کو مرقوم و مسطور پاتے ہیں۔

”یجدونہ مکتوباً عندهم فی التوراة و الانجیل“

# تیسرا باب

## قاصد اور خط مبارک بظرف کسری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن خذافہ رضی اللہ عنہ کو خط دے کر کسری کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے وہ خط مبارک والٹی بجرین کے حوالے کیا اور اس نے کسری کو دیا۔ جب کسری نے اس خط کو پڑھا تو اسے پھاڑ دیا۔

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ مسیب نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق دعا کی کہ اکاسرہ کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائے اور یہ خاندان تباہ و برباد ہو جائے۔ محمد بن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے حضرت عبداللہ بن خذافہ بن قیس کو شاہ فارس کسری ابن ہرمز کی طرف بھیجا اور اس کی طرف یہ خط ارسال فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

من محمد رسول اللہ  
سلام علی من اتبع الهدی! یا امن باللہ ورسولہ، ادعواک بعدایۃ اللہ، فانی انا رسول اللہ الی الناس كافة لا نذر من کان حیاً و یحق القول علی الکافرین، فاسلّم تسلم فان ابیت فان اثم المجرم علیک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کسری والٹی فارس کی طرف

محمد رسول اللہ کی طرف سے

سلامتی ہے ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کا راستہ اختیار کر لیا۔ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور سبھی لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ ان لوگوں کو عذاب خداوندی سے ڈراؤں جن کے دل ابھی صلاحیت ایمان و اسلام کو برقرار رکھتے ہوئے زندہ ہیں اور ان کفار پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ عذاب منتهق ہو جائے جن کے دل عناد اور حسد کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں۔ اسلام لے آ۔ اور دنیا و آخرت کی سلامتی سے بہرہ ور ہو جا اور اگر تو اسلام نہیں لائے گا تو اپنے کفر کا گناہ اور بوجھ بھی تجھ پر ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ مجوس کے کفر و شرک کا گناہ اور بار بھی تیری گردن پر ہوگا۔

جب کسری نے آپ کا یہ خط مبارک پڑھا تو اس کو پھاڑ دیا۔ پھر یمن کے گورنر باذان کی طرف خط لکھا کہ اپنی طرف سے دو مضبوط اور ہوشیار آدمی بھیج تاکہ وہ حجاز کے اس دعویٰ پر نبوت و رسالت کو گرفتار کر کے میرے پاس لائیں۔



باذان نے کسری کے حکم کے مطابق اپنے مختار عام بابویہ کو بارگاہِ نبوی میں بھیجا وہ عقلمند بھی تھا اور فنِ کتابت سے بھی شناسا اور اس کے ساتھ ایک فارسی شخص کو بھی روانہ کیا اور ان کو ایک خط دیا جس میں رسول خدا علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ آپ ان کے ساتھ کسری کے پاس تشریف لے جائیں اور بابویہ سے کہا۔ ان کی حالت و کیفیت کا بغور جائزہ لینا اور ان سے گفتگو کر کے مجھے ان کے متعلق حقیقت حال سے آگاہ کرنا۔

بابویہ اور اس کا ساتھی چلتے چلتے طائف پہنچے۔ آپ کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ مدینہ شریف میں ہیں۔ اور اہل طائف خوش ہو گئے کہ اب کسری کے ساتھ ان کی ٹکر آگئی ہے، اب ہم ان کے حملہ وغیرہ سے بے خطر ہو گئے ہیں۔ یہ دونوں وہاں سے نکلے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ بابویہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی اور کہنے لگا کہ شاہِ شاہان ملک الملوک کسری نے شاہِ مین باذان کی طرف خط لکھا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ آپ کے پاس آدمی بھیج کر آپ کو اس کے دربار میں پہنچائے اور باذان نے اس کے امثال حکم کے طور پر مجھے بھیجا ہے تاکہ آپ میرے ساتھ چلیں۔

اگر آپ چلیں تو میں آپ کے متعلق ملک الملوک کو خط لکھ دوں گا جو آپ کے لیے مفید اور کارآمد ہوگا اور اس کی بدولت وہ تمہیں کسی قسم کے تشدد وغیرہ کا نشانہ نہیں بنائے گا اور اگر اس کے پاس جانے سے انکار کرو گے تو آپ جانتے ہی ہیں۔ وہ کون ہے۔ وہ آپ کو اور آپ کی قوم کو معاف نہیں کرے گا بلکہ ہلاک کر کے رکھ دے گا اور شہروں کو روند ڈالے گا۔

یہ دونوں شخص جب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوئے تو انہوں نے داڑھیاں منڈوا رکھی تھیں۔ اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں آپ نے ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ فرمایا اور فرمایا تمہارے لیے افسوس ہے تمہیں اس کا حکم کس نے دیا ہے، انہوں نے کہا ہمارے رب یعنی کسری نے۔

رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میرے رب تبارک و تعالیٰ نے تو مجھے واڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم دیا ہے۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اب جاؤ اور کل میرے پاس آنا۔

ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اطلاع اور وحی آگئی کہ ہم نے کسری پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مستط کر دیا ہے اور اس نے فلاں مہینہ کی فلاں رات میں فلاں وقت پر اس کو قتل کر دیا ہے۔ جب صبح کے وقت وہ دونوں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا میرے رب تبارک و تعالیٰ نے تمہارے آقا کو فلاں مہینہ کی فلاں رات میں اس وقت پر قتل کر دیا ہے۔ اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مستط کر دیا اور اس نے کسری کو قتل کر دیا ہے انہوں نے کہا خیال کیجئے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے تو آپ کی انتہائی معمولی بات برداشت نہیں کی ہے اور آپ اتنا بڑا دعویٰ یہاں دوردراز علاقہ میں بیٹھ کر کر رہے ہیں۔ کیا ہم آپ کی یہ خبر اور اطلاع لکھ کر اپنے باہشاہ کو بھیج دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بھی لکھ دو۔ اور ساتھ یہ بھی اُسے کہنا کہ اگر تو حلقہ اہل اسلام میں داخل ہو جائے تو جو ملک تیرے زیرِ تصرف ہے وہ تیرے ہی قبضہ میں رہنے دوں گا اور تجھے تیرے ہموطن اور انانے قوم کا بادشاہ بنا دوں گا اور یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میرا ملک ملک کسری تک پھیل جائے گا اور

جہان تک اونٹ اور گھوڑے جا سکتے ہیں وہاں تک وسعت پذیر ہو جائے گا۔

بعد ازاں آپ نے بالویہ کے رفیق کار اور رفیق سفر کو ایک کمر بند عطا فرمایا جس میں سولے اور چاندی کی تاروں سے کڑھائی کا کام کیا ہوا تھا اور بعض لوگ کی طرف سے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا گیا تھا۔

وہ دونوں آپ سے رخصت ہو کر باذان کے پاس پہنچے۔ اسے آپ کا جواب اور کسریٰ کی ہلاکت کے متعلق غیبی خبر بیان کی۔ اس نے کہا ان کا کلام بادشاہوں کی مانند نہیں ہے بلکہ میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ یہ واقعی نبی مرسل ہیں جیسے کہ ان کا دعویٰ ہے اور ہم ان کی خبر کے متعلق دیکھ لیتے ہیں کہ واقع کے مطابق ہے یا نہیں؛ اگر درست نکلتی ہے تو پھر وہ سچے رسول ہیں (ان کے ساتھ تعرض اور چھٹیر چھاڑ کر اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے) اور اگر سچی نہیں نکلتی تو پھر سوچیں گے کہ کیا قدم اٹھانا چاہیے۔ ذرا دیر ہی گذری تھی کہ باذان پر شہزادہ کافرمان پیش کر دیا گیا جس کا مضمون یہ تھا۔

سلام کے بعد واضح ہو کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور محض اہل فارس کی ہمدردی و بھلائی اور ان کی طرف داری میں قتل کیا ہے کیونکہ وہ اشراف فارس کو قتل کر دیتا تھا اور ان کو محبوس و مقید رکھتا تھا۔ جب میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تو اپنے علاقہ کے لوگوں سے میرے لیے بیعت طاعت لینا اور جس شخص (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کسریٰ نے تیری طرف خط لکھا تھا اس کے متعلق میرے دوسرے خط کا انتظار کرنا اور اس سے قبل کسی طرح کی چھٹیر چھاڑ ان کے ساتھ ہرگز نہ کرنا۔

جب کسریٰ کے بیٹے شہزادہ کا خط باذان کو موصول ہوا اور فرمان نبوی کی تصدیق ظاہر ہو گئی، تو اس نے کہا۔ یہ ہستی مقدس بلائک و شبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں چنانچہ وہ خود اسلام لے آیا اور جتنے اہل فارس اس علاقہ میں تھے۔ وہ بھی مشرت باسلام ہو گئے۔

سعید مقبری سے مروی ہے کہ فیروز دہلیوی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کسریٰ نے باذان کی طرف یہ خط لکھا ہے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تیرے علاقہ میں ایک شخص دعویٰ نبوت ہے اس کو فوراً قید کر کے میرے پاس بھیج دے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا رب تبارک و تعالیٰ تیرے آقا پر ناراض ہو گیا ہے اور اسے اس کے بیٹے نے سحری کے وقت طلوع آفتاب سے ایک ساعت پہلے قتل کر دیا ہے۔ فیروز آپ سے رخصت ہو کر چلے تو انہیں فارس سے کسریٰ کے قتل کی اطلاع موصول ہو گئی تو وہ اسلام لے آئے اور مخلص مومن بن گئے۔

## پوچھا باب

شاہ حبشہ کے نام

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا اور حضرت جعفر

بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کے متعلق حسن سلوک اور ہر ممکن اعانت کی فرمائش کی اور انہیں یہ خط لکھ کر دیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الی النجاشی مدك الحبشه

من محمد رسول الله

انی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المہین والشہد ان عیسیٰ بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاہا الی مریم البتول الطیبۃ نحلت لعیسیٰ وانی ادعوت الی اللہ وحدہ لا شریک لہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جارنی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیک ابن عمی جعفرًا ومعہ نفر من المسلمین والسلام علی من اتبع الهدی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی طرف سے شاہ حبشہ کے نام

میں اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی بادشاہ حقیقی ہے مقدس و منزہ ہے سلامتی نازل فرمانے والا، امن دینے والا اور حفاظت و نگہبانی فرمایا والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ ہیں اور کلمۃ اللہ جن کو مریم بتول طیبہ کی طرف القا کیا گیا وہ ان کے ساتھ حاملہ ہوئیں اور میں تجھے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی طرف بلاتا ہوں اور اپنی اتباع اور اس شریعت پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا برحق رسول ہوں۔ میں نے تیرے پاس اپنے چچا زاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے جن کے ساتھ اہل اسلام کی ایک جماعت بھی ہے اور سلامتی ہے ان پر جو راہ ہدایت پر گامزن ہوتے ہیں۔

نجاشی نے آپ کی طرف جو ابی عریضہ لکھا جس کا معنوم اور ترجمہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی کا عریضہ۔

سلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الذی لا الہ الا هو الذی ہدانی الی الاسلام۔

بعد از سلام نیاز اور اہدایا موجب من التھیات بمعرض خدمت اقدس ہے کہ مجھے جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے عیسیٰ بن مریم کا منصب و مقام ذکر فرمایا۔ مجھے پروردگار ارض و سما کی قسم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا جو مقام و منصب آپ نے ذکر فرمایا ہے اس سے نیچے کے برابر بھی زائد نہیں ہیں اور وہ فی الواقع اسی منصب و مرتبہ کے مالک ہیں جو آپ نے بیان فرمایا ہے جو دعوت آپ نے ہمیں دی ہے ہم اس کی حقیقت سے باخبر ہیں۔ آپ کے چچا زاد بھائی اور ان کے ساتھی پہنچ چکے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ میں آپ کے ساتھ آپ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے بیعت کر چکا ہوں اور میں ان کے ہاتھوں پر اللہ رب العالمین کی اطاعت و انقیاد کا عہد کرتا ہوں میں نے

اپنا بیٹا آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اگر فرمائیں تو میں خود بھی حاضر ہونے کو تیار ہوں۔ کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ نبوت و رسالت اور جملہ ارشادات برحق ہیں۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو ساٹھ اہل جہنم کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے روانہ کیا مگر جونہی وہ کشتی سمندر کے درمیان پہنچی تو غرق ہو گئی اور وہ سبھی ہلاک ہو گئے۔  
 واقعہ نے ذکر کیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف دو خطر روانہ فرمائے ایک میں اس کو دعوت اسلام دی اور قرآن پاک کی آیات ذکر فرمائیں جب وہ خط اسے موصول ہوا تو اسے لے کر آنکھوں پر لگایا اور بطور تواضع اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اسلام لایا اور حق کی گواہی دی اور کہا کہ اگر میں حاضر ہونے کی استطاعت رکھتا تو ضرور ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا۔

اس کے جواب میں اس نے اجابت دعوت۔ تصدیق رسالت اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونے پر مثل عریضہ لکھا۔

دوسرے خط میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان ہجرت کر کے جہنم میں پہنچیں ان کا خاوند عبید اللہ بن جحش اسدی نصرانی ہو گیا اور مر گیا ہے لہذا میرا نکاح ان کے ساتھ کر دو اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ میرے جتنے صحابہ تمہارے پاس ہیں ان کو کشتی پر سوار کر کے میری طرف بھیج دو تو نجاشی رحمہ اللہ نے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح بھی آپ سے کر دیا اور جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو رخصت فرما دیا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نجاشی کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو آپ بنفس نفیس ان کی خدمت فرماتے رہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم خدمت کے لیے موجود ہیں آپ خود تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ میرے صحابہ کی عزت و تکریم کرتے تھے لہذا میں چاہتا ہوں کہ ان کی خدمت کا صلہ اور بدلہ دوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے وصال کی اسی دن خبر دیدی جس دن اس کا وصال ہوا تھا اور صحابہ کے ہمراہ عبید گاہ کی طرف تشریف لے گئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ نے اس پر چارتکبیریں کہیں اور نماز جنازہ پڑھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب نجاشی کا انتقال ہوا تو ہمیں یہ بتایا جاتا تھا کہ اس کے مزار شریف میں دفن سے آجنگ نور نظر آتا ہے۔

ہمیں یہ روایات موصول ہوئی ہے کہ جس نجاشی کی طرف آپ نے دعوت اسلام کے لیے خطر روانہ فرمایا یہ اور ہے اور جس پر نماز جنازہ پڑھائی وہ اور ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی اور ہر جبار و سرکش شخص کی طرف دعوت اسلام پر مشتمل خطوط روانہ فرمائے۔ اور یہ وہ نجاشی نہیں جس پر نماز جنازہ ادا فرمائی گئی تھی۔

## پانچواں باب

### حارث بن ابی شمر غسانی کے نام

واقعی علیہ الرحمہ نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف بھیجا تاکہ اسے دعوت اسلام دیں اور ان کو اپنی طرف سے خط بھی تحریر فرمادیا۔ شجاع فرماتے ہیں میں غسانی کے پاس پہنچا وہ غوطہ دمشق میں موجود تھا اور قیصر روم کے لیے جمہ سے ایلیامک کے لیے مہمانی اور دیگر ضروریات بطور ہدیہ و تحفہ پیش کرنے کے لیے تیاری میں مصروف تھا۔ میں دو تین دن اس کے دروازے پر پڑا رہا اور اس کے دربان سے کہا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایچی ہوں۔ اس نے کہا تمہاری اس ملاقات صرف فلاں فلاں دن ہو سکے گی اس کا عجب رومی شخص تھا اس نے مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تفصیلات دریافت کیں ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و اخلاق اور آپ کی تعلیمات کا اس سے تذکرہ کرتا تو اس کا دل پانی پانی ہو جاتا اور رونے لگ جاتا اور کہتا میں نے انجیل پڑھی ہے اور اس میں پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے اوصاف و کمالات اسی طرح مذکور ہیں جو تم بیان کر رہے ہو۔ میں ان پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور مجھے حارث سے خطرہ ہے کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دے وہ میری بہت عزت و تکریم اور خوب خاطر و تواضع کرتا رہا۔ ایک دن حارث گھر سے باہر نکلا۔ مجلس سجائی بھر تہ تیغ رکھا اور ہر ایک کو اذن باریابی دیا۔ میں بھی دربار میں داخل ہوا اور اسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیا۔ اس نے اسے پڑھ کر پھینک دیا اور کہا کون ہے جو مجھ سے میرا ملک چھین سکے۔ میں اس کی طرف چلتا ہوں۔ سب لوگوں کو میرے پاس بلاؤ وہ اسی طرح کی ہذیانی کیفیت میں بہت کچھ کہتا رہا۔ حتیٰ کہ مجلس سے اٹھا اور جنگ کی تیاری کے لیے گھوڑوں کو نسل وغیرہ لگانے کا حکم دیا۔ اور مجھے کہا کہ اپنے نبی کو یہی صورت حال بتا دینا جو تو دیکھ رہا ہے۔

اور ادھر قیصر روم کی طرف میرے خط لاسنے اور دعوت اسلام دینے کی اطلاع کر دی تو قیصر نے اسے جواب میں لکھا کہ تو ان کے خلاف لشکر کشی نہ کر اور ان سے توافقی شکاری کو لازم پکڑ اور بیت المقدس میں میرے پاس پہنچ جب قیصر کی طرف سے اس کے خط کا جواب موصول ہو گیا تو اس نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ تو کب اپنے نبی کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہے میں نے کہا میں کل یہاں سے چل پڑوں گا۔ تو اس نے مجھے سو دینار سونا متیا کرنے کے متعلق غازن کو فرمان جاری کیا اور اس

دربان نے بھی مجھے خرچہ اور لباس بطور عطیہ دیا اور بارگاہِ نبوی میں سلام عرض کرنے کے متعلق کہا۔ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ غسانی کا جواب اور رد عمل عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس کا ملک تباہ ہو گیا۔ چنانچہ یہ شخص فتح مکہ کے موقع پر جہنم داخل ہوا۔

## چٹاباب

ہوزہ ابن علی حنفی کے نام

داقدی نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیط بن عمرو علمری کو ہوزہ بن علی حنفی کی طرف دعوت اسلام کے لیے مقرر فرمایا اور اس کے نام خط لکھا جب حضرت سلیط اس کے پاس پہنچے تو اس نے انہیں مہمان بنایا اور احترام و اکرام سے پیش آیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پڑھا اور جوانیِ عمر لہنیہ تحریر کیا جس کا مضمون و مفہوم یہ تھا۔ وہ امر کتنا ہی حسین و جمیل ہے جس کی آپ دعوت دیتے ہیں۔ میں اپنی قوم کا شاعر ہوں اور ان کا خطیب اور سارے عرب میرے مقام و مرتبہ سے ہیبت زدہ ہیں اور خائف۔ اگر آپ بعض اختیارات مجھے تفویض فرماویں تو میں آپ کی اتباع و اطاعت کے لیے تیار ہوں۔ سلیط بن عمرو کو تحائف و انعام دیا اور ہجر کے تیار کردہ کپڑے پہنائے وہ کپڑے اور خط لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور اس کا جواب زبانی بھی عرض کیا۔ آپ نے اس کا خط پڑھا تو فرمایا وہ اگر زمین کے معمولی ٹکڑے بلکہ ایک رومی کچور کا بھی مطالبہ کرے تو میں اس کو پورا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ وہ خود ہلاک ہوا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی ہلاک ہوا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس ہوئے تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو اس کے مرجانے اور جہنم داخل ہونے کی اطلاع دی۔

## ساتواں باب

جبلہ بن ایہم کے نام

رسول کریم علیہ السلام نے ملک غسان جبلہ بن ایہم کو دعوتِ اسلام دی اور خط روانہ فرمایا۔ اس نے جوانیِ عمر لہنیہ لکھا اور اپنے اسلام لانے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک وہ مسلمان رہا۔ حج کے لیے حاضر ہوا۔ طواف کر رہا تھا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر آگیا اور اس کی چادر کھل گئی۔ اس نے اس شخص کو اس

زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اس کے خلاف شکایت کی گئی۔ آپ نے اسے فرمایا تو اس شخص کو راضی کر لو یا میں تجھ سے قصاص لوں گا۔ اس نے کہا اگر اسلام میں بادشاہ اور عاقی میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو میں نصرانی بن جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ ارتداد ہے اور مرتد ہونے کی صورت میں تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا مجھے آج رات غزوہ فکری مہلت دی جائے اور رات ہی رات وہ اور اس کے تمام ساتھی ساز و سامان لے کر سواریوں اور قسطنطنیہ کی راہ لی۔ اس نے نصرانیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا (العیاذ باللہ) ہم نے اس کا تفصیلی قصہ اپنی کتاب المشتم میں بیان کیا ہے۔

## اکھواں باب

### ذی الکلاع کے نام

ذی الکلاع طائف کے روٹوں میں سے ایک رئیس تھا۔ نام اس کا سمیع تھا اور تعلی و فرعونیت میں انتہا کو پہنچ چکا تھا حتیٰ کہ ربوبیت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط مبارک روانہ فرمایا اور حضرت جریر کے واپس پہنچنے سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

حضرت عمر کے دور خلافت تک ذی الکلاع اپنی فرعونیت اور بیدینی پر قائم رہا۔ پھر اسلام کی طرف راغب ہوا اور آٹھ سو غلاموں کے ہمراہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ خود اور اس کے تمام غلام مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کرنے لگا۔ میرا آنا برا گناہ ہے کہ میرا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ میں ان لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوا جو میرے بندے بن چکے تھے اور جب ان پر ظاہر ہوا اور ان کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک لاکھ کے قریب افراد میرے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ یہ ہے میرا گناہ عظیم کہ میں ربوبیت والوہیت میں شراکت کا مدعی بنا رہا۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اخلاص کے ساتھ توبہ کر لی جائے تو عظیم سے عظیم گناہ کی مغفرت سے بھی ناامید نہیں ہوا جاسکتا بلکہ کرم کریم سے مغفرت کی امید کرنی چاہیے۔

علوان بن داؤد اپنی قوم کے ایک فرد سے ناقل ہیں کہ مجھے میری قوم نے زمانہ جاہلیت میں ہدیہ و تحفہ دیکر فدا کر دیا تھا۔ میں پورا ایک سال وہاں بٹھرا رہا مگر اس تک پہنچ نہ سکا۔ ایک دن اس نے عمل سے جھانکا تو جس نے بھی اسے دیکھا سجدہ میں گر پڑا۔ جب وہ مشرف باسلام ہوا تو پھر میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے بازار سے ایک درہم کا گوشت خریدا۔ اس کے ساتھ کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو اس کو اٹھاتا۔ اس نے خود ہی باندھ کر گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکایا اور یہ اشعار کہتا ہوا چل دیا۔

ات بلدانیا اذا كانت كذا

كل يوم انا مدها في اذی

افسوس ہے دنیا کے لیے جب وہ ایسی ہو جائے کہ ہر دن اس سے مجھے نئی نئی تکالیف اور مصیبتیں پیش آئیں۔

ولقد كنت اذعاقيل من

العمر الناس معاشاقيل ذا

ایک وقت میری حالت یہ تھی کہ جب دریافت کیا جاتا کہ سب سے زیادہ خوشحال کون ہے تو کہا جاتا یہ ذوالکلاع۔

بدلتني بعد عزى شقوة

حتنا انيك شقاي حباذا

اس دنیا نے عزت کے بعد مجھے ذلت اور مشقت کی حالت میں بدل دیا ہے۔ مگر اے مالک و خالق تیری خاطر پیش آنے والی ذلت و مشقت میرے لیے مبارک ہے اور لائق حمد و ثناء۔

## نواں باب

### فروہ جذامی کے نام

دائل بن عمرو سے مروی ہے کہ فروہ جذامی قیصر روم کا عامل اور گورنر تھا۔ حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض لکھ کر اپنے مسلمان ہونے کے متعلق عرض کیا۔ جسے اپنی قوم کے ایک آدمی کے ہاتھ بارگاہ نبوی میں روانہ کیا اور ساتھ ہی سفید خچر گھوڑا، گدھا اور چند کپڑے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کیے اور ایک ریشمی سندھی قبائیں کی سونے کی تاروں سے کڑھائی کی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جوابی خط لکھا جس کا ترجمہ و مفہوم درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے فروہ بن عمرو کے نام۔

بعد از سلام بصورت احوال یہ ہے کہ ہمارے پاس تمہارا ایچی اور قاصد پہنچا اور جو ہدایا و مخالفت تم نے روانہ کیے ہیں۔ وہ بھی پہنچ چکے ہیں۔ اس نے ہمیں آپ کے متعلق تمام تر تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور تمہارے اسلام لانے کی خوشخبری بھی سنائی ہے اور ہدایت خداوندی کے ساتھ بہرہ ور ہونے کی بھی۔

اور ساتھ ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کے قاصد کو پانچ سو درہم چاندی عطا کریں۔

قیصر روم کو فروہ کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اس نے فروہ سے یہ دین چھوڑنے اور سابقہ دین میں داخل ہونے کا مطالبہ



کیا اور ساتھ ہی عدم امتثال اور خلاف ورزی کی صورت میں تاویسی کارروائی کی دھمکی وغیرہ بھی دی، حضرت فروہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا میں اور سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں لیکن دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑ سکتا اور تو خود بھی صداقت دین مصطفوی اور حقانیت رسالت احمدی کو جانتا اور پہچانتا ہے مگر طبعی نخل اور قومی حسد کہ نبوت اسرائیل سے نکل کر بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی تجھے اتباع حق سے مانع ہو گیا اور اپنے ملک و سلطنت کے حرص و آرزو نے تجھے انجام عاقبت سے بیخبر بنا رکھا ہے چنانچہ پہلے ان کو قید کر دیا گیا اور بعد ازاں قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔

## دسواں باب

### عبد و جعفر کے نام

جعفر اور عبد عمان میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ فرمان اقدس اور گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ وہ پہلے عبد کے پاس پہنچے اور اُسے بتلایا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں۔ آپ نے مجھے تیری طرف اور تیرے بھائی جعفر کی طرف دعوتِ اسلام کے لیے بھیجا ہے۔

عبد نے کہا میرا بھائی مجھ سے عمر میں بھی بڑا ہے اور ملک و سلطنت کے معاملہ میں بھی مقدم و پیشوا ہے۔ لہذا پہلے یہ پیام اسے پہنچاؤ اور میں تمہارے وہاں پہنچانے کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ حضرت عمر و فرماتے ہیں: میں اس کے پاس پہنچاؤں اُسے آپ کا گرامی نامہ دیا جس پر محمد رسول اللہ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اس نے خط مبارک پڑھ کر کہا۔ آج ہمیں ہمت دیں اور کل آئیں دوسرے دن آپ اس کے پاس پہنچ گئے تو جعفر نے کہا میں نے تمہاری دعوت میں اچھی طرح غور و فکر کیا ہے۔ مگر میں اسلام لانے سے اور اپنے ملک کا مالک کسی ایسے شخص کو بنانے سے قاصر ہوں جن کے سپاہی اور گھوڑے یہاں پہنچتے تا مکن ہیں۔ اور بالفرض پہنچ بھی جائیں تو انہیں ایسی شدید جنگ سے واسطہ پڑے گا کہ ایسی جنگ سے آج تک انہیں سابقہ نہیں پڑا ہوگا اس حالت میں میرا اسلام لانا اور اپنا ملک کسی دوسرے کے حوالے کر دینا بہت بڑی بزدلی ہوگی اور میں سب اہل عرب سے ضعیف و ناتواں محظروں کا۔

میں نے کہا مجھے کل واپس جانا ہے۔ مزید غور و فکر کر لو اور مجھے جواب سے آگاہ کر دینا جب صبح ہوئی تو میری طرف آدمی بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا تو وہ خود بھی اور اس کا بھائی عبد و نو مشرف باسلام ہو گئے اور صدقہ و زکوٰۃ میرے حوالے

کر دیا۔ میں نے اُسے اپنے ہاتھوں اُن کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔

## گیارہواں باب

### منذر بن ساوی عبیدی کے نام

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک خط مبارک منذر بن ساوی کی طرف بکھریں میں روانہ فرمایا جس میں دعوتِ اسلام اور طاعتِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی تھی۔ منذر نے جو ابی عریضہ میں اسلام لانے اور آپ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنے اور شرفِ علامی سے مشرف ہونے اور حلقہٴ اہل اسلام میں داخل ہو جانے کے متعلق عرض کر بھیجا۔

## بارہواں باب

### ملک و سلاطین حمیر کے نام

محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی بکر سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک سے واپسی کے موقع پر ملک حمیر کا عریضہ پہنچا جس میں حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کے حلقہٴ اسلام میں داخل ہونے کی خوشخبری تھی جو کہ ذی رعبین، ہمدان اور معافر کے اقبال اور سردار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف جو ابی گرامی نامہ ارسال فرمایا جس کا مضمون و مفہوم درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کی طرف بعد از سلام! میں تم پر اس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ تمہارا قاصد اور سفیر ہمارے پاس اس وقت پہنچا جبکہ ہم ارضِ روم سے واپس ہوئے۔

اُس نے مدینہ منورہ میں ہم سے ملاقات کر کے تمہارا خط پہنچایا اور پیغام دیا اور یہ بتلایا کہ تم شرفِ اسلام سے مشرف ہو چکے ہو اور وہ مشرکین جو دینِ اسلام میں داخل ہونے سے انکاری تھے تم نے ان کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر خصوص

انعام و اکرام فرمایا کہ تمہیں شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔ اگر تم صلاح و خیر پر کار بند رہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کی اطاعت کرو۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو جو اللہ تعالیٰ کا اور بطور نیابت اس کے رسول و نبی اور مصطفیٰ و صغی کا حق ہے۔ اور وہ صدقہ ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین پر لازم فرمایا ہے (تو تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے اور امن و عاقبت) اور جو شخص ملتت یہود پر کار بند ہے یا نصرانیت پر اس کو وہ مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور نہ اس کو قتل و غارت کا نشانہ بنایا جائے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کرے۔

ان مکتوبات عالیہ کے علاوہ بھی اور خطوط ہیں جو آپ نے مختلف سفراء کے ذریعہ ملوک و سلاطین اور امراء و روسا کی طرف ارسال فرمائے مگر ہم انہیں پر اکتفا کرتے ہوئے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔ واللہ الموفق

علامہ ابو الوفاء ابن عقیل فرماتے ہیں کہ نبی الانبیاء امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق دعویٰ اور حقانیت رسالت و نبوت کی دلیل اور عظیم حجت یہ ہے کہ آپ نے قیصر و کسریٰ اور دوسرے ملوک و سلاطین کو دعوت اسلام دی اور اس دعوت کو رد کرنے کی صورت میں انجام بد اور سور عاقبت کا اعلان بھی فرمایا اور اطاعت و امتثال کی صورت میں دنیا و آخرت میں عزت و آبرو اور امن و سلامتی کی خوشخبری سنائی حالانکہ ابھی تک آپ کو عملاً اپنی قوم پر بھی غلبہ و تسلط حاصل نہ ہوا تھا چہ جائیکہ پورا عالم عرب۔ تو یہاں یہ حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نے یہ خطوط لکھے نہیں تھے بلکہ اس ذات اقدس کی طرف سے لکھوائے گئے تھے جو انجام و عاقبت کا محافظ و مالک ہے۔ کیونکہ ایسے اقدامات کوئی عقلمند محض اپنے عقل و قیاس سے نہیں کر سکتا بلکہ وہ ایسے اقدامات کے قریب ہی کہاں جاسکتا ہے ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اپنی قوم کی دشمنی تو ختم ہوتی نہیں اور پورے جہان کے لوگوں کو بھی ایسی دھمکیاں دے کر دشمن بنالے،

اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کی مسجد میں لائے گئے اور اہل اسلام میں بانٹ دیے گئے اور آپ کا یہ اعلان کہ میرا ملک قیصر و کسریٰ کے ملک پر محیط ہوگا اور میرا مذہب اور دین وہاں تک پھیل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اعلان اطلاع اور ان غیوب سے باخبر کرنے کی وجہ سے تھا۔ اسی لیے آپ نے کمال جرأت سے کام لے کر سب کو دعوت اسلام اور ایمان دی اور اطاعت نہ کرنے کی صورت میں دنیا و آخرت میں تباہی و بربادی اور ذلت و رو سیاہی کا اعلان بھی کر دیا تو کیا عظیم غیب پر مطلع ہونے اور غیبی امور کا عالم ہونے کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد و بھروسہ کی اس سے کامل و اکمل کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ تو کہتے ہی کمزور اور ضعیف ہیں ان لوگوں کے عقول و افہام جو آپ کے آفتاب صداقت کی ان شعاعوں کو چمکتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر بھی آپ کی نبوت و رسالت میں شک کرتے ہیں اور قبول حق میں تردد سے کام لیتے ہیں۔

# ۷۷۱ ابواب وفود کی آمد

## باب اول

سعد بن بکر کا وفد

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سعد بن بکر قبیلہ نے ضمام بن ثعلبہ کو بارگاہ مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجا۔ ضمام بڑے دل گردے والے آدمی، بڑے وجیہ اور ڈراگینوں والے تھے۔ مدینہ منورہ پہنچے مسجد کے دروازے پر اونٹ بٹھایا۔ اس کا گھٹنا باندھا۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وہ سیدھے اس مجلس میں گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فریب جا کر کھڑے ہو گئے۔ دریافت کیا تم میں سے ابن عبدالمطلب کون ہیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہوں ابن عبدالمطلب۔ اس نے دریافت کیا آپ محمد ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو اس نے عرض کیا اے محمد بن عبدالمطلب میں آپ سے چند سوالات پوچھتا ہوں اور سوالات میں تشدید و تغلیظ سے کام لوں گا۔ کہیں آپ ناراض تو نہیں ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں ناراض نہیں ہوں گا۔ تم جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔

ضمام بن ثعلبہ نے کہا میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو تمہارا بھی معبود ہے اور آپ سے پہلے لوگوں کا بھی اور بعد میں پیدا ہونے والے لوگوں اور جملہ اشیاء کا۔ کیا واقعی تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں واقعی! اس نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟

ضمام بن ثعلبہ نے پھر عرض کیا۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دیتا ہوں جو تمہارا معبود ہے اور تم سے پہلے لوگوں کا اور آنے والوں کا کیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہمیں صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم دیں اور ان اوثان و اصنام کو ترک کر دینے کا جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بلکہ شریک سمجھا جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کا امر فرمایا ہے۔

ضمام بن ثعلبہ نے عرض کیا! میں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جو آپ کا معبود ہے اور پہلے لوگوں اور آئینوں والوں کا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم یہ پانچ نمازیں ادا کریں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔

پھر ضمام بن ثعلبہ نے فرائض اسلام میں ہر ہر فرض کا ذکر شروع کیا۔ زکوٰۃ، روزے اور حج وغیرہ جملہ شرائع اسلام کا اور ہر فرض کے متعلق دریافت کرتے وقت اسی طرح واسطہ دیکر سوال کرتا رہا جیسے کہ پہلے سوالات میں حتیٰ کہ جب سلسلہ سوالات منقطع ہو گیا تو کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔ میں ضرور یہ فرائض ادا کروں گا جن کا آپ نے حکم دیا ہے اور ان امور کے قریب بھی نہیں پھٹکوں گا۔ جن سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اپنی طرف سے ان فرائض میں کمی و بیشی نہیں کروں گا پھر واپس ہوئے۔ اونٹ کے پاس آکر اس کا رسہ کھولا اور سوار ہو کر چل دیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ دو گیسوؤں والا اپنے قول کو سچا کر دکھائے گا تو یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ضمام رضی اللہ عنہ اونٹ دوڑاتے ہوئے اپنی قوم کے پاس پہنچے اور سبھی اکٹھے ہو کر ان کے پاس آئے تو آغاز کلام انہوں نے اس طرح کیا کہ لات وعزتی جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ بہت برے ہیں۔ انہوں نے کہا اے ضمام ایسی کلام مت کیجئے اور برص و جذام اور جنون جیسے عوارض سے ڈریے جن سے صحت کے لات وعزتی صامن ہیں۔

حضرت ضمام نے کہا تمہارے لیے افسوس ہے! یہ دونوں نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول مبعوث فرمایا ہے اور ان پر کتاب ہدایت نازل فرمائی ہے۔ جن کی بدولت تمہیں کفر و شرک کی ظلمت سے نجات اور خلاص دلائی ہے اور میں تو یہ گواہی دیتا ہوں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبده ورسوله۔ اور میں ان کی طرف سے تمہارے پاس جملہ اوامر و نواہی پر مشتمل احکام سیکھ کر آیا ہوں۔ تو حضرت ضمام کی تعلیم و تبلیغ نے یہ اثر دکھلایا کہ شام سے پہلے پہل اس قبیلے کے جملہ افراد مرد اور عورتیں مشرف باسلام ہو گئے۔ اور ابدی فلاح سے شاد کام ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی قوم کے وفد و قاصد کے متعلق نہیں سنا جو حضرت ضمام سے افضل و بہتر ہو۔

## دوسرا باب

### وفد مزینہ

کثیر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہے کہ قبیلہ مضر میں سے پہلے وفد جو بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا وہ مزینہ کے چار صد افراد پر مشتمل وفد اور قافلہ تھا۔ جن کو جب میں ہجرت کے پانچویں سال یہ سعادت نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں رہو۔ ہجرت کا اجر و ثواب تمہیں مل جائے گا۔ اور تم جہاں کہیں بھی رہو تم مہاجر ہو۔ لہذا اپنے

مال و مویشی کی حفاظت و نگرانی کرو اور اپنے علاقہ میں رہائش رکھو چنانچہ وہ اپنے علاقہ کو لوٹ گئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔

## تیسرا باب وندنزارہ

ابو وجزہ سعدی سے منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مراجعت فرما ہوئے تو بنو فزارہ کے چودہ پندرہ آدمیوں کا وفد بلی تپلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ ان حاضر ہونے والوں میں خارجہ بن حصین اور حرب بن قیس بھی شامل تھے۔ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے (اور تعلیماتِ فرائض و واجبات وغیرہ سے بہرہ ور ہوئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے علاقہ کی حالت دریافت کی تو ان میں سے ایک نے عرض کیا ہمارے دیار میں قحط سالی کا دور دورہ ہے۔ مویشی اور جانور ہلاک ہو چکے ہیں اور ہماری رہائش گاہوں کے قریب دجوار میں خشکی ہی خشکی ہے اور اہل و عیال بھوک کا ننگا ہیں۔ لہذا اپنے رب کریم سے ہمارے لیے بارانِ رحمت کی دعا کریں۔

رحمتِ محم صلی اللہ علیہ وسلم برسِ منبرِ رونقِ افروز ہوئے اور دعا فرماتے ہوئے جناب باری میں عرض کیا۔ اے اللہ اپنے بلاد و عباد کو بارانِ رحمت سے سیراب فرما۔ اور ان مردہ شہروں کو حیات نو عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں ایسی بارش عطا فرما جو ہماری حاجت پوری کرنے والی خوشگوار ہو اور سبزہ آگانے والی ہو۔ تمام علاقوں پر مشتمل اور محیط ہو جلدی اترنے والی ہو اور تاخیر اور دیر لگانے والی نہ ہو۔ نفع دینے والی ہو اور نقصان پہنچانے سے منزہ ہو۔ اے اللہ ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔ نہ عذاب والی مکانات کو گرنے والی۔ اموال وغیرہ کو غرق کرنے اور بے نام و نشان کرنے والی بارش۔ اے اللہ ہمیں بارانِ رحمت سے مشرف فرما۔ اور اعدا دین پر نصرت و تمندی سے۔

جو نہی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہوئے تو موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور پورا ہفتہ آسمان بادلوں اور زوردار بارش کی وجہ سے نظر نہ آسکا۔ تب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبرِ شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور دعا کرتے ہوئے جناب الہی میں عرض کیا۔ اے اللہ ہمارے اردگرد بارش برستی رہے مگر ہم پر نہ برسے۔ اے اللہ ٹیلوں، پہاڑیوں، دادیوں اور جنگلات پر بارش برستی رہے۔ جو نہی آپ نے دعا کی تو مدینہ منورہ کے اوپر سے بادل اس طرح ہٹ گیا جیسے کہ گویا بچا ہوا کپڑا تھا جس کو تیزی سے لپیٹ دیا گیا ہو۔

# پوتھا باب

## وفد تجیب

حیثیت سے مروی و منقول ہے کہ ہجرت کے نویں سال وفد تجیب بارگاہ رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ میں حاضر ہوا جو کہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا اور وہ اپنے اموال کے صدقات بھی اپنے ہمراہ لائے تھے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آمد پر بہت مسرور ہوئے۔ انہیں مرحبا کہا اور ان کو اچھا ٹھکانا عطا فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان کی خوب مہمان نوازی کریں اور بوقت رخصت جائزے اور عطیے دے کر رخصت کریں اور انہیں دیگر تمام وفد کی نسبت زیادہ عطیہ دے کر رخصت فرمایا آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص باقی رہ گیا ہے جس کو ہماری طرف سے انعام و عطا کے ساتھ بہرہ و رزق نہ کیا گیا ہو۔ انہوں نے عرض کیا ایک نوخیز جوان ہے جس کو اپنی منزل پر ساز و سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے ہمارے پاس بھیجا جب وہ حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا میں بنی ابدی کے وفد کا ایک فرد ہوں جو ابھی ابھی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ نے ان کی حاجت روائی فرمائی۔ میری بھی ایک حاجت ہے اسے بھی پورا فرمائیں۔ آپ نے دریافت فرمایا تیری کیا حاجت و ضرورت ہے؟ اس نے عرض کیا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش کی دعا فرماویں اور رحم و کرم کی اور ساتھ یہ بھی التجا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے دل کو مستغنی فرمادے۔ آپ نے اس کی خواہش و تمنا کے مطابق اس کے لیے مغفرت و بخشش، رحم و کرم اور غنائے قلب کی دعا فرمائی۔ پھر اس کو بھی اسی قدر عطیہ دینے کا امر فرمایا۔ جتنا کہ اس کے دوسرے ساتھیوں میں سے ہر ایک کو عطا فرمایا تھا۔ وہ ان انعامات اور عطیات سے بہرہ ور ہو کر اپنے وطن کی طرف چل دیے اور پھر ہجرت کے دسویں سال حج کے موقع پر میدان منیٰ میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے اس جوان کے متعلق دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ ہم نے اس سے زیادہ بلکہ اس جیسا قانع اور صابر نہیں دیکھا جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اس کو عطا ہوتا ہے۔ اسی پر صبر و قناعت کرتا ہے اور حرص و آرزو سے کلیتہً مبرا ہے (یہ سب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اعجاز تھا اور اسی لیے دریافت فرمایا تاکہ ان کی زبانی یہ اعتراف و اقرار متحقق ہو جائے کہ جناب کا تیرا دعا ٹھیک نشانے پر بیٹھا اور اس کی آرزو و تمنا برآگئی۔ فالحمد لله علی ذالک۔

۵ فقط اشارے سے سب کی نجات ہو کے رہی  
نبی کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

# پانچواں باب

## وفد سعد بن زید

فروہ بن سعید اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے راوی ہیں کہ ہم بارگاہ نبی کریم علیہ السلام میں حاضر تھے کہ آپ کے پاس اہل یمن کا ایک وفد حاضر ہوا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے امرؤ القیس کے اشعار میں سے دو ابیات کے ذریعے حیاتِ نو عطا فرمائی اور ہلاکت سے محفوظ فرما دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ کون سے ابیات ہیں انہوں نے عرض کیا ہم آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے کیلئے آئے تھے جب فلاں فلاں جگہ پہنچے تو پانی کا مقام بھول گئے اور ہمیں پانی دستیاب نہ ہو سکا۔ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں طلح اور نمر کے درخت تھے ہم میں سے ہر ایک پیاس سے مٹیاب ہو کر ادھر ادھر درختوں کے سائے میں جا لیٹا تاکہ ان کے نیچے تڑپ تڑپ کے جان دیدیں ہم موت کے قریب پہنچ چکے تھے جان لبوں پر پہنچی تھی اور رشتہ جان منقطع ہونے والا ہی تھا کہ ناگاہ ایک سوار ہماری طرف آنا دکھائی دیا۔ ہم میں سے بعض نے اس کو دیکھا تو امرؤ القیس کے دو شعر پڑھنے لگا۔

سارأت ان الشریعة ہما وان البیاض من فرائصہا دامی  
جب جنگلی گدھوں نے یہ خیال کیا کہ ان کا مقصود و مطلوب پانی کی ندی ہے اور وہاں پہنچنے کی صورت میں تیر انداز شکاریوں کے تیران کے کندھوں کو زخمی کر کے خون آلود ہونے والے ہیں۔

تیمت العین التي عند ضارج یفی علیہا انزل عمرضہا طامی  
تو انہوں نے اس چٹھے کا قصد کیا جو مقام ضارج کے پاس ہے جس پر کھیلے پر سایہ لوٹ آتا ہے اور اس پر عرض کے طویل القامت درخت موجود ہیں۔ اس سوار نے دریافت کیا یہ اشعار کس کے ہیں اور ان کا قائل کون ہے تو ہم میں سے بعض نے کہا کہ یہ امرؤ القیس کے ہیں تو اس سوار نے کہا بخدا یہ چشمہ ضارج تمہارے سامنے قریب ہی ہے اور تم یہاں پیاس سے جان بلب ہو کیوں اس پر پہنچ کر شدت پیاس سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتے تب ہم اس چشمہ پر پہنچے حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان کل پچاس ہاتھ کا فاصلہ تھا اور یہ امرؤ القیس کے بیان کے بالکل مطابق تھا۔ اس پر عرض کے درخت تھے اور ان کا سایہ دوپہر کو ڈھل کر اس چشمہ پر پڑتا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امرؤ القیس دنیا میں معروف و مشہور ہے مگر آخرت میں بے نام و نشان قیامت کے دن وہ شعراء کی قیادت کرتے ہوئے اوزان کا علم ہاتھ میں لیے ہوئے آگ میں داخل ہو جائے گا۔ (العیاض باللہ من سؤالی الختمین)

ذ۔ یہاں وہ شعر امرؤ القیس جو کفر و شرک کی ترویج کے لیے ادرست و فخر کی اشاعت کے لیے حکم شرعی استعمال کرتے ہیں لیکن وہ شعراء جن کی ساری قوتیں اسلام کی خدمت میں اور عقائد شرک کی

تبلیغ میں صرف ہو رہی ہیں وہ اس زمرہ میں داخل نہیں ہیں جن کو کہ بموجب آیت مبارکہ الا الذین امنوا۔ (الشعراء: ۲۲۴) کہہ کر مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ (محمد عالم بخاری)



# پھٹا باب

## وفد محارب

الوجزہ سعدی سے منقول ہے کہ وفد محارب دس ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ یہ دس نفوس پر مشتمل تھا جس میں سوار بن حارث اور اس کا بیٹا خزیمہ بھی شامل تھا ان سے بڑھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کوئی زبان دراز تھا نہ سخت دل لیکن حقانیت اور صداقت اسلام نے ان کے دل موم کر دیے اور انہیں سید خلق علیہ السلام کا غلام، بیدام بنادیا اور وہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ آپ نے خزیمہ کے چہرہ پر دستِ شفقت و عنایت پھیرا تو وہ نورانی بن گیا اور اس کی جبین فیضان النوار محمدیہ سے جگمگا اٹھی اور وفد میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جس سے قبل ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعارف تھے۔ اس نے عرض کیا اس خدا بزرگ و برتر کے لیے حمد و ثنا ہے جس نے مجھے آٹھ عرصہ باقی رکھا کہ میں تمہارے ساتھ ایمان لاتے اور بیعتِ اسلام کی سعادت سے بہرہ ور ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ دل اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں وہ ان کو جب چاہتا ہے اور جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ رسول کریم علیہ السلام نے اس وفد کو بھی دوسرے وفد کی طرح انعام و اکرام سے مشرف فرمایا اور وہ دولتِ اسلام سے اوجھٹا لے کر نبویہ سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

# ساتواں باب

## وفد بکیلہ

عبدالحمید بن جعفر اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ بکلی رضی اللہ عنہ ہجرت کے دسویں سال مدینہ منورہ میں اپنی قوم کے ایک سو پچاس آدمیوں کی ہمراہی میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہنچنے سے پہلے ارشاد فرمادیا، تم پر ابھی ابھی اس راہ سے اہل یمن سے افضل ترین شخص رونما ہوگا۔ جس کے چہرہ پر ننگی اثرات نظر آتے ہیں اور انوار جھلکتے ہیں تو فوراً حضرت جریر اپنی سواری پر سوار دکھائی دیے اور ان کے ہمراہ ان کی قوم تھی۔ وہ فوراً مشرف باسلام ہو گئے اور آپ سے بیعت کا اعزاز حاصل کر لیا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لیے ہاتھ مبارک بڑھایا۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے اس شرط پر بیعت فرمایا کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور

میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ نماز قائم کرے۔ زکوٰۃ ادا کرے۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھے۔ اہل اسلام سے خلوص و ہمدردی کا حق ادا کرے اور اپنے والی و حاکم کی اطاعت کرے اگرچہ وہ عیدِ حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ تو میں نے عرض کیا جی ہاں میں ان سب احکام کی پابندی کا عہد کرتا ہوں۔ تب آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ علاقہ کے حالات پر گفتگو فرماتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے وہاں اسلام کو غالب فرمادیا ہے اور فقہا اذانِ صلوات کے ساتھ گونج رہی ہے اور تمام قبائل نے اپنے اپنے معبودانِ باطلہ اور اوثان و اصنام کو ریزہ ریزہ کر دیا ہے اور ان کو گرا کر پھینک دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ذوالخلفہ کا کیا ہوا۔ آیا خلعہ بت اور اس کا مکان بھی گرا دیا گیا ہے یا ابھی باقی ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہ تو ہنوز اپنی حالت پر قائم ہے۔ آپ نے انہیں اس بت اور اس کے مکان کو منہدم کرنے پر مامور فرمایا اور اپنے دستِ اقدس سے علمِ باندھ کر ان کے حوالے فرمایا۔

انہوں نے عرض کیا میں گھوڑے کی پشت پر برقرار نہیں رہ سکتا بلکہ گر پڑتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور خدا و قدرت و اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسا تصرف فرمایا کہ بزدلی قوت و شجاعت سے تبدیل ہو گئی اور یہ دعا بھی دی۔ اے اللہ ان کو ثابت قدم رکھ اور اُسے ہدایت یافتہ بھی بنا اور ہادی و رہنما بھی۔ چنانچہ وہ اپنی قوم کے تقریباً دو سو افراد کو ساتھ لے کر چلے۔ کوئی زیادہ عرصہ ان کو رخصت ہوئے نہیں گذرا تھا کہ واپس آکر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کیا ذوالخلفہ کو گرا دیا ہے اور بنیادِ شرک و کفر منہدم کر دی ہے تو انہوں نے عرض کیا جی حضور! صرف گرانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو آگ لگا کر بھسم کر دیا گیا ہے اور مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں نے اسے ایسی حالت میں چھوڑا ہے جو اس کے پجاروں کے لیے بہت ہی پریشان کن ہے اور موجب تکلیف۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر کی قوم قبیلہِ امس کے سواروں اور پیادوں کو دعائے برکت سے نوازا اور رخصت فرمایا۔

## آٹھواں باب

### وفدِ نجد

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وفدِ نجد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا۔ ان میں طفیل بن زبیر بھی تھا۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ہم آپ کی خدمت میں تہامہ کے نشیبی علاقوں سے لکڑی کے پالانوں پر سوار ہو کر حاضر

ہونے ہیں۔ ہم کو اونٹ اپنے وطن سے نکال کر منزل پر منزل لے کر تے ہوئے یہاں لائے۔ ہمارے لیے شیردار جانور صرف سفید بول ہی تھے جن کا پانی ہی دودھ سمجھ کر پیتے تھے اور سبزہ کاٹ کر روٹی کی جگہ استعمال کرتے تھے۔ بوند اباندی اور پانی سے خالی بادلوں کو ہی برسنے والے بادل اور موسلا دھار مبینہ خیال کرتے تھے۔ دور دراز علاقہ سے چلے اور دشوار اور کٹھن راہوں پر گامزن ہوئے۔ پانی کے پہاڑی تالاب خشک ہو چکے ہیں اور نباتات کی جڑیں بھی نمی سے محروم ہو چکی ہیں۔ ٹہنیاں، تنوں کا ساتھ چھوڑ کر گر چکی ہیں اور ٹوٹ گئی ہیں۔ نرم و نازک شاخیں ختم ہو چکی ہیں۔ ہڈال جیسے دیرپا اور خشک سالی کو برداشت کرنے والے درخت تباہ ہو چکے ہیں۔ پودوں کی قلمیں پھوٹنے سے نبل گل سرگئی ہیں۔ اے رسول خدا! ہم آپ کی جناب میں اومان و اہنام سے برادرت کا اظہار کرتے ہیں اور زمانہ کے پیدا کردہ نئے فاسد اور باطل نظریات و عقائد سے۔ ہمارے چار پائے بغیر نگران کے ہیں اور ان میں باہمی امتیاز باقی نہیں رہا۔ بکریاں تھوڑی مقدار میں دودھ دیتی ہیں اور چراگا ہوں کی طرف (خشک سالی کی وجہ سے) کم ہی بھیجی جاتی ہیں۔ ہمیں قحط سالی کے سُرخ اور خونئی سال نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ جس میں کھیتیاں ختم ہو چکی ہیں۔ اور جانوروں کے پستان دودھ سے محروم ہو چکے ہیں۔ نہ ان سے پہلی بار دوہنے پر کچھ ہاتھ آتا ہے اور نہ دوسری بار۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرماتے ہوئے اللہ رب العزت کی جناب میں عرض کیا۔ اے اللہ ان کے دودھ میں اور مکھن میں برکت عطا فرما۔ اور جملہ مشروبات میں۔ اور پھلوں کو کامل پختگی تک درختوں پر قائم فرما۔ ان کے تالابوں کو اُبلتے ہوئے چشموں میں تبدیل فرما اور ان کی اولاد میں برکت عطا فرما

پھر آپ نے اس وفد کو ایک خط مبارک تحریر فرما دیا۔ جس کا مضمون و مفہوم درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ کی طرف سے قبیلہ فہد کے نام

السلام علیکم: جو نماز قائم کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو شخص زکوٰۃ ادا کرے گا وہ صحیح مسلمان ہوگا اور جو شخص لا الہ الا اللہ کی شہادت دے گا وہ غافل نہیں لکھا جائے گا۔ شرعی طور پر مقرر کردہ مقدار زکوٰۃ میں بڑھی بیمار ادھیڑ عمر والی اور تازہ سچے دینے والی بھیڑ بکریاں وغیرہ تمہارے لئے ہیں جب تک کہ تمہارے دلوں میں اسلام و ایمان سے اور اس کے فرائض و واجبات سے نفرت اور عجب و فخر پیدا نہ ہو اور طوقِ غلامی اور قلاوۃ تقلید کو کاٹ نہ ڈالو اور ربو اکھانے سے محبت نہ رہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں اور ایک ہی شہر میں تربیت پائی ہے اور آپ و فود عرب کے ساتھ ایسی زبان میں کلام فرماتے ہیں جو بالعموم سمجھ نہیں آتی تو آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے مجھے ادب سکھلایا اور خوب ادب سکھلایا اور میں نے بنی سعد میں پرورش پائی ہے اور تمہارے اندر یہ صفت و خصوصیت موجود نہیں ہے۔

# نواں باب

## دفتر عامر بن صعصعہ

محمد بن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ بنی عامر کا وفد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا جن میں عامر بن طفیل بھی تھے نیز ارب بن قیس اور جبار بن سلمیٰ یہ میتوں اپنی قوم کے سردار تھے اور شیاطین صفت۔ عامر کو اس کی قوم نے کہا اسلام لے آئیو کہ بھی لوگ اسلام لایچکے ہیں تو اس نے کہا۔ بخدا میں نے یہ قسم کھا رکھی تھی کہ میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمام اہل عرب میرے نقش قدم پر نہ چلیں اور میری تقلید نہ کریں تو اب میں اس شخص کی تقلید کروں اور اس کے نقش قدم پر چلوں! (یہ کیسے ممکن ہے) پھر اس نے اربد سے کہا کہ جب ہم اس مدعی نبوت و رسالت کے پاس پہنچیں گے تو میں ان کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھوں گا تو تم لوگ اوار کر کے (الباذ بالثنا) ان کو ٹھکانے لگا دینا۔ جب مدینہ منورہ میں پہنچے اور بارگاہ رسالت علیہ السلام میں حاضر ہوئے تو عامر نے آپ کے ساتھ سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا اور اربد سے حملہ کا انتہار کرنے لگا جیسے کہ اسے مشورہ دیا تھا مگر اس نے جرات نہ کی۔ عامر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جسارت و جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ غور سے سن لو بخدا میں اس وادی کو نوخیز جوانوں سے اور باریک بال عمدہ نسل کے گھوڑوں سے بھر دوں گا۔ جب اس نے بیٹھ پھیری تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ مجھے عامر بن طفیل سے کفایت فرما۔ باہر نکلے تو عامر نے اربد سے کہا۔ تیرے لیے افسوس ہے میں نے تجھے جو تجویز دی تھی اور طے کیا تھا وہ کدھر گیا تو نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ اس نے کہا میں نے جب بھی حملہ کا ارادہ کیا تو میرے اور ان کے درمیان تو حائل ہو جاتا تھا تو کیا میں تجھے قتل کرتا چنانچہ وہ بے نیل مرام، نامراد و ناکام واپس چلے گئے۔ ابھی راہ میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر کو طاعون میں مبتلا کر کے ہلاک فرما دیا اور اربد پر آسمان سے بجلی گری اور اس کو راگھ کر دیا۔

عامر بن طفیل سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے گداج بچایا، عزت کے ساتھ بٹھایا اور اسلام لانے کی ترغیب دی۔ اس نے کہا اس شرط پر اسلام لاتا ہوں کہ اختیار سلطنت میرے اور آپ کے درمیان اس طرح تقسیم ہو جائے کہ اہل و بربر میرے تسلط میں ہوں اور اہل مدینہ یعنی دیہات اور شہر تمہارے تصرف میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے قبول کرنے سے انکار فرمایا تو اس نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔ بخدا میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ ابرو گھوڑے اور مرد سپاہی ہر طرف پھیلے ہوئے دیکھو گے اور مدینہ کی ہر کھجور کے ساتھ گھوڑے بندھو گے اور غصہ سے لال پلایا ہوگا اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

اگر عامر اور بنو عامر ایمان لاتے تو قریش سے ان کے منبر چھین لینے کی کوشش کرتے اور ہر ترم پر ان کے ساتھ مزاحمت کرتے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عامر کے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور فرمایا اے قوم ایمان لے آؤ۔ پھر بارگاہ الہی میں التجار کی۔ اے اللہ بنی عامر کو ہدایت سے سرفراز فرما اور عامر بن طفیل کو مجھ سے دور رکھ اور اس کے شر سے مجھے محفوظ فرما۔ جس طرح اور جیسے بھی تیرا حفاظت فرمانے کا ارادہ ہو۔

عامر محفل مصطفیٰ سے اٹھا تو اسے طاعون نے اپنی گرفت میں لیے لیا جیسے کہ اونٹوں کو طاعون لاحق ہوتا ہے اور قبیلہ سلول سے تعلق رکھنے والی عورت کے گھر مر گیا۔ جہنم واصل ہونے سے پہلے پکار پکار کر کہتا تھا اے موت میرے سامنے آ۔ اور دوڑتا ہوا باہر نکلتا اور آسمان کی طرف اچھلتا اور کہتا مجھے طاعون غدو نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے جو کہ غدو شتر کی مانند ہے اور مجھے سلولہ عورت کے گھر موت نے آیا۔

## دسواں باب

### وفد عبد القیس

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وفد عبد القیس کے لوگ جب بلگاہ بنومی میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا آیا جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ رسولہ علم آپ نے فرمایا شہادۃ ان لا اله الا اللہ وان محمداً رسول اللہ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے خمس کی ادائیگی۔ (بخاری و مسلم)

## گیارہواں باب

### وفد بنو حنیفہ

محمد بن اسحاق کہتے ہیں۔ ہمیں بعض علماء کرام نے بیان فرمایا کہ بنو حنیفہ مسیہ کو ساتھ لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے کپڑوں میں ستور و محبوب کر کے لائے تھے۔ اس نے آپ کی نبوت و رسالت کا اقرار و اعتراف کیا مگر اتباع و طاعت کے لیے شرط یہ عائد کی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مجھے خلافت و نیابت پر

مامور فرمادیں "آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: خلافت و نیت تو دوسری بات ہے اگر تو اس چھڑی کا مطالبہ کرے تو یہ بھی تجھے دینے کو تیار نہیں ہوں۔ جب پیامہ کی طرف دوڑے تو میلہ عطا و نفع اور حسد و بغی سے کام لیتے ہوئے دین اسلام سے منحرف اور مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ)

ان وفود کے علاوہ وفد بنی اسد۔ وفد کلاب۔ وفد الدارین۔ وفد بنی البکار۔ وفد طبری۔ وفد سلمان، وفد زبیر و وفد عبس اور وفد خولان بھی بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور محمد بن سعد نے طبقات میں ان وفود کی تعداد شتر بیان فرمائی ہے۔ لیکن ان تمام کے تذکرہ و بیان سے ہم کلام کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھتے لہذا صرف انہیں کے تذکرہ پر اکتفا کر دیا ہے جن کے تذکرہ میں کوئی انوکھی اور اچنبھے کی بات تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب کوئی وفد حاضر بارگاہ ہوتا تو اچھا لباس زیب تن فرماتے اور بعد ازاں ان کو شرف ملاقات بخشتے۔

# ابواب واقعات بعد از حجۃ الوداع

## باب اول

### اہل بقیع کے لیے دعائے

ابومویبہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لانے کے بعد محرم الحرام میں وکندہ سے باہر تشریف لائے اور جنت البقیع میں قدم رنجہ فرما کر انہیں اپنی دعاؤں سے نوازا۔

ابومویبہ رضی اللہ عنہ خادم بارگاہ نبوی سے مروی ہے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھی رات کے وقت بیدار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اہل بقیع کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا میرے ساتھ چلو میں حسب الارشاد آپ کے ساتھ چلا۔ جب آپ قبرستان کے درمیان پہنچے تو فرمایا "اے اہل مقابر تم پر سلام ہو مبارک ہو تمہیں اپنی یہ حالت جو اس سے بہتر اور خوب تر ہے جس میں کہ اب لوگ موجود ہیں۔ کاش تمہیں معلوم ہوتا کہ کس قدر عظیم فتنوں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں محفوظ کر دیا ہے اور بچا لیا ہے۔ تاریک رات کے قطعات کی مانند فتنوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہونے والا ہے اور ہر پھلپھلانا پہلے کی نسبت زیادہ مہیب اور خطرناک ہے۔"

ابومویبہ فرماتے ہیں کہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابامویبہ مجھے خزانہ دنیا کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور ہمیشہ دنیا میں رہنے کا اختیار بھی تفویض کر دیا گیا ہے۔ پھر جنت بھی عطا کی گئی ہے اور مجھے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ خزانہ دنیا اور ہمیشہ اس میں رہنا قبول کر لوں یا تقاد باری تعالیٰ اور جنت۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خزانہ دنیا کو اختیار فرمائیں اور ہمیشہ یہاں رہنے کو جب تک کہ دنیا باقی ہے۔ پھر جنت کو اختیار نہ فرمائیں آپ نے فرمایا اے ابامویبہ میں نے تقاد باری تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہے اور جنت کو بعد ازاں آپ نے اہل بقیع کے لیے دعا مغفرت و بخشش فرمائی اور واپس تشریف لائے۔

صبح ہوئی تو آپ کو درد کا وہ عارضہ لاحق ہو گیا جس میں آپ کا دھال ہو گیا اور آپ دار آخرت اور جو رب قدوس میں مقعد صدق پر رونق افروز ہو گئے۔

ابومویبہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بقیع کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا۔ آپ نے ان کے لیے ایک رات میں نین مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی (اور تین رات یہ سلسلہ جاری رہا) تیسری رات آئی تو فرمایا اے ابامویبہ

میرے لیے سواری پر زین ڈالو اور میں نے تمہیں ارشاد کیا کہ آپ جنت البقیع میں پہنچ کر سواری سے اترے۔ میں نے اس کی لگام تھام رکھی۔ آپ اہل بقیع کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مبارک ہو تمہیں اپنی یہ حالت جس میں تم ہو نہ بدت لوگوں کے اس حال کے جس میں وہ موجود ہیں (تم دار فتن و تکالیف سے چھٹکارا حاصل کر چکے جبکہ وہ ان میں مبتلا ہیں) سیاہ شب کے قطعات کی طرح میسب اور بھیانک فتنے یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ رونما ہونے ہی والے ہیں اور ہر پھلپلا فتنہ پہلے فتنہ کی نسبت بدتر ہوگا۔ لہذا تمہیں ان سے خلاص حاصل کر کے جو ارجمت الہی میں امن و عافیت سے رہنا مبارک ہو۔

واپسی پر فرمایا اے ابو موسیٰ مجھے (قیصر و کسریٰ کا ملک اور خزانہ وغیرہ عطا کر دیے گئے ہیں جو میرے بعد میری امت کے ہاتھوں فتح ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ سارا ملک اور خزانہ لے لوں اور بعد ازاں جنت حاصل کر لوں اور تا قیام قیامت اپنے غلاموں میں رہوں یا وصال اختیار کر لوں اور اللہ تعالیٰ کی تقار اور بارگاہِ قدس میں حاضری میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ دنیا میں رہا لائق اختیار فرمائیں (تا کہ قیامت تک پیدا ہونے والے لوگ آپ کے انفاس قدس اور انوار ملکوتیہ سے استفادہ کریں) آپ نے فرمایا میں نے تقار باری تعالیٰ کو اختیار کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ آٹھ دن بعد آپ کو بیماری لاحق ہوئی۔ آپ نے داعی اہل کولبیک کہا اور واصل بحق ہو گئے۔

## دوسرا باب

### حضرت اسامہ بن زید کا سپہ سالار بننا

اہل سیر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلایا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کے مقام شہادت پر لشکر کشی کرو۔ اور ان کفار و مشرکین کو گھوڑوں سے روند ڈالو۔ انہوں نے لشکر لے کر مقام جوف میں پڑاؤ ڈالا۔ اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت سعد، حضرت سعید اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم بھی نکلے۔ بعض لوگوں نے ان عمر رسیدہ سپاہیوں کو دیکھا اور اسامہ رضی اللہ عنہ جیسے نوجوان امیر لشکر کو دیکھا تو کہا اس نوجوان بچے کو ماہرین اولین پر امیر بنا جا رہا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تبصرہ کا علم ہوا تو سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور لنگہ سے باہر تشریف لائے جبکہ شدت درد سے سراقہ کو باندھا ہوا تھا۔ اسی حالت میں منبر پر چلوہ افروز ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا! لوگو اسامہ کو امیر بنانے پر تم نے کیسی گفتگو کی ہے اور جو اطلاع مجھے ملی ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر تم (میں سے بعض) نے میرے اسامہ کو امیر بنانے پر گفتگو کی ہے تو یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے بلکہ اس کے باپ زید رضی اللہ عنہ کو امیر بنانے پر ایسی گفتگو کی گئی تھی (کہ غلام اور غلام زادے کو قریش اور مشائخ پر امیر بنا دیا گیا ہے) حالانکہ نجد حضرت زید



امارت کے اہل تھے اور اس کے لیے پوری طرح موزوں اور اس کے بعد اس کا بیٹا امارت و قیادت کا پوری طرح اہل ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درو میں اضافہ ہو گیا۔

## تیسرا باب

### مسیلمہ کذاب کا دعویٰ نبوت

مسیلمہ کذاب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور آپ کی رسالت کی گواہی بھی دی لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھے ان کا شریک بنا یا گیا ہے جب واپس اپنے علاقہ میں گیا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔

سلام علیک! اما بعد۔ مجھے آپ کے ساتھ امر نبوت و رسالت میں شریک ٹھہرایا گیا ہے۔ آدھا علاقہ ہمارے لیے ہے اور آدھا قریش کے لیے۔ لیکن قریش حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور حقدار کو اس کا حق نہیں دیتے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کذاب کو جواب ارسال فرمایا:-

محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام۔

اما بعد! ساری زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ اس کا وارث اور مالک بنا دیتا ہے۔

## چوتھا باب

### اسود عنسی کا طہور

اسود شعبدہ باز شخص تھا اس کے اعلان نبوت کا آغاز سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حج فرمانے کے بعد ہوا۔ قبیلہ مذحج نے اس کے ساتھ عہد و پیمان کیا اور علاقہ نجران اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ، اور خالد بن سید رضی اللہ عنہ کو وہاں سے نکال دیا۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیمار ہونے کی وجہ سے اس کو دولت مل گئی اور اس نے تقویت حاصل کر لی۔ ساحلی علاقوں کے لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے اور اس علاقہ کے اہل اسلام

اس کی روز افزوں قوت اور ترقی سے خوفزدہ ہوئے۔ پھر حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی اطلاع مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی صبح سویرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان سرما دیا کہ آج رات فیروز نے اسود کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا میں محو خواب تھا کہ میرے پاس حزن آئے لائے گئے۔ اور میرے ہاتھ میں دے دیے گئے۔ اسی دوران میں نے اپنے دونوں ہاتھوں میں دو سنہری کنگن دیکھے جو مجھ پر سخت گراں گذرے اور انہوں نے مجھے غمزہ کر دیا۔ میری طرف وحی کی گئی کہ انہیں پھونک مارو میں نے پھونکا تو وہ اڑے اور بے نام نشان ہو گئے۔ میں نے اس کی تفسیر یہ کی کہ دو جھوٹے دعویٰ نبوت پیدا ہو چکے ہیں جو میرے دائیں بائیں والے علاقوں میں ظاہر ہو چکے ہیں رضعائیں اسود عنسی اور یامہ میں سلیمہ کذاب۔

## پانچواں باب

### طلیحہ بن خویلد کا دعویٰ نبوت

طلیحہ بن خویلد نے بھی دعویٰ نبوت کیا اور ایک جماعت کثیرہ نے اس کی اطاعت کی۔ اس نے رسول خدا علیہ التمجیہ والثناء کی طرف امن و امان سے رہنے کے لیے باہمی عہد و پیمان کا خط لکھا۔ پھر اپنے اس دعویٰ باطل سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہوا اور نہادند کے مقام پر جہاد کرتا ہوا شہید ہو گیا۔

# ابواب وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

## باب اول

### حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے گوشت میں زہر ملا کر بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ آپ نے لقمہ منہ میں رکھا تو فرمایا۔ اس عورت نے گوشت میں زہر ملا رکھا ہے (لہذا ہاتھ اٹھا لو اور اسے مت کھاؤ)۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس زہر آلود لقمہ کا اثر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلق مبارک میں دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے بکری کا زہر آلود گوشت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اسے مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ زہر آلود ہے۔ پھر اس عورت کو فرمایا تجھے اس حرکت پر کس چیز نے برا لگتی ہے؟ اس نے کہا میں نے چاہا کہ آپ کی صداقت نبوت کا مشاہدہ کروں کہ اگر سچے نبی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مطلع کر دے گا اور اگر سچے نہیں ہو تو تمہیں زہر سے ہلاک کر کے لوگوں کو آپ سے بچالوں اور جنت پہنچاؤں۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تناول فرمایتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ ایک یہودیہ عورت نے آپ کی خدمت میں بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا آپ نے امیر شمر بن البراء رضی اللہ عنہ نے اس سے تناول فرمایا (جب معلوم ہو گیا کہ یہ زہر آلود ہے تو آپ نے) اس عورت کی طرف آدمی بھیج کر دریافت فرمایا کہ تجھے اس اقدام پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے۔ اس نے کہا میں جانتی تھی کہ تم سچے نبی ہو تو تمہیں اس سے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا اور اگر بادشاہ ہو تو آپ کو زہر سے ہلاک کر دوں اور لوگوں کو آپ سے نجات دلاؤں۔

رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا کہ ہمیشہ خیر میں زہر آلود لقمہ کھانے کا احتیاط رہنا ہے۔ مگر اس وقت اس کا اتنا شدید اثر ظاہر ہو رہا ہے کہ گویا میری آنکھیں کٹ رہی ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ خیر کی ایک یہودیہ عورت نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت کو زہر آلود

کر دیا۔ پھر بارگاہ نبوی میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس بکری کا بازو ہاتھ میں لیا اور تناول فرمایا اور صحابہ نے بھی کھایا پھر آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ اٹھا لو اور اس عورت کو بلایا اس کو فرمایا تو نے اس بکری کو زہر آلو کیا ہے، عرض کیا ہاں مگر آپ کو اس کی اطلاع کس نے دی ہے تو آپ نے بکری کے بازو اور اگلی ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس نے آپ نے فرمایا تیرا اس اقدام سے کیا مقصد تھا؟ اس نے عرض کیا میرا خیال یہ تھا کہ آپ اگر واقعی نبی ہیں تو آپ کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا اور بصورت دیگر ہمیں چھکارا حاصل ہو جائے گا۔ آپ نے اس سے درگزر فرمایا اور اس کو عتاب و عقاب نہ فرمایا۔

جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا گوشت کھالیا تھا۔ ان میں سے بعض شہید ہو گئے اور آپ نے ابوہند مولیٰ بنی بیاضہ کو سنگیاں لگانے اور خون نکالنے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے آپ کے کندھے پر چھری سے زخم کیا اور سینگی کے ذریعے خون نکالا تاکہ زہر کا اثر کم ہو جائے۔

ابن الجوزی فرماتے ہیں اس عورت کا نام زینب بنت الحارث تھا اور وہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی۔ محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ ہمیں جو روایات پہنچی ہیں ان سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اس عورت کو قتل کر دیا تھا (قول پہلے درگزر فرمایا اور جب بعض صحابہ زہر سے وفات پا گئے تو بطور قصاص قتل کر دیا۔ لہذا روایات میں باہم کوئی منافات نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم)۔

## دوسرا باب

### قرب وصال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سورہ نصر نازل ہوئی۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح الایۃ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ مجھے میرے قرب وصال کی اطلاع دی گئی ہے یہ خبر جانکاہ سننے ہی حضرت زہرا رضی اللہ عنہا آبدیدہ ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا رویے نہیں بیٹھی سب سے پہلے میرے پاس تم ہی پہنچو گی (اس مشرودہ جانفزا اور خبر روح پرور کے سننے سے) آپ ہنس پڑیں (اگرچہ خبر وصال ہے اور حسنین کریمین اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے جدائی کی اطلاع مگر یہ بھی سیدہ زہرا کے لیے موجب مسرت ہے کیونکہ محبوب حقیقی سید الکمل صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرودہ وصال ہے اور ایام فراق کے جلد اختتام کی خبر جانفزا۔

# تیسرا باب

## دورہ قرآن کریم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مقدس کا دور فرماتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن مقدس جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور فرمایا۔

# چوتھا باب

## آغاز مرض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے گیارہویں سال ماہ صفر کے آخری ایام میں دروسر کا عارضہ لاحق ہوا واقعہ کتبے ہیں کہ صفر المظفر کی صرف دو راتیں باقی تھیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف ایک رات باقی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ ربیع الاول کے ابتدائی دنوں میں یہ تکلیف آپ کو لاحق ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سراقدس میں درد شروع ہوا اسی دن آپ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے اپنے دروسر کی شکایت کرتے ہوئے کہا ”وارأناہ“ اے افسوس میرا سر شرت درد سے پھٹا جا رہا ہے، آپ نے فرمایا اے عائشہ تیرے سر کا درد کیا درد ہے بلکہ درد تو دراصل میرے سر کو ہے یعنی تمہارا درد دوسر نسبتاً کم بھی ہے اور ختم بھی ہو جائے گا لیکن میرا درد نہ ختم ہونے والا ہے اور نہ تادم زلیت مجھ سے دور ہونے والا ہے۔

پھر آپ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی طرف مراجعت فرما ہوئے اور درد مزید شدت اختیار کر گیا۔ آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایام مرض حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گزارنے کی اجازت طلب فرمائی تو انہوں نے برضا و رغبت اور بطیب خاطر اجازت دے دی۔ آپ جب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تشریف لانے لگے تو جسمانی ضعف اور شدت درد اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن جنت البقیع میں ایک

جنازہ میں شمولیت کے بعد واپس نثر لیت لائے تو مجھے در دوسرے کراہتے ہوئے دیکھا اور دار اساہ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا۔  
اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو اس میں تمہارے لیے کیا ضرورت نقصان ہے۔ میں اپنی نگرانی میں تمہارے غسل کا بندوبست کراؤنگا  
اور کفن کا نماز جنازہ پڑھاؤنگا اور اپنے ہاتھوں سے دفن کرونگا۔

میں نے عرض کیا بخدا میں چشم تصور سے دیکھ رہی ہوں کہ اگر میں مرگئی تو میرے دفن سے واپس ہوتے ہی آپ کسی دوری  
بیوی کے ساتھ میرے اسی مکان میں سلسلہ عروس کا آغاز فرمادیں گے۔ آپ میری یہ بات سن کر مسکرائے پھر آپ کو وہ  
عارضہ لاحق ہوا جس میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اپنے مرض کے دوران سوال فرماتے ہیں کل کہاں ہوں  
گا؟ اور پرسوں کہاں ہوںگا؟ اور آپ کا مقصد میری باری والے دن کے متعلق استفسار کرنا تھا۔ آپ کی ازواج مطہرات نے  
بھی آپ کی رضا معلوم کر لی چنانچہ انہوں نے آپ کو عرض کیا کہ ہمیں اپنی اپنی باری کا اس تکلیف کی صورت میں حرص نہیں با  
اور نہ آپ کی یہ بار بار ادھر سے ادھر منتقل ہونے والی تکلیف ہمارے لیے قابل برداشت ہے۔ لہذا آپ جہاں بھی ایام  
مرض گزارنا چاہیں گذاریں ہماری طرف سے اجازت ہے تو آپ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر منتقل ہو گئے اور تمام ایام  
مرض وہیں گزارے حتیٰ کہ اسی مکان میں آپ کا وصال ہوا اور آخری آرام گاہ بھی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ بنا۔

## پانچواں باب

### صدیق اکبر کی تیمارداری

ابن سالم کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ  
آپ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ میں آپ کی تیمارداری کروں اور آپ کی خدمت سرانجام دوں تو آپ نے فرمایا اے  
ابو بکر میں نے اپنی ازواج کو اور بنات کو اپنی خدمت اور علاج معالجہ کی تکلیف اسیلے دی ہے کہ اگر میں ان سے الگ رہ کر علاج  
کراتا ہوں تو ان کے رنج و غم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ تمہارے حسن نیت اور اخلاص کی بدولت اللہ تعالیٰ نے تمہارا  
اجر و ثواب اپنے ذمہ کرم پر لے لیا ہے۔

# چھٹا باب

## ایام مرض میں ازواج مطہرات کی خدمت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف بدن کا حال یہ تھا کہ چلنا آپ کے لیے مشکل تھا مگر پھر بھی آپ نے ازواج مطہرات کے درمیان مساوات اور تقسیم ایام کا لحاظ رکھا حتیٰ کہ آپ کو اٹھا کر ایک گھر سے دوسرے گھر لے جایا گیا۔

## سائوال باب

### شدت مرض

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے اظہار درد اور بستر پر لوٹنا شروع فرمایا۔ میں نے عرض کیا اگر ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ آپ نے فرمایا جتنا ایمان کامل ہوگا اتنی ہی تکلیف زیادہ ہوتی ہے لہذا جتنا درد مجھے ہے اتنا درد کسی کو نہ ہوا (اور نہ ہوگا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا آپ کو عارضہ تپ لاحق تھا۔ میں نے جب اظہار کو ہاتھ لگایا اور عرض کیا آپ کو تو شدید بخار لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ مجھے اتنا تپ لاحق ہوتا ہے۔ جتنا کہ تم میں سے دو شخصوں کو! میں نے عرض کیا یہ فرق تکلیف میں اس لیے ہے کہ آپ کے لیے اجر بھی دوگنا ہے؛ آپ نے فرمایا ہاں! مجھے تم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ روئے زمین پر جس مسلمان کو بھی کسی قسم کی تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ مرض ہو یا اس کے علاوہ کائنات چھینے یا چھوٹی کاٹنے کی تکلیف تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے عوض اس کے گناہ اس طرح دور فرماتا ہے کہ جیسے درختوں سے پت جھڑکے موسم میں پتے گرتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت درد کا غلبہ زیادہ ہو۔ بلکہ سب سے زیادہ یہ درد اور تکلیف آپ کو درپیش ہوتی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ پر شدت تپ کی وجہ سے لرزہ کی حالت طاری تھی اور ہم میں سے کوئی شخص آپ کے جبداظہر پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ ہم نے یہ کیفیت دیکھی تو سبحان اللہ،

بسم اللہ کتنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کسی پر شدید ابتلا نہیں ہوتا اور جس طرح ہم پر تکلیف شدید مسلط کی جاتی ہے اسی طرح ہمیں احسب و ثواب بھی زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔

سوال: اکابرین پر شدت درد و الم کی وجہ کیا ہے؟

جواب: علامہ ابن عقیل اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں چند پوشیدہ جواہر اور صلاحیات و استعدادات رکھی ہوتی ہیں جن کو ان تکالیف و شدائد کے تسلط کے ذریعے ظاہر فرماتا ہے اور انکو تکالیف میں مبتلا فرما کر توفیق صبر اور رضا بالقضاء عطا فرما کر آنے والے لوگوں کے لیے سامان عبرت اور موجب رشد و ہدایت بناتا ہے کہ جب تکالیف ایسے مقبولان خداوندی کو پیش آسکتی ہیں تو تم کون ہو کہ تمہیں کوئی عارضہ لاحق نہ ہو جب انہوں نے صبر و رضا کا پیکر بن کر ہنسی خوشی سے ان کا استقبال کیا ہے تو تمہیں بھی جزع و فزع سے گریز کرنا چاہیے اور پیکر صبر و رضا بن کر اوقات ابتلا کو گزارنا چاہیے۔

ابو عبیدہ کی پھوپھی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم چند عورتیں بارگاہ نبوی میں عبادت کے لیے حاضر ہوئیں کیا دیکھتی ہیں کہ مشکیزہ لٹکا ہوا ہے جس کے قطرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر پر پڑ رہے ہیں اور تپ کی شدت کو کم کیا جا رہا ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے یہ تکلیف دور فرمادیتا۔ آپ نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ ابتلا و تکالیف کا شکار انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد دوسرے درجہ میں ہیں اور پھر وہ جو تیسرے درجہ میں ہیں۔ و علیٰ ہذا القیاس اور ابتلاء و امتحان میں پیکر صبر و رضا بنانا ہے اور جزع و فزع کا اظہار ممنوع و حرام ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت وصال میں دیکھا۔ آپ کے قریب پانی کا ایک پیالہ پڑا ہوا تھا جس میں ہاتھ مبارک ڈال کر تر فرماتے اور پھر چہرہ اقدس پر ملتے۔ اور بارگاہ خداوندی میں التجار کرتے۔ "اللہو اعنی علی اسکرات الموت"۔ لے اللہ اسکرات موت اور اس حالت میں طاری ہونیوالی غشی اور مدہوشی میں میری اعانت و امداد فرما۔ عہ

عہ عند الموت شدائد اور سکرات کا طاری ہونا نظر عوام میں مستبعد ہوتا ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسی بنا پر فرمایا کہ سرور عالم حبیب کرم علیہ السلام کی شدت موت دیکھنے کے بعد میں سہولت انتقال کرنے والوں کی موت پر رشک نہیں کرتی۔ لیکن ظاہر ہے عام اموات پر طاری ہونے والی شدتوں کو سید الملق علی الاطلاق کے سکرات موت سے کیا نسبت اور مماثلت اور حقیقت میں کیا مناسبت۔ شیخ محقق علیہ الرحمہ نے بعض عرفاء سے سکرات اور شدائد کے گیارہ وجوہ نقل فرمائے ہیں۔ خوف طوالت کے پیش نظر چند ایک بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جامع المقائق ہے اور مشا و جودات اہلیہ و فرعیہ اور صحیح حقائق جواہر و اعراض ارواح و اجسام میں ساری



حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں کسی بھی ایسے شخص کی موت پر رشک نہیں کرتی جو تکلیف اور درد الم کے بغیر فوت ہو جائے جب سے کہ میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال اور آپ کو پیش آنے والی تکلیف اور شدت کو دیکھا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وصال کے اندر شدید کرب لاحق ہوا تو حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا: "واکرباہ لکربک یا ابتاہ" اے اباجان تمہارے درد و کرب کی وجہ سے مجھے کس قدر درد و کرب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: "لا کرب علی ابیک بعد الیوم" آج کے بعد تمہارے باپ پر کوئی درد الم اور رنج و کرب نہیں ہوگا۔ تحقیق تمہارے اباجان کو وہ مرحلہ اجل درپیش ہے جو ہر ایک کو لاحقہ پیش آتا ہے اور کسی کو چھوڑنے والا نہیں ہے اور بعد ازاں قیامت کو سب کا باہم اجتماع ہوگا۔ ف

اور حلول فرزند ارواح اقدس کا جد اطہر سے جدا ہونا گویا ہر روح کا اپنے اپنے جسد سے جدا ہونا ہے اگر اس حقیقت کو مد نظر رکھ کر دیکھیں تو آپ پر ظہری ہونے والی شدت اندک از بسیار ہے اور قطرہ از بحارہ (۲) ان لمحات میں جملہ کمالات کی تکمیل کرائی جا رہی تھی۔ تجلیاتِ محمدیت۔ تنزلاتِ احدیت اور دیگر علوم و اسرار اور مشاہدات سے آپ کو نوازا جا رہا تھا۔ روح اقدس طلب مزید کے درپے تھی اور نطق بشریت ان کے تحمل سے مضطرب لہذا عالم عیان میں صورت سکرات نمودار ہو رہی تھی (۳) وقت وصال قریب تھا اور تقابلاً بارئیتعالیٰ کا مرحلہ نزدیک اور جو شخص معرفت باری اور عبودیت میں کامل ہوگا اور جلال باری کے مقابل اتنا ہی خضوع و خشوع اور خوف و خشیت کا اظہار کرے گا اتنا ہی بخشش امثالاً من عبادہ العلماء اسی لیے فرمایا گیا اور کوئی شخص یہ الانبیاء امام المرسلین علیہ السلام سے اکمل نہ معرفت الوہیت میں ہے اور نہ عبودیت میں اور نہ ہی ہو سکتا ہے لہذا آپ پر سب سے زیادہ کیفیت خضوع و خشوع اور خوف و خشیت نمودار ہونی ضروری تھی جس نے صورت سکرات اختیار کر لی۔ ہم جتنا اختیار ملوک و سلاطین کسی کو تفویض کرتے ہیں بوقت حساب اتنے ہی خوفزدہ ہوتے ہیں اگرچہ حساب پاک ہی کیوں نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کردہ سلطنت و مملکت کا دائرہ انتہائی وسیع تھا لہذا اندیشہ سوال و جواب کے تحت فی الجملہ ہیبت و دہشت احکم الحاکمین کا ظہور ضروری تھا اگرچہ اعلان مغفرت و بخشش ہو چکا تھا اور لائٹس عن اصحاب الجہیم فرما کر حساب کتاب سے درگزر کا اعلان فرمایا گیا تھا (۵) روح و جسد اقدس میں کمال ربط و تعلق اور محبت و عشق تھا اور وصال موجب انقطاع تعلق تھا لہذا اس جدائی کا الم اور درد فراق بصورت سکرات نمودار ہو رہا تھا (۶) یہ اضطراب و شدت دراصل مجبان بارگاہ و رسالت اور عاشقان جناب محبوبیت کا اضطراب تھا جو ذات محبوب سے کمال تعلق کے پیش نظر اس آئینہ حق نما اور حقیقت کتا سے نظر آ رہا تھا۔ تعلق الوہیت اور شوق رفیق اعلیٰ عالم بالا کی طرف کشش کر رہا تھا اور عشاق و مجبان زار کا تعلق عالم دنیا کی طرف کشش کر رہا تھا اور اس کشاکش اور تفاعل نے صورت سکرات موت اختیار کر لی تھی۔ ہذا واللہ و سولہ اعلم۔

ف۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وقت اجل کا تفصیلی علم تھا اور حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کو صراحتاً فرمایا کہ کل نیرا وصال ہو جائیگا اور یہ تکلیف اور شدت ختم ہو جائے گی۔

# آٹھواں باب

## وصیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پڑے اور آپ کا دور و شدت اختیار کر گیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھ پر سات مشکیزوں سے پانی ڈالو جن کے منہ بند کر کے یہاں لایا گیا ہو۔ امید ہے کہ میری طبیعت سنبھل جائے گی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کر سکوں گا۔

ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بڑے لگن میں بٹھایا۔ پھر پانی پلٹنا شروع کیا حتیٰ کہ آپ نے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا کہ تم نے حق خدمت ادا کر دیا ہے اور اب میری طبیعت سنبھل گئی ہے۔ پھر آپ مسجد شریف میں تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو نماز پڑھانی اور خطبہ دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا کہ مجھ پر ایسے سات مشکیزوں کا پانی ڈالو جو سات کنوؤں سے بھر کر لائے گئے ہوں تاکہ میں لوگوں کے پاس جاؤں اور ان کو وعظ و نصیحت کروں۔ آپ فرماتی ہیں۔ ہم نے آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بڑے لگن میں بٹھایا اور آپ پر پانی ڈالا۔ آپ نے راحت محسوس فرمائی۔ حجرہ مبارکہ سے نکلے۔ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالائے۔ شہداء احد کے لیے مغفرت اور ترقی درجات کی دعا فرمائی پھر بعد از حمد و ثناء ارشاد فرمایا انصار میرا قیمتی سرمایہ ہیں اور محل اسرار انہیں کے پاس ہجرت کر کے میں نے سہارا لیا۔ لہذا ان کے عزت والے افراد کی عزت کرنا اور محسنین اور کرم پیشہ افراد کے احسان اور شہوہ جو دو کرم کو نگاہ قبولیت سے دیکھنا اور اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو تو ان سے درگزر کرنا بشرطیکہ وہ حسبِ حدود کے ضمن میں نہ آتا ہو۔

غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں میں سے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ وہ چاہیں تو دنیا میں رہیں اور اگر چاہیں تو عند اللہ ابدی و سرمدی نعمتوں کو اختیار کر لیں اور بالخصوص تقاد باری کو تو اس عبدِ مخصوص نے قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے اور اس کے ہاں جو نعمتیں ہیں انہیں دینی و دنیوی نعم پر ترجیح دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس اعلان کو سنا تو سمجھ لیا کہ جس عبد کو اختیار دیے جانے کی خبر آپ دے رہے ہیں وہ عبد آپ ہی ہیں اور آپ نے دارِ آخرت کو اختیار فرمایا ہے تو آپ رونے لگے اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر خدا ہوں۔ صحابہ میں سے بعض نے کہا دیکھو یہ شیخ کیسا عجیب ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عبد کی بات کر رہے تھے اور یہ رورہے ہیں اور آپ پر ماں باپ کو خدا کر کے آپ کی جان بچانے کی خواہش و تمنا کا اظہار کر رہے ہیں بعد میں جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم داغ مفارقت دے گئے تب

معلوم ہوا کہ ابو بکرؓ سب سے زیادہ علم والے تھے اور رازدار نبوت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کی حالتِ غم و اندوہ کو دیکھا تو فرمایا اے ابو بکر سکون و اطمینان سے کام لو (اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے اور اشاروں اشاروں میں ان کی غلافنت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا اس مسجد کی طرف کھلنے والے سبھی دروازے بند کر دیے جائیں ماسوا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازہ کے (کیونکہ انہیں نماز پڑھانے خطبہ دینے اور امور سلطنت کی انجام دہی کے لیے بہت زیادہ مسجد میں آمد و رفت کی ضرورت ہوگی لہذا ان کا دروازہ مسجد کی سمت کھلا رہے) ساتھ ہی ان کے حق خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا میں ابو بکر سے بڑھ کر کسی کو اپنے حقوق محبت ادا کرنے والا نہیں جانتا سب سے بڑھ کر انہوں نے میرے حقوق خدمت کو ادا کیا ہے۔

## نوال باب

### اپنی ذات اقدس کو قصاص کیلئے پیش فرمانا

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے جبکہ آپ کو سخت بخار تھا اور سر اقدس کو شدت درد کی وجہ سے باندھا ہوا تھا میں نے اٹھ کر استقبال کیا تو آپ نے فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لے میں نے دست اقدس کو تھاما آپ چلتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے حتیٰ کہ منبر تشریف پر جلوہ فرما ہوئے پھر فرمایا لوگوں میں اعلان کر دو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور خطاب فرمانا چاہتے ہیں فوراً حاضر ہو جاؤ۔ اعلان سنتے ہی سبھی لوگ حاضر خدمت ہو گئے آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! میرا تمہارے درمیان سے اٹھ جانے کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں نے جس کی پشت پر بلا حکم شرع بتقاضائے بشریت کوڑے لگائے یوں تو اس کے لیے میری بیٹی حاضر ہے وہ اپنا قصاص لے لے اور میں نے جس کا مال لیا ہو تو یہ میرا مال حاضر ہے وہ اپنا حق وصول کرے اور جس شخص کو میں نے گالی دی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بھی مجھے وہی کلمات کہہ کر اپنا قصاص لے لے اور کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور کبیدگی خاطر سے خوفزدہ ہوں۔ ان معاملات میں ناراضگی اور غم و غصہ کا اظہار نہ میری طبیعت کا مقتضی ہے اور نہ میری یہ شان اور مقام۔ سب سے زیادہ محبوب اور پیارا میرے نزدیک وہی شخص ہے جو اپنا قصاص مجھ سے وصول کرے یا پھر بطیب خاطر مجھے بخش دے اور برافروزی قیامت مطالبہ سے دست بردار ہو جائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ تو میری جان پر کوئی گرائی نہ ہو اور کسی طرح کا بوجھ، بلکہ طیب نفس کے ساتھ وہاں حاضر ہوں۔

اور میرا خیال یہ ہے کہ محض ایک بار کتنا کافی نہیں ہوگا بلکہ بار بار کہتا پڑے گا اور اس ضمن میں مزید تاکید کرنی پڑے گی۔

پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے نماز ظہر اور افرائی اور دوبارہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور پہلے کلام کا اعادہ پھر فرمایا اور لوگوں کے اس توہم کا ازالہ فرمایا کہ کوئی شخص مجھ سے قصاص طلب کرے گا تو میرے دل میں اس کے متعلق کبیدگی اور ناپسندیدگی ہوگی۔

ایک شخص اٹھا اور عرض کیا آپ اتنی تاکید فرما رہے ہیں اور پر زور مطالبہ صرف اس لیے میں یہ جسارت کر رہا ہوں کہ میرے تین درہم آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے فضل سے تین درہم دے دیجئے پھر ارشاد فرمایا اے لوگو جس پر کوئی چیز واجب و لازم ہے وہ اُسے فوری طور پر ادا کر دے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ تو دنیا میں ذلت و رسوائی اٹھانا ہے کیونکہ دنیا کی فضیلت اور رسوائی آخرت کی فضیلت و رسوائی سے سہل ہے ایک اور شخص اٹھا اس نے عرض کیا میرے پاس تین درہم ہیں جو میں نے بیت المال سے بطور خیانت لیے تھے۔ آپ نے فرمایا کیوں لیے تھے؟ عرض کیا میں ضرورت منداور محتاج تھا آپ نے حضرت فضل کو فرمایا اس سے تین درہم وصول کر لو۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں موٹا اور بھاری جوتا پہننے ہوئے تھا اور میرا پاؤں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر آگیا جن دونوں آپ غزوہ خیبر کے سلسلہ میں خیبر کے علاقہ میں تشریف فرما تھے اپنے اپنے عصا مبارک کے ساتھ مجھے چوکا دیا اور فرمایا بسم اللہ، تو نے مجھے درود المہینچا پایا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ساری رات اپنے آپ کو کلامت کرتے اور کوستے ہوئے گزاری کہ تو نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو درود اور تکلیف پہنچائی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نے وہ رات کس طرح بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ ایک شخص میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔ کہ عبداللہ بن ابی بکر کہاں ہے؟ میں نے سوچا مجھ سے غلطی ہوئی اسی وجہ سے مجھے تاویب کے لیے طلب کیا جا رہا ہے۔ میں سخت خوفزدہ اور ڈرا سہا ہوا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ سر ابارحمت اور محرم عفو و مغفرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے جوتے کے ساتھ کل میرا پاؤں روند ڈالا اور مجھے ایذا اور تکلیف پہنچائی۔ میں نے تجھے عصا کے ساتھ سخت چوکا دیا اور تجھے تکلیف پہنچائی میں اس کا تجھے یہ بدلہ دیتا ہوں کہ اسی بھیڑ بکریاں لے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی تو صحابہ کرام عظیم الرضوان اکٹھے آپ کی بارگاہ میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے آپ کے ارد گرد گھیرا ڈال لیا اور سخت ازوہام کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ آپ کے دست اقدس میں کھجور کی شاخ تھی جس کے کانٹے الگ کیے جا چکے تھے صرف ایک کانٹا رہ گیا تھا جس کو ہم نے دیکھا نہیں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چھڑی مجھ سے دور کر لو کیونکہ تم نے مجھ پر ازوہام کر رکھا ہے تو اس سے کہیں کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب آپ وہ چھڑی صحابہ میں سے ایک شخص کے حوالے فرما رہے تھے تو اس کا کانٹا ایک شخص کے پیٹ میں جھپا اس سے اس کا خون نکل آیا۔ وہ شخص بھیڑ سے باہر نکلا تو کمر رہا تھا۔ یہ ہے سلوک تیرے نبی کا میرے ساتھ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن لی۔ اُسے پکار کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آیا یہ درست ہے کہ میں نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے اور خون آلود کیا ہے؟ اس نے عرض کیا جی حضور! یہ حقیقت ہے اور امر واقعہ۔ آپ نے فرمایا تو اب تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے عرض کیا میں بدلہ لینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے وہ چھڑی اسے دی اور اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا الگ کیا۔ اس نے شاخ خرما کو پھینکا اور حبیب مکرم شفیق منعم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر نائف کی جگہ کا بوسہ لینے لگا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم ہر وقت آپ کی خاطر سربکھت رہتے ہیں۔ ہم کون ہیں کہ آپ سے بدلہ لیں، میرا نقطہ یہ مقصد تھا کہ میں اس بہانے شرف شکم بوسی حاصل کر سکوں۔ اور میرے اس مطالبہ اور آپ سے بدلہ دینے کے لیے آمادگی سے آنے والے جباروں کو سامان عبرت حاصل ہو جائے گا اور وہ ایسے مطالبات سے ناک بھوں نہیں چڑھائیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے ایک ضعیف و ناتواں شخص کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی کام تھا اور حاجت و مقصد۔ اس نے آپ سے خلوت میں ملاقات کرنا چاہی تاکہ اپنی حاجت پیش کر سکے۔ اور ان دنوں آپ بطحار مکہ میں لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالے تھے۔ رات کو کعبہ مبارکہ کے گرد طواف فرماتے اور سپیدہ سحر نمودار ہوتا تو نماز فجر ادا کرتے۔ ایک رات طواف میں آپ کو دیر لگ گئی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ جب آپ سواری پر سوار ہو کر لوٹنے لگے وہ شخص آگے آکر اونٹنی کی مہار بچکا کر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے آپ نے فرمایا تو عنقریب اپنی حاجت کو پالے گا اور تجھے اس عرض کے پیش کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اب مجھے نماز کے لیے جلدی ہے۔ لہذا مہار چھوڑ اور الگ ہو جا جب اس نے مہار چھوڑنے اور بیٹھنے کا نام نہ لیا اور آپ کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے روکے رکھے گا اور نماز میں تاخیر ہو جائے گی تو آپ نے اُسے چھڑی کے ساتھ ہلکی سی ضرب لگائی اور آگے گزر گئے۔ نماز فجر ادا فرمائی سلام پھیرا تو قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور جب آپ منہ مبارک صحابہ کی طرف پھرتے اور ادھر متوجہ ہو کر بیٹھتے تو سب کو معلوم ہو جاتا تھا کہ نیا واقعہ پیش آیا ہے لہذا وہ سبھی آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ اب کے بھی یہی ہوا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا وہ شخص کہ ہر ہے جس کو ابھی ابھی چھڑی لگی تھی اور اُسے تکلیف پہنچی؟ کوئی نہ بولا۔ آپ نے اپنا سوال دہراتے ہوئے فرمایا کہ وہ شخص اگر یہاں ہے تو کھڑا ہو جائے چنانچہ وہ شخص اٹھا اور عرض کرنے لگا۔ اعوذ باللہ، ثوبہ رسولاً۔ میں اللہ تنائے کی پناہ طلب کرتا ہوں اور بعد ازیں اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ بتکرار قریب ہونے کا حکم فرمانے لگے جب وہ قریب آگیا تو آپ اُس کے سامنے بیٹھ گئے اور چھڑی اس کے ہاتھ میں تھا کہ فرمانے لگے میں نے جو تجھے مارا ہے اس کے عوض مجھے چھڑی سے مار لے اور اپنا بدلہ لے۔ اس نے عرض کیا "پناہ بخدا کہ میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑی سے ماروں اور تکلیف پہنچاؤں۔ آپ نے فرمایا یا بدلہ لے یا معاف کر۔ اگر معاف نہ کرے تو پھر بدلہ لینا پڑے گا۔ اس نے چھڑی ہاتھ سے پھینکتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔

اسی دوران حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ کو

یاد ہو گا کہ لیلۃ عقبہ میں میں آپ کی سواری کو ہانک رہا تھا اور آپ حالت نیند میں تھے سواری کو پیچھے سے ہانکتا تو وہ سست کام ہو جاتی اور جب مہار پکا کر چلنے لگتا تو وہ راستہ سے دائیں بائیں دوڑنے لگتی۔ اس دوران میں نے آپ کے جہد اطہر کو چھڑی لگاتے ہوئے عرض کیا تھا۔ جاگئے قوم آپ تک پہنچنے ہی والی ہے اور آپ نے فرمایا تھا تجھے کوئی خوف و خطر نہیں رکھنا چاہیے۔ یا رسول اللہ یہ چھڑی حاضر ہے۔ آپ مجھ سے بدلہ لے لیں۔ آپ نے فرمایا میں نے معاف کیا۔ انہوں نے عرض کیا آپ بدلہ لیں مجھے بدلہ دینا زیادہ پسند ہے۔ ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھڑی لگائی۔ میں نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چھڑی لگانے کی وجہ سے کراہ رہے تھے۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ بخدا اگر کوئی مومن دوسرے پر ظلم و زیادتی کرے گا۔ اور دست تعدی دراز کرے گا تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا۔

محمد بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے حورانہ کی طرف اونٹنی پر سوار جا رہے تھے اور ابو زبیم آپ کے ہمراہ تھے فرماتے ہیں کہ میرے جوتے کا کنارہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مبارک پر لگاؤ شدید درد پہنچا۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اپنا پاؤں مجھ سے دور رکھ اور میرے پاؤں پر چھڑی بھی ماری اور مجھے پیچھے ہٹا دیا اس کے علاوہ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ البتہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کہیں قرآن کریم کی آیات نہ نازل ہوں جن میں میری اس حرکت پر تغلیظ و تشدید ہو۔ صبح ہوئی تو میں سواریوں کو چرگاہ کی طرف لے گیا حالانکہ چرانے کی باری میری نہیں تھی صرف اس اندیشہ کے پیش نظر کہ آپ کا آدمی مجھے بلانے نہ آجائے اور آپ مجھ پر ناراضگی فرمائیں جب شام کو سواریاں چرا کر واپس لایا تو اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو نہیں؟ انہوں نے بتلایا کہ آپ نے مجھے طلب فرمایا تھا میں حاضر خدمت ہوا جب کہ میں سزا کا انتظار کرنے والا تھا۔ مگر بیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر تکلیف پہنچائی اور میں نے تجھے چھڑی مار کر تکلیف پہنچائی۔ یہ بھیڑ بکریوں کا لگہ اس تکلیف کے معاوضہ اور کفارہ کے طور پر تجھے دیتا ہوں انہیں لے جا۔ فرماتے ہیں محض آپ کا راضی ہو جانا میرے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر اور مرغوب و محبوب تھا مگر آپ نے عفو و درگزر کے ساتھ انعام و اکرام سے بھی نوازا اور جب آپ نے غزوہ تبوک کا ارادہ فرمایا تو انہیں کو اپنا سفیر بنا کر ان کی قوم کی طرف بھیجا تاکہ انہیں جہاد میں شمولیت کی دعوت دے اور آمادہ کر لے۔

# سوال باب

## امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت مرض بارہ اور ایک قول کے مطابق چودہ دن تھی۔ آپ ان دنوں میں بھی بنفس نفیس نماز پڑھاتے رہے البتہ تین دن مسجد میں تشریف نہ لائے اور فرمایا کہ ابو بکر صدیق کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض برپا ہوا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ابو بکر صدیق سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابو بکر بہت نرم دل انسان ہیں اور آپ کی بیماری پر بہت ہی زیادہ پریشان رہے جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو نہ قرأت کر سکیں گے نہ ہی لوگ سن سکیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے، آپ نے فرمایا نہیں نہیں ابو بکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ حضرت ابو بکر کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا ابو بکر صدیق بہت غمزہ میں اور جب وہ آپ کے صلی پر کھڑے ہوں گے تو قرأت نہیں کر سکیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم فرماتے۔ آپ نے فرمایا تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی زیارت کر نیوالی اور اپنے ہاتھ کاٹ دینے والی عورتوں کی مانند ہو۔ ابو بکر سے ہی کہو کہ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی حضرت ابو بکر صدیق کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ انہوں نے نماز پڑھانی شروع فرمائی۔ اسی دوران رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سکون محسوس کیا تو آپ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے حجرہ مبارکہ سے باہر نکلے۔ آپ نے دونوں ہاتھ مبارک دو آدمیوں کے کندھوں پر رکھے اور پاؤں مبارک پورے طرح اٹھتے نہیں تھے بلکہ زمین پر گھسیٹ کر رکھنے کی وجہ سے کھیریں بنتی جا رہی تھیں جب آپ مسجد میں داخل ہوئے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاؤں مبارک کی آہٹ سنی اور آپ کی آمد کو محسوس کیا تو پیچھے بٹنے لگے۔ آپ نے دست اقدس سے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ آپ اگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ عنہ کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ وہ کھڑے رہے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صیب پاک علیہ افضل الصلوات کی اقتدار کر رہے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت صدیق کی یعنی حضرت صدیق کبر تھے اور تکبیر کہہ کر صحابہ کرام کو سرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

عہ بنی ان زمان مہر کی طرح اپنی بات پر اڑی ہوئی ہو اور جس طرح وہ بظاہر زلیخا کو ملامت اور نصیحت کرتی تھیں اور دراصل خود مشتاق دیدار تھیں۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

کے رکوع و سجود کی خبر دے رہے تھے (بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حبیب کریم علیہ السلام کے ایام مرض میں نماز ادا کرتے رہے حتیٰ کہ سوموار کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا جو کہ نماز میں صغیر باندھ کر کھڑے تھے اور حضرت صدیق کی اقتدار میں نماز ادا کر رہے تھے ہم نے آپ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو چہرہ النوریوں معلوم ہوا گویا کہ وہ ورق مصحف ہے۔ آپ نے صحابہ کو عبادت خدا میں مصروف دیکھا اور صدیق کی اقتدار میں نماز پڑھتے دیکھا تو اظہارِ رضا و پسندیدگی فرماتے ہوئے مسکرائے (ہمیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے سے اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ ہم نے ارادہ کیا کہ نماز چھوڑ کر آپ کی خدمت اقدس میں پہنچ جائیں اور حضرت صدیق نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھانے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ اٹھ پاؤں چلنا شروع کیا تا کہ صف میں مل جائیں اور مصلیٰ آپ کے لیے خالی کر دیں۔ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز مکمل کرو اور پردہ گرادیا اور اسی دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ خالقِ جنتوں کی بارگاہِ اقدس میں جا پہنچے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

## گیارہواں باب

### تحتہ کہ خلافت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو عبد الرحمن عہ صحابہ کرام میں الرضوان کی عقیدت و محبت کا عالم یہ ہے کہ وہ سمت قبلہ یعنی جنوب سے منہ موڑ کر منبر کی طرف منوجہ ہیں۔ جدھر حجرہ مبارک کی کھڑکی سے رخ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب جہاں تاب طلوع فرماتا تھا اور نماز توڑ کر بارگاہِ اقدس کی ماضی کے لیے آمادہ تھے۔ ان کا امام مصلیٰ خالی کر رہا تھا اور آپ کی تنظیم کے لیے پیچھے بیٹھ رہا تھا۔ آپ جب دست اقدس سے اشارہ فرما رہے تھے بھی حضرات اس کو دیکھ رہے تھے مگر کسی کو یہ نہ سوجھی کہ غیر اللہ کی طرف توجہ نماز میں مبذول کرنا نماز کو شرک کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور نہ ہی رسالتِ افضل الصلوٰۃ نے آخری وقت اس شرک سے منع فرمایا اور نہ اس سے توجہ سے لوگوں کو آگاہ کیا تو معلوم ہوا حبیب خدا علیہ السلام کی طرف نماز میں منہ پھیرنا ان کیلئے صلی چھوڑنا وغیرہ نماز میں کوئی فعل پیدا نہیں کرتا لیکن نام نہاد توحید کے علمبرداروں کی سینے کہ فرماتے ہیں کہ جہل مغنیں اور بالخصوص رسالتِ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں توجہ پھیرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہو جانے سے بد جہا برابر ہے۔ لہذا بالمشاہدہ ہو۔ مرابطہ مستقیم ص ۸۶ مکتبہ سلفیہ کھل گل صحابہ اور ان کی توجہ اور کہاں ان کی یہ جسارت کہ حضور رسول علیہ السلام کو گدھے اور بیل کے خیال میں غرق ہونے سے بڑا تائیں۔ العیاذ باللہ۔ اس عبارت پر قدرے تفصیلی بحث کوثر الخیرات میں ملاحظہ فرمادیں۔ (محمد اشرف)



بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میرے پاس بکری کے شانہ والی ہڈی لاؤ یا کوئی تختی تاکہ میں ابو بکر صدیق کے لیے عمد خلافت تحریر کروں اور ان کے متعلق اختلاف کا سدباب کروں جب وہ تعمیل ارشاد اور امتثال امر کے لیے اٹھنے لگے تو فرمایا اے ابو بکر اللہ تعالیٰ اور مومن آپ کے امر خلافت میں اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے اور اس کا سدباب کر دیں گے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمان لکھنے کا ارادہ فرمایا اور ابو بکر صدیق کا ذکر اس میں نہیں ہے (مگر ناطق ساکت پر حجت ہوتا ہے اور راجح لہذا جس روایت میں آپ کے نام کی تصریح ہے اس کی رو سے مطلق اور مبہم میں بھی لامحالہ آپ مراد ہوں گے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے فرمایا آئیے میں تمہیں ایسی چیز تحریر کروں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے گھر میں چند حضرات صحابہ کرام تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا محبوب کریم علیہ السلام کو سخت درد ہے اور شدید تکلیف اور ہمارے پاس قرآن مجید فرقان حمید موجود ہے اور وہی رشد و ہدایت کے لیے کافی ہے لہذا اس شدید تکلیف کے دوران اس امر کے تحریر کرنے کی تکلیف آپ کو نہیں دینی چاہیے۔ گھر میں موجود حضرات کا باہم اختلاف ہو گیا اور نوبت صورت تک جا پہنچی بعض کہتے تھے کہ کاغذ قلم وغیرہ پیش کریں تاکہ آپ لکھ دیں اور بعض نے کہا اس وقت تکلیف دینا مناسب نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اتفاق رائے کا اظہار کیا جب اس رائے زنی میں شور و شغب زیادہ ہوا اور اختلاف بڑھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اختلاف اور شور و شغب سے ایذا پہنچی تو فرمایا باہر چلے جاؤ (اور یہ بحث مباشرتاً وہاں کرو) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کتنی بڑی مصیبت ہے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تحریر کے درمیان رکاوٹ پیدا ہو گئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہم اختلاف و نزاع اس میں آٹا بن گیا۔

۱۔ اس روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا جو مشورہ منقول ہے وہ کمال ادب و اخلاص پر مبنی ہے اور محض آپ کی ہمدی و خیر خواہی ان کے پیش نظر ہے ورنہ جو حضرات آپ کے اشاروں پر جانیں نثار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہوں وہ اس حکم کی تعمیل میں پس و پیش کیسے کر سکتے تھے اور یہ بات کسی کے گوشہ و ہم و خیال میں بھی نہیں تھی کہ آپ اس مرض میں داغ و مفارقت دے جائیں گے لہذا تا دم زلیت آپ سے استفادہ کرتے رہنے کی امید پر اس دوران تکلیف دینے سے گریز کرنے کا مشورہ دیا۔

۲۔ رہا یہ مفروضہ کہ چونکہ آپ خلافت علی المرتضیٰ لکھنا چاہتے تھے لہذا انہوں نے مخالفت کی تھی تو یہ پتا اس وقت چل سکتا تھا جب آپ کچھ تحریر فرماتے جب تحریر ہوتی ہی نہیں تو یہ علم غیب کس کو حاصل ہو گیا کہ خلافت بلا فصل ہی لکھی جانی تھی اور حضرات صحابہ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ خلافت مرتضوی کے لیے عمد لکھنا مقصود تھا لہذا یہ وجہ بالنیب ہے اور دعویٰ بلا سند و دلیل ہے۔

# بارہواں باب

## بوقت وصال صدقہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حبیب خدا سید الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار تھے جو آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے فرمائے تھے جب عارضہ مرض لاحق ہوا تو آپ نے فرمایا اے عائشہ وہ دینار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو (تا کہ صدقہ کریں) پھر آپ پر حالتِ غشی طاری ہو گئی اور حضرت صدیقہ آپ کی خدمت

۳۔ یہاں ابہام ہے اور سابقہ روایت میں حضرت صدیق کے لیے تصریح موجود ہے تو ظاہر ہے کہ اگر خلافت لکھی جانی تھی تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی لکھی جاتی۔ لہذا یہ روایت خلافت صدیق پر دلالت کرے گی اور قرآن و شواہد سے اسی کا تعین ہوتا ہے لہذا یہ اہل سنت کے مسلک کی موید ہوگی نہ کہ مخالف۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام نہیں لگایا کہ تم نے میری خلافت میں روڑے اٹکائے اور تحریر میں رکاوٹ پیدا کی تو مدعی سے گواہوں کا چیت ہونا لازم آئے گا۔ بلکہ ان سے زیادہ باخبر اور صاحبِ علم کہ انہیں اپنی خلافت کا لکھا جانا معلوم نہ ہو سکا اور نہ وہ قوتِ جبردی کو بروئے کار لاتے ہوئے ہر قیمت پر کاغذِ قلم وغیرہ پیش کرتے اور ہر رکاوٹ دور کر دیتے اور اپنی خلافت بلا فصل کا فرمان لکھوا لیتے۔

۵۔ اگر خلافت مرتضوی کا لکھ دینا امر خداوندی تھا تو نونوذ باللہ فرض رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی لازم آئے گی اور محض اپنا خیال اور رائے مبارک تھی تو اس کے مقابل آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول فرمایا اور اپنے اس ارادہ کو ترک فرمادیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق کی رائے کو قبول فرمائیں تو اور کسی کو اعتراض کا لیا حق ہے۔ نیز اگر یہ حکم خداوندی تھا تو بھی ظاہر ہے کہ وہ منسوخ کر دیا گیا ورنہ عمل نہ کرنا محال و ناممکن تھا تو جب یہ حکم ہی منسوخ ہو گیا۔ پھر وجہ اعتراض کیا؛ بلکہ جب حضرت فاروق کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ان کی اصابت رائے واضح فرمادی اور ان پر قلیلاً و تشدیداً وغیرہ نہیں فرمائی گئی تو پھر خدا اور رسول سے برہم کر حضرت علی کا ہمدرد کون ہو سکتا ہے۔ اور ان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت فاروق پر اعتراض کی مجال کے ہو سکتی ہے؛

۶۔ ضلالت و گمراہی سے بچانے کے لیے صرف تحریری ضروری نہیں تھی۔ زبانی بھی فرمایا جاسکتا تھا مگر آپ نے جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار اور سوموار کا دن امت میں گزارنے کے باوجود اور آخری خطبہ دینے کے باوجود کہیں خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں فرمایا اگر امت کی ہدایت کے لیے یہ امر لازم تھا تو تحریری طور پر نہیں تو زبانی ہی فرمادیا جاتا۔

۷۔ اگر کاغذِ قلم وغیرہ پیش نہ کرنا جرم تھا تو حضرت علی اور حضرت عباس اور دیگر افراد اہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق کیا حکم ہوگا۔ اگر وہاں حاضر

میں مشغول رہیں اور اس حکم کی تعمیل نہ ہو سکی جب آپ کو ذرا فرصت ملی تو وہ دینار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے اور انہوں نے صدقہ فرما دیے جب سوموار کی رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت احتضار طاری ہوئی اور وصال کا وقت قریب آ پہنچا تو گھر میں چراغ روشن کرنے کے لیے روغن موجود نہیں تھا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنا دیا ایک عورت کے پاس بھیج کر فرمایا اس میں گھی کے چند قطرے ڈال دے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حالت احتضار طاری ہے۔ اور روشنی کا انتظام نہیں ہے۔

مطلب بن حنطب سے مروی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینہ اقدس کے ساتھ سہارا دے کر بٹھائے ہوئے تھیں تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا۔ اس سونے اور دیناری سکوں کا کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو صدقہ کرو۔ اور پھر آپ پر حالت غشی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو دریافت فرمایا کیا تم نے ان کو خرچ کر دیا ہے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت میں مصروف رہی ہوں۔ آپ نے وہ دینار منگوائے۔ دست اقدس پر رکھے۔ ان کو گنا تو وہ چھتھے۔ پھر فرمایا کیا گمان ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اپنے رب کے ساتھ کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں اور ان کے ہاں اتنے دینار پڑے ہوئے ہوں۔ آپ نے وہ بھی صدقہ کر دیے اور اسی دن آپ کا وصال ہو گیا۔

نہیں ہوتے تھے اور تیار داری نہیں کرتے تھے تو اس سے بڑھ کر محل اعتراض کیا ہو سکتا ہے مگر حاضر تھے اور آپ کا فرمان سنا تھا تو ان کا اس پر عمل پیرا نہ ہونا اسی طرح قابل اعتراض ہے جس طرح باقی صحابہ کرام کا۔ تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بھی حضرت فاروق کی رائے کو قبول فرمایا تھا جب خدا اور رسول اور اہل بیت کرام بھی ان کی رائے کو قبول کریں تو کس کم بخت کو ان پر اعتراض ہو سکتا ہے رہا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اظہار حسرت فرمانا کہ کاش رکاوٹ پیدا نہ ہوتی اور تحسیر معرض وجود میں آجاتی تو یہ ان کی رائے مبارک ہے اور ظاہر ہے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ علم رکھتے تھے لہذا ان کی رائے زیادہ دقیق ہے اور ذنی۔ نیز ان کے فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ اگر وہ تحریر معرض وجود میں آجاتی تو اس میں بڑی مصلحت ہوتی اور ظاہر ہے جس کام میں مصلحت نہ ہو اس کا آپ حکم بھی کیسے دے سکتے ہیں مگر قابل غور یہ ہے کہ آپ جس امر کو ترک فرماویں وہ مصلحت سے خالی کیوں کر ہو گا بلکہ رائے کا بد کنایا امر خداوندی کا فسخ ہو جانا ترک کے مصلح اور بد رہا بہتر ہونے کی دلیل ہیں ہے اور واضح حجت و برہان۔

طاہرہ ازیں اور بھی کافی وجوہ سے جواب دیا جاسکتا ہے مگر غرض مصلحت مانع ہے لہذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ (محمد اشرف)

# تیرھواں باب

## بوقت وصال غلام آزاد فرماتا

سہل بن یوسف اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال شریف کے قریب چالیس غلام آزاد فرمائے۔

# چودھواں باب

## سید زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے وصال کی خبر دینا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چلتی ہوئی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں اور ان کی چال ڈھال بالکل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند تھی۔ آپ نے ان کو خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر ان کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں گفتگو فرمائی اور کوئی راز کی بات بتائی وہ رو پڑیں۔ میں نے کہا تمہیں محبوب کریم علیہ السلام نے اسرار کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور تم رو رہی ہو۔ پھر آپ نے دوبارہ انہیں راز کی بات بتائی تو وہ ہنس پڑیں میں نے کہا میں نے آج کے دن کی مانند کبھی خوشی کو غم سے اتنا قریب نہیں دیکھا اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا اسرار اور بھید بتائے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں آپ کی موجودگی میں آپ کے راز فاش نہیں کر سکتی جب آپ کا وصال ہو گیا تو پھر میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ نے مجھے جو راز کی بات بتلائی تھی وہ یہ تھی کہ جبریل امین علیہ السلام بہر ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے اور اس سال دوسرے دور کیا

ف۔ اس حدیث پاک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کا علم، حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کا علم اور عند اللہ ان کے منصب و مقام کا علم ثابت ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ ارشاد باری تعالیٰ تو ہا قدری نفس ہاذا تکسب غدا کما کفرت اور صرف یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے نبی محض اپنے عقل و قیاس سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ آنے والے وقت میں وہ کیا کرے گا اور اس پر کیا گزرے گی ورنہ اعلام و اطلاع باری تعالیٰ سے جانا ایسے قوی دلائل سے ثابت ہے جن کا انکار نامکن و محال ہے۔ یہی تطبیق آیات نفعی غم غیب اور آیات اثبات میں علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں بیان فرمائی ہے اور دیگر اکابرین ملت نے والحمد للہ علی ذالک۔

ہے اور میرا اعتقاد یہی ہے کہ میرا وقت وصال و وفات قریب آچکا ہے اور اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے فوت ہو کر میرے پاس پہنچو گی " و نعوذ بالسلف انا لک " اور میں تمہارے لیے بہت بہتر سلف و فرط ہوں اور تمہارے لیے سہولت کا ہر ممکن انتظام کروں گا اور ہر موجب رنج و الم اور درد و غم کو دور کرنے والا ہوں گا " میں نے آپ کے وصال کی خبر سنی تو روپڑی اور اس المناک اور موجب درد و کرب جانکاہ خبر کو سننے کی تاب نہ لاسکی تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ مومنین کی عورتوں پر جنت میں تمہیں سیادت اور سرداری عطا کی جائے۔ میں اس وقت مہنس پڑھی دہخاری و مسلم۔

## پندھواں باب

### بوقت وصال مسواک کا استعمال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خصوص انعامات میں سے یہ انعام بھی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میرے گھر میں اور میری باری میں اور ایسی حالت میں کہ آپ کی پشت مبارک میرے سینہ کے ساتھ لگی تھی اور سر ناز کندھے اور چہرہ والی ہڈی سے لگا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب دہن کو اور آپ کے لعاب دہن کو اس وقت جمع فرمایا جب کہ آپ کا دنیا میں آخری دن تھا اور آخرت کا پہلا دن تفصیل اس کی یہ ہے کہ عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے اُن کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیے ہوئے بیٹھی تھی میں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہ اقدس مسواک پر لگی ہے تو سمجھ گئی کہ آپ مسواک پسند فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ان سے آپ کے لیے مسواک لے لوں۔ آپ نے سر اقدس سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہاں! (آپ نے منہ مبارک میں ڈالی اور چبانے لگے مگر وہ سخت تھی) میں نے عرض کیا چبا کر نرم کیے دیتی ہوں میں نے مسواک دھوئے بغیر اپنے منہ میں رکھ لی اور اسے نرم کیا۔ دھونے کے لیے اٹھنا چاہتی تھی کہ آپ نے مسواک میرے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال لی اور اسے دانتوں پر پھیرنے لگے۔

آپ کے سامنے پانی کا پیالہ تھا۔ آپ اپنا ہاتھ مبارک اس میں ڈالتے پھر حیرہ اقدس پر ملتے اور فرماتے لا الہ الا اللہ

ف۔ صفاد مردہ پہاڑیاں اگر حضرت ہاجرہ کے ٹوؤں سے لگ کر رب تعالیٰ کی نشانیاں بن گئیں تو حضرت صدیقہ کی عظمت شان کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے جن کا سدا جہد اطہر محبوب خدا علیہ السلام کے جہد اطہر سے شرف و برکت حاصل کر لیا اور آپ کی دنیوی زندگی کے آخری لمحات بھی اس حال میں گزرے کہ پشت اقدس سینہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لگی ہے اور سر نازان کی گردن اور کندھے کے ساتھ تو معلوم ہوا کہ حضرت صدیقہ بالخصوص اور تمام ازواج مطہرات بالعموم شہداء اللہ میں لو سب شہداء سے برتر ہے اور ان کی تنظیم اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ (والحمد للہ علی ذالک۔ محمد اشرفیہ)۔

بے شک موت کی سکرات ہیں اور شدتیں، پھر دستِ اقدس بلند فرمایا اور فرمانے لگے: "فی الذین الاعلیٰ حتیٰ کہ آپکا وصال ہو گیا اور دستِ اقدس نیچے آگیا۔"

## سولہواں باب

### مختارِ کل

بشر بن سید سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو دنیا کو اختیار کریں اور چاہیں تو قرب خداوندی اور دارِ آخرت کو ترجیح دیں۔ تو اس عبدِ خاص اور مقبول بارگاہ نے قرب خداوندی اور دارِ آخرت کو اختیار کر لیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو نہی یہ ارشاد سنا تو رونے لگے، ہم حیران ہوئے کہ ان کے رونے کی وجہ کیا ہے، آپ نے تو ایک عہد کو با اختیار بنائے جانے کی خبر دی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ جس عبدِ مقرب کو یہ اختیار تفویض کیا گیا تھا وہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ صاحبِ علم و بصیرت تھے اور رازدارِ نبوت۔

حضرت صدیقِ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسولِ خدا علیہ التحیۃ والثناء سے سنا کرتی تھی کہ جب تک پیغمبر خدا کو دنیا و آخرت اور موت و حیات کے درمیان اختیار نہیں دیا جاتا اس کو موت نہیں آتی۔ فرماتی ہیں کہ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کو مرضِ وصال میں سخت کھانسی لاحق ہوئی تو میں نے اس دوران آپ کو فرماتے ہوئے سنا: "مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین وحسن اولئک رفیقاً" مجھے ان لوگوں کی معیت و رفاقت حاصل ہو۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے یعنی انبیاء و مرسلین اور صدیقین و شہداء اور صلحین و کاملین کا اور وہ مہبت ہی اچھے رفقاء ہیں۔ تو میں نے یقین کر لیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے اور آپ نے دارِ خانی کی بجائے دارِ آخرت اور مشربِ خداوندی کو اور انبیاء و صدیقین اور شہداء و صلحین کی معیت و رفاقت کو اختیار کر لیا ہے۔

فلا ہر شخص کی موت کا وقت معین ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر کا احتمال نہیں ہے۔ اذا جاء اجلہم لا یتاخرون ساعتاً ولا یستقدمون۔ مگر کوئی جبراً ذکر ہا فوت کیا جاتا ہے اور ناچار رختِ سفر باندھتا ہے اور کوئی مقدس و مقرب شخص ایسا ہوتا ہے۔ جس کو با اختیار کر دیا جاتا ہے اور وہ بخوشی قرب خداوندی اور دارِ آخرت کو اختیار کرتا ہے۔ دو ذمالتوں میں جو بعد بید ہے اور فرق بین ہے وہ کسی بھی صاحبِ علم و بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انتقال تو ہر ایک کا ہوتا ہی ہے مگر بخوشی کون اس دار کی طرف منتقل ہوتا ہے اور

## سترھواں باب

### وصیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول کریم علیہ السلام میرے ماں باپ اور میری جان آپ پر فدا ہونے اپنے وصال شریف سے ایک ماہ قبل ہمیں اپنے قرب وصال کی خبر دی اور جب جدائی کا وقت قریب آیا تو آپ نے ہمیں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بلایا اور ہمیں مرجا اور خوش آمدید کہا اور دعا دیتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامت رکھے۔ تمہاری حفاظت و نگہبانی فرمائے اور تمہارے درجات و مراتب بلند فرمائے۔ تمہارے نقصان اور خسارہ کو پورا فرمائے اور رزق و اولاد نفع و فائدہ سے بہرہ ور فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی خصوصی وقایت و پناہ سے نوازے اور دامن لطف و کرم میں جاگے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے تمہارے تحفظ و نگہبانی کی التجار کرتا ہوں۔ اور اسے تمہارا محافظ و نگہبان بناتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں۔ کیونکہ میں اس کی طرف سے تمہارے لیے

باکراہ و جبر کون؟

۱۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ موت و حیات انبیاء علیہم السلام کی اختیاری ہے تو باقی منافع اور مضار کا حال بھی یہی ہے اور امراض و اعراض کا اور فرمان خداوندی قل لا املک لنفسی ضراً ولا نفعاً کا مطلب یہ نہیں کہ بطار الہی بھی اس کا مالک نہیں ہوں بلکہ محض اپنی ذاتی قدرت و طاقت سے ان امور پر دسترس نہیں رکھتا ہاں اس کی عطا سے زندگی و موت اور جملہ امور پر ملکیت اور تصرف و تسلط حاصل ہے اور الا ماشاء اللہ کا استثناء اس پر شاہد عدل ہے۔

۲۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ اختیار مل جانا اور بات ہے اور اسے استعمال فرمانا دوسری بات۔ دنیوی زندگی کو ترجیح دینے کا اختیار ہے اور نایام قیامت دنیا میں رہنے کا مگر اسے استعمال نہیں فرمایا لہذا کسی بھی جگہ اختیار کے عدم استعمال سے عدم اختیار پر استدلال درست نہیں ہے۔

۳۔ یہ تو ہم بھی مندرج ہو جائے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم ہو مسجد میں شہید کر دیے جائیں گے تو مسجد کی طرف جاتے ہی کیوں وغیرہ وغیرہ کیونکہ راہ فرار موت سے اختیار کرنے والے اور ہی اور موت کے انتظار میں ایک ایک لمحہ گن گن کر کاٹنے والے اور جن کے لیے دنیا جنت ہے وہ تو اسے اختیار کریں گے مگر جن کے لیے یہ قید خانہ ہے اور موت کے لیے خلاص حاصل ہوتی ہے تو وہ موت کو اس سے

بھی زیادہ پسند کریں گے جیسے کہ بھوکا بچہ ماں کے دودھ کو دنیا میں المومن و جنتہ الکافر۔ لہذا ان کا ملین کا معاملہ اور ہے اپنے آپ پر ان کو نہیں نہ کرنا چاہیے۔ کارِ پا کاں را قیاس از خود دیگر

زاں کہ باشد در نوشتن شیر و شیر

(محمد اشرف علی عثمان)

نذیرینا کر بھجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے عباد میں اور بلا میں سرکشی سے کام نہ لیتا کیونکہ اس نے تمہیں اور مجھے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ دارِ آخرت کا مالک ہم انہیں لوگوں کو بنائیں گے جو زمین میں نہ تمرو سرکشی کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ فساد و خونریزی کا۔ اور حسنِ عاقبت متیقن کے لیے ہے۔ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ آیا متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟ اَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِرِينَ!

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا وصال کب ہے اور کس وقت میں؟ آپ نے فرمایا تم سے جدائی کا وقت اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور بازگشت کا وقت قریب آچکا ہے جنتِ المادئی اور سدرۃ المنتہیٰ تک رسائی اور رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ لاحق ہونے کا وقت قریب ہے۔ لبریز پہنچنے اور عیشِ دوام اور حظِ ادنیٰ حاصل کرنے کا وقت نزدیک آ پہنچا ہے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا؟ آپ نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریب ترین افراد! ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کفن کن کپڑوں میں دیں؟ تو فرمایا اگر چاہو تو میرے انہیں کپڑوں میں یا مصری کپڑوں میں اور چاہو تو یمانی چادروں میں۔

ہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ پر نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے بہتر جزا فرمائے۔ آستگی اور حوصلہ مندی سے کام لو جب مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میری اسی چارپائی پر قبر کے کنارے اسی مکان میں رکھ دینا اور ایک ساعت کے لیے باہر نکل جانا۔ کیونکہ پہلے پہل مجھ پر میرا حبیب و خلیل حضرت جبرئیل نماز جنازہ پڑھے گا اور میکائیل و اسرافیل پھر ملک الموت اور ان کے ہمراہ فرشتوں کی بہت بڑی جماعتیں ہوں گی۔ پھر فوجِ درفوج اور گروہ درگروہ مجھ پر داخل ہوتا اور صلوة و سلام پڑھتے رہنا۔ اور مجھے رونے والی اور آہ و زاری کرنے والی عورتوں کے ذریعے ایذا و تکلیف نہ پہنچانا (بلکہ انہیں روکنا اور اس سے دور رکھنا) چاہیے کہ مجھ پر سب سے پہلے میرے اہل بیت کے مرد نماز پڑھیں اور بعد ازاں ان کی عورتیں اور اس کے بعد تم نماز پڑھنا اور صلوة و سلام پیش کرنا۔

اور میری طرف سے میرے ان صحابہ کو سلام دینا جو اب غائب ہیں اور ان لوگوں کو جو قیامت تک میری امت میں پیدا ہوں گے اور میری شریعت و ملت کی اتباع کریں گے۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السلام آپ کو قبر انور میں کون اتارے؟ فرمایا میرے اہل بیت اور ان کے ہمراہ بہت سے فرشتے ہوں گے وہ تمہیں دیکھیں گے اگرچہ تم ان کو نہیں دیکھ سکو گے۔



## اٹھارھواں باب

### بوقتِ وصال نماز کی وصیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وقتِ احتضار و وصال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت مبارکہ یہ تھی: "الصلاة وما ملكت ايمانكم" نماز کا خیال رکھنا اور ان علاموں کا جو تمہارے قبضہ و تصرف میں ہیں حتیٰ کہ وہ آخری لمحات جن میں زبانِ اقدس سے ان الفاظ کی ادائیگی نہیں ہو سکتی تھی۔ سہنہ اقدس میں گردش کرنے والا سالن اسی وصیت کی ترجمانی کر رہا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ان الفاظ میں تھی: "اتقوا الله الصلوة الصلوة وما ملكت ايمانكم" اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا نماز اور علاموں کا خیال رکھنا۔

## انیسواں باب

### امور دنیا

حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی داؤد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آیا رسول کریم علیہ السلام نے کسی امر کی وصیت فرمائی انہوں نے کہا نہیں! میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان و اسلام کو وصیت کے متعلق ارشاد فرماویں اور سخت تاکید اور خود وصیت نہ فرماویں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ نے امور دنیا میں سے کسی امر کی وصیت نہیں فرمائی۔ ہاں البتہ کتاب اللہ کے ساتھ اعتصام اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وصیت فرمائی بخاری و مسلم۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ نے اموال دنیا میں سے کوئی شے ورثہ و ترکہ میں نہ چھوڑی نہ درہم و دینار اور نہ ہی بکری اور اونٹ اور نہ ہی دنیوی اموال وغیرہ میں سے کسی شے کے متعلق وصیت فرمائی۔

(مسلم شریف)

# بیسواں باب

## روضہ مقدسہ کو سجدہ گاہ نہ بنائیں

حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وقت وصال طاری ہوا تو آپ اپنا کبیل مبارک منہ پر ڈال لیتے اور جب سانس میں رکاوٹ محسوس ہوتی اور بوجھ محسوس ہوتا تو اُسے ہٹا دیتے آپ اسی حالت میں تھے کہ فرمایا یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنا لیا ہے اور آپ صحابہ کرام اور اہل ایمان و اسلام کو ان جیسے اعمال و افعال سے اور قبور کو مسجد بنانے سے ڈرا رہے تھے۔

عہ شیخ محقق عبدالمقصد دہلوی قدس سرہ العزیز نے ابن حجر عسقلانی کی علیہ الرحمہ سے اس حدیث کی شرح میں نقل فرمایا کہ قبور کو مسجد بنانا اور بزبان رسالت لعنت خداوندی کا مستحق ہونا اس صورت میں ہے کہ قبر کو نماز کے لیے قبلہ بنائے یا قبر کو مسجد بنائے اور نماز سے مقصود قبر کی تعظیم ہو یہ بالاتفاق حرام ہے۔ رہا کسی مقرب بارگاہ خداوندی پیغمبر یا صالح کے جوار اور قرب میں مسجد بنا لینا اور وہاں نماز ادا کرنا تاکہ صاحب قبر کی رحمت حاصل ہو جائے اور برکت قبر اور جوار صاحب قبر سے ثواب عبادت کامل و اکمل ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۳ و کذافی مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۲۲۔

اشعۃ اللمعات میں صفت کی دائیں جانب کھڑے ہونے کی فضیلت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ دائیں جانب قیام کی افضلیت مسجد نبوی کے علاوہ دیگر مقامات میں ہے اور مسجد نبوی میں بائیں جانب کھڑے ہونے میں اجر و ثواب زیادہ ہے کیونکہ قبر انور اور روضہ النور بائیں جانب ہے۔ بعض علماء شافعیہ سے یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں رحم اللہ قالہ۔ اللہ اس قول کے قائل پر رحم فرمائے اس نے کتنی پیاری اور عمدہ بات کہی ہے۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۵۰۶ و جلد ثالث ص ۲۹۹۔

اقول مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلیٰ بنانے کا حکم خود اللہ رب العزت نے دیا ہے و انخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ۔ اگر وہاں نماز ادا کرنا زیادتی اجر اور کثرت ثواب کا موجب نہیں ہے تو یہ حکم بلا مصلحت لازم آئے گا نعوذ باللہ اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو جس پتھر پر چند لمحات کے لیے حضرت خلیل کے قدم اقدس لگ گئے وہ تا قیام قیامت موجب کثرت ثواب ہے تو انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ جہاں موجود ہیں اور بالاجماع وہ محفوظ ہیں اور باقی بلکہ زندہ تودہ مقدس مقامات بھی موجب کثرت اجر و ثواب ہیں اور باعث ترقی درجات۔

قاضی ثناء اللہ بانی پتی علیہ الرحمہ تفسیر منطوری میں اس آیت مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں۔ اہل اعتبار اور اولوالالبصار نے یہاں سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے کہ ہر وہ مکان جہاں اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں سے کوئی شخص ایک لمحہ کے لیے بھی تشریف فرما ہوا یا نزل ہناک بركات من السماء

# ایکسواں باب

## اللہ اور جبریل امین کی مزاج پرسی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مرض وصال کے دوران حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ اسے حبیب کیا حال ہے اور اپنے آپ کو کس کیفیت پر پاتے ہو۔ آپ نے فرمایا اے امین خدا اور حامل وحی میں اپنے آپ کو شدت درد میں مبتلا پاتا ہوں اور سخت تکلیف میں۔

دوسرے دن حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد و محمود خدا و خلق اللہ تعالیٰ تمہیں سلام فرماتا ہے اور مزاج شریف کے متعلق دریافت فرماتا ہے کہ آپ کس حال میں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے امین خدا میں درد و کرب میں ہوں۔ تیسرے دن حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ ملک الموت بھی تھے۔ پھر عرض کیا اے ہرزبان پر تعریف و ثنا کیسے ہوئے تمہیں تمہارا رب کریم سلام فرماتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ مزاج شریف کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں درد و الم محسوس کرتا ہوں! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یہ ملک الموت ہے اور یہ میرا دنیا میں آخری چکر ہے اور آپ پر نازل ہونے کا آخری موقعہ اور مجھے آپ کے بعد کسی بھی فوت ہونے والے پر کوئی دکھ درد تکلیف نہیں ہوگی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی کی طرف وحی کے ساتھ نازل ہونگا۔

(من شاء بعدا ک فلیمت  
فعلیک کنت احاذر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کی شدت محسوس ہونے لگی اور آپ کے سامنے پانی کا بھرا ہوا پیالہ پڑا تھا جب

در سکینة تجذب القلوب الی اللہ یتضاعف هناک اجر الحسنات وکذا اذا هالسیئات۔ وہاں پر آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں اور سکینہ کا نزول ہوتا ہے جو دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف جذب کرتی ہے وہاں پر حسنات کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے اور اسی طرح برائیوں کا گناہ اور عذاب بھی۔ تفسیر منظر کا جلد اول ص ۱۲۸ نیز حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت اس مضمون پر نص صریح ہے وہ کمزور بینائی کے مالک تھے اور اپنی قوم کے امام جب بارش وغیرہ ہوتی اور مسجد اہل کفر کے درمیان گزرنے والی دلدلی راستہ دکھتی تو جماعت اور مسجد میں نماز ادا کرنے کے ثواب سے محروم ہو جاتے انہوں نے اس نقصان سے بچاؤ کی تدبیر سوچی کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا آپ میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائی تاکہ میں اس جگہ کو اپنے لیے جائے نماز بنا لوں اور اس جگہ کی برکت سے اجر کمال اور ثواب کثیر حاصل کر سکوں محبوب خدا علیہ السلام نے ان کی عرض کو شرف قبولیت بخشا اور نماز ادا فرمائی ملاحظہ ہو بخاری شریف جلد اول مسلم شریف جلد اول

بھی وصال کی شدت محسوس ہوتی اس میں ہاتھ مبارک ڈبو کر آپ چہرہ نور پر ملتے اور دعا فرماتے: اللھم اعنی علی سکرات الموت، اے اللہ وصال کے شدائد میں میری اعانت و امداد فرما اور ان سے محفوظ فرما۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے تین دن قبل جبریل امین حاضر بارگاہ ہوئے تو عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے اعزاز و اکرام اور فضیلت و اختصاص کو ظاہر کرنے کے لیے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ وہ آپ سے دریافت فرماتا ہے جس امر کو وہ آپ کی نسبت بھی بہتر جانتا ہے اے حبیب کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا اے جبرئیل میں غم و اندوہ میں ہوں اور درود کرب میں۔

دوسرے دن پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف اپنے فضل و کرم کا اظہار کرنے کے لیے ارسال فرمایا ہے اور آپ سے آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت اُسے بہتر جانتا ہے۔ وہ فرماتا ہے اے حبیب کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جبرئیل میں غم و اندوہ اور درود کرب میں مبتلا ہوں۔

تیسرے دن نازل ہوئے تو ان کے ساتھ وہ فرشتہ تھا جس کا نام اسماعیل تھا اور زمین و آسمان کی درمیانی فضا اور جوہر مامور تھا نہ کبھی آسمان کی طرف صعود کیا اور نہ زمین کی طرف نازل ہوا جب سے کہ زمین معرض وجود میں آئی اور وہ ستر ستر ارب ملائکہ پر امیر بنا گیا تھا جن میں سے ہر ایک ہزاروں فرشتوں پر امیر تھا اور ساتھ ہی ملک الموت بھی تھے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام سب سے پہلے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے ستودہ ذات و صفات اللہ رب العزت نے مجھے آپ کی طرف اپنا فضل و کرم اور آپ کا امتیاز و اختصاص ظاہر کرنے کے لیے نازل فرمایا ہے اور وہ آپ کا حال دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ آپ کی نسبت آپ کے احوال کو بہتر طور پر جانتا ہے۔ وہ آپ سے دریافت فرماتا ہے کہ آپ کا حال کیسے ہے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو غم و اندوہ اور درود کرب میں پاتا ہوں۔

پھر ملک الموت طلبگار اذن ہوئے اور جبرئیل امین نے عرض کیا یہ ملک الموت ہیں اور آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں نہ انہوں نے آپ سے قبل کسی سے اذن لیا ہے اور نہ آپ کے بعد کسی سے طالب اذن ہوں گے آپ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو۔ وہ حاضر ہوئے اور بارگاہ اقدس میں کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے رسول خدا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں جو بھی حکم دو اور جس طرح بھی فرمان ہو میں بندہ فرمان ہوں اور تابع احکام۔

اگر قبض روح کا امر ہو تو اس پر عمل کروں گا اور اگر واپس چلے جانے کا حکم ہو اور قبض روح سے باز رہنے کا تو میں اس کا پابند ہوں گا اور روح اقدس قبض کیے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت واقعی تم اسی طرح کرو گے۔ جس طرح میں کہوں گا۔ انہوں نے عرض کیا میں تو آپ کی اطاعت کا پابند ہوں اور حکم ماننے پر مامور۔

(جب آپ نے مشورہ کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے عرض کیا ان اللہ قد اشناق الیثنا

اللہ تعالیٰ آپ کا مشتاقِ لقا و دیدار ہے اور آپ کا قرب پسند فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت میری روح قبض کرے اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچا دے اور اپنا فریضہ امانت و وفات ادا کر لے۔

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ! یہ میرا زمین پر آخری قدم ہے آج کے بعد نہیں آؤں گا۔ میرے زمین پر آنے کا مقصد صرف جناب والا کی خدمت میں حاضر می شرف دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا اور احکامِ خداوندی پہنچانا تھا اور کوئی مقصود و مطلوب نہیں تھا اور اسی دوران رسول کریم علیہ السلام کا وصال ہو گیا عہ

عہ! اس حدیث پاک کا مضمون و مفہوم بخاری و مسلم کی حدیث سے تائید و تقویت حاصل کر چکا ہے جو قبل ازین گذر چکی ہے لہذا سند و غینہ کی بحث جیسا کہ غشی نے کی ہے بے سود ہے اور بیکار محض لاعلمی قاری علیہ الرحمہ نے مقامات میں فرمایا کسی ایک راوی کے تھوک ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا بلخصوص جبکہ وہ مضمون معتد و اسناد و طرق سے ثابت ہو اور چونکہ کوئی حدیث صحیح اس مضمون کے معارض و مناقض نہیں ہے۔ لہذا اس سے استدلال درست ہے اور اس پر اعتماد بجائے ص ۲۵۴ ج ۱۱۔

۲۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ہر سوال لاعلمی کی دلیل نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے آپ کی مزاج پر فرمائی حالانکہ وہ بہتر جانتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے سوال فرمانا بھی آپ کی لاعلمی کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

۳۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا افضل عمیم اور لطف عظیم واضح ہوا کہ محبوب کی مزاج پر فرمائی اور تین مرتبہ حاملِ وحی اور امین اسرار کو بھیج کر ۴۔ حبیب پاک کا کمال صبر معلوم ہوا کہ باوجود اللہ تعالیٰ کے اتنے فضل و کرم کے نہ خود و عافرائی اور نہ ہی جبرئیل علیہ السلام کو کما کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے شفا کی دعا کریں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ مزاج پر فرما رہا ہے حالانکہ مرض بھی اسی کا مسلط کردہ ہے کوئی عقل کا اندھا اور دین و ایمان کا دشمن یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر محبت ہوتی تو تکلیف ہی نہ دیتا یا قدرت ہوتی تو مرض دور کر دیتا نہیں نہیں۔ مرض میں مبتلا کرنے اور آپ کو صبر و رضا کی توفیق دینے میں بھی حکمت ہے اور جبرئیل امین بھیج کر مزاج پر فرمائی اور تیمارداری کرنے میں بھی۔ مرض کے شدید پر صبر و تحمل ترقی درجات اور رحمت مراتب کا موجب ہے اور مرض دور ہونے اور کلفت دور ہونے سے صبر و رضا کا ظہور نہیں ہوگا اور نہ ترقی درجات کا حصول لہذا مرض بھی طاری ہے اور پریشانی احوال بھی جاری تاکہ کوئی بے اعتنائی اور لاپرواہی کا گمان نہ کرے اور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب منزلت و شان محبوبیت میں شک و شبہ اور تردد و تذبذب کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور یہاں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہونے سے بچانے بلکہ دعا بھی نہ کرنے کی حکمت واضح ہو جائے گی اور اُسے عجز پر محمول کرنے کی نوعیت و بطلان بھی واضح ہو جائے گا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ دار دنیا میں بھی حبیب پاک کے قریب ہے اور ان کا دیدار اور مشاہدہ فرما رہا ہے مگر بایں ہمہ شوقِ لقا اور محبتِ قرب کے تحت رضاسی میں بھی کہ میرا محبوب وصال اور وفات اختیار کرے تو معلوم ہوا تنگنائے عالم و ملاقت و دیدار اور ہے اور عالم آب و گل کے علائق و عوائق اور قیود و زمان و مکان سے ماوراء ہو کر دیدار و لقا و کاشان اور مقام الگ اور نزالا اور اسی سے مقربانِ بارگاہِ خداوندی کو روحانی قرب حاصل ہونے

# پانچواں باب

## موت سے کراہت

حضرت ابو الجوزی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے عافیت اور شفا کی دعا فرمائی۔ مگر جب یہ عارضہ لاحق ہوا تو بالکل دعائے شفا نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے تھے اے نفس محمد اے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے کیا ہے کہ ہر جائے پناہ کی طرف پناہ لینے کی فکر کرتی ہے اور موت سے بچاؤ کے لیے سہارا داسر تلاش کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو ان کلمات طیبات سے دم فرماتے اور ان کی پناہ میں دیتے۔ "أَذْهَبَ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ لَا يَبْدُرُ سَعْمًا" اے لوگوں کے پروردگار رنج و تکلیف دور فرما شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے۔ شفا صرف تیری شفا ہی ہے۔ ایسی شفا عطا فرما جو کسی قسم کی بیماری اور تکلیف کو باقی نہ چھوڑے۔

جب آپ پر مرض وصال طاری ہوا تو میں نے آپ کے ہاتھ مبارک اپنے ہاتھ میں لیے اور ان کلمات سے پرٹھ کر دم کیا پھر اس ہاتھ کو آپ کے جسم پاک پر پھیرنے لگی۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک تیزی سے کھینچا۔ پھر فرمایا "رب اغفر لی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ" اے اللہ میرے لیے مغفرت و بخشش فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملحق فرما اور عالم بالا میں بچھا پتھے آپ کے آخری کلمات طیبات جو میں نے آپ کے منہ مبارک سے سنے۔ (بخاری و مسلم)

# تیسواں باب

## سیر روح

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ حبیبہ علیہا التیمہ والثناء سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ

کے باوجود اور نگاہ بصیرت سے اطلاع کے باوجود جسمانی طور پر قرب کے طلبکار ہونے اور قرب کے عدم حصول کی صورت میں رونے اور آہ و بکا سے کام لینے کی وجہ ظاہر و واضح ہو جائے گی بالخصوص فقہ یعقوب و یوسف علیہما السلام میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی لاعلمی ثابت کرنے والوں کا توہم زائل ہو جائے گا۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم

علیہ السلام کی روح اقدس قبض ہوئی تو آپ کا سرا اقدس میرے کندھے اور گردن کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جب وہ روح پاک جسد اطہر سے باہر نکلی تو میں نے ایسی پاکیزہ خوشبو محسوس کی کہ کبھی بھی ویسی خوشبو اور مہک نہیں سونگی۔

## چوبیسواں باب

### لباس بوقت وصال

حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک کپل دکھایا جس کا تانا بانا نہیں تھا بلکہ اون کو منجمد کر کے تیار کیا ہوا تھا اور ایک موٹی کھردری تہ بند دکھلائی اور فرمایا کہ مالک کونین علیہ السلام کا ان دو کپڑوں میں وصال ہوا۔ البخاری والمسلم،

## پچیسواں باب

### وقت وصال

رسول کرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیخ الاذل کی بارہ تاریخ ہجرت کے گیارہویں سال سوموار دوپہر کے وقت دارِ آخرت کی طرف سفر فرمایا اور جوار رحمت خداوندی میں پہنچے اور ایک قول یہ ہے کہ جب سورج صبحی اور چاشت کے وقت پر پہنچا اور اچھی طرح گرم ہو گیا۔ اس وقت آپ نے وصال فرمایا،

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہی مروی ہے کہ آپ کا وصال سوموار کو ہوا۔ فصلی اللہ، علیٰ حبیبہ و محبوبہ قدر حسنہ و جمالہ وجودہ و نوالہ و جاہہ و جلالہ و علیٰ اصحابہ و آلہ و سلمہ تسلیمًا کثیرا کثیرا۔

## چھبیسواں باب

### وصال مصطفیٰ اور کیفیت صحابہ کرام

حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کا وصال ہو گیا تو اطلاع ملتی ہی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام سچ والے مسکن سے گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد شریف کے قریب اترے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ بھی لوگ موجود تھے مگر آپ کسی سے کلام کیے بغیر سیدھے میرے گھر تشریف لائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصد کیا آپ یمنی چادر میں لپٹے ہوئے تھے چہرہ اقدس سے کپڑے کو ہٹایا اور پیشانی اقدس کو بوسہ دیا۔ آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور آپ کہہ رہے تھے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ بجز اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ جو موت آپ پر مقدر تھی وہ تو طاری ہو چکی اب دوسری موت طاری نہیں ہوگی۔ ابو سلمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں حاضری دے کر باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے حضرت صدیق نے انہیں فرمایا بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے بیٹھنے سے عملاً انکار کیا تو انہوں نے خطبہ کا آغاز کیا۔ ان کا خطبہ شروع کرنا تھا کہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ادھر متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے حمد و ثنا، باریتعالیٰ ادا کرنے کے بعد فرمایا جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا (اس کا دین و مذہب ختم ہو گیا اور وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے) کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور جو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرتا تھا تو اس کو اپنے دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی قیوم ہے، اللہ رب العزت فرماتا ہے: "رَمَّا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ نَبِيٍّ الرَّسُوْلُ اِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ اَلْقَلْبُتُّمُ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰی عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَفْرُقَ اللّٰهُ شَيْئًا وَ سَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔"

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض رسول ہیں (خدا نہیں ہیں تاکہ ان پر وفات وصال طاری نہ ہو، ان سے پہلے بھی رسل کرنا دنیا سے کوچ فرما چکے ہیں۔ کیا وہ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم اٹھے پاؤں پھر جاؤ گے اور سابقہ دین میں داخل ہو کر اسلام کو خیر باد کہہ دو گے جو شخص اسلام سے برگشتہ ہو گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اللہ تعالیٰ کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزار اور دین اسلام میں راسخ الاعتقاد اور ثابت قدم لوگوں کو جزا جزیل اور اجر عظیم سے بہرہ ور فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے بجز ان لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا ہے حتیٰ کہ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاوت فرمائی تو پھر سبھی لوگوں کی زبان پر یہ آیت کریمہ تھی اور وہ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں جدھر بھی کان لگا تا ہر شخص کو اس کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا۔

سعید بن مسیب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جب میں نے حضرت صدیق کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو میرے پاؤں کو مجھے اٹھانے کی سکت نہ رہی اور میں ضعف و ناتوانی کی وجہ سے بیٹھ گیا اور وصال نبوی کی خبر نے مجھے بے جان مجسمہ اور ناقابل حواس و حرکت ڈھانچہ بنا دیا۔



ابو محمد دارمی نے روایت کیا ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جوں ہی سرکارِ دو عالم صیبِ مکرم علیہ السلام کی خبر وفات و وصال سنی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ گویا میرے پاؤں کاٹ دیے گئے ہیں حتیٰ کہ میرے پاؤں مجھے اٹھانے سے عاجز آ گئے اور میں زمین پر گر پڑا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سوموار کے دن وصال ہوا۔ آپ کو نہ اس دن دفن کیا گیا نہ رات کو نہ لگے دن کو بلکہ بدھ کے روز آپ کی تدفین ہوئی۔ صحابہ کبار میں سے بعض نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہی نہیں ہے بلکہ جیسے حضرت کلیم علیہ السلام پر سر طور غشی کی حالت طاری ہوئی تھی۔ اسی طرح رسالتاً علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حالت غشی اور کیفیت استغراق طاری ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہوں نے بھی یہی اعلان فرمایا اور ساتھ ہی کہا کہ بخدا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک اعداءِ دین اور بدطینت لوگوں کے ہاتھ اور ان کی زبانیں نہ کاٹ بھینکیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح اعلان فرماتے رہے۔ اور اہل اسلام کو آپ کی زندگی اور حیات کا مشرودہ سناتے رہے اور اعداءِ دین کو خوف و خشیت دلاتے رہے حتیٰ کہ آپ کے منہ مبارک کے دو ٹوکنا رے خشک لعابِ دہن سے بھر گئے اور دہن اقدس سے آواز نکلتا دو بھر ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور آپ بشر و مخلوق ہیں خدا نہیں اور نہ ازلی ابدی ہیں۔ ان پر بھی بشر اور مخلوق کی طرح تغیر احوال ہوتا ہے جس طرح عام لوگوں پر۔ اے میری قوم رسول خدا علیہ السلام کو دفن کر دو وہ اللہ تعالیٰ پر اس سے زیادہ کرامت و عزت والے ہیں کہ ان کو بار بار وفات دے۔ تم میں سے ہر ایک کو صرف ایک مرتبہ وفات دے اور وہ دارِ آخرت کی طرف منتقل ہو جائے مگر صیبِ پاک پر بار بار موت طاری فرمائے، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ مکرم و معظم ہیں کہ ان کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے (لہذا جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ ابھی اٹھیں گے اور کفار و معاندین اور اعداءِ دین کے ہاتھ اور زبانیں کاٹ کر انہیں کیفر کر دیا تک پہنچائیں گے۔ یہ خیال غلط ہے، لہذا تم آپ کو دفن کر دو اور اگر بقول شہادہ زندہ ہیں اور صرف حالت استغراق اور سر طاری ہے تو اللہ تعالیٰ پر یہ امر گراں اور بھاری نہیں ہے کہ وہ آپ سے خاک لحد کو الگ فرمائے اور آپ کو قبر انور سے باہر نکالے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک آپ نے راہِ حق و ہدایت کو واضح نہیں کر دیا۔ جلال اور حسرت کو بیان نہیں فرمایا۔ آپ نے نکاح و طلاق کا حکم واضح فرمایا اور عملی نمونہ دکھلایا۔ آپ نے جنگ بھی لڑی اور مصالحت بھی فرمائی۔ وہ شبان اور چرواہا جو بھیڑ بکریوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چراتا ہے۔ انہیں وہ ختوں کے پتے جھاڑ کر کھلاتا ہے اور ان کے لیے حوض تیار کرتا ہے اور اس کے بند کو لیسپ کر پانی کا تحفظ کرتا ہے۔ اپنی بکریوں اور بھیڑوں کے لیے اتنی تنگ و دو نہیں کرتا اور ان کی بہتری اور بھلائی کی کوشش نہیں کرتا۔ جتنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری

اصلاح اور تہذیب و تربیت کے لیے سنی فرمائی اور اصلاح اعمال و اخلاق کے لیے جدوجہد فرمائی (اور جب فرض رسالت کا وقت آوا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دار تکلیف و محن سے چھٹکارا دیا اور اپنے جوار رحمت میں بلا لیا۔ لہذا اب آپ کو قبر میں اتار دو اور دفن کر دو۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے لگیں اور فرماتی تھیں کہ میں اس لیے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دار آخرت اور جوار رحمت الہی میں تشریف لے جانا آپ کے لیے دنیا کی نسبت بہتر ہے بلکہ میں صرف اور صرف اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ وحی آسمانی اور عالم بالا کی خبریں ہم سے منقطع ہو گئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سووار کو وصال ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے لگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے وقتی طور پر آپ کی توجہ اپنی طرف مبذول فرمادی ہے اور جیسے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس شب دروزہ سر طور بٹھائے رکھا اور قوم سے الگ تھلگ رکھا۔ اسی طرح آپ کو ہم سے وقتی طور پر الگ تھلگ کر دیا ہے اور آپ کی توجہات کو اپنی طرف مبذول فرمادیا ہے۔ مجھے قومی امید ہے کہ آپ جلد اصلی حالت پر آجائیں گے اور قوم منافقین کے ان لوگوں کے ہاتھ اور زبانیں کاٹ دیں گے جو گمان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ضوؤ فگن ہوئے تھے تو اس دن آپ کے انوار سے مدینہ کی ہر چیز چمک اٹھی تھی اور جس دن آپ کا وصال ہوا۔ اس دن ہر چیز اندھیرے اور تاریکی میں ڈوبی نظر آتی تھی (حالانکہ آفتاب جہان تو حسب معمول چمک رہا تھا) اور ہم نے رسول کریم علیہ السلام کی قبر انور کی مٹی ابھی ہاتھوں سے نہیں جھاڑی تھی کہ اپنے دلوں میں اور بصائر میں تبدیلی محسوس کی (جیسے نگاہ ظاہر کے آگے سے چراغ بٹھا لیا جائے تو تبدیلی محسوس ہوتی ہے)۔ ۵

۱۵۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن پر ضوؤ فگن تھا اور چشم ظاہر و باطن دونوں سے مدرک و محسوس ہوتا تھا اور مفہوم و معقول اور آپ کا نور انوار آفتاب جہان تاب کے نور پر غالب تھا جو روشنی مدینہ منورہ میں اس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر دیکھنے میں آئی وہ کبھی کسی آنکھ کو دیکھتی نہیں ہوتی تھی اور جو تاریکی نگاہ باطن نے وصال اقدس پر محسوس کی۔ وہ سورج کے نصف التبار پر چمکنے سے بھی چھٹی نظر نہ آئی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ فان نورہ شمس العالم الصوری والمدنوی۔ نور مصطفوی عالم صورت ومعنی اور ظاہر و باطن دونوں کے لیے شمس منیر ہے اور برادری نے مدینہ منورہ کی جو تخصیص فرمائی ہے تو وہ اس آفتاب عالم تاب کے قرب کی وجہ سے ہے۔

# سٹائیسوال باب

## عمر شریف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف تریسٹھ سال

اور راوی کے دیکھنے کے لحاظ سے ورنہ وہ نورسب جہانوں کو محیط ہے اور حقیقی بڑی روشنی آنکھوں سے اوجھل ہوگی اسی نسبت سے تاریکی زیادہ محسوس ہوگی۔ مرقات جلد ۱۱ ص ۲۴۱۔

۲۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان کیا اور اس کو قرآن مجید سے ثابت کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف ختم ہو گیا اور پھر آپ کی تجمیر و تکفین اور نماز جنازہ اور تدفین کا مرحلہ انجام پذیر ہوا۔ بعض منکرین حیات انبیاء علیہم السلام اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اجماع امت تو وفات اور مہات نبوی پر ہے لہذا حیات نبی اور جملہ انبیاء علیہم السلام پر اجماع کا دعویٰ نیا ہے۔ مگر یہ استدلال لغو اور باطل ہے کیونکہ اس ذکر فانی سے درباقی کی طرف انتقال کا تو کوئی شخص منکر نہیں ہے اور یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا جس سے اختلاف و نزاع ختم ہوا اور منکرین جس حیات کا انکار کرتے ہیں وہ حیات قبر و رزخ ہے اور حضرت صدیق کے ارشاد یا اجماع صحابہ سے وہ انکار قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ ایک دفعہ وعدہ ازل پورا کر لینے اور وفات و وصال طاری کر دینے کے بعد انبیاء علیہم السلام کو دوبارہ حیات جہانی عطا فرمائی جاتی ہے۔ شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ خلافت در جواز استمداد و عدم جواز اور غیر انبیاء است صلوات اللہ علیہم اجمعین کہ ایساں احیاء و تدبیر حیات حقیقی دنیاوی باتفاق۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۲۲۳ مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۲۹، ۲۳۰ پر فرماتے ہیں۔ بعد انکہ در حیات انبیاء و شہوت این صفت و ترتیب احکام و آثار بران یکس راز علماء اختلافی نیست۔ علماء دیوبند کا اجماعی رسالہ بھی حیات انبیاء علیہم السلام کے اجماعی ہونے پر دال ہے ملاحظہ ہو المند ص ۱۳ عندنا و عندنا حضرتنا حضرتنا رسالتی فی قبرہ الشریف و حیواتہ دنیویہ من غیر تکلیف و حسی عقوبت بہ و جمیع الانبیاء صلوات اللہ علیہم و الشہداء و الابراہیمہ کما ہی حاصلہ لساائر المؤمنین بل جمیع الناس کما فی علیہ العلامۃ السیوطی فی رسالہ انباء الاذکیاء و بحیوۃ الانبیاء۔ ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات جہانی دنیوی ہے مگر اس میں دنیا کی مانند تکلیف احکام نہیں ہے اور یہ حیات آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور جملہ انبیاء و شہداء کے ساتھ اور یہ حیات بعض برزخی نہیں ہے جیسے کہ عام مومنین بلکہ سب کفار و مشرکین کو بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے رسالہ انباء الاذکیاء میں تصریح کی ہے۔ العرف حیات انبیاء علیہم السلام بعد از وصال اجماعی امر ہے اور اس کو اس اجماع سے رو کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ بعض غلط بحث ہے اور تلبیس ابلیس۔

۳۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد لاجمع اللہ علیک متعین کا مطلب بھی واضح ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے قائل تھے کہ

کی عمر میں ہوا۔ البخاری و المسلم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے تھے کہ تبلیغ رسالت پر مامور ہوئے۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اقامت گزریں رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر اور ساٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

دغفل بن حنظلہ سے مروی ہے کہ آپ کی عمر مبارک وصال کے وقت بیسٹھ سال تھی۔

مصنف علامہ ابن جوزی نے تحریر کیا ہے کہ صحیح روایت پہلی ہے اور وہی مختار ہے۔ تیسری ناقابل اعتبار ہے اور دوسری میں تاویل ضروری ہے کیونکہ کبھی ایک شخص کہتا ہے کہ میری عمر چالیس سال ہے اور وہ محض دہائیوں کا ذکر کرتا ہے اس کے ساتھ اکائی اور کسور کا ذکر نہیں کرتا اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ پچاس تک نہیں پہنچی لہذا حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت میں بھی صرف دہائیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور اکائی کا ذکر نہیں کیا گیا تو اب دونوں میں توافق پیدا ہو جائے گا۔ روایت اولیٰ اگر اولیٰ ثابت کرتی ہے اور روایت ثانیہ اس کی نفی نہیں کرتی لہذا عمر مبارک کا ترسیٹھ سال ہونا ہی صحیح و مختار ہے۔

## اٹھائیسواں باب

### ترکہ کے احکام

عمر دین الحارث جو کہ حضرت جویریہ بنت الحارث ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی وہ روایت فرماتے ہیں کہ بخدا رسول اکرم نے اپنے وصال کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑے۔ نہ غلام اور لونڈی اور نہ ہی بکری اور اونٹ۔ آپ نے باسفید چھوڑا اور یازمین جس کو صدقہ اور مال وقت قرار دیا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کو وراثت نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

آپ ابھی دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اس حیات کے ساتھ منافقین و معاندین کے بازو اور ان کی زبانیں کاٹ کر رکھ دیں گے اور انہیں کیفر کردار تک پہنچائیں گے تو اس کا رد کرنے کے لیے آپ نے فرمایا کہ اب دنیا میں آپ کی سابقہ حیات عود نہیں کرے گی اور اس پر یہ احکام مرتب نہیں ہوں گے نہ یہ کہ بزرگ اور قبر انور میں حیات میں ہوگی اور عام مومنین کی طرح محض روحانی زندگی ہوگی۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں سے انبیاء پر بھی موت آتی ہے۔ ہاں مگر فقط آتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محبوب خدا علیہ السلام نے فرمایا میرے ورثہ اور اہم و ذمہ کو باہم تقسیم نہیں کر سکتے بلکہ میں جو کچھ اپنی ازواج کے اخراجات اور اپنے عاقلین کے نفقات کے بعد چھوڑوں وہ صدقہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن عبد الرحمن اور زبیر رضی اللہ عنہم کو فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ورثہ نہیں بناتے جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہاں ہمیں معلوم ہے اور اسی طرح حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اقرار کرایا تو انہوں نے بھی اس امر کو تسلیم کیا۔

۱۔ **فائدہ جلیلمہ** : انبیاء علیہم السلام کا ترکہ ورثہ میں تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ وہ زندہ ہیں اگرچہ نگاہِ خلق سے اوجھل اور ان کی حیات قرآن مجید۔ احادیث طیبہ اور اجماع امت سے ثابت ہے (۲) نیز اگر ورثہ تقسیم ہو تو ممکن ہے کبھی کسی وارث کے دل میں ان کے فوت ہونے کی تباہی پیدا ہوتا کہ ورثہ کا مال حاصل کر کے یا فوت ہونے پر خوشی لاتی ہو اور اس طرح کفر کا تکب ہو جائے لہذا اس مباد کو ہی ختم کر دیا گیا (مرقات جلد ۱ ص ۲۵۶)۔ اگر انکا مال ورثہ میں تقسیم ہو تو غیروں کو اعتراض کی گنجائش مل سکتی تھی کہ یہ لوگ اپنے اہل و عیال کو غنی اور امیر بنانے اور ان کو ذی سبب و جاہت و عزت دینے کے لیے نبوت و رسالت کی آڑ لے ہوئے تھے ورنہ کوئی نبوت وغیرہ انہیں حاصل نہیں تھی لہذا یہ بنیاد بھی ختم کر دی گئی تاکہ ان کی ساحت عزت اس طعن کے گرد و غبار سے محفوظ رہے (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جلیلہ انبیاء علیہم السلام فقرا ہیں اور صوبہ کے نزدیک فقیر وہ ہوتا ہے جس کا سارا مال اللہ تعالیٰ کا ہو اور وہ خود اس سے دست بردار ہو جائے اور فقیر کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے وہ امانت ہوتا ہے یا وقف اور یا صدقہ (مرقاۃ ص ۲۵۶ جلد ۱)۔ انبیاء علیہم السلام امت کے باپ ہیں اور روحانی رشتہ جہانی رشتہ سے مقدم ہے لہذا روحانی اولاد پر جہانی کو ترجیح نہیں دی گئی بلکہ سب کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے مال وقف بنا دیا گیا۔ (۴) انبیاء علیہم السلام علی الخصوص حبیب اکرم علیہ السلام حاکم تھے اور حاکم کے ملکات قومی ملکیت ہوتے ہیں اور قومی ملکیت میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہذا مذکورہ وغیرہ قابل وراثت تھے نہ قابل تقسیم۔ ہذا اللہ ورسولہ اعلم۔

اگر آپ کے مال میں وراثت جاری ہو سکتی تو نفقہ ازدواج کا استثناء نہ فرمایا جاتا بلکہ وہ اپنا حق وراثت وصول کر لیتیں اور چونکہ وہ حکم تنزیہ میں تھیں بلکہ حقیقتاً ازدواج تھیں کیونکہ آپ قبر انور میں زندہ ہیں لہذا ان کا مان و نفقہ تامم زلیست، آپ کے زیر تصرف مال میں واجب و لازم تھا۔ (مرقات ص ۲۵۶) اور قرآن مجید میں مترونی عثمانہ جہا کا جو حصہ اولاد ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے یعنی آٹھواں حصہ وہ ان کے لیے ہے جن کے خاندان مر جائیں اور انہیں حسبِ مشاوریہ جگہ نکاح کی اجازت ہو اور جو مقدس ہستیاں دنیا و آخرت میں آپ کی بیویاں ہیں اور ان کے لیے نکاح کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے ولا ان یتنکحوا اذواجنہن بعدہا ابداً ان کے لیے ترکہ کا آٹھواں حصہ نہیں ہو سکتا بلکہ تازلیست فرم پر بیت المال سے ادا کیا جانا لازم ہے۔ لہذا جب ان کے حق میں توریث ممکن نہیں ہے تو دوسرے ذمہ دار کا مال بھی ہوگا۔ ہذا اللہ ورسولہ اعلم۔ (محمد اشرف سیالوی رضی اللہ عنہ)

محمد بن سعد رضی اللہ عنہ نے محمد بن سہل بن ابی عثیمہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ اموال بنی النضیر تھے اور یہ سات باغ تھے۔ اعراف۔ دلال۔ میثب۔ برقہ۔ حسنیٰ اور مشربہ ام ابراہیم اور اس کو مشربہ ام ابراہیم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محنت جگر نور نظر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا وہاں تشریف رکھتی تھیں۔ یہ بھی باغات اور علاقہ جات سلام بن مشکم نضیری کے تھے جو اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں دے دیے تھے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین علاقے اپنے لیے مخصوص فرما لیے تھے اور ہر ایک کا الگ الگ مصرف تھا۔ بنو النضیر کے علاقہ جات جنگی ضروریات اور منگامی اخراجات پورا کرنے کے لیے تھے اور ذک ابن سہیل اور مسافروں کے لیے اور خیبر کا علاقہ اہل بیت اور ازواج مطہرات کے نفقات و اخراجات کے لیے تھا۔ آپ نے خمس کے تین حصے کر دیے تھے، دو حصے اہل اسلام کے لیے تھے اور ایک حصہ سے اہل و عیال کا خرچ پورا کیا جاتا تھا۔ اگر کچھ بچ جاتا تو وہ فقراء مہاجرین پر صرف کیا جاتا۔

## اتیسواں باب

### کیفیت غسل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے تیاری ہوئی اور گھر میں سوائے اہل نبی علیہ السلام کے دوسرا کوئی فرد موجود نہیں تھا۔ آپ کے چچا حضرت عباس تھے۔ یا علی المرتضیٰ اور فضل بن عباس، قثم بن عباس، اسامہ بن زید اور صالح جو کہ آپ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ رضی اللہ عنہم جب بھی حضرات غسل دینے پر مجتمع ہوئے تو انس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دروازے کے باہر سے پکار کر کہنے لگے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام اقدس کا واسطہ دے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا کہ اندر داخل ہو جاؤ چنانچہ وہ اندر داخل ہو گئے اور غسل کے وقت حاضر رہے مگر امر غسل میں شریک نہیں ہوئے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے سینہ سے لگایا اور حضرت عباس، فضل، قثم حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر آپ کو دائیں اور بائیں پہلو پر بدل رہے تھے۔ اسامہ اور صالح دونوں پانی ڈال رہے تھے اور آپ کا کرتہ مبارک بدن پر اسی طرح تھا اس کو اتارا نہیں گیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی حالت میں غسل دے

لہ گنتی میں یہ چلے آتے ہیں۔

رہے تھے انہوں نے آپ سے اس طرح کی کوئی چیز نہ دیکھی جو میت سے دیکھنے میں آتی ہے تو کتنے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں حالت حیات ظاہرہ اور مات دونوں میں کس قدر پاکیزہ و منزه ہیں اور طیب و طاہر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کا ارادہ کیا گیا تو غسل دینے والے حضرات کو اس امر میں تردد ہوا کہ آپ کو اپنے کپڑوں میں ہی غسل دیں یا عام موتی کی طرح ان کو الگ کر لیں جب تردد نے اختلاف کی شکل اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ طاری فرمادی۔ حتیٰ کہ قوم میں سے کوئی فرد ایسا نہیں تھا کہ اونگھ کی وجہ سے اس کی ٹھوڑی اپنے سینے سے نہ لگی ہو۔ پھر مکان کے ایک گوشہ سے ہاتف غیبی نے آواز دی جس کی آواز سنائی دیتی تھی مگر شخص نظر نہیں آتا تھا کہ محبوب کریم علیہ السلام کے ان کپڑوں کو الگ کیے بغیر غسل دو اور انہیں ہرگز نہ اتارو۔ چنانچہ اس آواز کو سن کر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت و رہنمائی حاصل کر کے اہل بیت کے وہ انسداد جو غسل کے لیے حاضر تھے آپ کی طرف اٹھے اور آپ کو غسل دیا جبکہ آپ کا کرتہ مبارک بدن اقدس پر موجود تھا۔ کرتے کے اوپر سے ہی بیری کے پتے ڈال کر ابلا ہوا پانی ڈالا جا رہا تھا اور قمیص کے ہوتے ہوئے جب اطہر کو ملا جا رہا تھا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ عورت خاوند کو غسل دے سکتی ہے جیسے کہ بعد میں معلوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ازواج ہی غسل دیتیں اور کوئی شخص غسل نہ دیتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غسل کا پانی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں والی جگہ جمع ہو جاتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو منہ سے چوس لیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے دوران غسل آپ کے پیٹ مبارک کو دبا یا تاکہ اندر مواد داخل نہ ہو تو خارج ہو جائے مگر کوئی چیز نہ نکلی تو انہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ ظاہری حیات میں بھی طیب و طاہر تھے اور بعد از وصال بھی منزه و مصفا۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی، حضرت عباس، حضرت قتل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور بیری کے پتوں سے ابلے ہوئے پانی کے ساتھ تین مرتبہ غسل دیا جو پانی استعمال کیا گیا وہ سعد بن خثیمہ کے کتوں میں سے لیا گیا تھا جس سے آپ پانی پیا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کتوں میں کو برعریس کہا جاتا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتا ب علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کے کپڑوں میں نافہ مشک دستیاب ہوا اور اسی کے ساتھ آپ کے کپڑوں کو خوشبودار کیا گیا۔

# تیسواں باب

## کفن مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرات اہل بیت علیہم الرضوان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تو پہلے آپ کے جد اطہر کو پونچھا اور پانی کو خشک کیا بعد ازاں آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو سفید کپڑے تھے اور ایک مینی چادر جس کے گرد عاشر بنا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ دو سحرول کے قصبہ میں بنے ہوئے کپڑے تھے اور ایک مینی چادر تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحرولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو کہ سوتی تھے اور دھلے ہوئے تھے جن میں نہ قمیص تھا اور نہ ہی عامہ ریف۔

# اکتیسواں باب

## کیفیت جنازہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبیر امام کے نماز ادا کی گئی۔ اہل اسلام گروہ درگروہ حجرہ مبارکہ میں داخل ہوتے تھے۔ درود و سلام پڑھتے تھے اور باہر آجاتے تھے جب سب لوگ یہ سعادت حاصل کر چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارکہ سے الگ ہو جاؤ اور آپ کو دفن کرنے دو۔

سہل بن سعد باعدی سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ کو کفن پہنا کر چار پائی پر لٹھا گیا۔ لوگ مختلف جماعت کی شکل میں حاضر ہوتے رہے اور نبیر امام کے نماز ادا کرتے رہے۔ پہلے مرد حاضر ہوئے۔ نماز

ف۔ کفن سنت مرد کے لیے تین کپڑے ہیں۔ قمیص، تہ بند اور عیافہ اور متاخرین نے علما و مشائخ کے لیے عامہ کو بھی مستحب قرار دیا ہے۔ کفن کفایت میں دو کپڑے ضروری ہیں اور کفن ضرورت میں جو میسر آجائے۔ اور عورت کے لیے پانچ کم از کم تین۔



پڑھی اور بعد ازاں عورتیں حاضر ہوئیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ بعد ازاں کفن دیا اور حنوط لگایا۔ چار پانی پر ٹٹایا تو اہل اسلام فوج و فوج حاضر ہوتے اور نماز ادا کرتے اور باہر آجاتے حتیٰ کہ سبھی نے نماز ادا فرمائی۔

## بتیسواں باب

### قبر انور

ابن جریر سے منقول ہے کہ مجھے میرے والد گرامی نے بتلایا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ نہ کر پائے کہ

ف۔ ابن ماجہ سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی مرتبہ نماز ادا کی گئی تو انہوں نے فرمایا امام مالک علیہ الرحمہ نے نافع کے واسطے سے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے بہتر مرتبہ آپ پر نماز ادا کی گئی شیخ محقق فرماتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں کی جماعت نے یکے بعد دیگرے جو نماز پڑھی وہ اس سے علاوہ ہے اور یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے ہے کہ نماز بغیر امام ادا کی گئی اور اتنی مرتبہ ادا کی گئی حالانکہ نماز پڑھنے والے بھی بیک وقت حاضر تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ زندگی میں بھی امام ہیں اور بعد از وصال بھی لہذا آپ پر کسی کو لام نہیں بنایا جاسکتا۔ کیفیت نماز کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اس طرح پڑھو۔ ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً اللہم ربنا لبیک وسعدیک صلوات اللہ البر الرحیم والملائکة المقربین والنبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وما سجدک من شیء یارب العالمین علی محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین وسید المرسلین و امام المتقین و رسول رب العالمین الشاہد البشیر الداعی باذک السراج المنیر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اٹھے اور اس طرح کہا اے پیغمبر گرامی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے وہ سب کچھ امت تک پہنچا دیا جو آپ پر ان کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا اور امت کی نصیحت و ہمدردی میں کوئی کسر اٹھانیں رکھی اور راہ خدا میں جہاد کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو غالب کر دیا۔ اسے اللہ تعالیٰ ان پر نازل کر وہ کتاب اور جملہ احکام شرائع کی پیروی کرنے والوں سے بنا اور ہمیں بروز قیامت ان کی معیت میں اٹھا اور ان کی رفاقت نصیب فرما۔ اور دوسرے لوگ آئین آئین کہتے رہے۔

کذافی المدارج جلد دوم ص ۴۳۱۔

بیز حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ والی روایت سے عمر رضی اللہ عنہ کی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں شمولیت واضح ہو گئی اور

دوسری روایات کا عموم و اطلاق بھی شخصین رضی اللہ عنہما کی شمولیت کی واضح دلیل ہے۔

آپ کا مزار اقدس کہاں ہونا چاہیے۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی وہیں دفن ہوا جہاں اس کی روح قبض کی جاتی ہے۔ چنانچہ آپ کے مسند کو حجرہ مبارک سے الگ کر کے اسی جگہ قبر کھودی گئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ السلام کی روح اقدس اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے باہم اختلاف کیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ضمن میں جو کچھ سنا وہ لوح قلب پر آج بھی اسی طرح نقش ہے جس طرح کہ وقت سماع تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی روح مبارک کو وہیں قبض فرماتا ہے جہاں ان کا مدفون ہونا اسے پسند ہوتا ہے؛ لہذا آپ کو اپنے مسند ناز والی جگہ پر ہی قبر کھود کر دفن کرو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کی جہاں روح قبض کی گئی وہیں ان کو دفن کیا گیا۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی الانبیاء خاتم المرسلین علیہ السلام نے دار آخرت کی طرف انتقال فرمایا تو صحابہ کرام نے باہم صلاح و مشورہ کیا کہ ہم آپ کو کہاں دفن کریں؟ تو حضرت صدیق نے فرمایا جس جگہ آپ کا وصال ہوا ہے وہیں دفن کرو۔

عبدالرحمن بن سعید بن یزید سے مروی ہے کہ جب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو قبر انور کی جگہ کے متعین کرنے میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا جنت البقیع میں دفن کریں کیونکہ آپ اہل بقیع کے لیے بہت زیادہ استغفار فرماتے تھے (اور انما انا بشر، اللہ للاحقون فرماتے تھے) بعض نے کہا منبر شریف کے پاس۔ بعض نے مصلیٰ کی جگہ دفن کرنے کا مشورہ دیا اتنے میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پہنچ گئے انہوں نے فرمایا میرے پاس اس کے متعلق خبر و علم ہے میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی نبی بھی وصال فرما نہیں ہوا مگر اس کو وہیں دفن کیا گیا جہاں ان کی روح قبض کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تین چاند میرے حجرہ میں آکر گرے ہیں اور غروب ہوتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا خواب اچھا ہے۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں آپ کو دفن کیا گیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "هذا احد اقمارك" جو چاند تم نے خواب میں حجرہ کے اندر غروب ہوتے دیکھے تھے۔ ان میں ایک ماہتاب یہ ہیں جو اس حجرہ کو بقیۃ النور و برکات بنا رہے ہیں اور ملاحکہ کا محل طواف اور زیارت کا گاہ اہل ایمان و ایقان۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وصال شریف کے بعد صحابہ میں باہم اختلاف ہوا کہ آپ کو دفن کہاں کیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین کے اس قطعہ سے زیادہ کرامت و عزت

والا کوئی قطعہ نہیں ہے جس میں اس کے نبی مکرم اور حبیب منظم کی روح اقدس قبض کی گئی۔

## تنتیہ سوال باب

### لحد مبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرات اہل بیت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے جمع ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ تم میں سے ایک ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس جائے وہ اہل مکہ کے لیے شوق کھودا کرتے تھے اور دوسرا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے وہ اہل مدینہ کے لیے لحد کھودا کرتے تھے۔ جب ان دونوں کو روانہ کر چکے تو دعا کی اسے اللہ اپنے نبی کے لیے شوق اور لحد میں سے ایک کو پسند اور اختیار فرما۔ اور جو پسندیدہ و مختار ہو اس کا کھودنے والا پہلے پہنچ جائے چنانچہ جو شخص حضرت ابو عبیدہ کو بلائے گیا تھا وہ آپ کو نہ پاسکا اور جو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلائے گیا تھا اس نے آپ کو پایا چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد مبارک کھودی۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا علیہ القیۃ والسناء نے فرمایا اپنے موتی کے لیے قبر بصورت لحد بناؤ اور شوق نہ بناؤ کیونکہ لحد ہمارے لیے ہے اور شوق دوسروں کے لیے۔

عاصرین سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا وقت وصال آیا تو انہوں نے فرمایا میرے لیے لحد کھودنا اور اس کا منہ کچی اینٹوں سے بند کرنا جیسے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد کھودی گئی اور کچی اینٹوں سے اس کو بند کیا گیا۔ (مسلم شریف) ف

## چوتھی سوال باب

### قبر انور اور سرخ چادر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب خدا و خلق علیہ السلام کے مزار اقدس میں سرخ رنگ کی سوتی ف لحد یہ ہے کہ گڑھا کھود کر دوبارہ قبلہ کی جانب ایک اہ گڑھا کھودا جائے اور شوق یہ ہے کہ اس پر لحد گڑھے کے وسط میں ایک چھوٹا گڑھا کھودا جائے جائزہ لو نہیں مگر ادنیٰ اہد النسب لحد ہے اگر شوق جائزہ ہی نہ ہوتی تو حضرت ابو عبیدہ کھودا ہی نہ کرتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بولواتے ہی کیوں۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک علیہ السلام کے لیے لحد ہی پسند فرمائی پسند یہی تھی لہذا اس کی ادویت واضح ہے واللہ ورسولہ اعلم

چادر بچائی گئی۔ ویکس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سرور کونین علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ دوسروں کے لیے جائز نہیں ہے۔  
حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور میں سرخ رنگ کی چادر بچائی گئی جو خیر میں  
آپ کے ہاتھ لگی تھی اور اس کے بچانے میں حکمت یہ تھی کہ مدینہ منورہ کی زمین کلروالی تھی۔ لہذا جسد اطہر کو اس سے بچانے  
کے لیے اسے نیچے بچا دیا گیا۔

## پہنچنے والے باب

### تدفین کا وقت

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب کریم علیہ السلام کا وصال سوموار کو ہوا اور بدھ کی رات آپ  
کو دفن کیا گیا۔ سوموار کا بقیہ اور منگل کا روز و شب آپ کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے گزرے۔  
حضرت صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہمیں محبوب پاک علیہ افضل الصلوٰۃ کی تدفین کا اس وقت علم ہوا جبکہ منگل  
کی رات سحر کے وقت کھودائی کرتے ہوئے کدالوں کی آواز سنائی دی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر پانی چھڑکا گیا۔ (پانی  
چھڑکنے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے سراقس کی جانب سے چھڑکنے کا آغاز کیا اور بائیں جانب  
چھڑکتے گئے)

## پہنچنے والے باب

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی جو آپ کے مزار مبارک میں اترے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کے مزار اقدس میں آپ کی تدفین کے لیے حضرت علی  
حضرت عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت فضل بن عباس و ثقران خادم درگاہ رضی اللہ عنہم اترے۔

ابو عیسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نماز جنازہ کے وقت حاضر تھا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت ایک  
دروازہ سے داخل ہوئی اور درود و سلام پڑھ کر دوسرے دروازہ سے نکل جاتی رہیں جب آپ کو لحد مبارک میں اتارا گیا تو حضرت

مذہب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے پاؤں مبارک کی جانب لحد شریف پوری طرح درست نہیں کی گئی دوسرے حضرات نے فرمایا تم قبر فور میں اترو اور اس جھنڈے کو درست کرو چنانچہ وہ داخل ہوئے اور اپنا ہاتھ لحد مبارک میں داخل کر کے قدم مبارک مس کیے (لحد کو درست کیا) اور فرمایا مٹی ڈالو صحابہ کرام مٹی ڈالتے رہے جب ان کی پینڈالیوں کے نصف تک مٹی جمع ہو گئی تو وہ باہر نکلے اور فرمایا کرتے تھے میں تمہاری نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تازہ زیارت حاصل کرنے والا ہوں اور آپ کے جہد اطہر کو مس کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والا۔

## سینٹی سوال باب

سید الانبیاء علیہ التمجید والثناء اور شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے مزارات مقدسہ کی کیفیت ترتیب  
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کے مزارات مقدسہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما کے گھر مبارک کے صف میں ہیں  
اور ان کی ترتیب کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کی ترتیب اس طرح ہے

عمر رضی اللہ عنہ

رسول اللہ علیہ السلام

ابو بکر رضی اللہ

اور دوسرے حضرات نے یوں روایت کیا ہے۔ رسول اللہ علیہ السلام یعنی پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس  
آپ کے کندھوں کے مقابل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ  
عمر رضی اللہ عنہ کا سراقس۔

مزارات کی ہیئت مبارکہ مستم اور گویا ہان دار ہے یا مسطح اور مربع شکل دونوں ہیئتوں کے متعلق روایات موجود ہیں۔

## اٹھتیسواں باب

فضائل رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میرے حال

کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ اس طرح ہو گا جیسے کہ اس نے میری زندگی اور حیات ظاہرہ میں زیارت کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو گیا اور وہ تمام قطعاً میری شفاعت کا حقدار بن گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مدینہ منورہ میں طلب رضا الہی اور ثواب کی خاطر میرے مزار اقدس کی زیارت کی تو میں بروز قیامت اس کے لیے گواہ بنوں گا اور شیخ ابن ابی ملیکہ سے منقول ہے کہ جو شخص رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے مقابل کھڑے ہونے کی خواہش رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ قبلہ کی جانب نصب قنذیل کو جو روضہ اقدس اور مزار النور کے قریب ہے اپنے سر کے مقابل رکھ کر کھڑا ہو۔

ابن ابی فدیک سے منقول ہے کہ جن اکابر کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا ان میں سے بعض نے مجھے بتلایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جو شخص مزار اقدس کے سامنے کھڑا ہو اور یہ آیت مقدس تلاوت کرے "ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً" اور بعد ازاں ستر مرتبہ صلی اللہ علیک یا محمد کہے تو اس کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے کہ اے فلاں اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل فرمائے۔ تیری بھی حاجتیں پوری ہو گئی ہیں اور کوئی بھی باقی نہیں رہی۔ سرور کونین سید الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار النور کی زیارت کرنے والے بعض عشاق نے کہا۔

اتینک راجلاً ووددت ائی  
وما لی لا اسیر علی المآقی  
مکت سواد عینی امتطیہ  
الی قبر رسول اللہ فیہ

ترجمہ: میں پایادہ چلتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا مگر دلی خواہش یہ تھی کہ کاش آنکھوں کی تیلیوں پر اختیار ہوتا اور ان کو سواری بنا کر حاضر ہوتا۔

میں آنکھوں کے بل اس قبر النور کی طرف کیوں نہ چلوں جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول آرام فرما ہیں۔

## اتالیسواں باب

### اسمدا و توسل

ابوالجوزار سے مروی ہے کہ اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جناب میں اس

ف۔ امام اہلسنت مولانا شاہ احمد خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس سے بھی زیادہ لطیف و نفیس بات کہی صرف مزار اقدس کی طرف نہیں بلکہ زمین عرب پر قدم رکھنے کی کیفیت کا اظہار تو دیکھئے۔ عرب کی زمین اور قدم رکھ کے چلنا۔ اسے سر کا موقہ ہے اور جانے والے

تکلیف کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا مزار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دو اور حجرہ مبارکہ کی چھت میں آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو تاکہ آسمان اور مزار انور کے درمیان سے چھت کا حجاب مرتفع ہو جائے (جو نہی آسمان مزار پر انوار کے دیدار سے مشرف ہوگا باران رحمت نازل ہونے لگ جائے گی) حسب الارشاد صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھت کا ایک حصہ کھول دیا تو بہت زردار اور موسلا دھار بارش برسی سب بے اندازہ گھاس اُگی اور اونٹ وغیرہ بہت فریب ہو گئے اور اتنی چربی چڑھی کہ اونٹوں کی کوبائیں بھٹ گئیں اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الفتن معروف و مشہور ہو گیا یعنی پھٹنے والا سال۔  
و کذا رواہ فی مشکوٰۃ المصابیح بروایۃ الدارمی فی کتاب الکرامات۔

سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب (اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور اس کے عامل کو نکال دیا اور اس نے لشکر بھیج دیا جس کے ساتھ مقام حرہ پر اصل مدینہ کا مقابلہ ہوا) تو مسجد نبوی میں تین دن تک اذان اور اقامت نہیں کی گئی تھی۔ حضرت سعید بن مسیبؓ مسجد نبوی میں ہی حاضر رہے اور ان کو نماز کے وقت کا پتا اس وقت چلتا تھا جب قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ابو بکر منقری سے منقول ہے کہ میں، امام طبرانی اور ابوالشیخ حرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر تھے اور سبھی حالت فقر و فاقہ میں مبتلا تھے جب بھوک نے اپنا اثر دکھلایا اور مذہال کر دیا اور وہ دن مشکل سے صوم وصال کی صورت میں کاٹا تو عشاء کے وقت میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول الجوع الجوع۔ سخت بھوک ہے سخت بھوک۔ اتنا عرض کیا اور واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ مجھے ابوالشیخ نے کہا بیٹھ جاؤ یا رزق اور روزی ہاتھ آئے گی اور یا یہیں تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے (اور کہہ رہا میں اور کس سے سوال کریں)۔

ابو بکر منقری فرماتے ہیں میں اور ابوالشیخ سو گئے اور امام طبرانی بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک علوی دروازے پر آمو جو ہوا۔ دروازہ کھٹکٹایا جب دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ دو غلام ہیں جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں بڑی بڑی دو زنبیلیں ہیں اور دو تو کسی شے سے بھری ہوئی ہیں (وہ ہمارے پاس رکھیں اور کھانے کے لیے کہا) ہم بیٹھ گئے اور کھانے لگے اور گمان ہی تھا کہ جو بیچ جائے گا۔ اسے یہ غلام واپس اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ مگر وہ لوٹ گئے اور باقی کو ہمارے پاس ہی چھوڑ گئے۔ جب ہم کھانا کھا چکے اور سیر ہو لیے تو علوی نے ہم سے دریافت کیا کہ آیا تم نے بارگاہ نبوی میں بھوک کی شکایت کی تھی۔ کیونکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے تمہارے پاس کھانے کی چیز لانے کے متعلق ارشاد فرما رہے تھے۔

ف۔ جس طرح انبیاء عظیم السلام کا مزارات میں زندہ ہونا متفق علیہ ہے اسی طرح ان سے توسل و استعانت بھی متفق علیہ ہے۔ شیخ محمد کلار شاہ کبیر الہند اللغات گنڈپکا ہے اگر اختلاف ہے تو اسوار میں اور اس میں بھی تحقیق یہی ہے کہ جائز اور صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو اشنتہ اللغات جلد سوم ص ۴۲۴ اور جلد اول ص ۱۰۱۔  
و درجہ دیگر میں بھی یہی تصریح موجود ہے۔ علامہ ہبانی نے شواہد الحق میں اس مسئلہ پر مفصل بحث فرمائی ہے۔

# چالیسواں باب

## بعد از وصال حضور سیدہ فاطمہ کی کیفیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اقدس بوجھل ہوئی اور بیماری لاحق ہوئی تو آپ کو درد کا شدید دورہ ہونے لگا۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اس کرب و اضطراب کو دیکھا تو کھانے کا ش میرے باپ کا درد کرب! تو آپ نے فرمایا: لیس علی ابیک کرب بعد الیوم، تمہارے باپ پر دردِ عالم کا یہ حملہ اور دباؤ صرف آج کے دن ہے آج کے بعد کسی قسم کا دردِ عالم اور کرب و اضطراب نہیں ہوگا۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔

یا ابتاہ اجاب رباد عاہ۔ اے اباجان۔ جنہوں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی دعوت کو قبول کیا اور اس پر لبیک کہا۔

یا ابتاہ جنۃ الفردوس ماواہ۔ اے اباجان، جن کا جنت الفردوس میں ٹھکانا ہے اور مسکن۔

یا ابتاہ الی جبرئیل انعاہ۔ اے اباجان، جبرئیل کو آج میں تمہارے وصال کی خبر کرتی ہوں۔

جب حبیبِ کریم علیہ السلام کو دفن کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم تعزیت کے لیے حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کے در اقدس پر حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا اے انس تمہارے دلوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا اور اس پر کیونکہ آمادہ ہو گئے؟ (وہ عرض کرنے لگے نہ دل چاہتے تھے نہ طبائع گوارا کرتی تھیں مگر حکمِ شرع کے سامنے کوئی چارہ بھی نہیں تھا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب محبوبِ کریم علیہ السلام کا وصال ہو گیا اور آپ کو دفن کر دیا گیا تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سزار پر انوار پر حاضر ہوئیں۔ خاکِ اقدس کی مٹی بھری۔ آنکھوں پر لگائی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے رواں ہو گئے اور زبانِ اقدس نمِ دل کو ان الفاظ میں ڈھالنے لگی۔

ان لا یشتّم مدی الزمان غوا لیا

ماذا علی من شتم تریة احمد

صبت علی الایام عدن لیا لیا

صبت علی مصائب لوانہا

ترجمہ: اس شخص پر کیا ملامت ہو سکتی ہے جس نے تربتِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونگھا ہے کہ وہ رہتی دنیا تک قیمتی سے قیمتی خوشبوؤں کو نہ سونگھے۔ محبوبِ کریم کے جسدِ اطہر سے خاکِ تربت میں بسنے والی خوشبو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوسری خوشبوؤں سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔



مجھ پر مصائب و شدائد کی وہ سیاہ راتیں ————— آن پڑی ہیں کہ ان کو دنوں پر ڈالاجاتا تو راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔  
حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پیش  
آئے تو وہ میرے فراق اور جدائی کو یاد کرے، کیونکہ اہل اسلام و ایمان کے لیے میرا وصال اور فراق سب مصائب سے  
بڑھ کر ہے۔

## اکتالیسواں باب

### فضائل درود و سلام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ  
تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ مسلم شریف۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ و سلام  
بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے (فرائض و  
واجبات سے فارغ) سارا وقت آپ پر صلوٰۃ و سلام میں گزارا ہے تو آپ نے فرمایا اگر تو نے میرے ساتھ خلوص کا اس قدر  
مطابہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی جملہ حاجات پوری فرمادے گا اور تمام مہمات و مشکلات میں کفایت فرمائے گا۔  
عبداللہ بن ابی طلحہ اپنے والد گرامی سے ناقل ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن دو تکرار سے باہر تشریف لائے اور

سرور و انبساط چہرہ اقدس پر نمایاں تھا (سبب دریافت کرنے پر) فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے یہ مشورہ سنایا کہ تمہیں  
تمہارا رب کریم فرماتا ہے کیا تمہیں یہ بات اچھی نہیں لگتی اور تمہارے لیے موجب رضا نہیں ہے کہ امت کا جو فرد آپ پر صلوٰۃ

سلام بھیجے میں اس پر دس مرتبہ درود و رحمت نازل کروں؛ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ میں اس انعام پر راضی اور خوش ہوں،  
حضرت عامر بن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: "جو شخص مجھ پر درود

بھیجے گا، جب تک وہ درود بھیجنے میں مصروف و مشغول رہے گا، اللہ تعالیٰ کے سارے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں گے  
اب اس کی مرضی کہ وہ مجھ پر تھوڑا درود بھیجے (اور خود بھی ملائکہ کے درود سے تھوڑا فیض حاصل کرے) یا زیادہ درود بھیج کر

زیادہ سے زیادہ ملائکہ کے درود سے مستفید ہو۔  
حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم دو تکرار سے باہر تشریف لائے

مسجد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اندر داخل ہوئے تو قبلہ رہو کر سجد میں گر گئے۔ آپ نے سجدہ کو اتنا طویل دیا کہ ہمیں آپ کے وصال فرمانے کا گمان گذرا۔ میں (حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے قریب ہوا) اتنے میں آپ سجدہ سے اٹھے۔ سر اقدس بلند فرمایا اور دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبد الرحمن ہوں! تجھے کیا ہے؟ آپ نے پوچھا میں نے عرض کیا آپ نے سجدہ فرمایا اور اسے اتنا طویل دیا کہ ہمیں آپ کے متعلق قبض روح کا گمان گذرا۔ آپ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مشورہ سنایا کہ جو شخص آپ پر درود و صلوات بھیجے گا میں اس پر صلوات بھیجوں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا۔ تو میں اللہ تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی بارگاہ بے نیاز میں سجد و نیاز بجالایا۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صبح ہم نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی خوش و خرم پایا آپ کے چہرہ اقدس پر آثار مسرت و بہجت نمایاں تھے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آج تو آپ بہت خوش و خرم ہیں اور چہرہ اقدس فرحت و سرور سے چمک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں آج میرے پاس رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایک مشورہ سنانے والا فرشتہ آیا اور کہا جو شخص آپ پر ایک درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس درود بھیجے گا۔ اس کے لیے دس نیکیاں نامہ اعمال میں درج کروائے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا اور اسے دس درجے بلندی و سرفرازی عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے میں نے آپ کے چہرہ انور پر خوشی و مسرت کے ایسے نمایاں آثار دیکھے کہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے (میں نے سبب دریافت کرتے ہوئے عرض کیا) یا رسول اللہ پہلے آپ پر ایسی حالت سرور و فرحت اور رونق و بہجت دیکھنے میں نہیں آئی؟ آپ نے فرمایا۔ میں کیوں نہ فرحت و انبساط کا اظہار کروں؟ ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام میرے پاس حاضر فرمے کہ گئے ہیں وہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشورہ لائے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس یہ بشارت سنانے کے لیے ارسال فرمایا ہے کہ آپ کا جو امتی ایک مرتبہ ہدیہ درود و سلام آپ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے دس مرتبہ اس پر درود بھیجیں گے۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے جہاں اتفاقاً حضرت ابو طلحہ حاضر تھے۔ آپ ٹھہر گئے اور ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں! آج میں بہت ہی خوشی اور مسرت کے اثرات چہرہ اقدس میں دیکھ رہا ہوں (اس کا موجب و باعث کیا ہے، آپ نے فرمایا۔ ہاں مجھے بہت بڑی خوشی اور فرحت حاصل ہوئی ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ ابھی جبرئیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے نامہ حسنات میں دس نیکیاں درج فرمائے گا۔ اس کے

دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور دس درجے اس کے بلند فرمائے گا۔ محمد بن حبیب راوی فرماتے ہیں۔ مجھے یہ یقین ہے کہ اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ سب فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے اس دن آپ کو جتنا خوش و حسرم پایا اتنا کبھی نہیں دیکھا تھا تو عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ پر صلوات و سلام بھیجے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں رہیں نے آج کی مانند آپ کو کبھی ہشاش بشاش اور سراپا فرحت و سرور نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے ابو طلحہ آج میں اتنا خوش کیوں نہ ہوتا؟ ابھی جبرئیل علیہ السلام اٹھ کر گئے ہیں جنہوں نے میرے پاس رب کریم جل و علی کی طرف سے یہ پیغام مسرت پہنچایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آپ کا کوئی امتی جب بھی آپ کی بارگاہ میں ہدیہ صلوات و تحفہ سلام پیش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مانند درود اس پر نازل فرمائے گا۔ اس کی دس نیکیاں لکھے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا۔ دس درجے بلند فرمائے گا اور عرش سے پہلے کہیں اس کا درود رکھے نہیں پائے گا (بلکہ سیدھا معد قبول اور مقام اجابت میں پہنچے گا) آسمان و زمین کی درمیانی جو فضا اور آسمان کے ملائکہ میں سے جس پر بھی اس کا گذر ہوگا، اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا اس درود بھیجنے والے پر درود بھیجو جیسے کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بارگاہ بیکس پناہ علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی سلوٹوں سے انوار بجلی کی مانند چمک اور جھلک رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج کے دن سے بڑھ کر آپ کو کبھی خوش مزاج دیکھا ہے اور نہ بار و نطق بشرہ والا جتنا کہ آج دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا آخر وہ کیا ہے کہ میرے نفس و قلب میں اس قدر فرحت و انبساط نہ ہو اور میرا بدن فرحت و سرور سے بار و نطق نظر نہ آئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی مجھے یہ مشورہ بنا کر گئے ہیں: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو امتی آپ کی خدمت اقدس میں ایک مرتبہ نذرانہ درود و سلام پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی دس نیکیاں نامہ اعمال میں لکھوائے گا۔ دس گناہ معاف فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا اور فرشتہ بھی اس پر اس کے درود و صلوات کی مانند درود و صلوات بھیجے گا۔

میں نے جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا وہ کونسا فرشتہ ہے جو اس امتی پر درود بھیجے گا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے وقت تخلیق سے تا قیام قیامت و لبت آپ کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر فرمادیا ہے جو شخص بھی آپ پر درود اور سلام بھیجے گا تو وہ فرشتہ اس کو جواب میں کہے گا۔ و انت صلی اللہ علیک۔ تجھ پر بھی اللہ تعالیٰ صلوات بھیجے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بارگاہ نبوی میں ہدیہ درود و سلام پیش کرنا غلام آزاد کرنے سے بدرجہا بہتر ہے اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راہِ خدا میں جہاد کرنے اور اعداؤں پر تلوار چلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ او کہا قال الصدیق رضی اللہ عنہ۔

## بیالیسواں باب

ملائکہ کا اُمت کے درود و سلام کو بارگاہ رسالت علیہ السلام میں پیش کرنا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ اور دو فرشتے ایک دوسرے پر سبقت کی جدوجہد کرتے ہوئے وہ درود و سلام میری روح تک پہنچائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں گردش کرتے رہتے ہیں جو مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے فرشتہ مقرر فرماتا ہے جو اسے میرے پاس پہنچاتا ہے اور اسے دنیا و آخرت کے مہمات و مشکلات سے کفایت فرماتا ہے اور میں اس شخص کے لیے قیامت کے دن اس کے ایمان و ایقان اور اخلاص پر گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کرنے والا۔

ف۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے کہ ملائکہ کا سلام پہنچانا اپنے فریضہ کی ادائیگی کے لیے ہے اور بارگاہ نبوی کے اعزاز و اکرام کے لیے ورنہ قبر کے قریب سے جب عوام مومنین سن سکتے ہیں تو سید المرسلین علیہ السلام کے سننے میں کسے شک و شبہ ہو سکتا ہے اور برد ز قیامت گواہ بننا اس امر پر واضح دلالت کرتا ہے کہ آپ نور نبوت سے اس شخص کو اور اس کے ایمان، اعمال اور اخلاص کو دیکھتے ہیں ورنہ شہادت ممکن نہیں ہوگی جیسے کہ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز نے فرمایا زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بررتبہ ہر متدین بدین خود، اور یہی معنی حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت سعید بن المسیب سے نقل فرماتے ہیں۔ ما من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ عداۃ و عشیۃ فیعرضونہم بسماہم و اعمالہم فلذا لک بشہد علیہم یوم القیامۃ ما ابوب لدنیہ مع الرزقانی مبلدہ ۵ ص ۳۳ فتح الباری شرح الحدیث المستقلانی۔ یعنی ہر دن صبح و شام اعمال امت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ اپنے امتیوں کو ان کے چہروں کے ذریعے بھی جانتے ہیں اور اعمال کی رو سے بھی اسی لیے قیامت کے دن ان کے حق میں گواہی دیں گے۔ فتح الملکم جلد اول ص ۴۳۔ اور جس طرح بارگاہ نبوی میں صلوٰۃ و سلام پہنچاتے ہیں بارگاہ خداوندی میں بھی اعمال پیش کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی شئی مخفی نہیں ہے۔ نیز جس روایت میں یہ ارشاد نبوی منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے درود و سلام بھیجے وہ فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس سے دور والے درود و سلام کو براہ امت سننے پر استدلال محل نظر ہے۔ کیونکہ اس روایت کی رو سے قریب سے درود و سلام براہ راست سننے کی نفی لازم آ رہی ہے تو جو تاویل یہاں کی جانے لگی دوسری روایت میں بھی اسی طرح کی تاویل ہو سکتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی جناب میں اعمال پیش

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں سے ایک ملک کو اتنے قوی کان عطا فرمائے ہیں کہ ساری مخلوق کے آواز سے سن سکتا ہے اور ضبط کر سکتا ہے اسے تا قیام قیامت میری قبر پر کھڑا کر دیا ہے جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ فرشتہ اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کتاب ہے فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے اور اللہ رب العزت میری طرف سے اس امر کا کفیل اور ضامن بن گیا ہے کہ اس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود بھیجے گا۔

## تینتا لیسواں باب

### کیفیت درود و صلوة و سلام

ابن ابی سیلہ سے مروی ہے کہ مجھے کعب بن عجرہ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایک عظیم ہدیہ و تحفہ نہ پیش کروں؟ رسالتا ب علیہ افضل الصلوٰۃ ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہو اللہم صل علی

کیے جانے کے متعلق روایات میں صرف اہل زمین کا تذکرہ ہے اہل سماء کے اعمال پہنچانے جانے کا تذکرہ نہیں ہے تو کیا اس تقابل سے وہاں بھی نتیجہ اخذ کیا جائیگا البتہ اللہ کہ اہل سماء کے اعمال براہ راست مشاہدہ فرماتا ہے اور اہل زمین کے اعمال ملائکہ میں کرتے ہیں جب یہاں نتیجہ اخذ کرنا صرف غلط ہی نہیں بلکہ گمراہی و بیدینی ہے تو بارگاہ رسالتا ب علیہ السلام کی جناب اقدس میں بھی بہت بڑی جسارت ہے اور سخت بے ادبی۔

ن۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے درود و سلام کا جواب نہیں دیتے بلکہ ابوداؤد شریف میں صریح حدیث رد سلام کے متعلق وارد ہے ما من سلیم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام ابوداؤد شریف اور مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹاتا ہے اور حالت استغراق سے حالت صحو کی طرف منتقل فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ لیکن جیسے بندوں کا درود معنی دعا ہے اور دراصل رحمت بھیجنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اسی لیے صلوات علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل یوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے صلوٰۃ و سلام بھیجے کے لیے عرض کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس دعا کے جواب میں ہمیں دعا سے نوازتے ہیں اور حقیقتاً سلام اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے۔

خادم بارگاہ نبوی کا اتنی قوت سامعہ کا مالک ہونا اور ہر وقت ہر ایک کا سلام سننا ضبط کرنا سلام بھیجنے والے کی تفصیلی معلومات حاصل کرنا اور اسے بارگاہ نبوی میں عرض کرنا اگر موجب شرک اور مساوات بالباری نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے کیونکہ یہ قوت معنی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے تو اس مقدمہ مولیٰ اور امام انبیاء و مرسلین کے لیے اس قدر خدا داد قوت و سماع تسلیم کر لینے سے شکر کیسے لازم آسکتا ہے؟ بحوالہ اشرف۔

محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و آلہ حمید مجیداً - النہدی و المسلم  
 حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت کریمہ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا  
 تسلیماً نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا سلام بھیجنے کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہو چکی ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ  
 اللہ وبرکاتہ، صلوة کس طرح بھیجیں تو آپ نے فرمایا اس طرح کہوا اللہم صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت  
 علی ابراہیم و آل ابراہیم انک حمید مجید - ف

## چوالیسواں باب

### منکرین درود شریف کی مذمت

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت بڑا بخیل  
 ف۔ صلوة و سلام کا ان صیغوں میں حصر نہیں ہے بلکہ وہ ہزاروں صیغوں پر مشتمل ہیں۔ جیسے کہ علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اور علامہ اعلمی حقی  
 نے روح البیان میں تفسیر فرمائی ہے اور محدثین کا عمل بھی اس پر واضح دلیل ہے جب بھی کسی کتاب حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 نام اقدس آتا ہے تو وہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے ہیں اور علی ہذا القیاس جملہ مفسرین و فقہاء اور متکلمین لہذا دعویٰ حصر کی صورت میں العیاذ باللہ  
 سب علماء امت کا ضلالت و گمراہی اور خطا و نا صواب پر اجماع و اتفاق لازم آئے گا جو کہ قطعاً باطل ہے۔ نیز قواعد مقررہ اور اصول  
 مسلمہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام مجید کی نص مطلق کو خبر واحد سے بھی معید نہیں کیا جاسکتا ورنہ ظنی کے ساتھ قطعی کی تخصیص لازم آئے  
 گی اور یہ عند الاحناف باطل ہے لہذا بالعرض اگر کوئی روایت حصر پر دلالت کرنے والی موجود ہوتی تو بھی قرآن مجید کا حکم عام اور ارشاد  
 مطلق اپنے عموم و اطلاق پر رہتا علی الخصوص جب کہ ایسی کوئی نص موجود ہے ہی نہ تو محض اپنے زعم فاسد اور قیاس باطل سے کوئی شخص  
 کیسے دعویٰ تخصیص کر سکتا ہے۔

بلکہ بقول امام سبکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام میں سینہ خطاب اور صلوات میں صیغہ غیوبیت ذکر فرما کر واضح فرمادیا کہ صلوة  
 بھی بصیغہ خطاب جائز ہے۔ جیسے کہ سلام بصیغہ غائب جائز ہے بلکہ دو نو بصیغہ خطاب جائز ہیں اور دو نو بصیغہ غائب چاروں صورتوں کا جائز بیان  
 سے واضح ہو گیا۔ ملاحظہ ہو شفاء السقام لمام السبکی۔

مولوی حسین احمد صاحب مدنی شباب ثاقب میں تصریح کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگان دین (علماء دیوبند) دلائل الحسرات  
 شریف کو خود پڑھتے ہیں اور اپنے متعلقین کو اس کے پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں ملاحظہ ہو ص ۶۶ اگر درود صرف اللہم صل علی  
 محمد و علی آل محمد کما صلیت الخ ہی ہے تو دلائل الخیرات میں مندرج درود و سلام کے سیکڑوں صیغے پڑھنے کا معمول  
 بنانا اور متعلقین کو پڑھنے کی تلقین کرنے کا کیا مطلب؟ محمد اشرف۔

ہے وہ شخص جس کے پاس مجھے ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود و سلام نہ بھیجا یعنی محض زبان بھانا بھی گوارا نہ کیا میرے نام پر مال و دولت کا صرف کرنا تو درکنار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور تین مرتبہ آمین آمین آمین کہا جب اترے تو عرض کیا گیا۔ آپ نے تین مرتبہ آمین فرمایا۔ اس کی حکمت و مصلحت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جبرئیل امین علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا، جس شخص نے ماہ رمضان پایا اور اس کے لیے مغفرت و بخشش نہ ہوئی بلکہ مر کر آگ میں داخل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے رحمت خاصہ سے دور رکھے۔ آپ آمین کیسے کہتے ہیں؟ آمین۔ انہوں نے پھر کہا جو شخص والدین کو بان میں سے ایک کو پالے مگر ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی نہ کرے اور مر کر آگ میں داخل ہو جائے تو اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے دور رکھے کیسے آمین تو میں نے کہا آمین، تیسری دفعہ انہوں نے کہا جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور اس نے آپ پر درود نہ بھیجا اور مر کر آگ میں داخل ہو گیا۔ اسے بھی اللہ تعالیٰ رحمت خاصہ اور مغفرت و بخشش خاصہ سے دور رکھے۔ کیسے آمین میں نے کہا آمین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بھی کوئی قوم مجلس جمائے مگر اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور نہ ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام بھیجیں تو بروز قیامت ان پر گنہگار اور مواخذہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف فرمادے اور چاہے تو عذاب و عذاب میں مبتلا فرمائے۔

## پینتالیسواں باب

### کلمات تعزیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم التیمتہ و الثناء کا وصال ہو گیا تو ایک شخص آیا جس کی صرف آواز سنائی دیتی تھی مگر جسم و شکل دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر مصیبت پر صبر و تحمل کی بدولت عوض ملتا ہے اور ہر ہلاک اور فوت ہونے والے کا بدل اور قائم مقام ہوتا ہے۔ اور ہر ہلاکت سے نکل جانے والی چیز کا تدارک ہوتا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ کرو اور اس سے امیدیں اور آرزوئیں والبتہ رکھو کیونکہ درحقیقت محروم وہ ہے جو ثواب آخرت سے محروم ہوا۔ والسلام۔

# پہا لیسواں باب

## جسد اطہر

حضرت اوس بن اوس رضی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے افضل ایام میں سے جمعہ کا دن

فائدہ جلیلہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سوال صلوات کے روح اقدس پر پیش کیے جانے کے متعلق نہیں کیا تھا ورنہ بعد از دفن جسم کی بوسیدگی اور پراگندگی کا شبہ پیش نہ کرتے لہذا یہ سوال جسد اطہر پر درود و صلوات پیش ہو سکتے یا نہ ہو سکتے سے متعلق تھا اور سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی عرض جسمانی پر مبنی ہے ورنہ فرمایا جاتا تمہارے درود و سلام میری روح پر پیش ہوں گے لہذا اس سوال و جواب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی واضح ہو گئی اور درود و سلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح و جسم دونوں پر پیش ہونا بھی واضح ہو گیا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ان صلوات کو معروضتہ علی (تحقیق تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے) درود پر پیش ہونے میں تو ان کے لیے شک و شبہ کی گنجائش ہی تھی اگر جسم اقدس پر پیش ہونے میں متردد تھے تو عرض روحانی تو تسلیم کرنا لازم تھا کیونکہ حکم نبوی میں صحابہ کرام کی طرف سے شک سے کیے مقصود ہو سکتا تھا علامہ علی قاری نے علامہ طیبی اور علامہ جمال الدین سے یہی خلاصہ جواب نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو مرقات جلد ثالث ص ۲۳۸ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث تلت و بعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تا کل اجساد الانبیاء یعنی اللہ ہی یرزق کے تحت فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ درود و صلوات آنحضرت علیہ السلام کے روح و جسم دونوں پر پیش ہوتے ہیں ص ۲۴۱ اور حدیث ابوداؤد ما من سلم لیتم علی الارض اللہ علی روحی حقاً ارد علیہ السلام سے بھی روح و جسم دونوں کا سلام سنا اور جواب دینا واضح ہے لہذا انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی واضح ہو گئی اور وہ بھی دنیوی حیات کی مانند علی قاری فرماتے ہیں فلا فرق بھو بین الحالین ولذا اقبل اولیاء اللہ لا یوتون بل ینتقلون من دار الی دار انبیاء علیہم السلام کے لیے حیات دنیا اور برزخ میں کوئی تفاوت نہیں ہے اور اسی لیے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول محبوب مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

۲۔ بظاہر جمعہ کے دن صلوات کے پیش ہونے سے دوسرے ایام میں پیش ہونے کی نفی لازم آتی ہے حالانکہ صریح اور صحیح احادیث سے اس کا بردن بلکہ ہر وقت پیش کیا جاتا ثابت ہے لہذا یہاں تاویل واجب ہے کہ اس دن بھی جاو اور درود و سلام شرف قبولیت سے علی وجہ الکمال مشرف ہوتا ہے بخلاف باقی ایام کے ۳۔ صلوات و درود کا پیش ہونا ملائکہ کی وساطت سے ہے یا کشف و عیان سے ملا علی قاری نے حدیث ابوالدرداء کے تحت دونوں معنی نقل کیے ہیں اور باب الصلوات علی النبی کی حدیث جواہرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فان صلواتکوا تبلیغنی تم جہان بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے کے تحت قاضی میاض علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: نفوس تدیر زکیہ جب علائق برزیہ سے الگ ہو جاتے ہیں تو وہ حقیقت فرشتے سے بلندی عرش پر پہنچ جاتے ہیں اور ملائکہ اعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں اور ان کے لیے کوئی حجاب نہیں رہتا وہ سب چیزوں کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہ مشاہدہ کر رہے ہوں اور قریب موجود ہوں مرقات جلد اول ص ۳۴۲ اور نص قرآنی یکون الرسول علیکم شہیداً بھی اسی معنی پر دال ہے اور ملائکہ کا پیش کرنا آپ کے براہ راست سننے کے منافی نہیں ہے (ما فہم محمد اشرف مخلقی عنہ)



بھی ہے۔ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور اسی میں ان کی روح اقدس قبض کی گئی اور جو رحمت الہی اور تقابلی تعلق سے مشرف ہوئی اسی میں نفع صور ہوگا اور اسی میں صعق اور غشی طاری ہوگی (جو کہ دارِ جنت میں داخل ہونے کے لیے مقدمات اور موقوف علیہ ہیں) لہذا اس دن مجھ پر کثرت سے صلوات بھیجیں کیونکہ تمہارا درود و سلام مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا وصال ہو جائے گا اور آپ کا جسد اطہر مٹی سے مل کر بوسیدہ ہو جائے گا۔ اس وقت ہمارا درود و سلام آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجساد انبیاء علیہم السلام کا کھانا اور انہیں بوسیدہ و پراگندہ کرنا حرام فرمادیا ہے۔

## سینا لیسواں باب

### اعمال اُمتِ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں

حدیث اس رضی اللہ عنہم میں گذر کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال مجھ پر بروز جمعہ پیش کیے جاتے ہیں بکر بن عبداللہ نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے خیر ہے اور بہتر تم اپنی حاجات مجھ بیان کرتے ہو اور میں تمہاری رہنمائی کرتا ہوں اور جب میرا وصال ہوگا تو میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ اگر اچھے ہوں گے تو (توفیق خیر پر) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بجالاؤں گا اور اگر شر اور بدتر ہوں تو تمہارے لیے استغفار کروں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی اور حیات ظاہرہ تمہارے لیے خیر اور بہتر ہے۔ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے۔ میں تمہیں حلال و حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات بھی

ف۔ اعمال کا بروز جمعہ اور جمعرات پیش ہونا ان کے علاوہ ایام میں نوز بائلا علمی کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں مصلحت اور حکمت ہے کہ بذریعہ ملائکہ ان ایام میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں ورنہ احادیث بلکہ نص قرآنی کی رُ سے ہر وقت اعمال کا اور عالمین کا نگاہ اقدس میں ہونا ثابت ہے۔ ان اللہ رفع لی الدنیا نانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانا انظر الی کفی ہذا مواہب جلد ۱ ص ۲۰۴ حاجات دنیوی میری نگاہوں سے اٹھایے گئے پس میں دنیا کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے یوں دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کو اور یہی معنون و معنوم قول باری تعالیٰ و یكون الرسول علیکم شہیداً اور ارشاد خداوندی یا ایہا النبی انا ارسلناک شہیداً الایتہ۔ سے واضح ہے۔ فافہم محمد اشرف۔

تمہارے لیے بہتر ہے ہر حجرت کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے جو اچھے ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجا لاؤں گا جو بُرے اور خلاف شرع ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ سے منفرت طلب کروں گا۔

## ارتالیسواں باب

### خواب میں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔" (بخاری و مسلم)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متماثل نہیں ہو سکتا۔" (بخاری و مسلم)۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے مجھے دیکھا اس نے درحقیقت مجھے دیکھا اور اس کا دیکھنا اور شرف دیدار سے مشرف ہونا برحق ہے کیونکہ شیطان میری شکل میں متماثل ہو کر کسی کے سامنے نہیں آ سکتا۔" (بخاری شریف)۔

فائدہ جلیلہ :- اس سرور انبیا علیہ التیمہ والثناء کو خواب میں دیکھنے والا درحقیقت آپ کو ہی دیکھتا ہے اور شیطان ہر صورت میں متماثل ہو سکنے کے باوجود اس صورت میں منظور و متماثل ہونے سے عاجز ہے کیونکہ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منظر ہدایت ہے اور شیطان منظر ضلالت۔ اگر وہ منظر ہدایت کی صورت میں رونما ہو سکے تو حق و باطل میں التباس و اشتباہ پیدا ہو جائے گا اور اس کی توضیح کے لیے اس قدر کافی ہے کہ مدعی الوہیت کے ہاتھ پر خرق عادت ظاہر ہو سکتا ہے مگر جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کی تائید و تصدیق کرنے والا خرق عادت ظاہر نہیں ہو سکتا تا کہ حق و باطل میں التباس و اشتباہ نہ لازم آئے۔

۲۔ خواب میں رسول منظم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا آبا کسی خاص ہیئت و شکل مبارک کے ساتھ مخصوص کیفیت سے مقید ہے؛ بعض حضرات نے آخری ایام میں جو کیفیتِ شکل و صورت پاک تھی اس پر دیکھنے کو ضروری قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا آخری ایام والا علیہ مبارک رکھنا ضروری نہیں البتہ اس شکل پاک اور کیفیت خاص پر دیکھے جس پر مدت العمر میں کسی وقت بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ اگر اس صورت و شکل اور کیفیت و صفت پر دیکھے جس پر آپ حالت حیات ظاہرہ میں کسی بھی وقت تھے تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اک ذات ہے ورنہ اور اک مثال اور ہر دو صورت میں دیدار نبوی برحق ہے۔ لیکن امام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ ہر دو صورت میں

حضرت ابوباک انجعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو میں نے فی الواقع مجھے ہی دیکھا ہے۔

درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بدن انسان خارج از حقیقت ہے اور انسان عبارت ہے روح مجرد اور نفس ناطقہ سے لہذا بیداری میں یہ جسم محسوس اور اک حقیقت کے لیے وسیلہ ہے تو عالم خواب میں اجساد مثالیہ اس حقیقت کے اور اک کے لیے وسیلہ بن جاتے ہیں نہ کہ وہ جسد اطہر جو قبر النور میں موجود ہے لہذا دیکھنے والا جس کیفیت پر بھی دیکھے بواسطہ مثال اور اک حقیقت کر رہا ہے۔

الحاصل خواب میں آپ کی زیارت ممکن ہے اور واقعی بھی مگر اختلاف ہے تو اعتبار تقییدات اور عدم اعتبار میں اور اور اک حقیقت یا اور اک مثال میں لیکن ہر حال میں باطل و محال کو مجال اختلال نہیں ہے اور شیطان اس شکل میں رونما نہیں ہو سکتا۔

۳۔ بیداری میں آپ کا دیدار بعد از وصال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور آپ سے استفادہ ممکن ہے یا نہیں؟ علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حاشیہ میں فرمایا کہ یہ امر ممکن ہے اور یہ کرامات اولیاء میں سے ہے یہی مختار غزالی۔ بازری۔ تاج سبکی۔ عقیق یا فنی۔ ظہری اور ابن ابی حجر کا ہے فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۴ میں فرماتے ہیں اس کا انکار یا معاند کرے گا اور ایزلی بد بخت اور محروم۔ علامہ ابن العربی نے فرمایا کہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مع روح و جسد اصلی ممکن ہے کیونکہ آپ اور جملہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کو اپنی قبور سے نکل کر ملکوت علوی و سفلی میں تعریف کی اجازت دی گئی ہے۔ اور وقت واحد میں کثیرین کا آپ کی زیارت کرنا مستبعد نہیں ہے کیونکہ آپ بمنزلہ سورج ہیں اور جب قطب اکیلا پوری کائنات کو بھر سکتا ہے جیسے کہ تاج بن عطاء اللہ نے کہا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استبعاد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ الحاوی للفتاویٰ للامام السیوطی ص ۱۶۳ ج ۲ تفسیر روح المعانی للعلامة آوسی جلد ۲۲ ص ۳۵۔ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ بیداری میں آپ کا دیدار ہونا اولیاء کرام سے بتواتر ثابت ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ مدارج ص ۱۵ جلد اول اشعة اللمعات جلد سوم ص ۶۸۴۔ مزید تحقیق کے لیے جلاء الصدور ص ۳۹۲ تا ۳۹۶ ملاحظہ فرمادیں۔ محمد اشرف عفی عنہ۔

# ابواب

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر النور سے جلوہ افروزی

### باب اول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے اپنی قبر سے باہر نکلونگا۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ لوگوں پر قیامت کے دن غشی طاری ہوگی۔ سب سے پہلے زمین سے میں سر اٹھاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام کو عرش کے پاس موجود پاؤں گا۔ میں اپنے تئیں یہ فیصلہ نہیں کر سکوں گا کہ آیا وہ بیہوش ہوئے ہی نہیں تھے یا سب سے پہلے ہوش میں آگئے۔ (بخاری و مسلم) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی گئی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس کی سب سے پہلے قبر کھلے گی۔ میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا مقبول شفاعت۔"

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں وہ پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی اور میرا یہ بیان فخر پر مبنی نہیں ہے بلکہ اظہار حقیقت ہے۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں ہی وہ پہلا فرد ہوں گا جس پر سے بروز قیامت قبر شق ہو کر الگ ہوگی اور میرا یہ اعلان اظہار فخر کے لیے نہیں بلکہ بیان واقع کے لیے ہے۔"

### دوسرا باب

#### حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قبر النور سے باہر آنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) زمین کی طرف نزول فرما ہوں گے۔ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔

پہنستا لیس سال زمین پر رہیں گے۔ پھر ان کا وصال ہوگا اور میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی مقبرے اٹھیں گے اور ابو بکر و عمر ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

## تیسرا باب

### سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی میدان حشر میں تشریف آوی کی کیفیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں وہ پہلا فرزند ہوں گا جس سے قیامت کے دن قبر شق ہوگی۔ میں اپنے مزار سے باہر نکلوں گا اور میرے ارد گرد مہاجرین و انصار ہوں گے جو اپنے سروں سے گردو غبار جھاڑ رہے ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے پہل میری قبر شق ہوگی پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی۔ بعد ازاں میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا۔ انہیں اٹھا کر میرے رفقہ بنا دیا جائے گا۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور سطرز نے آنا اضافہ کیا ہے کہ میں مہاجرین و انصار سمیت حرم مکہ و مدینہ کے درمیان ہوں گا۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو فجر بھی طلوع ہوتی ہے اس میں ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں تاکہ قبر انور کا احاطہ کریں اور اس پر سایہ فگن رہیں وہ اپنے پروں سے وہاں جا رو بکشی کرتے ہیں اور بارگاہ نبوی میں درود و سلام پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ جب شام ہوتی ہے تو وہ واپس چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے پھر نازل ہوتے ہیں جو پہلے گروہ کی مانند خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ جب قیامت قائم ہوگی اور قبر انور شق ہوگی تو اس وقت ستر ہزار فرشتوں کی آخری جماعت موجود ہوگی جن کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں آئیں گے اور وہ آپ کے گرد گھیرا ڈالے اپنے جلو میں لے ہوئے ہوں گے۔

یونس بن سیف سے منقول ہے کہ سید الاولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگ قبروں سے نکل کر باسیادہ میدان حشر میں آئیں گے مگر مجھے براق پر سوار کر کے حشر میں لایا جائے گا اور حضرت بلال میرے آگے سرخ اونٹنی پر سوار ہو کر چل رہے ہوں گے جب لوگوں کے مجمع میں پہنچیں گے تو بلال اذان دیں گے۔ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ کہیں گے تو سب اولین و آخرین ان کی تصدیق کریں گے۔ توحید بار تعالیٰ کی گواہی دیں گے اور میری رسالت و نبوت کی۔

# چوتھا باب

## لوار الحمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالتآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوار الحمد قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوار الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ جتنے پیغمبر ہیں وہ قیامت کے دن میرے لوار الحمد کے نیچے ہوں گے اور یہ اعلان فخر پر مبنی نہیں ہے بلکہ اظہار واقع اور تحدیث نعمت کے طور پر اور ان پیغمبران کرام کا میرے لوار الحمد کے نیچے ہونا ان کے لیے سرمایہ افتخار و ناز ہے نہ کہ میرے لیے رف

ف۔ لوار یعنی علم ہے اور اس کو لوار الحمد اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ حمد و ثنا باری تعالیٰ کی بدولت حاصل ہوگا اور چونکہ جہاں میں بنیاد حمد و ثنا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ ملائکہ نے درس تسبیح و تقدیس ان سے حاصل کیا اور احوال انبیاء علیہم السلام نے عالم ارواح میں کسب فیوضات ان سے کیا اور آئین حمد و ثنا اور طرق ذکر و فکر ان سے سیکھے لہذا سبھی کے محامد اس احمد الحامدین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں اور وہی سب محامد کے اصل اور مرجع لہذا حمد کا نور لوار کے صورت میں ان کے ہاتھ میں دیا جائے گا جس سے انوار پھولیں گے اور میدان محشر کو بقعہ نور بنادیں گے اور دائیں جانب انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہوں گے اور بائیں جانب مرشدین کاملین ہر دو فریق کے ہاتھوں میں اعلام ہوں گے جو لوار الحمد سے مستنیر ہوں گے اور انبیاء و مرسلین کے امتی اور اولیاء و مرشدین کاملین کے مرید ان کی روشنی میں چلیں گے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے

تیرے ہی ہاتھ رہا ہے جان سہرا نور کا بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

حضرت آدم علیہ السلام اور جملہ انبیاء لوار نبوی کے نیچے ہوں گے تو معلوم ہوا اس دن اہل محشر کے قائد صرف یہی محبوب کریم علیہ السلام ہیں اور باقی سب ان کے خدام اور شکر می والحمد للہ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو کیا نہیں ہے تمہارا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تفصیل کوثر الخیرات نسید السادات میں ملاحظہ فرمائیں۔ (محمد اشرف)

# پانچواں باب

## نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قسبیین کی کثرت و نسر ادا فی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سرور انبیاء علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن کوئی نبی ایسا ہوگا جو میدان محشر میں ایک امتی کے ہمراہ آئے گا اور کسی کے ساتھ دو امتی ہوں گے اور میں سب انبیاء و مرسلین سے زیادہ قسبیین و مطیعین کی کثرت و نسر ادا لے کر محشر میں آؤں گا (کل صفیں ایک سو بیس ہوں گی جن میں سے آپ کی امت کی اسی صفیں ہوں گی۔ والحمد للہ۔)

## چھٹا باب

### حوض کوثر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میرے حوض کوثر کی چوڑائی ایسے سے صنفا رہمین کی مسافت کی مانند ہے اور اس پر رکھے ہوئے پیمانے آسمان کے ستاروں کی گنتی کے برابر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب کریم علیہ السلام نے فرمایا میرے حوض کی چوڑائی ایک مہینہ کی راہ ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے (اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے) اس میں ایسی خوشبو ہوگی جو کستوری کو شرمندہ کرنے والی ہوگی۔ اس کے آنخورے آسمان کے ستاروں جتنے ہوں گے جو اس سے ایک مرتبہ پی لے گا۔ پیاس سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا۔

رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچنے والا ہوں اور تمہارے پیاس بجبانے اور دیگر تکالیف سے بچاؤ کا بندوبست کرنے والا (میرے امتیوں میں سے) جو میرے پاس حوض پر وارد ہوگا وہ اس سے پیے گا۔ اور جو پی لے گا وہ کبھی پیاس کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہوگا (بخاری و مسلم)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی رحمت فیض الامتہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سب سے پہلے حوض پر پہنچ کر تمہارے لیے انتظام کرنے والا ہوں گا (کچھ لوگ میرے پاس حوض پر پہنچ ہی پائیں گے) کہ انہیں فوراً مجھ سے الگ کر دیا جائے گا میں کون گایہ تو میرے ساتھیوں میں سے ہیں۔ انہیں مجھ سے الگ کیوں کر رہے ہو؟ تو مجھے کہا جائیگا

تہیں معلوم نہیں ہے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا؟ بخاری و مسلم۔ ف

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے آگے یعنی میدانِ عمر میں ایک حوض ہے۔ اس کے دو کناروں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ اذرح اور جریاد کے درمیان۔ بخاری و مسلم۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حوض کے برتن کتنے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس کے برتن اور اکواب و ابالین اس سے بھی زیادہ ہیں جتنے کہ

ف۔ ۱۔ قبل ازیں اس پر تشبیہ گدڑی ہے کہ ایک امر کی وضاحت و صراحت پر تشبیہ کرنے کے لیے هل شغرت - اما شغرت کہا جاتا ہے اور عظمت و فخامت یا خفا و ابہام پر تشبیہ کرنے کے لیے ما اور اک۔ ما یریک کہا جاتا ہے۔ خواہ صورت اولیٰ میں وہ شئی معنی ہی کیوں نہ ہو اور صورت ثانیہ میں معلوم ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا ملائکہ کا یہ عرض کرنا ایک لائتدری اس سے مقصد ان کے اعمال کا منہا تاج بیان کرنا ہے اور ان کا سخت بھیانگ ہونا نہ کہ آپ کی لاعلمی بیان کرنا۔

۲۔ ان کے ہاتھوں پاؤں پر انوار و ضور ہوں گے یا نہیں، صورت اولیٰ میں آپ کا اجمالی یا ایصجابی کننا واضح ہے اور صورت ثانیہ میں محسوسات کے علم کی بھی نفی کرنی پڑے گی کہ امت کی علامت امتیازی بھی آپ کو العیاذ باللہ نظر نہ آئی۔

۳۔ جب یہ واقعہ غیب تھا یعنی مستقبل سے متعلق تو آپ نے اس کی خبر دیدی اور جب اس کا وقوع ہوا تو حقیقت میں غیب ہی نہیں یہ تو ماضی میں معلوم ہو چکا تھا لہذا ایسا علم کی نفی نہیں ہو سکتی فقط عدم التفات ہے اور بے توجہی۔

۴۔ آپ امتِ اجابت کے اعمال اور اشخاص پر شاہد ہیں اور یہ مرتدین تھے یا منافقین لہذا اس واقعہ سے آپ کے شاہد اور حاضر و ناظر ہونے پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ امتِ اجابت یعنی اہل اسلام کے لیے شاہد اور حاضر و ناظر ہیں نہ کہ امتِ دعوت کے لیے جس میں ٹمہدین مرتدین وغیرہ بھی داخل ہیں ملاحظہ ہونے ملے شرح مسلم جلد اول ص ۴۱۳۔

۵۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اشخاص اور ان کے اعمال معلوم ہوں اور ان کا مرتد یا منافق ہونا معلوم ہو مگر اس وقت ادھر التفات نہ ہوئی ہو۔

۶۔ دنیا میں وہ اہل اسلام کے ساتھ استہزاء کرتے تھے لہذا ان کو اس کا بدلہ دیا گیا کہ حوض پر پہنچ کر جب نجات کی امید لگ گئی تو فوراً مایوس کر دیا گیا اور امید کے بعد یاس سے جو تکلیف ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

۷۔ نیز کیا کوئی اہل ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و ادراکات وہی کچھ ہیں جو آپ کے متعلق کسی فرشتہ کے خیال میں ہوں اور ان کا اندازہ و تخمینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا معیار ہے۔ جب کسی فرشتہ حتیٰ کہ روح الامین کو ان کے علوم کا احاطہ کرنے کی مجال نہیں ہے تو محض ان کے زعم اور گمان سے حتمی قطعی نفی کیسے لازم آگئی۔ اگرچہ مجال سخن ابھی تنگ نہیں ہے مگر جو کچھ مذکور ہوا وہ طالب ہدایت کے لیے کافی ہے۔ احقر محمد اشرف عفی عنہ۔



گردوغبار سے صاف تاریک رات میں نجوم و کواکب نظر آتے ہیں۔ جنت کے برتنوں اور پانیوں سے جو شخص ایک مرتبہ پنی لے گا وہ بعد ازاں کسی وقت میں بھی شدت پیاس کا شکار نہیں ہوگا۔

اس حوض میں جنت کی نہر کوثر سے دو پرنالے بہتے ہوں گے (جو اس میں کمی پیدا نہیں ہونے دیں گے) اس کا طول اور عرض برابر ہوگا اور ہر کنارہ عمان و ایلہ کی درمیانی مسافت پر ہوگا۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا۔ (مسلم شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض اس سے بھی زیادہ وسیع ہے جتنی وسعت کہ ایلہ سے عدن تک ہے۔ مجھے اپنی جان کے مالک کی قسم میں اپنے حوض سے بیگانے لوگوں کو اس طرح دور کروں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے اجنبی اونٹوں کو دور کرتا ہے (چونکہ اونٹوں کو حوض سے دور کرنے والا اپنے اور پرلے کا امتیاز کر سکتا ہے لہذا ہانک بھی سکتا ہے تو سرور عالم علیہ السلام کو بھی اپنے اور بیگانے کا امتیاز ہوگا) اس حقیقت کو معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پہچان لیں گے، آپ نے فرمایا ہاں! تمہاری ایک واضح اور محسوس علامت امتیاز ہوگی۔ آثار و صنو کی وجہ سے تمہارے ہاتھ۔ پاؤں اور پیشانیاں نورانی ہوں گی اور سفید (مسلم شریف)۔

## سائلوں کا باب

### شفاعت مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور پہلا قبول شفاعت جیسا کہ پہلے تفصیلی روایت گذر چکی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ بارگاہ نبوی میں بھنا ہوا گوشت لایا گیا جب آپ نے جانور کا اگلا پاؤں اٹھایا اور اس پر سے گوشت لیا تو فرمایا: میں قیامت کے دن سب لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا جانتے ہو وہ کیسے؟ اللہ تعالیٰ سب اولین و آخرین کو ایک ہموار اور کشادہ میدان میں جمع کرے گا آواز سنانے والا ان کو آواز سنانے کا اور ان کو دیکھنے والا دیکھنے کے گا (نہ کانوں پر پردہ ثقل ہوگا اور نہ آنکھوں پر پردہ خفا و عنی) سورج قریب آجائے گا۔ لوگوں کو اس قدر درد و غم اور کرب و الم لاحق ہوگا کہ اس کے برداشت کرنے سے عاجز آجائیں گے اور بہت و طاقت جواب دے جائے گی۔ تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے کیا دیکھتے نہیں ہو تم کس حال میں ہو؟ تمہاری تنگی اور پریشانی کس حد تک پہنچ گئی ہے؟ کیا ایسے شخص مکرم و معظّم کو تلاش نہیں کرتے جو بارگاہ قدس میں جا کر تمہارے لیے شفاعت کرے۔

چنانچہ ان میں سے بعض لوگ دوسروں کو مشورہ دیتے ہوئے کہیں گے ایسی ہستی حضرت آدم علیہ السلام کی ہے اور وہ تمہارے باپ میں (لہذا شفقت پدیری کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ضرور شفاعت کریں گے) ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے اے آدم آپ ابو البشر ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور تمہارے اندر اپنے خاص ارواح میں سے روح پھونکا ہے اور ملائکہ کو تمہارے سامنے سر بسجود ہونے کا حکم دیا اور وہ سجودِ تحیت و تعظیم بجالائے بارگاہِ رب کریم میں حاضر ہو کر ہمارے لیے شفاعت کیجئے کیا دیکھتے نہیں ہو ہمارا کیا حال ہے، کیا تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے کہ ہم کس قدر محنت و مشقت تک پہنچ چکے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے میرے رب تعالیٰ نے آج ایسے غضب کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ اس طرح کا غضب نہ پہلے دیکھنے میں آیا ہے اور نہ ہی اس کے بعد دیکھنے میں آئے گا اور اس نے مجھے درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا مگر میں نے اس سے کھا لیا۔ آج تو میرا اپنا نفس مستحق شفاعت ہے اور مجھے اس کے لیے شفع درکار ہے۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت نوح کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے تم کفار و مشرکین کی طرف بھیجے جانے والے، پہلے رسول ہو۔ تمہیں اللہ نے عبداً شکوراً (بہت ہی شکر گزار بندہ) فرمایا ہے۔ لہذا اس کی جناب میں ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے میرے رب تبارک و تعالیٰ نے آج ایسے غضب کا اظہار فرمایا ہے اور قہر و جلال کا کہ ایسا مظاہرہ غضب و جلال نہ پہلے دیکھنے میں آیا اور نہ ہی بعد میں دیکھنے میں آئے گا اور میں نے اپنی قوم کے لیے دعائے ہلاکت کی تھی اور ان کو غرق کر دیا تھا میں اپنے نفس کی فکر میں ہوں (مجھے اس امر کی تکلیف نہ دو کسی دوسرے کے پاس جاؤ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر حالت زار عرض کرو۔

سب اہلِ مشرک جمع اہم و اقوام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے۔ اے ابراہیم تم اللہ تعالیٰ کے نبی اور خلیل ہو، ہمارے لیے شفاعت کیجئے۔ دیکھو تو ہم کس حال میں ہیں۔ دیکھئے تو سہی ہماری محنت و مشقت اور کلفت و کربت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔

حضرت خلیل فرمائیں گے میرے رب آج کے دن قہر و جلال کا ایسا مظاہرہ کیے ہوئے ہے کہ نہ اس سے پہلے کیا اور نہ اس کے بعد فرمائے گا (اور وہ اپنے تین کلمات کا ذکر فرمائیں گے جو انہوں نے بطور توریہ استعمال فرمائے تھے حقیقت میں درست تھے مگر ظاہر میں نعم فحاطین کے لحاظ سے خلاف واقع تھے لہذا بطور کسر نفسی ان کو صوری مشابہت کے پیش نظر کذب کے درجے میں رکھتے ہوئے معذرت کریں گے اور کہیں گے) مجھ سے تین خلاف واقع خبریں صادر ہوئیں لہذا میرا نفس خود حقدار شفاعت ہے کسی اور کے پاس جائیں۔ حضرت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو۔ اہلِ مشرک کا سبیل بے پناہ دوڑتا ہوا بارگاہِ کلیم علیہ السلام میں حاضر ہو دے گا اور ان سے عرض کریں گے اے موسیٰ تم رسول خدا علیہ السلام ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور مہکلامی کے لیے منتخب فرمایا، ہمارے لیے اپنے

رب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت کیجئے۔ کیا دیکھتے نہیں ہو ہمارا حال کیا ہے اور ہم کس مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں۔ حضرت کلیم فرمائیں گے۔ آج رب تعالیٰ نے اس قدر غضب کا اظہار فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے فرمایا اور نہ بعد میں فرمائے گا اور میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا مجھے تو اپنے نفس کی فکر ہے لہذا کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

اہل معشر کا یہ حرام نصیب قافلہ حضرت عیسیٰ روح اللہ کے در اقدس اور بارگاہ عالی میں حاضر ہو گا ان سے عرض کرے گا۔ اے عیسیٰ تم اللہ تعالیٰ کے رسول ہو اور وہ کلمہ جن کو اس نے حضرت مریم کی طرف اتارا فرمایا اور اس کی روح مخصوص تہدی یہ نشان ہے کہ تم نے عالم طفولیت اور نیر خوارگی میں لوگوں کے ساتھ کلام کیا حضرت مریم کی برادرت اور اپنا مقصد تخلیق وغیرہ بیان فرمایا، بارگاہ خداوندی میں حاضری دے کر ہمارے لیے شفاعت کریں۔ کیا آپ کو ہماری حالت زار نظر نہیں آرہی کیا آپ ہماری پریشانیوں کا درجہ نہایت کو پہنچ جانا ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں فرمائیں گے۔ آج خدائے قہار غضب و قہر پر ہے۔ اس طرح کا غضب و قہر نہ آج تک اس نے فرمایا نہ ہی آئندہ فرمائے گا۔ آپ اپنی کسی کوتاہی یا لغزش کا ذکر کیے بغیر فرمائیں گے کہیں اور جا کر دامن سوال دراز کرو اور دست تمنا پھیلاؤ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری دو۔

رحمت بخشم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ سبھی میری بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے محمد المجددین صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور آپ کے پچھلوں کے ذنوب کے متعلق اعلان مغفرت فرمادیا ہے اور ہر قسم کے مواخذہ سے آپ کو بے خوف و خطر کر دیا ہے۔ ہماری شفاعت فرمادیں۔ ہماری حالت زار آپ کے سامنے ہے اور مصائب و حوادث کا درجہ نہایت تک پہنچنا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں اٹھوں گا اور چل کر بارگاہ ذوالجلال میں حاضری دوں گا۔ عرش کے سامنے زمین نیاز پر سرجود ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر اس وقت اپنے ایسے محامد اور حسن ثناء کا ایسا کشف والہام فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں ہوئے۔ تب کہا جائے گا اے محمد و محمود خلق و خالق اپنا سر ناز اٹھائیے۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول کرتے جائیں گے۔

۱۱۔ امام اہلسنت نے رسل کرام کے در اقدس پر حاضری دینے کا کام لوٹنے اور بالآخر بارگاہ رسالت آج سے شاد کام ہونے کی حکمت و مصلحت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

خلیل و بنی کلیم و روح سبحی سے کسی کہیں نہ بنی یہ بخیری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے۔

یعنی مقصود اہل معشر تو آپ ہی تھے مگر ان کو پہلے دوسرے انبیاء کرام کی خدمت میں بھیج کر ناکام لوٹایا تاکہ پتا چل جائے کہ اس

میں عرض کروں گا اے رب کریم میری امت کو بخش دے۔ میری امت کے لیے رحم و کرم اور عفو و درگزر فرما تو مجھے کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت میں ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے۔ جنت کے دروازوں میں سے بابِ امین سے اندر داخل کر دیجئے اور وہ دوسرے دروازوں سے داخل ہونے کے بھی اسی طرح حقدار ہیں جس طرح دوسرے اہل جنت۔

ازاں بعد سرورِ انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے فرمایا مجھے اپنے مالکِ نفس و جان کی قسم کہ جنت کے دروازوں میں سے ہر دروازہ کی دو جانبوں اور ہر دوپٹ کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی کہ مکہ اور یحجر کے درمیان اور مکہ و بصری کے درمیان۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ ہر دوسرے اصحابی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل ایمان قیامت کے دن جمع ہوں گے۔ ان کو طلبِ شفیق کا الہام کیا جائے گا تو وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کاش ہم کسی کو اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں شفیق بناتے تاکہ وہ ہمیں اس جگہ کے شہداء و نکالیف سے راحت بخشتا۔ باقی مضمون وہی ہے جو پہلی روایت میں گذر چکا ہے تا آنکہ فرمایا تب میں اٹھوں گا اور بارگاہِ خداوندی میں حاضری کا اذن طلب کروں گا۔ جب داخل ہونے کی اجازت ملے گی اور بارگاہِ اقدس میں داخل ہوں گا تو جو نہی میری نگاہِ دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوگی میں سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے جتنا قدر حالتِ سجود میں رکھنا چاہے گا رکھے گا۔ پھر فرمایا جائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو اٹھائیے جو مانگو عطا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر سجدہ سے اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ان محامد و محاسن کے ساتھ کروں گا۔ جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ دیگا اور الہام فرمائے گا۔ ف

بارگاہِ جلال میں آج نقطہ اور نقطہ اس رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسائی ہے اور باقی سب ان کے طفیلی ہیں۔

ف۔ شفاعت کا الہام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو معلوم ہوا شفاعت اس کے نزدیک پسندیدہ امر ہے نہ کہ شرک و نہ اس کا الہام کیونکہ فرمایا۔ نیز سب اہل ایمان طلبِ شفیق پر اتفاق کریں گے اور کوئی پیغمبر بھی انہیں یہ نہیں فرمائے گا کہ شفاعت تو ناجائز ہے۔ لہذا تم آج اس ناجائز امر کا ارتکاب کیوں کر رہے ہو بلکہ ہر نبی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرف رہنمائی کرے گا تو واضح ہو گیا کہ شفاعت کی حقانیت کا عقیدہ اہل اسلام و ایمان کا۔ جملہ اہم واقعات کا اور تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا متفق علیہ اور مجھے عجیب ہے اور یہی منشاءِ ایزدی ہے اور اس کا پسندیدہ امر اسی لیے اس کا الہام فرمایا۔ لہذا جو شخص شفاعت کا منکر ہے اس کی راہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء اور جملہ اہل ایمان کی راہ سے مختلف ہے۔ امام اہل سنت نے فرمایا ہے

آج لے انکی پناہ آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لیے قابل شفاعت لوگوں کی ایک حد معین کر دی جائے گی۔ چنانچہ میں ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ تین مرتبہ یہی صورت حال وقوع پذیر ہوگی۔ جب چوتھی مرتبہ بارگاہِ ذوالجلالی میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوں گا۔ سر اٹھانے کا حکم ملے گا تو میں عرض کروں گا۔ اب صرف وہی لوگ جہنم میں رہ گئے ہیں جن کو قرآن مجید نے روک رکھا ہے یعنی ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے ابدی جہنمی ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ شیفیع روزِ حجاز صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میرے شفاعت کی بدولت عذاب جہنم اوزارِ دوزخ سے ہر وہ شخص نکال لیا جائے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے برابر خیر تھی۔ پھر نارا جہنم سے ان لوگوں کو نکالا جائے گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور جن کے دلوں میں باجرہ کے دانے کے برابر خیر تھی۔ پھر انہیں نکالا جائے گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور ان کے دلوں میں گندم کے دانے کے برابر خیر اور بھلائی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے (حسب وعدہ خداوندی) ایک مستجاب دعا تھی۔ (جس کی عدم قبولیت محال تھی) مگر انہوں نے اس حق کو دنیا میں استعمال کر لیا اور وہ دعا قبول کر لی گئی۔ اور میں نے اپنے حق دعا کو بروز قیامت امت کی شفاعت کے لیے بچا رکھا ہے۔ یہ تینوں حدیثیں بخاری و مسلم میں ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو میں سب لوگوں کا امام ہوں گا اور ان کا خطیب اور ان کے لیے شفاعت کرنے والا اور میں یہ اعلان بطور فخر نہیں کر رہا ہوں بلکہ تحدیثِ نعمت کے لیے اور بیانِ واقع کے لیے (نیز اپنی امت کو اپنا مقام بیان فرما کر ان کی تصحیح عقائد مقصود تھی اور یہ بھی کہ میرے امتی ادھر ادھر نہ دوڑیں بھاگیں اور پریشانی نہ اٹھائیں کیونکہ سب کا امام اور سب کا شیفیع میں ہوں لہذا انہیں دوسروں کا منہ دیکھنے کی کیا ضرورت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کھڑا ہو کر اپنی امت کے پھر ابا پر سے گزرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ عیسیٰ علیہ السلام میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے یہ سبھی انبیاء آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں جو آپ سے سوال کرتے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ تمہارے پاس جمع ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو اس میدان سے دوسری جگہ جہاں بھی اُسے منظور ہے منتقل فرما دے کیونکہ یہاں وہ بہت بڑی مشقت اور تکلیف میں ہیں لوگوں کا پسینہ منہ تک آیا ہوا ہے اور مومن کے لیے تو وہ زکام کی مانند ہے مگر کافر پر تو گویا موت کا موجب بن رہا ہے۔ آپ انہیں فریٹس کے ٹھریلے حتیٰ کہ میں (بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہو کر) واپس تمہارے پاس آؤں۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ قدس میں حاضر ہو کر عرشِ عظمت کے نیچے کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کا ایسا اعزاز و اکرام کیا جائے گا کہ اس قسم کے اعزاز و اکرام کے ساتھ کسی کو مشرف نہیں کیا جائے گا نہ ملکِ مقرب کو اور نہ ہی نبی مرسل کو۔

تب اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام پر وحی نازل فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کرو۔ آپ اپنا سجدہ

سے اٹھالیں جو گویا کیا جائے گا اور جس کی شفاعت کو قبول کی جائے گی۔ مجھے اپنی امت کا حق شفاعت دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ نساوے کے مقابل ایک کو بذریعہ شفاعت نارہنم سے نکال لو۔ میں بار بار اس کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہوں گا اور بار بار اذن شفاعت پاتا رہوں گا (اور اس مخصوص تعداد کو نارہنم سے نکال کر پھر حاضری دوں گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی عطا سے اس طرح مشرف فرمائے گا کہ اے محمد اپنی امت میں سے ہر اس شخص کو نارہنم سے نکال لو جس نے ایک دن بھی خلوص قلب سے لا الہ الا اللہ کہا اور اسی پر فوت ہوا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا "کہ شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ایک قوم دوزخ کی آگ سے نکالی جائے گی اور اہل جنت ان کو (سابقہ حالات کے پیش نظر) جہنمی کہیں گے۔ (بخاری ترمذی) حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "میری شفاعت امت کے اہل کفار کے لیے ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہو تو حق شفاعت لے لو اور چاہو تو ادھی امت کو جنت میں داخل کر لو لیکن میں نے شفاعت کو اختیار کیا۔ کیونکہ وہ عام ہے۔ اور زیادہ کفایت کرنے والی کیا خیال کرتے ہو کہ وہ فقط متقی، اہل ایمان کے لیے ہے۔ نہیں بلکہ وہ تمام مذہبین اور اولادکان گناہ کے لیے ہے۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک دُعا ہے جس کو انہوں نے جلد ہی دنیا میں استعمال کر لیا اور میں نے اپنے حق کو قیامت کے دن میں امت کے مذہبین اور گناہوں میں ملوث لوگوں کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن جملہ اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور یہ بات محض بطور فخر نہیں کہہ رہا اور میں بروز قیامت سب سے پہلا شفیع ہوں گا اور یہ اظہار بھی بطور فخر نہیں ہے بلکہ تحدیثِ نعمت۔ اظہارِ واقعہ اور امت کو اپنے مقام کی نشاندہی و سرکارِ صحیح عقیدہ کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے۔"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی کے لیے ایک دُعا کا خصوصی حق تھا جو انہوں نے دنیا میں ہی اپنی امت کے لیے استعمال فرمایا اور میں نے اپنے حق دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے۔"

ف۔ اگرچہ آپ روزِ شاق سے سید خلق ہیں مگر چونکہ اس سبادت مطلقہ کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ اس لیے فرمایا کہ میں قیامت

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا میں انبیاء کرام کا امام ہوں گا۔ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کرنے والا اور ان کو حق شفاعت دلانے والا اور میں نے یہ اظہار فخر کے لیے نہیں کیا ہے۔

## آٹھواں باب

### مقام محمود

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہوگی مجھے میرا رب تبارک و تعالیٰ بزرگوارے زیب تن کرانے گا۔ پھر مجھے اذن کلام اور شفاعت دیا جائے گا اور میں عرض کروں گا جو بھی اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ ہے مقام محمود جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں مقام محمود پر کھڑا ہوں گا اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ تمہیں بارگاہ خداوندی میں اس حال میں لایا جائے گا کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر ممتون ہو گے تب میں مقام محمود میں کھڑا ہوں گا اور یہی وہ مقام ہے جس میں کھڑے ہو کر میں امت کے لیے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ سرور اولین و آخرین علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے مقام میں کھڑا کرے گا جس میں کسی کو شرف قیام نہیں بخشتا آپ روپڑے اور فرمایا اور اس میں میرے بعد بھی کسی کو کھڑا نہیں کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش عظیم پر بٹھائے گا۔

کے دن سب اولاد آدم کا سردار ہوں گا جس طرح اللہ رب العزت نے فرمایا مالک یوم الدین حالانکہ سبھی ایام کا اور اہل الزمان کا صرف وہی مالک ہے مگر ظہور ملک اور ملک کا حقہ اس دن ہوگا لہذا اس کی طرف نسبت فرمادی۔

نیز اولاد آدم سے مراد نسل انسانی ہے لہذا حضرت آدم علیہ السلام پر بھی افضلیت و سیادت ثابت ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں جب اولاد میں ایسی ہستیاں ہیں جو ان سے افضل ہیں تو سب اولاد پر افضلیت و سیادت سے خود آدم علیہ السلام پر بھی فضیلت و سیادت ثابت ہو جائے گی۔

## سوال: محمود کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اگر یہ کہیں کہ مقام محمود نام ہے آپ کی عرش نشینی کا تو محمود کا مطلب ہے محمود فیہ یعنی اس مقام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سب مخلوق پر رفعت و سر بلندی بخشی۔ یا اللہ تعالیٰ آپ کی حمد و ثناء فرمائے گا یعنی ان کو اس مقام بلند اور منصب عالی پر فائز فرما کر ان کی رفعت مقام عظمت شان کو ظاہر فرمائے گا اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قول باری تعالیٰ "عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً" کی تفسیر میں منقول ہے کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم مقام ہے جس میں نہ کوئی نبی مرسل کھڑا ہو سکے گا اور نہ مقرب فرشتہ۔ اس مقام پر فائز فرما کر اللہ تعالیٰ آپ کا فضل و شرف ساری مخلوق اور اولین و آخرین پر ظاہر فرمائے گا۔"

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی عالم فخر عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو اس طرح پھیلایا جائے گا جیسے چمڑے کو پھیلایا جاتا ہے (مگر بایں ہمہ انسانوں کی کثرت کا عالم یہ ہوگا کہ ہر انسان کو صرف پاؤں رکھنے کی جگہ ملے گی۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ رب العزت کی دائیں جانب ہوں گے اور بنی آدم انہوں نے اللہ تعالیٰ کو اس سے پہلے نہیں دیکھا ہوگا۔ میں کہوں گا اے میرے رب کریم

ف: بظاہر عرش پر آپ کے بیٹھے کا قول بعید معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت اس میں کوئی وجہ استبعاد نہیں۔ بے اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھنے سے پاک ہے کیونکہ عرش مکان ہے اور اللہ تعالیٰ مکان و زمان کے تقیدات سے متبر اور منزہ ہے۔ حضرت بریلوی فرماتے ہیں: وہی لامکان کے کہیں ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکان وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے اس روایت کو مدارج النبوت جلد اول ص ۲۴۴ پر نقل فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ اللہ رب العزت آپ کو اپنی کرسی عظمت پر سرفرازی بخشے گا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول مجلسہ ریبہ معذ علی العزیز اللہ رب العزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر جلوہ گر فرمائیں گے، نقل کر کے فرمایا کہ یہ مشابہات کے قبیلہ سے ہے اور اس کو عقلی استبعاد کے تحت رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اگر ازرودے سند یہ روایت درست ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو درجہ و مرتبہ اور قرب منزلت کے لحاظ سے سرفرازی بخشے گا۔ نہ کہ معیت مکانی کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بر دست ختم  
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

(محد اشرف عفی عنہ)



اس دائیں جانب موجود تیرے مقرب فرشتے نے مجھے بتلایا تھا کہ تو نے میری طرف وحی بھیجی ہے اور انہیں وحی کے ساتھ ارسال فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس نے سچ کہا ہے۔ پھر میں شفاعت کروں گا اور عرض کروں گا اے میرے رب کریم تیرے بندے اس زمین کے اطراف و اکناف پر پھیلے ہوئے ہیں (اور سخت تکلیف میں ہیں لہذا ان کا حساب و کتاب شروع فرما اور اپنے اپنے مسکن و ماویٰ تک انہیں پہنچا) تو یہ ہے مقام محمود۔

## نواں باب

### اہل ایمان اور پھر صراط

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جہنم کی لپشت پر پل رکھا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں پل پر سے سب سے پہلے گزروں گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت خذیفہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہوں گے اور امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے رب سلم سلم کہہ رہے ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمانا۔ آپ نے فرمایا میں شفاعت کروں گا۔ میں نے دریافت کیا اے نبی خدا میں آپ کو قیامت کے دن کہاں تلاش کروں تو آپ نے فرمایا پہلے پہلے تو مجھے پل صراط پر تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا اگر وہاں آپ کو نہ پاؤں تو فرمایا پھر میں میزان اعمال کے پاس ہوں گا۔ میں نے عرض کیا اگر میزان کے پاس بھی نہ پاؤں تو فرمایا پھر میں حوض کوثر پر ہوں گا۔ ان تین مقامات میں سے ایک پر ضرور ہوں گا۔ ان سے اوہرا دھر تجاوز نہیں کروں گا۔

ف۔ سے رضا پل سے اب وجد کرتے گندیے کہ ہے رب سلم صدائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

# دسواں باب

## نبی کریمؐ کی جنت میں جلوہ افروزی

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور کھولنے کے لیے دستک دوں گا۔ رضوان خازن جنت کے گاؤں کون ہیں؟ میں کہوں گا! محمد! وہ کہے گا آپ کے لیے ہی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ خازن دریافت کرے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا میں محمد ہوں۔ تو وہ کہے گا میں ابھی اٹھ کر کھولتا ہوں، نہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے اٹھا ہوں اور نہ آپ کے بعد کسی کے لیے اٹھوں گا۔ مسلم شریف۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو آپ کو کونسا مقام و مرتبہ عطا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا سب اولاد آدم علیہ السلام قیامت کے دن میرے لواحقین کے نیچے ہوگی اور میں پہلا نبی ہوں گا جس کے لیے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک جنت تمام انبیاء علیہم السلام پر حرام کر دی گئی ہے۔ جب تک میں اس میں داخل نہ ہوں اور تمام امم پر حرام ہے۔ جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی معظم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب کا شفیع ہوں جبکہ انہیں میدان محشر میں روک دیا جائے گا اور میں سب کو بشارت دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہونے لگیں گے اور جنت کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہی پہلا رسول ہوں جو جنت میں داخل ہوں گا اور میں یہ اعلان بطور فخر نہیں کر رہا۔

# گیارہواں باب

## امت کا فضل و شرف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم آخر بھی ہیں (بشت و ظہور کے لحاظ سے) اور سابق ہیں رقیامت کے دن مراتب و مقامات کے لحاظ سے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے انبیاء علیہم السلام کو ہم سے پہلے کتابیں عطا کی گئیں اور ہمیں بعد میں یہ تھا ان کا دن (جبہ) جو ان پر فرض کیا گیا تھا مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی طرف رہنمائی فرمادی (اور ہم نے عند اللہ مقرر و مقدر دن کو پایا یعنی جمعہ کو۔ پس وہ ہمارے تابع ہیں۔ یہود کل (ہفتہ کے منتخب کرنے کی وجہ سے) اور نصاریٰ پر سوں (انوار کو عبودت کے لیے مخصوص ٹھہرانے کی وجہ سے)۔“

بہز بن حکیم بن معاویہ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے ناقل ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: ”غور سے سنو تم ستر امت کی تکمیل کرو گے جن میں سے تم سب پر افضل ہو اور عند اللہ عزت و کرامت والے۔“

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے بہت طویل سجدہ فرمایا۔ ہم سمجھے کہ آپ کا حالتِ سجود میں وصال ہو گیا ہے جب آپ نے سراقس سجدہ سے اٹھایا تو فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کے معاملہ میں اختیار دیا کہ جو تم چاہو میں ان کے ساتھ وہی سلوک کروں گا میں نے عرض کیا وہ تیری مخلوق ہیں اور تیرے بندے (جیسے چاہے ان کے ساتھ سلوک فرما) اس نے دوبارہ مجھ سے دریافت فرمایا کہ میں تمہاری امت کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ میں عرض کیا تو خالق وہ مخلوق وہ عابد و عبد اور تو معبود و آقا جو چاہے ان کے ساتھ وہی سلوک فرما، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد میں آپ کو امت کے معاملہ میں پریشان نہیں کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد پہلے پہل میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے جن میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن پر کوئی حساب اور مواخذہ نہیں ہوگا۔ پھر میری طرف وحی نازل فرمائی اور فرمایا ”دعا کرو قبول کی جائے گی جو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے قاصد و رسول سے کہا کیا مجھے میرا رب میرا مسئلہ و مطلوب عطا کرے گا تو اس نے کہا۔ اس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہی اسی لیے ہے تاکہ تم جو طلب کرو تمہیں عطا فرمائے اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا مطلوب و مسئلہ عطا فرمایا ہے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا ہوں اور میرے لیے اعلانِ مغفرت و بخشش فرمادیا ہے اور مجھے یہ (اعزاز) بھی عطا فرمایا ہے کہ میری امت نہ بھوک کے عذاب سے ہلاک ہوگی اور نہ ہی مجموعی طور پر مغلوب ہوگی اور مجھے کوثر عطا فرمائی ہے اور وہ جنت کے اندر ایک نہر ہے جس کا پانی میرے ووض میں میدانِ عشرت کے اندر گرے گا اور مجھے ایک مہینہ کی راہ تک عزت و

نصرت اور رعب و دبدبہ عطا فرما کر میری مدد فرمائی ہے۔ مجھے یہ شرف بھی عطا کیا ہے کہ میں سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا۔ میرے لیے اور میری امت کے لیے مالِ غنیمت کو طیب و حلال قرار دیا اور پہلی امتوں پر جو چیزیں حرام تھیں اور ان پر اس ضمن میں بہت ہی تغلیظ و تشدید کی گئی تھی۔ ان میں سے اکثر کو ہمارے لیے حلال فرما دیا اور ہمیں حرج میں مبتلا نہیں فرمایا۔

## بارہواں باب

### وسیلہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عظیم درجہ ہے۔ جس سے بلند کوئی درجہ نہیں ہے۔ لہذا تم میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام و وسیلہ عطا کرنے کی دعا کیا کرو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مجھ پر درود بھیجو تو میرے لیے دعا و وسیلہ کیا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وسیلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "جنت کے اندر ایک انتہائی بلند درجہ و مقام ہے۔ جس کو صرف ایک شخص ہی پاسکے گا اور میں امید رکھتا ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ پر درود و سلام بھیجو وہ تمہارے تزکیہ و طہارت کا موجب ہے اور میرے لیے اللہ تعالیٰ سے جنت کے درجہ و وسیلہ کا سوال کیا کرو اور یہ ایک ہی شخص کے سزاوار اور شایان شان ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پر امید ہوں کہ میں ہی وہ شخص ہوں گا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی الانبیاء علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: "جب تم مؤذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو جو جو کلمات وہ ادا کرے تم بھی اسی طرح کہو۔ اذان ختم ہونے پر مجھ پر درود و صلوات بھیجو کیونکہ جو شخص ایک دفعہ مجھ پر درود بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا۔ پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ کی دعا کیا کرو جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا۔ اس پر میری شفاعت حلال ہوگی اور وہ سزاوار شفاعت ہو جائے گا۔"

حضرت روایع بن ثابت سے روایت ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہے "اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پروردہ بھیج اور انہیں جنت میں اپنے مقام قرب پر فائز فرما، اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ ف

دعا فائدہ اولیٰ: ان بیسیوں روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق اور اپنی امت کے متعلق تفصیلی بیان موجود ہے کہ بروز قیامت آپ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہوگا اور آپ کس طرح شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت کا انتظام آپ نے دنیا میں اپنی دعا کو محفوظ کر کے کر لیا تھا وغیر ذالک مگر ان ذخائر حدیث کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی یہی رٹ لگاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود فرمادیا ہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کے باوجود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا (براہین قاطعہ مولفہ خلیل احمد انبٹھیوی۔ مصدقہ رشید احمد گنگوہی) تو اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے۔

گر نہ بتید بروز شپہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

رہی ان کی طرف سے یہ توجیہ کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے متعلق تفصیلی معلومات نہیں رکھتے اور نہ امت کے متعلق اگرچہ اجمالاً علم ہے تو اولاً یہ توجیہ اس لیے لنو ہے کہ احادیث نبویہ میں کس قدر مرحمت و وضاحت موجود ہے اور تفصیلات کا بیان اگر یہ سب اجمال ہے تو تفصیل کس طرح ہوگی۔

نیز جن کے کلام میں یہ توجیہ کی جا رہی ہے انہوں نے اس کتاب میں کوئی ایسا لفظ ذکر نہیں کیا جس سے محض تفصیلی علم کی نفی ہوتی ہو اور اجمالی علم کا اثبات ہوتا ہو لہذا یہ تاویل بلامنشا ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ علی الخصوص جو شخص صرف اس کتاب کی اس عبارت کو دیکھے گا اس کا بارگاہ نبوت کے متعلق کیا نظریہ ہوگا۔

نیز سخن ناشناسی کی بھی اتھا ہے کہ مقصود محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ میں محض اپنے قیاس کو گمان سے نہیں جانتا بلکہ جو اعلان کرتا ہوں وحی خدا کے ساتھ اور الہام باری تعالیٰ کے بعد۔ لہذا تم اس طرح کے دعوے نہ کیا کرو کیونکہ تم محض قیاس و گمان سے بات کرتے ہو اور تمہارے اس یقین و اعتقاد کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ بخلاف علم نبوت کے وہ وحی و الہام پر مبنی ہے۔ قطعی نہیں ہے بلکہ قطعی ہے اور بار لوگوں نے قطعی تو کجا قطعی علم ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ (العیاذ باللہ)

فائدہ ثانیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ سزاوار مقام و درجہ وسیلہ میں ہی ہوں گا اور ساتھ ہی اس کے متعلق دعا کرنے والے کو مشرکہ شفاعت بھی سنا دیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو مقام وسیلہ پر فائز ہونے کا یقین ہے مگر محض رعایت ادب اور اظہار تواضع کے لیے متیقن کو صورت مرجع میں ذکر فرمایا۔

فائدہ ثالثہ: اذان کے بعد صلوٰۃ بیچنے کا حکم صریح حدیث میں موجود ہے اور یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔ لہذا اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنے پر بدعت وغیرہ کے فتوے لگانا اپنی جہالت کا ماتم کرنا ہے۔ کہاں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور یعنی جواب

اذانِ صلوٰۃ بھیجے اور دعا و وسیلہ کرنے پر علتِ شفاعت اور استحقاقِ شفاعت کی بشارت دینا اور کہاں ان بتدعین کا حکم بدعت لگانا اور ارتکابِ حرام کا فتویٰ دینا۔ خود عمل نہیں کرتے نہ کریں دوسروں کو منع کرنے اور اس عظیم سعادت سے محروم رکھنے کا کیا جواز ہے۔

فائدہ رابعہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجنے سے اگر درود بھیجنے والے پر دس درود نازل ہوں تو بظاہر اس کی فضیلت لازم آتی ہے مگر نظر عمیق و دقیق دیکھیں تو صورتِ واقعہ اس کے برعکس ہے کیونکہ جس محبوب کے ساتھ اظہارِ خلوص پر اللہ تعالیٰ اس غلصہ پر اتنا کریم فرما دیتا ہے خود اس محبوب پر اس کی رحمت اور صلوات کا کیا اندازہ ہوگا۔

نیز جو صلوٰۃ اس امتی پر بھیجی جائے گی وہ اس کے مناسب حال ہوگی اور جو اس کے عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ پر نازل فرمائے گا وہ ان کے شایانِ شان ہوگی اور جب ان کے شان اور مقام سے خلق کو کوئی نسبت نہیں ہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے والے درود و سلام کے ساتھ بھی انکی صلوٰۃ کو کوئی نسبت نہیں ہوگی۔ رکیت اور گنتی کے لحاظ سے گھونگے بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہوں مگر کیفیت و عظمت میں ایک موتی اور حل کا مقابلہ نہیں کر سکتے کذا قال شیخ المحققین عبدالحق دہلوی۔ ہذا واللہ ورسولہ اعلم محمد اشرف عفا اللہ عنہ،

والحمد لله والصلوة والسلام على رسولنا ومحبوبه وعلى آله واصحابه ومن قبله الى يوم القيامة  
قد وقع الفراغ من تنويد هذه الاوراق يوم الاربعه الساعه العاشرة طبع خلون من شهر الله المكرم  
الشعبان المعظم ١٣٩٩هـ وانا العبد المذنب المعترف بقصور الفهم والفراسته المدعو بابي الحسنات  
محمد اشرف اليا لوى عفا اللہ عنہ

# شرح صحیح مسلم

(جلد ۷)

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی

اس صدی کی بہترین شرح جن میں عصر حاضر کے جدید مسائل کا محققانہ حل پیش کیا گیا ہے۔

● — یہ شرح قارئین کو دوسری شرحوں سے بے نیاز کرے گی۔

# سنن ابو داؤد شریف مستم

امام ابو داؤد سیمان بن اشعث بختانی حرانہ (جلد ۳)

مترجم، مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

# سنن نسائی مترجم

(جلد ۳)

امام ابو عبد الرحمن احمد بن نبیب بن علی بن بکر نسائی

ترجمہ مولانا دوست محمد شاہ مولانا محمد عبد الستار قادری

# مشکوٰۃ شریف مترجم

(جلد ۳)

امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم، انصاری شہیر مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

# بخاری شریف مترجم

(جلد ۳)

امام الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری

مترجم، مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

# جامع ترمذی مترجم مع شمائل ترمذی

(جلد ۲)

محدث جلیل امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی حرانہ

مترجم، مولانا علامہ محمد صدیق سعیدی ہنزوی

# طحاوی شریف مترجم

مع خلاصہ مضامین

(سیٹ چار جلد پر مشتمل)

محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی کھنکی زمرہ افسانہ

مترجم، علامہ محمد صدیق ہزاروی مترجم ترمذی شریف ریاض الضائین

تقدیم، علامہ غلام رسول سعیدی شارح مسلم شریف

# ریاض الضائین مترجم

(جلد ۲)

شیخ الاسلام ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی

مترجم، مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ

تقدیم، محمد عبد الحکیم شرف قادری

# سنن ابن ماجہ مترجم

(جلد ۲)

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الرقی القزوی نیشاپور

مترجم، مولانا عبد الحکیم خاں اختر شاہ جہانپوری

○ دیگر مطبوعات کے فہرست کے لیے جوابیے لگاؤ ارسال فرمائیں

فریڈ پبک سٹال ○ ۳۸۔ اردو بازار ○ لاہور فون ۳۱۲۱۷۳  
۴۲۲۲۸۹۹

مَنْ رَافَعَ إِلَى سَبِيلِكَ رَبِّكَ بِالْحَقِّ وَالْمَوَدَّةِ وَالْإِيمَانِ  
تَرَاهُ رِبَّكَ فِي رَأْسِ طَرَفِ بِلَادِكَ وَأَمْرًا بِمَنْزِلِ نَبِيِّكَ  
تَرْجَمُهُ رِبَّكَ فِي رَأْسِ طَرَفِ بِلَادِكَ وَأَمْرًا بِمَنْزِلِ نَبِيِّكَ

# غُذِيَةُ الطَّالِبِينَ (أردو)

از محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ: مولانا علامہ محمد صدیق تہزاروی سعیدی

تقدیم: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور



فریدی بک ٹرال، ۳۸، اردو بازار لاہور



تصوف کی بنیادی اور مشہور علم کتاب

# کشف المحجوب

مصنفہ

نجمۃ الکاملین امام الواصلین حضرت ابو الحسن سید علی جویری  
المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ

سلیس مستند عالمانہ ترجمہ

سید محمد فاروق القادری ایم اے میاں محمد سلیم صاحب حواد دربار داتا گنج بخش

علماء، شائخ، محققین اور عوام کے لئے عالمانہ، عارفانہ، محققانہ، سلیس شگفتہ اور  
پیرا بندی کے عین میں ڈھلا ہوا شایان شان ترجمہ۔ اس کے علاوہ ضروری  
مقامات پر تشریحی نوٹس، آیات کریمہ کے حوالہ جات اور مستند مقدمہ  
کے سبب کتاب کی اہمیت و افادیت دو چند ہیں۔

فریدی پبلکیشنز، ۳۸ روڈ بازار لاہور

صفحات ۷۶۸

